

خطبٰتِ ناصر

خطبٰتِ جمعہ

از نومبر ۱۹۶۵ء تا ستمبر ۱۹۶۷ء

فرمودہ

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد

خليفة المسيح الثالث رحمة الله تعالى

جلد 1

خطبٰت ناصر جلد اول - 1965ء تا 1967ء
خطبٰت جمع فرمودہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

Khutbaat e Nasir Volume: 1

1965 to 1967

(Friday Sermons delivered by Hadhrat Mirza Nasir Ahmad,

Khalifatul Masih III (Rahemahu Allah)

© Islam International Publications

Published by:

First Published in 2005

ISBN: 1 85372 914 0

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده نصلی علی رسوله الکریم وعلی عبده المسیح الموعود

خدا کے فضل اور حرم کے ساتھ

والناصر

پیش لفظ

نظراتِ اشاعت پہلی مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطبات کتابی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ آپ کا دورِ خلافت نومبر 1965ء سے لیکر جون 1982ء تک کے عرصہ پر محیط رہا، یہ وہ زمانہ تھا کہ جب دنیا دو بڑی جنگوں کے بعد اب تیسری عالمگیر جنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس نسلی اور قومی منافرت کے دور میں عالمگیر جماعت احمدیہ کے تیسرے امام نے دنیا میں امن و آشتنی کی تعلیم پر مشتمل قرآن کا پیغام دیا جو کہ محبت اور پیار کا پیغام تھا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

”میں نے اپنی عمر میں سینکڑوں مرتبہ قرآن کریم کا نہایت تدبر سے مطالعہ کیا ہے اس میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جو کہ دنیاوی معاملات میں ایک مسلم اور اور غیر مسلم میں تفریق کی تعلیم دیتی ہو۔ شریعت اسلامی بنی نواع انسان کے لئے خالصتاً باعث رحمت ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے لوگوں کے دلوں کو محبت پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا۔ اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلانا ہوگا۔ قرآن کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

Love for All Hatred for None

یہی طریقہ ہے دلوں کو جنتے کا۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔“

(خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ اکتوبر 1980ء بحوالہ دورہ مغرب مص: 524-523)

آپ محبت کے سفیر بن کر ملک اور قوم قوم کو محبت اور پیار کا سبق دیتے رہے۔ آپ کو اپنی جماعت سے بہت ہی پیار تھا جس کا اظہار بعض اوقات ان الفاظ میں بھی کیا کرتے تھے کہ جماعت اور خلیفہ وقت ایک ہی وجود کے دونام ہیں۔ آپ کے پیار کا دامن اپنوں سے لے کر غیروں اور دشمنوں تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ معاندین کے دکھوں کے جواب میں مسکرا دیا کرتے تھے اور اپنی جماعت کو نصیحت کے رنگ میں فرماتے تھے ”دنیا تیوریاں چڑھا کے اور سرخ آنکھیں کر کے تمہاری طرف دیکھ رہی ہے تم مسکراتے چھروں سے دنیا کو دیکھو آپ نے فرمایا“ ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ [بحوالہ حیات ناصر جلد اول ص: 8)

ہمارے پیارے امام کے دل میں جماعت کے لئے کتنا درد ہوتا ہے اس کا اظہار ایک مرتبہ حضرت مصلح موعود نے اس طرح فرمایا تھا کہ:

”دیکھنے والوں کو تو یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہو گی کہ کئی لاکھ کی جماعت پر حکومت مل گئی۔ مگر خداراغور کر کیا تمہاری آزادی میں پہلے کی نسبت کچھ فرق پڑ گیا ہے۔ کیا کوئی تم سے غلامی کرواتا ہے یا تم پر حکومت کرتا ہے یا تم سے ماتخوں، غلاموں اور قیدیوں کی طرح سلوک کرتا ہے۔ کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا در در رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جانے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور رضا پیر اہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لئے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔“ (انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

یہ نظارہ انفرادی طور پر تو ہر آن جماعت محسوس کرتی ہے اور مشاہدہ بھی کرتی ہے۔ لیکن 1974ء میں اجتماعی طور پر جب جماعت پر ابتلاء کا دور آیا تو ساری جماعت کا درداس ایک دل میں جو جمع ہوا تو اس کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”دنیوی لحاظ سے وہ تباخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تباخیاں میرے سینے میں جمع ہوئی تھیں۔ ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں میں خدا کے فضل اور حرم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لئے دعا نہیں کرتا رہا..... میرا خیال ہے کہ دو مہینے میں بالکل سونہیں سکا تھا۔ کئی مہینے دعاؤں میں گزرے تھے۔“ [بحوالہ حیات ناصر جلد اول ص: 401]

آپ کا دورِ خلافت ایک تاریخی دور تھا، جماعت نے کئی سنگ میل اس میں عبور کئے، حضرت مصلح موعود کی وہ پیشگوئی آپ کے دور ہی میں پوری ہوئی تھی کہ اگر حکومتیں بھی اس سے مکر لیں گی تو پاش پاش ہو جائیں گی۔ جماعت نے یہ نظارہ دیکھا اور بڑی شان سے اس پیشگوئی کو پورے ہوتے ہوئے دیکھا۔ جماعت کے ہاتھوں میں کشکوٹ تھا نے والے خود اپنے ہاتھوں میں کشکوٹ پکڑ کر اپنی زندگیوں کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے لیکن جماعت اللہ کے فضل سے بڑھتی ہی چل گئی۔ کیا تعداد میں اور کیا ایمان میں۔ ایمان و عرفان کی دولت ہو یا مادی دولت، جماعت کی اس ترقی کا گراف حیرت انگیز طور پر بڑھتا اور بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپ کو اس ترقی کا یقین تھا اور اعتماد تھا کہ ہماری ساری کوششیں اور سارے منصوبے کا میاب ہوں گے۔ آپ نے فرمایا تھا

”ہمیں یقین ہے کہ ہماری یہ جدوجہد کا میاب ہو گی اور ساری دنیا اکٹھی ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کے اس منصوبے کو ناکام کرنے کی کوشش کرتے تو ناکام ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ کا منصوبہ ناکام نہیں ہو گا.....“ [بحوالہ حیات ناصر جلد اول ص: 578]

آپ کے دورِ خلافت پر لکھنا آسان نہیں، سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے، آپ کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”.....پھر خلافت ثالثہ کا دور آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الشانیؑ کی وفات کے بعد پھر اندر ونی اور بیرونی دشمن تیز ہوا۔ لیکن کیا ہوا؟ کیا جماعت میں کوئی کمی ہوئی؟ نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق پہلے سے بڑھ کر ترقیات کے دروازے کھولے۔ مشنوں میں مزید توسعہ ہوئی۔ افریقہ میں بھی، یورپ میں بھی اور پھر افریقہ کے دورے کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الشانیؑ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم کا اجراء فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، ایک روایا کے مطابق۔ ہسپتال کھولے گئے۔ سکول کھولے گئے، ہسپتالوں میں اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں مریض شفا پاچکے ہیں۔ گورنمنٹ کے بڑے بڑے ہسپتالوں کو چھوڑ کر ہمارے چھوٹے چھوٹے دور دراز کے دیہاتی ہسپتالوں میں لوگ اپنا علاج کرانے آتے ہیں۔ بلکہ سرکاری افسران بھی اس طرف آتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہمارے ہسپتالوں میں جو واقعین زندگی ڈاکٹر زکام کر رہے ہیں وہ ایک جذبے کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے پیچھے خلیفہ وقت کی دعاوں کا بھی حصہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے خلیفہ کی لاج رکھنے کے لئے ان دعاوں کو سنتا ہے اور جہاں بھی کوئی کارکن اس جذبے سے کام کر رہا ہو کہ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں اور میرے پیچھے خلیفہ وقت کی دعا نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اس میں بے انتہا برکت ڈالتا ہے۔ پھر سکولوں میں ہزاروں لاکھوں طلباء اب تک پڑھ چکے ہیں۔ بڑی بڑی پوسٹ پر قائم ہیں۔ ہمارے گھانا کے ڈپٹی منسٹر آف انجی جو ہیں انہوں نے احمدیہ سکول میں شروع میں کچھ سال تعلیم حاصل کی۔ پھر ایک سکول سے دوسرے سکول میں چلے گئے وہ بھی احمدیہ سکول ہی تھا۔ اور آج ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑا

رتباہ دیا ہوا ہے۔ اسی طرح اور بہت سارے لوگ ہیں۔ افریقین ملکوں میں جائیں تو دیکھ کر پتہ لگتا ہے۔ یہ سب جو فیض ہیں اس وجہ سے ہیں کہ ڈاکٹر ہوں یا ٹیچر، ایک جذبے کے تحت کام کر رہے ہیں اور یہ سوچ ان کے پیچھے ہوتی ہے کہ ہم جو بھی کام کر رہے ہیں ایک تو ہم نے دعا کرنی ہے، خود اللہ تعالیٰ سے فضل مانگنا ہے اور پھر خلیفۃ المسیح کو لکھتے چلے جانا ہے تاکہ ان کی دعاؤں سے بھی ہم حصہ پاتے رہیں۔ اور یہ جو افریقین ممالک میں ہمارے سکول اور کالج ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کا بھی ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ کل ہی سیر الیون کی رہنے والی ایک خاتون بچوں کے ساتھ مجھے ملنے آئیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہمارے ہاں تو خاندان میں اسلام کا پتہ ہی کچھ نہیں تھا۔ احمد یہ سکول میں میں نے تعلیم حاصل کی اور وہیں سے مجھے احمدیت کا پتہ لگا اور بڑے اخلاص اور وفا کا اظہار کر رہی تھیں۔ وہ بڑی مخلص احمدی خاتون ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہیں جو ہمارے ان سکولوں سے تعلیم حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں شامل ہوئے اور اس کی برکات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پھر خلافت ثالثہ میں ہی آپ دیکھ لیں، 74ء کا فساد ہوا اس وقت ان کا خیال تھا کہ اب تو احمدیت ختم ہوئی کہ ہوئی، ایک قانون پاس کر دیا کہ ہم ان کو غیر مسلم قرار دے دیں گے تو پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔ کئی شہید کئے گئے، جانی نقصان کے ساتھ ساتھ مالی نقصان بھی پہنچایا گیا۔ کاروبار لوٹے گئے، گھروں کو آگیں لگا دی گئیں، دکانوں کو آگیں لگا دی گئیں، کارخانوں کو آگیں لگا دی گئیں۔ لیکن ہوا کیا؟ کیا احمدیت ختم ہو گئی؟ پہلے سے بڑھ کر اس کا قدم اور تیز ہو گیا، باپ کو بیٹے کے سامنے قتل کیا گیا، بیٹے کو باپ کے سامنے قتل کیا تو کیا خاندان کے باقی افراد نے احمدیت چھوڑ دی؟۔ ان میں اور زیادہ ثبات قدم پیدا ہوا، ان میں اور زیادہ اخلاص پیدا ہوا۔ ان میں اور زیادہ جماعت کے ساتھ تعلق پیدا ہوا۔ دشمن کی کوئی بھی تمدیر کبھی بھی کارگر نہیں ہوئی اور کبھی کسی کے ایمان میں لغزش نہیں آئی۔ اور پھر اب دیکھیں کہ ان نیکیوں پر قائم رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جو جانی نقصان ہوا یا جن خاندانوں کو اپنے پیاروں کا جانی نقصان برداشت کرنا پڑا، اگلے جہان میں تو

اللہ تعالیٰ نے جزادیتی ہے، اللہ نے اُن کو اس دنیا میں بھی ان کو بے انتہا نوازا ہے۔ مالی لحاظ سے بھی اور ایمان کے لحاظ سے بھی۔

[خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مئی 2004ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 2 ص: 351-347]

15-08-2005

فہرست خطبات

خطبہ نمبر	عنوان	خطبہ فرمودہ	صفحہ
1965			
1	خداتعالیٰ نے اپنی قدرت سے جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع کر دیا	12 نومبر 1965ء	1
2	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	19 نومبر 1965ء	11
3	جلسہ کے ایام کوئی کی باتیں سننے اور دعا میں کرنے میں گزاریں	26 نومبر 1965ء	13
4	حضور علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ہر احمدی نور الدین بن جائے	3 دسمبر 1965ء	27
5	جماعت احمدیہ کے لئے آئندہ پچیس تیس سال نہایت اہم ہیں	10 دسمبر 1965ء	35
6	ہمیں تاکیدی حکم ہے کہ مسکینوں، تیشوں اور اسیروں کو کھانا کھلایا جائے	17 دسمبر 1965ء	45
7	رمضان کے مہینے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہت سی برکتیں وابستہ ہیں	24 دسمبر 1965ء	53
8	ہماری زندگیاں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہونی چاہئیں	31 دسمبر 1965ء	67
1966			
9	جماعت احمدیہ کے تمام اداروں کو چاہئے کہ وہ اپنی جدوجہد کو منظم کریں	7 جنوری 1966ء	79
10	معکشین کو حقیقی اور انتہائی خلوت میسر آنی چاہئے	14 جنوری 1966ء	91
11	خداتعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہئے ہوتا اپنے اعمال پر کبھی بھروسہ نہ کرو	21 جنوری 1966ء	101
12	مؤمن کے دل میں مایوسی پیدا نہیں ہونی چاہئے	28 جنوری 1966ء	113
13	قرآن کریم کیلئے ہمیں غیر معمولی توجہ اور جدوجہد کرنی چاہئے	4 فروری 1966ء	121

خطبہ نمبر	عنوان	خطبہ فرمودہ	صفحہ
14	بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کے اصل ذمہ داران والدین ہیں	11 / فروری 1966ء	131
15	خدمات احمدیہ کو شش کریں کتمام احمدی نوجوان تحریک جدید میں حصہ لیں	18 / فروری 1966ء	143
16	اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ ہمارے میں بیشتر اور تسلیم پیدا کرے گا	25 / فروری 1966ء	155
17	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	4 / مارچ 1966ء	169
18	اللہ تعالیٰ کو جو چیزیں پسند ہیں انہیں اختیار کرنے کی کوشش کرو	11 / مارچ 1966ء	171
19	میں دو ہفتے سے لیکر چھ ہفتے تک کاعرصہ خدمت دین کیلئے وقف کریں	18 / مارچ 1966ء	181
20	کامیابی کیلئے صبر اور تدبیر کو انتہا تک پہنچادیں	25 / مارچ 1966ء	187
21	ہماری بقا ترقی اور کامیابی کا انحصار تدبیر پر نہیں بلکہ دعا اور محض دعا پر ہے	کیم اپریل 1966ء	195
22	امراۓ جماعت انتظام کریں کہ کسی جگہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے	8 / اپریل 1966ء	203
23	ہم سب کو خدا تعالیٰ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کیلئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے	15 / اپریل 1966ء	213
24	لازی چندہ جات کے بجٹ میں تمام احمدیوں کو شامل کیا جائے	22 / اپریل 1966ء	225
25	کبر و غرور کو چھوڑ کر عاجز ائمہ را ہوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرو	29 / اپریل 1966ء	235
26	جماعتوں نے میری تحریک پر نہ صرف اپنے بجٹ کو پورا کیا بلکہ زائد آمد ہوئی	6 / مئی 1966ء	243
27	شرک سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ کسی قسم کا تکبیر ہمارے دل میں پیدا نہ ہو	13 / مئی 1966ء	249
28	اتنی دعا کیں کریں کہ لبسِ جسم و عابن جائیں	20 / مئی 1966ء	259
29	کام وہی اچھا ہوتا ہے جس کا انجام اچھا ہو	27 / مئی 1966ء	261
30	سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض اقوام عالم حلقة بکوش اسلام ہوں	3 / جون 1966ء	265
31	حقیقی یتیک وہی ہے جو محض خدا تعالیٰ کی محبت کی خاطر کی جائے	10 / جون 1966ء	269
32	ہر ظلمت جواہحتی ہے اس کا پہلانشناہ آنحضرت ﷺ ہوتے ہیں	17 / جون 1966ء	277
33	خدا تعالیٰ قرآن کریم کی ابتداء کے بغیر نہیں ہرگز نہیں مل سکتا	24 / جون 1966ء	283
34	ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم سیکھیں	کیم جولائی 1966ء	295

خطبہ نمبر	عنوان	خطبہ فرمودہ	صفحہ
35	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	8 / جولائی 1966ء	301
36	قرآن کریم کو حرز جان بناؤ کہ اس کے بغیر ہم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے	15 / جولائی 1966ء	303
37	قرآن کریم کی دس صفات حسنہ	22 / جولائی 1966ء	317
38	قرآن کریم ایک عظیم الشان کتاب ہے اس سے حقیقی بھی محبت کی جائے کم ہے	29 / جولائی 1966ء	331
39	تعلیم القرآن کی سیکھی اور عارضی وقف کی مہم کی برکات	5 / اگست 1966ء	343
40	حضور نے خطبہ جمعہ ارشاد نہیں فرمایا	12 / اگست 1966ء	351
41	انفاق فی سبیل اللہ کی استعداد بڑھانے کی تین قیمتی گر	19 / اگست 1966ء	353
42	تمام برکات روحانی قرآن کریم میں ہیں	26 / اگست 1966ء	361
43	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	2 / ستمبر 1966ء	373
44	جو شخص رسوم و بدعاوں کو نہیں چھوڑتا اُس کا ایمان پختہ نہیں ہو سکتا	9 / ستمبر 1966ء	375
45	قرآن کریم کی چار عظیم الشان خصوصیات	16 / ستمبر 1966ء	387
46	قرآن کریم یہ سکھیں اور اس کا عرفان حاصل کریں	23 / ستمبر 1966ء	399
47	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	30 / ستمبر 1966ء	411
48	تحریک وقف جدید میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہئے	7 / اکتوبر 1966ء	413
49	اللہ تعالیٰ ہزاروں اور سو شمس جماعت کو عطا فرمائے گا	14 / اکتوبر 1966ء	423
50	دینا کی سیاست، دنیا کی وجاہتوں اور عزتوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں	21 / اکتوبر 1966ء	433
51	تحریک جدید کے تمام مطالبات جہاد کی ہی مختلف شقیں ہیں	28 / اکتوبر 1966ء	437
52	وقف جدید کا مالی بوجہ ہمارے بچے اور بچیاں اٹھائیں	4 / نومبر 1966ء	453
53	زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب تین بنیادی طاقتیں ہیں	11 / نومبر 1966ء	463
54	سلسلہ جو نظام بھی قائم کرتا ہے اس کی پابندی کو اپنی خوش قسمی سمجھو	18 / نومبر 1966ء	483
55	ہر تنظیم کو اپنے دائرہ کے اندر کام کرنا چاہئے	25 / نومبر 1966ء	497

خطبہ نمبر	عنوان	خطبہ فرمودہ	صفحہ
56	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	2 دسمبر 1966ء	513
57	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	9 دسمبر 1966ء	515
58	تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان ہر عملِ محض رضاۓ الٰہی کی خاطر کرے	16 دسمبر 1966ء	517
59	ہم ہر کام اس کی رضا اور خوشنودی کیلئے کرنے والے ہوں	23 دسمبر 1966ء	523
60	سب کچھ کرنے کے بعد بھی یہی سمجھو کر تم نے کچھ نہیں کیا	30 دسمبر 1966ء	537

1967ء

61	ہرات لیلۃ القدر اور ہر دن جمعۃ الوداع کا رنگ رکھتا ہو	6/جنوری 1967ء	547
62	احباب روہ محبت اور خلوص کے ساتھ مہمانوں کی خدمت کریں	13/جنوری 1967ء	553
63	خدا تعالیٰ کی عطا کو اس رضا کے حصول کیلئے خرچ کرو	20/جنوری 1967ء	563
64	دنیا کی اشیاء و ثواب کے مقابلہ میں تمناً قلیلاً کی حیثیت رکھتی ہیں	27/جنوری 1967ء	571
65	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	3 رفروری 1967ء	575
66	جلسہ سالانہ کے لایم میں اللہ تعالیٰ بڑے ہی انوار و برکات کا مشاہدہ کیا ہے	10 رفروری 1967ء	577
67	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	17 رفروری 1967ء	585
68	رسول کریم ﷺ کے اسوہ حسنے پر چلتے ہوئے کثرت سے دعائیں کرو	24 رفروری 1967ء	587
69	ہماری مستورات عزم کر لیں کہ ہم نے ہر قسم کی رسوم کو ترک کر دینا ہے	3 مارچ 1967ء	591
70	رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کریں	10 مارچ 1967ء	597
71	ہم ایسی قوم ہیں جو اپنے اموال خدا تعالیٰ کی راہ میں پانی کی طرح بھاتی ہے	17 مارچ 1967ء	609
72	جماعتِ احمدیہ کا قیام غلبہ اسلام اور اشاعتِ اسلام کی تکمیل کیلئے کیا گیا ہے	24 مارچ 1967ء	621
73	اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر خطہ میں نبی سیجھے	31 مارچ 1967ء	625
74	بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کے تینیں عظیم الشان مقاصد	7 اپریل 1967ء	635

خطبہ نمبر	عنوان	خطبہ فرمودہ	صفحہ
75	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	14 اپریل 1967ء	645
76	اقوام عالم فوائد بیت اللہ کے ساتھ وابستہ کرد یے گئے ہیں	21 اپریل 1967ء	647
77	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	28 اپریل 1967ء	661
78	ہمیں جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ قرآن کریم میں پائی جاتی ہے	5 مئی 1967ء	663
79	بیت اللہ تائیدات سماوی کا منبع ہے	12 مئی 1967ء	677
80	مرکز میں بار بار آنا بھی بیت اللہ کی اغراض میں شامل ہے	19 مئی 1967ء	691
81	بیت اللہ روحانی اور جسمانی پاکیزگی کے حصول اور اُس کی ترقی کا مرکز	26 مئی 1967ء	705
82	اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے قربانیاں دینے والوں کے اعمال ضائع نہیں جاتے	2 جون 1967ء	717
83	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اُمّتِ مسلمہ کا قیام	9 جون 1967ء	731
84	ابراہیمی دعاؤں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش ہوئی	16 جون 1967ء	741
85	بدرسم کے خلاف جہاد کا اعلان	23 جون 1967ء	753
86	والدین کو چاہئے کہ وہ چندہ وقف جدید کی اہمیت پھوٹ پرواٹ کریں	30 جون 1967ء	765
87	دنیا کی کوئی طاقت غلبہ اسلام کو نہیں روک سکتی	7 جولائی 1967ء	771
88	قرآن کریم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وابستگی پیدا کریں	14 جولائی 1967ء	787
89	تاحال خطبہ کے بارے میں علم نہیں ہو سکا	21 جولائی 1967ء	789
90	احمدیت شیطانی حملوں سے بچاؤ کیلئے ایک قلعہ ہے	28 جولائی 1967ء	791
91	دعائے ذریعہ ہی مغربی اقوام کو اسلام کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے	4 اگست 1967ء	799
92	آؤ! محمد رسول اللہ ﷺ کے ٹھنڈے سایہ تک آگ سے محفوظ ہو جائیں	11 اگست 1967ء	803
93	تاحال خطبہ کے بارے میں علم نہیں ہو سکا	18 اگست 1967ء	811
94	میرے سفر کے ذریعہ گھر گھر میں اسلام کا پیغام پہنچ گیا ہے	25 اگست 1967ء	813
95	یورپ کے نو مسلم احمدی اپنے ایمان اخلاق اور قربانی میں ترقی کر رہے ہیں	کیم ستمبر 1967ء	841

خطبہ نمبر	عنوان	خطبہ فرمودہ	صفحہ
96	پورپ میں ایک خلادپیدا ہو چکا ہے اُسے پُر کرنا ہمارا فرض ہے	8 ستمبر 1967ء	857
97	ایک عظیم سلسلہ بشارتوں کا اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو ملا ہے	15 ستمبر 1967ء	865
98	اللہ تعالیٰ جن کو خلافت کے مقام پر فائز کرتا ہے وہ ان کی مدد کرتا ہے	22 ستمبر 1967ء	893
99	ہمارے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کی عظیم الشان مہم جاری کی ہے	29 ستمبر 1967ء	905
100	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	6 اکتوبر 1967ء	915
101	احباب جماعت فضل عمر فاؤنڈیشن کے وعدہ جات کی ادائیگی پر توجہ دیں	13 اکتوبر 1967ء	917
102	دنیا کی اقوام کے نام امن کا پیغام اور ایک حرفاً انتباہ	20 اکتوبر 1967ء	925
103	اللہ تعالیٰ یہ ورنی ممالک میں غلبہ اسلام کی نئی نئی راہیں کھول رہا ہے	27 اکتوبر 1967ء	941
104	اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں تمہارے نقوش اور اموال میں برکت ڈالوں گا	3 نومبر 1967ء	951
105	حضور نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا	10 نومبر 1967ء	959
106	ہر احمدی کو تکبر اور خود بینی سے پچنا چاہئے اور استغفار کی طرف بہت توجہ دیں	17 نومبر 1967ء	961
107	رمضان المبارک غیر متناہی روحانی، جسمانی، دینی ترقیات کا ذریعہ ہے	24 نومبر 1967ء	967
108	رمضان المبارک میں کثرت سے الہی برکات کا نزول ہوتا ہے	کیم ڈسمبر 1967ء	975
109	رمضان کے روزوں اور عبادات کا بڑا گہرہ تعلق دعا اور قبولیت کے ساتھ ہے	8 دسمبر 1967ء	985
110	ابتلاؤں کے بغیر انسان رضاۓ الہی کی جنتوں میں داخل نہیں ہو سکتا	15 دسمبر 1967ء	993
111	انسانیت بڑی تباہی کے کنارے کھڑی ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں	22 دسمبر 1967ء	1005
112	کم و بیش تیس سال کا عرصہ ہم سے انتہائی قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے	29 دسمبر 1967ء	1013



خلافت پر متمكن ہونے کے بعد پہلا خطبہ جمعہ

خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جماعت کو ہر طرح
متھرا اور متفق رکھا اور اسے پھر ایک ہاتھ پر جمع کر دیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء، مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ حضرت المصلح الموعودؒ کا استحکام خلافت کے بارے میں ایک پیشگوئی کا تذکرہ۔
- ☆ دعا کریں اللہ تعالیٰ ایک باپ سے بڑھ کر مجھے آپ کی خدمت کی توفیق دے۔
- ☆ خدا تعالیٰ کی قسم میں آپ سے اس کے بدله میں کسی قسم کی توقع نہیں رکھتا دعا کرتے رہیں کہ جب میں دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب کے حضور جاؤں تو سرخرو ہو کر اس کے حضور پہنچوں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ قبولیت دعا کا نشان مجھے عطا کرے تاکہ میں آپ کے دکھوں اور تکلیفوں کو دور کر سکوں۔

تشہد و تعودہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

میرا ارادہ تو ایک اور مضمون کے متعلق کچھ کہنے کا تھا لیکن گز شتنہ رات میں ”افضل“ کا ایک پرانا فائل ۱۹۱۳ء کا دیکھ رہا تھا تو میری توجہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تقریر کے اقتباس کی طرف مبذول کی جس میں میں نے ایک زبردست پیشگوئی کو دیکھا جوان گز شتنہ چند دنوں میں پوری ہوئی۔ تب میں نے ارادہ کیا کہ اس مضمون کو چھوڑ کر میں اس پیشگوئی کے متعلق اپنے دوستوں کے سامنے کچھ بیان کروں۔ لیکن اس پیشگوئی کو سمجھنے کے لئے اس پس منظر کو جس میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی سمجھنا ضروری ہے۔ اس لئے مختصر طور پر میں ۱۹۱۳ء کے کچھ حالات بیان کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد بعض احمد یوں کی مرضی یا پسندیدگی کے خلاف جماعت احمد یا ایک ہاتھ پر متفق اور متحد ہو گئی اور مجبوراً ان لوگوں کو بھی جن کی طرف میرا اشارہ ہے اور آپ بھی سمجھتے ہیں کہ احباب جماعت کی اکثریت کے سامنے سرتسلیم خم کرنا پڑا اور انہوں نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

یہ پہلی خلافت تھی جو جماعت احمد یہ میں قائم ہوئی۔ یہ تھوڑا سازمانہ جو پہلی خلافت کا تھا اس کو کسی نہ کسی طرح اس گروہ نے گزار دیا۔ لیکن جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کے نزدیک یہ وہ موقف تھا جب وہ اپنی رائے کو جس طرح بھی ہو جماعت میں قائم کرنے کا امکان پاتے تھے۔ اس وقت اس گروہ نے یہکے بعد دیگرے تین موقف اختیار کئے۔

پہلے تو یہ کہا کہ جماعت احمد یہ میں خلیفہ کا وجود ہی ضروری نہیں۔ خلافت ہونی ہی نہیں چاہئے۔ ان کے مقابلہ میں جماعت کی اکثریت کو (ایسی) اکثریت جس میں یہ اکابر کھلانے والے یا اپنے کو اکابر سمجھنے

والے شامل نہ تھے) اور حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بے قراری، ایک بے چینی لاحق تھی اور ایک موت کی سی کیفیت نظر آتی ہے کہ یا اللہ! یہ کیا ہونے والا ہے۔ تو نے مسلمانوں کو خلافت کا وعدہ دیا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب تک فروون اولیٰ میں خلافت قائم رہی مسلمان ترقی پر ترقی کرتے چلے گئے اور جب ان کی کمزوریوں اور کوتا ہیوں اور غفلتوں کی وجہ سے خلافت کا انعام ان سے چھین لیا گیا تو اس کے بعد جو اسلام کی بادشاہت قائم ہوئی۔ وہ اس خلافت کے مقابلہ میں کوئی چیز نہ تھی۔ مغض پیچ تھی۔ اب پھر ہم پر اے خدا! تو نے انعام کیا تھا۔ تو نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منہماں نبوت پر مبعوث فرمایا جس کے متعلق تو نے خود فرمایا تھا کہ ان کے وجود میں اور آنحضرت ﷺ کے وجود میں ایک کامل مثالثت پائی جاتی ہے اور جو ایسا نہیں سمجھتا خود اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ اس وجود کے بعد سلسلہ احمدیہ میں خلافت قائم ہوئی۔ لیکن ابھی چھ سال نہیں گزرے کہ ایک گروہ کھڑا ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ خلافت کی ضرورت ہی نہیں۔

آپ (حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ) نے کہا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کی خوشامدیں کیں، بہتر اس سمجھایا کہ خدا کے لئے خلافت کی برکت کو مت ٹھکراؤ تم میں سے کوئی خلیفہ منتخب ہو جائے میں ذمہ لیتا ہوں کہ میں اور میرے دوسرے دوست اور رشتہ دار جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ وہ سب اس کی بیعت کر لیں گے اور پوری پوری اطاعت کریں گے۔

اس وقت حضور کے دل میں یہ لگن تھی کہ خلافت جماعت احمدیہ کے ہاتھ سے نہیں لٹکنی چاہئے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا اس سے کہ کون خلیفہ بنتا ہے اور کون نہیں بنتا۔ لیکن خلافت کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ ہی جماعت ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بن سکتی ہے۔ لیکن کسی طرح بھی یہ لوگ اس طرف نہ آئے۔ جب آئے تو انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ اچھا کوئی شخص خلیفہ مقرر ہو جائے لیکن اس کی بیعت جماعت پر لازمی قرار نہ دی جائے۔ یہ دوسرا مؤقف تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔ خدائے تعالیٰ کا اتصاف ایسا تھا کہ اس قسم کی باتیں یہ لوگ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفہ اولؐ کے منہ سے ہی ان کو جواب دے دیا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر اسی قسم کا اعتراض کیا گیا تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا وہ اخبار بدر ۳ مارچ ۱۹۱۰ء میں چھپ چکا ہے۔

”ایک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ کی بیعت لازم اور فرض ہے؟ فرمایا کہ جو حکم اصل بیعت کا ہے وہی فرع کا حکم ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے سے پہلے اس بات کو مقدم سمجھا اور کیا کہ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔“

اسی طرح ۹ رب جولائی ۱۹۰۸ء کے اخبار بدر میں جو ڈائری شائع ہوئی ہے اس میں یہ ملتا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ:-

”کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحبؐ کو مسح موعود اور مہدی مسعود مانتے ہیں تو اب علامہ نور الدین کی بیعت کی کیا ضرورت ہے..... ہر شخص اپنی ذات کے لئے خود ذمہ دار ہے..... ہر ایک کو بیعت کے لئے خط لکھنا چاہئے تا وہ اس فیض سے حصہ لے جو یَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ میں مذکور ہے۔“

مطلوب واضح ہے کہ اگر تم خلافت کی بیعت نہیں کرو گے اور ویسے ہی اپنی چالاکیوں اور ہشیاریوں میں پڑے رہو گے تو پھر تمہیں وہ فضل حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو یَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ اپنی رحمت کا ہاتھ، خدا تعالیٰ اپنی حفاظت کا ہاتھ، خدا تعالیٰ اپنی امان کا ہاتھ، خدا تعالیٰ اپنی برکتوں کا ہاتھ تمہارے سر پر سے اٹھا لے گا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضلوں اور اس کی برکتوں اور اس کی حفاظت اور اس کی امان کا ہاتھ تمہارے سروں پر رہے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ایک ہاتھ پر بیعت کر کے جمع ہو جاؤ۔

جب انہوں نے دیکھا کہ اس مسئلہ میں بھی اکثریت ہماری رائے کے خلاف، صداقت پر مضمبوطی سے قائم ہے تو پھر انہوں نے تیراموقف اختیار کیا۔ اور وہ یہ کہ بے شک خلیفہ کا انتخاب کرو اور خلیفہ بنانے کے لئے شک اس کی بیعت کو بھی لازمی قرار دے لو، ہم بیعت کر لیں گے لیکن وہ خلیفہ صدر انجمن کا حاکم نہیں ہو گا بلکہ اگر تم نے خلیفہ بنانا ہی ہے تو صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت خلیفہ مقرر کرو۔

یہ اس قدر مصلحکہ خیز بات تھی کہ کوئی سمجھدار انسان اس کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھا۔ اس وقت جس تڑپ کے ساتھ، جس درد کے ساتھ، جس عاجزی اور اعسار کے ساتھ، جس علم و فراست کے ساتھ اس محاذ پر حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جنگ لڑی اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست بشارت آپؐ کو دی اور وہ یہ تھی کہ ہم تمہیں یہ توفیق دیں گے کہ تم خلافت کو جماعت احمدیہ میں اس قدر مستحکم کر دو گے کہ آئندہ اس قسم کا فتنہ جو مارچ ۱۹۱۳ء میں جماعت میں پیدا ہوا پھر کبھی پیدا نہ ہو گا۔ ۱۹۱۴ء میں آپؐ کو کچھ معلوم نہیں کہ کتنی زندگی ہے۔ دس سال بیس سال پچاس سال باون سال کتنی دری خلافت کرنی ہے۔ اس کے بعد کیا حالات ہوں گے۔ اپنے حالات کا بھی کوئی پتہ نہیں۔ اور پھر اس کے بعد جو خلیفہ ہو گا وہ جب مرے گا تو اس کے بعد کیا حالات ہوں گے یہ بھی نہیں جانتے۔ یہ انسان کا کام نہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم نہ دیا جائے۔ اس کے باوجود ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ محاذ راغور سے سنیں:-

”اس وقت دشمن خوش ہے کہ احمدیوں میں اب تفرقہ پڑ گیا ہے۔“

یہ جنگ ہو رہی تھی۔ یہ جھگڑا تھا کہ خلیفہ ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ خلیفہ ہونا چاہئے۔ اور ان لوگوں نے تو وقت سے پہلے ہی خلافت کے خلاف ٹریکٹ چھپوا کر رکھے ہوئے تھے جن کی اشاعت بعد میں کی۔ اس چیز کو دیکھ کر کہ یہ شماتت اعداء کا موجب ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں اسلام کو تمام دنیا پر غالب کروں گا اور یہ غلبہ تین صدیوں کے اندر اندر تمہیں نظر آجائے گا۔ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد ابھی چھ سال نہیں گزرتے کہ جماعت میں شدید تفرقہ پڑ گیا ہے۔ حتیٰ کہ کوئی شخص ظاہری سامانوں کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ جماعت زندہ نجح نکلے گی۔ تو آپؐ فرماتے ہیں کہ:-

”اس وقت دشمن خوش ہے کہ احمدیوں میں تفرقہ پڑ گیا ہے اور یہ جلد تباہ ہو جائیں گے اور اس وقت ہمارے ساتھ **ذُلِّلُوا ذُلِّلَاءَ شَدِيدًا** (الاحزاب: ۱۲) والا معاملہ ہے یہ ایک آخری ابتلا ہے۔ جیسے کہ احزاب کے موقعہ کے بعد پھر دشمن میں یہ جرأت نہ تھی کہ مسلمانوں پر حملہ کرے ایسے ہی، ہم

پر یہ آخری موقع اور دشمن کا (آخری) حملہ ہے۔ خدا تعالیٰ چاہے ہم کامیاب ہوں تو پھر دشمن ہم پر حملہ نہ کرے گا۔ بلکہ ہم دشمن پر حملہ کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے احزاب (کے موقع) پر فرمایا تھا کہ اب ہم ہی دشمن پر حملہ کریں گے اور اسے شکست دیں گے اور دشمن کبھی پھر حملہ آور نہ ہو گا، ” یہ آخری ابتلاء ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ دشمن کو پھر کبھی خوشی کا موقع نہ ملے گا، ”۔

پہلے آپ نے فرمایا کہ دشمن اس لئے خوش ہے کہ احمد یوں میں تفرقہ پڑ گیا ہے۔ یہ جلد تباہ ہو جائیں گے۔ اب آپ فرماتے ہیں۔ کہ دشمن کو پھر کبھی خوشی کا موقع نہ ملے گا۔ یعنی دشمن کو کبھی یہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ کہ احمد یوں میں تفرقہ پڑ گیا ہے۔ اور ان کی تباہی کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں:-

”جنگیں تو احزاب کے بعد بھی ہوتی رہی ہیں لیکن پھر دشمن کو یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ اسی طرح یہ آخری فتنہ ہے۔ پس تم دعاوں میں لگ جاؤ۔ یہ فتنہ احزاب والا ہے جس طرح وہاں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حالت تھی وہی اب یہاں ہماری حالت ہے۔ اور جو اس وقت دشمن کی حالت ہوئی۔ وہی اب (ہمارے) دشمن کے ساتھ ہو گی۔ تمہیں چاہئے کہ تم آگے بڑھو اور دعا میں لگ جاؤ“۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء مطبوعہ الفضل ۲۵ / مارچ ۱۹۶۳ء)

آپ نے یہ پیشگوئی ۱۹۶۳ء میں کی تھی۔ کہ اس وقت ہمیں جماعت میں شدید تفرقہ نظر آتا ہے۔ اور شماتت اعداء کا باعث بن رہا ہے۔ اور دشمن خوش ہیں اور خوشی سے بغلیں بجارتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاویٰ اور جماعت احمد یہ کی ترقی کی تمام پیشگوئیاں غلط ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ جو جماعت اس طرح متفرق ہو جائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور آپس میں اختلاف کرنے لگ

جائے۔ اور پر اگندہ ہو جائے وہ بھی ترقی نہیں کرسکتی۔

لیکن حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت یہ بھی فرمادیا تھا، کہ تم دعاوں میں لگ جاؤ۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ یہ خوشی دشمن صرف ایک دفعہ دیکھ سکتا تھا۔ اور وہ اس نے دیکھ لی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کرے گا۔ کہ دشمن تھوڑا بہت حملہ تو کرے گا۔ شاید تھوڑا بہت نقصان بھی پہنچا دے احمد یوں کو تکلیفیں بھی دے سکتا ہے ان سے ایسا اور قربانی کے مطابق بھی اس کے مقابلہ میں کئے جاویں گے لیکن یہ تم کبھی نہ دیکھو گے۔ کہ ۱۳ امرار ۱۹۱۳ء والا تفرقہ اور پر اگندگی جماعت میں دشمن کو پھر نظر آئے۔

اب جب خود آپؐ کا وصال ہوا۔ تو ہم اس کے بعد کے دنوں کے حالات کو دیکھتے ہیں۔ ہر احمدی ایک موت کی تی حالت دیکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک احمدی کے دل میں حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی اتنی محبت پیدا کی تھی اور پھر آپؐ کو احباب جماعت پر اس کثرت اور وسعت کے ساتھ احسان کرنے کی، ان کے غنوں میں شریک ہونے کی، ان کی خوشیوں میں شامل ہونے کی، ان کی ترقیات کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کرنے کی اس قدر توفیق دی تھی کہ ہر شخص سمجھتا تھا کہ گویا آج میری ہی موت کا دن ہے۔ بعض احمدی حضور کی اس بیماری کے دوران اپنی کم علمی کی وجہ سے، بعض نادانی کی وجہ سے، بعض کمزوری کی وجہ سے اور شاید بعض شرارت کی وجہ سے بھی اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے جو ہمارے کانوں میں بھی پڑتی تھیں کہ گویا جماعت میں بڑا تفرقہ پیدا ہو چکا ہے لیکن یہ باتیں اس وقت سے پہلے تھیں۔ جب اس موبہومہ تفرقہ نے اپنا چہرہ دنیا کے سامنے دکھانا تھا پس وہ وقت آیا۔ تو وہ لوگ جو یہاں تھے وہ کوہا ہیں اور ان میں سے ہر ایک شخص شاہد ہے اس بات کا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیجی ہے۔ اور اس نے جماعت احمدیہ پر بقدر کر لیا ہے اور جس طرح گذریا بھیڑوں کو گھیر لیتا ہے۔ اسی طرح اس فوج نے ہم سب کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ اور کہا کہ ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ ہم تمہیں بھکنے نہ دیں۔ اس وقت کسی کے دماغ میں یہ خیال نہ تھا کہ کون خلیفہ منتخب ہوتا ہے یا کون نہیں۔ لیکن ہر دل یہ جانتا تھا۔ کہ خلافت قائم رہے گی اور خلیفہ منتخب ہو گا۔ اور خلافت کی برکات ہم میں جاری و ساری رہیں گی۔

چند دن پہلے ہماری ایک احمدی بہن نے خواب دیکھی۔ غالباً حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے دو دن یا تین دن پہلے کی بات ہے۔ یعنی اس شام سے پہلی رات جب یہاں اجتماعی دعا ہوئی ہے

اس بہن نے خواب یہ دیکھی کہ مسجد مبارک میں بہت سے احمدی جمیع ہیں اور بڑی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کر رہے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے مغرب کی طرف نگاہ کی تو میں نے دیکھا کہ سینکڑوں، ہزاروں فرشتے سفید لباس میں ملبوس بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتے چلے آ رہے ہیں اور وہ دعا کرنے والے انسانوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور اس طرح اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کیں کرنے لگ گئے ہیں۔

اس دن تو ہم نے یہ خیال کیا کہ اگر خدا چاہے۔ اور ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے تو وہ حضور کو صحت عطا کر سکتا ہے۔ وہ بڑی طاقت تو اور قدر توں والا ہے۔ چنانچہ یہاں اجتماعی دعا کا انتظام کیا گیا۔ اور بڑی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی گئی۔

لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ جو نظارہ اس دن اس کو دکھایا گیا۔ وہ اس اجتماعی دعا کے وقت کا نظارہ نہ تھا۔ بلکہ اس شام کا نظارہ تھا۔ (مغرب کے بعد کا) جس شام کو مجلس انتخاب کے مجرم مسجد مبارک کے اندر مشورہ کر رہے تھے۔ اور بوجہ ممبر ہونے کے میں اور خاندان کے بعض دوسرے افراد بھی اس میں شامل تھے۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ اس کارروائی کا بیسوائی حصہ بھی میرے کان میں نہیں پڑا۔ کیونکہ ہم لوگ پیچھے بیٹھے یہ دعا کر رہے تھے کہ اے خدا! جماعت کو مصبوط اور مستحکم بنا۔ اور خلافت کو قائم رکھ! اور دل میں یہ عہد کیا تھا کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہوگا۔ ہم اس سے کامل اتباع اور اطاعت کا حلف اٹھائیں گے اور جماعتی اتحاد اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر خوشی خوشی ہم واپس جائیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں تفرقہ پیدا نہیں ہوا۔ اور ہمارا جو فرض تھا آرام کے ساتھ ہم اس سے سبکدوش ہو گئے۔

اس مسجد میں جو لوگ بھی اس اجلاس میں شامل تھے۔ میرا یہی احساس تھا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی وہ نہ رہا تھا جو پہلے تھا۔ یعنی اس کے دماغ پر بھی اللہ تعالیٰ کا تصرف تھا۔ اس کی زبان پر بھی خدا تعالیٰ کا تصرف تھا نہ کوئی بحث ہوئی اور نہ ہی کوئی جھگڑا۔ سب ایک نتیجہ پر پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح پر یہ پیشگوئی پوری کی کہ یہ آخري ابتلاء ہے۔ دشمن اس قسم کی خوشی پھر نہ دیکھے گا۔

چنانچہ بعض غیر مبالغہ اکابر کو یہ کہتے بھی سنائیا ہے کہ پچی بات یہی ہے کہ خلافت کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی اور اگر حضرت خلیفہ اول انتخاب خلافت کے متعلق اس قسم کے قواعد بناجاتے جو حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت پر احسان کرتے ہوئے بنائے۔ تو پھر ۱۹۱۳ء والا تفرقہ پیدا ہی نہ ہوتا۔

تو حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کو جو اللہ تعالیٰ نے بتایا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی کہ ہم تجھے توفیق دیں گے۔ کہ تم جماعت کی تربیت ایسے رنگ میں کر سکو کہ جب تمہیں ہمارا بلاوا آوے تو تمہیں یغم اور فکر نہ ہو۔ کہ جب میں اس گھر میں داخل ہوا تھا۔ تو اس وقت بھی ایک فتنہ تھا۔ اور جب میں اس گھر سے باہر جا رہا ہوں تو اس وقت بھی ایک فتنہ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی تھی۔ کہ جب تم اس دنیا کو چھوڑو گے تو یہ فتنہ بھی پیدا نہ ہو گا۔ جس کو تم نے شروع میں دیکھا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں نے اپنا کام دکھایا۔ اور جماعت کو اس طرح متحد اور متفق کر دیا۔ کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مصروفہ کہا ہے۔ ”ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا“، یہ وہ نظارہ تھا۔ جو تمہیں اس وقت نظر آ رہا تھا۔ مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بھی اور باہر بیٹھے لوگوں میں بھی۔ ہر آدمی کی اپنی طبیعت، اپنا خیال، اپنی سوچ و بچار، اپنا فکر و تدبیر ہوتا ہے لیکن وقت انتخاب وہ اپنا وجود کلیّہ کھو بیٹھے تھے اور کسی اور کسی گرفت میں تھے۔ اور وہی کچھ کر رہے تھے جو خدا ان سے کروانا چاہتا تھا۔

تو اس طرح آپ دوستوں نے خدا تعالیٰ کے حضور یہ سفارش کی کہ اس عاجز بندے (خاکسار ناصر احمد) کو وہ اگر پسند کرے تو آپ کا ایک خادم بنادے اور خدا تعالیٰ نے آپ کی درخواست کو قبول کیا اور مجھے آپ کا خادم بنادیا۔

اس معنی میں خادم کہ جس طرح باپ اپنے بچوں کی خدمت کرتا ہے یا جس طرح ماں اپنے بچوں کی خدمت کرتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کے گوہ کے پوڑے بھی دھوتی ہے لیکن کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ وہ چوہڑی اور حلال خور ہے۔ ایک باپ اپنے بچے کو کندھ سے لگا کر جب اس کے پیٹ میں تکلیف ہو ساری رات ٹھیلتا رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اسے سکون حاصل ہو اور وہ آرام سے سو جائے۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایک مزدور ہے۔

تو آپ بھی دعا کریں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک باپ سے بڑھ کر مجھے آپ کی خدمت کی توفیق دے۔ ایک ماں سے بڑھ کر آپ کی خدمت کرنے کی مجھے توفیق دے اور خدا تعالیٰ کی قسم! میں آپ سے اس کے بدلہ میں کسی چیز کی توقع نہیں رکھتا فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا

علی اللہ (یونس: ۳۷) میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جن دینی کاموں میں آپ کا تعاون ضروری ہے ان کاموں میں آپ میرے ساتھ پورا پورا تعاون کریں اور اپنی دعاؤں میں ہمیشہ مجھے یاد رکھیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ یہ دعا کرتے رہیں گے کہ جب میں دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب کے حضور جاؤں تو وہ مجھ سے ناراض نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے کہ میں سرخو ہو کر اس کے حضور پہنچوں اور اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں آپ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکوں اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں آپ کے دکھوں اور غموں کو اپنی دعاؤں سے دور کر سکوں۔ میں تو انتخاب کے وقت سے ہی خاص طور پر یہ دعا کر رہا ہوں کہ اے خدا میری دعاؤں کو قبول کر!

چونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ میں سے ہزاروں ایسے ہوں گے کہ چھوٹی یا بڑی تکالیف میں مجھے لکھیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لئے دعا کریں۔ تو میری دعا یہ ہے کہ ایسے موقع پر میرا خدا مجھے شرمندہ نہ کرے۔ بلکہ اس ذمہ داری کے نبھانے کے لئے قبولیت دعا کی جو ضرورت ہے وہ قبولیت دعا کا نشان مجھے عطا کرے اس لئے نہیں کہ میں اس ذریعہ سے دنیا کے مال و اسباب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ میں آپ کے دکھوں اور دردوں اور تکلیفوں کو دور کر سکوں اور آپ کی ترقیات کی جو خواہش میرے دل میں پیدا کی گئی ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے سامان پیدا ہو جائیں اور (خدا کرے ہمارا یہ قافلہ اسی اتحاد اور اتفاق کے ساتھ دنیا کے تمام ملکوں میں، دنیا کے تمام شہروں میں اور ان شہروں کے ہر گلی کوچہ میں بڑھتا چلا جائے اور خدا تعالیٰ کا یہ منشاء پورا ہو کہ اسلام دنیا پر پھر غالب آجائے گا)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اس کی توفیق دیتا ہے۔ آ میں

(مطبوعہ لفضل مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱ تا ۳)



مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۶۵ء کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسکح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز یہاری کی وجہ سے جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے تشریف نہ لاسکے تھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر سانوٹ مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کی خدمت میں بھجوایا۔ جس میں خود مسجد میں نہ آسکنے کی وجہ بیان کرنے اور مولانا شمس صاحب کو نماز جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمانے کے ساتھ حضور نے جماعت کیلئے بھی دعائیں کی ہیں۔ حضور پُر نور کا یہ نوٹ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مخدومی شمس صاحب! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ مکرم میاں منور احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ہردو کا مشورہ ہے کہ طبیعت کی حالت ایسی نہیں کہ جمعہ پڑھایا جائے۔ اس لئے آپ جمعہ پڑھادیں اور دوستوں کی خدمت میں دعا کے لئے بھی عرض کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت دےتا میں زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکوں۔ اور وہ احباب پر ہمیشہ اپنا فضل نازل فرماتا رہے۔ اور اپنی رضا کی را ہیں ان پر کھو لے اور دین و دنیا کی حسنات سے انہیں نوازے۔ آمین۔

خاکسار ناصر احمد (خلیفۃ المسکح الثالث) ۲۵۔ ۱۱۔ ۱۹

جلسہ کے ایامِ کوئی کی باتیں سننے اور اپنے رب کے حضور عجز و انکسار سے دعا میں کرنے میں گزاریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۵ء، مقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ جلسہ سالانہ کی ابتداء اور اس کی اغراض و مقاصد۔
- ☆ جلسہ سالانہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنے کی کوشش کریں۔
- ☆ نوجوانان احمدیت اور اہلیان ربوہ جلسہ کے کام کے لئے اپنی خدمات پیش کریں۔
- ☆ ہزاروں برکتیں ہیں جو ہم اس جلسہ کے دنوں میں حاصل کرتے ہیں۔
- ☆ جلسہ کے دنوں میں اپنے اوقات کو ضائع نہ کریں۔

تشہد و تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آج میں احباب کو جلسہ سالانہ کے فوائد اس کی برکات اور اس کے متعلق ذمہ دار یوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس جلسے کا ایک پس منظر ہے آج میں اس پس منظر پر اور جو جلسے اس وقت تک ہو چکے ہیں ان پر ایک طائزہ نظر ڈالتے ہوئے کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ انیسویں صدی کی دوسری چوتھائی میں ہندوستان میں ایک بچہ پیدا ہوا اور اس نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی۔ جو ماحول مذہبی اور دینی نہ تھا لیکن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ایک موجیں مارنے والے سمندر کی طرح جوش مار رہی تھی اور ایک جلادینے والی آگ کی طرح اس کے دل میں بھڑک رہی تھی۔ مگر دنیا اس سے واقف نہ تھی۔ اس کا خاندان (جو ایک رئیس خاندان تھا) اسے دنیوی لحاظ سے ایک نکما وجود سمجھتا تھا۔ ان کے نزدیک نہ یہ دنیا کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا تھا اور نہ خاندان کی عزت قائم رکھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ اس سے کلیٹاً لاپرواہی برداشت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دسترخوان کے پچھے ٹکڑے اس کے کھانے کیلئے رکھ دیئے جاتے تھے جیسا کہ خود اس پاک وجود نے فرمایا۔

لفاظ اث الموارد کان اُکلی

(آنینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۵۹۶)

کہ اس زمانہ میں دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑے مجھے کھانے کیلئے دیئے جاتے تھے۔ پس گھر والے بھی اس کو نہ پہچانتے تھے۔ وہ وجود اپنے خاندان سے بھی اوچھل اور پوشیدہ تھا۔ پھر جب ہم علاقہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس مقدس وجود کا خاندان ایک رئیس خاندان تھا جو رؤس اس پاک وجود کے والد کی ملاقات کیلئے آتے اور ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کا کوئی صاحبزادہ مرزا غلام احمد

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام سے بھی موسوم ہے۔ وہ ان کا متعارف نہیں تھا اور وہ اس سے متعارف نہیں تھے۔

پھر جس قصبه میں وہ پاک وجود پیدا ہوا وہ قصبه بھی غیر معروف تھا۔ اس قصبه میں دنیا کو کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی۔ دور کی دنیا تو کیا خود اس ملک کی نگاہ سے بھی قادیان اور چھپا ہوا تھا۔

کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر

اس پس منظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان ہزاروں لاکھوں خدمت گزاروں میں سے جو آستانۂ الوہیت پر پڑے رہتے تھے اس پاک وجود کو غلبۂ اسلام کے لئے اور اپنی قدرت کی زندہ تجلیات کے لئے چنا اور علاوہ اور بشارتوں کے اسے ایک یہ بشارت بھی دی کہ ہم تجھے کثیر جماعت دیں گے، دنیا تیری مخالفت کرے گی، تجھے مٹانے کے درپے ہو جائے گی۔ ہر تدبیر اور ہر حرہ با اختیار کیا جائے گا کہ تو مغلوب ہو جائے ناکام رہے۔ لیکن ہم تجھ سے یہ وعدہ کرتے ہیں اور تجھے بشارت دیتے ہیں کہ غلبۂ آخر کا رجھہ ہی کو حاصل ہو گا اور مخلصین اور نداشیوں کی ایک کثیر جماعت تجھے عطا کی جائے گی۔

ان بشارتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر پورا تو گل اور بھروسہ رکھتے ہوئے حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ کام شروع کیا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا تھا اور چونکہ خدا تعالیٰ ایک بڑی باوفا ہستی ہے۔ اس نے اس نے بھی اُسی طرح آپ سے وفا کی جس طرح آپ اس سے وفا کر رہے تھے۔ یہ کثیر اور ہر دم بڑھتی ہوئی جماعت جو حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی۔ اس کے معلوم کرنے کا ایک پیمانہ ہمارا جلسہ سالانہ ہے۔ جس کی ابتدائیوں ہوئی ہے کہ ۱۸۹۱ء میں بعض دینی امور کے متعلق مشورہ کے لئے حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض احباب جماعت کو قادیان بلایا۔ اس طرح اس جلسے ع مشاورت میں ۵۷ احباب شامل ہوئے۔ لیکن اس مشاورتی مجلس کے دوران ہی اس جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھ دی گئی اور ابتدا کر دی گئی جو جلسہ کہ ہم ہر سال اپنے مرکز میں ہوتا دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اس مجلس مشاورت کے تین دن بعد یعنی ۳۰ ستمبر ۱۸۹۱ء کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار اطلاع شائع فرمایا (جو حضور علیہ السلام کی کتاب آسمانی فیصلہ کے آخر میں بھی درج ہے) اس میں حضور علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کا ان الفاظ میں اشتہار دیا۔

فرمایا:-

”تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آختر مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خداۓ تعالیٰ یہ توفیق بخشنے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور مانا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر یک کے لئے بیاعث ضعف فطرت یا کی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا استعمال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرست و عدم موافع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ ربسمبر سے ۲۹ ربسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو تینیں دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ ربسمبر کی تاریخ آ جاوے تو حتی الوع تمام دوستوں کو محض اللہ ربانی با توں کے سننے کیلئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آ جانا چاہئے۔ اور اس جلسے میں ایسے حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعا میں اور خاص توجہ ہوگی۔ اور حتی الوع بدر گاہ ارحام الرحمن کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشنے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہو گا کہ ہر یک نئے سال

میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشیت تو ڈد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کیلئے اور ان کی خشی اور اجنیمت اور نفاق کو درمیان سے اٹھادینے کیلئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کو شش کی جائے گی۔ اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور قناعت شعرا ری سے کچھ تھوڑا تھوڑا اسراییہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آ جاوے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہو گا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوع و الاطلاق تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدلت و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موافع پیش آ جائیں۔ جن میں سفر کرنا اپنی حدِ اختیار سے باہر ہو جائے اور اب جو ۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا اس جلسہ پر جس قدر احباب محبث اللہ تکلیف سفر اٹھا کر حاضر ہوئے۔ خدا ان کو جزاۓ خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماؤ۔ آ میں ثم آ میں

(آسمانی فیصلہ۔ روحانی خزانہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ تا ۳۵۴)

پھر جب جلسہ کے ایام قریب آئے تو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے شروع میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احباب جماعت کو ان الفاظ میں توجہ دلائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا بخدمت جمیع احباب مخلصین التناس ہے کہ
۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو مقام قادریاں میں اس عاجز کے مجبوں اور مخصوصوں کا ایک جلسہ منعقد ہو گا اس

جلسے کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تاہر ایک مخلص کو بالمواجد دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ مساواں کے کہ اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تداریخ حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزائی اور ہر اسال ہیں چنانچہ انہیِ دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چھپی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر حرم رکھتے ہیں۔ اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحقِ حرم، کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔

سو بھائیو! یقیناً سمجھو کوہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدلتے۔

سولازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی با برکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جوز ادرہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرماںی بستر لاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور کہر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلوسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آ ملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہوں نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ پھریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کی تفریط لپسند اور اہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور

نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآنی روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین میں کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا، وہی راہ جو رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی، وہی ہدایت جو ابتداء سے صدقیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہو گا ضرور یہی ہو گا۔ جس کے کام سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس ﷺ جلسے کیلئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشنے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم وغم دور فرماؤے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تناختہ مسافران کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا! اے ذوالجہد والعطاء!!! اور رحیم اور مشکل کشا!!! یہ تمام دعائیں قبول کرو اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روش نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرم۔ کہ ہر یک قوت اور طاقت تجوہ ہی کو ہے۔ آ میں ثم آ میں

والسلام علی من اتبع الهدی

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیانی

(اشتہارے رد ستمبر ۱۸۹۲ء مطبوعہ ریاض ہند پر لیں قادیانی۔ مجموع اشتہارات جلد اصفہ ۳۲۲ تا ۳۲۴)

ان مبارک اور دعاوں بھرے الفاظ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسے کی ابتداء کی اور خدا تعالیٰ کا فعل یہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے جو کچھ بتایا تھا وہ اپنے وقت پر پورا ہوا اور جب ہم گذشتہ جلسوں کی حاضری پر طاری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ایک ابتلاء کے سال کے کوئی جلسہ ایسا نہیں گزر جس میں، آنے والوں کی تعداد۔ حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد، ان برکتوں اور رحمتوں اور فضلوں سے حصہ پانے والوں کی تعداد جو فضل اور رحمت اور برکت اللہ تعالیٰ نے جلسہ میں شمولیت کرنے والوں کے لئے مقدر کر رکھی ہے بڑھتی نہ چلی گئی ہو۔

البتہ میں نے بتایا ہے کہ ایک سال چھوٹے سے ابتلاء کا دور جماعت پر ضرور آیا۔ اس سے بھی آج ہمیں سبق لینے کی ضرورت ہے۔

دیکھئے پہلے جلسہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشاورت کے لئے منعقد فرمایا تھا ۱۹۶۵ء میں جو احباب شریک ہوئے اور پھر یہ تعداد ان تمام مخالفتوں کے باوجود اور ان تمام کوششوں کے باوجود جو جماعت احمدیہ کو مٹانے کے لئے مخالف کرتے رہے سال بساں بڑھتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ ۱۹۶۷ء میں ہوا اس میں بدر ۹ رجبوری ۱۹۰۸ء کے مطابق حاضرین کی تعداد تین ہزار تھی۔

اب اگلے جلسہ سے ابتلاء کا دور شروع ہوا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں جو پہلا جلسہ ہوا۔ یا یوں کہیں کہ خلافت اولیٰ کے زمانہ کا پہلا جلسہ اس میں یہ تعداد گر کر دو ہزار پانچ سو (۲۵۰۰) پر آگئی۔ کچھ تو شاید اس وجہ سے کہی ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر بہت سے لوگ دیوانہ وار قادیانی کی طرف دوڑے۔ ممکن ہے انہوں نے یہ سمجھ لیا ہو کہ ہم نے اس سال قادیانی کی زیارت تو کر رہی لی ہے دوبارہ جانے کی ضرورت نہیں۔

کچھ شاید اس لئے کہی ہو کہ بعض لوگ دوبارہ سفر کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کمی کی ایک وجہ یہ ہی تھی کہ بعض لوگوں نے جماعت کے ایک حصہ میں یہ خیال پیدا کر دیا تھا کہ مرکز کے ساتھ واپسگی (پونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں رہے صرف خلافت ہی ہے) ضروری نہیں رہی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے سارے عرصہ میں استحکام جماعت کی طرف ہی ساری توجہ دینی پڑی کیونکہ جماعت کو سنبھالنا بہت ضروری تھا۔ جیسے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد کا ایک سیلا بُمْ آیا تھا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں بھی بعض کمزوریاں ظاہر ہونے لگی تھیں۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری توجہ اور کوشش اور ساری جدوجہد یہی کہ جماعت کو سنبھالا جائے اور جماعت کا استحکام مضبوط کیا جائے اور اس امر کا ثبوت ہمیں جلوسوں کی تعداد سے ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو آخری جلسہ ۱۹۱۳ء میں ہوا اس میں الغضل ۳۱ ربیعہ ۱۹۱۳ء کے مطابق حاضرین کی تعداد پھر تین ہزار تک پہنچ گئی گویا حضور رضی اللہ عنہ نے جو استحکام جماعت کی طرف تو جو دی اس کا نتیجہ ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے آخری

جلسے میں بھی حاضری ۱۹۰۷ء کے جلسہ کی تعداد تک پہنچ گئی۔ گویا وہ کمزوریاں اور خامیاں جو اس وقت حضور رضی اللہ عنہ کی دور بین اور باریک بین نگاہ دیکھ رہی تھی انہیں حضور (حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) دور کرنے میں کامیاب ہو گئے اور جماعت کو پھر سے مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر دیا اور پھر جلسہ میں حاضری کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ کی برکات اور اس کے فضلوں کا ایک دھماکا تھا جو ۱۹۱۳ء سے بہنا شروع ہوا اور جماعت کو کہیں سے اٹھا کر کہیں تک لے گیا۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء کا جلسہ جو خلافت ثانیہ کا پہلا جلسہ تھا اس میں حاضری کی تعداد گری نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھی حالانکہ یہ جلسہ ایسے وقت میں منعقد ہوا جبکہ ایک گروہ جماعت سے علیحدہ ہو گیا تھا، خلافت کا منکر ہو چکا تھا۔ یہ جلسہ ایسے وقت میں ہوا جبکہ سینکڑوں آدمی خلافت سے مخرف ہو کر خلافت کی تنظیم سے باہر نکل چکے تھے۔

بظاہر ۱۹۱۳ء کے جلسہ کی حاضری کم ہو جانی چاہئے تھی لیکن خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ یہ تعداد گری نہیں بلکہ بڑھی۔ چنانچہ افضل ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء کی رپورٹ کے مطابق اس جلسہ میں ۳۲۵۰ مہمان باہر سے شامل ہوئے۔ اس طرح اڑھائی سو کی حاضری زیادہ ہوئی۔ اڑھائی سو کی اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ ان نامساعد حالات میں بھی ۹ فیصدی کا اضافہ ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے آخری جلسہ ۱۹۶۲ء میں حاضری کا اندازہ ۸۰ ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان کا ہے۔ یعنی بعض لوگوں کا تخيال ہے کہ اس جلسہ پر حاضری ایک لاکھ تھی اور غالباً اخبار میں بھی یہی چھپا ہے لیکن بعض لوگ جو کمزرو یو خیال کے ہیں یعنی بہت محتاط اندازہ لگانے والے ہیں، وہ مردوں اور عورتوں کی حاضری کا اندازہ ۸۰ ہزار بتاتے ہیں۔

پس خلافت ثانیہ کے زمانہ میں جماعت نے جو ترقی کی اس سے وہ بشارتیں پوری ہوئیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تھیں۔ ایک سرسری اور طاڑانہ نظر آپ تمام گز شستہ جلوسوں پر ڈالیں تو آپ کے سامنے گراف کی شکل میں ایک تصویر آ جاتی ہے کہ کس طرح یہ جماعت چھوٹی سی بلندی سے تیزی کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھتی گئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اندازہ کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر ۳۵ ہزار اور ۴۵ ہزار کے درمیان دوست باہر سے ربوہ تشریف لائے تاکہ حضور رضی اللہ عنہ کا

دیدار کر سکیں اور جنازے میں شامل ہو سکیں۔ اس طرح ایک بڑا مالی بار جماعت کے کندھوں پر پڑا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر، مسح موعودؓ کے مشن کی کامیابی کی خاطر اور الہی برکات کے حصول کی خاطر جن کے ہمیں وعدے دئے گئے ہیں ہمیں اپنے مالوں کو ہر حال قربان کرنا پڑے گا کیونکہ مومن اپنے کو خدا کے فضلوں سے محروم کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اس لئے میں تمام احباب جماعت کو درد بھرے دل کے ساتھ نہایت محبت اور پیار کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ آئندہ جلسہ سالانہ پر پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں آئیں تا دنیا بھی یہ دیکھئے کہ حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش کردہ بشارات کے پورا ہونے میں کوئی وقہ نہیں ہوا اور یہ جماعت خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے کچھ اس طرح تیار کی ہے کہ وہ ہرگز گوارانہیں کرتی کہ اس کی زندگی کا ایک منٹ بھی ایسا گزرے جس میں اس نے خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو جذب نہ کیا ہو اور تا دنیا مشاہدہ کرے کہ ہر قسم کی رحمتیں، ہر قسم کے فضل اور ہر قسم کی بشارتیں، دین کے لئے اور دنیا کے لئے اس جماعت کو دی گئی ہیں۔ پس ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ان میں سے ہر ایک بشارت سے ہم وافر حصہ لینے والے ہوں اور اس میں شک نہیں کہ اس کے لئے آپ کو اس سال زیادہ مالی قربانی دینی پڑے گی لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ مالی قربانی کے بغیر آپ ان فضلوں کے وارث بھی نہیں بن سکتے جن فضلوں کا وارث آپ کو خدا تعالیٰ بنانا چاہتا ہے۔ وہ دن قریب ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو خارق عادت طور پر ترقی کھیلے گا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس میں شامل ہوں گے لیکن ان دونوں کو قریب تر لانے کے لئے ہمیں بھی بہت کچھ قربانیاں دینی ہوں گی۔

جب قربانی کا لفظ منہ سے نکلتا ہے تو شرم محسوس ہوتی ہے کیونکہ جو کچھ خدا سے ہمیں ملا اس میں سے ایک حصہ کو پھر اسی کی طرف واپس لوٹا دیئے کو ہم کس منہ سے قربانی کہہ سکتے ہیں؟

بہر حال جو کچھ اس نے ہمیں دیا ہمیں ہر وقت تیار ہنا چاہئے کہ اس کے حضور ہم واپس کر دیں اور اس کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں خرچ کر دیں۔ اپنے اوقات عزیزہ کو بھی، اپنے مالوں کو بھی، اپنی دلچسپیوں اور خواہشات کو بھی اور، اپنے آراموں کو بھی، تاہم اس کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنیں۔ اذل تو تمام جماعت کو جو اکناف عالم میں پھیلی ہوئی ہے آج میں یہ پیغام دیتا ہوں کہ خدا کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے آپ اپنے سالانہ جلسہ پر ضرور آئیں۔ جہاں تک ممکن ہو اور جہاں تک

اللہ تعالیٰ آپ کو طاقت اور استطاعت بخشنے آپ اس میں شمولیت کی کوشش کریں۔

دوسرے میں ان احباب جماعت کی خدمت میں جور بوج سے باہر رہتے ہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب جلسے کے ایام میں مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے کام اتنا بڑھ جاتا ہے کہ صرف ربوہ کے رضا کار اس تمام کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں دے سکتے۔

اس لئے اے نوجوانانِ احمدیت! اے خدام الاحمدیہ!! جلسے کے کام کیلئے اپنی خدمات پیش کرو اور بطور رضا کار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کرو۔ ان دونوں میں دراصل کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کون میزبان اور کون مہمان ہے۔ کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم سب ہی مہمان ہیں اور ہمارا میزبان خدا کا وہ مسیح ہے جس نے اس لئنگر کو جاری کیا جہاں خدا کے فرشتوں کی لائی ہوئی روٹی تقسیم ہوتی ہے۔

اہالیانِ ربوہ کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ رہے جو طاقت رکھتے ہوئے بھی اپنی خدمات کو رضا کارانہ طور پر پیش نہ کرے۔ بے شک بعض مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ پس جہاں تک جائز مجبوریوں اور ضرورتوں کا تعلق ہے کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے اور باوجود یہ کہ آپ ان مجبوریوں کی وجہ سے اس خدمت سے محروم ہو جائیں پھر بھی وہ اپنے فضلوں میں آپ کو برابر کا شریک ٹھہرائے۔ لیکن جن کو کوئی مجبوری نہیں ان میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ جلسے کے لئے اپنی خدمات کو پیش کرے۔

اپنی جماعت میں جذبہ غدمت کے ایسے نظارے میں بچپن سے دیکھتا آیا ہوں کہ دنیا میں کم نظر آتے ہیں اور ہر احمدی کے لئے قابل فخر ہیں ان میں سے اس وقت میں ایک بیان کردیتا ہوں۔ میں ابھی بچہ ہی تھا اور افسر جلسہ سالانہ کے دفتر میں بطور معاون کام کر رہا تھا۔ ایک دن عشاء کے بعد حضرت میر محمد اسحاق صاحبؒ نے جو افسر جلسہ سالانہ تھے مجھے فرمایا کہ مدرسہ احمدیہ کے کمروں میں جہاں جہاں مہمان ٹھہرے ہوئے تھے جا کر دیکھو کہ کوئی مہمان بھوکا تو نہیں رہا۔ چنانچہ میں نے چکر لگایا اور ایک کمرے کا دروازہ کھولا۔ ابھی وہ دروازہ تھوڑا سا ہی کھلا تھا کہ میں نے اندر ایک عجیب واقعہ ہوتے دیکھا۔

بات یہ تھی کہ اس شام کو معاونین جلسے کے لئے چائے تقسیم کی گئی تھی۔ اس کمرے کا معاون ایک آنحضرتے میں چائے لے کر جب اس کمرے میں پہنچا تھا تو اس کمرے میں ایک مہمان پیار پڑے تھے اور ان کو سردی لگ رہی تھی۔ ان کو یہ علم نہ تھا کہ یہ معاون اپنے لئے چائے لایا ہے چونکہ وہ بیمار تھے اور

امنیں سردی لگ رہی تھی انہوں نے دیکھتے ہی اس لڑکے کو کہا کہ یہ چائے کیا تم میرے لئے لائے ہو؟ وہ لڑکا چھوٹا ہی تھا شاید مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت میں پڑھتا تھا لیکن اس لڑکے کے چہرہ پر ذرہ بھرا سیا اثر نہ تھا۔ جو اس مہمان کو شرمندہ کرنے والا ہو۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے کہا ہاں آپ کو سردی لگ رہی ہے یہ چائے آپ کے لئے ہے۔

تو اس قسم کا جذبہ بڑا قبل قدر اور قیمتی ہوتا ہے۔ چائے کا ایک آنحضرت دے دینا کوئی چیز نہیں۔ لیکن جس رنگ میں اس نے اس آنحضرت کو پیش کیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو ایسا پیارا الگ اور پسند آیا کہ وہ پچھا خدا تعالیٰ کی محبت کا وارت ٹھہر گیا۔ حالانکہ اس کا یہ فعل بظاہر ایک معمولی سافل تھا۔ لیکن اس نے صرف وہ چائے پیش نہیں کی بلکہ ایسے خوبصورت رنگ میں پیش کی کہ مہمان کو محسوس بھی نہیں ہوا کہ یہ چائے دراصل اس کی ہے اور وہ مجھے دے رہا ہے۔

ہزاروں ایسے واقعات جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہوتے ہیں اور اس طرح ہزاروں برکتیں ہیں جو ہم اس جلسہ کے دنوں میں حاصل کرتے ہیں اور ہزاروں فضل ہیں جو اللہ تعالیٰ ان ایام میں ہم پر نازل فرماتا ہے، تو ربوہ کے رہنے والوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہونا چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنی خدمات پیش نہ کرے۔

پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مہمانوں کے بکثرت آنے کی بشارت ملی اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک کثیر جماعت عطا کروں گا اور جماعت کو اتنی برکت دوں گا کہ وہ تمام دنیا پر چھا جائے گی اور انسانوں کی بھاری اکثریت احمدیت میں داخل ہو جائے گی اور جو باہر ہیں گے ان کی حالت ویسی ہی ہو گی جیسے کہ ان قوموں کی ہے۔ جو یونہی پھر تی نظر آتی ہیں اور بنی نوع انسان ان کی کچھ قدر نہیں کرتے، کوئی عزت نہیں کرتے، یعنی روئے زمین پر احمدی ہی احمدی ہوں گے اور بہت کم لوگ محروم رہیں گے۔

ان بشارات میں دو چیزوں کی طرف صاف طور پر اشارہ کیا گیا ہے جو ہمارے ایمان کو ترقی دینے والی ہیں۔ اول تو یہ فرمایا تُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجِّ عَمِيْقٍ (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۲) کہ لوگ اتنی کثرت سے آئیں گے کہ راستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے یعنی مرکز احمدیت کے گرد جو مژہ کیں ہوں گی وہ ہمیشہ بپی (Bumpy) رہیں گی، جھکلے دیا کریں گی کثرت ہجوم کی وجہ سے وہ بھی ایک حالت پر نہ

رکھی جائیں گی۔ اور دوسری یہ کہ جو لوگ آئیں گے۔ آخر انہوں نے کہیں ٹھہرنا بھی ہے۔ تو ایک مستقل حکم یہ بھی دیا وسیع مکانات کے اپنے گھروں میں فراغی پیدا کرو انہیں بڑھاؤ بلکہ زیادہ گھر بناؤ۔ اور جن کو خدا تعالیٰ توفیق دے وہ زیادہ کمرے بناؤں گے۔

اب یہ ہماری مرضی پر مخصر ہے کہ اگر ہم چاہیں تو گھر بناتے وقت یہ نیت کر لیں کہ ہم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یہ گھر بنارہے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو اپنے رب سے یہ کہیں کہاے خدا!!! ہماری ضرورتوں کا کیا ہے وہ توبے گھر رہ کر بھی ہم پوری کر سکتے ہیں۔ ہم یہ گھر صرف اس نیت سے بنارہے ہیں کہ تیرے مسح کے مہمانوں نے یہاں آنا ہے۔ اور تیرا یہ حکم ہے۔ وسیع مکانات اس طرح کہنے سے آپ کامکان بھی بن جائے گا۔ اور ساتھ ہی آپ خدا کے فضل کے دارث بھی بن جائیں گے۔ اور جیسا کہ حضرت مسح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ وہ گھر بھی برکتوں والے بن جائیں گے۔ وہ برکت ان میں اسی لئے ڈالی جائے گی کہ وہ وسیع مکانات (براہین احمد یہ حصہ سوم صفحہ ۲۲۲) کے حکم کے مطابق بنائے جائیں گے۔ صرف اپنے دنیوی آرام کی خاطر نہیں بنائے جائیں گے۔ اگر ہم اس نیت سے مکان بناتے ہیں تو میں اپنے بھائیوں سے کہوں گا کہ اپنی ضروریات اور اپنے ذاتی مہمانوں کی ضروریات سے کچھ حصہ بجا کر جلسے کے لئے منتظمین کو دیدیں کیونکہ اس کے بغیر خدا کے مسح کے مہمانوں کو تکلیف پہنچے گی۔

پھر میں یہاں کے رہنے والوں اور باہر سے آنے والوں کی خدمت میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہم جس پاک وجود کی طرف منسوب ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نے اسے یہ بھی فرمایا تھا کہ تو وہ ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ سو ویسے تو یہ ہماری زندگی کا شعار ہونا چاہئے لیکن جلسے کے دنوں میں ہمیں خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہم اپنے اوقات کو ضائع کرنے والے نہ ہوں اور ہمارا ایک لحظہ بھی ضائع نہ ہو۔ نیکی کی باتیں غور سے سین۔ دعاوں میں مشغول رہیں اپنے رب کے حضور جھکتے ہوئے عجز و انکساری سے ان ایام کو گزاریں۔ اپنے لئے اپنوں کے لئے دنیا میں بسنے والے احمدیوں کے لئے اور اس انسانیت کے لئے جو احمدیت سے محروم ہے۔ دعا میں کریں کہ اللہ تعالیٰ سب پر حرم فرمائے اور اپنے قرب کی راہیں ہم سب کے لئے کھوں دے تا وہ جو ابھی اس نعمت سے محروم ہیں اس کے محمد ﷺ کو پچانیں اور اس کے مسٹن کو شناخت کریں۔ جو اس زمانے میں انسانیت کو شیطان اور ایلبیس کے حملوں سے بچانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تا تمام دنیا آستاناہ الہی پر جھکنے والی بن جائے ہر دل سے خدا کی حمد کے

ترانے نکلیں اور ہر زبان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود جاری ہو اور ہر آنکھ سے ہر دیکھنے والے کو مسح موعود علیہ السلام کی شناخت کی برکت نظر آئے اور ہر چہرہ پر اثرات سجود چمکتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ۸ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۵)



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ خواہش اور ترڑپ تھی کہ ہر احمدی نور الدین بن جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ دسمبر ۱۹۶۵ء، مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب! مجھے انصار دے تاکہ تیرے کام خیر و خوبی کے ساتھ چلانے جاسکیں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو مخلصین انصار کی جماعت کا سردار بنا دیا۔
- ☆ مامور کے ساتھ دنیا میں ایسے وجود پیدا ہوتے رہتے ہیں جنہیں ثانی اثنین قرار دیا گیا ہے۔
- ☆ حضرت خلیفۃ اوّل کی اطاعت امام کا تذکرہ۔
- ☆ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس مقام کو حاصل کرے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے حاصل کیا تھا۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور حکم دیا کہ اٹھ اور ساری دنیا میں میری توحید کو قائم کراو دنیا کے تمام ادیان پر اسلام کے غلبہ کو ثابت کرنے کیلئے کوشش میں لگ جا اور دنیا کے ہر ملک اور قوم تک اسلام کا پیغام پہنچا تو اس اہم اور وسیع ذمہ داری کو منظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے رب کے حضور جھکے اور بڑے عجز اور گریہ وزاری کے ساتھ آپ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اتنا اہم اور اتنا وسیع کام اکیلے مجھ سے تو نہ ہو سکے گا۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ تو اپنی طرف سے مجھے انصار دے تا تیری شریعت اور احکام کو اس دنیا میں قائم رکھا جاسکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وعدہ دیا۔

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوحُى إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۳۸)

کہ ہم تمہیں ایسے مددگار عطا کریں گے۔ جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے کہ اٹھو اور میرے اس بندہ کے مددگار ہو اور انصار کی حیثیت سے اس کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ”آئینہ کمالات اسلام“ کے عربی حصہ میں اپنی اس گریہ وزاری اور دعا کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے ان کا ترجمہ یہ ہے:-

”اور میں رات دن اللہ تعالیٰ کے حضور چلاتا رہا اور کہتا رہا یا رَبِّ مَنْ أَنْصَارِي یَأَرَبِّ مَنْ أَنْصَارِي کہاے میرے رب میرے انصار کون ہیں؟ مجھے مددگار دے تا کہ تیرے کام خیر و خوبی کے ساتھ چلائے جائیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام و روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۵۸۱)

پھر حضور مرتے ہیں کہ

”میں گریہ وزاری کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتا رہا۔ اور دعا کرتا رہا کہ اے میرے رب! میں تھا ہوں اور دنیا مجھے نہیں پہچانتی اور مجھے ذلیل اور بے یار و مددگار بھجتی ہے۔ پس جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمانوں کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا۔ اور مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔“

(آنیہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴)

پھر آپ نے حمامۃ البشری میں فرمایا کہ

”میں اللہ تعالیٰ کا شکردا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے۔ اور باریک بین اور نکتہ رس بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمالِ اخلاص سے اس کے لئے اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبت ایسا نہیں جو اس سے سبقت لے گیا ہو،“

(حمامۃ البشری۔ روحانی خزانہ جلد ۷ صفحہ ۱۸۱)

گویا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین انصار کی جماعت کا سردار بنایا کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولوی نور الدین صاحب کو وحی کی کہ جا! میرے اس بندہ کی مدد کر۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو صفات اپنے اس مخلص ترین مرید کے اندر دیکھیں اور یہاں ان کو بیان کیا ہے وہ یہ ہیں۔ وہ صدیق ہیں ان کو قدم صدق عطا کیا گیا ہے اور راستبازی اور صداقت کو انہوں نے اس مضبوطی سے پکڑا ہے کہ میرے مریدوں میں سے کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے نتیجہ میں ان کو ایک ایسا نور عطا کیا کہ وہ باریک بین اور نکتہ رس بن گئے۔ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کے قرب کے حصول کیلئے بڑے مجاہدات کرنے والے ہیں اور ہمیشہ اس کی رضا کیلئے متلاشی رہتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح سے بے انہما محبت کرنے والے ہیں۔

لیکن اس کام کے لئے صرف ایک ایسا شخص کافی نہ ہو سکتا تھا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی صفات کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش ہر ایک احمدی نور الدین بن جائے چنانچہ اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:-

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے

کہ کاش میری جماعت کا ہر فرد نور دین ہو جائے اور فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ایک گرتاتا ہوں اور تمہیں ایک نسخہ دیتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے۔ تو تم بھی ایسے ہی بن جاؤ گے۔ اور وہ یہ ہے کہ اپنے دلوں کو نور یقین سے بھرلو۔ یقین اس بات پر کہ خدا ہے اور ہو اللہ احد وہ ایک ہے۔ یقین اس بات پر کہ خدائے تعالیٰ کی باتوں کو مان لینا عین سعادت ہے۔

یقین اس بات پر کہ اس کی باتوں سے انکار کرنا اور اس کی آواز پر لبیک نہ کہنا اس کے قہر کا مورد بنا دیتا ہے۔

یقین اس بات پر کہ وہ کامل طاقتوں اور قوتوں والا ہے۔ کوئی اس سے فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ اور کوئی انسان اس کی محبت جیسی محبت اور کہیں نہیں پاسکتا۔ بشرطیکہ وہ اپنے کو اس کی محبت کا مستحق بنائے۔

یقین اس بات پر کہ جو اس کے وعدے ہیں وہ سچے ہوتے ہیں۔

یقین اس بات پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سچے مامور ہیں اور ان پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

یقین اس بات پر کہ آج وہ تمام فضل اور حمتیں جو اسلام سے وابستہ ہیں صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہی حاصل کی جاسکتی ہیں اور آپ کی جماعت سے باہر رہ کر انسان ان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

یقین اس بات پر کہ اس سلسلہ کے لئے قربانیاں دینا اور اوقات عزیزیہ کو صرف کرنا اور اموال کو خرچ کرنا ایک ایسی توفیق ہے کہ خدائ تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

یقین اس بات پر کہ احمدیت (حقیقی اسلام) کے غلبہ کے لئے جو بشارتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی ہیں وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔

جب دل نور یقین سے بھر جائے اور اس کے تمام لوازم بھی متحقق ہو جائیں اور جب بندہ اپنے نفس کو کھو کر اور لا شیعِ محض کی حیثیت سے اس کے آستانہ پر گر جائے۔ تب خدا تعالیٰ اس بندے کے کوٹھا تا اور کہتا ہے کہ ایک نور دین نہیں بلکہ بہت سے نور دین میں اس جماعت کو دوں گا۔ مگر جو پہلے ہے وہ پہلے ہی ہے۔ اور جو ذمہ داریاں ان کے وجود کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں وہ قیامت تک ہم پر بھی قائم رہیں گی۔ ان میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جماعت احمدیہ کے تمام افراد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے کے ساتھ ساتھ اپنے اس محبوب آقا (نور الدین) کو بھی کبھی نہ بھلاکیں۔

اگرچہ مامور ایک ہی ہوتا ہے مگر مامور کے ساتھ دنیا میں ایسے وجود بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثانی اشین قرار دیا ہے یعنی دو میں سے ایک گویا وہ شخص اس مامور سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ کوئی تیسرا ان کے درمیان نہیں ہوتا۔

یہ وہ مقام تھا جو حضرت خلیفۃ المسٹح اول رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ملا تھا۔ اور یہ اس محبت اور عشق کا نتیجہ تھا۔ جو آپ کے دل میں خدا تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھی اور یہ اس عزم کا نتیجہ تھا جو آپ کے دل میں گڑا ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک امام اپنی طرف سے عطا کیا ہے۔ اس کی آواز پر لبیک کہنا ہمارا فرض ہے۔

آپ کی زندگی میں بے شمار مثالیں ایسی ملتی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ جو اطاعت آپ میں پائی جاتی تھی اس زمانہ میں دنیا میں اس کی نظریہ کہیں نہیں ملتی۔ آپ کا حال یہ تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام کی آواز کان میں پڑی۔ اور آپ ہر کام چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہماری روایات میں ہے کہ جب آپ درس دینے کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک شخص کو مقرر کر جاتے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لا لیں۔ تو مجھے فوراً اطلاع دی جائے کیوں؟ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیت سے محروم نہ رہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ جس وقت وہ خادم حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کو اطلاع دیتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لئے باہر تشریف لے آئے ہیں تو جو لفظ منہ میں ہوتا اس کے سوا اگلا لفظ آپ منہ سے نہ لکاتے اس جملہ کو ادھورا ہی چھوڑ دیتے، اپنے عمامہ کو سنپھالتے اور اپنی جو تیوں کو گھستیتے ہوئے پہنتے، گویا اتنا وقت بھی دیرینہ لگاتے کہ آرام سے جو تی ہی پہن لیں۔ دیوانہ وار

حضور علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑتے تاکہ حضور علیہ السلام کی معیت سے ایک لحظہ کے لئے محروم نہ رہیں۔ یہ ثانی اشین وala مقام تھا جو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ آپ کو مثیل ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہونے کا مقام حاصل تھا کیونکہ جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد تو حید کا نعرہ لگایا تھا اور کہا تھا کہ محمد ﷺ بے شک خاتم النبیین تھے، تمام نبیوں کے سردار تھے، انسانوں میں سے بلندتر مقام پر پہنچ ہوئے تھے، لیکن آخر انسان ہی تھے اور آخر ایک دن انہیں فوت ہونا ہی تھا سوفوت ہو گئے۔ اگر آج تم میں سے کسی طرح بھی کوئی کمزوری دکھائے گا تو میں اس کمزوری کو دور کرنے اور امت مسلمہ میں استحکام کا ذریعہ بننے کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ امت مسلمہ میں اتنا استحکام اور مضبوطی پیدا کی کہ بعد میں آنے والے خلفاء کے لئے ان کے کام نسبتاً آسان ہو گئے۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا حال ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ نے جماعت احمدیہ میں بعض کمزوریاں دیکھیں اور آپ نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو یہ بھی نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک مامور ہیں اور ان کی اطاعت درحقیقت خدا کی اطاعت ہے۔ تو آپ نے حتی الوضع دعاوں کے ساتھ اور تمدیر کے ساتھ جماعت کے استحکام کے لئے کام کیا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے زمانہ میں کیا تھا۔ اللہم صل علی محمد و علی خلفائه

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے آپ کی یہ خواہش تھی کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس مقام کو حاصل کرے جو مقام کہ نور دین (خلیفۃ المسیح الاول) نے حاصل کیا تھا۔ چونکہ ہمارے زمانہ کے مرسل، مسیح موعود، ہمارے امام علیہ السلام کی یہ شدید خواہش تھی۔ جسے آپ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔ اس لئے میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کی اس خواہش کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور دعاوں کے ساتھ اور مجاہدات کے ساتھ یہ کوشش کرتے رہیں کہ ہم میں سے ہر ایک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش کو پورا کرنے والا بن جائے۔ دراصل اسے پورا کرنا اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنا خدا تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔

پس میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی توفیق دے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ خواہش اور دیگر خواہشات جو حضور علیہ السلام ہمارے لئے اپنے دل میں رکھتے ہیں پوری کر سکیں تاہم ان انعاموں کے مستحق ٹھہریں جن کی بشارات ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے دی ہیں۔ **اللّٰهُمَّ آمِينَ۔**

دوسرے خطبہ میں فرمایا:-

آج میں بعض جنازے بھی پڑھاؤں گا ان میں سے ایک جنازہ محمد عباس صاحب کرنال کی والدہ صاحبہ کا ہے وہ یہاں لا یا گیا ہے۔ عبداللطیف صاحب بٹ کی والدہ صاحبہ مسماۃ فاطمہ بی بی، بابو محمد اسماعیل صاحب فوق، حاجی عبداللہ صاحب چک نمبر ۱۳۳۲ محترم سید بشارت احمد صاحب وکیل حیدر آباد کن جو صحابی تھے فوت ہو گئے ہیں ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

ان تمام بھائیوں اور بہنوں کو آپ اپنے ذہن میں رکھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند کرے اور مغفرت کی چادر سے انہیں ڈھانکئے اور مسیح موعود علیہ السلام کی معیت میں آنحضرت ﷺ کے قرب میں ان کو جگہ دے اور ان تمام فضلوں اور حمتوں سے ان کو حصہ دے جو ہر آن اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب، ہمارے آقا محمد ﷺ پر کرتا رہتا ہے۔

(افضل ربوہ سالانہ نمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶۲)



جماعت احمد یہ کیلئے آئندہ پھیس تیس سال نہایت اہم ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ سورۃ المدثر کی تفسیر۔ اس سورت میں جماعت کیلئے اہم پیغام ہے۔
- ☆ اسلام خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت اور جلال کا پیغام لے کر دنیا میں آیا ہے۔
- ☆ ہمیشہ اپنے ماحول کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور اس پر نگاہ رکھنی چاہئے۔
- ☆ ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ احمدیت اور اسلام ایک ایسی صداقت ہے جسے ہر قیمت پر قبول کرنا چاہئے۔
- ☆ جب کسی قوم پر عظیم نعمتیں نازل ہو رہی ہوں تو اس قوم کو عظیم قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ المدثر کی پہلی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الْمُدَثَّرُ ۝ قُلْ فَاندِرُ ۝ وَرَبِّكَ فَكَبِّرُ ۝ وَثَيَابَكَ
فَطَهِرُ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرُ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرُ ۝ (المدثر : ۸۲)

پھر فرمایا:-

میرے دل میں بڑے زور کے ساتھ یہ ڈالا گیا ہے کہ جماعت احمد یہ تربیت کے جس مقام پر اس وقت کھڑی ہے۔ اس مقام کے ساتھ سورۃ المدثر کی جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور اس میں ایک اہم پیغام ہے جماعت کے نام۔ میں اس وقت اسے دوستوں کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں ان آیات کی عام تفسیر بیان کر دوں گا۔ تادوستوں کو خدا تعالیٰ کی اس آواز کو سمجھنے میں آسانی اور سہولت ہو۔ مدثر کے عربی میں یہ معنی ہیں وہ شخص جس نے وہ کپڑے پہن لئے ہوں جو کام کرنے کے لئے پہنے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ طریق ہے خصوصاً پڑھی لکھی اور تعلیم یافتہ اقوام کا کہ گھر میں وہ کچھ اور قسم کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ لیکن جب کام کے لئے باہر نکلتے ہیں تو اور کپڑے پہن لیتے ہیں۔ مثلاً ہمارے ملک میں اور خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے والے افراد خاندان میں یہ طریق جاری ہے کہ باہر نکلتے وقت سر کا لباس اور کوٹ ضرور پہننا جاتا ہے۔ یا مثلاً کارخانوں میں کام کرنے والے کام کی غرض سے ایک خاص قسم کا لباس پہننے ہیں۔

تو مدثر میں اسی قسم کا لباس پہننے کی طرف اشارہ ہے یعنی ایسا شخص جو کام کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اور وہ کپڑے زیب تن کرتا ہے جو اس کام کیلئے مناسب حال ہوتے ہیں۔ مثلاً فوج اپنی ڈیوٹی پر جاتے

وقت فوجی وردی میں ہوتی ہے۔ گھر میں اس وردی میں نہیں ہوتے۔ پس یہاں فرمایا اے مدش! یعنی اے وہ شخص جس نے وہ کپڑے پہن رکھے ہیں جو کام کرنے کے لئے پہنا کرتا ہے۔

المدش کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ شخص جو مستعدی کے ساتھ اپنے گھوڑے کے پاس کھڑا ہے اور حکم کا منتظر ہے۔ کہ کب حکم ملے اور میں چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اس کام میں مشغول ہو جاؤں جس کا مجھے حکم دیا جائے۔

قرآن کریم میں تمام احکام کے پہلے مخاطب نبی اکرم ﷺ ہی ہیں۔ اور پھر امت محمدیہ کا ہر فرد اس کا مخاطب ہوتا ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی سب سے پہلے مخاطب ہمارے نبی اکرم ﷺ تھے۔ اس صورت میں **المدش** کا مطلب یہ ہو گا کہ اے وہ شخص جس کو تم نے پوری طریقہ تقویٰ کے لباس میں ملبوس کر دیا ہے۔

لباسُ التَّقْوَىٰ ذَلِكَ خَيْرٌ (الاعراف: ۲۷)

اور اندر اور باہر تقویٰ کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہے اٹھ اور ہمارے حکم کے مطابق اس مشن کو پورا کر جو تیرے سپرد کیا جا رہا ہے اور وہ یہ ہے قُلْ فَانِذُرْ کَمَنْ تُمْسَعِدِی سے کھڑا ہو جا اور دوام اور ثبات کے ساتھ اپنے مشن میں لگ جا۔ اور لوگوں کو پکار کر خدا تعالیٰ تمہیں اپنی واحد انبیت کی طرف بلا تا ہے خدا تمہیں اپنی شریعت کے قیام کا حکم دیتا ہے۔ خدا کی اس آواز کو غور سے سنو۔ اور اس پر بلیک کہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کے غصب اور قہر کا مورد بن جاؤ گے۔

پھر فرمایا وَرَبِّكَ فَكِبِّرْ کہ اپنے رب کی عظمت اور اس کے جلال کو قائم کر۔ یہی وہ پیغام ہے جو اسلام دنیا کیلئے لے کر آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تو حید اور اس کی عظمت اور اس کے جلال کو دنیا میں قائم کیا جائے۔

پھر فرمایا وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک ماحول پیدا ہو۔ اور وہ ماحول ہو بھی پا کیزہ۔ وہ ماحول ان لوگوں کا ہو۔ جن کے متعلق خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا (السویہ: ۱۰۸) یعنی جو جسمانی، اخلاقی اور روحانی گندگی اور نجاست سے بچتے ہیں۔

پس اس کے لئے ہم تجھے حکم دیتے ہیں کہ پہلے اپنے ماحول کو صاف کرنے کی کوشش کرو۔ انہیں تبلیغ کرو انہیں اسلام کی طرف بلاو۔ ان کے سامنے خدا تعالیٰ کی صفات کو بیان کرو ان کو خدا تعالیٰ کا جلوہ دکھاؤ

ان کو بتاؤ کہ تمہارا رب کتنا پیار کرنے والا ہے لیکن اگر تم اس کی طرف متوجہ نہیں ہو گے تو سنو کہ پھر اس کا غصب بھی بڑا خطرناک ہوا کرتا ہے۔ تو ویسا بیک فَطَّهُر میں جسمانی، اخلاقی اور روحانی پاکیزہ ماحول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَالرُّجُزْ فَاهْجُرْ - رِجُزْ کے معنی گندگی کے بھی ہیں۔ رِجُز کے معنی عذاب کے بھی ہیں۔ رِجُز کے معنی شرک کے بھی ہیں۔ فَاهْجُر میں حکم ہے کہ ان سے دور ہو۔ گویا حکم دیا کہ ہر قسم کی گندگی سے دور رہو۔ اور ایسا سامان پیدا کرنے کی کوشش کرو کہ دنیا خدا کے عذاب سے محفوظ ہو جائے۔ یعنی ان کو اعمال صالحہ کی طرف بلا و، انہیں اصلاح نفس کی دعوت دو اور کوشش کرو کہ انسانی بتوں کو سجدہ کرنے کی بجائے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف بچکے اور اسی کی پرستش کرے۔

پھر فرمایا وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ۔ مَنْ کے ایک معنی تو ہیں کاٹ دینے کے۔ دوسرے معنی ہیں احسان کے بوجھ تسلی دبادینے کے۔ تَسْتَكْثِرُ کہ تالوگ اس وجہ سے اسلام میں داخل ہوں اور اسلام کو کثرت تعداد نصیب ہو جائے۔

دونوں مذکورہ بالا معنی یہاں چسپاں ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیوی لائل کے ذریعہ کسی کو اسلام کی طرف مت بلا و کیونکہ کسی پر اسلام کا محض لیبل لگ جانا کافی نہیں ہے۔ اسلام کی طرف محض منسوب ہو جانا کافی نہیں ہے جب تک کہ دلوں کے اندر وہ پاک تبدیلی پیدا نہ ہو جو پاک تبدیلی کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں دیکھنا چاہتا ہے۔

دوسرے مَنْ کے معنی قطع کرنے کے ہیں یعنی ان پر مختلف پابندیاں لگا کر یا ظلم سے یا جر کر کے یا دبا و ڈال کر ان کے لئے ایسا ماحول پیدا نہ کرو کہ وہ اپنے کو مجبور پا کر ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو جائیں حالانکہ ان کے دلوں میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔

پھر فرمایا وَلِرِبِّكَ فَاصْبِرْ یعنی اس بات سے مت ڈرو کہ مخالف اپنی مخالفت سے ہمیں ایذا پہنچا رہے ہیں کیونکہ تمہیں اپنے رب کی خوشنودی کے لئے ہر حالت میں صبر کرنا پڑے گا۔

اس میں شروع دن سے ہی مسلمانوں کو ایک بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ باوجود اس وقت ابھائی کمزور ہونے کے تم فاتح ہو جاؤ گے اور بدله لینے پر اور انتقام لینے پر اور اگر تم صراطِ مستقیم سے ہٹ جاؤ تو ظلم کرنے پر بھی قادر ہو جاؤ گے لیکن ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ تمہیں

ظلماً کسی صورت میں روانہ نہیں۔ بلکہ قدرت رکھتے ہوئے بھی مخالف کی ایذاہی پر تمہیں صبر سے کام لینا ہوگا۔

یہ عام معنی ہیں ان آیات کے! لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے میرے دل میں یہ لاگیا ہے کہ میں جماعت کو یہ بتاؤں کہ آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں اس مقام کا ان آیات کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ یعنی ان آیات میں ایک نہایت اہم نصیحت ہے جو تمہیں کی گئی ہے اور ہمارے لئے کچھ پیشگوئیاں ہیں جن کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ان آیات میں خدا تعالیٰ ہمیں مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے جماعت احمدیہ! جس کی ختم ریزی اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے کی تھی جس کے استکام کے لئے خلافت اولیٰ کو کھڑا کیا تھا جس کی تربیت کے لئے حضرت مصلح موعود کی زندگی کا ہر لمحہ اور آپ کے خون کا ہر قطرہ وقف رہا۔ اب تم المدثر کی حیثیت اختیار کر چکے ہو۔ تم اپنی بلوغت کو پہنچ چکے ہو اور تقویٰ کے جن لباسوں کی ضرورت تھی۔ وہ تمہیں مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ پس تمہیں بالغ نظری اور بالغ عملی سے کام لینا ہوگا۔ اس حالت میں کہ ہم نے تمہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل سے تربیت کے اس مقام تک پہنچادیا ہے۔ ہماری اس آواز کو سنو۔ قُلْ فَانِذْرْ کہ کھڑے ہو جاؤ۔ اور ثابت قدمی کے ساتھ قریہ اور ملک ملک میں پھیل جاؤ۔ اور اقوام عالم کو یہ بتاؤ کہ اگر خدا کے مسیح کی آواز پر انہوں نے لبیک نہ کہا تو خدا کا قہران پر نازل ہوگا۔

دنیا بظاہر امن میں ہے۔ دنیا والے اس وہم میں بمتلا ہیں کہ ہم اپنی کوششوں سے دنیا میں امن قائم کر دیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا میں کوئی یو۔ این۔ اویا کوئی دوسری کافرنز جو امن کے قیام کے لئے بنائی گئی ہیں ہرگز نتیجہ خیز نہیں ہوں گی۔ کیونکہ آسمان اس سے متفق نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی نظر سے انسان گر چکا ہے۔

پس ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم دنیا والوں کو یہ بتائیں کہ اگر تم اپنے لئے اور اپنی نسلوں کے لئے زندگی، امن اور سلامتی چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے مسیح پر ایمان لاؤ۔ خدا کی شریعت کو رد مت کرو۔ محمد ﷺ سے ہنسی اور ٹھٹھا ملت کرو۔ اس کے جوئے کے نیچے اپنی گردنیں رکھ دو تب تم امن سے اپنی زندگیاں گزار سکتے ہو۔ اور تمہاری نسلیں سلامتی کے ساتھ اس دنیا میں رہ سکتی ہیں ورنہ نہیں۔

پس قُلْ فَانِذْرْ میں یہی حکم ہے اور ہم نے اس کی تعمیل کرنی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور خدا تعالیٰ کی

اس آواز پر بلیک کہتے ہوئے اپنی زندگی کے آخری سانس تک تبلیغ اسلام کے لئے ہر ممکن جدوجہد اور کوشش کرتے چلے جانا ہے۔

وَرَبِّكَ میں فَرَمَايَا کہ انذار کی ڈیوٹی تمہارے ذمہ اس لئے لگائی گئی ہے اور یہ حکم تمہیں اس لئے دیا گیا ہے کہ اپنے رب کی عظمت اور اس کے جلال کو دنیا میں قائم کرو۔ اور اس میں بشارت کا بھی ایک پہلو ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ جب کبھی کوئی فتح کسی مسلمان کو نصیب ہوتی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ اللہ اکابر۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ سے اس وقت تک مسلمان کا یہی شعار اور یہی طریق رہا ہے کہ الہی نصرتوں کو دیکھ کر ان کے دل کی گہرائیوں سے ایک آواز نکلتی ہے جو ان کی زبانوں سے بلند ہوتی ہے اور فضاؤں میں گونجتی ہے اور وہ آواز اللہ اکبر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارۃ ہمیں یہ بھی بتا دیا کہ ہم نے تمہارے لئے فتوحات کے دروازے کھولنے کا ارادہ کر لیا ہے اور ہم نے ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں کہ تم وقاً فتاً اللہ اکبر کے نعرے لگایا کرو گے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

وَثِيَابَكَ فَطَهُرُ۔ فرمایا کہ تمہارے کپڑے پا کیزہ ہیں۔ کیونکہ لباس تقویٰ تمہیں پہننا دیا گیا ہے لیکن مقام خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطانی و ساویں دخل دیں اور ان تقویٰ کے لباسوں پر ناپا کی اور گناہ کے سیاہ نقطے لگنے لگ جائیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے۔ پھر تیرسا گناہ کرتا ہے تو تیرسا سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اور اگر وہ استغفار، دعا، عجز و انکساری سے ان سیاہ نقطوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرے تو وہ نقطے قائم رہتے ہیں بلکہ بڑھتے چلتے جاتے ہیں حتیٰ کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ تو اسی کی طرف اشارہ ہے وَثِيَابَكَ فَطَهُرُ میں کہ لباس تقویٰ کی پاکیزگی کو چنان تمہارا فرض ہے۔ یعنی تربیت کے جس مقام پر تم کپڑے ہو اس مقام سے کبھی نہ گرنا بلکہ کوشش کرنا کہ اس سے بھی بلند تر مقام پر پہنچو۔ اور ہمیشہ بلند سے بلند تر ہوتے چلے جاؤ۔ اس آیت میں ہمیں یہ گر بھی بتایا گیا ہے کہ ضروری ہے کہ تم اپنے ماحول کا جائزہ لیتے رہو۔ وہ ماحول جو کپڑے کی طرح تمہارے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ تم اس کے اندر کسی گندگی کے گھسنے کو بھی برداشت نہ کرو۔ بلکہ جب کبھی تمہیں کوئی رخنہ نظر آئے تو فوراً اسے بند کر دو۔ یا کہیں تمہیں کوئی جسمانی، اخلاقی، روحانی نجاست نظر پڑے تو اسے دور کرنے کی کوشش میں فوراً لگ۔

جاو۔ اگر تم چوکس ہو کر اپنے ماحول کو پاک رکھو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے گا۔ پھر فرمایا وَالرُّجُزُ فَاهْجُرُ اور گندگی کو دنیا سے بالکل مٹا دو کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے دنیا بتا ہی کی طرف جا رہی ہے اور امن کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ وہ یہ کہ دنیا میں کے شہزادہ کے جھنڈے تلب جمع ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے۔ وہ آپؐ کو مانیں اور آپؐ کی ہدایات کے مطابق اس اسلام پر عمل کریں جو خالص اسلام ہے۔ اور جسے نبی اکرم ﷺ دنیا کی بہتری اور بہبودی کے لئے لے کر آئے تھے۔

پس وَالرُّجُزُ فَاهْجُرُ کے معنی یہ ہوئے کہ تو دنیا کی ایسے رنگ میں اصلاح کر۔ اپنے اخلاق سے اپنے دلائل سے اپنی قبولیت دعا کے نشان سے اور ان نشانات آسمانی سے جو خدا تعالیٰ تمہارے لئے مقدر کرے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے لگیں۔ اور اس عذاب میں مبتلا نہ ہوں جو دوسری صورت میں ان کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔

وَالرُّجُزُ فَاهْجُرُ کے تیرمیز میں معنی یہ ہیں کہ شرک سے بچو۔ ایک شرک تو ظاہری ہے وہ یوں کہ بتوں کی پرستش کی جائے۔ اس شرک میں سوائے نہایت ہی جاہل شخص یا جاہل قوم کے اور کون بتلا ہو سکتا ہے۔

لیکن شرک کی بہت باریک را ہیں بھی ہیں ان سے بچتے رہنا بھی نہایت ضروری ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک ہم لاشیئے محض ہو کر کلیّۃ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر نہ جھک جائیں اور اس کے حضور نہ گرے رہیں اس وقت تک ہم تو حید کے حقیقی مقام پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ شرک کی باریک را ہوں سے بھی بچو۔ اور اس کے مقابل تقویٰ کی باریک را ہوں پر گام زن رہو۔ تمہارے خیالات ہر قسم کے شرک سے پاک ہوں۔ تمہارا دل ہر قسم کے شرک کی نجاست سے مطہر ہو۔ اور تمہاری آنکھوں میں تو حید کی چمک۔ اس کی ضیاء اور اس کا نور ہو اور تمہارے اعمال تو حید کی طرف بلانے والے ہوں اور تمہارے اندر سے ایسا نور نکلے کہ جس ماحول میں بھی تم چلے جاؤ اس ماحول کے لوگ تمہاری طرف اس لئے کچھ آئیں کہ تم ان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے متعارف کرنے والے ہو۔

پس ہر حالت میں ہر قسم کے شرک کو چھوٹا ہو یا بڑا باطنی شرک ہو یا ظاہری شرک اسے مٹانے کا ہمیں

حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر آج دنیا کی خجالت ممکن نہیں۔

وَلَا تَمُنْ تَسْتَكِثُرُ فَرْمَا يَكَہْ هُمْ ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں۔ مجذات کے ذریعہ، نشانات کے ذریعہ، دعاوں کی قبولیت کے ذریعہ اور ملائکہ کے نزول کے ذریعہ جو دنیا میں انتشار روحانی پیدا کر رہے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو خدا تعالیٰ کی طرف، خدا کے محبوب ﷺ کی طرف، مسیح محدث کی طرف اور جماعت احمدیہ کی طرف پھیر رہے ہیں۔ پس ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ احمدیت اور اسلام ایک ایسی صداقت ہے کہ جو انہیں اپنی بقاء کی خاطر ہر قیمت پر قبول کرنی چاہئے۔ پھر تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کے ذریعہ اور حضرت مصلح موعودؒ کی تفسیر کے ذریعہ ایسے دلائل چکے ہیں کہ دنیا کی کوئی عقل انہیں رنہیں کر سکتی۔

جب تمہیں ہر قسم کے نشان اور دلائل دے دیئے گئے ہیں تو گویا کامیابی کی کنجی اور فتح کی کلید تمہارے ہاتھ میں پکڑا دی گئی ہے اس لئے تمہیں ہرگز ضرورت نہیں کہ کسی کو خوشنامہ، لائق یا جبرا کے ذریعہ مسلمان بناؤ۔

تو وَلَا تَمُنْ تَسْتَكِثُرُ میں آزادی؎ مذہب کو، آزادی؎ فکر کو، اس خوبی اور حسن کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے اور اس کو قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ فرمایا۔ احسان کرنا اس نیت سے کہ کوئی شخص ہمارے احسان کے دباؤ سے لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھ لے جائز نہیں۔ اسی طرح جبرا کرنا بھی جائز نہیں کہ ایسے حالات پیدا کردے جائیں کہ کسی شخص کو سوائے کلمہ پڑھنے کے کوئی جائے فراز نظر نہ آتی ہو جیسا کہ آج کل کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے کشمیر میں مسلمانوں کو شدھ کرنے کی مہم بھی شروع کر دی ہے۔ ہر قسم کے ظلم ڈھانے جارہے ہیں۔ خاوندوں کو قتل کر کے عورتوں پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ بچوں کو شہید کر کے والدین کو مجبور کیا جا رہا ہے۔ کوہہ ہندو مذہب کو اختیار کر لیں۔

اسلام اسے ہرگز پسند نہیں کرتا بلکہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسلام اس کی مذمت کرتا ہے اور ایسا کرنے والوں کو خدا کے غضب اور قهر کا مور در قرار دیتا ہے۔

تو فرماتا ہے وَلَا تَمُنْ کہ کسی پر کسی قسم کا جرہ نہ کرنا۔ اس غرض سے کہ تمہاری تعداد بڑھ جائے اور تمہیں کثرت حاصل ہو جائے۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرُ اللَّهُ تَعَالَى فرماتا ہے کہ اے جماعت احمدیہ! ہم ایسے حالات پیدا کرنے والے

ہیں کہ تم ظالموں سے انتقام لینے کے قابل ہو جاؤ گے لیکن ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ انتقام بھی نہ لینا۔ اور لِرِبِّکَ فَاصْبِرْ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صبر سے کام لینا۔

میں جماعت کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال جماعت احمد یہ کیلئے نہایت ہی اہم ہیں کیونکہ دنیا میں ایک روحانی انقلاب عظیم پیدا ہونے والا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون سی خوش بخت قویں ہوں گی جو ساری کی ساری یا ان کی اکثریت احمدیت میں داخل ہوں گی وہ افریقہ میں ہوں گی یا جزائر میں یا دوسرے علاقوں میں لیکن میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دون دو نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے جہاں کی اکثریت احمدیت کو قبول کر لے گی اور وہاں کی حکومت احمدیت کے ہاتھ میں ہوگی۔ وَلِرِبِّکَ فَاصْبِرْ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں تمہیں ان نعمتوں سے نوازوں تو تمہارا فرض ہو گا کہ تم بنی نوع انسان سے زمی اور محبت کا سلوک کرو اور ان کی ایزاد ہی کو خدا کی خاطر سہہ لو۔ اگر ان کے منہ سے سخت کلمات نکلیں۔ اگر وہ بے ہودہ حرکتیں کریں اگر وہ تمہیں چڑائیں تو باوجود داس کے کہ تم انہیں اپنی طاقت سے خاموش کر سکتے ہو اور انہیں بے ہودہ حرکتوں سے باز رکھ سکتے ہو، تمہیں یہی کہتے ہیں کہ ہماری رضا کی خاطر صبر سے کام لینا اور ان پر حقیقت نہ کرنا۔

پس اپنے رب کو خوش کرنے کے لئے اس کی برکات کے حصول کے لئے اس کی رحمتوں کو جذب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم صبر سے کام لو۔ ٹھٹھے کے مقابلہ میں ٹھٹھا اور بُنْسی کے مقابلہ میں بُنْسی اور ظلم کے مقابلہ میں ظلم نہ کرو۔

وہ زمانہ چونکہ قریب ہے اس لئے میں آپ کو پھر تاکید سے کہتا ہوں کہ جب کسی قوم پر اس قسم کی عظیم نعمتیں نازل ہو رہی ہوں تو اس قوم کو بھی ایک عظیم قربانی دینی پڑتی ہے۔ پس اپنے نفسوں کو اس قربانی کے لئے تیار کرو۔ اپنی طبیعتوں کو اس طرف مائل کرو کہ ہم احمدیت کے لئے اسلام کے لئے اسلام کے لئے محمد ﷺ کی محبت دلوں میں گاڑنے کے لئے خدا نے قادر و توانا کے جلال اور عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ہماری جانیں، ہمارے مال اور ہماری عزتیں سب خدا کے لئے ہیں اور خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔

اگر ہماری جماعت ایثار اور فدائیت کا یہ نمونہ دکھائے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کو دین و دنیا کی

حسنات سے کچھ اس طرح نوازے گا کہ دنیا کے لئے قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

ابھی ابھی مجھے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا وہ کشف یاد آ گیا جس میں ان کو دو تین سو سال بعد کا نظارہ دکھایا گیا۔ کشف میں انہوں نے دیکھا کہ بعد میں آنے والے لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کس قدر حمق تھے وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے آپ کو قبول نہ کیا۔

اتی بڑی صداقت اتنے روشن اور واضح دلائل خدا کی نصرت کے اتنے نمایاں نہ نہیں دیکھنے کے بعد کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ انہوں نے مسیح محدث کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مطلب یہ کہ آنے والی نسلیں نہ ماننے والوں کو بڑی تجسس کی نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔

ایسا ہی ہو گا یہ ایک حقیقت ہے جس کو رہنیں کیا جا سکتا۔ اور وہ وقت قریب آ رہا ہے جب دنیا انکارِ مهدی معہود کو حیرت و استجواب سے دیکھے گی۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی فتح، نصرت اور کامیابی کا انتہائی زمانہ تین سو سال تک بتایا ہے لیکن حضورؐ کے بعض کشوف اور الہامات یہ بتاتے ہیں کہ وہ آخری فتح جس میں اسلام دنیا پر غالب آ جائے گا۔ شاید کچھ دیر چاہتی ہو لیکن ان آنے والے چیزوں تین سالوں میں بعض ممالک اور علاقوں میں احمدیت کو کثرت حاصل ہو جائے گی (انشاء اللہ) اور وہاں کے رہنے والے اپنی زندگیاں تعلیم احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے مطابق گزارنے والے ہوں گے۔ مگر اس انقلاب عظیم کے لئے جو دروازہ پر کھڑا ہے کتنی ہی قربانیاں ہیں جو آپ کو دینی ہوں گی۔ پس آپ کو وہ قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضلوں کی بارش آپ پر کرنا تو چاہتا ہے لیکن پہلے وہ یہ دیکھے گا کہ آپ ان فضلوں کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھ کو بھی ایسا بنادے کہ ہم اس کی نظر میں ہر قسم کے انعاموں اور فضلوں کے مستحق ٹھہریں اور خدا تعالیٰ کے وعدے جلد ہی ہماری زندگیوں میں پورے ہوں اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ وہ جو دنیا کی نگاہ میں دھنکا رکھا گیا تھا وہی دنیا میں مقبول ٹھہرا۔ اللہم امین
(مطبوعہ افضل مورخہ ۹ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۴)

خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہمیں تاکیدی حکم ہے کہ مسکینوں، تیسموں اور اسیروں کو کھانا کھلایا جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ اردی ۱۹۶۵ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہئے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے معاشرہ میں مختلف قسم کے طبقات بنادیئے ہیں تاکہ نیکیوں کے موقع پیدا ہوں۔
- ☆ سب سے پہلے یہ ذمہ داری افراد پر عائد ہوتی ہے اس کے بعد جماعتی تنظیم اور حکومت کی باری آتی ہے۔
- ☆ ہم ایک دھیلا زائد خرچ کئے بغیر اپنے ضرورت مند بھائیوں کی غذائی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔
- ☆ تنظیم کو اخوت کی بنیادوں پر مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، محلہ والوں کو معلوم ہو کہ آج فلاں گھرانہ کسی وجہ سے کھانا نہیں پکاسکا۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ الدھر کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مُسْكِيْنًا وَيَتِيْمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رِبَّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمَطْرِيْرًا ۝ فَوَقْهُمُ اللَّهُ شَرَّذِيلَكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهُمْ نَصْرَةً وَسُرُورًا ۝ (الدھر: ۱۲ تا ۱۹)

پھر فرمایا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے اس حکم کوں کر ہمارے نیک بندے ہماری رضا کے متلاشی بندے، ہمارے قرب کے خواہاں بندے، اس طرح عمل کرتے ہیں۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ کہ وہ ہماری محبت کی خاطر اور ہماری خوشنودی کے حصول کے لئے کھانا کھلاتے ہیں کس کو؟ مسکین کو یتیم کو اسیر کو۔ عربی زبان میں مسکین کے معنی ہیں ایسا شخص جس کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ وہ بخوبی گزارہ کر سکے اور اس کا گھرانہ اس روپے سے پروش پاسکے۔ اور یتیم کے معنی ہیں ایسا شخص جس کا والد یا مری نہ ہو اور ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔

اور اسیر کے لفظی معنی تو قیدی کے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی بھی کئے جاسکتے ہیں وہ شخص جو اپنے حالات سے مجبور ہو کر بطور قیدی کے ہو جائے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو پوری غذا میسر نہیں اور ان کو ضرورت ہے کہ ان کی مدد کی جائے۔ جس کے بغیر وہ اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ ان لوگوں کو ہمارے ابرا بندے کھانا کھلاتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہوئے ان کے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ کہ ہم خدا کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے اور اس کی عنایات کو

حاصل کرنے کے لئے تمہیں کھانا کھلارہے ہیں اور لا نریڈ مِنْکُمْ جَزْ آءَ وَ لَا شُکُورًا ہم اس نیت سے تمہیں نہیں کھلارہے کہ کبھی تم ہمیں اس کا بدلہ دو اور نہ یہ کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو۔ ہم تم سے کچھ نہیں چاہتے نہ بدلہ چاہتے ہیں نہ ہی شکریہ کے خواہاں ہیں۔ ہم محض یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا رب ہم سے خوش ہو جائے اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں ڈر کے مارے تیوریاں چڑھی ہوئی ہوں گی۔ اور لوگوں کو ہجراہٹ لاحق ہوگی۔ (یہ دن قیامت کا ہے اور کبھی ایسا دن اس دنیا میں بھی آ جاتا ہے) کہ کہیں ہم بھی اس دن خدا کے عذاب اور اس کے قدر کے موردنہ بن جائیں۔ اسی لئے ہم یہ نیک کام بجالا رہے ہیں۔

”اس دنیا میں“ کے الفاظ میں نے اس لئے کہے ہیں کہ بھوک کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس کی طرف جب تو میں توجہ نہیں دیتیں تو ان قوموں میں بڑے بڑے انقلاب برپا ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ روس میں ریولوشن (انقلاب) اور دوسرے بہت سے ممالک میں انقلاب اسی لئے برپا ہوئے کہ وہاں اکثر لوگوں کی زندگی کی ضروریات خصوصاً کھانے کا خیال نہیں رکھا گیا۔

اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں اور ان آیات سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جب بھائی بھائی کا خیال نہیں رکھتا۔ اور ایک قوم کی اکثریت اس مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ تو اس قوم پر ایک دن انقلاب کا بھی چڑھا آتا ہے۔ جس میں بہت سے بڑے اور امیر لوگ چھوٹے اور غریب کردیئے جاتے ہیں۔ وہ دن ان کے پچھتائے کا ہوتا ہے۔ جس قوم کے ہر فرد کو اس کی ضروریات میسر آتی رہیں اور ان کے دل مطمئن اور تسلی یافتہ ہوں۔ اس قوم میں اس قسم کا انقلاب پانہیں ہوا کرتے۔ انقلابات اور ریولوشنز انہی ملکوں اور قوموں میں ہوتی ہیں۔ جن کے ایک بڑے حصہ کو دھنکارا جاتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے ایک ضرورت مند کو اور اس کے ساتھ تیکلی کرنے کو کتنا بڑا مقام دیا ہے آختر کے دن خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ میں بھوکا تھام نے مجھے کھانا کھلایا بعض دوسروں سے کہہ گا کہ میں بھوکا تھام نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔

پہلے فریق کو وہ فرمائے گا کہ میں تم سے خوش ہوں اور تمہیں اپنی رضا کے عطر سے مسح کرتا ہوں اور دوسروں کو کہے گا کہ میں بھوکا تھام نے میرا خیال نہیں کیا۔ اس لئے میں تمہیں جنم میں وحیلیت ہوں۔ لکنے زور اور تاکید سے ہمیں توجہ دلائی گئی ہے کہ ہم بھوکے کو کھانا کھلائیں اور ضرورت مند کو

ضروریات زندگی مہیا کریں۔ کافروں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْطِعُمْ مَنْ لَوْيَشَاءُ
اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (یس: ۲۸) کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ضرورت مندوں
کو کھانا کھلاؤ اور ان کی غذائی ضرورتوں کو پورا کرو تو کافر لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم ان لوگوں کو کھانا
کھلائیں۔ اگر خدا چاہتا تو جیسا اس نے ہمیں دیا تھا انہیں بھی وہ کھانے کو دے دیتا تم تو خدائی فعل کے
خلاف ہمیں تعلیم دے رہے ہو اور اس وجہ سے ہم تمہیں کھلی گمراہی میں پاتے ہیں۔

جائے اس کے کہ وہ یہ سمجھتے کہ خدا تعالیٰ نے بعض انسانوں کے لئے بعض نیکیوں کے موقع بھم
پہنچانے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس نے انسانی معاشرہ کو اس طرح بنایا ہے کہ ہر ایک شخص نیکیوں سے حصہ
وافر لے سکے۔ انہوں نے اس سے الثالثیجہ کا لا حالت بعضاً نیکیاں ایسی ہیں جن کے کرنے کا موقع زیادہ
تر غرباء کو ہی ملتا ہے۔ مثلاً اپنے حالات پر صبر کرنا، قاتعت سے کام لینا وغیرہ وغیرہ۔ جن لوگوں کو
خدا تعالیٰ نے رزق کیش دیا ہوتا ہے اور انہیں مالی تنگی کا سامنا نہیں ہوتا وہ اس قسم کے صبر کا ثواب حاصل
نہیں کر سکتے جو صبراً یک غریب آدمی تنگی ترشی کے زمانہ میں دکھاتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے ہمارے معاشرہ میں اوپنچے نیچے، امیر غریب، عالم، جاہل وغیرہ وغیرہ ہر قسم کے
طبقات بنادئے ہیں تا کہ ہم اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے ہر قسم کی نیکیاں کرتے چلے جائیں۔ اگر ہر شخص
انتا امیر ہوتا کہ اس کو دنیا کی کوئی ضرورت پیش ہی نہ آتی۔ اگر ہر شخص اتنا عالم ہوتا کہ کسی استاد کے پاس
جانے کی اسے ضرورت ہی نہ رہتی۔ اور اگر ہر شخص ہر فن میں اتنا کمال رکھتا کہ ڈسٹری یوشن آف لیبر جس
پر ہماری انسانی اقتصادیات کی بنیاد ہے کی ضرورت ہی پیدا نہ ہوتی۔ وغیرہ۔ تو ثواب کا کون سا موقع باقی
رہ جاتا؟؟؟

اللہ تعالیٰ بے شک اس بات پر قادر ہے کہ ہر انسان کو ایسا بنادے لیکن اس نے اسے ایسا نہیں بنایا۔
اس لئے کہ اس نے انسان کے لئے صرف اسی دنیا کی زندگی ہی نہیں بلکہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی بھی
مقدار کی ہوئی ہے اور آخر دنیا کے پیش نظر ایسا معاشرہ انسان کے لئے مقرر فرمایا کہ ہر طبقہ کے لوگ
اس معاشرہ کے اندر رہ کر زیادہ ثواب حاصل کرتے چلے جائیں اور اس طرح اس کی خشنودی
کو پوری طرح پاسکیں لیکن کافر لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھتے اس لئے جب ان کو کہا جاتا ہے کہ ضرورت

مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرو اور محتاجوں کے لئے روزمرہ زندگی کی ضروریات مہیا کرو تو وہ کہتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے انہیں کھانے کو نہیں دیا تو تم ہم سے کیسے توقع رکھتے ہو کہ ہم خدائی فعل کے خلاف ان کو کھانے کے لئے دیں۔ ان کا کافرانہ دماغ عجیب بہانہ تراشتا ہے۔

میرا یہ احساس ہے کہ جماعت کو اس حکم کی طرف پوری طرح توجہ نہیں ہے۔ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہئے۔ سب سے پہلے یہ ذمہ داری افراد پر عائد ہوتی ہے اس کے بعد جماعتی تنظیم اور حکومت کی باری آتی ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ ذمہ داری اس ماحول پر پڑتی ہے جس ماحول میں وہ محتاج اپنی زندگی کے دن گزار رہا ہے۔ پھر ہماری جماعت کی تنظیم کے مطابق بڑے شہروں میں پر یزیدیونٹ ہیں، امراء ہیں پھر شہر مختلف محلوں اور حلقوں میں تقسیم ہوتے ہیں جن میں ہمارے کارکن مقرر ہوتے ہیں۔ اتنے کارکنان کی موجودگی میں آپ میں سے ہر احمدی رات کو اس اطمینان کے ساتھ سوتا ہے کہ اس کا کوئی بھائی آج بھوکا نہیں سورہا۔ یا وہ بغیر سوچے سمجھ یہ تصور کر لیتا ہے کہ اس کے سب بھائیوں نے کھانا کھالیا ہوگا۔

جهاں تک میرا احساس ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں پوری طرح محاسبہ نہیں کیا جاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور شاید ہی کوئی ایسے محتاج دوست ہوں جن کی غذائی ضروریات پوری نہ کی جاتی ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ایک احمدی بھی ایسا ہے جس کی غذائی ضروریات پورا کرنے میں ہم غفلت بر تر ہے ہوں، تو ہمیں بحیثیت جماعت خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

نبی اکرم ﷺ بڑے ہی پیار کرنے والے وجود تھے۔ بڑی ہی شفقت کی با تین آپ کے منہ سے نکلی ہیں۔ چنانچہ آپ نے ہمیں ایسا گر سکھایا ہے کہ جس کو اگر ہم اپنے سامنے رکھیں اور اس پر عمل کریں۔ تو ایک دھیلاز اندخراج کئے بغیر ہم اپنے ضرورت مند بھائیوں کی غذائی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اور یہ ارشاد بخاری میں موجود ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْأَثْنَيْنِ كَافِي الشَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الشَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ

(بخاری کتاب الاطعمة باب طعام الواحد يكفي الاثنين)

کما ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوآ دمیوں کا کھانا تین آ دمیوں کو پورا ہو جاتا ہے اور تین کا کھانا چار کو پورا ہو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ترمذی میں درج ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْأَثْنَيْنِ وَ طَعَامُ الْأَثْلَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ وَ طَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الشَّمَانِيَّةَ (ترمذی باب ماجاء طعام الوحد يكفي الاثنين)

کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اور دو آدمی کا کھانا چار کے لئے اور چار کا کھانا آٹھ آدمی کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

پس ایک حدیث میں تو یہ ہے کہ ایک کا کھانا دو کے لئے اور دو کا کھانا تین کس کے لئے اور تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسری حدیث میں دگنا کرتے چلے گئے۔

درactual بات یہ ہے کہ بعض گھرانے ایسے ہوتے ہیں جو اپنے کھاتے پیتے ہیں وہاں اگر ایک کس کا کھانا پکے تو دو کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور اگر چچ کس کا پکے تو بارہ کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کے مقابل بعض ایسے گھرانے ہوتے ہیں جہاں دو کے لئے کھانا پکے تو صرف تین کس کے لئے کافی ہو سکے گا اور بعض گھرانے ان کی نسبت بھی زیادہ غریب ہوتے ہیں۔ اگر وہاں تین آدمیوں کا کھانا پکایا جائے گا تو صرف چار کے لئے کافی ہو گا اور بعض گھرانے ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ جن میں آٹھ کا کھانا پکے تو نو کوہی کافی ہو۔

ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ کھانا کھلاو اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کوئی زائد خرچ کے بغیر تم خدا تعالیٰ کے اس حکم کی کس طرح تعیل کر سکتے ہو۔ تم جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہو۔ یا تو وہ ایسا ہو گا جس میں ایک کا کھانا دو آدمی کے لئے اور دو آدمی کا کھانا چار کے لئے اور چار آدمی کا کھانا آٹھ آدمی کے لئے کافی ہو گا۔

یا وہ ایسا طبقہ ہو گا جس میں دو آدمی کا کھانا تین کے لئے اور تین کا چار کے لئے کافی ہو گا۔ یا جس میں کہ چار آدمی کا کھانا پانچ آدمی کے لئے کافی ہو گا۔ مثلاً ایک عام مزدور کے گھرانے میں چار افراد ہیں۔ اور ان میں سے ہر شخص تین روٹیاں کھاتا ہے تو گویا اس کے گھر میں بارہ روٹیاں پکیں گی۔ اگر ان چار میں سے ہر ایک تین کی بجائے اڑھائی روٹیاں کھائے تو دو روٹیاں مستحق کے لئے نکل سکیں گی اس

طرح کوئی زائد خرچ نہ ہوا۔ اور ایک ضرورت مند کی ضرورت بھی پوری ہو گئی۔

تین کی بجائے اڑھائی روٹی کھانے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی آٹھی روٹی کم کھانے کے نتیجہ میں کوئی عارضہ یا تکلیف یاد کھلا حق ہو سکتا ہے کیونکہ عادتاً ہم لوگ ضرورت سے زیادہ ہی کھاتے ہیں۔ اس طرح نہ ہمیں کوئی زائد خرچ کرنا پڑتا ہے اور نہ ہمیں کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے لیکن ایک آدمی کا کھانا بھی ہم نکال لیتے ہیں۔

لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کون ہے وہ حاجت مند ہے ہم نے کھانا دینا ہے۔ اس کے لئے آپس میں تعلقات اور آپس میں پیار کے بڑھانے کی ضرورت ہے اور اپنی تنظیم کو اس طرح اخوت کی بنیادوں پر مضبوط کرنے کی ضرورت ہے کہ محلہ والوں کو معلوم ہو کہ آج فلاں گھرانہ کسی وجہ سے کھانا نہیں پکاسکا۔

اکثر گھرانے مزدوروں کے ہوتے ہیں جو روزانہ کماتے ہیں اور جو کماتے ہیں وہی کھاتے ہیں۔ اتفاقاً کسی گھرانے کا ذمہ دار شخص ایک یادووں کے لئے بیمار ہو جاتا ہے تو اگر محلہ والے اس سے پوری طرح واقف ہوں۔ تو ان کو معلوم ہو گا کہ آج فلاں شخص مسجد میں نظر نہیں آیا اس لئے وہ اسے دیکھنے جائیں گے۔ بیمار ہو گا تو اس کی عبادت کریں گے۔ اس طرح ان کو ثواب بھی مل جائے گا۔ پھر ان کو خود ہی خیال ہو گا کہ یہ بیمار ہے اسے اور اس کے گھر والوں کو کھانے کی ضرورت ہے۔

ان کے لئے کھانا مہیا کرنا چاہئے پر یہ یہ نہ محلہ یا سیکرٹری یا جس کی ڈیوبٹی لگائی جائے وہ دو تین گھروں میں جا کر کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ توفیق ہے اپنے بھائی کی مدد کے لئے دیدو۔ اسی طرح وہ گھرانہ بھوکا بھی نہیں رہے گا اور آپ کا بھی کوئی زائد خرچ نہیں ہو گا اور پھر خدا کی نگاہ میں آپ کتنے بڑے ثواب کے مستحق ہو جائیں گے۔

فَوَقُهُمُ اللَّهُ شَرِّ ذَلِكَ الْيَوْمِ (الْمَدْهُر: ۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایسے لوگوں کو اس دن کے شر سے محفوظ رکھوں گا اور نجات دوں گا اپنی رحمت سے نوازوں گا اور اپنی مغفرت کی چادر سے ان کو ڈھانپ لوں گا۔

پس ہمارے خدا نے ایک حکم دیا ہے ہمارے پیارے رسول محمد ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ متاجوں کو کھانا کھلاؤ اور ہم نے اس تاکیدی ارشاد پر عمل کرنا ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ احمدیوں میں عام طور پر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ کوئی احمدی بھوکانہ رہے لیکن میرا احساس یہ ہے کہ ابھی اس حکم پر کما حقہ عمل نہیں ہو رہا۔ اس لئے آج میں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدیدار ہے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے۔ اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکانہ نہیں سوتا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

اگر کسی وجہ سے آپ کا محلہ یا جماعت اس محتاج کی مدد کرنے کے قابل نہ ہو تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے اطلاع دیں میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق دے گا کہ میں ایسے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کر دوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ ایک بڑی اہم ذمہ داری ہے آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کو ہر وقت یاد رکھیں اور اس کے متعلق ہر وقت سوچتے رہیں کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر عمل کرنے سے بڑے خوشکن تناخ پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ قوم جس کے ہر فرد کو معلوم ہو کہ میری ذمہ داری ساری قوم نے اپنے سر پر اٹھائی ہوئی ہے۔ اس کے دل میں کتنا سکون اور کتنا اطمینان ہو گا اور اپنے رب کی حمد کے کتنے گھرے جذبات اس کے دل میں موجود ہوں گے اور اپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کتنی محبت جوش میں آئے گی؟؟؟ ایک پُر امن، پُر سکون، اخوت والا، محبت والا، پیار والا معاشرہ قائم ہو جائے گا جس پر دنیارشک کرنے لگے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ (آ مین)

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۷)



رمضان کے مہینہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہت سی برکتوں اور حکمتیں وابستہ ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۵ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ رمضان کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کرنا چاہئے۔
- ☆ رمضان کی برکت سے باقی سارا سال اللہ تعالیٰ دوسری نیکیاں کرنے کی بھی توفیق دے گا۔
- ☆ جب مومن کا دل شکر کے جذبات سے بھر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔
- ☆ تمام عبادات کو اس کی پوری شرائط کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔

تشہد، تعود اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پر نور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلِيَصُمِّمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعَذَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخْرَ ۖ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا وَاللَّهُ عَلَى مَا هَدَكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۗ وَإِذَا سَأَلَكُمُ الْعِبَادُ عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ طُاحِبٌ دُعْوَةُ الدَّاعِ إِذَا دُعِيَ لَا فَلِيُسْتَجِيبُوا إِلَيْيٍ وَلَيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (آل بقریٰ: ۱۸۶، ۱۸۷)

پھر فرمایا:-

ان دو آیات میں جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنے کے فوائد اور جن طریقوں سے وہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں ان کے متعلق ہمیں ایک حسین رنگ میں تعلیم دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ اسْ مِنْبَنِي کا نام اسلام سے قبل ناق تھا اسلام نے اس میبنی کو رمضان کا نام دیا ہے اور اس نام کے اندر اتنے وسیع معانی ہمیں نظر آتے ہیں کہ دل انہیں معلوم کر کے خدا تعالیٰ کے کمال قدرت کو دیکھ کر اس کی حمد کے جذبہ سے بھر جاتا ہے۔

رمضان کا لفظ رَمَضَن سے نکلا ہے اور جب ہم رَمَضَن کے مختلف معانی پر غور کرتے ہیں تو اس کے بہت سے معنی ایسے ہیں جن کا ماہ رمضان سے تعلق واضح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب عربی میں اَرَمَضَ الشَّمْسُ کہا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اَحْرَقَةٌ اسے جلا دیا۔ اس لفظ میں سوزش کا تصور پایا جاتا ہے۔ اگر کہا جائے اَرَمَضَ الرَّجُلَ تو اس کے معنی ہوتے ہیں اُوجَعَةٌ اس کو دکھ پہنچایا۔ تکلیف دی۔ جب ہم ان دو معانی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ماہ رمضان سے تعلق ہے۔ اس طرح پر کہ وہ لوگ جو

دین اسلام کے منکر ہیں یا اسلام میں تو داخل ہیں لیکن ان کے اندر روحانی کمزوری ہے۔ وہ اس مہینہ کو محض دکھ اور درد، بھوک اور پیاس اور بے خوابی کا مہینہ سمجھتے ہیں۔ انہیں اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا اور نہ ہی اس کی برکات سے وہ کوئی حصہ لیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے جو نیک اور مومن بندے ہیں وہ اس مہینہ کی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتے۔ **رمضان النصل** کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ تیر کے پھل کو، یا نیزے کے پھل کو یا چھری کے پھل کو پھر پر رکڑ کر تیز کیا۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندے اس مہینہ کے اندر اپنے سہام اللیل یعنی رات کے تیروں کو وجود عاول کی صورت میں آسمان کی طرف چلا رہے ہوتے ہیں تیز کرتے ہیں اس طرح ان تیروں کا اثر اس ماہ میں بڑھ جاتا ہے۔ اور ان کی کاٹ تیز ہو جاتی ہے۔ اور جن اغراض کیلئے ان تیروں کو استعمال کیا جاتا ہے وہ اغراض اس ماہ میں بطریق احسن حاصل ہو جاتی ہیں۔

پھر لغت میں **ترَمَضَ الصَّيْدَة** کا محاورہ بھی لکھا ہے۔ یعنی جنوئی شکاری شدت گرما کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ گرمی کے وقت اپنے شکار کی تلاش میں نکلا۔ گویا اللہ تعالیٰ کا مومن بندہ بھوک اور پیاس اور دوسری سختیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مطلوب کی تلاش میں نکلتا ہے۔ گرمی کی شدت یا تکلیف، یا بھوک اور پیاس، یا بے خوابی وغیرہ اس کے راستہ میں روک نہیں بن سکتیں۔ اور وہ جو کچھ تلاش کرتا ہے اس کا مفہوم بھی ہمیں اسی لفظ سے ہی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اس کا مطلوب ہر ن اور تیز کا شکار نہیں ہوتا چنانچہ **الرَّمَضُن** کے ایک اور معنی عربی میں **الْمَطْرُرِيَّاتِيُّ قَبْلَ الْخَرِيفِ فَيَجِدُ الْأَرْضُ حَارَّةً مُحْتَرِفَةً** (اقرب) ہیں یعنی وہ بارش جو گرمی کی شدت کے بعد اور موسم خزان سے پہلے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جب وہ نازل ہوتی ہے تو زمین پوری طرح تپی ہوئی اور جلی ہوئی ہوتی ہے لیکن جب وہ بارش نازل ہوتی ہے تو اس پیش کو دور کر دیتی ہے۔ اس جلن کو مٹا دیتی ہے اور سکون کے حالات پیدا کر دیتی ہے۔

تو یہاں سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مومن بندہ رمضان کے مہینے میں جنوئی شکاری کی طرح بھوک اور پیاس اور دوسری تکالیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے جس مطلوب کی تلاش میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رحمت کی بارش کے بغیر میرے دل کی جلن دوڑ نہیں ہو سکتی میرے اندر جو آگ لگی ہوئی ہے وہ بھجنہیں سکتی جب تک کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش نازل نہ ہو پس یہ تمام مفہوم لفظ رمضان کے اندر ہی پایا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایک ایسا مہینہ

ہے کہ میرے بندوں کو چاہئے کہ وہ راتوں کے تیروں (دعاؤں) کو تیز کریں اور جنونی شکاری کے جنوں سے بھی زیادہ جنوں رکھتے ہوئے میری رحمت کی تلاش میں نکل پڑیں تب میری رحمت کی تسکین بخش بارش ان پر نازل ہوگی اور میرے قرب کی راہیں ان پر کھولی جائیں گی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ - فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جو بہت ہی برکتوں والا ہے۔ کیونکہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا یا جس کے بارے میں قرآن کریم نے تعلیم دی یا جس میں قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا۔

أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے اندر تین باتیں بیان کی گئی ہیں:-

اول یہ کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں نزول قرآن کریم کی ابتداء ہوئی۔ احادیث اور دوسری کتب (تاریخ) سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان کے آخری حصہ میں قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ تو مہینے کا انتخاب اور پھر رمضان کے آخری حصہ کا انتخاب جو خداۓ تعالیٰ نے کیا وہ بغیر کسی حکمت اور وجہ کے نہیں ہو سکتا۔

دوسرے **أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ** کے یہ معنی بھی ہیں کہ اس کے بارے میں قرآن کریم نے تاکیدی اور تفصیلی احکام نازل کئے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کوئی حکم تاکید کے ساتھ نازل فرماتا ہے تو اس لئے نازل فرماتا ہے کہ اس حکم کو مجالاً کر بندہ اپنے رب کی بہت سی برکتوں کو حاصل کر سکے۔

تیسرا معنی اس کے یہ ہیں کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں کہ بار بار سارا قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ کیونکہ احادیث میں یہ امر بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ ہر رمضان کی پہلی رات سے آخری رات تک حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ پر نزول فرماتے اور اس وقت تک جتنا قرآن کریم نازل ہو چکا ہوتا۔ آپ سے مل کر اس کا دور کرتے۔ اس طرح وہ نازل شدہ قرآن آپ پر پھر ایک دفعہ بذریعہ نازل ہوتا اور ہر سال ایسا ہوتا تھا۔

بخاری میں یہ حدیث یوں درج ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَادُ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَادُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ۔
(بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ)

یعنی بنی کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخن تھے۔ آپؐ کی جود و حنا کو کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا تھا نہ پہنچا اور نہ ہی آئندہ بھی پہنچے گا۔ لیکن آپؐ کی یہ سخاوت رمضان شریف کے مہینے میں اور بھی بڑھ جاتی۔ اور وہ اس لئے کہ رمضان میں جبریل علیہ السلام نازل ہوتے فیڈارِ رَسُولُ الْقُرْآنَ اور آپؐ سے مل کر قرآن مجید کا دور کرتے۔

ان دنوں جب آنحضرت ﷺ آسمان سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو بارش کی طرح اترتے دیکھتے تو آپؐ کی سخاوت اور جود و کرم میں بھی ایک تیزی پیدا ہو جاتی اور آپؐ ان ہواں کی نسبت بھی جو موسلا دھار بارش لاتی ہیں زیادہ سخنی نظر آتے۔

اُنِّی لَ فِیهِ الْقُرْآنِ فرمائگر گویا یوں کہا کہ اے میرے بندو! دیکھو یہ رمضان وہ ہے کہ جب قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو اسی مہینے میں شروع ہوا۔ دوسرے گیارہ مہینے بھی تو تھے ان میں بھی نازل کیا جا سکتا تھا مگر خدا تعالیٰ نے اپنی بالغ حکمت اور اپنے کامل علم کی بناء پر نزول قرآن کریم کے لئے اسی مہینہ کو چنان اور اسی میں اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔

پھر کتنی تاکید کے ساتھ، کتنی حکمتیں بیان کرنے کے بعد اور کتنے دلائل دے کر اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا کہ رمضان کے مہینے میں روزے رکھو اور عبادات پر زور دتا الہی فضلوں کے تم وارث بنو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری نگاہ میں اس مہینے کی اتنی قدر ہے کہ میں ہر سال اس مہینہ میں جبریل کو بھیجنتا ہوں تاکہ وہ آنحضرت ﷺ سے مل کر قرآن کریم کا دور کرے۔

پس ان باتوں کو منظر رکھتے ہوئے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ کتنی برکتیں ہیں جن کا تعلق اس مہینہ سے ہے اور تمہیں کس قدر رکوش کرنی چاہئے کہ تم ان بركات سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کر سکو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن جو رمضان کے مہینے میں اتر نا شروع ہوا اور پھر بار بار اس میں نازل ہوتا رہا۔ یہ کوئی معمولی کتاب نہیں جس کے لئے اس مہینہ کو چنان گیا ہے۔ بلکہ ہُدًی لِلنَّاسِ یہ وہ پہلی کامل شریعت ہے جو تمام بني نوع انسان کے لئے بطور بدایت بھیجی گئی ہے۔

ہدایۃ کے ایک معنی اس الہی شریعت کے ہیں جو انبیاء اللہ اپنے ساتھ لے کر دنیا کی طرف آتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب رمضان کے مہینے میں اُتری ہے۔ ہُدًی لِلنَّاسِ یہ تمام بني نوع انسان کو قیامت تک بحیثیت ایک شریعت کاملہ فائدہ اور برکت پہنچاتی رہے گی۔

ایک معنی ہدایۃ کے یہ بھی ہیں کہ یہ کتاب بنی نوع انسان پر ٹھوٹی نہیں گئی بلکہ اس میں انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے مطابق لوگوں کو عبادات اور اعمالِ صالح بجالانے کا طریق بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ شریعت جو انسان کے لئے نازل کی گئی ہے وہ اس کی استعدادوں، صلاحیتوں اور قابلیتوں کو منظر رکھ کر نازل کی گئی ہے۔ اور قیامت تک انسان میں جو جوئی سے نئی قابلیتیں پیدا ہوتی رہیں گی وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ ہم عالم الغیب ہیں۔ اس لئے آج کے انسان سے لے کر اس آخری انسان تک جو اس دنیا میں پیدا ہوگا۔ اور ملکِ عرب سے لے کر تمام ان ملکوں کی اقوام تک جو اکنافِ عالم میں آج موجود نہیں یا آئندہ پیدا ہوں گی ان سب کی صلاحیتوں اور استعدادوں کو منظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ عظیم الشان کتاب بنی نوع انسان کے ہاتھ میں دی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ قرآن ہے۔ اتنا عظیم الشان قرآن کہ جس کا تعلق ہم نے ماہِ رمضان کے ساتھ بڑی مضبوطی سے قائم کر دیا ہے۔

پھر ہدایۃِ لِلنَّاسِ میں یہ بھی فرمایا کہ قرآن کریم صرف انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے مطابق ہی نہیں بلکہ اس میں ایک یہ بھی خوبی پائی جاتی ہے کہ ہندے کی ہدایت کو درجہ بدرجہ بڑھاتا چلا جاتا ہے کیونکہ جس طرح ایک طالب علم پہلی جماعت کا نصاب ختم کرنے کے بعد اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ دوسری جماعت میں بیٹھے اور دوسری جماعت کا نصاب ختم کرنے کے بعد وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ تیسرا جماعت میں بیٹھے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے جو نیک بندے ہیں جب وہ ہدایت کے ایک درجہ پر پہنچتے ہیں اور الہی احکام کو بجالاتے ہوئے اپنے آپ کو اس قابل بنالیتے ہیں کہ اس درجہ کی ہدایات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درجہ کو اور بلند کر دیتا ہے اور ہدایت کی نئی راہیں ان پر کھولتا ہے۔ تو ہدایت کے معنوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مزید ہدایت کی جو خواہش یا استعداد پیدا ہو جاتی ہے اس کے مطابق مزید ہدایت کے سامان بھی اس میں موجود ہیں۔

پس فرمایا کہ یہ کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ صرف ایک دفعہ ہدایت دے کر پھر پیچھے ہٹ کر کھڑی نہیں ہو جاتی بلکہ ہمیشہ تمہیں اس کی ضرورت رہتی ہے۔ جتنی جتنی تم ایمان اور عرفان میں ترقی کرتے جاتے ہو۔ قرآن کریم تمہیں اس سے آگے ہی راستہ دکھاتا چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہاری انتہائی منزل ابھی نہیں آئی۔ آؤ میں تمہیں اس سے بھی آگے لے جاؤ۔ پھر وہ تمہارا ہاتھ

پکڑتا ہے اور اگلی ہدایات کی طرف را ہنمائی کرتا ہے اور اپنے قرب کی نئی را ہیں تم پر کھولاتا ہے۔ تو فرمایا کہ اتنی عظیم الشان کتاب کو ہم نے رمضان شریف میں نازل فرمایا ہے۔ ہڈی لِلنَّاسِ میں ایک بڑا زبردست دعویٰ پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اب یہی ایک کتاب ہے جس پر عمل کر کے تمہارا انجام بخیر ہو سکتا ہے اور تم جنت موعودہ کو پا سکتے ہو۔

دنیا کی دوسری تعلیمیں فاسفیا ہے ہوں یا نہ ہی، ان کے اندر کچھ ایسی باتیں تو ضرور پائی جاتی ہیں کہ جن پر عمل کر کے ہم اس دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں لیکن یہاں فرمایا کہ قرآن کریم کے علاوہ دنیا میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں جو انسان کی ضرورتوں کو اس طور پر پورا کر سکے کہ اس کی آخری زندگی بھی اس کیلئے جنت بن جائے۔ یہ صرف قرآن کریم ہی ہے جس کے ذریعہ انسان کا انجام بخیر ہوتا ہے اور اس کو جنت نصیب ہوتی ہے۔

پھر فرمایا وَبَيْنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ یعنی جب قیامت تک تمام بني نوع انسان کے لئے یہ قرآن مجید ہدایت ہے۔ اور دوسری جگہ ہمیں اسلامی تعلیم میں یہ بھی ملتا ہے کہ انسان اس دنیا میں سلسلہ بعد نسل ہر لحاظ سے ترقی کرتا چلا جائے گا۔ اس کا علم بھی، اس کی عقل بھی اور اس کا انداز فکر بھی ترقی کی راہ پر چلتا چلا جائے گا۔ تو آخر ایسا زمانہ آجائے گا کہ جب انسان یا انسانوں میں سے اکثر حصہ محسن دین العجائز پر قانون نہیں رہے گا بلکہ وہ کہے گا کہ ہم نے مان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور کہ اس پر ہمیں عمل بھی کرنا ہے لیکن ہمیں تسلی نہیں جب تک کہ ہمیں اس حکم کی حکمتیں نہ بتائی جائیں اور دلائل نہ سمجھائے جائیں وغیرہ وغیرہ گویا اس میں ایک پیشگوئی بھی مضمیر نہیں۔

تو فرماتا ہے کہ اس تعلیم میں جہاں جہاں دعوے پیش کیا گیا ہے اس کے عقلی دلائل بھی پیش کردیئے گئے ہیں جہاں کہیں حکم دیا گیا ہے ساتھ ہی اس کی حکمتیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ انسانی دماغ خواہ ترقی کی کتنی منازل طے کرتا چلا جائے خواہ کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ جائے۔ بہر حال وہ قرآن کریم کا محتاج رہے گا۔

وَالْفُرْقَانِ اور اس قرآن میں ایسے نشانات اور دلائل رکھے گئے ہیں جو حق اور باطل کے درمیان امتیاز قائم کر دیتے ہیں حتیٰ کہ کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا جیسا کہ خود انہی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا ذکر کیا ہے یا ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے سامنے باطل ٹھہری نہیں سکتا۔

الغرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان میں روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم سہام اللیل (دعاؤں) کے بچلوں کو تیز کرو اور اپنے مطلوب (رضاء الہی) کی تلاش میں نکلو۔ پیاس اور بھوک کو برداشت کرو۔ اور بے خوابی کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھو۔ کیونکہ یہ ایسا برکتوں والا مہینہ ہے کہ جس میں قرآن کریم جیسا کلام الہی نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے فَمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلِيُصُمُّهُ تم میں سے جو شخص بھی بلوغت۔ صحت اور حضر میں یہ ماہ پائے وہ اس کے روزے رکھے۔

شہد کے ایک معنی ہیں عَابِسَةٌ وَاطْلَعَ عَلَيْهِ کہ اس کا معاشرہ کیا اور اس پر اطلاع پائے۔ یعنی ہم نے جو اس روزہ کی حکمتیں بیان کی ہیں۔ اگر تم ان کا اچھی طرح مطالعہ کرو اور ان پر اطلاع پاؤ تو پھر تمہیں اس ماہ کے روزے پوری طرح اور مقرر کردہ شرائط کے مطابق رکھنے چاہئیں بلکہ تم خود بخود اس کے روزے رکھو گے سوائے اس کے کہ کوئی روحانی کمزوری تم میں موجود ہو۔

آے گے فرمایا يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تیغی نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو تنگیاں تمہیں نظر آتی ہیں کہ صحیح سے شام تک کھانا پینا چھوڑنا جس کی وجہ سے بھوک اور پیاس لگتی ہے۔ پھر سخت گرمی کے موسم میں اور سخت سردی کے موسم میں کچھ اور تکالیف پیش آتی ہیں۔ فرمایا یہ جو تکالیف تمہیں پیش آتی ہیں یہ محض عارضی اور واقعی ہیں۔

انتا پیارا خدا اتنا پیارا رب جس نے قرآن کریم حسی اعلیٰ تعلیم تم پر نازل کی اور بے شمار دنیوی نعمتوں سے تمہیں محض اپنے فضل سے نوازا، وہ ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ وہ تمہیں ان تکالیف میں اس لئے بتلا کرے کہ تمہیں دکھ پہنچائے۔ نہیں بلکہ وہ تو تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے کیونکہ اگر تم ان خفیف سی وقتی تکالیف کو برداشت کر لو گے تو ان کے بد لے میں وہ تمہیں وہ انعام اور اکرام سخنش کا کہ انہیں پا کر تمہیں یہ دکھ، دکھ ہی نظر نہ آئے گا۔ پھر فرمایا وَلَتُكُمُلُوا الْعِدَّةَ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ ہم نے تم پر روزے فرض کئے تو یہ حکم بھی دیا کہ سارے رمضان کے روزے رکھوتا کہ تم اس کی گنتی کو پورا کرو۔ اگر صرف یہ حکم ہوتا کہ روزے رکھو تو کوئی بیس دن کے روزے رکھتا۔ کوئی دس دن کے، کوئی رمضان کے مہینے میں رکھتا کوئی دوسرا مہینوں میں۔

پس ہم نے رمضان میں روزے رکھنے کا اس لئے حکم دیا تاکہ اُمت مسلمہ ساری کی ساری اس سارے مہینے میں روزے رکھے اور ان اجتماعی برکات سے فائدہ اٹھائے جو اجتماعی عبادات سے تعلق رکھتی ہیں۔

دوسرے اس کے معنی یہ ہیں اور یہ زیادہ لطیف ہیں کہ جو زندگی تمہیں دی گئی ہے اسے تم پورا کرو۔ اس کا کمال تمہیں حاصل ہو۔ اس میں اشارہ ہمیں بتایا کہ اگر کسی شخص کے پاس مثلاً سو روپیہ ہے۔ اگر اس میں سے بیس روپے گم ہو جائیں یا چوری ہو جائیں اور باقی وہ خرچ کرے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس نے تمام سو روپیہ خرچ کیا ہے کیونکہ اس کے پاس خرچ کرنے کے لئے تو صرف اسی روپے رہ گئے تھے سو کا سو روپیہ وہی خرچ کرتا ہے جس کے پاس وہ سو کا سو روپیہ موجود بھی ہو۔

فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو ہم نے ایک پیانہ کے مطابق عمر دی ہے اور ہم نے تم پر دینی فرائض اس لئے واجب کئے ہیں تاکہ تم اپنی عمر کو پوری طرح گزار سکو اور اس کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ ایک شخص کی عمر سو سال ہوا س میں سے ۲۰ سال اس نے دنیا کی ہلو عجائب میں ضائع کردئے ہوں تو حقیقتاً اس نے سو سال کی زندگی نہیں گزاری کیونکہ بیس سال اس نے مردہ ہونے کی حالت میں گزارے ہیں۔ سو سال کی عمر پانے والا سو سال کی زندگی اسی صورت میں صحیح طور پر گزارتا ہے جس صورت میں کہ اس نے ساری زندگی اپنے اللہ کی اطاعت میں گزاری ہو۔ جس شخص نے اپنی زندگی کے چند بخات یا زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے پہلو تھی کرتے ہوئے، اس سے منہ موڑتے ہوئے، نیک نیتی اور اخلاق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے گزارا ہوا س کی عمر کا وہ حصہ ضائع ہو گیا۔ اور نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اپنی پوری عمر جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی تھی وہ حقیقتاً اس نے اس دنیا میں گزاری کیونکہ یہاں کی پیدائش کا ایک مقصد ہے اور جو حصہ عمر اس مقصد کے خلاف خرچ ہوتا ہے وہ عمر ضائع جاتی ہے۔

پس فرمایا کہ اگر تم ماہ رمضان کی برکات سے پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہتے ہو اور اس کے لئے اپنی عمر کو خرچ کرتے ہو تو دیگر برکات کے علاوہ تمہیں ایک یہ برکت بھی حاصل ہو گی کہ تمہیں اللہ تعالیٰ دوسرا نیکیاں کرنے کی بھی توفیق دے گا اور اس مہینہ کے بعد جو گیارہ ماہ اور تمہاری زندگی میں آنے والے ہیں وہ بھی حقیقی معنی میں تم خدا کی راہ پر خرچ کرنے والے ہو گے۔

تو جو شخص رمضان شریف کو نیک نیتی اور اخلاق کے ساتھ گزارتا ہے تو بقیہ سال کے گیارہ مہینوں میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کی توفیق پاتا ہے اور اس طرح اس کی ساری زندگی نیکیوں میں گزرتی ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی ساری عمر اس مقصد کے لئے گزاری جس کیلئے اسے پیدا کیا گیا تھا۔

وَلِتُسْكِرُوا اللَّهُ عَلَى مَا هَدَأْنَا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس مہینہ میں میں تم پر اتنی روحانی نعمتیں

اور کہتیں نازل کروں گا کہ تم اپنے آپ کو مجبور پاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان کرتے پھر وہ اور پھر تم قربانی کے ہر موقع کو تکلیف اور دکھنیں سمجھو گے بلکہ فضل الہی جانو گے وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور یہ فضل تم پر اس لئے بھی نازل ہوں گے کہ تمہارے دل اس کے شکر سے بھر جائیں اور جس مونی کا دل اس کے شکر سے بھر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ اور وہ اس کے لئے شروع ہو جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَازِيْدَنُكُمْ (ابراهیم: ۸) یعنی میرا شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔

پس جب اللہ تعالیٰ کا انعام نازل ہوا اس لئے کہ اس نے ہماری حقیری کو شکر کو قبول فرمایا تو اس کے نتیجہ میں ہمارے دل میں شکر کے جذبات پیدا ہوئے فرمایا لَازِدَنَّكُمْ کہ میں تمہیں اور نیکیوں کی توفیق بخشنوں گا۔ پھر اس کی وجہ سے اور شکر کے جذبات پیدا ہوں گے۔ گویا اس طرح ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اسی تسلسل اور ملخصانہ نیت کی وجہ سے آخری زندگی محدود اعمال کے باوجود ابدی زندگی ہو جائے گی۔

پھر فرمایا۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادٍ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيبٌ كہ جب میں نے اپنے بندوں کو یہ بتایا کہ تم پر پڑے انعامات نازل ہوں گے بڑا فضل نازل ہو گا اور تم خدا کے مقرب بن جاؤ گے تو اس پر میرے بندے کہیں گے کہ ہمارا رب تو محض کبریائی ہے۔ محض پاکیزگی ہے۔ رفیع الدرجات ہے۔ تمام صفات حسنہ سے متصف ہے کمال تام اسی کو حاصل ہے اور وہ اتنا ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اس کی رفتتوں تک ہمارا تخلیل بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اس کی رفتتوں کی کوئی انتہا ہے۔ لیکن جب ہم اپنے کو دیکھتے ہیں تو اپنے کو خطا کار، گنہگار اور نہایت ضعیف پاتے ہیں۔ اس طرح ہمارے درمیان اور ہمارے رب کے درمیان لامتناہی فاصلے یا نہ چلتے ہیں۔ کیا ہماری حقیر کوششوں کے نتیجہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے؟

فرمایا۔ جب میرے بندے تھے سے اس معاملہ کے متعلق سوال کریں تو تم انہیں کہہ دو کہ بے شک تم کمزور بھی ہو۔ تم گنہگار بھی ہو۔ تم خطار کا رجھی ہو۔ میں تمام بلند یوں کامال ک اور تمام فعیلیں میری طرف ہی منسوب ہوتی ہیں لیکن میری ایک اور صفت بھی ہے اور وہ یہ کہ انَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الْمُذْنُوبَ جَمِيعًا (الزمر: ۵۷) کہ اگر میں چاہوں تو مَالِكُ يَوْمِ الدِّينِ ہونے کی وجہ سے اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو بخش بھی دیا کرتا ہوں اور جب گناہ میری مغفرت کی چادر کے نیچے چھپ جائیں تو پھر میرے اور

تمہارے درمیان جو گناہوں کے فاسدی ہوں گے وہ مٹ جائیں گے اور میں خود آسانوں سے اتروں گا اور تمہارے قریب آ جاؤں گا اور تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا۔ **أَجِيبُ دُعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ** اور اس کی علامت یہ ہو گی کہ تم دعا کرو گے تو میں اسے قبول کرلوں گا تاکہ دنیا یہ نہ کہہ سکے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا جو قرب حاصل ہے وہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی برکت سے حاصل ہوا ہے یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اس قرب کی دلیل مہیا کرنے کیلئے میں تمہاری دعاوں کو قبول کرلوں گا تاکہ دنیا یقین کر لے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ تم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو۔ واقعی سچا ہے۔ اگر تم گریہ وزاری اور عجز و انکسار اور تنزل کے ساتھ میرے سامنے جھکتے رہو گے تو دنیا **أَجِيبُ دُعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ** کے نثارے بھی دیکھتی چلی جائے گی۔

دعا اور قبولیت دعا کے متعلق ہمیں یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہمارا رب ہماری دعا میں قبول تو کرتا ہے لیکن اپنے فضل اور اپنی مرضی سے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ ہمارا غلام ہے (**نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ**) اس کا فرض ہے کہ ہماری دعا کو اس رنگ میں قبول کرے جس رنگ میں کہ ہم چاہتے ہیں۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ وہ تمام طاقتلوں کا مالک ہے اور وہ محض اپنے فضل سے نہ کہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے ہمارے لئے قرب کی را ہیں کھولتا ہے اور ہماری دعاوں کو قبول کرتا ہے۔ چونکہ وہ علام الغیوب ہے۔ ہم نہیں جانتے مگر وہ جانتا ہے کہ جو دعا ہم اپنے لئے جس رنگ میں مانگ رہے ہیں وہ ہمارے لئے اچھی بھی ہے یا نہیں۔ تب بعض دفعہ وہ ہماری دعاوں کو قبول کرتے ہوئے ہمارے لئے خیر کی را ہیں اس طرح کھول دیتا ہے کہ جو ہم نے ماں گا تھا وہ نہیں دیتا اور جو ہم نے نہیں مانگا تھا وہ ہمیں دے دیتا ہے۔

پھر وہ ہمارے اخلاص اور محبت کے دعویٰ کی آزمائش بھی کرتا ہے کہ کیا ہم اپنے دعویٰ میں سچے بھی ہیں یا نہیں۔ پھر بسا اوقات ہماری دعا اور قبولیت دعا کے درمیان بڑا زمانہ گزرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمد یہ میں اس کے متعلق ایک بڑا طیف نوٹ دیا ہے۔ فرمایا:-

”غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء پر ابتلاء آتے ہیں اور ایسے ابتلاء بھی آ جاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج، سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوبیوں سو نگتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس کے

بعد نصرت آتی ہے اور ان اپلاوں کے آنے میں پھر یہ ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔

پھر فرمایا فلیسْتَجِیْوَا لِیٰ کہ دعا کا نشان دیکھ کر مومن بندوں کو یقین کر لینا چاہئے کہ میں نے جو احکام بھی ان کے لئے آسمان سے نازل کئے ہیں وہ ان کی بہتری کے لئے ہی ہیں۔ وَلَیُؤْمِنُوا بِیٰ چاہئے کہ وہ میری توحید پر ایمان لا سکیں اور میری صفات کی معرفت حاصل کریں اور تخلق با خلاق اللہ کی طرف وہ متوجہ ہوں اور اس کی توفیق انہیں صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ کہ وہ ہدایت پر استقامت سے قائم ہو جائیں۔

رشد کے معنی میں نیکیوں پر دوام اور یہ بڑی ضروری چیز ہے جو شخص چند روزہ نیکیوں کے بعد پھر اپنی زندگی کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت میں گزارتا ہے وہ اس کے فضلوں کو بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے رشد کی ضرورت ہے اور رُشد کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ہدایت پا گیا اور اس پر قائم رہا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے ہدایت کے سامان بھی مہیا فرمائے ہیں اور پھر تم ماہ رمضان میں قبولیت دعا کے نمونے بنھی دیکھتے ہو لیکن اگر تم مستقل طور پر میری اطاعت کو اختیار نہیں کرو گے تو میرے فضل بھی تم پر مستقل طور پر نازل نہیں ہوں گے اور نہ ہی تمہارا انجام بغیر ہو گا۔ انجام بغیر اسی کا ہوتا ہے جو اپنی زندگی کے آخری سالوں تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ہو اپنی گردن پر رکھ۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان دو چھوٹی سی آیات میں جو حکمت اور ہدایت کی باتیں بتائی ہیں اس سے جو نتیجہ نکلتے ہیں ان میں سے اول تو یہ ہے کہ رمضان شریف کا قرآن مجید کے ساتھ بڑا گھر اعلق ہے اس لئے رمضان شریف میں تلاوت قرآن مجید بڑی کثرت سے کرنی چاہئے۔ ہمارے بعض بزرگ تو ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنی ساری عمریں نبی کریم ﷺ کی احادیث کے جمع کرنے میں گزار دیں۔ لیکن جب رمضان آتا تو وہ حدیث کا سارا کام بستوں میں لپیٹ دیتے اور کہتے کہ اب یہ قرآن مجید پڑھنے کا مہینہ ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے کئی ایک تو ایک ایک دن میں قرآن کریم کا دور ختم کرتے یعنی رمضان شریف کے ایک مہینے کے اندر وہ تمیں دفعہ قرآن کریم کو پڑھتے۔

دوسری بات یہ کہ جب قرآن ہڈی لِلنَّاسِ ہے۔ اور اس میں بیانات ہدایت بھی درج ہیں اور پھر وہ الفرقان بھی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم تلاوت کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیات پر غور

کریں اور فکر اور تدبیر سے کام لیں اور ساتھ ہی دعا بھی کریں کہ اے اللہ! ہمیں علم قرآن عطا کراو اس کے حقیقی معنی سمجھا۔

تیسرا بات جو بیان ہوئی ہے۔ وہ فلیٰ صنمہ ہے۔ کہ اس مہینے کے روزے رکھے۔ یا ایک حکم ہے۔ کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مسلمان کا اتنا تو ایمان ضرور ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اور اس میں روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اس لئے روزے رکھنے چاہئیں۔

چوتھی بات یہ کہ جو شخص سفر پر ہو یا بیمار ہو تو وہ اتنے دن کے روزے رکھنے بعد میں رکھے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جو سفر پر ہو یا بیمار ہو اور وہ روزے نہ رکھ سکے تب وہ ان روزوں کو پورا کرے۔ تو ان الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے بیماری میں روزہ رکھ لیتا ہے یا سفر میں روزہ رکھ لیتا ہے تو قرآن کریم کی اس آیت پر تبھی وہ کار بندہ رہ سکتا ہے کہ ان روزوں کے باوجود کسی اور وقت میں روزے رکھے۔ کیونکہ قرآن کریم نے تو یہ کہا ہی نہیں کہ روزے چھوٹیں تب اور وقت میں روزے رکھو۔ قرآن کریم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ جو دن رمضان کے ایسے آئیں جن میں تم بیمار ہو یا سفر میں ہو تو ان دنوں کے روزے تم نے دوسرا دنوں میں رکھنے ہیں۔ مگر بہانہ جو بھی نہیں بننا چاہئے بات یہ ہے کہ سفر کے متعلق بعض لوگ کہہ دیتے ہیں ”جی آج کل دے سفردا کی اے۔ بڑا آرام ہے ریل وچ بیٹھے ایتھوں او تھے پہنچ گئے“، لیکن اگر روزہ رکھنا عبادت ہے۔ تو عبادت خواہ جو نی بھی ہو۔ اسے ہم نے اس کی پوری شرائط کے مطابق ادا کرنا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کا پڑھنا، نوافل ادا کرنا، رات کو جا گنا، دن کو بھوکے اور بیاسے رہنا۔ پھر بری عادتوں کو چھوڑنا اور کئی نیکیوں کے کرنے کا اپنے رب سے وعدہ کرنا۔ وغیرہ کئی چیزیں ہیں جن کا تعلق رمضان کے مہینے سے ہے۔ سو اگر رمضان کی عبادت کما حقہ ہم نے ادا کرنی ہے تو یعنی بات ہے کہ چاہے ریل کا سفر ہو۔ یا ہوائی جہاز کا ہم اس عبادت کو سفر میں یا بیماری میں کما حقہ، ادا نہیں کر سکتے۔ ایک شخص بیماری کی وجہ سے مثلاً نوافل ادا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی رات کو دعا کرنے کا موقع پاتا ہے۔ تو ایک طرح اس نے اس عبادت سے پوری طرح فائدہ نہ اٹھایا صرف بھوکا پیاسا رہنا ہی تو روزے کا مقصد نہیں کہ صحیح کسی کو اس کے گھروالے اٹھائیں۔ یا سوئے سوئے اس کے منہ دودھ کا پیالہ یا ہارکس کا ایک گلاس ڈال دیں اور پھر وہ لیٹ جائے۔ اور سارا دن سوتا رہے اور پھر شام کے وقت اس کو

انظاری کے لئے اٹھا دیا جائے۔

یہ کوئی روزہ نہیں نہ یہ رمضان کی عبادت کھلائے گی بہر حال بہانہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔ کسی طرح روزے کو چھوڑ دیا جائے۔ بیماری کے متعلق تو بہانہ بنانا آسان ہے اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے یہ صرف ڈاکٹر ہی فیصلہ دے سکتا ہے۔ کہ یہ بیماری ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے روزہ چھوڑا جائے۔ بعض بیمارا یسے ہوتے ہیں کہ بظاہر چنگے بھلے معلوم ہوتے ہیں چلتے پھرتے بھی ہیں لیکن ڈاکٹر یہ فیصلہ دے دیتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ مثلاً ایک شخص بلڈ پریشر کا بیمار ہے۔ اور ڈاکٹر کے نزدیک اس کا روزہ رکھنا اس کے لئے خطرناک ثابت ہو جائے وہ چلتا پھرتا ہو گا۔ باقیں بھی کرتا ہو گا۔

اسی طرح بعض ایسی بیماریاں بھی ہو سکتی ہیں کہ ڈاکٹر یہ فیصلہ دے۔ کہ اس بیماری میں روزہ رکھنا مضر نہیں بلکہ مفید ہو گا۔

پس ہمیں بہانہ بناؤ کہ روزہ نہ چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز منع نہیں اور نہ کسی کی حالت چھپی ہوئی ہے۔ ہم اس کے ساتھ فریب یا چالاکی سے کام نہیں لے سکتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان سے جو کل شروع ہو گا اور اس کی برکات سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق بخشنے اور جب اس کی رحمت جوش میں آئے۔ تو ہمارے گناہوں کی طرف وہ نہ دیکھے۔ بلکہ اپنی رحمت کے جوش میں ہم پر رحمت کے بعد رحمت فضل کے بعد فضل اور برکت کے بعد برکت نازل کرتا چلا جائے۔ اور وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی عبادت پر استقامت کے ساتھ قائم رہیں اور ہمیں ثبات قدم عطا فرمائے۔ اور ایک دفعہ ہمارے دلوں میں اپنی محبت کی چگاری جگا کر پھر اسے کبھی نہ بجھنے دے بلکہ یہ آگ بڑھتی ہی چلی جائے۔ اے اللہ! ایسا ہی کر! آ میں۔

(روزنامہ افضل مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۶ء)



روزوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ
ہماری زندگی اس اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہونی چاہئیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء، مقام بیت مبارک - ربوہ)



- ☆ قرب کی راہوں اور شریعت کے اصول کی تعین آسمان سے وحی کے ذریعہ کی جاتی ہے۔
- ☆ ترقیات کیلئے ضروری ہے کہ فرائض کو اپنی زندگی کا مقصود اور مطلوب ٹھہرایا جائے۔
- ☆ نوافل کے ذریعہ مقامِ محمود کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔
- ☆ روزے کی حکمت اور اصل غرض یہ ہے کہ انسان اپنی گردن خدا کی مرضی کے جوئے تلے رکھ دے۔
- ☆ رمضان میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم کریں۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ آج میں ماہ رمضان کی عبادات فرائض اور نوافل کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے۔

أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةُ الصَّيَامِ الرَّفِثُ إِلَى نِسَاءِ كُنْ هُنَّ لِبَاسٍ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٍ لَهُنَّ عِلْمُ اللَّهِ
أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَحْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَاهُنُّكُمْ فَالثُّنَنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَسَبَ
اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبْيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبِيْضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ
اتَّمُوا الصَّيَامَ إِلَى الظَّلَلِ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَانْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ الدُّلَلِ فَلَا
تَقْرِبُوهَا كَذَلِكَ يُسِّينُ اللَّهُ أَيْتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔ (البقرہ: ۱۸۸)

اس آیہ کریمہ میں روزہ کے متعلق ایک بڑے حسین پیر ایہ میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں صوم (روزہ) کے کہتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں روزہ رکھنے کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانے کی اجازت ہے۔

عرب کے دستور کے مطابق اور ان کے خیال کی رو سے روزے کے دنوں میں ایسا فعل رات کو بھی جائز نہیں خیال کیا جاتا تھا فرمایا وہ تمہارے لئے ایک قسم کا لباس ہیں۔ یعنی تقویٰ کا ایک پیر ہن تم ان کے ذریعہ حاصل کرتے ہو۔ اسی طرح تم بھی ان کے لئے تقویٰ کا پیر ہن ہو۔ گویا تم ایک دوسرے کے لئے تقویٰ اللہ کے بعض تقاضوں کے پورا کرنے کا ذریعہ بنتے ہو۔

اس کے بعد فرمایا علِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَحْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ (الایہ) کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفوسوں کی حق تلفی کرتے تھے یعنی تلفی کرنے کے معنی نئے ہیں۔ کیونکہ پہلی بار غالباً حضرت مصلح

موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر صخیر میں یہ معنی بیان فرمائے ہیں۔ ورنہ پہلے مفسراں کا کچھ اور ہی ترجمہ و تفسیر کیا کرتے تھے۔

تو فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے نفوس کی حق تلفی کرتے تھے اور جہاں تک تسلکین نفس کی تمہیں اجازت دی گئی ہے۔ تم اس سے بھی پر ہیز کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے فضل سے اپنا یہ حکم تمہارے لئے کھوں کر بیان کر دیا۔ اور عَفَا عَنْكُمْ اس طرح تمہاری حالت کی اصلاح کر دی اور تمہاری عزت کے سامان کر دیئے۔

یہاں خدا تعالیٰ نے ایک بنیادی اصول کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں کی تعین اگر بندہ اپنے طور پر کرنے لگے۔ تو وہ اپنے حقوق بھی تلف کر جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق کا تو کہنا ہی کیا۔ اس لئے دین کے معاملہ میں یہ ضروری تھا کہ قرب کی راہوں اور شریعت کے اصول کی تعین آسان سے وحی الہی کے ذریعہ کی جائے۔ ورنہ انسان غلطیاں کرے گا۔ اور اپنے بھی اور دوسروں کے حقوق بھی تلف کر دے گا۔

تو فرمایا فَالْئِنْ بَاسِرُوهُنَّ اسی لئے ہم نے تمہارے حقوق کی حفاظت کے لئے اس شریعت کو نازل کیا ہے اور تمہارے فائدے کے لئے ہی سب احکام اٹارے گئے ہیں۔ پس اب تم بلا خوف لَوْمَةً لَأَئِمَّمِ اپنی بیویوں کے پاس جاؤ۔ وَابْتَسُغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کیا ہے۔ اس کی جستجو کرو۔

وَابْتَسُغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ کے دو اور معنی بھی ہیں۔ اول بعغی کے معنی طلب کرنے کے ہوتے ہیں اور کتاب ان فرائض کے مجموع کو کہتے ہیں جو وحی کے ذریعہ بطور شریعت انسان کو دیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ تم روزے اس نیت سے رکھو۔ یا یہ کہ ہم نے روزوں کو تم پر اس لئے فرض کیا ہے کہ تا تم یہ سبق سیکھو کہ کتاب اللہ (یعنی آسمانی شریعت) کو اور اس کے تمام احکام کو اپنا مطلوب بنانا ہے۔ گویا وَابْتَسُغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض تمہارے لئے مقرر کئے ہیں۔ ان کو اپنا مطلوب اور مقصود بناؤ۔ (اس کی قدرے زیادہ تفصیل میں آئندہ جا کر بیان کروں گا۔ جہاں روزہ کی حکمت بیان کی جائے گی)۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کے دو حصے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان اس بنیادی اصل کو اللہ

تعالیٰ نے بیان فرمادیا۔ کہ ہم نے روزے کو اس لئے فرض کیا ہے تا تم یہ سمجھ لو اور خوب پہچان لو کہ تمہاری ترقیات کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم سب فرائض کو اپنی زندگی کا مقصود اور مطلوب ٹھہراو۔ ابستغاء کا ایک اور مفہوم بھی چسپاں ہو سکتا ہے۔ وہ مفہوم ہے تجاوز کر جانا۔

یہ تجاوز کبھی رہوتا ہے کبھی اچھا یہ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو یہاں فرمایا وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ کہ اگر تم مقامِ محمود کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو فرائض تک ہی نہ ٹھہر جانا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھنا اور نوافل کے ذریعہ مقامِ محمود کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ اسی لئے رمضان کے روزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت سے نوافل جیسا کہ میں بعد میں بتاؤں گا بیان فرمادیئے ہیں۔

تو وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ کے تیرے معنی یہ ہیں کہ تم فرائض کے علاوہ نوافل کی طرف بھی متوجہ رہنا۔ اس کے بغیر تمہیں مقامِ محمود حاصل نہیں ہو سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہیں صح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے اس کے بعد صح سے رات تک روزوں کی تینکیل کرو۔

ماہِ رمضان کے ساتھ جو فرض تعلق رکھتا ہے وہ ہے روزہ رکھنا۔ اب یہاں ہمیں یہ بتایا کہ روزہ صح سے لے کر شام تک رکھنا ہوگا اور اس روزے کے وقت میں جہاں کھانے پینے سے رُکنا ہوگا وہاں جنسی تعلقات سے بھی احتراز ضروری ہوگا۔

ہر مومن بالغ اور عاقل کے لئے ضروری ہے کہ وہ روزہ رکھ کر اگر وہ بغیر جائز عذر شرعی روزہ نہیں رکھے گا تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک آنہنگا رٹھہرے گا۔

یہاں میں یہ بتادیباً ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے کھانے کو آخری وقت میں زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اور افطاری کو پہلے وقت میں۔ زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ تَسَحَّرَ نَامَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قُلْثُ كُمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُورِ قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ آية (بخاری باب قدر کُمْ بَيْنَ السَّحُورِ وَصَلَاةَ الْفَجْرِ)

رمضان کے مہینے میں ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ اس کے بعد آپ نماز فجر کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ سحری کے کھانے اور نماز صح کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے کہا بس اتنا ہی جس میں قرآن کریم کی پچاس آیات پڑھی جا سکتی ہوں (یہ بھی ایک بڑا

پیارا طریق بیان ہے کہ وقت کو منشوں کی بجائے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کا کتنا عشق تھا؟

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت بلاں محتاط قسم کے آدمی ہیں ابھی پونہیں پھوٹی کہ اذان دینے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے جب بلاں اذان دے رہا ہو تو کھانا پینا نہ چھوڑا کرو اور انتظار کیا کرو کہ حضرت ابن امّ مکتوم (جو ایک نابینا صحابی تھے) اذان دیں وہ اسی وقت اذان دیتے تھے جب انہیں چاروں طرف سے آوازیں آتیں کہ فخر ہو گئی ہے۔ اذان دو۔ ان کی اذان کی آواز جب کان میں پڑے تو پھر سحری چھوڑ دو۔

کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ ان دونوں اذانوں میں کتنا فرق تھا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اتنا ہی فرق تھا کہ بلاں اذان بند کرتے اور ابن امّ مکتوم اذان شروع کرتے۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سحری کا کھانا بالکل آخری وقت میں آنحضرت ﷺ کو پسند تھا۔ افطاری کے متعلق آپ کا یہ ارشاد ہے کہ بالکل پہلے وقت میں کر لینی چاہئے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْوَى النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَلُوا الْفِطْرَ (بخاری باب تعجیل الافطار)

کہ میری امت کے لوگ بھلائی کو اس وقت تک حاصل کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ افطاری پہلے وقت میں کیا کریں گے۔

اس کے ایک لطیف معنی شارحین حدیث نے یہ کہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ جب تک لوگ میری سنت پر عمل کرتے رہیں گے ان کا بھلا ہو گا۔ میں پہلے وقت میں افطاری کرتا ہوں اور جب تک میری امت میری سنت کی تابع رہے گی اور میری سنت پر عمل کرے گی اس وقت اللہ تعالیٰ کی بڑی برکتیں بھی اسے حاصل ہوتی رہیں گی۔

پس اول وقت میں افطاری اور آخری وقت میں سحری کھانا بڑی برکت کا موجب ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ ہمیں اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے تا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی برکات سے نوازا جائے۔

پھر روزے کی عبادت کے متعلق جب ہم مزید غور سے کام لیتے ہیں تو ہمیں ایک اور لطیف بات

معلوم ہوتی ہے۔ اس عبادت میں ہمیں کھانے پینے سے روکا گیا ہے اور کھانے پینے پر ایک فرد کی بقاء کا انحصار ہے کیونکہ کوئی شخص کھائے پے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

پھر ہمیں جنسی تعلقات سے بھی روکا گیا ہے اور جنسی تعلقات پر نسل کی بقاء کا انحصار ہے۔ اس کے بغیر نسل انسانی جاری نہیں رہ سکتی۔ اگر دنیا کے سارے لوگ وہ کیفیت اپنے پر وارد کر لیں جو روزہ کے وقت ایک روزہ دار کی ہوتی ہے تو یقیناً یہ دنیا اسی نسل میں ختم ہو جائے۔

تو بنیادی چیز جس کا اقرار اللہ تعالیٰ نے روزہ کے ذریعہ ہم سے لیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی اور اپنی نسل کی زندگی۔ اے خدا! تیرے حوالے کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں ان چیزوں سے بھی روکا گیا ہے جن پر ہماری زندگی کی بقاء کا انحصار ہے اور اس چیز سے بھی روکا گیا ہے جس پر ہماری نسل کی بقاء کا انحصار ہے گویا ہم سے خدا تعالیٰ یہ اقرار کرواتا ہے کہ ہمارا سب کچھ تیرا ہو گیا۔ تو اگر کہہ تو ہم بھوکے پیاسے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور تو اگر چاہے اور تیری رضا اسی میں ہو تو ہماری نسلیں بھی بچھ پر قربان۔

پس یہ ایک بنیادی منشاء ہے جس کے گرد قرآن کریم اور اسلامی شریعت کے تمام احکام چکر لگاتے ہیں اسی وجہ سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ باقی عبادتوں کا تو اپنا اپنا ثواب ہے۔ لیکن روزہ میرے لئے ہے۔ اور میں خود روزے دار کی جزا ہوں۔ اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

غرض ماہ رمضان کے روزے جو ہم پر فرض کئے گئے ہیں ان کے ذریعہ دراصل ہم سے عملًا یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ ہماری زندگی بھی تیری راہ میں قربان اور ہماری نسل بھی تیری راہ میں قربان۔ اور اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے روزہ کی اس روح کو نہیں پایا اسے یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ تمہیں بھوکا پیاس نہیں رکھنا چاہتا۔ نہ اس سے کوئی فائدہ ہے اور نہ کوئی غرض۔

پس اس روزے کے پیچھے جو روح ہے اسے پیدا کرو۔ آپ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدْعُ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدْعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (بخاری باب مَنْ لَمْ يَدْعُ قَوْلَ الزُّورِ)

کہ جو شخص کذب (جھوٹ) کو نہیں چھوڑتا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔ زور کے ایک معنی "حق" کو چھوڑ کر باطل کی طرف مائل ہو جانا، کے

بھی ہیں۔

تو اس حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص جھوٹ کو نہیں چھوڑتا۔ اور حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میلان رکھتا ہے۔ اور شریعت حقد کے تقاضوں کی بجائے باطل کے شیطانی تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے تو اسے روزہ رکھنے سے کیا فائدہ؟ خدا کو تو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔ دراصل ترک طعام اور ترک شہوت کے پیچھے جو روح ہے اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ایک مومن کا فرض ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿جُنَّةٌ فَلَا يَرُفْثُ وَ لَا يَجْهَلُ﴾

(بخاری کتاب الصوم باب هل یقُولُ إِنَّى صَائِمٌ إِذَا شَأْتُمْ)

(یہ چھوٹا سا مکمل ہے ایک لمبی حدیث کا) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو تمہارے لئے ڈھال بنایا ہے اور تمہاری نجات کا راز اور تمہاری نسلوں کی بقاء کا سراس اس بات میں ہے کہ تم اپنی زندگیوں کو اور اپنی نسلوں کی تربیت کو اپنے مولا کی مرضی کے تابع بناؤ۔ (فَلَا يَرُفْثُ) اور اپنے منہ سے جاہلیت کی زبان باہر نکال پھینکو۔ اور اپنے جوارح کو زمانہ جاہلیت کی بد اعمالیوں سے پاک کرو۔ (وَ لَا يَجْهَلُ) اور آنے والی نسلوں کیلئے نیک نمونہ قائم کرو۔ اگر تم روزے کو اپنے لئے ڈھال نہیں بناؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے کبھی بچ نہیں سکو گے۔

پس محض روزہ رکھنا کافی نہیں بلکہ اتنی دعاؤں کے ساتھ، اتنی نیک تینی اور اخلاص کے ساتھ اور اتنی نفسی اور فنا کی حالت میں روزہ رکھنا چاہئے کہ ہمارا روزہ اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت حاصل کر لے۔ اگر ہمارا روزہ خدا کے حضور قبولیت حاصل نہ کرے تو پھر یہ درحقیقت وہ روزہ نہیں جس کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا تھا بلکہ محض بھوک اور پیاس برداشت کرنا ہے۔

پس روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی گردن اور اپنی نسل کی گردن خدا کی آخری اور کامل شریعت قرآن کریم کے جوئے کے نیچر کھدے۔ اسی لئے نفلی عبادت جو رمضان سے خاص طور پر تعلق رکھتی ہے۔ وہ تلاوت قرآن کریم کی کثرت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فعل اس پر شاہد ہے کہ اس ماہ میں قرآن کریم کو کثرت سے پڑھنا چاہئے حضرت جبراہیل رمضان کے میئی میں ہر رات زمین پر نزول فرماتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر قرآن کریم کا دور کرتے اور ہر رمضان میں ایسا ہوتا رہا۔ تا

امت مسلمہ جان لے کہ رمضان شریف میں قرآن کریم بکثرت پڑھنا چاہئے۔ پھر چونکہ روزے کی حکمت اور اصل غرض یہ ہے کہ انسان کو یہ تعلیم دی جائے کہ وہ اپنی گردن خدا کی مرضی کے جوئے تملے رکھ دے اور خدا کی مرضی کا علم ہمیں قرآن کریم کے سوا ہونہیں سکتا تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن کو پڑھا جائے اور پڑھنے سے مراد صرف الفاظ ہی کی تلاوت نہیں بلکہ جسے خدا توفیق بخشے اور علم و فراست عطا فرمائے اس کا فرض ہے کہ وہ اس کے مطالب پر غور کرے اور وہ پڑھے تو اس نیت سے پڑھے کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر نیت یہ ہو کہ مخفی الفاظ کو دہرا دینا ہے عمل ضروری نہیں تو ایسا شخص قرآن کریم سے کوئی برکت حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں میں بعض کمزوریاں دیکھیں تو فرمایا کہ قرآن کریم تو اس لئے نازل ہوا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے مگر بعض لوگوں نے اس کی تلاوت کو ہی سارا عمل سمجھ لیا ہے یعنی سمجھتے ہیں کہ صرف یہ کافی ہے کہ قرآن کریم کو پڑھ لیا جائے اور یہ ضروری نہیں سمجھتے کہ جو احکام قرآن کریم نے ہمیں بطور امر یا نواہی دیئے ہیں ان پر عمل بھی کیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کی طرف یہ حدیث بھی منسوب ہوتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا: **أَفْضُلُ عِبَادَةً أُمَّتِي تِلَاؤُهُ الْقُرْآنِ** کہ میری امت کی سب سے بڑی فضیلت رکھنے والی عبادت تلاوت قرآن ہے،“
مذکورہ حدیث کے یہی معنی ہیں کہ قرآن کریم کو پڑھا جائے پھر اس کو سمجھا جائے اور پھر سمجھ، طاقت اور استعداد کے مطابق اس پر عمل بھی کیا جائے۔

بہر حال یہ ایک نفلی عبادت ہے جس کا رمضان کے ساتھ خاص تعلق ہے۔

ایک اور نفلی عبادت جس کا رمضان سے تعلق ہے وہ رمضان میں رات کو اٹھنا اور نماز تجداد کرنا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفرَلَهُ مَا تَقدَّمَ مِنْ ذَنِبٍ

(بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان)

کہ جو شخص بھی رمضان کی راتوں میں اٹھتا اور نوافل ادا کرتا ہے۔ اور اپنے رب کے حضور عاجزی کے ساتھ جھلتا اور اخلاص اور تضرع کے ساتھ اس سے یہ دعا مانگتا ہے کہ وہ خدائے غفور و رحیم اس کی خطاؤں کو معاف کرے اور روحانی ترقیات کے دروازے اس پر کھول دے تو آنحضرت ﷺ کے ارشاد

کے مطابق اس کے سارے پچھلے گناہ جو اس نے اس وقت تک کئے ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہاں میں مختصر آنحضرت ﷺ کی نماز تہجد کے متعلق کچھ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جو ان تفاصیل کا علم نہیں رکھتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً با قاعدگی کے ساتھ گیارہ رکعت بمع و تر پڑھا کرتے تھے پھر احادیث میں اختلاف ہے۔ بعض میں ہے کہ آپ ڈودو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور آخر میں ایک رکعت پڑھ لیتے۔

لیکن بعض روایات میں ہے کہ چار چار رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے۔ پھر تین رکعتیں پڑھ لیتے (وتر کی) اور بعض روایات میں گیارہ سے کم رکعتیں پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ تو میں ”عام طور پر گیارہ رکعتیں“ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض روایات میں جو اختلاف ہے وہ وقت کے تقاضوں کی وجہ سے ہو سکتا ہے لیکن عام روایت یہی ہے۔

آنحضرت ﷺ یہ نوافل رات کے پچھلے حصہ میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ دوست جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی رہائش ان حجروں میں تھی جن کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ ایک دفعہ آپ پچھلی رات نماز تہجد کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے کچھ لوگوں نے جو حضور ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے بھی حضور ﷺ کے پیچے نماز شروع کر دی۔ اگلے روز کچھ اور لوگوں کو پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ رات کو نماز تہجد میں ادا کرتے ہیں۔ تو وہ بھی آگئے۔ تیسری یا چوتھی رات جمع اور بھی بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ مسجد کچھ بھر گئی۔ اس رات آپ باہرنہ نکلے اور اپنے حجرے میں نماز ادا کر لی۔ اور صبح فرمایا کہ اگر اس طرح روایت اور سنت بن جاتی کہ تہجد کے وقت نماز با جماعت ادا کی جائے تو میری امت کے بہت سے لوگوں کے لئے یہ مصیبت ہو جاتی۔ کیونکہ فرائض میں سے شمار کی جانے لگتی۔ (کس قدر ہمارا خیال رکھنے والی تھی وہ مقدس روح؟؟ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں سلام ہوں اس پر!!!) فرمایا آج میں اس لئے نہیں آیا کیونکہ یہ نوافل ہیں فرائض میں سے نہیں۔ چنانچہ بعد میں اسی پر عمل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی گزر گیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ کا بھی ایک حصہ گزر گیا۔ (مند احمد بن حنبل جلد ۲ حدیث نمبر ۷۲۶)

ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ چکر لگا رہے تھے آپ نے عشاء کے بعد دیکھا کہ کوئی شخص اکیلے

نمازِ نفل ادا کر رہا ہے۔ اور ایک جگہ چار پانچ آدمی اکٹھے ہو کر ایک قاری کے پیچھے نماز ادا کر رہے۔ کچھ اور لوگ میں منٹ آدھ گھنٹہ پیچھے آئے اور انہوں نے علیحدہ نماز شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر آپ نے خیال فرمایا کہ یہ لوگ مختلف ٹولیوں میں پہلے وقت جو نماز ادا کر رہے ہیں تو کیوں نہ میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں؟ چنانچہ آپ نے ایک قاری کو امام مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر تم نے اصل وقت چھوڑ کر ہی یہ نوافل ادا کرنے ہیں تو اپنی اجتماعی روح کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس قاری کے پیچھے آ کر نماز ادا کر لیا کرو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ بہتر وقت وہی ہے جس میں آنحضرت ﷺ یہ نوافل ادا فرمایا کرتے تھے یعنی رات کا پچھلا پھر۔

(مؤطراً امام مالک كتاب الصلوة في رمضان باب ماجاء في قيام رمضان)

تو پہلے تہجد کی نماز رات کے پچھلے حصہ میں پڑھی جاتی لیکن جائز ہے کہ رات کے پہلے حصہ میں بھی یہ نوافل ادا کرنے جائیں اور اصل یہی ہے کہ انسان نوافل کو علیحدہ تہائی میں ادا کرے کیونکہ نوافل کی بہت سی برکات کا تعلق خاموشی تہائی اور پوشیدگی سے ہے اور جو شخص واقعی اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والا ہو وہ اپنے اس پیار کا اظہار لوگوں کے سامنے نہیں کیا کرتا۔

اس لئے یہ نماز گھر میں تہائی میں پڑھنی چاہئے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس میں وقت محسوس کرے تو پورے ثواب سے محروم ہونے کی بجائے یہ بہتر ہے کہ وہ عشاء کے بعد ان نوافل کو ادا کرے اس طرح ایک حد تک اسے بھی ثواب حاصل ہو جائے گا۔

ایک اور چیز جس کا تعلق ماہ رمضان سے ہے وہ لیلۃ القدر کی تلاش ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تَحَرُّوْ لَیلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأُخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری کتاب صلاۃ التراویح باب تَحَرَّی لَیلَةَ الْقَدْرِ) کہ رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مُتَزَرَّهُ وَأَحْبَيَ لَيْلَةَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ (بخاری باب الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأُخِرِ رَمَضَانَ) کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ اپنی کمرکس لیتے یعنی معمول سے زیادہ مجاہدات کیلئے مستعد اور تیار ہو جاتے۔ گوئیسے بھی آپ بڑے اہتمام سے رات کو نوافل ادا کیا کرتے لیکن جب رمضان کے آخری دس روز شروع ہو جاتے تو آپ مجاہدات کا اور زیادہ

اہتمام فرماتے۔

وَاحْسِنِ لَيْلَةً اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رات کو زندہ رکھتے۔ اس میں ہمیں اشارہ یہ تایا گیا ہے کہ زندگی کی وہی گھڑیاں زندگی کھلانے کی مستحق ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں گزریں۔ جو زندگی اس کی اطاعت میں نگز رے بلکہ اس سے بغاوت میں نگز رے وہ تموت سے بھی بدتر ہے۔

لیلة القدر کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ علماء نے اس کے بہت سے معنی بیان کئے ہیں میں اس وقت تفصیل میں نہیں جاسکتا بہر حال وہ ایک رات ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے ایک ایسی گھڑی مقدار کی ہے کہ جس میں اگر کسی کو صحیح رنگ میں دعا کرنے کی توفیق مل جائے اس کی نیت بھی غالص ہو اور محض خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو اور دعا قبول بھی ہو جائے تو وہ گھڑی اتنی عظیم الشان ہے کہ خدائے تعالیٰ کی تقدیروں کو بھی بدل دیتی ہے۔

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کی جو آخری دس راتیں ہیں ان میں اس گھڑی کی تلاش کرو۔ اور اور امور سے توجہ ہٹا کر معمول سے زیادہ خدائے تعالیٰ کی عبادت میں لگ جاؤ تا خدا کے فضل سے تمہیں لیلة القدر کی یہ گھڑی نصیب ہو۔

ایک اور نقلي عبادت جس کا تعلق رمضان سے ہے وہ صدقہ و خیرات ہے۔ نبی کریم ﷺ کے متعلق بخاری میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ بڑے سخنی تھے اور بڑی سخاوت سے کام لیتے تھے۔ دراصل جس وجود کا سارا بھروسہ اور توکل اپنے اس رب پر ہو جس کے خزانے میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی اس کو اس بات کا فکر نہیں ہوتا کہ میرے گھر میں کوئی چیز ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس کی تمام ضروریات کا کافیل تو خود اس کا خدا ہوتا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کَانَ أَجُودُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ کہ ماہ رمضان میں حضور ﷺ اپنے معمول سے بھی زیادہ سخاوت برداشت کرتے تھے۔

پس ہمیں بھی رمضان میں صدقہ و خیرات کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ فی الحقيقة یہ سبق ہمیں خود رمضان کے ذریعہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے جو بھائی بھوکے اور پیاسے ہیں ان کا ہم پر حق ہے کہ ان کی مدد کریں اور ان کی طرف توجہ کریں اور زیادہ سے زیادہ صدقہ دیں۔

نیز دعاوں پر بھی بہت زور دینا چاہئے۔ اور قرآن شریف کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہئے۔ اور یہ بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ہمیں رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلة القدر کی خاص گھڑی میسر

آجائے اور خدا کرے کہ ہم اس گھڑی میں صرف اپنی ذات کے لئے ہی نہیں بلکہ اس کے دین کے لئے بھی اس سے مانگیں اور اس گھڑی میں ہمارے منہ سے یہ الفاظ انکل رہے ہوں کہ اے خدا! اسلام کا غلبہ تو مقدر ہو چکا ہے لیکن تو ہم پر یہ فضل فرماد کہ ہم اپنی زندگیوں میں اپنی آنکھوں سے اسلام کو ساری دنیا پر غالب ہوتا دیکھ لیں۔ آ میں۔

خطبہ ثانیہ کے بعد نماز شروع ہونے سے قبل فرمایا۔

دوست یہ یاد رکھیں کہ پاکستان کے استحکام کا جو علاقہ دعاوں کے ساتھ ہے اس کی ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے۔ اس وقت ایسے آثار ظاہر ہو رہے ہیں کہ خدا نخواستہ کہیں ہمارے ملک میں قحط نہ پڑ جائے۔ کیونکہ بڑی دیر سے بارشیں نہیں ہو رہیں جمعہ میں قبولیت دعا کی ایک گھڑی کی بشارت ہمیں دی گئی ہے۔ سو دوست کثرت سے نماز میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر، ہمارے ملک پر حرم کرے اور ہمیں قحط کے خطرہ سے محفوظ رکھے اور ہر رنگ میں رحمتوں کی بارش ہم پر نازل کرے اور ہماری زمینوں کو یہ قوت بخشے کہ اس بارش کو قبول کرے۔ بہترین کھیتیاں ہمارے لئے اُگائے۔ میں دوسرا رکعت کے پہلے سجدہ میں خاص طور پر بارش کے لئے دعا کروں گا۔ آپ دوست بھی میرے ساتھ اس دعائیں شامل ہو جائیں۔ (آ میں) (الفضل مورخہ ۲۶ ربجوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۳)



جماعت کے تمام اداروں کو چاہئے کہ وہ اپنی جدوجہد کو

منظوم کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۶۶ء / جنوری ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ سالِ نو کی مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ نیا سال با برکت کرے۔
- ☆ جماعت احمد یہ حق و باطل کی آخری جنگ لڑ رہی ہے۔
- ☆ کاموں کو اس طرح منظم کریں کہ طاقت کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو۔
- ☆ افریقی ممالک میں توجہ دینے کی فوری ضرورت ہے۔
- ☆ ذیلی تنظیموں کو بھی سالِ نو کے منصوبے تیار کرنے چاہئیں۔

تشہد، تعوداً و سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

عزیز و! یہ سالِ نو کا پہلا جمعہ ہے جس میں میں آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ میری طرف سے سالِ نو کی مبارک باد تقدیم کریں۔ آپ بھی جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں اور وہ تمام احمدی احباب بھی جو اکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور قریبہ قریبہ میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ میری یہ مبارک بادرسمی طور پر نہیں۔ یہ تکلیف دہ خیال میرے دل کی گہرائیوں میں کیم جنوری سے ہی موجز نہ رہا ہے کہ گزر شستہ سال جو گزر رہے۔ وہ ہم پر بڑا ہی سخت سال تھا۔ اس نے ہمارے دلوں کو بڑی طرح زخمی کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمارے زخمی دلوں پر تسلیم کا پھایہ رکھا اور اس نے ہمیں محض اپنے فضل سے اس صبر کی توفیق عطا فرمائی۔ جس سے وہ راضی اور خوش ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے میری یہ مبارک بادرسمی طور پر نہیں بلکہ میں یہ مبارک باد اپنے دل کی گہرائیوں سے پیش کرتا ہوں اور پھر برکت کے ہر معنی کے لحاظ سے پیش کرتا ہوں جب ہم کسی دن۔ کسی زمانہ یا کسی سال کو مبارک کہتے ہیں تو اس سے ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان تمام معانی میں جن میں یہ لفظ اپنچھے طور پر بولا اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ وہ دن اور وہ زمانہ اور وہ سال ہم سب کے لئے برکتوں والا ہو۔

برکت کے ایک معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی کے جو سامان اس کے بندوں کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کو دوام اور قیام حاصل ہو جائے۔ پس میری ”مبارک ہو“ کی دعائیوں ہوئی کہ خدا تعالیٰ کرے کہ وہ تمام برکتیں (خیر اور بھلائی کی چیزیں) نعمتیں اور حمتیں جو اس نے جماعت احمدیہ کے لئے مقدر کر کر گئی ہیں۔ اس سالِ نو میں ہم ان کے نظارے ہر آن دیکھتے رہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ نے ایک مصلح موعود کی بشارت عطا فرمائی تھی تو اس نے اس پیشگوئی کے

اندر جماعت احمد یہ کوہی بہت سی بشارتیں دی تھیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۹۷)

سوال اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں جماعت احمد یہ سے جو وعدے کئے تھے۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سال کو ان معنوں میں بھی با برکت کرے کہ وہ آپ کے نفوس اور اموال میں برکت ڈالے۔ اور آپ سے ہر آن خوش رہے وہ آپ کو بھوٹ نہیں۔ وہ آپ کو فراموش نہ کرے۔ بلکہ اس کی یاد میں آپ ہمیشہ حاضر رہیں اور جس طرح ایک دوست دوسرے دوست کو محبت کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارا آقا اور ہمارا مالک محض اپنے نصلی سے ہمارے ساتھ دوستانہ معاملات کرتا چلا جائے۔

برکت کے دوسرے معنوں کی رو سے ہم اس دعا میں یہ زیادتی بھی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ان عنایات میں زیادتی کرتا چلا جائے۔ کیونکہ برکت کے ایک معنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غیر محسوس طور پر زیادتی کے بھی ہیں۔

برکت کے تیرے معنوں کی رو سے یہ دعا یوں بھی ہو گی کہ خدا کرے کہ آپ اور میں ان نیکیوں پر ثابت قدم رہیں جو خدا تعالیٰ کو محبوب اور پیاری ہیں اور روحانی جہاد کے اس میدان میں جس کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے آج ہمارے لئے کھولا ہے اور جس میدان میں اس نے ہمیں لاکھڑا کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے اور آپ کی اطاعت کا دعویٰ کرنے کے بعد ہم پیٹھندہ دکھائیں اور ہمیشہ ثابت قدمی کے ساتھ شیطان کا مقابلہ کرتے چلے جائیں۔ پس یہ ”سالِ تو“ مبارک ہو آپ کے لئے بھی اور میرے لئے بھی ان معنوں میں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال صالحہ کے جلالے کی توفیق دیتا چلا جائے کہ جن کے نتیجے میں (اگر اور جب وہ انہیں قبول کر لیتا ہے تو) اس کی نعمتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔

یہ اعمال صالحہ (یا خدا تعالیٰ کو محبوب اور مرغوب اعمال) دو قسم کے ہیں۔

ایک اعمال صالحہ تو وہ ہیں جو ہم انفرادی طور پر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بجالاتے ہیں۔ ہم نمازوں کو ادا کرتے ہیں۔ ہم رات کی تہائی اور خاموشی میں اپنے رب کے حضور عجز اور انکسار کے ساتھ چھکتے ہیں اور اس سے اپنے مطالب کے حصول کے لئے دعا کیں مانگتے ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں اور اعمال ہیں جن کا ہماری ذات کے ساتھ تعلق ہے ہم تقویٰ کی باریک را ہوں کی تلاش میں بعض کام کرتے

ہیں یا بعض کو چھوڑ دیتے ہیں ایسے اعمالِ صالح ایک فرد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں لیکن کچھ اعمالِ صالح اجتماعی حیثیت کے ہوتے ہیں۔ یعنی تمام جماعت کو کچھ کوششیں ایسی کرنی پڑتی ہیں کہ جن کے بغیر الہی جماعتیں اور الہی سلسلے اپنے مطالب اور مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ساری جدوجہد بنیادی طور پر شیطان اس کے وسوسوں اور اس کے پھیلائے ہوئے باطل عقائد کے خلاف ہوتی ہے لیکن اس دنیا میں وہ مختلف شکلیں اختیار کرتی اور مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی وقت شیطان دجل کی شکل میں حق کے خلاف نبردا آزمائے اور جماعت احمد یہ جور و حانی جنگ لڑ رہی ہے وہ شیطان کے مقابلہ میں ہی لڑی جا رہی ہے۔ اس جنگ کو الہی نوشتوں میں حق و باطل کی آخری جنگ قرار دیا گیا ہے اور اس میں فتح حاصل کر لینے کے بعد اسلام ساری دنیا پر غالب آجائے گا اور اللہ تعالیٰ کی توحید تمام بنی نوع انسان میں پھیل جائے گی۔ اور دنیا کے تمام ملک اور اقوام آنحضرت ﷺ کی محبت سے سرشار ہو جائیں گی۔ غرض یہ میدان ہے جس میں ہماری جدوجہد جاری ہے لیکن ہمارے وسائل اور اسباب بہت محدود ہیں اور ہمارے مقابلہ میں دنیا کے اسباب اور طاغوتی طاقتیں بہت زیادہ اور دنیوی نقطہ نگاہ سے بہت بھاری ہیں ہاں اللہ تعالیٰ نے ہماری حقیر کوششوں میں جہاں اپنے فضل سے پہلے ہی برکت رکھ دی ہے وہاں اس نے ہمیں یہ گربھی سکھایا ہے کہ اگر کسی طاقت کو جو کمزور ہے صحیح طور پر کام میں لایا جائے۔ پھر کوشش میں ایک تنظیم ہو اور جدوجہد منظم رنگ رکھتی ہے اور کسی منصوبہ بندی اور پلان (Plan) کے مطابق ہو رہی ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے نتائج کا اعمال کے مقابلہ میں بہت اچھے نتکتے ہیں جو غیر منظم طور پر اور بغیر کسی منصوبہ بندی کے کئے جاتے ہیں۔

میرے ایک پیارے عزیز نے میری توجہ حضرت مصلح موعود (رضی اللہ عنہ) کے ۱۹۵۲ء کے پہلے خطبہ جمعہ کی طرف مبذول کرائی ہے جس میں حضور نے جماعت اور جماعتی اداروں کو ایک منظم جدوجہد اور منصوبہ بندی کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کسی منصوبہ بندی کے بغیر اور اپنی کوششوں کو منظم کرنے کے بغیر ہم اپنی کامیابیوں کی رفتار کو تیز سے تیز تر نہیں کر سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے کاموں کو اس طرح منظم کرنے کی کوشش کریں کہ جماعت کی طاقت کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو بلکہ ہمارے سامنے ایک وقتی مقصد اور اوجیک (Object) ہو جسے ہم معین وقت میں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ لمبے وقت کے لئے تو یہ صحیح ہے کہ ہمارا مقصد حیات اور سلسلہ احمد یہ کے قیام کی غرض ہی یہ ہے کہ

طاغوٰتی اور شیطانی طاقتوں پر غلبہ حاصل کیا جائے اس غرض کے لئے ایک لمبے عرصہ تک جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں ۸۰ سال لگ جائیں۔ ۱۰۰ سال لگ جائیں۔ ۱۵۰ سال لگ جائیں۔ دو سال لگ جائیں یا خدا جانے کتنا عرصہ لگ جائے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی عقل و دماغ اور تصور اس لمبے زمانہ کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے بعض چھوٹے چھوٹے منصوبے بناتے ہیں۔ یعنی وہ تجویز کر لیتے ہیں کہ مثلاً اس سال اپنے مقصد کا اتنا حصہ ضرور حاصل کر لیں گے اور پھر اس کے حصول کے لئے وہ اپنی پوری کوشش صرف کر دیتے ہیں اور پھر اس سال جس حد تک وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی حاصل کر لیں اگلے سال وہ زیادہ تیزی کے ساتھ آگے قدم بڑھانے کے قابل ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے حضرت مصلح موعودؒ نے ۱۹۵۲ء میں بھی اور اس کے علاوہ اور موقع پر بھی جماعت کو بار بار نصیحت فرمائی ہے کہ وہ اپنے کاموں میں تنظیم پیدا کرے۔ انہیں منظم شکل دے اور انہیں کسی منصوبہ بندی اور پلانگ (Planning) کے مطابق کرے ورنہ ہماری رفتار ترقی کبھی تیز نہیں ہو سکتی سو حضور کی اس تاکیدی نصیحت کے ساتھ آج میں اپنے بھائیوں کو سال نو کی مبارک باد دیتا ہوں اور ان کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ برکت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل ہم پر پہلے سے زیادہ نازل ہوں اور اس میدانِ مجاہدہ میں اور میدانِ جہاد میں جس میں ہم قدم رکھے ہیں۔ ہمارے قدم آگے ہی بڑھتے چلے جائیں وہ پیچھے کی طرف کبھی نہ اٹھیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری کوششوں میں تنظیم پائی جائے اور ہم ایک منصوبہ بندی اور پلان (PLAN) کے ماتحت اپنی جدوجہد کو جاری رکھنے والے ہوں۔ اس اصول کے مطابق میں جماعت کے تمام اداروں سے یہ کہتا ہوں کہ آئندہ چند ہفتوں کے اندر اندر وہ سال نو میں کام کرنے کا ایک منصوبہ تیار کریں اور اسے میرے سامنے رکھیں جسے میں سال کے دوران حسب ضرورت جماعت کے دوستوں کے سامنے پیش کرتا رہوں گا اور اسے پورا کرنے کی طرف ان کی توجہ مبذول کر اتا رہوں گا لیکن چونکہ حضرت مصلح موعودؒ کے ارشادات پر ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے اور حضور کے وصال سے پہلے ایک لمبا عرصہ جماعت پر ایسا بھی گزر رہا ہے جس میں حضور اپنی یماری کی وجہ سے ان تفاصیل میں جماعت کی پوری نگرانی نہیں کر سکے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میرا فرض ہے کہ میں مختلف اداروں کو ان کے بعض کاموں کی طرف مختصرًا توجہ دلادوں۔ تفاصیل وہ اپنے طور پر طے کر لیں۔

تحریک جدید کو میں اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ دس پندرہ روز سے یا یوں سمجھ لو کہ جلسہ سالانہ کے آخری دن سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے اور میں نے اس پر کافی غور کیا ہے اور معلومات بھی حاصل کی ہیں اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس وقت افریقہ میں دولک ایسے پائے جاتے ہیں کہ جن کے رہنے والے لوگوں کے دلوں میں خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے اسلام اور احمدیت کی قبولیت کے لئے ایک جذبہ اور تڑپ پیدا کر دی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی روحانی پیاس کو بچانے کے لئے ان میں زیادہ سے زیادہ مبلغ، ڈاکٹر اور استاد بھجوائیں اور اپنی کتب اور رسائلے ان تک پہنچائیں مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی جلدی ان ملکوں میں اسلام اور احمدیت مضبوطی سے قائم ہو جائیں گے انشاء اللہ میں نے ایک دوست کو بلا کر تحریک جدید کو پہلے بھی پیغام بھجوایا ہے اور اب جماعت کے احباب کو آگاہ کرنے کے لئے خطبہ میں بھی بتا رہا ہوں کہ افریقہ میں علاوه اور سکیموں اور منصوبوں کے کہ جو وہاں اس وقت نافذ کئے جانے ضروری ہیں۔ ہمیں ان دونوں ملکوں کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ نے چاہا تو ہم بہت جلدی وہاں اچھے نتائج نکلنے کی امید کرتے ہیں۔ پس جہاں تحریک جدید سال نو کے لئے ایک منصوبہ تیار کرے گی وہاں میں جماعت کو بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ کاغذی منصوبہ بندی کوئی اچھا نتیجہ پیدا نہیں کیا کرتی۔ اگر ہم نے غور کرنے کے بعد یہ سمجھا کہ ان دونوں ملکوں میں بیس یا تین مبلغ، ڈاکٹر اور استاد بھجوانے ضروری ہیں تو آپ کا فرض ہو گا کہ ہمیں اتنی تعداد میں مناسب آدمی مہیا کریں۔ میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر وقف کی ایک عام تحریک کی تھی۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ دوست مختلف رنگوں میں بڑی کثرت سے زندگیاں وقف کر رہے ہیں۔ اور بعض دوستوں نے مجھے اس سلسلہ میں بڑے ضروری اور مفید مشورے بھی دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے بہر حال ہمیں عنقریب کام کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد کی ضرورت پڑنے والی ہے اور جماعت کے مستعد، مخصوص اور خوش قسمت نوجوانوں کو اپنی اپنی جگہ اس پیشکش کے لئے تیار رہنا چاہئے تا جب ہم ضرورت پڑنے پر آواز دیں تو یہ نہ ہو کہ دنیا کی نگاہ میں بھی اور اپنے دلوں میں بھی ہم ایک مضمکہ خیز حرکت کرنے والے ثابت ہوں اور دنیا یہ خیال کر کے کہ ہم کاغذی منصوبے بنارہے ہیں اور قوم وہ قربانیاں دینے کے لئے تیار نہیں جوان منصوبہ بندیوں کے نتیجہ میں اسے دینی ضروری ہیں۔ غرض اس وقت بہت جلد افریقہ میں اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ آئندہ زمانہ میں اس نے بین الاقوامی سیاست میں

بھی ایک اہم کردار ادا کرنا ہے۔ اس وقت مسلم ممالک میں یا اسلام کی طرف منسوب ہونے والی مختلف حکومتوں میں بینے والے لوگوں پر اکثر جگہ جو مظالم ہو رہے ہیں ان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بین الاقوامی سیاست میں اسلام کی آواز میں اتنی طاقت نہیں رہی جو مسلمانوں کو ان مظالم سے بچانے اور انصاف کے حصول کیلئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے۔ ان کی آنکھیں کھو لے اور ان کی ان راستوں کی طرف رہنمائی کرے جن پر چلے بغیر وہ اپنے مستقبل کو روشن نہیں کر سکتے کیونکہ محض اسلام کا لیبل لگا لینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی اس آواز پر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مسلمانوں کو بالخصوص اور تمام بنی نوع انسان کو بالعموم مخاطب کر کے بلند کی تھی۔ لبیک کہتے ہوئے جماعت احمدیہ میں داخل ہو جائیں اور وہ قربانیاں پیش کریں جو خدا تعالیٰ ان سے اس وقت لینا چاہتا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف اداروں کو بھی اپنے کاموں کی طرف توجہ کرنی چاہئے مثلاً اصلاح و ارشاد کا کام ہے۔ تربیت کا کام ہے، ہم ان کاموں میں ایک حد تک لکیر کے فقیر بن چکے ہیں حالانکہ وہ تو میں جو اپنے انتقلابی زمانہ میں سے گزر رہی ہوتی ہیں وہ لکیر کے فقیر نہیں بن کر تیں اور نہ وہ لکیر کے فقیر بن کر بھی کامیاب ہوئی ہیں۔ ہمیں ہر وقت بیدار اور چوکس رہنا چاہئے اور ہر شہر، ہر علاقہ اور ہر جگہ کے متعلق پہلے یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ وہاں کس قسم کے اصلاح و ارشاد کے کام کی ضرورت ہے اور پھر وہاں اس کے مطابق کام کرنا چاہئے۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں جن کی طرف نظارت اصلاح و ارشاد کو توجہ کرنی چاہئے۔

نظارت تعلیم اور نظارت امور عامہ کو بھی باہم مل کر ایک ضروری کام کرنا ہے اور اس کے متعلق منصوبہ بندی کرنا ہے اور وہ ضروری کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محسن اپنے فضل سے احمدی بچوں کے دماغوں میں جلاء پیدا کی ہے اور جب مختلف تعلیمی یونیورسٹیوں کے نتائج نکلتے ہیں تو احمدی نوجوان اپنی نسبت کے مقابل بہت زیادہ تعداد میں اعلیٰ نمبر حاصل کرنے والے ہمیں نظر آتے ہیں۔ یہ محسن اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی ویں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس میں ہماری کوششوں کا کوئی دخل نہیں۔ اگر ہم اپنی غفلت کے نتیجہ میں اچھے دماغوں کو ضائع کر دیں تو اس سے بڑھ کر اور کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ پس جو طلباء ہونہا را اور ذہین ہیں ان کو بچپن سے ہی اپنی نگرانی میں لے لینا اور انہیں کامیاب انجام تک پہنچانا جماعت کا فرض ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض نہایت ذہین بچے تربیت کے نقص کی وجہ سے سکول کے پرائمری

اور مل کے حصوں میں ہی ضائع ہو جاتے ہیں۔ ان میں آوارگی اور بعض دیگر بڑی عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف وہ خود بلکہ جماعت بحیثیت جماعت خدا تعالیٰ کے فضلوں اور نعمتوں کا وہ پھل نہیں کھا سکتی جو اچھے دماغ پیدا کر کے خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدار کیا ہے کیونکہ ہم ان دماغوں کو بوجہ عدم توجہ سنبھالتے نہیں بلکہ ضائع کر دیتے ہیں اور اس طرح بعد میں نقصان اٹھاتے ہیں اسی طرح بعض اچھے دماغ محض اس وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں کہ وہ غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی مالی حالت اتنی اچھی نہیں ہوتی کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں اور جماعت بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ناشکری کرتے ہوئے ان قابل ذہنوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ پس ہر اچھا دماغ رکھنے والے طالب علم کو جو جائزہ لینے کے بعد اس قابل معلوم ہو کہ اگر اسے اعلیٰ تعلیم دلائی جائے تو اسلام اور احمدیت کا نام روشن کرنے والا ثابت ہو سکتا ہے سنبھالنا جماعت کا فرض ہے۔ جماعت کو اس پر نہ صرف روپیہ خرچ کرنا چاہئے بلکہ اس کے لئے دعائیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے راہ راست پر قائم رکھے اور اس کے دماغ میں پہلے سے بھی زیادہ جلاء پیدا کرتا چلا جائے اور اسے الہام کے ذریعہ نئے نئے مسائل کے حل کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ پھر بعض اچھے دماغ اس وجہ سے بھی ضائع ہو جاتے ہیں کہ جب وہ اپنی تعلیم ختم کر لیتے ہیں تو انہیں سمجھ نہیں آتی کہ اپنی آئندہ زندگی میں کس راستہ کو اختیار کریں اس لئے جماعت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کی ان کی آئندہ زندگی کے پروگرام بنانے میں مدد کرے۔ بہت اچھے دماغ، اچھے دماغ، درمیانے دماغ اور نسبتاً کمزور دماغ سارے ہی اس بات کے حقدار ہیں کہ جماعت ان کی راہ نمائی کرے اور جہاں جہاں وہ زندگی کے کاموں میں لگ سکتے ہیں وہاں انہیں لگوانے میں مدد کرے کیونکہ ہر وہ نوجوان جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ کوئی کام کرے اگر وہ بروقت کام پر نہیں لگتا اور جماعت بھی اسے کسی کام پر لگوانے میں مدد نہیں دیتی تو گویا ہم اسے خود پکڑ کر شیطان کی گود میں لا بھاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ بیکار رہنے والے لوگوں پر شیطان حملہ کرتا ہے اور انہیں اپنا آئۂ کار بنایتا ہے۔ پھر ایسا نوجوان جو تعلیم حاصل کر لینے کے بعد کام پر نہیں لگتا اور بیکار رہتا ہے نہ صرف اپنے خاندان کے لئے ایک مصیبت بن جاتا ہے بلکہ اس کی بیکاری سے جماعت بھی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ کیونکہ جو نوجوان تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جلد ہی کام پر لگ جاتا ہے وہ کمائی کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی اس کمائی میں سے غلبۂ اسلام کی جدوجہد

میں کنٹری یوٹ (Contribute) کر رہا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ کام پر لگتا ہے تو اس کا ایک ماحول بنتا ہے اور اس کے اس ماحول میں اس کا کردار اور اس کے اخلاق اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں اور اس طرح وہ خاموشی کے ساتھ اپنا نمونہ دکھا کر یا گفتگو کے ذریعہ احمدیت کا اثر اور نفوذ بڑھانے والا ہوتا ہے۔

غرض وہ بچے جو تعلیم سے فارغ ہو کر کام پر نہیں لگتے اور بیکار پھرتے رہتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ جماعتی کاموں میں حصہ لینے کے قابل نہیں رہتے بلکہ یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ ان کے دماغ میں آوارگی آجائے اور وہ شیطان کا آلئے کاربن جائیں۔ پس جماعت کے نوجوان کی اخلاقی، اقتصادی اور دینی حالت کی حفاظت کرنا ناظرات امور عامہ کا کام ہے۔ اس کے متعلق اسے پوری اطلاعات رکھنی چاہیں اور ایسا منصوبہ بنانا چاہئے کہ مختلف دماغ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں وہ اپنے مخصوص راستوں پر چل کر آئندہ زندگی میں کامیاب ہوں۔ اگر ناظرات کو ان راستوں کا علم نہیں جو ہماری قومی ترقیات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں تو وہ جماعت کے نوجوانوں کی مناسب راہ نمائی نہیں کر سکتی۔ مثلاً بہت سے دماغ ایسے ہوں گے جو مثال کے طور پر ب۔ ج۔ د۔ شعبوں میں جاسکتے ہیں اور ان شعبوں کے متعلق ناظرات کو معلومات حاصل نہیں اس لئے وہ انہیں ا۔ و۔ ی۔ شعبوں میں کام کرنے کا مشورہ دیتی ہیں جن شعبوں سے وہ دماغ کوئی مناسبت ہی نہیں رکھتے تو اس کا یہ مشورہ غلط ہو گا۔ پس ناظرات امور عامہ کو ہر شعبۂ زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہیں اور اسے اپنے آپ کو علی وجہ بصیرت اس قابل بنانا چاہئے کہ وہ جماعت کے نوجوانوں کو صحیح مشورہ دے سکتا وہ اس دنیا میں ہر لحاظ سے کامیاب زندگی گزار سکیں۔ غرض صدر انجمن احمدیہ کی ساری نظائرتوں کو اس سال کے لئے جو شروع ہوا ہے پوری سوچ و بچار کے بعد اور زیادہ وقت لئے بغیر منصوبہ تیار کرنا چاہئے اور یہ کام بہر حال مجلس شوریٰ کے انعقاد سے پہلے ہو جانا چاہئے تاکہ اس کے بعد میں خود، مجلس شوریٰ اور ساری جماعت اس بات کا جائزہ لیتے رہیں کہ جماعت کے ذمہ دار ادارے اپنے اپنے منصوبہ کے مطابق پوری جدوجہد اور کوشش کر رہے ہیں یا نہیں۔

وقف جدید انجمن احمدیہ کا کام بھی نہایت اہمیت رکھتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ علاقہ کے لحاظ سے ان کی معلومات ابھی ناقص ہیں اس لئے انہیں اور زیادہ مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت میں جیسا کہ میں بتاچکا ہوں صرف کچھ اشارے کر رہا ہوں تفاصیل میں اداروں کو خود جانا چاہئے۔ مثلاً وقف جدید انجمن احمدیہ نے مختلف جگہوں پر تربیت کی غرض سے اپنے معلم بٹھائے ہوئے ہیں اور وہ کام بھی کر رہے ہے

ہیں لیکن بعض رپورٹوں سے جو مجھے ملی ہیں معلوم ہوا ہے کہ ان کے اندر بھی لکیر کے فقیر ہونے کی عادت پیدا ہو رہی ہے اس لئے کہ کام چلانے کے لئے بعض قواعد وضع کرنے پڑتے ہیں اور ان کی وجہ سے کام میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے لیکن بعد میں ان قواعد کو اصل کام سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ قواعد ہمارے ماتحت ہیں ہم قواعد کے ماتحت نہیں۔ اگر قواعد کے اندر لپک نہ ہوتا ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچانے کی وجہ سے بعض جگہ نقصان بھی پہنچادیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل عطا کی ہے تاہم اپنے وضع کردہ قواعد سے نقصان نہ اٹھائیں۔ ہمیں فراست سے کام لینا چاہئے اور ضرورت کے مطابق اپنا منصوبہ بنانا چاہئے۔ پھر منصوبہ صرف آئیڈیل (Ideal) نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی اگر اب ہم ایک ارب کا منصوبہ بنالیں تو اس منصوبہ اور ہماری آمد کے درمیان اتنا تقاضا ہو گا کہ کوئی عقل اسے صحیح تسلیم نہیں کرے گی اور یہ ایک بھی کی بات بن جائے گی لیکن اگر ہماری آمد ۵۰ لاکھ روپیہ ہے اور ہم ساٹھ لاکھ روپیہ کا منصوبہ بنالیتے ہیں تو یہ کوئی اتنا بڑا فرق نہیں جسے عقل تسلیم نہ کرے۔ ہاں اس کے لئے ہمیں جدوجہد کرنا پڑے گی اور منصوبہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ موجودہ وقت میں جو طاقت اور وسائل ہمیں حاصل ہیں اس سے زیادہ ہم چاہتے ہیں اور اس ”زیادہ“ کو منظر رکھ کر ہم اپنی عقل سمجھ اور حالات کے مطابق ایک سیکیم بناتے ہیں اور اس کے پورا کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں لیکن اگر ہم اگلے سال کے لئے بھی پچاس لاکھ روپیہ کا منصوبہ بناتے ہیں تو گویا ہم رک گئے اور رک جانا قوم کے لئے نہایت مہلک ہے۔

بہر حال وقف جدید انجمن احمدیہ کو سینکڑوں معلم اور چاہئیں اس لئے ہمیں سینکڑوں نوجوان جو وقف جدید کے معلم ہونے کی امیت رکھتے ہیں، ملنے چاہئیں اور جلد تر ملنے چاہئیں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض جگہ وقف جدید کے معلمین کا کام تسلی بخش نہیں لیکن بعض جگہوں پر انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ اس لئے یہ تو کام دیکھ کر ہی بتایا جا سکتا ہے کہ کونسا معلم اہل ہے اور کونسا نا اہل، جو اہل ہوا سے رکھ لیا جائے اور جو نا اہل ثابت ہوا سے فارغ کر دیا جائے اور اس کی جگہ اور رکھ لیا جائے اور ہمیں اس وقت تک ایسا ہی کرنا پڑے گا جب تک کہ ہماری ضرورت پوری نہ ہو جائے۔

پھر جماعت کی ذیلی تنظیموں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو بھی اپنے منصوبے اور پلان (Plan) ریوازن (Revise) کرنے چاہئیں انہیں مزید غور کے بعد ان میں کچھ تبدیلیاں کر لینی چاہئیں۔ اور اس اصول کو منظر رکھنا چاہئے کہ وہ ایسے کاموں کی طرف توجہ نہ دیں۔ جو ان کے سپرد نہیں

کئے گئے۔ اور ان کا مous کو نظر انداز نہ کریں جو ان کے سپرد کئے گئے ہیں۔ کیونکہ فرائض کو چھوڑ کر نوافل کی طرف متوجہ ہونا کوئی نیکی نہیں اور نہ اس کے اچھے نتائج ہی نکلتے ہیں۔

پس جماعت کی ان ذیلی تنظیموں کو اپنے مفہومہ فرائض احسن طور پر بجالانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں میں برکت دے کر وہ جماعت کی مضبوطی کیلئے قائم کی گئی ہیں اور اگر یہ تنظیمیں اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کریں تو یہ جماعت کیلئے بہت برکت کا موجب بن سکتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو جذب کر سکتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں میں پھر آپ سب دوستوں کو جواہمیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ انہیں بھی جو یہاں میرے سامنے بیٹھے ہیں اور انہیں بھی جو دنیا کے مختلف ممالک میں رہتے ہیں اپنے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اس معنی میں بھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر اپنا فضل نازل کرتا رہے اور اس سال جواب شروع ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل، اس کی رحمتیں اور برکتیں پچھلے سالوں سے زیادہ آپ پر نازل ہوں اور اس معنی میں بھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو روحانی میدانِ جنگ میں ثبات قدم عطا فرمائے اور آپ طاغوتی طاقتوں کو دنیا کے کناروں تک دھکیلتے ہوئے جہنم میں جلد تر چھیننے والے بن جائیں اور پھر میں آپ کو اس معنی میں بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی برکتیں زیادہ سے زیادہ نازل کرے۔ اور آپ کو اور مجھے اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ جو وسائل اور اسباب اس نے ہمیں دیئے ہیں۔ ہم ان کا استعمال بہترین طور پر اور کسی منصوبہ بندی کے ماتحت اور مقتضم طریقہ سے کریں۔ آمین۔

وَمَا تَوْفِيقَنَا إِلَّا بِاللَّهِ

(أفضل مؤرخہ ۱۵ رجنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)



معتكفین کو حقیقی اور انتہائی خلوت میسر آنی چاہئے تاکہ وہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت اور دعاوں میں گزار سکیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ جنوری ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں۔
- ☆ اسلام نے ہر شعبہ زندگی کے متعلق احکام دیئے ہیں ان پر عمل کریں۔
- ☆ معتکفین کی عبادت اور دعاوں میں خلل انداز ہونا ثواب کا کام نہیں۔
- ☆ لیلۃ القدر کی گھڑی میں انفرادی دعائیں، استغفار اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرنی چاہئے۔
- ☆ ہمیں توحید کے قیام اور غلبہ اسلام کے لئے باقاعدہ جدوجہد کرنی چاہئے۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اسلام نے رہبانیت کی اجازت نہیں دی اسلام یہ بات جائز قرار نہیں دیتا کہ کوئی شخص دنیوی تعلقات کو کلکیٰ قطع کر کے محض خدا تعالیٰ کی عبادت کی خاطرا پی ساری زندگی تہائی میں گزار دے اور ان فرائض کی طرف توجہ نہ دے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے بحیثیت ایک انسان ہونے کے عائد کئے ہیں رہبانیت مختلف شکلوں میں دنیا میں پائی جاتی تھی اور اب بھی پائی جاتی ہے۔ عیسائیت نے یہ شکل اختیار کی کہ بعض عیسائیوں نے جو راہب بنے، اپنی زندگیاں چڑھنے اور عیسائیت کے لئے وقف کر دیں اور اس شکل میں وقف کر دیں کہ ساری زندگی انہوں نے شادی نہیں کی۔ عورتوں نے اپنے سر بھی منڈ وادیے اور مختلف عبادت گاہوں میں انہوں نے اپنی زندگی کے دن گزار دیئے۔ ان کی اپنی بعض مشکلات اور ابھینیں تھیں جن سے دنیا بہت کم واقف ہے لیکن جن کی وضاحت خود عیسائیوں میں سے بعض دیر مصنفین نے کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ رہبانیت اختیار کرنے والوں کی زندگیاں بد اخلاقیوں سے بھری پڑی تھیں کیونکہ اس قسم کی زندگی انسان کی فطرت کے خلاف ہے پھر بعض مذاہب یا بعض اقوام اور ممالک میں رہبانیت کا خیال یاد نیا سے قلع تعلق کر لینے کا خیال اس حد تک آگے پہنچا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا جسم بھی مادی دنیا سے تعلق رکھتا ہے، ہم اسے کلیتاً تو فاٹاً نہیں کرتے۔ ہاں اس کے کچھ حصہ کو ہم نمونہ قتل کر دیتے ہیں تاکہ ہمارا رب (ان کے اپنے زعم میں) یہ سمجھے کہ ہم نے اس کی راہ میں اپنے جسموں کو بھی قربان کر دیا ہے۔ جیسے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بعض سادھوں پی ایک یادوں والوں با نہوں کو یا اپنی ایک ٹانگ یا دونوں ٹانگوں کو بعض خاص ریاضتوں کے ذریعہ بالکل مفلوج یا مردہ کی طرح کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی باہوں کو ایک لمبے عرصہ تک اور متواتر آہمان کی طرف بلند کئے رکھتے ہیں اور انہیں حرکت نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ ان میں دورانِ خون بند ہو جاتا ہے اور وہ سوکھ جاتی ہیں۔ غرض بعض لوگ اپنے جسم کے بعض حصوں کو

بعض خاص ریاضتوں کے ذریعہ بالکل مفلوج ناکارہ یا مردہ کی طرح کردیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے رب کو خوش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بعض انسان اس سے بھی آگے بڑھے اور انہوں نے سمجھا کہ وہ خود کشی کر کے اپنے رب کو راضی کر سکتے ہیں جب کہ چند ماہ پہلے بعض علاقوں سے یہ خبریں آئیں اور اخباروں میں چھپیں کہ بدھ مذہب کے بعض پیروؤں نے اپنے نہیں حقوق منوانے کیلئے اپنے جسموں کو آگ لگادی۔ غرض انسان اپنی اس زندگی کی جو خدا تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے قدر نہ کرتے ہوئے اور بعض غلط خیالات میں الجھنے کی وجہ سے رہبانیت کو مختلف شکلوں میں اختیار کرتا رہا ہے۔ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی بلکہ اسلام جس قسم کی زندگی ہمیں گزارنے کو کہتا ہے وہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر دنیا کا ایک حصہ ہوتے ہوئے دنیا کی کشمکش میں شریک ہوتے ہوئے اور وہ سارے فرائض ادا کرنے کے باوجود جو خدا تعالیٰ نے ہم پر عائد کئے ہیں ہم ایک طرح کے راہب ہی ہوں۔ دنیا سے قطع تعلق کرنے والے ہی ہوں۔ دنیا سے بے رغبتی کرنے والے ہی ہوں۔

اسلام نے ہر شعبۂ زندگی کے متعلق ہمیں کچھ احکام دیئے ہیں اس نے ہمیں بعض باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض باتوں سے منع فرمایا ہے اور وہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ اس دنیا کے ہر شعبۂ زندگی میں ایک مسلمان کی حیثیت سے داخل ہوں۔ اور پھر دنیا کو یہ بتائیں کہ اس مادی دنیا کا ایک فعال حصہ ہونے کے باوجود ہم صرف خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے ایک قسم کی راہبانہ زندگی گزار رہے ہیں اور درحقیقت اگر سوچا جائے تو دنیا سے قطع تعلق کر لینے کے نتیجہ میں انسان اپنے رب کا کامل مطیع ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ اس طرح اس نے اپنی زندگی کے بعض پہلوؤں میں تو شائد اپنے رب کی اطاعت کی۔ لیکن بعض پہلوؤں میں اس نے اطاعت سے گریز کیا اور یہ موقع آنے ہی نہیں دیا کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کرتا۔ غرض اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ تم بھرپور زندگی گزارو لیکن جہاں تمہاری زندگیاں دنیوی لحاظ سے بھرپور ہوں وہاں روحاںی لحاظ سے بھی بھرپور ہوں۔ تم راہب نہ ہوتے ہوئے بھی راہبانہ زندگی اختیار کرو دنیا کے جائز مشاغل میں حصہ لو، بیاہ شادی بھی کرو تم پر تمہارے والدین کے بھی بعض حقوق ہیں، تمہاری بیوی اور اولاد کے بھی بعض حقوق ہیں، تمہارے رشتہ داروں کے بھی بعض حقوق ہیں، تمہارے اسلامی بھائیوں اور دوسرے بنی نوع انسان کے بھی بعض حقوق ہیں۔ خدا تعالیٰ کی دوسری مخلوق کے بھی بعض حقوق ہیں، ان حقوق کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہم تم سے یہ خواہش رکھتے ہیں

کہ تم خدا تعالیٰ کے ایک حقیقی عبد اور سچے مطیع کی حیثیت سے اپنی زندگیاں گزارو بالکل اسی طرح جس طرح ایک راہب اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام نے ایک طرف رہبانیت سے منع کیا اور دوسری طرف دنیا کے سب مشاغل کے باوجود کامل انقطاع الی اللہ کی تقدین کی تو ہمیں اس بات کا کیسے علم ہو گا کہ ایک ”راہب“ کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔ سوال اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ علم دینے کے لئے کہ وہ کس قسم کے انقطاع عن الدنیا اور انابت الی اللہ کو پسند کرتا ہے۔ ہمارے لئے اعتکاف کی نفلی عبادت مقرر فرمائی۔ نفلی عبادت یعنی اعتکاف نبی اکرم ﷺ رمضان کے پہلے دس دنوں میں بجالائے پھر آپ رمضان کے درمیانی دس دنوں میں بھی اعتکاف بیٹھے اور آپ یہ عبادت رمضان کے آخری عشرہ میں بھی بجالائے ہیں۔ غرض آپ رمضان کے تینوں عشروں میں اعتکاف بیٹھے ہیں اور اسے آخری شکل آپ نے یہ دی کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی عبادت بجالائی جائے اب رمضان کا آخری عشرہ بڑا ہی محدود زمانہ ہے۔ دس دن ہی تو ہیں۔ پھر لوگوں کی تو ایک محدود تعداد اعتکاف بیٹھتی ہے لیکن اس سے ہم سب کو کم سے کم یہ علم ضرور حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس قسم کی زندگی گزارنے کی ہم سے امید کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے لئے غلوت اور تہائی کو پسند فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا اور حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے لئے مسجد میں کپڑوں کی دیواروں کا ایک حجرہ بنادیا۔ اور ساتھ ہی آپ نے یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپؐ اجازت عطا فرمائیں تو میں بھی اعتکاف بیٹھ جاؤں۔ رسول کریم ﷺ نے آپؐ کو اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ نے اپنے لئے بھی مسجد میں ایک حجرہ بنالیا۔ بعض دوسری ازواج مطہرات کو علم ہوا تو انہوں نے سوچا کہ ہم کیوں پیچھے رہیں۔ چنانچہ پہلے ان میں سے ایک نے اپنے لئے حجرہ بنایا۔ پھر دوسری نے بنایا۔ پھر تیسری نے بنایا اور اس طرح بعض دوسری ازواج کے حجرے بھی تیار ہو گئے۔ جب رسول کریم ﷺ اعتکاف کے ارادہ سے مسجد میں تشریف لائے تو آپؐ نے کئی حجرے دیکھے اس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ حجرے کیوں؟ کس لئے؟ اور کس کے لئے بنائے گئے ہیں؟ آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر بعض دوسری ازواج نے بھی اپنے اپنے حجرے بنائے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کیا تم اس بات میں نسلی اور تقویٰ ملاش کرتی ہو کہ تم دوسرے کی نقل کرو اور ایک دوسرے پر خرومباہت کرو۔ (صحیح البخاری باب الاعتكاف فی شوّال)

رسول کریم ﷺ کی نگاہ بڑی دور میں تھی۔ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی نظر رکھتے تھے آپ نے فرمایا تمہاری اس حرکت کو دیکھ کر دنیا یہ سمجھے گی کہ تم خلوصِ نیت سے کام کرنے کو نیکی نہیں سمجھتیں بلکہ دکھاوے کی عبادت کو نیکی سمجھتی ہوا اور دیکھا دیکھی عبادت بجالانا اور دکھاوے کی عبادت کرنا کوئی نیکی نہیں اس کے بعد آپ مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور فرمایا میں بھی اس سال اعتکاف نہیں بیٹھوں گا۔ غرض اعتکاف بیٹھنے والے کو حقیقی اور انہائی تہائی اور خلوت میسر آنی چاہئے تو وہ اپنا زیادہ تر وقت خدا تعالیٰ کی عبادت اور دعاؤں میں گزار سکے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر حضرت امام احمد بن حنبل کی جوبڑے پا یہ کے امام ہیں۔ رائے ہے کہ اعتکاف کی حالت میں قرآن کریم کی تدریس اور اس کا سبقاً پڑھنا پڑھنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ وقت سیکھنے اور سکھانے کا نہیں بلکہ خلوت میں اپنے رب کو یاد کرنے کا ہے۔ لیکن بعض چھوٹی چھوٹی بدعتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کا دور کرنا ضروری ہے۔ ہماری اس مسجد میں اور ممکن ہے دوسری مساجد میں بھی، بعض لوگ معتکفین کی خلوت میں خلل انداز ہونے کی کوشش کرتے ہوں۔

انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا میرے ایک عزیز معتکف نے دو تین سال ہوئے مجھے بتایا کہ ہم لوگ دعاؤں میں مشغول ہوتے ہیں کہ ہمارے جگہ میں کوئی شخص ہاتھ بڑھا کر مٹھائی کی ایک چھوٹی سی تھیلی رکھ دیتا ہے پھر دوسرا آدمی آ جاتا ہے اور کہتا ہے میرے لئے بھی دعا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جس کی وجہ سے دعا کے لئے تہائی میسر نہیں آتی یہ درست نہیں معتکف کو دعا کے لئے کہنا ہی ہے تو اعتکاف بیٹھنے سے پہلے کہہ دیں یا اس کے لئے کوئی ایسا طریق اختیار کریں جو معتکف کی عبادت اور دعا میں خلل نہ ڈالے اس دفعہ ہماری مسجد میں ۸۰ کے قریب افراد اعتکاف بیٹھے ہیں اگر بوجہ کے دس ہزار باشندے باری باری ان کے پاس آنا اور دعا کے لئے کہنا شروع کر دیں تو ان کا سارا وقت تو دعا کی درخواستیں سننے میں لگ جائے گا پھر وہ دعا کب کریں گے۔ تم اس چیز کو جسے ان کے خدا اور رسول نے اور تمہارے خدا اور رسول نے ان کے لئے پسند کیا ہے یعنی خالص تہائی اور خلوت ان سے چھین لیتے ہو۔ یہ کپڑے کی عارضی دیواریں اس بات کی علامت ہیں کہ ان لوگوں کو خلوت میسر آنی چاہئے اور یہ کہ دنیا کی نظر سے جوانہیں پریشان کرتی ہے اور ان کے وقت کو ضائع کرتی ہے یہ لوگ آزاد اور محفوظ رہنا چاہئے ہیں یہ دیواریں حدود اللہ کو قائم رکھنے والی چیزیں ہیں اور آنے والے کو خبردار کرتی ہیں کہ آگے نہ جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا ایک بندہ اپنے رب کو یاد کر رہا ہے اور تم جرأۃ کر کے ایک آدھ

لذو یا کچھ مٹھائی اور دعا کے لئے پیغام پہنچانے کے لئے ان کے اوقات کو ضائع کر رہے ہو حقیقت یہ ہے کہ اگر اعتکاف سے بڑی عبادت نہ ہوتی جو بطور فرض کے ہے تو مساجد کے اندر اعتکاف بیٹھنے سے منع کر دیا جاتا۔ اسلام نے اجتماعی عبادتوں کو انفرادی عبادات پر ترجیح اور اہمیت دی ہے۔ مثلاً نماز باجماعت ہے جمعہ کی نماز ہے ان عبادات کو انفرادی اور نفلی عبادت پر فوقيت حاصل ہے اگر مسجد سے باہر اعتکاف بیٹھنے کا حکم دیا جاتا تو مختلف اعتکاف کے دنوں میں نماز باجماعت ادا کر سکتا اور نہ جمعہ کی نماز میں شریک ہو سکتا اور نماز باجماعت اور نماز جمعہ فرائض میں سے ہیں اور انہیں اعتکاف پر جو ایک نفلی عبادت ہے بڑی فوقيت حاصل ہے۔ صرف ان عبادات کو بجالانے کے لئے اعتکاف کے لئے مسجد کو منتخب کیا گیا ہے اور آپ محض دعا کی درخواست کرنے اور تھوڑی سی مٹھائی دینے کی خاطر مختلف بھائیوں کو ناجائز طور پر تنگ کرتے ہیں۔

معتكفین کی عبادت اور ان کی دعاؤں میں خلل انداز ہونا ثواب کا کام نہیں اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے اگر ضروری طور پر دعا کی درخواست کرنا ہی ہے تو اجتماعی طور پر دعا کی درخواست کر دی جائے یا اعتکاف بیٹھنے سے پہلے دعا کی درخواست کر دی جائے یا اس کام کے لئے کوئی ایسا وقت تلاش کیا جائے جس میں ان کی عبادت اور دعا میں خلل واقع نہ ہو۔ گوئی وقتوں ایسا نظر نہیں آتا جو دعا اور عبادت سے خالی ہو۔ دعا کا دروازہ آپ سب کیلئے کھلا ہے جہاں ان دنوں میں مختلف بھائی دعا کرتے ہیں آپ بھی دعا کر سکتے ہیں پھر دعا اور صدقہ خیرات کے اور کئی موقع ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

معتكف کو اس کے حال پر چھوڑ دیں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہمیں رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں نظر نہیں آتیں اور جنہیں نہ آپ نے پسند فرمایا ہے اور نہ اصولی طور پر ہماری طبیعت ہی انہیں پسند کرتی ہے ان سے بچنا چاہئے معتکف کو مسجد میں صرف اس لئے بٹھایا گیا ہے کہ اس کی نماز جمعہ ضائع نہ ہو اور وہ نماز باجماعت ادا کر سکے اس لئے نہیں کہ جو چاہے اور جب چاہے اس کی کوٹھڑی میں چلا جائے اور اس کی عبادت میں خل ہو مساجد سے اعتکاف کی عبادت کو لازم کرنے سے اجتماعی دعا اور عبادت کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عباسؓ سے ایک دوست نے سوال کیا کہ ایک شخص سارا دن عبادت اور روزہ میں گزارتا ہے رات کو بھی وہ ذکر الہی اور نوافل پڑھنے میں خرچ کرتا ہے لیکن وہ نماز باجماعت سے

غافل ہے اور جمود کی نماز میں بھی نہیں آتا اس کے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے حضرت ابن عباسؓ نے نہایت آرام سے جواب دیا ہو فی النار و شخص آگ میں جائے گا۔ پس ہمیں فرائض کی طرف بہر حال پہلے متوجہ ہونا چاہئے اور نوافل تو ایک زائد عبادت ہے جس کا بجالانا بہت سی برکتوں کا موجب تو ضرور ہے اور فرائض کی ادائیگی میں جو کمزوری اور رخنے باقی رہ جاتے ہیں ان کو دور کرنے کا ذریعہ بھی ہیں لیکن فرائض کے بغیر نوافل کوئی چیز نہیں اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ فرائض کو چھوڑ کر نوافل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کر لے گا وہ غلطی پر ہے۔ موٹی بات ہے کہ جو سامان مرمت کرنے کے لئے ہے اس مکان میں جو ابھی تعمیر ہی نہیں ہوا کیسے خرچ کیا جاسکتا ہے۔ جب تک آپؐ فرائض کی ادائیگی کے نتیجہ میں جنت میں اپنا مکان تعمیر نہیں کر لیتے۔ اس کے رخنے دور کرنے اور اس کی خوبصورتی اور ترمیم کا سامان مہیا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس پہلے آپؐ فرائض کو مکا حقہ ادا کر کے جنت میں اپنا مکان تعمیر کریں۔ پھر اس کو خوبصورت بنانے، اسے سجائے اور اس کی زیبائش کے لئے نوافل کی طرف متوجہ ہوں۔ اور جو لوگ نوافل کی طرف متوجہ ہوں آپؐ ان کے نوافل اور عبادات میں مخل نہ ہوں۔

رمضان کے ان آخری دنوں میں جن میں ہم اعتکاف بیٹھتے ہیں ایک وہ رات بھی آتی ہے جو لیلۃ القدر کے نام سے موسوم ہے۔ لیلۃ القدر کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ رات جس میں اگر انسان چاہے اور پھر اس کا رب فضل کرے تو وہ اپنی اور اپنی قوم کی تقدیر کو اپنے رب سے بدلا سکتا ہے یعنی لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں تقدیریں بھی بدلتی ہیں لیکن اکثر تقدیریں جو متضرع انہ دعا کے نتیجہ میں بدلتی ہیں ہمارے علم میں نہیں آ سکتیں۔ مثلاً ایک دفعہ ہماری موڑ کا ایک حادثہ ہو گیا اور وہ حادثہ اس نو عیت کا تھا کہ اگر ایک منٹ پہلے یا ایک منٹ بعد ہماری کار جائے حادثہ پر پہنچتی تو حادثہ پیش نہ آتا اور پھر یہ فضل بھی ہوا کہ جو شخص اس حادثہ کا بُری طرح شکار ہوا تھا اسے خدا تعالیٰ نے مجرمانہ طور پر بچا لیا اس وقت میرے دل میں اپنے رب کے لئے بہت حمد پیدا ہوئی اور میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ ہزاروں آفتنیں اور حادثہ ہم سے ٹال رہا ہے لیکن ہمیں ان کا علم بھی نہیں اور مجھے میری زندگی میں اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھا دیا ہے تا مجھے یقین اور وثوق ہو جائے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کس قدر محبت رکھتا ہے۔ پس جو تقدیر نظر آتی ہے اس پر بھی خدا تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے اور جو تقدیر نظر نہیں آتی اس پر بھی انسان کا دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلِكُنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (یوسف: ۲۱)

اللہ تعالیٰ تقدیر بدل سکتا ہے اور بدلتا ہے ہاں جو تقدیر پر دعے غیب میں ہے اور پر دعے غیب میں ہی بدلتی جاتی ہے اس کے متعلق اکثر لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری دعا کو قبول فرمائے گے اور ہمارے دل اس کی حمد سے بھر جانے چاہئیں۔
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ اکثر لوگ غیب کی ان باتوں کی طرف مومنانہ فراست سے متوجہ نہیں ہوتے اور ان کے دل حمد سے خالی رہتے ہیں۔

پس ان آخری دنوں میں اعتکاف بیٹھنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ لیلۃ القدر کی تلاش کی جائے رسول کریم ﷺ بھی اس رات کی تلاش کیلئے ان دنوں میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو یہ رات دکھادے اور جس خوش قسمت کو وہ گھڑی نصیب ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں بڑی کثرت سے سنتا ہے تو اسے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس رات کی تلاش سے پہلے اسے یہ سوچ لینا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت دعا کی یہ گھڑی نصیب کر دی تو وہ اس میں کون کون سی دعا کرے گا۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں نوافل بھی پڑھوں گی اور دعائیں بھی کروں گی لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر مجھے لیلۃ القدر کی گھڑی نصیب ہو جائے تو اس میں میں کون سی دعا کروں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اس گھڑی میں تم اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو۔ پس استغفار ایک بنیادی دعا ہے اس کے بغیر حقیقتاً ہماری زندگی زندگی ہی نہیں رہتی نہ دنیوی زندگی باقی رہ سکتی ہے اور نہ آخری زندگی۔ نہ مادی زندگی باقی رہ سکتی ہے اور نہ روحانی زندگی۔ اس دنیا میں جو مختصر زندگی ہمیں ملتی ہے اس میں ہم اس قدر غلطیاں کرتے ہیں اتنی کوتا ہیاں ہم سے سرزد ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور عفو نہ ہو اور وہ اس دنیا میں یا اگلی دنیا میں ہمیں پکڑنا چاہے تو ہمارے لئے راہِ نجات ممکن ہی نہیں۔

لیلۃ القدر کی گھڑی میں جو دعائیں مانگنی چاہئیں ان میں سے دو بنیادی اور انفرادی دعائیں استغفار اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرنا ہے۔ استغفار یعنی اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنا اور اپنی کوتا ہیوں اور غلطیوں پر پردہ پوشی کی درخواست کرنا اور خاتمہ بالخیر ہو جائے تو پھر کچھی غلطیاں شمارہ نہیں ہوتیں۔ وہ سب معاف ہو جاتی ہیں۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے اور اپنی رضا کی جنت ہمیں نصیب

کرے۔ کوئی شخص اپنی زندگی میں کتنا ہی کام کرتا رہے اگر وہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں قبول نہیں ہوتا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ انسان سینکڑوں نہیں ہزاروں نوافل پڑھے اگر ان کا کوئی نتیجہ نہیں رکتا تو وہ بالکل بے فائدہ ہیں۔ غرض یہ دونوں دعائیں یعنی استغفار اور خدا تعالیٰ کی رضاء کی جنت کے ملنے اور خاتمہ بالحرکی دعا بڑی کثرت سے کرنی چاہئیں اور ان دونوں میں ان پر خاص زور دینا چاہئے یعنی خدا تعالیٰ سے اس کا عفو اور مغفرت بھی طلب کرنی چاہئے اور اس کی بارگاہ میں یہ بھی عرض کرنا چاہئے کہ یا الہی ہم کمزور ہیں ہمارے ہر اس فعل میں جسے ہم نے عمل صالح سمجھ کر کیا ہے بہت سی کوتاہیاں اور غلطیں رہ گئی ہیں تو ہمیں معاف فرم۔ تو بڑا عفو کرنے والا ہے اور تیرے عفو کے مقابلہ میں ہماری کوتاہیاں اور غلطیں کوئی چیز نہیں تو ہماری کمزوریوں کی طرف نگاہ نہ فرم بلکہ اپنی صفت عفو کی طرف نگاہ کر۔ تو بڑا بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔ اپنی اس صفت کے صدقے تو ہماری خطائیں معاف کر۔ گناہ بخش اور ہمارا انجام بخیر کرتے ہوئے ہمیں اپنی جنت میں داخل فرم۔ اس کے علاوہ اگر قبولیت دعا کی گھڑی یعنی لیلۃ القدر میسر آجائے تو اجتماعی دعا یہ کرنی چاہئے کہ اے خدا دنیا تجھ سے دور ہو گئی ہے وہ تجھے پہچانتی نہیں۔ تیرے احسانوں کی وہ قدر نہیں کرتی۔ اے خدا! تو ایسے سامان پیدا کر دے کہ تیری عظمت تیری کبریائی، تیری توحید، تیرا جلال اور تیری محبت سب انسانوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ اے خدا! دنیا نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ اس نے سرکشی کرتے ہوئے آپؐ کو دھنکار دیا ہے۔ اے خدا تو ایسے سامان پیدا فرم اک جن سے اسلام ہماری زندگی میں ہی تمام دنیا پر غالب آجائے اور ہم آپؐ کے جھنڈے کو ہر ملک کے بلند پولوں (Poles) سے لہراتا ہوادیکھیں۔ بہر حال ان دونوں اپنے لئے خدا تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی جنت کے حصول کی دعائیں کرنی چاہئیں اور اجتماعی لحاظ سے خدا تعالیٰ کی عظمت، کبریائی، توحید اور جلال کے قیام اور اسلام کے غلبہ کے لئے بڑی کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ خدا کرے کہ وہ ہمارے اعمال کو قبول فرمائے۔ کیونکہ کوئی عمل چاہے ظاہر میں کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو۔ کتنا ہی صالح کیوں نہ ہو۔ کتنا ہی نیک اور عمدہ کیوں نہ ہو۔ اگر خدا تعالیٰ اسے قبول نہیں کرتا اور نفرت سے اسے دور پھینک دیتا ہے تو وہ بالکل بے فائدہ ہے۔ پس خدا کرے کہ ہمارے اعمال اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہوں اور وہ انہیں نہ صرف قبول فرمائے بلکہ قبولیت کے بعد ہمیں ان سے مزید فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیں اپنی حفاظت اور امان میں رکھے۔ ہمارے دل میں اس کی توحید

کے قیام اور غلبہ اسلام کے لئے خواہش اور تزپ بڑی شدت سے ہمیشہ موجود رہے۔ پھر ہم ان دونوں اغراض کے لئے باقاعدہ جدوجہد بھی کریں اور وہ ہماری اس جدوجہد کو قبول فرما لے اور ہماری زندگیوں میں ہی اسلام کے غلبہ اور اپنی توحید کے قیام کا سامان پیدا کر دے اور ہمیں یقین ہے کہ ایسے سامان ضرور پیدا ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فیصلہ کر لیا ہے ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہماری زندگیوں میں ہی ایسے سامان پیدا کر دے کہ جس ملک میں بھی ہم جائیں اس کے رہنے والوں کی زندگیوں میں اسلام کی حکومت مشاہدہ کریں۔ پھر ہم یہ دیکھیں کہ وہ لوگ اسلام کے پیرو اور اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے رب کے ممنون ہیں کہ اس نے اسلام کی نعمت سے انہیں نوازا اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سمجھتے والے ہیں کہ آپ ان کیلئے آسمان سے قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب لے کر آئے۔ آمین اللہم آمین

(الفضل مؤرخہ ۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۷۳)



اگر تم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو

اپنے اعمال پر کبھی بھروسہ نہ کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ ليلة القدر اور جمعة الوداع میں کوئی طاسی خصوصیات نہیں ہیں۔
- ☆ خدا تعالیٰ کو ہماری عبادت کی نہ خواہش ہے اور نہ ضرورت۔
- ☆ ہمیں اپنی جسمانی اور روحانی حیات کیلئے خدا تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی ضرورت ہے۔
- ☆ ساری عمر کی ریاضتوں اور عبادتوں کے بعد بھی دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان حقیر کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین
- ☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت جو آپ نے حضرت معاذ کو کی۔

تشہد، تعوداً و رسور بِنَفَّا تَحْكِي تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج کا جمعہ جو ماہ رمضان کا آخری جمعہ ہے اور جماعتہ الوداع کے نام سے مشہور ہے، اس کے متعلق مسلمانوں کا ایک گروہ (میں یہاں فرقہ کا لفظ ارادۃ استعمال نہیں کر رہا، بلکہ گروہ کا لفظ استعمال کر رہا ہوں، کیونکہ اس کے معنی فرقہ کے معنوں سے مختلف ہیں) یہ سمجھنے لگ گیا ہے کہ **لِيْلَةُ الْقَدْرِ** اور **جمَعَةُ الْوَدَاعِ** جو رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ اپنے اندر بعض ایسی طسمی خصوصیات رکھتے ہیں جو دوسرے دنوں میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ جس نے جماعتہ الوداع کی عبادت بجالائی، یعنی جمعکی نماز باجماعت ادا کر لی۔ اس کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ہم نے اس جمعہ کے موقع پر اپنے سارے گناہ زبردستی معاف کرواہی لینے ہیں، اس لئے باقی دنوں میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانے اور ان فرائض کی طرف متوجہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اس نے ہم پر عائد کئے ہیں اور یہ ایک نہایت مہلک بڑا ہی باطل اور فاسد خیال ہے اور جیسا کہ میں نے اپنے ابتدائی فقردوں میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے اس تخلی کو اسلام کے کسی فرقہ نے بھی نہیں اپنایا۔ اس کے باوجود چونکہ انسانی طبیعت آرام اور سہولت کی طرف مائل ہونا پسند کرتی ہے، اس لئے شیطان نے مسلمانوں کے ایک گروہ کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا ہے، کہ جماعتہ الوداع کی عبادت میں شامل ہو جاؤ تو تم پر خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے کوئی حقوق باقی نہیں رہتے اور تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس کے بر عکس اسلام نے جو ہمیں تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اگر اپنی ساری عمر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے اور یہ عبادت وہ اپنی طرف سے نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ ہی کیوں نہ بجالائے۔ اس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپنی عبادت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کر لیا ہے۔ اسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ جہاں تک عبادت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے

خزانے پہلے ہی بھرے ہوئے ہیں۔ انسان ان خزانے میں اپنی عبادتوں میں سے کچھ مزید شامل کرے یا نہ کرے وہاں پہلے ہی اتنی عبادتیں ہیں کہ اس کی عبادتوں سے ان خزانے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَيِّحُ بِحَمْدِهِ وَلِكُنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيْحَهُمْ طِإِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا۔ (بنی اسرائیل: ۲۵)

یعنی دنیا کی ہر چیز اس کی تعریف کرتی ہوئی اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان اشیاء کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ وہ یقیناً پردہ پوشی کرنے والا اور بہت ہی بخششے والا ہے۔

گویا خدا تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہر چیز ہر آن اور ہر خط اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہے آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ صرف ہمارے جسموں میں ہی (مادی ذرات کے علاوہ) کروڑوں جاندار چیزیں پائی جاتی ہیں اور وہ ساری جاندار چیزیں جو ہمارے جسموں میں پائی جاتی ہیں، اس آیہ کریمہ کے مطابق ہر وقت یعنی دن اور رات کے چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح و تحمید میں لگی ہوئی ہیں۔ اب ان ہمارے جسموں کے اندر رہنے والی کروڑوں جاندار چیزوں کی عبادت کے مقابلہ میں ہمارے اکیلے کی عبادت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ہماری عبادت ان جاندار اشیاء کی عبادت کے کروڑوں حصہ تک بھی نہیں پہنچتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ متعدد دوسری آیات میں یہ بات ہمارے ذہن نہیں کرتا تا ہے اور ہر چیز جاندار اور بے جان جو میں نے پیدا کی ہے وہ میری عبادت میں لگی ہوئی ہے، وہ میری تسبیح اور تحمید بیان کر رہی ہے۔ وہ میری کبریائی، عظمت اور جلال کا اعلان کر رہی ہے اور پھر وہ ہر چیز میرے تصرف میں ہے اور میرے کہنے پر چل رہی ہے، میں جو کہتا ہوں وہ کرتی ہے اور جس چیز سے میں منع کرتا ہوں وہ چھوڑ دیتی ہے۔ مثلاً آگ کو خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ تم نے پانی کا کام نہیں کرنا۔ اب تم نے کبھی دیکھا ہے کہ آگ نے پانی کا کام کیا ہو۔ اور پھر یہ بتانے کے لئے کہ آگ خدا تعالیٰ کے سامنے بجھ کر تی ہوئی اس کی اطاعت میں جلانے کا یہ فعل کر رہی ہے۔ وہ بعض اوقات خود ہی اسے حکم دے دیتا ہے کہ تم پانی کا کام بھی کرو، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دشمنوں نے آگ میں ڈالا تو اس آگ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بُرْدًا وَسَلَامًا (الانبیاء: ۷۰) بن جانے کا حکم مل گیا۔ یعنی آگ میں جلانے کی خاصیت تھی پانی کی خاصیات اس میں نہیں پائی جاتی تھیں، لیکن خدا تعالیٰ دنیا کو یہ بتانا چاہتا

تحاکہ آگ کام کرنے کا کام کر رہی ہے تو محض میری اطاعت کر رہی ہے ورنہ اس کے اندر جلانے کی کوئی ذاتی قابلیت نہیں پائی جاتی۔ میں جو کچھ اسے کہتا ہوں وہ وہی کرتی ہے۔ اسی طرح اس کے علاوہ بھی ہر چیز میرا حکم بجالاتی ہے، ورنہ اس میں کوئی ذاتی خاصیت اور قابلیت نہیں پائی جاتی۔ لیکن ایک فلسفی کہہ سکتا تھا کہ یہ محض ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس فتنم کی عملی اور مجرمانہ دلیلیں مہیا کرتا ہے۔ مثلاً وہ آگ کو جس میں جلانے کی خاصیت پائی جاتی ہے بعض اوقات یہ حکم دے دیتا ہے کہ تم بَرْدَا وَسَلَاماً ہو جاؤ یعنی پانی کا کام کرو۔ اب آگ نے نہ کبھی پہلے پانی کا کام کیا ہوتا ہے اور نہ بعد میں اسے یہ کام کرنا ہوتا ہے، لیکن خدا تعالیٰ اس سے بعض خاص موقع پر پانی کا کام لے لیتا ہے اور اس سے اللہ کا یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور ہر چیز سے جو چاہے کام لے سکتا ہے کیونکہ ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے وہ اس کے خلاف مرضی کوئی حرکت نہیں کرتی۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آگ کی جلانے کی خاصیت اس سے چھین لی اور اسے پانی کا کام کرنے کا حکم دے دیا اور اس طرح بتادیا کہ وہ آگ چوبیں گھٹنے جلانے کا کام کرتی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کرتی ہے اس میں یہ قابلیت ذاتی طور پر نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح دوسرا مخلوق کا حال ہے۔ پس جہاں تک عبادت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ہماری عبادت کی نہ خواہش ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت پیش آ سکتی ہے کیونکہ اس نے ہمیں بتایا ہے کہ اس نے اربوں ارب مخلوقات کو ہر وقت اپنی عبادت، تسبیح اور تحمید میں لگایا ہوا ہے۔ اس کی ہر مخلوق اس کے حکم کے مطابق اس کی عبادت اور اطاعت میں اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہے۔ اس لئے اسے نہ تمہاری عبادت کی پرواہ ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے لیکن ہمیں اپنی جسمانی اور روحانی حیات کے لئے اس کی اطاعت اور عبادت کی ضرورت ہے۔

ہماری کتب میں ایک واقعہ حضرت ابو یزید بسطامیؓ کے متعلق آتا ہے اس سے ہمیں بڑا چھا سبق ملتا ہے۔ حضرت ابو یزید بسطامیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو ہر تکلیف میں ڈالا اور دن اور رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارے اور یہ سلسلہ تیس سال تک چلتا چلا گیا۔ ان تیس سالوں میں میں نے دن کی گھٹیوں کو بھی خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارا اور رات کو بھی اسی کے لئے قیام کیا۔ میں نے اس کی خاطر اپنے نفس کو ہر مشقت میں ڈالا۔ یعنی میں بہت ہی کم سویا اور بہت ہی کم خوراک استعمال کی اور ہر فتنم کی

ریاضت کی، لیکن ان تیس سال کی عبادت کے بعد ایک دن ایک وجود میرے سامنے آیا اور اس نے مجھے کہا، اے ابو یزید! اللہ تعالیٰ کے خزانے عبادت سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں اگر تمہاری عبادت شامل نہ بھی ہوت بھی ان میں کوئی فرق نہیں پڑتا، تم محض ان عبادتوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔ فَإِنْ أَرْدَثَ الْوُصُولَ إِلَيْهِ أَكْرَمُ اس تک پہنچنا چاہتے ہو تو فَعَلَيْكَ بِالذِّلَّةِ وَالْأَحْتِقَارِ وَالْأَخْلَاصِ فِي الْعَمَلِ تھیں اپنے اندر عاجزی، ذلت، تواضع اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنے کی ذہنیت پیدا کرنی چاہتے۔ تھیں خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کے لئے بہر حال یہ رستہ اختیار کرنا پڑے گا اور پھر اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرنا ہو گا اور اسلامی اصطلاح کی رو سے اخلاص کے لفظ کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہم عبادت کریں اور سمجھیں کہ اس کے نتیجہ میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا تو ہم اس کی خوشنودی اور اس کی رضا کی جنت حاصل کریں گے، محض اپنی عبادتوں اور کوششوں کے نتیجہ میں ہم نہ اس کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں نہ اس کی رضا کی جنت کو پا سکتے ہیں اور نہ اس کے قرب کی را ہیں ہم پر کھل سکتی ہیں۔ بہر حال حضرت ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ تیس سالہ عبادت کے بعد بھی خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق انہیں ایک کہنے والے نے کہا تو یہی کہا کہ تم نے اگر تیس سال دن اور رات عبادت کی ہے تو یہ ایک قابل تعریف فعل ہے لیکن یہ کبھی نہ سمجھنا کہ تم محض اس عبادت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کر سکتے ہو۔ بلکہ اگر تم خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرو، بلکہ اپنے آپ کو ذلیل اور حقیر سمجھو اور ہمیشہ ڈرتے رہو کر کہیں تمہارے اعمال خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ناپسندیدہ نہ ٹھہریں اور وہ اس کے حضور قبولیت کا شرف حاصل نہ کر سکیں۔ پس اگر ساری عمر نہایت اخلاص سے عبادت بجالانے کے بعد بھی خدا تعالیٰ کا ایک مغلص بندہ اپنی نجات کے متعلق مطمئن نہیں ہو سکتا، تو ایک دن کی عبادت سے وہ کس طرح خوش ہو سکتا ہے؟ پس میں یہ نہیں کہتا کہ جمعۃ الوداع کی عبادت میں لوگ زیادہ شوق سے حصہ نہ لیں کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے شوق سے ایک دن کے لئے بھی آتا ہے میرا کام نہیں کہ میں اس کے رستہ میں روک بنوں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ محض اس طرح پر آپ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے، اگر تم نے ایک دن یعنی جمعۃ الوداع کو خدا تعالیٰ کی عبادت کی ہے تو تم نے اپنی عمر کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں گزارا ہے گویا تم نے اپنے فرض کا کچھ حصہ ادا کیا ہے اور یہ بڑی اچھی

بات ہے لیکن یہ کبھی نہ سمجھنا کہ جمعۃ الوداع یا رمضان کی آخری راتوں کا قیام تمہیں تمہارے دوسرا فرائض سے جو تم پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارہ میں عائد ہوتے ہیں آزاد کر دیتا ہے، ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ ساری عمر کی ریاضتوں اور عبادتوں کے بعد بھی تم ہمیشہ یہ دعا کرتے رہو کہ اے خدا! ہم نے اپنی حقیر کوششیں تیرے قدموں میں لا کر رکھ دی ہیں۔ اگر تو چاہے تو انہیں اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے پرے پھینک دے، لیکن تو بڑافضل کرنے والا اور حُن و رحیم خدا ہے ہمیں تجھ سے امید ہے کہ تو ایسا ہرگز نہیں کرے گا، بلکہ محض اپنے فضل سے ہماری ان حقیر کوششوں کو قبول کرے گا اور اپنے قرب اور رضا کی را ہیں ہم پر کھوں دے گا۔

آخر میں میں ایک وصیت پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں جو رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو کی دوست اسے غور سے سین اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وصیت کو سننے کے بعد کوئی انسان مرتے دم تک اپنے کسی عمل سے کسی صورت میں بھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ یہ وصیت بڑی بُھی ہے اس لئے میں اس کے الفاظ نہیں پڑھوں گا بلکہ ان کا صرف ترجمہ بیان کروں گا۔

آنحضرت ﷺ نے ایک دن حضرت معاذؓ سے فرمایا معاذؓ انی محدث بحدیث ان انت حفظہ نفع اے معاذ! میں تھے ایک بات بتاتا ہوں، اگر تو نے اسے یاد کرنا تو یہ تمہیں نفع پہنچائے گی اور اگر تم اسے بھول گئے تو انقطع حجتک عنده اللہ اللہ تعالیٰ کا فضل تم حاصل نہیں کر سکو گے اور تمہارے پاس نجات حاصل کرنے کے بارہ میں اطمینان کے لئے کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی۔ یامعاذ ان اللہ تبارک و تعالیٰ خلق سبعة املاک قبل ان يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ والارض اے معاذ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے سات دربان فرشتوں کو پیدا کیا (اور جیسا کہ اس حدیث کے مفہوم سے پتہ لگتا ہے یہاں آسمانوں سے مراد روحانی آسمان ہیں جن میں روحانی لوگ اپنے اپنے درجہ کے مطابق رکھے جاتے ہیں) اور ان فرشتوں میں سے ایک ایک کو ہر آسمان پر بطور بوآب یعنی دربان کے مقرر کر دیا۔ ان کی ڈیوبٹی تھی کہ تم اپنی اپنی جگہ پر رہو اور صرف ان لوگوں کے اعمال کو یہاں سے گزرنے دو جن کے گزرنے کی ہم اجازت دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرشتے جو انسان کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کا روز نامچہ لکھتے ہیں، خدا کے ایک بندے کے اعمال لے کر جو اس نے صبح سے شام تک کیے تھے آسمان کی طرف بلند ہوئے اور ان اعمال کو ان

فرشتوں نے بھی پا کیزہ سمجھا تھا اور انہیں بہت زیادہ خیال کیا تھا۔ لیکن جب وہ اعمال لے کر پہلے آسمان پر پہنچے تو انہوں نے دربان فرشتے سے کہا کہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور ایک بندے کے اعمال پیش کرنے آئے ہیں۔ یہ اعمال بہت پا کیزہ ہیں، تو اس فرشتے نے انہیں کہا ٹھہر جاؤ تھیں آگے جانے کی اجازت نہیں، تم واپس لوٹو اور جس شخص کے یہ اعمال ہیں انہیں اس کے منہ پر مارو۔ خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں یہ ہدایت دے کر کھڑا کیا ہے کہ میں کسی غیبت کرنے والے بندہ کے اعمال کو اس دروازہ میں سے نہ گزرنے دوں اور یہ شخص جس کے اعمال تم خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرنے آئے ہو ہر وقت غیبت کرتا رہتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ اور فرشتے ایک اور بندہ کے اعمال لے کر آسمان کی طرف چڑھے۔ تزکیہ و تکشہ وہ فرشتے آپس میں با تین کر رہے تھے کہ یہ اعمال بڑے پا کیزہ ہیں اور پھر یہ بندہ انہیں بڑی کثرت سے بجالا یا ہے اور چونکہ ان اعمال میں غیبت کا کوئی شائیبہ نہیں تھا اس لئے پہلے آسمان کے دربان اور حاجب فرشتے نے انہیں آگے گزرنے دیا۔ لیکن جب وہ دوسرے آسمان پر پہنچے تو اس کے دربان اور حاجب فرشتے نے انہیں پکارا، ٹھہر جاؤ، واپس لوٹو اور ان اعمال کو ان کے بجالانے والے کے منہ پر مارو۔ میں فخر و مبارکات کا فرشتہ ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں اس لئے مقرر کیا ہے کہ میں کسی بندے کے ایسے اعمال کو یہاں سے نہ گزرنے دوں جن میں فخر و مبارکات کا بھی کوئی حصہ ہو اور وہ اپنی مجالس میں بیٹھ کر بڑے فخر سے اپنی نیکی کو بیان کرنے والا ہو۔ یہ شخص جس کے اعمال لے کر تم یہاں آئے ہو۔ لوگوں کی مجالس میں بیٹھ کر اپنے ان اعمال پر فخر و مبارکات کا اظہار کیا کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا فرشتوں کا ایک اور گروہ ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمان کی طرف بلند ہوا اور وہ ان فرشتوں کی نگاہ میں بھی کامل نور تھے۔ ان اعمال میں صدقہ و خیرات بھی تھا، روزے بھی تھے، نمازیں بھی تھیں اور وہ محافظ فرشتے تعجب کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا یہ بندہ کس طرح اپنے رب کی رضا کی خاطر محنت کرتا رہا ہے اور چونکہ ان اعمال میں غیبت کا کوئی حصہ نہیں تھا اور ان میں فخر و مبارکات کا بھی کوئی حصہ نہیں تھا۔ اس لئے پہلے اور دوسرے آسمان کے دربان فرشتوں نے انہیں گزرنے دیا، لیکن جب وہ تیسرے آسمان کے دروازہ پر پہنچے تو اس کے دربان فرشتے نے کہا ٹھہر جاؤ۔ اخسر بوا بھی اسی العمل وجہ صاحبہ کہ جس شخص کے اعمال تم خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لئے لے جا رہے ہو اس کے پاس واپس جاؤ اور ان اعمال کو اس کے منہ پر مارو۔ میں تکبر کا فرشتہ ہوں،

مجھے تیرے آسمان کے دروازہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دے کر کھڑا کیا ہے کہ اس دروازہ سے کوئی ایسا عمل آگے نہ گزرے جس کے اندر تکبر کا کوئی حصہ ہو۔ اور یہ شخص جس کے اعمال تم اپنے ساتھ لائے ہو بڑا مبتکب تھا، وہ اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھتا تھا اور دوسروں کو تقاریب کی نظر سے دیکھتا تھا اور ان سے تکبر اور اباء کا سلوک کیا کرتا تھا اور وہ اپنی مجالس میں گردن اونچی کر کے بیٹھنے والا تھا۔ اس کے اعمال گوتمہاری نظر میں اپنچھنے نظر آ رہے ہیں۔ لیکن وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں مقبول نہیں۔

آپ نے فرمایا فرشتوں کا ایک چوتھا گروہ ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمان کی طرف بلند ہوا۔ یَزْهُوْ كَمَا يَزْهُوْ الْكُوْكُبُ الْمُدْرِی وہ اعمال ان فرشتوں کو کو کب المدری کی طرح خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ ان میں نمازیں بھی تھیں، تسبیح بھی تھی، حج بھی تھا، عمرہ بھی تھا۔ وہ فرشتے یہ اعمال لے کر آسمان کے بعد آسمان اور دروازہ کے بعد دروازہ سے گزرتے ہوئے چوتھے آسمان کے دروازہ پر پہنچے تو اس کے دربان فرشتے نے انہیں کہا ٹھہر جاؤ۔ تم یہ اعمال ان کے بجالانے والے کے پاس والپیں لے جاؤ اور اس کے منہ پر دے مارو۔ میں خود پسندی کا فرشتہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس شخص کے اعمال کو جس کے اندر عجب پایا جائے۔ گویا وہ اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کا شریک سمجھتا ہو اور خود پسندی کا احساس اس کے اندر پایا جائے اور اس میں خدا تعالیٰ کی بندگی کا احساس نہ پایا جاتا ہو۔ اس چوتھے آسمان کے دروازہ سے نہ گزرنے دوں۔ میرے رب کا مجھے یہی حکم ہے۔ انه کان اذا عمل عملاً ادخل العجب فيه یہ شخص جب کوئی کام کرتا تھا خود پسندی کو اس کا ایک حصہ بنادیتا تھا۔ اس کے اعمال اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، فرشتوں کا ایک پانچواں گروہ ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمانوں کی طرف بلند ہوا۔ ان اعمال کے متعلق ان فرشتوں کا خیال تھا کہ گَانَّهُ الْعَرُوْسُ الْمَزْفُوْفَةُ إِلَيْ أَهْلِهَا۔ وہ ایک سمجھی سجائی سولہ سنگھار سے آراستہ خوشبو پھیلاتی دہن کی طرح ہیں جو رختانہ کی رات کو اپنے دوہما کے سامنے پیش کی جاتی ہے، لیکن جب وہ چاروں آسمانوں پر سے گزرتے ہوئے پانچویں آسمان پر پہنچے تو اس کے دربان فرشتے نے کہا قفوًا ٹھہر جاؤ ااضر بوا لہذا العمل وجه صاحبہ ان اعمال کو والپیں لے جاؤ اور اس شخص کے منہ پر مارو اور اس سے کہہ دو کہ تمہارا خدا ان اعمال کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ انا مملکت الحسد میں حسد کا فرشتہ ہوں اور میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ہر وہ

شخص جس کو حسد کرنے کی عادت ہو۔ اس کے اعمال پانچویں آسمان کے دروازہ میں سے نہ گزرنے دوں۔ یہ شخص ہر علم حاصل کرنے والے اور نیک اعمال بجالانے والے پر حسد کیا کرتا تھا۔ میں اس کے اعمال کو اس دروازہ میں سے نہیں گزرنے دوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان حفظہ فرشتوں کا ایک چھٹا گروہ ایک اور بندہ کے اعمال لے کر آسمانوں کی طرف بلند ہوا اور پہلے پانچ دروازوں میں سے گزرتا ہوا چھٹے آسمان تک پہنچ گیا۔ یہ اعمال ایسے تھے جن میں روزہ بھی تھا، نماز بھی تھی، زکوٰۃ بھی تھی، حج اور عمرہ بھی تھے اور فرشتوں نے یہ سمجھا کہ یہ سارے اعمال خدا تعالیٰ کے حضور میں بڑے مقبول ہونے والے ہیں۔ لیکن جب وہ چھٹے آسمان پر پہنچے تو وہاں کے دربان فرشتے نے کہا ٹھہر جاؤ۔ آگے مت جاؤ۔ انه کان لا یرحم انسانا من عباد اللہ فقط یہ شخص خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی بندہ پر کبھی رحم نہیں کرتا تھا اور خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں اس لئے کھڑا کیا ہے کہ جن اعمال میں بے رحمی کی آمیزش ہو، میں انہیں اس دروازہ سے نہ گزرنے دوں۔ تم واپس لوٹو اور ان اعمال کو اس شخص کے منہ پر یہ کہہ کر مارو کہ تمہارا اپنی زندگی میں یہ طریق ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرنے کی بجائے ظلم کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرتے ہوئے تمہارے یہ اعمال کیسے قبول کرے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کچھ اور فرشتے ایک بندے کے اعمال لے کر آسمان کے بعد آسمان اور دروازہ کے بعد دروازہ سے گزرتے ہوئے ساتویں آسمان پہنچ گئے۔ ان اعمال میں نماز بھی تھی، روزے بھی تھے، فقه اور اجتہاد بھی تھا اور ورع بھی تھا لہادویٰ گدویٰ النحل وَصُوْءَ كَضُوءُ الشَّمْسِ ان اعمال سے شہد کی کمیوں کی آواز ایسی آواز آتی تھی یعنی وہ فرشتے گلگنا رہے تھے کہ ہم بڑی اچھی چیزیں خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لئے جارہے ہیں اور وہ اعمال سورج کی روشنی کی طرح چمک رہے تھے ان کے ساتھ تین ہزار فرشتے تھے گویا وہ اعمال اتنے زیادہ اور بھاری تھے کہ تین ہزار فرشتے ان کے خوان کو اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ساتویں آسمان کے دروازہ پر پہنچ تو دربان فرشتے نے جو وہاں مقرر تھا کہا ٹھہر وہ، تم آگے نہیں جاسکتے۔ تم واپس جاؤ اور ان اعمال کو اس شخص کے منہ پر مارو اور اس کے دل پر تالا لگا دو کیونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کے حضور ایسے اعمال پیش نہ کروں جن سے خالصتاً خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب نہ ہو اور ان میں کوئی آمیزش ہو۔ اس شخص نے یہ

اعمال غیر اللہ کی خاطر کئے ہیں ارادبہ رفعۃ عند الفقهاء یہ شخص فقیہوں کی مجالس میں بیٹھ کر اور فخر سے گردن اوپنچی کر کے تھے اور اجتہاد کی باتیں کرتا ہے تا ان کے اندر اسے ایک بلند مرتبہ اور شان حاصل ہو۔ اس نے یہ اعمال میری رضا کی خاطر نہیں کیے بلکہ محض لاف زنی کیلئے کئے ہیں۔ وذکرا عندالعلماء وصیتا فی المدائیں اس کی غرض یقینی کہ وہ دنیا میں ایک بڑے بزرگ کی حیثیت سے مشہور ہو جائے۔ علماء کی مجالس میں اس کا ذکر ہو۔ امر نبی ربی ان لا ادع عمالہ یجاواز نبی الى غیری و کل عمل لم يكن لله تعالى خالصا فهو رباء۔ وہ کام جو خالصاً خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہوا اور اس میں ریاء کی ملونی ہو وہ خدا تعالیٰ کے حضور مقبول نہیں اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں ایسے اعمال کو آگے نہ گزرنے دوں۔ تم واپس جاؤ اور ان اعمال کو اس شخص کے منہ پردے مارو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کچھ اور فرشتے ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمانوں کی طرف بلند ہوئے اور ساتوں آسمانوں کے در�ان فرشتوں نے انہیں گزرنے دیا۔ انہیں ان اعمال پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان اعمال میں زکوٰۃ بھی تھی، روزے بھی تھے، نماز بھی تھی، حج بھی تھا، عمرہ بھی تھا، اچھے اخلاق بھی تھے۔ ذکر الہی بھی تھا اور جب وہ فرشتے ان اعمال کو خدا تعالیٰ کے حضور میں لے جانے کیلئے روانہ ہوئے تو آسمانوں کے فرشتے ان کے ساتھ ہو لئے اور وہ تمام دروازوں میں سے گزرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ گئے۔ وہ فرشتے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو گئے لیشہد والہ بالعمل الصالح المخلص لله اور کہا اے ہمارے رب! تیرایہ بندہ ہر وقت تیری عبادت میں مصروف رہتا ہے، وہ بڑی نیکیاں کرتا ہے اور اپنے تمام اوقات عزیزہ کو تیری اطاعت میں خرچ کر دیتا ہے۔ وہ بڑا ہی مخلاص بندہ ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں۔ غرض انہوں نے اس شخص کی بڑی تعریف کی۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا انتس الحفظة على عمل عبدی کہ تمہیں تو میں نے اعمال کی حفاظت اور انہیں تحریر کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ تم صرف انسان کے ظاہری اعمال کو دیکھتے ہو اور انہیں لکھ لیتے ہو۔ وانا الرفیب علی قلبہ اور میں اپنے بندہ کے دل کو دیکھتا ہوں۔ انه لم يردنی لهذا العمل اس بندہ نے یہ اعمال بجالا کر میری رضا نہیں چاہی تھی، بلکہ اس کی نیت اور ارادہ کچھ اور ہی تھا۔ اراد بہ غیری وہ میرے علاوہ کسی اور کو خوش کرنا چاہتا تھا فعلیہ لعنتی اس پر میری لعنت ہے۔ فتن قول الملائکہ کلهم تو تمام فرشتے پکارا ٹھیں گے علیہ لعنتک و لعنتنا اے ہمارے رب اس پر تیری بھی لعنت ہے اور

ہماری بھی لعنت ہے فَتَلَعْنُهُ الْمُسْمُوْنَ السَّبِيعُ وَ مَنْ فِيهِنَ اور اس پر ساتوں آسمان اور ان میں رہتے والی ساری مخلوق اس پر لعنت کرنی شروع کر دے گی۔

حضرت معاویہؓ نے رسول اکرم ﷺ کی اس وصیت کو سناتا تو آپ کا دل کا نپ اٹھا آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیف لی بالنجاة والخلوص یا رسول اللہ! اگر ہمارے اعمال کا یہ حال ہے تو مجھے نجات کیسے حاصل ہو گی؟ اور میں اپنے رب کے قہر اور غضب سے کیسے نجات پاؤں گا؟ آپ نے فرمایا اقتدابی تم میری سنت پر عمل کرو۔ وعلیک بالیقین و ان کان فی عملک تقصیر اور اس بات پر یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ کا ایک بندہ خواہ کتنے ہی اچھے عمل کیوں نہ کر رہا ہواں میں ضرور بعض خامیاں رہ جاتی ہیں اس لئے تم اپنے اعمال پر ناز نہ کرو، بلکہ یہ یقین رکھو کہ ہمارا خدا اور ہمارا مولیٰ ایسا ہے کہ وہ ان خامیوں کے باوجود بھی اپنے بندوں کو معاف کر دیا کرتا ہے۔ وحافظ علی لسانک اور دیکھو اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اس سے کسی کو دکھ نہ پہنچاؤ۔ کوئی بُری بات اس سے نہ نکالو۔ ولا تزك نفسلک علیہم اور اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ مقتی اور پر ہیز گارنے سمجھو اور نہ اپنی پر ہیز گاری کا اعلان کرو۔ ولا تدخل عمل الدنیا بعمل الآخرة اور جو عمل تم خدا تعالیٰ کی رضا اور اُخروی زندگی میں فائدہ حاصل کرنے کے لئے کرتے ہواں میں دنیا کی آمیزش نہ کرو۔ ولا تمزق الناس فیمیزقلث کلاب النار اور لوگوں میں فتنہ و فساد پیدا کرنے اور انہیں پھاڑنے کی کوشش نہ کرو اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت کے دن جنم کے کتے تمہیں پھاڑ دیں گے۔ ولا تراء بعملک الناس اور اپنے عمل ریاء کے طور پر دنیا کے سامنے پیش نہ کیا کرو۔

(روح ابیان جلد اول صفحہ ۲۷، ۲۸)

یہ ساری باتیں اقتدابی کی تشریح اور تفسیر ہیں اور ان کا خلاصہ یہی ہے کہ جس طرح عجز کے ساتھ دنیا سے کلیئہ منہ موڑ کر اور خالصتہ اپنے رب کے حضور حاضرہ کر آنحضرت ﷺ نے زندگی گزاری ہے اور جس طرح آپ بنی نوع انسان کے لئے محض شفقت اور محض رحمت تھے۔ اسی طرح کی زندگی اگر ہم بھی گزارنے کی کوشش کریں یعنی ایک طرف ہم حقوق اللہ کو ادا کرنے کی طرف کوشش کریں اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کا بھی لحاظ رکھنے والے ہوں اور ان پر شفقت اور رحم کرنے والے ہوں۔ ان سے پیار کرنے والے ہوں، ان کے کام آنے والے ہوں اور اپنی دعا اور تدبیر کے ساتھ ان

کے دکھوں کو دور کرنے والے ہوں، وہ ہمارے بھائیوں سے زیادہ ہمیں عزیز اور ہم بھائیوں سے زیادہ ان پر شفقت کرنے والے ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل کے ساتھ، محض اپنے فضل کے ساتھ، ہمیں اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لے گا۔ کیونکہ اس کے فضل کے بغیر ہماری نجات ممکن نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کون پیارا ہو سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے آپؐ سے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ کی نجات بھی آپ کے اعمال کے نتیجہ میں نہیں ہوگی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! میری نجات بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ میرے عمل کے نتیجہ میں نہیں ہوگی۔ (بخاری کتاب المرضی)

غرض جب تک ہم اپنے تمام کاموں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نہ چلیں اور آپ کی اقتداء نہ کریں اس وقت تک ہمیں تسلی نہیں ہو سکتی اور یہ تو خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اپنی زندگی بس رکرتے ہیں یا نہیں، اس لئے ہمیں اپنی زندگیوں کے آخری سانس تک خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہئے، کہ اے خدا ہم نے کچھ کیا یا نہیں کیا۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اگر ہم سب کچھ بھی کر دیں تب بھی ہمارے اعمال میں بہت سی کمزوریاں ہوں گی اور وہ اس قابل نہیں ہوں گے کہ تو انہیں قبول کرے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ تو ہمارے عمل کو قبول کر، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تو اپنے فضل سے ہمیں قبول کر لے اور اپنے قرب اور رضا کی را ہیں ہم پر کھول دے، تا اس دنیا میں بھی ہم اس تیری جنت کے وارث بنیں اور آنے والی دنیا میں بھی ہم تیری جنت کے وارث بنے والے ہوں۔ اللهم آمين

(روزنامہ الفضل ۹ ربیعہ ۱۴۶۶ھ / جنوری ۱۹۶۶ء)



مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے لیکن اس کے دل میں مایوسی پیدا نہیں ہوتی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ ربیعہ ۱۴۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ریوہ)



- ☆ مومن کا مقام خوف اور رجا کے درمیان ہوتا ہے۔
- ☆ اگر خدا تعالیٰ کا قرب، وصال اور رضاۓ چاہتے ہو تو اس کے احکام کی پابندی کرو۔
- ☆ ہمیں ظاہری اور باطنی شرک سے اپنی عبادات کو پاک رکھنا چاہئے۔
- ☆ جسے خدا مل جائے اسے نہ اس جہان کی جنت کی ضرورت رہتی ہے اور نہ اگلے جہان کی جنت اسے درکار ہے۔
- ☆ خدا تعالیٰ سے کبھی مایوس نہیں ہونا وہ بڑا فضل کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا اور بڑا احسان کرنے والا ہے۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

پچھلے دو دن میری طبیعت کچھ خراب رہی ہے مجھے گرمی لگ جانے یعنی ہیئت سڑک کی تکلیف ہو گئی تھی پرسوں رات قریباً ساری رات ہی میں نے جاگ کر گزاری ہے اسی تکلیف کے نتیجے میں ساری رات پلپی ٹیشن (Palpitation) یعنی دل کی دھڑکن کی رفتار ڈیڑھ سو سے اوپر رہی اور ضعف بھی بہت محسوس ہوتا رہا۔ آج گو پہلے کی نسبت بہت آفاقت محسوس ہو رہا ہے اور دل کی دھڑکن کی رفتار ۹۰ کے قریب آگئی ہے۔ گویہ رفتار بھی کچھ زیادہ ہے) لیکن ضعف بہت محسوس کر رہا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر اس ضعف کی وجہ سے میں خطبہ جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر نہ ہو تو کہیں میرا رب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور وہ یہ نہ کہے کہ ہم نے جماعت میں تمہاری اتنی محبت اور پیار پیدا کیا ہے اور تم اس کی ملاقات سے بھی محروم ہو رہے ہو۔ اس خوف کی وجہ سے باوجود ضعف کے میں حاضر ہو گیا ہوں اور اسی مقام خوف کی طرف میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں لوگوں کو متوجہ بھی کیا تھا اور بتایا تھا کہ مومن کا مقام خوف اور رجا کے درمیان ہوتا ہے ایک طرف اللہ تعالیٰ کا بندہ اس سے ڈرتا رہتا ہے اور اسے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے کسی ظاہری یا باطنی گناہ کے نتیجے میں خدا تعالیٰ اس سے ناراض نہ ہو جائے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس قدر بلند ہے کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اسے اپنے اعمال کے نتیجہ میں خوش کر سکتا ہوں۔ پس خدا کا بندہ اپنے اعمال پر بھی بھروسہ نہیں کرتا۔ وہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی سمجھتا ہے کہ اس نے کچھ نہیں کیا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ممکن ہے اس کے اعمال میں کوئی ظاہری یا باطنی نقص رہ گیا ہو اور خدا تعالیٰ انہیں روکر دے اور اس مضمون پر رسول کریم ﷺ کی وہ حدیث بھی جو گزشتہ جمعہ میں نے دوستوں کو سنائی تھی۔ بڑی وضاحت سے دلالت کرتی ہے لیکن اس خوف کے نتیجے میں ایک مومن کے دل میں ما یوسی نہیں پیدا ہوئی

چاہئے کیونکہ اس شخص کو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ڈرتے زندگی گزار دیتا ہے خدا تعالیٰ نے بہت بڑی بشارت دی ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ (الرَّحْمَنُ: ۷۷)

یعنی وہ شخص جو اپنے دل میں خدا تعالیٰ کی بلند شان کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر وقت اس کے خوف کا احساس اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنے عمل کا ایک تحفہ اپنے خدا کے حضور تو پیش کر رہا ہوں۔ آگے اس کی مرخصی ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا نہ کرے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے ہم ایسے شخص کو یہ بشارت دیتے ہیں کہ ہم اسے دو جنتیں دیں گے۔ ان میں سے ایک جنت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو اس دنیا میں عطا کرتا ہے اور دوسری جنت وہ ہے جو آخری زندگی میں یعنی اس دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومن کو نصیب ہوتی ہے۔ غرض اس خوف کی وجہ سے جس کی تلقین خدا تعالیٰ کرتا ہے۔ ہمارے دلوں میں مایوسی پیدا نہیں ہوتی اور نہ اسے پیدا ہونا چاہئے کیونکہ خوف اپنی جگہ پر قائم ہے اور امیداپنی جگہ پر قائم ہے۔ گوہمیں ڈرتے ڈرتے زندگی کے دن گزارنے چاہئیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی زندگی کے کسی لمحے میں بھی ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مایوسی مومن کی علامت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کافر کی علامت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

إِنَّهُ لَا يَأْيُسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكُفَّارُونَ (یوسف: ۸۸)

اصل بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر لوگوں کے سوا کوئی انسان نا امید نہیں ہوتا۔ غرض خوف اور مایوسی میں بڑا فرق ہے اور ہمیں اس فرق کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ کہا ہے کہ وہ شخص یا قوم جو خوف کے مقام کو اختیار کرتی ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی گزارتی ہے۔ وہ اسے دو جنتیں دیتا ہے ایک جنت اسے اس ولی زندگی میں عطا ہوتی ہے اور ایک جنت آخری زندگی میں اسے ملتی ہے ورلی زندگی کی جنت کا اس حدیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر آیا ہے جو میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں سنائی تھی۔ کیونکہ جس معاشرہ میں غیبت نہ ہو۔ جس معاشرہ میں فخر و مبارکات نہ کیا جائے۔ جس معاشرہ میں کوئی شخص بھی اپنے بھائی سے تکبر کے ساتھ پیش نہ آئے اس میں عجب اور خود پسندی کا مظاہرہ نہ ہو کوئی ایک دوسرے پر حسد نہ کر رہا ہو۔ بلکہ سارے ہی ایک دوسرے پر رحم کرنے

والے ہوں جس معاشرہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت ریا کے طور پر نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ ہو یعنی ہر ایک شخص مخاصلہ دل کے ساتھ اپنے رب کو یاد کر رہا ہو۔ تمام لوگ اپنے تمام اعمال محض خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر بجالاتے ہوں۔ تو ایسا معاشرہ یقیناً جنت کا معاشرہ ہے۔ جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کو دکھدینے کا باعث نہیں بتا۔ ہر شخص کو جسمانی اور روحانی دونوں قسم کا سکون حاصل ہوتا ہے۔

خوف کے علاوہ دوسری چیز جس کا ایک مومن بندے کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔ مایوسی کا نہ ہونا ہے ایک مومن بندے کو اپنے رب پر کامل یقین ہونا چاہئے اور اس کا دل اس امید سے بھرا رہنا چاہئے کہ وہ ہماری خطاؤں کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ دے گا اور وہ محض احسان کے طور پر اور اپنی رحمانیت کی صفت کے ماتحت ہم سے سلوک کرے گا اور تمیں اپنی رضا کی جنت میں داخل کرے گا یہ مومن بندہ کی دوسری شان ہے اور مومن بندہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

قُلْ يَعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ طَإِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا طَإِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ - وَأَنْبِيُوآ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوأَلَّهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنَصِّرُوأَنَّ (الزمر: ۵۳، ۵۵)

اے محمد (رسول اللہ ﷺ) تو ان تمام بندوں کو جو تجھ پر اور مجھ پر ایمان لائے ہیں۔ میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور وہ گناہ کے مرٹکب ہوئے ہیں ان کے اعمال میں کچھ تقصیر بھی ہے اور گناہ کی آمیزش بھی ہے اور بعض لغزشیں بھی ان سے سرزد ہوئی ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے وہ بخشش والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے اگر تم سے بار بار تقصیریں اور گناہ سرزد ہوں تب بھی تم مایوس نہ ہو کیونکہ وہ بار بار رحم کرنے والا ہے اور تم سب اپنے رب کی طرف جھکو اور اس کے پورے پورے فرماں بردار بن جاؤ اس کے ارشاد اور ہدایت کے مطابق اپنے اعمال بجا لاؤ اور اس کی رضاۓ کو حاصل کرنے کی خاطران با توں سے بچو جن سے نپخنے کی اس نے تمہیں تلقین کی ہے۔

اور مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنَصِّرُوأَنَّ پیشتر اس کے کہ ایسا عذاب نازل ہو جس کے نزول کے بعد تمہاری مدد کو کوئی نہ پہنچ سکے۔ یعنی اپنی زندگی میں اور موت سے پہلے اگر تم فرماں بردار

بننے کی کوشش کرتے رہو گے۔ تو اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والا ہے۔

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا لیکن اگر تم اپنی زندگی میں اور جب تک تمہارے ہوش و حواس قائم رہتے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہ کرو اور اس کی پرواہ نہ کرو۔ تم دین دنیا کے ابتلاؤں کو اپنے لئے ایک مصیبت جانو اور بعد عملی ریاء اور استکبار میں اپنی زندگی گز اردو تو موت کے وقت تمہارا بچھتا ناتھمیں کوئی کام نہ دے گا بلکہ تمہیں ایسا عذاب ملے گا۔ اس سے بچنا ممکن نہ ہوگا اور اس وقت تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا یعنی اس وقت خدائے رحمان بھی تمہاری مددوں نیں پہنچے گا۔ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کی نصرت، اس کی مدد، اس کی مغفرت اور رحمت کے متلاشی ہو تو اسی دنیا میں اپنی نیتوں کو خالص کر کے تمام اعمال محض اللہ بجالا و پھر اگر بشر ہونے اور ایک کمزور مخلوق ہونے کی وجہ سے تمہارے اعمال میں کوئی کوتا ہی رہ جائے تو ہم بڑے ہی بخشنے والے ہیں۔ ہم تمہیں بخش دیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ ہمیں ما یوسی سے روکتا ہے اور اپنی رحمت کی طرف متوجہ کرتا ہے اور ہمیں اپنے فضل و کرم کی بڑی امید دلاتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تم میرا قرب، میرا اوصال اور میری رضاۓ چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ تم میرے کہنے کے مطابق اعمال بجالاتے رہو۔ اور تمہاری ہمت اور کوشش یہی ہو۔ تمہاری مخلصانہ نیت یہی ہو کہ تم جو نیک کام بھی کرو گے وہ اپنے رب کو خوش کرنے کے لئے کرو گے اور اگر بوجہ بشر اور کمزور مخلوق ہونے کے تم سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ تو میں ان غلطیوں کو معاف کر دوں گا اور معاف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جب خدا تعالیٰ اس پر مہربان ہوگا اور اس کی غلطیوں اور کوتا ہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مغفرت کی چادر اس کو اوڑھادے گا۔ تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نیک انسان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ قرآن و حدیث میں ایک طریقہ کا ذکر آتا ہے کہ اس کے گناہوں اور نیکیوں کا موازنہ ہو گا۔

مثال کے طور پر یوں سمجھ لو کہ اپنے اور بُرے اعمال کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں رکھا جائے گا بُرے اعمال اپنے اعمال کو کینسل (Cancel) کرتے جائیں گے یعنی ان کے اوپر خط تنیش کھینچتے چلے جائیں گے۔ اگر آخر میں نیک عمل رہ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں لے جائے گا۔ لیکن اگر کسی کی بد اعمالیاں اس کے نیک اعمال سے زیادہ ہوں گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے قہر کا مورد بن جائے گا۔ لیکن جس شخص کے بُرے اعمال تھے تو زیادہ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کی چادر ان پر ڈال دی اور وہ سب

معاف کر دے۔ تو اس شخص کے صرف اچھے اعمال ہی باقی رہ گئے۔ تو جتنا بدلہ ان اعمال کا الہی قانون کے مطابق مل سکتا ہے وہ اسے مل جائے گا۔ پھر اس سے زائد بھی ملے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت بے حد و حساب ہے۔ میں نے عید کے خطبہ میں بتایا تھا کہ رحمت کے لفظ میں مغفرت اور احسان دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دے گا اور پھر اچھے اعمال کا اپنے قانون کے مطابق بدلہ بھی دے گا اور پھر اپنی رحمت کے نتیجے میں اس کو زائد بھی دے گا۔ اسی لئے تو آخری زندگی میں مونمن کو ملنے والی جنت ابدی جنت بن جاتی ہے۔ کیونکہ اگر انسان کو محض اس کے اعمال کا ہی بدلہ ملتا تو چاہے وہ اعمال کتنے ہی زیادہ ہوتے بہر حال انہوں نے ایک وقت ختم ہو جانا تھا اور ان محدود اعمال کا بدلہ محدود ہی ملنا تھا اور ایک حد پر آ کر ختم ہو جانا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے ہم سے رحمت اور احسان کا سلوک کرنا ہے اس لئے اس نے ہمارے لئے ایک ابدی جنت مقدار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقاءَ رَبِّهِ فَيُعَمَلُ عَمَلاً صَالِحًا وَلَا يُشْرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ۔

(الکھف: ۱۱۱)

یعنی جو شخص ہمارا وصال چاہتا ہے اسے چاہئے کہ نیک اور مناسب حال اور ہمارے احکام کے مطابق اعمال بجالائے اور کوشش کرے کہ ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے شرکوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو پاک رکھے۔ اس میں کسی قسم کی آمیزش اور ملاوٹ نہ ہونے دے غرض ایسا شخص جو عبادت کے وقت صرف خدا تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا ہے اور کسی اور کسی سامنے سریاز خم نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کے احکام بجا لانے کی ہر وقت کوشش کرتا رہتا ہے۔ وہی امید رکھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اسے مل جائے گا اور جس شخص کو خدا تعالیٰ مل جائے اسے نہ اس جہان کی جنت کی ضرورت رہتی ہے اور نہ اگلے جہان کی جنت اسے درکار ہے دونوں جہانوں کی جنتوں کا منبع جو اسے حاصل ہو گیا۔ غرض خوف اپنی جگہ پر ہے اور امید و رجاء اپنی جگہ پر ہے۔ اسلام نے ہمیں کسی صورت میں بھی ناامید نہیں کیا ہمیں ڈرایا ضرور ہے۔ تنبیہ ضرور کی ہے کہ تم ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی گزارو۔ اور ان احکام پر عمل کرو جو ہم نے تمہارے لئے نازل کئے ہیں۔ ان بداخل اقویوں اور بداعمالیوں سے بچتے رہو جن سے بچنے کی ہم

تمہیں تلقین کرتے رہتے ہیں اور ہمیں بشارت دی ہے کہ اگر تم ایسا کرو تو میں تمہارے لئے اس دنیا میں بھی جنت کا ماحول پیدا کر دوں گا۔ لیکن تم اپنے عمل پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات اتنی ارفع، اتنی اعلیٰ، اتنی شان اور اتنی طاقت والی ہے کہ اگر کسی انسان کے دماغ میں معمولی عقل بھی ہے تو وہ ایک لحظہ کے لئے بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ میں اس کی رضا کی جنت کو زور برازو سے حاصل کر لوں گا اور میں اسے اپنے اعمال کے زور پر خوش کر لوں گا۔ اگر ہمارے اعمال خدا تعالیٰ کے ان احسانات کے مقابلہ میں رکھے جائیں جو اس نے ہم پر ہمارے پیدائش کے وقت سے لے کر موت تک کئے ہیں۔ تو ہمارے اعمال ان احسانوں کے مقابلہ میں بطور شکر کے بھی کافی نہیں۔ توجب انسان نے پہلے قرضے ہی ادا نہیں کئے اور نہ وہ ادا کر سکتا ہے تو اپنے اعمال کی جزا کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اس کے شامل حال نہ ہو۔

غرض جب تک اللہ تعالیٰ انسان کو اپنے فضل اور رحمت سے نوازے اس وقت تک نہ تو اسے جنت مل سکتی ہے اور نہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ پس ایک طرف ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے لمحات گزار و اور دوسرا طرف یہ کہا گیا ہے کہ کبھی ما یوس نہ ہونا کیونکہ ما یوس کفر کی علامت ہے اور وہ اسی دل میں پیدا ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے احکام کا منکر اور اس کے احسانوں کا ناشکر گزار ہو جو شخص خدا تعالیٰ کے ان احسانوں کو جو ہر آن اس پر ہو رہے ہیں۔ یاد کرنے والا ہو وہ اپنے اس احسان کرنے والے رب سے کس طرح ما یوس ہو سکتا ہے۔ غرض ہم نے زندگی کے یہ دن جو ہمیں عطا ہوئے ہیں ڈرتے ڈرتے گزار نے ہیں لیکن ہم نے خدا تعالیٰ سے کبھی ما یوس نہیں ہونا۔ کیونکہ وہ بڑا فضل کرنے والا بڑا رحم کرنے والا اور بڑا احسان کرنے والا ہے اور پھر ہمیں ہمیشہ اس سے یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اے خدا ہم تو نیستی محض ہیں ہم اور ہمارے اعمال کچھ بھی نہیں لیکن ہم تیری ذات پر کامل اور پوری امید رکھتے ہیں کہ تو ہم سے احسان، فضل اور رحمت کا معاملہ کرے گا۔ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے گا ہمیں اپنی رضا کی جنت میں داخل کرے گا اور ہمیں توفیق دے گا کہ ہم تیرے شکر گزار اور حمد کرنے والے بندے بنے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بندوں کے اس ژمرہ میں شامل کرے جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور اپنی رحمت سے انہیں نوازتا ہے۔ (روزنامہ الفضل ۱۶ افریوری ۱۹۶۶ء)

قرآن کریم ایک ایسی نعمت عظمی ہے جسے سیکھنے اور سکھانے کیلئے ہمیں غیر معمولی توجہ اور خاص جد و جہد کرنی چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ فروری ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ قرآن کریم کو چھوڑ کر مسلمان قدر مذلت میں گر گئے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ ہمیں قرآن کریم سے متعارف کرایا۔
- ☆ قرآن کریم سے اتنا پیار کرو کہ اتنا پیار تھیں دنیا کی کسی اور چیز سے نہ ہو۔
- ☆ ہر گھر سے صبح کے وقت تلاوت کی آواز آنی چاہئے۔
- ☆ خدا کرے ہماری آئندہ نسلیں بھی قرآن کریم کی عاشق اور فدائی ہوں۔

تشہد، تعوداً و رسورة فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قرآن اولیٰ کے مسلمانوں نے دنیوی اور روحانی ترقیات حاصل کی تھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے قرآن کریم کو وہ عظمت دی تھی جس کا اسے حق حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک کامل کتاب نازل کی تھی اور انہوں نے اس کی قدر کی۔ انہوں نے اسے پڑھا اور ان میں سے بہتوں نے اسے حفظ کیا اور اسے سمجھنے کی کوشش کی اور نہ صرف کوشش کی بلکہ اس کے سمجھنے کے لئے ہر ممکن تدبیر کے علاوہ دعاؤں کا سہارا اور اس طرح انہوں نے قرآن کریم کے علوم اپنے رب سے سیکھے اور اس نیت سے سیکھے کہ اس کے نتیجہ میں وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کی یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ وہ اس پر عمل کریں اور انہیں یقین تھا کہ اگر وہ اس پر عمل کریں گے تو اس دنیا میں بھی وہ خدا تعالیٰ کے افضل اور اس کی رحمتیں حاصل کریں گے اور آخری زندگی میں بھی وہ ان کے وارث ہوں گے اور جب انہوں نے قرآن کریم کی پاک تعلیم سیکھنے کے بعد اس پر عمل کیا تو قرآن کریم کے طفیل جو بڑی عظمت والی کتاب ہے انہیں اس دنیا میں بھی بڑی عظمت حاصل ہوئی اپنے تو اپنے ہی تھے غیر بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ فی الواقع یہ قوم بڑی عظمت والی ہے انہوں نے قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کیا اور اس کے نتیجہ میں قرآن کریم کی رفتقوں کے طفیل اس قوم کو بھی رفتیں حاصل ہوئیں اور اس قدر رفتیں انہیں نصیب ہوئیں کہ آسمان کے ستاروں کی رفتیں بھی ان کے مقابلہ میں یچ نظر آنے لگیں اور وہ ان بلند یوں پر پہنچ گئی۔ جن تک دنیوی عقل کو سائی حاصل نہیں اور انہوں نے وہ کچھ حاصل کر لیا جو انسان اپنی کوشش اپنی جدوجہداپنی عقل اور اپنی فراست سے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام کی پہلی تین صد یوں میں ہمیں بھی نظارہ نظر آتا ہے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے دنیوی زندگی کے ہر شعبہ میں قائد سمجھے جاتے تھے وہ اسی کی برکت سے دنیا کے لیدر بنے وہ اسی کے طفیل دنیا کے

استاد بنے دنیا کے محبوب بنے، اس لئے کہ قرآن کریم نے ان کی طبائع کو اسی طرح بدل دیا تھا کہ دنیا ان سے پیار اور محبت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ لیکن تین صدیوں کے بعد مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے قرآن کریم سے جو کچھ حاصل کرنا تھا کر لیا ہے۔ جو کچھ قرآن کریم سے انہوں نے پانا تھا پالیا ہے اب انہیں نہ قرآن کریم پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ اسے سمجھنے کی حاجت ہے وہ خام عقل اور دنیوی فراست جوانہیں محسن اس لئے دی گئی تھی کہ وہ اس الہی پیغام کو سمجھنے میں مدد اور معاون بنے۔ اللہ قرآن کریم کو چھوڑ کر انہوں نے صرف اس پر انحصار کر لیا۔ تب خدا تعالیٰ نے یہ نظارہ بھی دکھایا کہ وہ قوم جو دنیا پر ہر طرح سے چھائی تھی اور اس نے اقوام عالم سے اپنی برتری کا سکن منوالیا تھا قدر مذلت میں گر پڑی اور اس نے اس قدر ذلتیں اور رسائیاں اٹھائیں کہ الامان والحفیظ۔

اب اللہ تعالیٰ نے پھر محسن اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہمیں قرآن کریم سے متعارف کرایا ہے۔ آپ نے ہمیں ان تمام خوبیوں کا علم پہنچایا ہے جو قرآن کریم میں پائی جاتی تھیں۔ اور ہمیں ان کی طرف متوجہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

جمال و حسن قرآن نورِ جان ہر مسلمان ہے
قرر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

(براہین احمد یہ ہر چہار حصہ۔ روحانی خزانہ جلد اصفہہ ۱۵۶)

کہ قرآن کریم کے حسن، اس کی خوبصورتی اور اس کی دل کو مودہ لینے والی تعلیم سے ایک مسلمان اپنی زندگی کا نور حاصل کرتا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ جس طرف بھی ہم جائیں گے جب تک قرآن کریم کی مشعل ہمارے ہاتھ میں نہ ہو گئی جب تک اس کا نور ہماری راہ نمائی نہ کر رہا ہو گا ہم صداقت اور بلندیوں کی راہوں پر گامزن نہیں ہو سکتے۔ ہمارے لئے ایک لمبے عرصہ کے بعد قرآن کریم کی کھڑکیاں دوبارہ کھولی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیش بہا اور قیمتی لعل و جواہر قرآن کریم سے نکال کر ہمارے سامنے پیش کئے ہیں۔ اگر ہم اب بھی ان کی قدر نہ کریں تو ہم جیسی بدجنت قوم اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

پس ہمارے لئے ضروری ہے، کہ قرآن کریم کے علوم نہ صرف ہم خود سیکھیں بلکہ دوسروں کو بھی سکھائیں (دوسرے لوگوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو نو احمدی ہیں اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ہماری

نئے نسل کے طور پر ہم میں شامل ہوئے ہیں) اگر ہم قرآن کریم کو مضمبوطی سے پکڑے رکھیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ اس کے علوم کا خزانہ ختم ہونے والا ہے تو جتنا زیادہ فکر اور تمدبر ہم اس میں کریں گے اور شرائط کے ساتھ اور صحیح رنگ میں جتنی ہم دعا کریں گے، جتنی عاجزی اور انکسار کے ساتھ ہم خدا تعالیٰ کے سامنے جھکیں گے اور اس سے مدد چاہیں گے، اتنے ہی زیادہ علوم ہمیں قرآن کریم سے حاصل ہوں گے اور ہوتے رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ اب ہم اس نعمت عظیمی کو ضائع نہ ہونے دیں تا وہ اندھیری رات میں جو پچھلے زمانہ میں اسلام پر گزری ہیں وہ آئندہ تاقیامت اسلام پر نہ آئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ہمیں بار بار اس طرف متوجہ کیا تھا اور یہ دکھ کے ساتھ آپ نے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ ہم قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف کا حقہ توجہ نہیں دے رہے۔ میں بھی آپ لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ”قرآن سیکھو اور اس کے علوم حاصل کرو پھر اپنے بچوں کو بھی قرآن پڑھاؤ تا یہ نعمت ہماری ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتی چلی جائے اور وہ بلندیاں جو ہماری ایک نسل حاصل کرے۔ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں ان سے بھی بلندتر ہوتی چلی جائیں اور قرآن کریم کے علوم انہیں زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتے چلے جائیں۔ قرآن کریم سے اتنا پیار کرو کہ اتنا پیار تمہیں دنیا کی کسی اور چیز سے نہ ہو۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جماعت اس طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہو رہی۔ پہلے بھی وہ سستی کی مرتبہ ہوتی رہی ہے اور اب بھی وہ ایک حد تک غفلت کا شکار ہو رہی ہے۔ اس لئے ہمیں اس بارہ میں کوئی عملی قدم اٹھانا چاہئے میں نے سوچا ہے کہ ہم ایک منصوبہ کے ماتحت جماعت کے بچوں اور اس کے نوجوانوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانا بھی نہیں جانتے اور یہ یہ دلے افسوس کی بات ہے۔ ہمیں اس کیفیت کو جلد تبدل دینا چاہئے ایسا کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔

اس سلسلہ میں جو ابتدائی منصوبہ میں جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ

لاہور کے تمام بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام مجلس خدام الاحمد یہ کرے۔ اور کراچی کی جماعت کے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام میں مجلس انصار اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ ضلع سیالکوٹ کی دیہاتی جماعتوں میں یہ کام مجلس خدام الاحمد یہ کرے، ضلع جھنگ میں جو جماعتوں ہیں ان کے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام مجلس انصار اللہ کے سپرد کیا جاتا ہے ان کے علاوہ جو جماعتوں ہیں ان میں اس اہم کام کی طرف نظارت اصلاح و ارشاد کو خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھانا نہ آتا ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کو اس طرف بڑی توجہ دینی پڑے گی اور اس کے لئے بڑی کوشش درکار ہوگی ہم بڑی جدوجہد کے بعد ہی اس کام میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس منصوبہ کو کامیاب بنانا نہایت ضروری ہے۔ اگر ہم نے الہی سلسلہ کے طور پر ان نعمتوں کو اپنے اندر رقامت رکھنا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے محض رحمانیت کے ماتحت ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل عطا کی ہیں تو ہمیں اپنے اس منصوبہ کو کامیاب بنانے میں اپنے آپ کو پورے طور پر لگا دینا ہوگا۔

اس منصوبہ کی تفاصیل متعلقہ ملکے تیار کریں اور ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے پہنچائیں۔ یعنی جو حلقة مجلس خدام الاحمد یہ کو دیئے گئے ہیں اور جو جماعتوں مجلس انصار اللہ کے سپرد کی گئی ہیں اور باقی جماعتوں جو اصلاح و ارشاد کے صیغہ کے سپرد کی گئی ہیں ان میں انہوں نے کس کس رنگ میں کام کرنا ہے اس کے متعلق وہ اپنا اپنا منصوبہ تیار کریں اور اس منصوبہ کی تفاصیل ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے پہنچائیں ان سب مکاموں کو یہ بات مدنظر رکھنا چاہئے کہ وہ پہلے ہی سال اس کام میں سو فیصدی نہیں تو ۹۰ فیصدی کامیاب ضرور حاصل کر لیں۔ کیونکہ جو ذہین بچے ہیں وہ تو چھ ماہ کے اندر بلکہ بعض بچے اس سے بھی کم عرصہ میں قرآن کریم ناظرہ پڑھ لیں گے قاعدہ یہ رنا القرآن اگر صحیح طور پر پڑھا دیا جائے تو بچہ کیلئے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا مشکل نہیں ہوتا۔

مجھے یہ سن کر بہت تجھ ہوا ہے کہ ہمارے کالج کے بہت سے طلباء بھی قرآن کریم نہیں پڑھ سکتے اور اگر یہ بات درست ہے کہ ان میں سے ایک تعداد قرآن کریم ناظرہ پڑھنا بھی نہیں جانتی یا ان میں سے بہت سے لڑکے قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتے تو انہیں یہ سوچنا چاہئے کہ اگر انہیں قرآن کریم سے وابستگی نہیں اگر انہیں قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں اور انہیں قرآنی علوم حاصل نہیں تو انہوں نے دنیوی

علوم حاصل کر کے کیا لینا ہے۔ دنیا کے ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں دہر یہ لوگ دنیا کے ان علوم کو حاصل کر رہے ہیں۔ وہ دیکھیں کہ یہ علوم دنیا کو کس طرف لے جا رہے ہیں۔ آخر دنیا زندگی کو تو چھوڑ دو وہ دنیا کو بھی تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں وہ دیکھیں کہ آخوندیا کو ان دنیوی علوم سے کون سی خیر و برکت حاصل ہو رہی ہے۔ آج دنیا کے ہر طبقہ کو اس بات کا احساس ہو چکا ہے کہ جس طرح ہم نے دنیوی علوم سکھے ہیں اور جس طور پر ہم نے انہیں استعمال کیا ہے وہ انسانیت کو بھلانی کی طرف نہیں بلکہ تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

غرض ہمارے کالج کا طالب علم ہوا اور پھر وہ قرآن کریم سے ناواقف ہو یہ بڑی شرم کی بات ہے۔

بہر حال ہم نے یہ کام کرنا ہے اور واضح بات ہے کہ اتنے بڑے کام کے لئے چند مرتبی یا معلم یا مجالس خدام الاحمد یہ اور انصار اللہ کے بعض عہدیدار کافی نہیں۔ یہ تھوڑے سے لوگ اس عظیم کام کو پوری طرح نہیں کر سکتے۔ اس کیلئے ہمیں اساتذہ درکار ہیں ہمیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے رضا کار چاہئیں جو اپنے اوقات میں سے ایک حصہ قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کے لئے یا جہاں ترجمہ سکھانے کی ضرورت ہو وہاں قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کیلئے دیں تا یہ اہم کام جلدی اور خوش اسلوبی سے کیا جاسکے۔

میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نعمت جو قرآن کریم کی شکل میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل دوبارہ ملی ہے اگر وہ ورشہ کے طور پر آپ کے بچوں کو نہیں ملتی تو آپ اپنی زندگی کے دن پورے کر کے خوشی سے اس دنیا سے رخصت نہیں ہوں گے۔ جب آپ کو یہ نظر آ رہا ہو گا کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا خزانہ یعنی قرآن کریم جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حاصل کیا تھا اس سے آپ کے بچے کلیئے ناواقف ہیں تو موت کے وقت آپ کو کیا خوشی حاصل ہو گی۔ آپ ان جذبات کے ساتھ اس دنیا کو چھوڑ رہے ہوں گے کہ کاش آپ کی آئندہ نسل بھی ان نعمتوں کی وارث ہوتی جن کو آپ نے اپنی زندگی میں حاصل کیا تھا پس تم اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اپنی نسلوں پر رحم کرو۔ اپنے خاندانوں پر رحم کرو اور پھر ان گھروں پر رحم کرو جن میں تم سکونت پذیر ہو کیونکہ قرآن کریم کے بغیر آپ کے گھر بھی بے برکت رہیں گے۔

ہر احمدی کا گھر ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں رہنے والا ہر فرد جو اس عمر کا ہے کہ وہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو سچ کے وقت اس کی تلاوت کر رہا ہو۔ لیکن اگر مثال کے طور پر آپ کے گھر میں دس افراد ہیں اور ان

میں سے صرف ایک فرد قرآن کریم پڑھنا جانتا ہے باقی نو افراد قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتے تو گواہ آپ نے اس نعمت کا 10/1 حصہ حاصل کیا لیکن دنیوی لحاظ سے آپ ساری کی ساری چیز کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً جو تنخواہ آپ کی مقرر کی گئی ہے آپ کبھی پسند نہیں کرتے کہ آپ کو اس کا 10/1 حصہ ملے اسی طرح دوسری چیزیں ہیں غرض آپ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے ہیں اس میں آپ سو فیصدی کامیاب ہونے کی خواہش رکھتے ہیں سوائے مجنون کے آپ کو کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جو کام تو کر رہا ہو لیکن اس کے دل میں محض یہ خواہش ہو کہ میں اس میں سو فیصدی کامیابی حاصل نہ کروں بلکہ دس فیصدی کامیابی حاصل کروں اور ۹۰ فیصدی مجھے ناکامی ہو اور جب دنیا میں کسی عقلمند انسان کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ وہ اپنے کام میں محض دس فیصدی کامیاب ہو ۹۰ فیصدی ناکام ہو تو آپ روحانی لحاظ سے یہ بات کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ آپ کے گھر میں قرآن کریم کی برکات میں سے صرف دس فیصد نازل ہو اور نوے فیصدی برکات سے آپ بھیشہ کے لئے محروم رہیں۔ پس آپ اپنی جانوں، اپنی نسلوں اور اپنے گھروں پر حرم کرتے ہوئے جلد سے جلد اس طرف متوجہ ہوں اور اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر اس اہم کام کے لئے پیش کریں اور کوشش کریں کہ ہر جماعت چاہے وہ شہری ہو یا دیہاتی ایک سال کے اندر اندر اس کام کا بیشتر حصہ تک پہنچا دے اور دو یا تین سال تک ہمیں یہ نظارہ نظر آئے کہ کوئی احمدی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم ناظرہ نہ پڑھ سکتا ہو اور کثرت سے ایسے احمدی ہوں جو قرآن کریم کا ترجمہ بھی جانتے ہوں جب تک ہم اس کام میں کامیاب نہیں ہو جاتے اس وقت تک نہ ہمیں کوئی دنیوی ترقی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ روحانی لحاظ سے ہم سرخ رو ہو سکتے ہیں کیونکہ فیوض آسمانی کا سرچشمہ ہم نے اپنے لئے بند کر لیا ہے۔ پھر ہم آب بقا کہاں سے حاصل کریں گے۔ جو صرف قرآن کریم سے حاصل ہو سکتا ہے پس قرآن کریم کی قدر کریں اور اس کی عظمت کو اپنے دلوں اور اپنے ماحول میں قائم کریں۔ اس کی بلند یوں تک پہنچنے کا اپنے آپ کو اہل بنائیں اگر آپ ایسا کر لیں گے تو آپ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ستاروں سے بھی بلند تر ہوتے چلے جائیں گے آپ خدال تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔ خدال تعالیٰ کے قرب کے دروازے آپ کے لئے کھولے جائیں گے اس کی رضا کی جنت آپ کو حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم سے پیار کرنے کے نتیجہ میں آپ سے پیار کرنے لگ جائے گا۔ رسول کریم ﷺ سے جب ہم محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم آپ کے پیار کو دوسری

تمام چیزوں کے پیار پر ترجیح دیتے ہیں ہم آپ کی لائی ہوئی تعلیم کے ہر حصہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہمارا آپ سے محبت کا دعویٰ مغض کو کھلا دعویٰ ہو گا ہم منہ سے تو آپ کی محبت کا دعویٰ کریں گے لیکن عملی طور پر آپ کی کسی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ نہ دنیا ہمارے اس دعویٰ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگی اور نہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہمارا دعویٰ مقبول ہو گا کیونکہ آپ سے محبت کے دعویٰ کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم آپ کے ہر اشارہ پر اپنی جان دینے کے لئے ہر دم تیار رہیں۔ جہاں بھی آپ کی کوئی خواہش نظر آئے ہم اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہمیں اس بات کی ضرورت نہ ہو کہ اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آجائے یا اس کا فلسفہ ہمارے سامنے رکھا جائے۔ اس کے منافع ہمیں بتائے جائیں یا اس کے مضرات سے بچنے کی وجوہات کی طرف ہمیں متوجہ کیا جائے۔

ہمارے لئے صرف اسی قدر کافی ہو کہ یہ آپ کی خواہش ہے اور ہم اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں چاہے اس رستے میں ہمیں جان بھی قربان کرنی پڑے کیونکہ محبت کا تقاضا ہی یہی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو کرتا ہے لیکن وہ آپ کی کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تو آپ اُسے پاگل کہیں گے۔ دنیا اس کی محبت کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرے گی۔ کیونکہ آپ سے محبت کے دعویٰ کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم آپ کی ہر خواہش پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پس جب ہم محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی ہر خواہش کو پورا کرنا ہو گا۔ آپ نے ہم سے کس بات کی خواہش کی ہے؟ آپ نے ہم سے یہ خواہش کی ہے کہ ہم قرآن کریم پر اسی طرح عمل کریں جس طرح آپ نے عمل کر کے دکھایا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال کیا گیا کہ آپ کے اخلاق کیسے تھے۔ آپ نے فرمایا:-

کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۹۱)

آپ کے اخلاق کو دیکھنا ہو تو قرآن کریم کو پڑھ لو۔ آپ کی ساری زندگی قرآن کریم کی ہی عملی تصویر ہے جو کچھ قرآن کریم نے کہا وہ آپ نے کر دکھایا گویا آپ نے اپنے الفاظ میں بھی ہدایت دے دی اور اپنے عمل سے بھی ہدایت دے دی۔ غرض آپ کی ساری زندگی کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنا آپ کی محبت کا تقاضا ہے جس کا ہم آپ کی ذات مبارک کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں۔ پس اگر

آپ اپنے اس دعویٰ محبت میں سچے ہیں اور آپ اپنے نسلوں کو اور خدا تعالیٰ کو دھوکا نہیں دے رہے ہیں تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کو خود بھی سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور اپنے بچوں اور دوسرے ان لوگوں کو بھی جن کی ذمہ داری آپ پر ہے قرآن کریم پڑھائیں اور ان کو اس قبل بنادیں کہ وہ قرآن کریم کے معانی سمجھ سکیں اور ان کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ جب بھی قرآن کریم کی آوازان کے کان میں پڑے تو دنیا کی کوئی طاقت اس پر لبیک کہنے سے انہیں نہ روک سکے۔ اگر ہم اپنے اس فرض کو پوری طرح اور خوش اسلوبی سے انجام دینے میں کامیاب ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ کے افضال اور اس کی رحمتیں جہاں ہم پر نازل ہوں گی وہاں وہ ہماری آئندہ نسل پر بھی نازل ہوں گی اور اگر ہمارے بعد آنے والی نسل بھی اپنی ذمہ داریوں کو اسی طرح سمجھے جس طرح ہمیں سمجھنا چاہئے اور وہ انہیں اسی طرح نہایت جس طرح ہمیں سمجھنا چاہئے تو پھر اللہ تعالیٰ کے افضال، اس کی رحمتیں اور اس کی نعمتیں نسل احمدیت میں جاری اور ساری رہیں گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور خدا کرے کہ ہمارے دلوں میں قرآن کریم کی عظمت قائم ہو جائے اور پھر ایسے رنگ میں قائم ہو جائے کہ ہم خود بھی اس پر عمل کرنے والے ہوں اور اپنی نسلوں کی بھی اس رنگ میں تربیت کرنے والے ہوں کہ وہ بھی قرآن کریم کی عاشق اور فدائی ہوں۔ اس پر اپنی جانیں نچھا اور کرنے والی ہوں اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والی ہوں۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۹۶۶ء فروری ۲۶ صفحہ ۲)



بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کے اصل ذمہ داران کے والدین

ہیں جنہیں اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۶۶ء ار فروری مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ خیر کم خیر کم لائلہ کی پُر معارف تشریح۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی صفات کے مطابق اعمال بجالانے کیلئے مناسب ذرائع اور اسباب بھی مہیا کئے ہیں۔
- ☆ اپنی اولادوں کی فکر کریں اور ان کی صحیح رنگ میں تربیت کریں۔
- ☆ الخیر کُلُّه فِي الْقُرْآنِ کی تشریح۔
- ☆ قرآن کریم کے نئے نئے معارف حاصل کرنے کیلئے ساری عمر کوشش کرتے چلے جائیں۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

نَبِيُّ أَكْرَمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْلَمُ أَنَّ حَيْرَ كُمْ حَيْرُ كُمْ لَا هُلْلَهُ

(ترمذی ابواب المناقب باب فی فضل ازواجه النبی ﷺ)

تم میں سے خیر وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بھی خیر ثابت ہو۔ خیر کا لفظ عربی زبان میں اسم کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور صفت کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جب یہ لفظ اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ تو اس کے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ حصول الشی بكمالاته کسی چیز کا اپنے تمام کمالات کے ساتھ حاصل ہو جانا۔ امام راغبؒ نے اپنی کتاب مفردات میں لکھا ہے کہ

الخیر ما يرغب فيه الكل كالعقل مثلا والعدل والفضل والشى النافع وضده الشر۔

(المفردات فی غریب القرآن۔ کتاب الغاء صفحہ ۱۶۰)

یعنی حَيْرُ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے حصول کا سارے کے سارے لوگ بلا استثناء ارادہ کریں۔ پھر رغبت کے معنوں میں ارادہ اور محبت ہر دو مفہوم پائے جاتے ہیں اس لئے حَيْرُ کے معنی ہوں گے۔ وہ چیز جو تمام بی نوع انسان کی محبوب ہو جیسے مثلاً عقل ہے۔ اب دنیا میں کوئی انسان یہ نہیں کہے گا کہ مجھے عقل نہیں چاہئے میں تو بیوقوف اور احمد بننا چاہتا ہوں پھر انصاف ہے دنیا کا کوئی انسان یہ نہیں کہے گا کہ میں انصاف کو پسند نہیں کرتا پھر اس کے معنی نفع دینے والی چیز کے ہیں آپ کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جو کہ مجھے وہ اشیاء درکار نہیں جو نفع دینے والی ہیں بلکہ مجھے ان اشیاء کی ضرورت ہے جو نقصان دینے والی ہوں۔ پس حَيْرُ ہر اس چیز کو کہیں گے جس میں تمام بی نوع انسان رغبت اور اس کے حصول کی خواہش رکھتے ہوں اور پھر وہ چیز انہیں محبوب اور پیاری ہو پھر صرف یہ نہیں کہ وہ چیز بی نوع انسان کو پیاری ہو بلکہ ہر حال میں پیاری ہو۔ چنانچہ امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ وہ سو ان یہ کون مرغوباً فیہ بکل حال و

عند کل امور۔

(المفردات للام راغب کتاب النساء)

یعنی وہ چیز انسان کو ہر حال میں مرغوب ہوا اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ چیزیں جو ہمیں بطور انسان کے مرغوب اور محبوب ہیں اور ہم ان سے پیار کرتے ہیں وہی ہیں جن کا تقاضا ہماری فطرت صحیح کی مختلف صفات کر رہی ہوتی ہیں۔ جو چیزیں ہماری فطرت صحیح کے خلاف ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم میں سے بعض افراد ان سے دلچسپی لے سکتے ہیں اور انہیں اچھا سمجھ سکتے ہیں لیکن سارے کے سارے بني نوع انسان اس میں رغبت نہیں رکھتے اور نہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ پس ایسی اشیاء جو اس تعریف کے ماتحت آتی ہیں۔ وہ صرف وہی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ جن کا مطالبہ انسان کی فطرت صحیح کی مختلف صفات نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کی فطرت میں کچھ صفات رکھیں پھر ہر صفت پر جو اس میں رکھی اپنی صفت کا ایک ٹھپہ لگا دیا اس پر اپنی صفت کی مہر لگا دی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی وہ تمام صفات عطا کیں جن کا تعلق اس کی دنیوی زندگی سے تھا خدا تعالیٰ کی صفات تو غیر محدود ہیں۔ لیکن ایک محدود انسانی زندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا تعلق تھا ان میں سے ہر ایک صفت خدا تعالیٰ نے انسان کو عطا کی اور پھر اس پر اپنی اسی صفت کا ٹھپہ اور مہر لگا دی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک اور چیز بھی عطا کی اور وہ انسان کی طبیعت ثانیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کامل اور غیر محدود ہے۔ اور وہ اپنی ان صفات کے غیر محدود مظاہرے ہے آن کرنے والا ہے۔ لیکن انسان محدود تھا اس لئے ان صفات کے مل جانے کے بعد اختلافی طور پر ایک چیز باقی رہ جاتی تھی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ جیسے فرمایا فَعَلَ مَا يَشَاءُ (آل عمران: ۲۰) عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ: ۲۱) یعنی ہر چیز جسے وہ چاہے کرتا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پھر فرمایا خدا تعالیٰ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ (یوسف: ۲۲) ہے یعنی کوئی چیز اسے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی اب اگر خدا تعالیٰ انسان کو اپنی صفات عطا کر کے چھوڑ دیتا اور اسے طبیعت ثانیہ عطا نہ کرتا تو اس رنگ میں یہ بندیا دی اختلاف پیدا ہو جاتا کہ وہ آزاد نہ رہا بلکہ ان صفات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہو گیا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی بعض صفات عطا کر کے کہا میں اب تمہیں آزادی بھی دیتا ہوں اور اس آزادی کے لئے ایک متوازن طبیعت ثانیہ کی ضرورت تھی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو کہا میں نے تمہیں

اپنی صفات تو دے دی ہیں لیکن تم ان کے مطابق عمل کرنے پر مجبور نہیں ہو میں تمہیں یہ اجازت بھی دیتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو ان صفات کی قدر نہ کرو اور ان وساوس میں بنتا ہو جاؤ جو شیطان تمہارے دل کے اندر پیدا کرتا ہے۔ تم میرے حکم کی تقلیل کی بجائے شیطان کی پیروی کرنے لگ جاؤ اور میری صفات کا مظہر بننے کی بجائے شیطانی صفات کے مظہر بن جاؤ تمہیں آزادی ہے تم جو چاہو کرو کرو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو نظرت صحیح کے ساتھ ساتھ ایک طبیعت ثانیہ بھی عطا کی اور اس کی وجہ سے انسان بعض دفعہ شیطان کی بات مان کر خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر کھڑا ہو جاتا ہے حالانکہ انسان کی فطرت صحیح اسے ایسا کرنے سے منع کرتی ہے۔ اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

**يَا إِيَّاهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالقُوكَ فَسَوْكَ فَعَدَلُوكَ ۝
فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَجَبَكَ ۝** (سورۃ النظار: ۷۹)

یعنی اے انسان تجھے کس نے تیرے رب کے بارے میں مغرور بنایا ہے۔ مَا غَرَّكَ بِفُلانٍ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تجھے اس کے مقابلہ میں دلیری اور جرأت کے ساتھ کھڑے ہو جانے پر کس نے آمادہ کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان ہم نے تجھے پیدا کیا پھر تیری فطرت صحیح میں اپنی بعض صفات رکھیں اور پھر تجھے اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ فَسَوْكَ پھر تیری ان صفات کو تیرے مناسب حال درست کیا اور پھر تجھے خالی صفات ہی نہیں دیں بلکہ تجھے ان صفات کے مطابق اعمال بجالانے کی قوت بھی عطا کی خدا تعالیٰ تو خیر قادر مطلق ذات ہے۔ اس کی صفات اور اس کی قدر تین پہلو ب پہلو چل رہی ہوتی ہیں اس کے لئے نہ اس دنیا میں کوئی روک ہے اور نہ اگلی دنیا میں کوئی روک ہے۔ وَهَمَالِكُ كُلِّ شَيْءٍ ہے وہ خالق کُلِّ شَيْءٍ (الرعد: ۷۱) ہے وہ قادر علیٰ کُلِّ شَيْءٍ ہے لیکن انسان ایسا نہیں۔ اس کو اگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنی بعض صفات دی ہوتیں لیکن ان کے مطابق اعمال بجالانے کی طاقت اسے حاصل نہ ہوتی تو یہ سب صفات اس کے کسی کام کی نہ ہوتیں وہ محض ایک بیکارشی ہوتیں مثلاً صفت رحم ہے اگر اللہ تعالیٰ انسان کو صفت رحم تو عطا کرتا لیکن رحم کرنے کیلئے جن اسباب اور ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسے عطا نہ کئے جاتے تو یہ صفت انسان کیلئے بیکارشی بن کر رہ جاتی۔ پس جہاں تک انسان کا تعلق ہے ضروری ہے کہ ہر صفت کے مطابق اسے اعمال بجالانے کیلئے مناسب ذرائع سامان اور اسباب بھی عطا کئے جائیں ورنہ

وہ مفت انسان کے کسی کام کی نہیں رہتی تو فرمایا فَسَوْلَكَ فَعَدَلَكَ ہم نے تجھے تیری صفات کے مطابق ایسی قوتیں دی ہیں اور ایسے اسباب پیدا کر دئے ہیں کہ یہ صفات ناکارہ نہ بن جائیں بلکہ تو ان کے مطابق اپنی عملی زندگی گزار سکے ہم نے تجھے اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے اور ان کے مطابق عمل بجالانے یا نہ بجالانے میں آزاد رکھا ہے پھر فی ای صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكِبَ۔ (الانفطار: ۹) اس کے بعد خدا تعالیٰ نے جو صورت پسند کی اس میں تجھے ڈھالا اس آیت میں اس طرف بھی الطیف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے مجبور پیدا نہیں کیا بلکہ تجھے تیری فطرت صحیحہ کے ساتھ ساتھ طبیعت ثانیہ بھی عطا کی ہے اور تجھے اجازت دی ہے کہ اگر تو چاہے تو خدا تعالیٰ کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے اس کی صفات حسنہ کا حقیقی مظہر بنے۔ اور اگر تو چاہے تو خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں اباء اور اشکار کا رو یہ اختیار کرتے ہوئے بغوات اختیار کر لے اور شیطان کے گروہ میں شامل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کا انسان کو یہ آزادی دینا بھی دراصل اسے مظہر صفات باری بنانے کے لئے ضروری تھا۔ ورنہ اگر جربرا طریق اختیار کیا جاتا تو اس میں اور خدا تعالیٰ کی دوسری مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہتا اور انسان کو دوسری مخلوقات پر کوئی فضیلت حاصل نہ ہوتی کیونکہ خدا تعالیٰ کی ساری مخلوقات ہی اس کی اطاعت میں لگی ہوئی ہے اور وہ اس کے احکام کے بجالانے سے انکار نہیں کر سکتی۔ دیکھو خدا تعالیٰ بھی محنت کا پھل دیتا ہے اور آم کا درخت بھی خدا تعالیٰ کے اذن کے ساتھ اسے محنت کا پھل مل جاتا ہے۔ نہیں ہوتا کہ وہ محنت تو کرے اس لئے کہ اس درخت سے آم ملیں لیکن اسے اس درخت سے کھٹی گلگل حاصل ہو کیونکہ اس درخت نے خدا تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنی ہے، خدا تعالیٰ کا اسے حکم ہے کہ اگر کوئی انسان اس کی پروردش کرے تو وہ بڑا ہو کر اسے آم ایسا میٹھا پھل دے لیکن اس آم میں خدا تعالیٰ کے صفات کا مظہر بننے کی الہیت نہیں کیونکہ جہاں جرمی اطاعت ہو وہاں کامل مظہریت پیدا نہیں ہوتی جیسے اللہ تعالیٰ پر کسی اور ہستی کا زور نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی اس کے ایک محدود دائرہ کے اندر آزادی دے دی (بڑے دائرہ کے اندر تو وہ بھی بہت سی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہوتا ہے) یعنی اس کو ایسی قوتیں عطا کر دیں کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی ان صفات کو جو اسے عطا کی گئی ہیں ایک محدود دائرہ کے اندر اپنی مرضی سے استعمال کر سکے اور اگر چاہے تو وہ راستہ بھی اختیار کر لے جو اس کی فطرت صحیحہ کے مطابق نہیں۔

غرض خیر کے معنی جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس چیز کے ہیں جسے انسان ہر حالت میں پسند کرتا ہے۔ وہ اس میں رغبت رکھتا ہے اور اسے حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اگر تدبیر اور فکر سے کام لیا جائے تو ایسی اشیاء صرف وہی ہو سکتی ہیں جن کا مطالبہ ہماری فطرت صحیح کر رہی ہو کیونکہ جو چیز ہماری فطرت صحیح کے مطابق اور مناسب حال نہیں اسے تمام بني نوع انسان پسند نہیں کر سکتے۔ اس کو وہ محبوب نہیں رکھ سکتے۔ وہ ان کی مرغوب نہیں ہو سکتی۔ انسان کو مرغوب اور محبوب وہی چیز ہو سکتی ہے جس کا اس کی فطرت صحیح تقاضا کر رہی ہو۔ پس جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

خَيْرُ كُمْ خَيْرُ كُمْ لَا هُلْهُ

(ترمذی ابواب المناقب باب فی فضل ازواج النبی ﷺ)

تو آپؐ کی اس سے یہی مراد تھی کہ تم میں سے سب سے زیادہ صاحب خیر یعنی ان چیزوں کو جن کا اس کی فطرت صحیح مطالبہ کرتی ہے اور خواہش رکھتی ہے۔ سارے کمالات کے ساتھ حاصل کرنے والا وہ شخص ہے جو ان سب بھلائیوں کو اپنے اہل کے لئے بھی منتخب کرتا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص حقیقتاً یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن کر میں نے ان تمام خوبیوں کو اپنے نفس کے اندر جمع کرنا ہے اور تمام دنیوی اور روحانی مدارج ارتقاء کو طے کرتے ہوئے فطرت کے سارے تقاضوں کو بے کمال حاصل کرنا ہے یعنی خدا تعالیٰ کا بندہ کامل بن جانا ہے۔ تو وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ تمام بھلائیاں جو اسے حاصل ہیں۔ اس کے بیوی بچوں اور دوسرے عزیزوں کو حاصل نہ ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی ایک صفت ربویت بھی رکھی ہے۔ اب انسان ان تمام صفات کا جو خدا تعالیٰ نے اس کے اندر رکھی ہیں اپنے کمالات کے ساتھ مظہر بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ ربویت کی صفت کا مظہر نہ ہو یعنی وہ اس خیر کو جو اس کے اندر پائی جاتی ہے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں تک نہ پہنچائے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ كُمْ خَيْرُ كُمْ لَا هُلْهُ (بخاری کتاب المناقب باب فی فضل ازواج النبی ﷺ)

کہہ کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ہم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو خدا تعالیٰ کی عطا کردہ صفات کو بروئے کارلاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات میں اس کا مظہر کامل بنتا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی فکر کرے اور وہ ان کی صحیح رنگ میں تربیت کرنے والا ہو کیونکہ جو شخص اپنی اولاد اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان (اہل میں یہ سب شامل ہیں) کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ خود اپنے عمل سے اس پر مہر لگادیتا ہے

کوہ ان تمام صفات حسنہ کو کام میں نہیں لگا رہا جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہیں بلکہ وہ ان میں سے بعض صفات کو نظر انداز کر رہا ہے۔ پس نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تک تم اپنی اولاد اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان کی صحیح تربیت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ تم اس مقام کو حاصل نہیں کر سکتے جس کے حصول کے لئے انسان کی پیدائش کی گئی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان خیر کیسے بن سکتا ہے یا ہم کن را ہوں پر چل کر خیر کو حاصل کر سکتے ہیں یا ہمیں خیر کہاں سے مل سکتی ہے اس کا سادہ جواب یہی ہے کہ یہ چیز قرآن کریم سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا ایک لفظی خلاصہ خود قرآن کریم میں ”خیر“ کہا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے مَاًذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ (الخل: ۳۱) جب مسلمانوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا اُتارا۔ قَالُوا خَيْرًا۔ (الخل: ۳۱) وہ کہتے ہیں ”خیر“، گویا ”خیر“ کے لفظ میں قرآن کریم کا خلاصہ ہے قرآن کریم کا ایک اجمانی خلاصہ خدا تعالیٰ نے اس کے شروع میں سورۃ فاتحہ کی شکل میں بیان کر دیا ہے اور اس کی آخری تین سورتیں بھی اس کا خلاصہ ہیں اور پھر اس کا ایک لفظی خلاصہ ”خیر“ بھی ہے اب دیکھو کتنی عجیب بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے سارے قرآن کریم کا خلاصہ صرف ایک لفظ میں بیان کر دیا ہے اور وہ لفظ ”خیر“ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا کہ

الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ (تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ ۸۹)

کہ اگر تم خیر (اس کا مفہوم جیسا کہ میں نے بتایا ہے بڑا وسیع ہے) کے حصول کا طریق جانتا چاہتے ہو تو اگر تم اس کے حصول کے ذرائع سمجھنا چاہتے ہو۔ یا تم سمجھتے ہو کہ اس کے حصول کے سلسلہ میں تمہیں کسی مدد اور معاون کی ضرورت ہے تو تمہیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کیونکہ **الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ**۔ خیر سب کی سب قرآن کریم میں ہے۔ اسی لئے میں نے اپنے پچھلے خطبہ میں جماعت کو اپنے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے اور پھر اس کا ترجمہ پڑھانے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں جو رپورٹیں مجھے ملی ہیں۔ ان میں ایک پہلویہ بھی ہے کہ جماعت کے بعض افراد باوجود اس کے کوہ اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھاسکتے ہیں اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور باوجود اس کے کہ انہیں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ انہوں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ ایسے احباب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے خیر کا حصول چاہتے ہیں اور اپنے خدا کی نظر میں خیر بننا چاہتے ہیں تو

ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کی طرف رجوع کریں۔ اور اس سے خیر حاصل کریں۔ اور پھر اپنی اولاد کو بھی اس طرف لگائیں کہ ہر قسم کی خیر قرآن کریم سے ہی مل سکتی ہے اور اگر تم یا تمہاری اولاد قرآن کریم کی طرف پیٹھ کر کے آگے بڑھو گے تو یاد رکھو وہ رستہ جس کی طرف تم جا رہے ہو گے جنت کا رستہ نہیں ہو گا بلکہ جہنم کا رستہ ہو گا غرض الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ ہر وہ چیز جو ہماری فطرت کو سیسیفائی (Satisfy) کر سکتی ہے اسے تسلی اور اطمینان دلساکتی ہے اس کی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہے اور پھر وہ غرض جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے صرف قرآن کریم کے پڑھنے سمجھنے اس سے فیض حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اولاد کی تربیت اور اس کو قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے انہیں اس کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اس نعمت یعنی قرآن کریم سے جوانہیں حاصل تھی کیوں محروم کر دیا۔ حالانکہ وہ اس نعمت کو اپنی اولاد تک پہنچانے کی اہلیت رکھتے تھے جماعتی نظام کا یہ کام ہے کہ وہ انہیں اس طرف متوجہ کرے جماعتی نظام کا یہ کام ہے کہ وہ اس کام کے لئے بعض سہولتیں مہیا کر دے کیونکہ جب تک جماعتی نظام اس کا مدد و معاون نہ ہو۔ انسان اپنی ذاتی الجھنوں کو حل نہیں کر سکتا اور جماعتی نظام تمہاری اس مدد کے لئے تیار ہے وہ تمہیں یہ کہے گا کہ تم پریشان نہ ہو اگر تم اپنی اولاد کو اپنے اوقات میں سے صرف نصف گھنٹہ اور دے دیا کرو اور انہیں قرآن کریم پڑھا دیا کرو تو تمہاری یہ پریشانی دور ہو جائے گی کہ تمہاری اولاد قرآن کریم سے بے بہرہ ہے پھر جماعتی نظام کا یہ کام ہے کہ وہ افراد جو فی الواقع اور فی الحقيقة اس قابل نہیں کہ اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھائیں ان کے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا مناسب انتظام کرے مثلاً ایک غریب خاندان ہے بد قسمتی سے والدین اپنے بچپن میں قرآن کریم ناظرہ نہیں پڑھ سکے اور بد قسمتی سے ان کے قرب و جوار میں کوئی ایسا احمدی دوست بھی نہیں رہتا جو قرآن کریم پڑھانے کے قابل ہو ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ باتیخواہ استاد رکھیں اور بچوں کو قرآن کریم پڑھوائیں لیکن ان کے پاس روپیہ نہیں جو اس انتظام پر خرچ کر سکیں ایسی استثنائی حالتوں میں جماعتی نظام کا فرض ہے کہ وہ ایسے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کرے چاہے اس پر رقم خرچ کرنی پڑے ورنہ اصل ذمہ داری اور فرض والدین کا ہے اگر ماں پڑھی ہوئی ہے یا باپ قرآن کریم ناظرہ جاتا ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بھی

قرآن کریم پڑھائیں اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم انہیں اس طرف توجہ دلائیں ان پر اخلاقی دباؤ ڈالیں۔ انہیں غیرت دلائیں اور انہیں سمجھائیں کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں قرآن کریم جیسی نعمت عطا کی ہے تم اپنے چند کھوئے پیسوں کو تو بطور ورشہ اپنی اولاد میں چلانا چاہتے ہو لیکن قرآن کریم ایسی بڑی نعمت کو اپنے پاس مہیا رکھتے ہوئے یہ کیسے برداشت کر سکتے ہو کہ وہ تمہاری اولاد تک نہ پہنچے۔ غرض افراد کو ہر طرح سمجھانا۔ انہیں تلقین کرنا اور یاد دلانا ہمارا کام ہے اور اگر کوئی شخص مجبور ہے، معذور ہے تو اس کی ہر ممکن مدد کرنا بھی ہمارا کام ہے لیکن اگر جماعت میں کوئی ایسا آدمی موجود ہے کہ وہ خود اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھا سکتا ہے اور وہ باوجود سمجھانے کے اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا یا وہ مالدار ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس قدر توفیق دے رکھی ہے کہ وہ استاد کہ کراپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھا سکتا ہے لیکن وہ اس طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو ایسا شخص ہمارے لئے انتہائی بے عزتی کا باعث ہے ایسے شخص کو سمجھ لینا چاہئے کہ جماعت اس کی اس حرکت کو کبھی برداشت نہیں کرے گی جماعت کا یہ فرض ہے کہ جب تک ایسا شخص جماعت کے ساتھ نسلک ہے اسے اپنے بچوں کو وقت دے کر یا رقم خرچ کر کے قرآن کریم پڑھوانے کے لئے مجبور کرے۔

میں نے قرآن کریم کے پڑھانے کی جو سیکم جماعت کے سامنے رکھی تھی اس پر عمل کرنے کے لئے میرے نزدیک کسی بجٹ کی ضرورت نہیں صرف انتظام کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ لوگ جن کے سپرد یہ کام ہے اس کی طرف پوری توجہ کریں تو ہمیں اس کام کے لئے روپیہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے دوست کثرت سے دئے ہیں اور میں کامل یقین رکھتا ہوں۔ جب جماعت سے اپیل کی جائے گی کہ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کے لئے رضا کاروں کی ضرورت ہے تو جماعت کی عورتیں اور مرد ضرورت سے زیادہ اپنے نام پیش کر دیں گے انشاء اللہ لیکن منتظمین کو بھی اس نیجے اور طریق پر سوچنا اور کام کرنا چاہئے کہ پیسے بھی خرچ کرنے کی طرف ان کو توجہ نہ ہو۔ اور اس یقین کامل کے ساتھ انہیں کام کرنا چاہئے کہ ہم پیسے بھی خرچ نہیں کریں گے اور ہمارا کام بھی ہو جائے گا۔ قرآن کریم ایسی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں محض اپنے فضل سے عطا کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں فطرت صحیح عطا کر دیتا اور پھر ہمیں اپنی ان صفات کا بھی مظہر بنادیتا جو اس مادی

دنیا سے تعلق رکھتی ہیں جس میں ہم نے اپنی زندگی گزارنی ہے لیکن ان صفات کے صحیح استعمال کا ہمیں علم نہ دیتا ان صفات سے ہمیں صحیح طریق پر کام لینے کا علم نہ دیتا وہ ان را ہوں کی نشان دہی نہ کرتا جن پر چل کر ہم مدارج ارتقاء طے کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں تو پھر ان صفات کا ہماری فطرت میں رکھا جانا مفید نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک طرف ہمیں فطرت صحیح عطا کی ہے اور دوسری طرف قرآن کریم جیسی تعلیم دے کر، اس فطرت صحیح کے صحیح نشوونما کے سامان کر دئے ہیں کیونکہ قرآن کریم کے بغیر انسان اپنی زندگی کا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اس وقت میں دوستوں کو اس سلسلہ میں کہ قرآن کریم سے ہمیں کس قدر پیار کرنا چاہئے (اور پھر اگر فی الواقع پیار ہو جائے تو انسان ایک لحظہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اتنی اچھی، حسین، خوبصورت، دل کو مودہ لینے والی اور دل و دماغ اور سینہ کو معطر کر دینے والی چیز ہمیں ملی ہو اور ہم اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں کو اس سے محروم رہیں) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں سے دو اقتباسات سنانا چاہتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:-

”حقیقی اور کامل نجات کی را ہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سوم قرآن کو مدبر سے پڑھوا اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ كہ تمام قسم کی بھلا یاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاج اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی یہ

نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مُضغَّة کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں پیچ ہیں،“
(کششی نوح۔ روحانی خزانہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۲، ۲۷)

اسی طرح حضور علیہ السلام ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:-

”بلاشہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک فتنم کا رشتہ ہے ان کا دل قرآن شریف کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور خداۓ کریم نے ان کے دل ہی اس طرح کے بنا کر کے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف اور صرتھ بات سن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سنتے اس کی ہر ایک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن نہیں کا ہوتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافت کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر یک کو حسب استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے راست بازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالت جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ نکل کر دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر تھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ۔ سو حال کے زمانہ میں بھی جب اول عیسائی واعظوں نے سر اٹھایا اور بد فہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھیچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سو فسطائی تقریروں سے آراستہ کر کے ان کے آگے رکھ دیا اور ایک طوفان ملک ہند میں برپا کر دیا۔ آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں دکھلا سکتے۔ اور ان کے لمبے چوڑے عذر ات کو یوں الگ کر کے رکھ دیا۔ جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے،“

(از الہ اوہام حصہ دوم۔ روحانی خزانہ جلد ۳ صفحہ ۳۸۲، ۳۸۳)

غرض قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان اور

خود ہماری اپنی عقل کے مطالبہ اور تقاضا کے مطابق ہمیں اتنا پیار کرنا چاہئے کہ کسی اور چیز سے ہم اتنا پیار نہ کرنے والے ہوں اور وہ ہمیں اتنا محبوب ہونا چاہئے کہ ہم ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہ کریں کہ یہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اس سے ہماری نسلیں محروم رہ جائیں۔ پس ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے آپ کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کو پہلے قرآن ناظرہ پڑھائیں اور پھر اس کا ترجمہ سکھائیں اور پھر ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کریں کہ قرآن کریم کی محبت اور عشق ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ اور وہ قرآن کریم کے نئے نئے معارف حاصل کرنے کے لئے ساری عمر کوشش کرتے چلے جائیں اور وہ اس حقیقی مقصد کو پورا کرنے کے لئے جس کی خاطر انسان کی پیدائش کی گئی ہے صحیح معنوں میں اور حقیقی رنگ میں خدا تعالیٰ کی صفات کے مظہر بننے والے ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کی اس کتاب سے روشنی، نور اور راہنمائی حاصل کر کے خدا تعالیٰ کے قرب کی را ہوں پر تیزی سے گامزن رہنے والے ہوں۔ اور اس کی رضا کو زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد تر حاصل کرنے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربہ ۲۳ رفروری ۱۹۶۶ء)



خدمات الاحمد یہ کوشش کریں کہ کوئی احمدی نوجوان ایسا نہ

رہے جس نے تحریک جدید میں حصہ نہ لیا ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ فروری ۱۹۶۶ء، مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ تحریک جدید میں وعدے بھی لکھوائیں اور جلد ادا نیگی کی کوشش کریں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے گئے اموال ختم ہونے کی بجائے ہر آن بڑھتے چلے جاتے ہیں۔
- ☆ نہ تمہارا مال اپنا، نہ تمہاری جان اپنی، نہ عزت اپنی، نہ وقت اپنا اور نہ عمر اپنی۔ محض خدا تعالیٰ کی دین ہے۔
- ☆ کسی مال دار کو مفلس اور قلاش بنادینا یا کسی غریب اور مفلس کو مالدار اور غنی بنادینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔
- ☆ جو اللہ تعالیٰ سے سودا کرتا ہے ہمیشہ نفع میں رہتا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

وکالت مال تحریک جدید نے مجھے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سال روائی کے وعدوں کی رفتار تسلی بخش نہیں اور ان کا تاثیر یہ ہے کہ پہلے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سال کے شروع ہی میں اپنے دو ایک خطبوں میں جماعت کے افراد کو اس طرف توجہ دلاتے تھے۔ آپ تحریک جدید کی اہمیت اور اس کی برکات کی وضاحت فرمادیتے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی وجہ سے انسان کو جو دینی اور دینیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ دوستوں کے سامنے رکھ دیتے۔ اس طرح جماعت کے دوست بڑی جلدی اپنے وعدے لکھوادیتے اور دفاتر کی پریشانی دور ہو جاتی تھی۔ لیکن اپنی بیماری کے آخری سالوں میں چونکہ حضور اس طرف اپنے خطبات میں جماعت کو توجہ نہیں دلائے اس لئے جماعت میں آہستہ آہستہ یہ سنتی پیدا ہو گئی ہے کہ اگرچہ احباب اب بھی پہلے کی نسبت اضافہ کے ساتھ وعدے لکھواتے ہیں اور رقم جو وصول ہوتی ہیں وہ بھی زیادہ ہوتی ہیں لیکن وہ اس طرف فوری طور پر توجہ نہیں کرتے۔ اس لئے مرکز کو کئی ماہ تک پریشانی میں رہنا پڑتا ہے انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ گزشتہ سال گو پہلے کی نسبت وعدوں میں زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن جوں کے آخر تک وعدے آتے رہے۔ حالانکہ وعدوں کی آخری تاریخ اس سے کہیں پہلے ختم ہو چکی تھی۔ اس سال بھی وعدوں کی وصولی کی تاریخ ۲۸ فروری ہے لیکن بہت سے افراد اور بہت سی جماعتیں الی ہیں جن کی طرف سے ابھی وعدے وصول نہیں ہوئے موٹی موٹی جماعتیں جن کی طرف سے وعدے وصول ہونے میں اس سال تاخیر ہوئی ہے اور غالباً یہ نام بطور مثال کے ہیں۔ یہ ہیں ان میں پہلی جماعت ربوبہ ہے۔ گزشتہ سال یعنی تحریک جدید دفتر اول کے اکتسویں اور دفتر دوم کے اکتسویں سال میں جماعت ربوبہ کے وعدے اکٹھ ہزار روپے کے تھے اور سالی روائی میں یعنی تحریک جدید دفتر اول کے اکتسویں سال اور دفتر دوم کے باکتسویں سال کے وعدے صرف ۳۰ ہزار

کے وصول ہوئے ہیں گویا ان میں ابھی ایسی ہزار کی کمی ہے اسی طرح سیالکوٹ ضلع کی جماعتوں کے وعدوں میں دس ہزار کی کمی ہے سرگودھا کی جماعتوں کے وعدوں میں پانچ ہزار کی کمی ہے لاکل پور ضلع کی جماعتوں کے وعدوں میں چھ ہزار کی کمی ہے گجرات ضلع کی جماعتوں کی طرف سے ابھی تک چھ ہزار کے وعدے کم وصول ہوئے ہیں ملتان ضلع کی جماعتوں کے وعدوں میں ابھی پانچ ہزار کی کمی ہے اور حیدر آباد ڈویژن کی جماعتوں کے وعدے بھی ساڑھے پانچ ہزار کم وصول ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اس سال گزشتہ سال کی نسبت وعدے بھی زیادہ ہوں گے اور وصولی بھی زیادہ ہو گی لیکن جو دوست وعدے لکھوانے میں سستی سے کام لیتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ اسلام نے ہمیں بتایا ہے اللہ تعالیٰ مومن کی نیت پر بھی ثواب دیتا ہے لیکن اس نے ہمیں کہیں نہیں بتایا کہ انسان کی خالی خواہشات پر ثواب ملتا ہے اور جہاں تک تحریک جدید کے وعدوں اور ان کی وصولی کا سوال ہے اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنا وعدہ لکھوادیتا ہے اور پھر دل میں پختہ عہد کر لیتا ہے کہ وہ موعودہ رقم تحریک جدید میں دے گا لیکن جو دوست وعدے لکھوانے میں پندرہ دن، ایک ماہ یا دو ماہ سستی سے کام لیتے ہیں وہ اس عرصہ میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل کے ایک حصہ سے محروم کر رہے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا جو فضل وہ پندرہ دن ایک ماہ یا دو ماہ بعد میں لینا شروع کرتے ہیں اس فضل کے وارث وہ پندرہ دن، ایک ماہ یا دو ماہ پہلے کیوں نہیں بنتے پس اگر وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

پھر اپنا دوسرا نقصان وہ یہ کرتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اسے کوئی پختہ نہیں ہوتا کہ اس نے کب اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے زندگی اور موت کا مسئلہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے بعض اوقات ایک انسان چنگا بھلا ہوتا ہے وہ ہنستا کھیلتا ہوتا ہے لیکن ایک سینڈ کے بعد وفات پا جاتا ہے۔ اگر آپ تحریک جدید کے وعدے لکھوانے میں سستی سے کام لیتے ہیں تو کتنا خطرہ مولے رہے ہیں آپ کو کیا معلوم کہ اس عرصہ میں آپ نے زندہ رہنا ہے یا وفات پا جانا ہے اگر آپ اس عرصہ میں وفات پا گئے تو آخری زندگی میں جو ثواب اس چندہ کے دینے کی نیت سے حاصل ہو سکتا ہے اس سے محروم ہو گئے۔

تمیرا نقصان جو وعدے جلد نہ لکھوانے کی وجہ سے آپ کو پہنچتا ہے یہ ہے کہ اگر اس سال مثلاً

وعدے لکھوانے کی تاریخ ۲۸ ربیعہ ۱۴۲۶ھ اور اس تاریخ تک جیسا کہ دفتر کا معمول ہے دفتر والے خطوط کے ذریعہ پھر سالوں اور اخباروں میں مضامین لکھ کر یا گشتوں چھپیوں کے ذریعہ آپ کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود دوست اس تاریخ تک اپنے وعدے نہیں لکھواتے انہیں یاد ہانی کرانے پر دفتر جو زائد اخراجات برداشت کرے گا وہ بہر حال ناوجہ ہوں گے اور ایسے اخراجات کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہو گی جنہوں نے مقررہ تاریخ تک اپنے وعدے نہیں لکھوائے فرض کرو یہ زائد خرچ کل وعدوں کا دو فیصدی ہے تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ سورہ پے کے ثواب کی بجائے وعدہ دیر سے لکھوانے والے کو دو کم سو کا ثواب نہ دے کیونکہ دور پے کا زائد خرچ محض اس کی سستی کی وجہ سے مرکز نے برداشت کیا ہے شاید اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ تمہاری وجہ سے سلسلہ کو دور پے کا نقصان ہوا ہے اس لئے تم تمہارے ثواب سے اسی قدر کم کر دیتے ہیں غرض دفتر کو جو زائد اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ وہ محض آپ کی سستی کی وجہ سے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اگر آپ وقت مقررہ میں وعدے لکھوادیں اور پھر جلد رقم ادا کر دیں تو دفتر ان زائد اخراجات سے بچ جاتا ہے۔

چوہا نقصان آپ کو اور سلسلہ کو یہ اٹھانا پڑتا ہے کہ اگر آپ وعدہ لکھوانے میں مست ہیں تو چاہے بعد میں آپ اپنا وعدہ لکھوا بھی دیں اور اس میں زیادتی بھی کر دیں تب بھی ان مزید اخراجات کی وجہ سے جو دفتر برداشت کرے گا بہت سے ضروری کاموں میں زائد اور ناوجہ اخراجات کسی حد تک ہوں کمی کرنی پڑتی ہے کیونکہ آپ نے کل رقم میں سے جس سے یہ کام کئے جانے تھے کچھ روپیہ زبردستی نکال لیا اور ڈاک اور یاد ہانی کے دوسرے ذرائع پر ضائع کر دیا۔ اس نقصان کے آپ ذمہ دار ہیں۔

اور ”آپ“ سے مراد میری ان لوگوں سے ہے جو وعدہ بھی لکھواتے ہیں اور رقم بھی ادا کرتے ہیں اور بڑی بثاشت کے ساتھ ادا کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں اس کا ثواب عطا فرمائے) لیکن اپنی سستی کی وجہ سے وہ نقصان اٹھایتے ہیں اور میرا فرض ہے کہ میں اس فتح کے لوگوں کو ان کی سستیوں کی طرف توجہ دلاؤں تا ثواب کے سلسلہ میں انہیں ایک دھیلے کا گھاٹا بھی نہ اٹھانا پڑے۔

پانچواں نقصان جو جماعت اور سلسلہ کو محض آپ کی سستی کی وجہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ وکالت مال کو مثلاً ۲۸ ربیعہ ۱۴۲۶ھ تک وعدے لکھوانے کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنی پڑے گی اور جماعتوں کو اس طرف توجہ دلانی پڑے گی۔ اب اگر ۲۸ ربیعہ ۱۴۲۶ھ تک اس کی تگ و دو اور کوشش کے نتیجہ میں

سارے دوست اپنے اپنے وعدے لکھوادیں تو اس تاریخ کے بعد وکالت مال دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہو سکے گی اور اسے کوئی پریشانی نہیں ہو گی لیکن اگر آپ مقررہ میعاد کے اندر اپنے وعدے نہیں لکھوائیں گے تو آپ کی سستی کے نتیجہ میں کام کرنے والوں کو پریشانی ہو گی اور آپ میں سے کوئی بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کی وجہ سے ان واقفین زندگی کو جو مرکز میں بیٹھ کر خدمت دین بجالا رہے ہیں کسی قسم کی پریشانی اٹھانا پڑے اور میں نے آپ کو بتایا ہے کہ آپ لوگوں کی سستی کی وجہ سے مرکز میں کام کرنے والوں کو بہر حال پریشانی اٹھانا پڑتی ہے آپ انہیں اس پریشانی سے بچالیں۔ اور اپنے وعدے مقررہ تاریخ کے اندر لکھوادیں پھر جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ ان وعدوں سے دفتر کو جلد اطلاع دیں میرے خیال میں وعدوں کے لکھوانے میں کچھ سستی تو افراد کرتے ہیں لیکن کسی حد تک اس کی ذمہ داری جماعتوں پر بھی ہے ممکن ہے بعض ایسی جماعتیں ہوں جہاں افراد نے وعدے تو لکھوادیے ہوں لیکن جماعت کے عہدیداروں نے وہ وعدے دفتر کو نہ بھجوائے ہوں۔ اگر کوئی ایسی جماعت ہے جس کے افراد نے وعدے لکھوادیے ہوں لیکن وہ وعدے دفتر کو نہیں بھجوائے گئے تو ایسی جماعت کو چاہئے کہ وہ جلد سے جلد اپنے وعدے دفتر کو بھجوادے۔

مجھے دفتر وکالت مال کی طرف سے یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ میں وعدوں کی وصولی کی تاریخ ۲۸ ربیعہ کی بجائے ۲۵ ربیعہ کر دوں لیکن میں اپنے بھائیوں پر بدظی نہیں کرنا چاہتا اس لئے میں وعدوں کی وصولی کی تاریخ ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں بڑھانا چاہتا۔

جہاں تک ربوہ کا سوال ہے دوست اگر اس طرف توجہ کریں تو وہ مقررہ میعاد کے اندر اندر اپنے وعدے لکھا سکتے ہیں اس لئے جہاں تک ربوہ کا سوال ہے میں وعدوں کی وصولی کی تاریخ ۲۸ ربیعہ سے ایک دن بھی نہیں بڑھاتا وہ بہر حال اپنے وعدے ۲۸ ربیعہ سے پہلے پہلے لکھوادیں لیکن جہاں تک باہر کی جماعتوں کا سوال ہے ان تک میری آواز پہنچنے میں دیر لگے گی اس لئے میں انہیں ایک ہفتہ اور دیتا ہوں اس عرصہ میں تمام جماعتیں اپنے وعدے مرکز میں ضرور پہنچا دیں ورنہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ثواب کے ایک حصہ سے وہ محروم نہ ہو جائیں۔ دوسری بات جس کی طرف میں اس خطبہ میں جماعت کو توجہ دلاتا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ایک موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدام کو تحریک جدید کے سلسلہ میں ایک نصیحت فرمائی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ

”میں نے صدر مجلس خدام الاحمد یہ کا باراں لئے اٹھایا ہے (ایک زمانہ میں حضور صدر مجلس خدام الاحمد یہ کے فرائض خود نجام دیتے رہے ہیں) تا جماعت کے نوجوانوں کو دین کی طرف توجہ دلاؤ۔ سو میں سب سے پہلے ان کے سپرد یہ کام کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان کا ثبوت دیں گے، اور آگے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے اور کوئی نوجوان ایسا نہیں رہے گا جو دفتر دوم میں شامل نہ ہو اور کوشش کریں کہ ساری کی ساری رقم وصول ہو جائے“۔
اسی طرح فرمایا:-

”میں امید کرتا ہوں کہ دوست اپنے بقاۓ بھی ادا کریں گے اور پہلے سے زیادہ وعدے بھی لکھوائیں گے اور خدام الاحمد یہ کوشش کرے کہ کوئی نوجوان ایسا نہ رہے جس نے تحریک جدید میں حصہ نہ لیا ہو اور پھر کوئی رقم ایسی نذر ہے جو وصول نہ ہو“۔ (افضل ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء)

میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان جو اپنے آپ کو خدام الاحمد یہ کہتے ہیں حضرت مصلح موعودؒ کے ارشاد پر کان وھریں گے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے کہ حضور نے جو امید ان سے وابستہ کی تھی وہ اسے پورا کرنے والے ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے دو ہفتے کے بعد رپورٹ آ جانی چاہئے میں انہیں رپورٹ تیار کرنے کے لئے ایک ہفتہ کی مہلت مزید دیتا ہوں لیکن کام کے لئے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔

تیسرا بات جس کی طرف میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو اموال خرچ کئے جاتے ہیں ان پر خرچ کا لفظ بولنا حقیقتاً درست اور صحیح نہیں خرچ وہ رقم ہوتی ہے جو آپ کے ہاتھ سے نکل جائے اور ختم ہو جائے لیکن جو اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے جاتے ہیں وہ نہ تو کسی کے ہاتھ سے نکلتے ہیں اور نہ ختم ہوتے ہیں بلکہ وہ ہر آن اور ہر لحظہ بڑھتے چلے جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک فارسی شعر میں اس مسئلہ کی طرف نہایت لطیف پیرا یہ میں متوجہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

زبدی مال در راہش کے مفلس نے گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر بہت شود پیدا
(آنینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۲ تا نیشل صفحہ)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو مفلس نہیں رہتے دیتا وہ اسے بھوکا نہیں مانتا اگر وہ اپنے مال کا ایک بڑا حصہ بھی اس کی راہ میں دے دیتا ہے بلکہ اگر وہ سارے کاسارا مال بھی اس کی راہ میں دے دیتا ہے تب بھی وہ اسے بھوکا نہیں رہنے دیتا۔ کئی موقع پر رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے کھانے پینے کے تمام سامان لے لئے جنگوں کے سلسلہ میں بعض دفعہ آپ ہر شخص سے جو کچھ کھانے پینے کے لئے اس کے پاس ہوتا لے لیتے ان موقع میں سے کسی موقع پر بھی ہمارے کسی مسلمان بھائی نے ایسا کرنے میں ایک لحظہ بھی ہچکچا ہٹ محسوس نہیں کی بلکہ آنحضرت ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس نے اپنا سارا شن قومی خزانہ میں جمع کرادیا، اور اس کے بعد اسے ذاتی استعمال کے لئے اس میں سے جو کچھ واپس ملا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور اس کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے لے لیا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اسے بھوکا نہیں مارا سیری صرف پیٹ میں کھانے کی ایک مقدار کے چلے جانے کا نام نہیں بلکہ سیری کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جسم کی ضرورت پوری ہو جائے اور ہماری (احمری) تاریخ کا ایک واقعہ ہے کہ ہمارے ایک بزرگ کو جب وہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے شدید بھوک لگی اور اس کی وجہ سے انہیں بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ حضور کی مجلس سے اٹھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کشف میں ہی کھانا کھلا دیا بھوک کی وجہ سے ان کے جسم میں جو کمزوری اور ضعف محسوس ہو رہا تھا وہ دور ہو گیا اور پیٹ بھی بھر گیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی قدرت کے یہ جلوے اس لئے دکھائے ہیں کہ تا ہم یقین کریں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا سارا مال بھی دے دیتا ہے تو وہ اسے بھوکا نہیں مرنے دیتا وہ اس کی سیری کے غیب سے سامان پیدا کر دیتا ہے اب اگر کسی کی جسمانی کمزوری جو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے ہوتی ہے دور ہو جائے اس کے جسم کو طاقت اور توانائی حاصل ہو جائے اسے بھوک کا احساس نہ رہے اور وہ راحت اور سکون محسوس کرنے لگے تو کھانے کا مقصد حاصل ہو گیا۔ اب اگر وہ مادی کھانا نہ بھی کھائے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

زبدی مال در راہش کسے مفلس نئے گردد

یعنی اللہ کی راہ میں اپنے اموال دینے والا کبھی مفلس نہیں ہوتا اور آگے جا کر آپ اس کی بڑی عجیب دلیل دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

ہمت کا لفظ فارسی زبان میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے ان میں سے تین معانی (۱) بلند ارادہ (۲) جرأت اور (۳) دعا کے ہیں۔ پس اس مصروف کے یہ معنی ہوئے کہ اگر تم نیک نیت کے ساتھ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا ارادہ کرو گے اور جرأت اور بہادری کے ساتھ اپنی اس پاک نیت کو عملی جامہ پہناؤ گے اور ساتھ ہی عاجزی اور تزلیل کے ساتھ دعا کرتے رہو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس ہدیہ کو قبول کرے تو خدا تعالیٰ تمہاری مدد کو آئے گا۔ اور ان یَنْصُرُكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (آل عمران: ۱۶۱)

جب خدا تعالیٰ تمہاری مدد کو آجائے گا اور تمہارا ناصربن جائے گا تو افلاس یا کوئی اور شیطانی حرہ تم پر غالب نہیں آ سکے گا اور تمہیں مغلوب نہیں کر سکے گا کیونکہ تم نیک ارادہ، نیک عمل اور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کرتے ہو اور اس سے یہ امید رکھتے ہو کہ وہ اسے قبول کرے گا اس لئے وہ اسے رد نہیں کرے گا اور جس مال کو خدا تعالیٰ قبولیت کا شرف بخش دیتا ہے وہ مال ضائع نہیں ہوتا اس میں ہمیشہ بڑھوتی ہی ہوتی رہتی ہے۔ دراصل یہ شعر قرآن کریم کی ایک آیت کے مفہوم کو بیان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَنْ ذَلِيلٌ يُقْرِضُ اللَّهُ قَرُضاً حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً طَوَالِهِ يَقْبِضُ وَيَسْطُو
وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ (ابقرہ: ۲۲۶)

کیا کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے مال کا ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر بطور قرض دے تاکہ وہ اس مال کو اس کے لئے بہت بڑھائے اور اللہ ہی ہے جو بنہ کے مال میں تنگی یا فراخی پیدا کرتا ہے اور آخر تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور تم جو مال بھی پیش کرتے ہو وہ اسی کا ہے اسی سے تم نے لیا اور اسی کو پیش کر دیا۔ اپنے پاس سے تو تم نے کچھ نہیں دیا۔ نہ تمہارا مال اپنا، نہ تمہاری جان اپنی، نہ عزت اپنی، نہ وقت اپنا، اور نہ عمر اپنی، غرض تمہارا اپنا کچھ بھی نہیں۔ محض خدا تعالیٰ کی دین تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی یہ سب کچھ تمہیں دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ فضل کیا جیسا کہ وہ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اگر تم میری دین اور میری عطااء میں سے کچھ مجھے دو گے تو میں تمہیں اس کا ثواب دوں گا دراصل غور کے ساتھ دیکھا جائے تو ہماری سب عبادتیں اللہ تعالیٰ کی سابقہ عطاوں پر بطور شکر کے ہوتی ہیں۔ یہ محض اس کا فضل ہے کہ وہ ادائے شکر پر مزید احسان کرتا ہے اس طرح شکر اور عطاۓ الہی کا ایک دور اور تسلسل قائم ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ دیتے ہو تو وہ اسے بطور قرض کے لیتا ہے اور قرض دی ہوئی رقم خرچ نہیں سمجھی جاتی دیکھو اس دنیا میں بھی ایک بھائی دوسرے بھائی کو قرض دیتا ہے مثلاً ایک شخص کے پاس دس ہزار روپیہ ہے اس کا بھائی اسے کہتا ہے بھائی مجھے اس میں سے تین ہزار روپیہ بطور قرض حسنہ دے دو۔ میں چند ماہ کے بعد اسے واپس کر دوں گا تو اب یہ تین ہزار روپیہ خرچ تو نہیں ہوئے اس کے پاس دس کا دس ہزار ہی رہا۔ کیونکہ یہ تین ہزار بھی کچھ عرصہ کے بعد اسے واپس مل جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے ہو وہ خرچ نہیں ہوتا۔ نہ وہ ضائع ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ نے قرض کے طور پر لیا ہے وہ اسے واپس کرے گا اور پھر اس شان سے واپس کرے گا جو ایک قادر اور رزاق خدا کے شایان شان ہے۔

وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ میں اللہ تعالیٰ نے تین بڑے طفیل مضمایں بیان کئے ہیں۔ **يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ** کے ایک معنی ہیں۔ یہ سلب قوماً و یعطی قوماً (المفردات راغب کتاب القاف صفحہ ۳۹۱) یعنی جسے چاہے غریب کر دیتا ہے اور اس کا مال لے کر دوسرے کو دیتا اور اسے امیر کر دیتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں۔ یہ سلب تارہ و یعطی تارہ (المفردات راغب کتاب القاف صفحہ ۳۹۱) یعنی جب چاہے ایک شخص کا مال چھین لیتا ہے اور جب چاہے پھر اسے اموال عطا کر دیتا ہے۔ تیسرا معنی قبض کے یہ ہیں۔ تناول الشیع بجمعیع الکفت (المفردات راغب کتاب القاف صفحہ ۳۹۱) گویا اس آیت میں **يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ اللَّهُ تَعَالَى** کی ایک صفت بیان کی گئی ہے اور پہلے معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا اظہار ایک بنیادی اقتصادی مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جسے اقتصادیات میں تقسیم پیداوار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی ملک کی پیداوار آگے مختلف افراد کے ہاتھوں میں کس طرح پہنچے گی اور ملکی پیداوار کی تقسیم کے متعلق آزاد اقتصادیات میں بھی اور ایک حد تک بندھی ہوئی اور مقید اقتصادیات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک وقت تک ایک شخص جس چیز کو بھی ہاتھ لگاتا ہے سونا بن جاتی ہے لیکن پھر بغیر کسی ظاہری سبب اور وجہ کے اس شخص پر فراغی کی بجائے تنگی آ جاتی ہے وہی شخص ہوتا ہے وہی سرمایہ ہوتا ہے۔ وہی حالات ہوتے ہیں وہی کا رو بار ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے برکت چھین لیتا ہے وہ جہاں بھی ہاتھ ڈالتا ہے اسے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے اس کی مالی حالت تباہ ہو جاتی ہے اور وہ مفلس و قلاش ہو جاتا ہے ابھی چند دن ہوئے ایک دوست مجھے ملنے کے لئے آئے۔ وہ تاجر ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ

ایک وقت تھا اللہ تعالیٰ نے میرے اموال اور میرے کاروبار میں برکت ڈال دی تھی اس نے مجھے واخر رزق دیا تھا اور اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ میں جو بھی کام کرتا رہا اس کے نتیجے میں مجھے مال میں فرانخی نصیب ہوئی لیکن اب اس قسم کے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ گو کام میں اب بھی وہی کرتا ہوں جو پہلے کرتا تھا لیکن اب مجھے وہ نفع نہیں ہوتا جو پہلے ہوتا تھا۔ غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اصل قادر ذات جو اپنے ارادہ کے ساتھ اس دنیا میں تصرف کر رہی ہے وہ میری ہی ذات ہے اور کوئی نہیں میں ہی ہوں جو تقسیم پیداوار کے سلسلہ میں ایسی تاریں بلا دیتا ہوں کہ ایک شخص کے پاس وہی کاروبار ہوتا ہے وہی سرمایہ ہوتا ہے لیکن اس قسم کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ پہلے وہ بہت کمار ہا ہوتا ہے اور اب وہ کم کمانے لگ جاتا ہے۔ اس کی برکت اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کو دے دیتا ہے اور اس کو حاصل ہونے والا نفع اب دوسرے کو ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ لا ہور میں ہم کچھ عرصہ رہتے ہیں وہاں ہم نے دیکھا کہ کبھی کوئی ریسٹورنٹ مقبول ہو جاتا تھا اور کبھی کوئی ایک ریسٹورنٹ کی میجنمنٹ (Management) اور انتظام بھی وہی ہوتا تھا۔ عمارت بھی وہی ہوتی تھی۔ فرنچیز بھی وہی ہوتا تھا باقی سہولتیں بھی وہی ہوتی تھیں۔ اس کے کھانا پکانے والے بھی وہی ہوتے تھے۔ اور ایک عرصہ تک وہ ہوٹل اپنے مالکوں کے لئے بہت زیادہ آمد کا موجب بنا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے یکدم کوئی ایسی تبدیلی پیدا ہو جاتی جو انسان کے اختیار اور سمجھ سے باہر ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی مقبولیت جاتی رہی۔ لوگوں نے وہاں جانا چھوڑ دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ مالک کو وہ ہوٹل بند کرنا پڑا۔ اگر انسان اپنے ماحول پر گہری نظر ڈالے اور فکر و تدبر سے کام لے تو اسے اس قسم کی سینکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں کوئی ظاہری سبب نظر نہیں آتا لیکن یکدم برکت چھن جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات اموال اور کاروبار میں برکت دے دی جاتی ہے اور اس کا کوئی ظاہری سبب نہیں ہوتا۔ ایک انسان عرصہ تک ابتلاء اور مصائب میں مارا مارا پھرتا ہے اور بڑی تکلیف میں زندگی گزارتا ہے ایک دن اللہ تعالیٰ اس پر حرم کر دیتا ہے اور اس کے اموال اور اس کے کاروبار میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس پر فرانخی اور کشاورش کا دور آ جاتا ہے ابھی چند دن ہوئے مجھے اس قسم کی بھی ایک مثال ملی ہے ایک دوست مجھے ملنے کے لئے آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ میں ایک غریب گھرانہ کا فرد ہوں میری آمد بہت کم تھی اور گزارہ مشکل سے ہوتا تھا لیکن ایک دن اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قسم کی تبدیلی پیدا کر دی کہ اب میرے کاروبار میں

برکت ہی برکت ہے اور خدا تعالیٰ بہت کچھ دے رہا ہے میری غربت اور افلاس کی حالت دور ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے رزق میں فراخی پیدا ہو گئی ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مال کو روک رکھنا کہ وہ کسی خاص فرد کو نہ ملے یا مال کو حکم دینا کہ فلاں کے پاس چلے جاؤ۔ یہ صرف میرا کام ہے اور کسی کا نہیں اور اگر یہ میرا کام ہے تو جب بھی کوئی شخص میری راہ میں خرچ کرے گا تو اسے امید رکھنی چاہئے کہ میں جس نے اپنی قدرت کی تاریں ساری دنیا میں پھیلا رکھی ہیں اسے مایوس نہیں کروں گا بلکہ اس کے مالوں میں اور اس کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ برکت ڈالتا چلا جاؤں گا۔

دوسرے معنی یقِبض وَيُسْطُ کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی ملک یا کسی خاندان یا کسی فرد کے سرما یہ یا جائیداد کی پیداوار میں اضافہ کر دیتا ہے یا کسی کر دیتا ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ مال یہاں سے لیا اور وہاں رکھ دیا اس سے لیا اور اسے دے دیا۔ پہلے معنوں کی رو سے تو یہ تھا کہ مال کسی سے لیا اور دوسرے کو دے دیا ایک کے کاروبار میں بے برکتی ڈالی اور دوسرے میں برکت ڈال دی۔ لیکن ان معنوں کی رو سے یہ شکل ہو گی کہ اللہ تعالیٰ بغیر اس کے کس کے کاروبار اور اموال میں بے برکتی ڈالے۔ وہ دوسرے کے کاروبار اور اموال میں زیادتی اور افزائش پیدا کر دیتا ہے یا دوسرے کے کاروبار اور اموال میں زیادتی کرنے بغیر اس کے اموال اور کاروبار کو کم کر دیتا ہے مثلاً ایک زمیندار ہے اس کی زمین بخبر تھی اس میں کوئی پیداوار نہیں ہوتی تھی یا اگر ہوتی تھی تو بہت کم۔ اللہ تعالیٰ نے سمندروں سے پانی کو بادلوں کے ذریعہ اٹھایا پھر وہ بادل ایسی جگہ بر سے کہ بعض دریاؤں میں طغیانی آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طغیانی کے پانی کو اس شخص کی بخبر زمین میں پھیل جانے کا حکم دیا یہ پانی اپنے ساتھ پہاڑوں سے پیداوار بڑھانے والی مٹی کے اجزا لے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ذرات ارضی کو حکم دیا کہ اس شخص کی زمین میں ٹھہر جاؤ۔ تمہارا سفر ختم ہو چکا چنانچہ وہ ذرات ارضی اس کی بخبر زمین میں ٹھہر گئے اور اس طرح جس ایکڑ سے وہ شخص بمشکل دو تین من گندم سالانہ پیدا کرتا تھا اور ادھی پچھڈی کھا کر گزار کرتا تھا اسی زمین میں اتنی طاقت اور زندگی پیدا ہو گئی کہ اب اس میں پندرہ پندرہ من گندم سالانہ پیدا ہونے لگی۔ اسی طرح ایک اور زمیندار ہے اس کی زمین بڑی اچھی ہے اس میں بہت زیادہ پیداوار ہوتی ہے اور اس کی زرخیزی مالک کی آمد میں بہت اضافہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو آسمان سے حکم بھج کر غریب اور مفلس لوگوں کو مالدار بنادیتا ہے اور مالداروں کو مفلس اور

فلاش بنا دیتا ہے اس زرخیز میں میں تھوڑا اور سیم پیدا کر کے اسے بخوبی بنا دیتا ہے اور اس طرح اس کی آمد کم ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ کسی مالدار کو مفلس اور فلاش بنا دینا یا کسی غریب اور مفلس کو مالدار اور غنی بنا دینا میرے اختیار میں ہے اس لئے اگر تم مجھ سے کوئی سودا کرو گے تو اس میں تمہیں کوئی گھٹا نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں قادر مطلق اور رزاق ہوں۔

پھر قبض کے معنی مضبوطی سے پکڑ لینے کے بھی ہوتے ہیں اور مضبوطی سے اس شے کو پکڑا جاتا ہے جس کے متعلق فیصلہ ہو کہ اسے چھوڑنا نہیں۔ کیونکہ اگر اسے چھوڑا تو نقصان ہو گا۔ ان معنوں کے رو سے اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ بیان فرماتا ہے کہ جو مال تم میرے سامنے بطور ہدیہ پیش کرو گے میں اسے مضبوطی سے پکڑ لوں گا یعنی اسے ضائع نہیں ہونے دوں گا یہ اتمہارے ساتھ وعدہ ہے جسے میں بہر حال پورا کروں گا ان معنوں کی رو سے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو بڑی امید دلاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ غنی ہے اور اسے تمہارے اموال کی حاجت نہیں لیکن تمہاری پاک نیقوں اور محبت اور فنا فی اللہ کو دیکھتے ہوئے وہ اپنی رحمت سے تمہیں نوازتا ہے اور شکراور پیار کے ساتھ تمہاری مالی قربانیوں کو قبول کرتا ہے اور مضبوطی کے ساتھ انہیں پکڑ لیتا ہے اور انہیں ضائع نہیں ہونے دیتا بلکہ وَيَسْتُطُ اپنی بے پایاں عطا بھی اس میں شامل کرتا ہے اور انہیں بڑھا کر اور وسعت دے کر کہیں سے کہیں لے جاتا ہے اور وہ تمہیں اس دنیا میں بھی اپنی عطاۓ کثیر کا حقدار بنا دیتا ہے اور جب تم لوٹ کر اس کی طرف جاؤ گے تو وہ بڑے پیار سے تمہیں کہے گا یہ لوا پنے مال جو تم نے میری راہ میں خرچ کئے تھے دیکھو میں نے تمہارے لئے انہیں کس قدر بڑھایا اور ان میں کس قدر کثرت اور وسعت بخشی۔ پس خوش ہو کر اپنے رب کے ساتھ کبھی کوئی گھاٹے کا سودا نہیں کرتا۔

غرض دوستوں کو یہ نکتہ سمجھنا چاہئے اور اسے ہر دم اپنے مد نظر رکھنا چاہئے کہ دین اور سلسلہ کے لئے جب بھی ان کے مالوں کی ضرورت پیش آئے۔ انہیں وہ اموال بغیر کسی خوف اور بغیر کسی خطرہ کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دینے چاہئیں کیونکہ وہ جو خدا تعالیٰ سے سودا کرتا ہے ہمیشہ نفع میں ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ نفع مند سودوں کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ ربیعہ ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۷)

اگر ہم قربانیوں میں حصہ لیتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ
ہے کہ وہ ہمارے قلوب میں بشاشت اور تسکین پیدا کرے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ فروری ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ گناہ پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب دل میں غیر اللہ کی محبت پیدا ہوگی۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک حد تک درجہ کمال حاصل کرنے کیلئے پیدا کیا ہے۔
- ☆ روحانی ترقیات کے حصول کیلئے نیک کام بجالا و اور قربانیاں پیش کرو۔
- ☆ نیک اعمال بجالانے کے بعد ہی انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکتا ہے۔
- ☆ جماعت احمدیہ کے خلفاء بھی اپنے لئے اتنی دعائیں نہیں کرتے جتنی دعائیں وہ احمدی بھائیوں کیلئے کرتے ہیں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَالْأَخْرُونَ اخْتَرُوا بِدُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحًا وَأَخْرَسَيْنَا طَعَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ طَبَّ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ طَبَّ إِنَّ صَلَوَتَكَ سَكُنْ لَهُمْ طَوَالَلَّهُ سَمِيعٌ عَلَيْمٌ ۝ (توبہ: ۱۰۳، ۱۰۴)

یعنی کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔ انہوں نے نیک عملوں کو کچھ اور عملوں سے جو بُرے تھے ملا دیا۔ انہوں نے اپنے رب سے یہ امید کھی۔ کہ وہ ان کی توبہ قبول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار حرم کرنے والا ہے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ جو اس دنیا میں بطور اس کے اظلال کے پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان کے مالوں میں سے صدقہ لےتا کہ تو انہیں پاک کرے اور ان کی ترقی کے سامان پیدا کرے اور ان کے لئے دعا میں بھی کرتا رہ۔ کیونکہ تیری دعا ان کی تسلیم کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ تیری دعاؤں کو بہت سننے والا اور حالات کو جاننے والا ہے۔ ان آیات سے پہلے منافقوں کا ذکر ہے جن سے بظاہر کچھ نیک کام بھی سرزد ہوتے ہیں اور بہت سی منافقانہ حرکتیں بھی ان سے ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ بدیاں کرنے اور منافقانہ چالیں چلنے کے بعد اپنے دل میں ندامت کا احساس پیدا نہیں کرتے بلکہ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ (التوبہ: ۱۰۱) وہ اصرار کے ساتھ اپنے نفاق پر قائم رہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا معاملہ ان سے جدا گانہ ہو گا اور ان کے اعمال جو دنیا کی نگاہ میں بظاہر نیک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ حاصل نہ کر سکیں گے ان سے ملتے جلتے کچھ اور لوگ بھی ہیں جو حقیقی مومن ہیں وہ بہت سے اچھے نیک اور پاکیزہ اعمال بجالاتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ہی ان سے بعض خطا میں بھی سرزد ہوتی ہیں غفلتیں بھی ہوتی ہیں ان سے

بھول چوک بھی ہو جاتی ہے اور ان کے اعمال صالح کے ساتھ ساتھ ایسے اعمال بھی شامل رہتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے واخَرَ سَيِّئَاتَ کے الفاظ سے یاد کیا ہے لیکن چونکہ ان کے دل میں نفاق نہیں ہوتا بلکہ ان کے دلوں میں حقیقی ایمان پایا جاتا ہے۔ اس لئے بدی کے ارتکاب کے بعد ان کے دلوں میں احساس ندامت پیدا ہوتا ہے اور وہ امید رکھتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے گا اور اسی امید، توقع اور یقین کی بناء پر جب بھی ان سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے اور جب بھی وہ کسی گناہ کے مرتكب ہوتے ہیں وہ اپنے رب کی طرف لوٹیھیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور توبہ کے ذریعہ اس رب غفور کا دروازہ کھٹکھڑاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول کرتا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا اور ان کی خطاؤں کو مغفرت کی چادر کے نیچے چھپا لیتا ہے۔

یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تھوڑے ہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں کامل اور تمام تر کی نفس حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ بڑے پایہ کے اولیاء قطب اور غوث کھلاتے ہیں۔ لیکن نیکوں کی اکثریت ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو بشری کمزوری کے سبب اپنے اندر کچھ نہ کچھ خرابی رکھتے ہیں اور ان کے دین میں دنیا کی ملوثی بھی ہوتی ہے۔ اس اکثریت کے متعلق ہی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ بے شک بندہ کمزور ہے بے شک یہ حقیقت ہے کہ ہم نے بندوں کے ساتھ شیطان بھی لگایا ہوا ہے جو انہیں ہر وقت ور غلات ارتھتا ہے اور با وجود ایمان کے وہ بعض دفعہ اس کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں اور اس کی بات کو مان لیتے ہیں۔ لیکن جو نبی انہیں ہوش آتا ہے ان کے دل میں ندامت کا شدید احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی غلطی کو دیکھ کر ترڑپ اٹھتے ہیں وہ اپنے رب کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم تیرے بندے ہیں لیکن شیطان کے بہکانے میں آگئے تھے اور ہم سے کچھ گناہ سرزد ہو گئے ہیں۔ ہم تجھ سے امید رکھتے ہیں کہ تو ہمارے ان گناہوں کو معاف کر دے گا اور پھر نئے سرے سے ہمیں عبودیت کے اس مقام پر کھڑا کر دے گا جس مقام کے لئے تو نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ گناہ کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب دل کے اندر شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی وجہ سے غیر اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور غیر اللہ کی محبت دنیا میں ہزاروں شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے کبھی بچوں کی محبت غلو اختیار کر جاتی ہے، کبھی اموال کی محبت اپنی حدود کے اندر نہیں رہتی، کبھی رشتہ داری کی پیچ ہوتی ہے، کبھی قومی فخر نیکوں کے رستے میں حائل ہو جاتا ہے اور کبھی انسان اپنی بُری عادتوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا یہ سب چیزیں ایک

ایسی محبت سے تعلق رکھتی ہیں جو خدا تعالیٰ کی محبت نہیں کہلاتی۔ بلکہ غیر اللہ کی محبت کے نام سے اسے یاد کیا جاسکتا ہے اور یہ غیر اللہ کی محبت آہستہ آہستہ دلوں پر قبضہ کر لیتی ہے۔ پہلے ایک غلطی ہوتی ہے پھر دوسرا غلطی پھر تیسری اسی طرح ایک کے بعد دوسرا غلطی ان سے ہوتی رہتی ہے اور وہ دل جو خدا تعالیٰ کی محبت کے لئے بنایا گیا تھا اور وہ دماغ جس میں خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت کی کوئی جگہ نہیں ہوئی چاہئے تھی وہ غیر اللہ کی محبت میں بُری طرح پھنس جاتا ہے اس طرح ان لوگوں کے دل و دماغ اور فطرت صحیح استقامت کے مقام سے ہٹ جاتی اور دور ہو جاتی ہے لیکن استقامت اور ثبات قدم، ایمان اور روحانی مدارج کے حصول کے لئے نہایت ضروری ہے۔ استقامت کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے عین محل اور مقام پر رکھنا گویا وضع الشیء فی محلہ کا نام ہی استقامت ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہدیت طبعی کا نام استقامت ہے یعنی جس شکل اور نگ میں اور پھر جس طور پر اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو پیدا کیا ہے اگر وہ طبعی حالت پر قائم رہے تو کہا جائے گا یہ چیز استقامت رکھتی ہے یا یہ چیز مستقیم ہے لیکن جب وہ چیز اپنی طبیعت اور فطرت کے تقاضوں سے دور چلی جائے یا وہ انہیں پورا نہ کر رہی ہو تو وہ چیز استقامت سے ہٹ جاتی ہے اور اسے مستقیم نہیں کہا جاسکتا اور جب تک وہ چیز اپنی فطرت پر قائم نہ رہے یا وہ اپنی بناوٹ اور طبعی حالت کو قائم نہ رکھے۔ وہ اپنے اندر کمالات پیدا نہیں کر سکتی اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک حد تک درجہ کمال حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ جب پیدا ہوتی ہے کمال کے حصول کی قوتیں اس کے اندر موجود ہوتی ہیں لیکن اس میں کمال پایا نہیں جاتا۔ دنیا کی کسی چیز کو لے لو وہ ایک خاص زمانہ گزرنے کے بعد ایک خاص ماحول میں سے گزرنے کے بعد اور پھر ایک خاص تربیت کے بعد اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ درختوں کو ہی لے لو ایک درخت لگایا جاتا ہے تو اسے لگانے سے پہلے اس کیلئے زمین تیار کی جاتی ہے۔ اس درخت کے اندر اللہ تعالیٰ نے نشوونما کی قوتیں تو رکھ دی ہیں گر جب تک ان قوتوں کو بروئے کارنہ لایا جائے وہ اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا اور ان قوتوں کو بروئے کارلانے کے لئے ہمیں اس کے لئے زمین کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ پھر یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کوئی غیر چیز زمین کی اس قوت کو ہٹھیج کرنے لے جائے۔ جسے اس درخت نے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اچھا باغبان درخت کی جڑوں کے پاس سے ہمیشہ جڑی بولیاں اور گھاس نکالتا رہتا ہے اور نلاکی کرتا رہتا ہے پھر اس درخت کے لئے ضروری ہے کہ اسے وقت کے اندر پانی دیا جائے اور اگر کوئی درخت زمین سے نشوونما حاصل کر چکا ہوتا ہے اور

اب اس میں مزید طاقت باقی نہیں رہتی جو وہ اس درخت کو پہنچائے تو باہر سے کھاد ڈالی جاتی ہے تا وہ درخت اپنے کمال کو پہنچ جائے اسی طرح انسانی فطرت اسی وقت کمالات حاصل کرتی ہے اور کر سکتی ہے جب اس کا محول اور اس فطرت کا رکھنے والا اپنی توجہ کو اس طرف رکھے کہ جس رنگ میں میرے رب نے میری فطرت صحیح کو پیدا کیا ہے اسی رنگ میں میں اسے رکھوں اور جو چیزیں اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے فطرت صحیح کی نشوونما کے لئے ضروری قرار دی ہیں ان کا خیال رکھوں اور استقامت کے مقام سے پرے نہ ہٹوں بلکہ جو چیز ہے وہ اسی طرح رہے جس طرح وہ بنائی گئی ہے یعنی خدا تعالیٰ کی آواز پر بلیک کہنے والی فطرت شیطانی و سوسوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی ہر آواز پر بلیک کہتی رہے اور اس کے حضور ہمیشہ جھکی رہے۔ تب وہ فطرت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنانے اور اسے عبودیت کا بلند مقام عطا کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اپنے کمالات کو پہنچ سکتی ہے لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ اکثر لوگ بعض اوقات نیکی کے رستے سے ہٹ جاتے ہیں اور وہ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ پچھ بدوں کے بھی مرتبک ہو جاتے ہیں۔ پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے مومن کے لئے نجات کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا جاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ ایسے مومن کے لئے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور رحمانیت سے یہ دروازہ کھولا ہے کہ جب بھی اس سے کوئی غلطی ہو وہ اس کا اقرار کرے اور پھر پختہ نیت کے ساتھ یہ عہد کرے کہ آئندہ وہ اس غلطی کا مرتبک نہیں ہو گا اور پھر پوری کوشش کرے کہ وہ مستقبل میں بھی ایسی غلطیوں سے بچتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر اس خلوصِ نیت کے ساتھ تم توبہ کر کے میرے سامنے آؤ گے تو چونکہ میں غفور ہوں اس لئے تمہارے تمام گناہ معاف کر دوں گا اور جتنا اور جس قدر تم استقامت کے مقام سے ہٹ گئے تھے۔ میں تمہیں پھر اسی مقام کی طرف لوٹا کر لے آؤں گا کیونکہ جب گناہ معاف ہو گئے تو گناہ گار پوری طرح نیک بن گیا۔ گناہ نے اسے استقامت کے مقام سے پرے ہٹایا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اسے اٹھا کر پھر صحیح مقام پر کھڑا کر دیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور توبہ کی وجہ سے اور پھر انسان پر حرم کرتے ہوئے اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ اپنے بندہ سے کہتا ہے اے میرے بندے! تم سے جب بھی کوئی غلطی ہو تم اس کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کرو پھر ندامت کا احساس دل میں پیدا کرو میرے حضور تصریح اور تدلیل سے جھکو اور مجھ سے یہ امید رکھو۔ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَنْتُوَبَ عَلَيْهِمْ کہ میں تمہاری توبہ قبول کروں گا۔

جب خدا تعالیٰ کے لئے عسَیٰ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں تم یہ امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ کو قبول کرے گا یعنی یہ لفظ انسان کی امید پر دلالت کرتا ہے۔ پس عسَیٰ اللہُ آنِ یَتُوْبَ عَلَيْهِمْ خدا تعالیٰ کہتا ہے اگر تم اس ذہنیت اور اس نیت کے ساتھ میرے سامنے آؤ گے تو میں تمہاری توبہ کو قبول کرلوں گا اور تمہیں صراط مستقیم پر لاکھڑا کروں گا۔ تمہاری جوفطری اور طبعی حالت ہے وہ تمہیں حاصل ہو جائے گی اور اس طرح تم ان بلند یوں اور کمالات کو حاصل کر سکو گے جن کے حصول کے لئے میں نے تمہیں بیدا کیا ہے لیکن بلند یوں کا حصول محض ترک گناہ یا گناہوں کے معاف کردیئے جانے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ ترک معاصی اور چیز ہے اور اعمال صالحہ بجالانا بالکل اور چیز ہے۔ پس ترک معاصی یا گناہوں کے معاف کردیئے جانے کی وجہ سے انسان ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا وہ گنہ گار نہ رہا، عاصی نہ رہا اور یہ پہلا زینہ ہے روحانی ترقیات کا لیکن روحانی ترقیات کے حصول کے لئے عملاً نیک کاموں کا بجالانا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنا ضروری ہے اسی طرح جہاں اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں اپنی صفات غفور، تو اب اور حیم کو پیش کر کے انسان کو گناہوں کے بخش دینے کا یقین دلایا۔ وہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً** تو ان کے اموال میں سے صدقہ لے اور ان دونوں آیات کو آگے پیچھے لانے سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ روحانی ترقیات کیلئے ترک معاصی کافی نہیں۔ اس لئے کہ مثلاً دنیا میں ہزاروں قسم کے جانورا یے ہیں جن میں سے کسی کے متعلق بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ گنہ گار ہے۔ زمیندار اپنے گھروں میں بھیٹ کبریاں بھی رکھتے ہیں، گائے اور بیل بھی رکھتے ہیں، بھینیں اور بھینے بھی رکھتے ہیں اونٹ بھی رکھتے ہیں۔ غرض مختلف قسم کے جانورا کے پاس ہوتے ہیں۔ مگر کبھی کسی زمیندار نے باوجود اس کے کہ جانور گناہ کے مرتكب نہیں ہوتے یہ نہیں کہا کہ میرا فلاں جانور (ان معنوں میں جن میں انسان کو گناہ گار کہا جاتا ہے) گناہ گار ہے یا فلاں جانور گناہ گار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے لئے قانون ہی ایسا بنایا ہے کہ انہیں گناہ کرنے کی آزادی دی ہی نہیں۔ وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے، کرتے ہیں گناہ نہیں کرتے۔ پس جہاں تک ترک معاصی کا سوال ہے یہ کمال ہر جانور کے اندر پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہتے اور نہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت بڑا اور بلند روحانی کمال رکھنے والے ہیں۔ کسی گائے یا بھینس کو یا کسی بکری اور بھیٹ کے لئے یہ نہیں کہا جاتا کہ اس میں بڑی روحانیت ہے کیونکہ اس سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ پس اگر انسان صرف اسی مقام پر ٹھہر

جائے کہ میں نے ساری عمر کوئی گناہ نہیں کیا تو وہ یہ دعویٰ تو کر سکتا ہے کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں جوں جہاں تک دنیا کے لاکھوں اور کروڑوں اونٹ گدھے بیل گھوڑے بھیڑ اور بکریاں اور دوسرے جانور پہنچے ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ دعویٰ کا وہ سزاوار نہیں۔ غرض روحانی مدارج کے حصول کے لئے گناہوں کو ترک کرنے کے علاوہ انسان کو بہت سے نیک کام بھی کرنے پڑتے ہیں اور ان نیک اعمال کو بجا لانے کے بعد ہی انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی بخشش کا ذکر کرنے کے ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ اے رسول ﷺ تو ان موننوں کے اموال میں سے صدقہ لے اموال مال کی جمع ہے عام طور پر اس کے معنی روپیہ اور بیسہ کے کئے جاتے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں اس کے معنی ملکیت یعنی ہر اس چیز کے ہوتے ہیں جو کسی کے ملک میں ہو۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اسلام کو دنیا میں اس لئے قائم کیا ہے کہ انسان اپنے مقصد کو حاصل کر لے اور اپنے محبوب اور مطلوب کے ساتھ اس کا رشتہ پختگی کے ساتھ قائم ہو جائے اور وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا اور حاصل کرنے والا ہوا اور اس کے لئے اے رسول ﷺ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم موننوں کے لئے ہمیشہ قربانی کے منصوبے بناتے رہا کرو۔ **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً** صدقہ اس مال کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اس نیت اور اس امید کے ساتھ خرچ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے گا اور اس کی وجہ سے قرب کی راہیں اس پر کھول دے گا۔ پس فرمایا۔ اے رسول ﷺ تم ان موننوں کے اموال میں سے صدقہ لو یعنی انکی روحانی اور دینیوی ترقیات کے لئے ہمیشہ قربانی کے منصوبے بناتے رہا کرو **تُنَزِّكُهُمْ** تاکہ یہ بڑھیں اور ان کے اندر طاقت قوت اور کثرت پیدا ہو۔ نبی اکرم ﷺ خدا تعالیٰ کے اس حکم کے ماتحت حسب ضرورت اور ان حالات میں جو اللہ تعالیٰ انسان اور اسلام کی ترقی کے لئے پیدا کرتا تھا مسلمانوں کے لئے قربانی کی ایک سکیم اور منصوبہ تیار کرتے تھے اور انہیں بتایا کرتے تھے کہ اگر ہم اس کام کو مل کر کریں گے تو اسلام کو قوت اور طاقت حاصل ہو گی اور ہمیں اس کے نتیجہ میں روحانی مدارج ملیں گے۔ پس جنگوں کے حالات جو پیدا ہوئے یا اس کے علاوہ جو دوسرے حالات خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے لئے پیدا کئے ہر بار رسول کریم ﷺ نے قربانیوں کا ایک منصوبہ بنایا اور مسلمانوں کو کہا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کو تمہارے اموال کی ضرورت ہے یا اس وقت اللہ تعالیٰ کو تمہارے اوقات کی ضرورت ہے یا اس وقت اللہ تعالیٰ کو تمہاری جانوں کی ضرورت ہے آؤ آگے بڑھو اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال، اپنے اوقات اور اپنی جانیں

پیش کرو۔ تا تم اس مقصد کو حاصل کر سکو۔ جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور جس کے حصول میں مدد دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام جیسے خوبصورت، حسین، کامل اور مکمل مذہب کو دنیا میں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ بھیجا ہے۔

خُدُّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ میں خُدُّ امر کا صیغہ ہے اور اس کے پہلے مخاطب خود آنحضرت ﷺ ہیں لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے ایک زندہ وجود ہیں اور وہ اس طرح کہ خدا تعالیٰ قیامت تک اپنی حکمت بالغہ سے آپؐ کے ایسے اخلاص پیدا کرتا رہے گا۔ (جیسا کہ وہ آج تک پیدا کرتا چلا آیا ہے) جو آپؐ کی کامل اطاعت، کامل محبت اور آپؐ میں کامل فتاہونے کی وجہ سے گویا ایک طرح آپؐ کا ہی وجود بن جاتے ہیں۔ پس اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاص کو بھی جو آئندہ پیدا ہونے والے تھے (اور ان میں مجددین، اولیاء امت اور خلفائے راشدین بھی شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا ہوا ہے کہ امت مسلمہ میں ہر وقت ایسے لوگ موجود رہتے ہیں جو آپؐ کی کامل متابعت اور فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے آپؐ گماطل ہونے کی الہیت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی وہ آپؐ کے ظل ہیں) مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ **خُدُّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ** تم امت مسلمہ کی ترقی کے لئے اور موننوں کو روحانی بلندیوں تک پہنچانے کے لئے قربانیوں اور ایثار کے منصوبے تیار کرتے رہو اور ان کی ملکیتوں میں سے ایک حصہ لے کر خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا ہمیشہ انتظام کرتے رہو تا وہ ان روحانی مدارج تک پہنچتے رہیں جن تک وہ اسلام کی اتباع اور آنحضرت ﷺ کی محبت کے نتیجہ میں پہنچ سکتے ہیں۔

پھر **خُدُّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ** میں ایک بشارت بھی ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے آزادیٰ صنیر پر بڑا زور دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے اور بار بار ہمیں فرمایا ہے کہ جس سے حاصل کردہ اموال یا مجبور ہو کر دی جانے والی قربانیاں خدا تعالیٰ کی نظر میں کوئی قدر نہیں رکھتیں۔ نہ وہ انہیں قبول کرتا ہے، اور نہ ان کے نتیجہ میں روحانی فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ پس اس آیت میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پھر ایک حد تک آپؐ کے اخلاص کو بھی ایسی جماعتیں عطا کرتا رہے گا جو بنشاشت اور خوشی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گی اور اس بشارت کو ہم ہر صدی اور ہر زمانہ میں پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ ہماری جماعت کو ہی

دیکھ لو۔ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل ظل تھے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے اس نے دراصل مجھے پہچانا ہی نہیں۔ (خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزانہ جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۹) کیونکہ جس طرح ایک شخص کی تصویری جاتی ہے یا کسی تصویر کا چہ بہ اتارا جاتا ہے، اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام صفات کو اپنے اندر سمیٹ لیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھیں اور اپنا سارا وجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ملکیتاً فنا کر دیا تھا اور کوئی بینا آنکھ ان دو وجودوں میں فرق نہیں کر سکتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ آگ اور اس لو ہے میں فرق نہیں کر سکتی جو آگ میں پڑ کر خود آگ بن جاتا ہے حالانکہ وہ آگ نہیں ہوتا لوہا ہی ہوتا ہے لیکن اس میں آگ کی تمام خوبیاں اور صفات پیدا ہو جاتے ہیں اور دیکھنے والی آنکھ اسے آگ کا شعلہ ہی خیال کرتی ہے لیکن حقیقت اس کے سوا ہوتی ہے وہ آگ کا شعلہ نہیں ہو ہے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نفس پر کامل اور مکمل فنا طاری کی اور اپنے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں مغم کر دیا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظل ہونے کی وجہ سے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً کے ماتحت آپ نے بھی جماعت کے لئے مالی قربانیوں کے منصوبے تیار کئے۔ آپ نے بھی جماعت سے قربانیاں لیں اور اس کی ایسے رنگ میں تربیت کی کہ وہ ہر موقع پر بشاشت کے ساتھ قربانیاں دیتی چلی آئی۔ پھر آپ کے وصال کے بعد جو لوگ مقامِ خلافت پر فائز ہوئے ان کے زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کو نمایاں طور پر پورا کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کو دیکھ لو آپ نے مختلف اوقات میں باوجود اس کے جماعت پہلے مالی قربانیاں پیش کر رہی تھی۔ اس کے سامنے کئی نئی سکیمیں رکھیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں پورا کرے اور ہم نے دیکھا کہ جماعت بشاشت اور خوشی کے ساتھ چھلانگیں لگاتی ہوئی آپ کی طرف دوڑی۔ اور ہنسنے ہوئے اس نے اپنے مزید اموال خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیئے۔ وصیت کا چندہ دینے والوں نے تحریکِ جدید کے چندہ میں بھی بشاشت اور خوشی کے ساتھ حصہ لیا۔ پھر تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے سوا دوسرا لازمی چندہ دینے والوں نے ان چندوں میں بھی بڑی بشاشت سے حصہ لیا جو محض وقتی نوعیت کے تھے۔ مثلاً باہر کے ملکوں میں مساجد کی تعمیر ہے۔ مساجد کی تعمیر

کے سلسلہ میں ہماری بہنوں نے ہی دنیا کو بڑا چھانمونہ دکھایا ہے اور رہتی دنیا تک ایک مومن کے دل میں ان کا نام بڑے فخر کے ساتھ یاد رہے گا اور مومنوں کی دعا کیں انہیں ہمیشہ حاصل ہوتی رہیں گی ابھی پچھلے جمعہ میں نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ اگرچہ جماعت قربانیوں میں ہر سال پہلے کی نسبت ترقی کرتی ہے لیکن وعدے لکھوانے میں بعض دفعہ سستی کرتی ہے اور اس طرح نہ صرف خود قصان اٹھاتی ہے بلکہ مرکز کو بھی پریشان کرتی ہے۔ چنانچہ اس سال بھی اس نے تحریک جدید کے وعدے لکھوانے میں سستی کی ہے جس سے مرکز پریشانی کا شکار ہو رہا ہے۔ میں نے جماعت سے کہا تھا کہ وہ اس طرف فوری توجہ دے وعدوں کی آخری میعاد جلد ختم ہو رہی تھی لیکن میں نے کہا تھا کہ میں اہل ربوہ کو وعدوں کے لکھوانے کے لئے مزید مہلت نہیں دوں گا۔ باہر چونکہ میری آزاد دیر میں پہنچے گی اس لئے باہر کی جماعتوں کو میں ایک ہفتہ کی مہلت دوں گا۔ آج جب مجھے یہ رپورٹ ملی کہ اہل ربوہ نے ان چند دنوں میں اپنے تحریک جدید کے وعدے پچھلے سال سے کچھ اوپر کر دیئے ہیں اور ابھی وعدے لکھوانے جارہے ہیں تو میرے دل میں خدا تعالیٰ کی بڑی حمد پیدا ہوئی انشاء اللہ امید ہے کہ اہل ربوہ ابھی وعدوں کے سلسلہ میں اور آگے بڑھ جائیں گے اسی طرح راولپنڈی سے بھی آج صحیح ہی رپورٹ ملی ہے کہ وہاں کی جماعت نے پچھلے سال سے زائد رقم کے وعدے بھجوادیئے ہیں اور ابھی وعدے لئے جارہے ہیں تا پچھلے سال کی نسبت ان کی قربانیاں زیادہ ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے کی نسبت زیادہ حاصل کر سکیں۔ اس چیز کو دیکھ کر دل میں اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی حمد پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہم پر یہ فضل کیا کہ ہم پہلے کی نسبت اس کی راہ میں زیادہ اموال خرچ کرنے کی توفیق پا رہے ہیں بلکہ وہ ان بشارتوں کو جو اس نے چودہ سو سال قبل سے دے رکھی تھیں۔ انہیں ہماری زندگی میں ہی پورا کر رہا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی حمد کی جائے وہ کم ہے۔

پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ (اور ان کے ان اخلاں کو بھی جو آپؐ کے بعد ہونے والے تھے) مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ قربانی کرنے والوں کے لئے دعا بھی کر کیوں کہ تیری دعا ان کے لئے تسلیکین کا موجب ہوگی میں سمجھتا ہوں کہ مومنوں کے لئے اس میں بہت بڑی بشارت ہے اور وہ بشارت یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دو گے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی وہ چیزیں پیش کرو گے جن کے تم حقیقی مالک ہو اور خدا تعالیٰ کی عطا میں سے وہ تمہارے لئے ہی مخصوص کی گئی ہیں اور پھر تم انہیں بڑی

خوشی اور بشاشت سے پیش کرو گے۔ تو خدا تعالیٰ تمہاری ان قربانیوں کو قبول کر لے گا اور نہ صرف وہ تمہاری قربانیوں کو قبول کرے گا بلکہ اس نے تمہارے لئے دعاوں کا ہمیشہ بہنچے والا اور کبھی بھی خشک نہ ہونے والا دریا جاری کر دیا ہے کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا ہے۔ کہ تم مونموں کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کا صرف بدله ہی نہ دے بلکہ اپنی رحمانیت کی صفت کے ماتحت ان کے ثواب میں ہر آن اور ہر لمحہ زیادتی کرتا چلا جائے اور اپنے قرب کی راہیں ان پر ہر وقت کھولتا رہے اور ان دعاوں کے نتیجہ میں وہ انہیں بلند سے بلند تر مقام کی طرف لے جاتا چلا جائے۔ پس یہ کتنی بڑی بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اس نے خود فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں پیش کرو گے تو وہ نہ صرف انہیں قبول کرے گا بلکہ اس نے آنحضرت ﷺ کو اس کام پر لگا دیا ہے کہ آپ ہمارے لئے دعائیں کریں۔ اللہ آپ کی دعاوں کو قبول کر کے اپنی رحمانیت کے تحت ہر وقت ان کے ثواب میں بڑھوئی کرتا چلا جائے گا۔ پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ قیامت تک آنحضرت ﷺ کے اخلاص نے بھی ہمیشہ اور ہر وقت موجود رہنا ہے اس لئے ان کو بھی یہ حکم ہے۔ کہ تم جس جماعت پر مقرر کئے گئے ہو۔ آنحضرت ﷺ کا ظل ہونے کی وجہ سے ان کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو۔ چنانچہ اس حکم کے ماتحت رسول کریم ﷺ کے بعد خلافائے راشدین مجددین اور اولیائے امت اپنے لئے اتنی دعائیں نہ کرتے تھے۔ جتنی دعائیں انہوں نے امت مسلمہ کے لئے کیں اور اب جماعت احمدیہ کے خلافاء بھی اپنے لئے اتنی دعائیں نہیں کرتے (یا نہیں کرتے رہے) جتنی دعائیں وہ احمدی بھائیوں کے لئے کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں اور اس امید اور یقین سے دعا کرتے اور کرتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان دعاوں کے نتیجہ میں مونموں کے دلوں میں تسکین پیدا کرے گا پھر ہمارا دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری حقیر دعاوں کے نتیجہ میں واقعہ میں مونموں کے دلوں میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے اور جماعت کے افراد کے سینکڑوں خطوط اس بات کی شہادت دے رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ ان صَلَوَتَكَ سَكْنُ لَهُمْ کو ہر آن پورا کر رہا ہے۔ کبھی وہ ہماری دعاوں کو قبول کر کے مونموں کے دلوں میں تسکین کے سامان پیدا کرتا ہے اور کبھی وہ مونموں کو قوت برداشت عطا کر کے ان کیلئے تسکین کے سامان مہیا کرتا ہے بہر حال وہ ان کے دلوں میں تسکین کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑافضل ہے۔

پس ان آیات میں جن باتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے وہ باتیں ہمیں ہر وقت یاد رکھنی چاہئیں۔ پہلی بات جو خدا تعالیٰ نے ہمیں ان آیات میں بتائی ہے یہ ہے کہ مومن اور منافق میں یہ فرق ہے کہ منافق بھی غلطی کرتا ہے اور مومن بھی غلطی کرتا ہے لیکن منافق غلطی کرتا ہے تو اس پر اصرار کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا مرسُدُوا عَلَى النِّفَاقِ وَنَفَاقَ كُوچھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس کے لئے ان کے دل میں ندامت کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں جب مومن کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ توبہ کے ذریعہ اپنی غلطی معاف کروانے کی کوشش کرتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کو اس معلوم بچ کی طرح بنادیتا ہے جو ابھی ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والا توبہ کرنے کے بعد (اگر اس کی توبہ قبول ہو جائے) ایسا ہی ہے جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ اس سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہوئی (الدر المنشور جلد اصححہ ۲۶۱) پس وہ شخص جو توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے وہ ویسا ہی معلوم بن جاتا ہے جیسا کہ ایک نوزائدہ بچہ۔ غرض مومن کو توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلکھلاتے رہنا چاہئے اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن کے دل میں رجاء ہوتی ہے وہ یہ امید اور توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرے گا۔

دوسرے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ محض ترکِ معاصلی کافی نہیں اگر تم میری رضا کو حاصل کرنا چاہتے ہو یا تمہیں میرے قرب کی تلاش ہے۔ تو تمہیں نیکی کی راہیں اختیار کرنا پڑیں گی اور خلوص نیت کے ساتھ اعمال صالح بجالانے پڑیں گے اور یہی ایک طریق ہے جس کے ذریعہ تم میری بلندیوں کی طرف پرواز کرنے کے قابل ہو سکتے ہو۔

پھر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بشارت بھی دی ہے۔ کہ اگر تم نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ (نفاق کے ساتھ نہیں) میرے قائم کردہ سلسلہ اور جماعت میں رہتے ہوئے ان تحریکوں میں جو میں جاری کروں، شامل ہو گے تو نہ صرف میری طرف سے تمہارے دلوں میں بثاشت پیدا کی جائے گی اور تمہارے لئے یہ قربانیاں دو بھر محسوس نہیں ہوں گی۔ بلکہ تم بڑی بثاشت کے ساتھ اور ہنسی خوشی ان قربانیوں کو کرو گے اور اس کے بدله میں تمہیں دو چیزیں ملیں گی۔ ایک تو میں تمہاری قربانیوں کو قبول کر کے اپنی رضا تمہیں دوں گا۔ دوسرے میں نے اپنے بعض بندوں کو تمہارے لئے دعا کرنے کے لئے

مقرر کر چھوڑا ہے میں ان کی دعا کو قبول کر کے اپنی رضا کوتہمارے لئے ہر دم اور ہر لمحہ بڑھاتا چلا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس تعلیم پر عمل کرنے اور اسے یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے جوان آیات قرآنیہ میں بیان کی گئی ہے اور پھر سارے قرآن کریم پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اگر وہ لوگ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں جو کلی طور پر تزکیہ نفس حاصل کرتے ہیں اور کلی طور پر اپنے وجود کو فنا کر دیتے ہیں لیکن ہمیں دعا کرتے رہنا چاہئے اور پھر یہ کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں میں ہمیں بھی شامل کر لے۔ و باللہ التوفیق

(روزنامہ افضل ربوبہ ۳۰ ربما رج ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)



خطبہ جمعہ / ۳ مارچ ۱۹۶۶ء

حضور ناسازی طبع کے باعث نماز جمعہ کے لئے تشریف نہ لاسکے۔
(الفصل ۶ / مارچ ۱۹۶۶ء)

اللہ تعالیٰ کو جو چیزیں پسند ہیں انہیں اختیار کرو اور اُسے جو
امور ناپسند ہیں ان سے بچنے کی کوشش کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ مرچ ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ ہمیشہ قولِ حسن کیا کرو۔
- ☆ جنتی بننے کیلئے نیک اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے بھی مورد بینیں۔
- ☆ خدا اور اُس کے مامور کے ساتھ کئے گئے تمام وعدے پورے کرنا ہمارا فرض ہے۔
- ☆ شیطان انسان کے بُرے اعمال کو اسے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔
- ☆ موصی صاحبان مالی قربانی کے علاوہ تقویٰ کی دیگر را ہوں کو بھی اختیار کرنے کی کوشش کریں۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا ہے:-

اللّٰہُ تَعَالٰی سوہ بیت اسرائیل میں فرماتا ہے۔

وَقُلْ لِعِبَادِنِي يَقُولُوا إِلٰهُنَا الَّذِي هِيَ أَحْسَنُ طَانَ الشَّيْطَنَ يَنْزُغُ بَيْنَهُمْ طَانَ الشَّيْطَنَ كَانَ لِإِلٰهٰنَسَانٍ عَدُوًا مُّبِينًا۔ (بنی اسرائیل: ۵۲)

یعنی ان لوگوں کو جو خدا نے واحد کی خلوص اور تزلیل کے ساتھ اطاعت کرنے والے اور صفاتِ الہیہ کے مظہر بننے کے خواہ شمند ہیں میرا پیغام پہنچا دو کہ وہ وہی بات کہا کریں جو سب سے زیادہ اچھی ہے اب کسی بات کا اچھا اور بُرا ہونا مختلف پہلوؤں سے ہو سکتا ہے۔ بعض باتیں بعض لوگوں کے نزدیک اچھی ہوتی ہیں لیکن وہی باتیں بعض دوسروں کے نزدیک بُری ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ”عبدی“ میں بندوں کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اور اس طرح اس سوال کا جو یہاں پیدا ہونا تھا خود وہی جواب دے دیا ہے اور وہ جواب یہ ہے جو میری نگاہ میں بھی احسن ہو اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کون سی چیزیں احسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہیں چیزیں احسن ہیں جو اسے اچھی لگتی ہیں جنہیں وہ پسند کرتا ہے۔ جن کو دیکھتے ہوئے اور اپنے بندوں پر حرم اور فضل کرتے ہوئے وہ اپنی قرب کی راہیں اور اپنی رضا کے طریق انہیں سمجھاتا ہے اور ثواب کے دروازے ان پر کھولتا ہے۔ پس یہی وہ چیزیں ہیں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہیں۔ اور ان کا ذکر ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے اور قرآن کریم میں ہی مل سکتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں اس امر کی طرف متوجہ کیا ہے کہ تمہاری زبان تمہیں دوزخ کی طرف بھی لے جاسکتی ہے اور تمہاری زبان تمہیں میری رضا کی جنت کی طرف بھی لے جاسکتی ہے۔ اس لئے تم اپنے قول اپنی باتوں اور اپنی نگاہ پر قابو رکھو اور اپنی زبان کو آزاد نہ چھوڑ بلکہ اگر تم میرے بندے بننا چاہتے ہو اگر تم میری اطاعت تزلیل کے ساتھ کرنا چاہتے ہو، اگر تم میری وحدانیت کے قیام کی طرف

متوجہ ہو، اگر تم میری صفات کے مظہر بننا چاہتے ہو، تو اپنی زبان پر وہی باتیں لاؤ جن کے زبان پر لانے کا قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن کریم ایسی باتوں سے جو زبان پر لانی مناسب ہیں، بھرا پڑا ہے میں اس وقت ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ ہاں مثال کے طور پر یہ ضرور بیان کروں گا کہ مثلاً قرآن کریم نے فرمایا ہے **يَا مُأْمَرُونَ بِالْمَعْرُوفِ** (آل عمران: ۱۰۵) یعنی میرے بندے معروف کا حکم دیتے ہیں نیز قرآن کریم فرماتا ہے کہ میرے بندے قول صادق پر ہی نہیں قول سدید پر کار بند ہوتے ہیں (الاحزان: ۱۷) اور اس قسم کی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں باتیں قرآن کریم میں ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ کہتا ہے تم اس طرح کہو اور بہت سی ایسی باتیں بھی ہیں جن کے متعلق وہ کہتا ہے ایسا نہ کہو کیونکہ یہ باتیں شیطان اور اس کی ذریت ہی کہا کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے بندے ایسی باتیں نہیں کہا کرتے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کے بعد ایک چھوٹے سے فقرہ میں نفی والے حصہ کو بڑے حسین پیرا یہ میں بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَنَ يَنْزَعُ بَيْنَهُمْ ایک شیطان تو معروف ہستی ہے یعنی ایک نظر نہ آنے والا وجود جو دلوں میں وسوسہ پیدا کر کے انسانوں کو خدا سے دور لے جاتا ہے انہیں غیر اللہ کی طرف بلا تا ہے اور ایک قسم شیطان کی وہ ہے جس کی ذریت انسان کی شکل میں دنیا میں بستی ہے اور شیطان کے معنی ہیں حسد اور تعصب کی آگ میں جلنے والا اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ سے سرکشی کرنے والا۔ اپنی حدود سے آگے بڑھ جانے والا اور اس طرح پر نہ صرف خود حق سے دور ہو جانے والا بلکہ لوگوں کو حق سے دور کرنے کی کوشش کرنے والا اور یہاں اللہ تعالیٰ **إِنَّ الشَّيْطَنَ يَنْزَعُ بَيْنَهُمْ** کہہ کر انسان کو ہدایت کرتا ہے کہ اس بات کا خیال رکھنا کہ ہمارا حکم ہے۔

قول احسن کہا کرو اس حکم کے راستہ میں کچھ وجہ روک بننے کی کوشش کریں گے اور وہ اس طرح کہ وہ حسد یا تعصب سے کام لیتے ہوئے سرکشی عدم اطاعت اور بغاوت اختیار کریں گے اور حق سے دور ہو جائیں گے، اور ساتھ ہی یہ کوشش بھی کریں گے کہ تم بھی حق سے دور ہو جاؤ۔ اس طرح ہمیں بتایا کہ جو قول حسد کی وجہ سے کہا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک احسن نہیں، اسی طرح وہ بات جو تعصب کی پیداوار ہو وہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں احسن نہیں۔ تعصب کے نتیجہ میں کہی جانے والی باتیں دو قسم کی ہوا کرتی ہیں کیونکہ تعصب بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ تعصب ہوتا ہے جو دوسرے کے خلاف ہوتا ہے اور اس

وقت انسان تعصب کے نتیجہ میں دروغ گوئی کر رہا ہوتا ہے۔ دوسرے پر جھوٹا اذرا م لگا رہا ہوتا ہے جو حقوق اس شخص کو حاصل ہوتے ہیں ان کا انکار ہوتا ہے۔ جس مقام پر اسے رکھنا چاہئے۔ وہ عمل سے بھی اور زبان سے بھی کوشش کر رہا ہوتا ہے وہ مقام اسے حاصل نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان حسد پیدا کرتا ہے وہ تعصب پیدا کر کے بعض ایسی باتیں تمہارے منہ سے نکلوانے کی کوشش کرتا ہے جو میرے نزدیک احسن قول نہیں اس لئے تمہیں شیطان کے پیدا کردہ وساوس سے بچتے رہنا چاہئے۔

يَنْزَعُ بِيَنْهُمْ - نَزَعَ يَنْزَعُ کے ایک معنی غیبت کرنے کے ہیں۔ دوسرے معنی بد گوئی کے ہیں اور تیسرا معنی ایسی باتیں کرنے کے ہیں جن کی وجہ سے بھائی بھائی کے درمیان جھگڑا پیدا ہو جائے، تفرقہ اور بگاڑ پیدا ہو جائے۔ پھر اس کے معنی ایسی باتیں کرنے کے بھی ہیں جن کی وجہ سے ایک کو دوسرے کے خلاف برائیختہ کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَنْزَعُ بِيَنْهُمْ شیطان تمہیں میرے اس حکم سے کتم قول احسن کہا کرو، پرے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ وہ شیطان جو حسد اور تعصب کی آگ میں جلنے والا ہے۔ وہ شیطان جو سرکشی اور تمرد کی راہ کو اختیار کرنے والا ہے۔ وہ شیطان جو خود حق سے دور رہنے والا ہے اور جس کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے بھی حق سے دور ہو جائیں وہ غیبت اور بد گوئی کی راہ سے بھائی بھائی کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرے گا اور تمہیں اس بات پر اکسائے گا کہ تم بھی غیبت کرو، تم بھی بد گوئی کو اختیار کرو، تم بھی امن سکون اور آشتنی کی باتیں کرنے کی بجائے بعض کو بعض کے خلاف بھڑکانے اور ایک کو دوسرے کے خلاف برائیختہ کرنے کی کوشش کیا کرو اور فساد اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ شیطان پوری کوشش کرے گا کہ تم جادع صداقت سے پرے ہٹ جاؤ اور وہ تمہیں حق سے دور کر دے لیکن ہم يَنْزَعُ بِيَنْهُمْ کے مختصر الفاظ میں شیطانی حربوں کا ذکر کھول کر بیان کر دیتے ہیں تا تم ان پر نہ چلو تم حسد نہ کرو اور نہ تم کسی پر یا کسی کے خلاف تعصب کی راہ کو اختیار کرو عدم اطاعت اور بغاوت کے بول نہ بولو، سرکشی کی باتیں نہ کرو نہ تم خلاف حق کچھ کہو اور نہ کسی کو خلاف حق کہنے کی ترغیب دو اگر تم ایسا کرو گے تو تم شیطان کے حملوں سے بچ جاؤ گے اور اگر تم حقیقتاً شیطان کے حملوں سے بچ گئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی تمہارے اقوال اچھے پسندیدہ اور مرغوب ہوں گے اور تم اس کی نگاہ میں بھی اس کے بندے بن جاؤ گے۔

پھر آگے فرمایا۔ إِنَّ الشَّيْطَنَ كَانَ لِإِنْسَانٍ عَدُوًّا مُّبِينًا

یعنی شیطان جس کی صفات ہم نے اوپر بیان کی ہیں وہ انسان کے لئے ایسا دشمن ہے جو مبین ہے انسان ایک تو اس مخلوق کو کہتے ہیں جو آدم علیہ السلام کی ذریت ہے لیکن عربی زبان میں اس کے معنی اس ہستی کے ہیں جو کیلئے زندگی بسرنہ کر سکے بلکہ اس کے دل میں دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہو۔ اس کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہو کہ وہ ہم جنس لوگوں سے اُنس رکھے اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ اُلفت اور محبت قائم کرنے والی ہستی اور وہ ہستی جو دوسرا طرف اپنے رب کے ساتھ بھی تعلق رکھنے کی خواہش رکھتی ہے اس کے اندر یہ ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ تعلق قائم کرے اور اس کی رضا کو حاصل کرے انسان کھلاتی ہے۔ پس ان دو قسم کے قرب اور تعلق (ایک طرف انسان سے محبت اور دوسرا طرف اپنے خالق و مالک سے تعلق) رکھنے والی ہستی کو ہم انسان کہتے ہیں اور ان **الشَّيْطَنَ يَنْزَعُ بَيْنَهُمْ**۔ **إِنَّ الشَّيْطَنَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُبِينًا** میں اللہ تعالیٰ نے انسان کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ یہاں ضمیر بھی استعمال کی جا سکتی تھی اور کہا جا سکتا تھا کہ **إِنَّ الشَّيْطَنَ كَانَ لَهُمْ عَدُوًّا مُبِينًا** لیکن یہاں ضمیر استعمال نہیں کی گئی نہ عباد کا لفظ دہرا�ا گیا بلکہ انسان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان دو طرفہ تعلق قائم کرنا چاہتا ہے ایک طرف تو وہ اپنے بھائی انسان کے ساتھ تعلق قائم رکھنا چاہتا ہے اور دوسرا طرف اپنے خالق رب کے ساتھ تعلق جوڑنا چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انسان کو انسان کہا جاتا ہے۔ بہر کیف یہاں فرمایا شیطان انسان کا دشمن مبین ہے اور مبین کے لفظ کے معنی اردو میں کھلے کھلے کے کئے جاتے ہیں جو درست ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے **ابَانَ الشَّيْءَ اتَضَحَ فَهُوَ مَبِينٌ** (المجاد) پس اس حصہ آیت کے معنی ہوں گے۔ شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے لیکن عربی زبان میں اس کے اور معانی بھی ہیں مثلاً کہتے ہیں ابَانَ الشَّيْءَ اوْضَحَهُ (المجاد) یعنی جب کسی شی کے متعلق ”ابان“ کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اسے واضح کر دیا اور شیطان جب انسان پر حملہ کرتا ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے اس لئے شیطان اس کی عقل کو چکر دینا چاہتا ہے اور اس کے سامنے بعض بُرا یہوں کو وضاحت سے خوبصورت بنانے کر پیش کرتا ہے کہ تمہیں ان پر عمل کرنا چاہئے۔ حالانکہ وہ چیزیں خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہوتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بھی اس نے یہی سلوک کیا تھا اور اس نے کہا تھا اگر تم یہ کام کرو گے تو تم کو ابدی جنت مل جائے گی۔ گویا اس طرح اس نے بظاہر معقول اور روحاںی دلیل

دے کر آپ کو خدا تعالیٰ کے رستے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے **إِنَّ الشَّيْطَنَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا** کے یہ معنی ہوں گے کہ شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے اور وہ اپنی ان باتوں کو جو خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہیں ایسی وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ انسانی عقل انہیں صحیح سمجھنے لگ جاتی ہے اور اس میں وہ بعض اوقات کامیاب ہو جاتا ہے کیونکہ انسان عقل کا جہاں صحیح استعمال کرتا ہے وہاں بسا اوقات وہ اس کا غلط استعمال بھی کرتا ہے پھر ابان الشیئی کے ایک معنی قطعہ و فصلہ (المنجد) کے بھی ہیں یعنی اسے قطع کر دیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس لحاظ سے **إِنَّ الشَّيْطَنَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا** کے معنی ہوں گے شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے وہ انسان کے دو طرفہ تعلقات (یعنی ایک طرف اس تعلق کو جو انسان کا انسان سے ہوتا ہے اور دوسرا طرف اس تعلق کو جو اس کا خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے) کو قطع کرنے والا ہے اور اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ انسانوں کے درمیان باہم بھگڑاڑائی فتنہ اور فساد پیدا ہو۔ بھی تو وہ مذہب کے نام پر انسانوں کے خون بہاد ریتا ہے اور کبھی وہ دہریت کی آواز بلند کر کے انسانی جانیں ضائع کرنے کی کوشش کرتا ہے اور فتنہ و فساد پیدا کرتا ہے اور شیطان اس مخفی وجود کا نام بھی ہے جو انسان کے اندر و ساویں پیدا کر کے اسے حق سے دور کر دیتا ہے اور اس سے مراد وہ لوگ اور وہ قومیں بھی ہیں جو شیطان کی ذریت اور اس کے ساتھ ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ شیطان کے جن حربوں کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے ان تعلقات پر ضرب لگتی ہے جو تمہارے آپس کے ہوں یا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوں۔ پس شیطان کا حملہ بنیادی صداقتوں پر ہوتا ہے نہ وہ اس دنیا میں امن چاہتا ہے اور نہ امن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ اخروی زندگی کے متعلق صلاح کا خواہش مند ہے بلکہ وہ ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ تمہارے اپنے رب سے بھی تعلقات استوار اور مستحکم نہ ہوں۔ تمہارا خدا تعالیٰ سے اتنا مضبوط رشتہ نہ ہو جائے کہ تم اخروی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رضا کی را ہوں پر چلتے ہوئے ایک ابدی جنت کے انعام کے وارث ہو وہ تمہارے دونوں تعلقات کو قطع کرتا ہے۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شیطان تمہارا دشمن ہے اور وہ تمہارے رب کے درمیان جو تعلقات ہیں انہیں ہمیشہ قطع کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ تمہارے باہمی تعلقات کو بھی بگاڑتا ہے اور اس طرح انسان کو انسان سے علیحدہ کر دیتا ہے۔

اس آیت کے بعد دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ** (بُنی اسرائیل: ۵۵)

یعنی تم ہمارے ان احکام کی بظاہر پابندی کرنے کے بعد جو ہم نے تمہیں قول احسن کہنے کے متعلق دیے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ تم کوئی چیز بن گئے ہو اور تمہارا حق ہو گیا ہے کہ تم پر خدا تعالیٰ کی رضا کی را ہیں کھلیں اس لئے کہ **رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ** (بنی اسرائیل: ۵۵) تمہاری بہت سی خطاں میں، غلطیتیں اور کوتا ہیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو خود تم سے بھی پوشیدہ ہوتی ہیں اور ان باطنی خطاؤں، غلطتوں اور کوتا ہیوں کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتا۔ اس لئے تمہارا رب تمہیں تمہاری نسبت بھی زیادہ جانتا ہے یعنی تم اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتے جتنا تمہارا رب جانتا ہے۔ اس لئے تم میں سے کسی کے لئے فخر و مبارکات کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ ان **يَشَائِيرُ حَمْكُمْ** (بنی اسرائیل: ۵۵) اگر وہ تم پر رحم کرے گا تو یہ اس کی اپنی مرضی کا نتیجہ ہو گا وہ اگر چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا۔ تم اس کے احکام پر عمل کر کے اس کے رحم کے مستحق نہیں بن جاؤ گے بلکہ اس کے رحم کے وارث ضرور بن جاؤ گے۔ وَإِنْ يَشَائِيرُ عَدَبَكُمْ (بنی اسرائیل: ۵۵) پہلے بیان فرمایا تھا۔ تم امید قائم رکھو کیونکہ تمہارا خدا بڑا رحمان، رحیم اور غفور ہے۔ وہ تم سے بڑی محبت کرنے والا اور پیار کرنے والا ہے۔ تم یہ امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم ہی کرے گا۔ لیکن ساتھ ہی دل میں خوف بھی رکھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری کسی مخفی خطا یا گناہ کے نتیجہ میں تم پر اس کا عذاب وارد ہو یا وہ تمہارے حق میں عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کرے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا۔ (بنی اسرائیل: ۵۵)

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ تو خاتم النبین ہے، افضل المرسلین ہے، مخلوقات کا نبੋڑ اور خلاصہ ہے۔ پھر بھی ہم نے تمہیں ان کا ذمہ دار نہیں بنایا۔ تمہاری خشنودی انہیں جنت میں نہیں لے جاسکتی نہ ان کے متعلق تمہاری اچھی رائے انہیں جنت کا وارث بناسکتی ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول ﷺ کو قیامت کے دن یہ نظارہ دکھایا جائے گا کہ آپؐ کے بعض صحابہ کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ آپؐ یہ نظارہ دیکھ کر خدا تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے کہ اے خدا! یہ تو میرے صحابہ ہیں جہاں تک مجھے علم ہے انہوں نے تیری خاطر اخلاص اور فدائیت کے ساتھ قربانیاں دی ہیں میں تو سمجھتا تھا کہ انہوں نے تیری رضا کو حاصل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائے گا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ (بخاری کتاب الفتن باب نمبر ۱۔ کتاب الرقاق باب کیف الحشر۔ کتاب التفسیر القرآن۔ تفسیر سورہ المائدہ) ان کے اعمال کا پورا علم مجھے ہے گویا بعض برگزیدہ انسان بھی بعض لوگوں کے متعلق یہ سمجھتے ہوں گے کہ وہ اچھے ہیں اور انہوں نے

اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لیا ہے لیکن حقیقتاً وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے وارث نہیں ہوں گے۔ وہ اس کی جنت کے مستحق قرار نہیں دیئے جائیں گے۔ پس فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا۔

(بنی اسرائیل: ۵۵)

کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ تو اس بات کا ذمہ دار ہے کہ لوگ ضرور نیکیاں کریں اور نہ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اگر لوگ بظاہر نیکیاں کریں تو وہ ضرور جنت کے وارث بن جائیں گے۔ کیونکہ اس دنیا میں بھی تمہارے سامنے ایک مثال موجود ہے ایک شخص جنگ میں بظاہر بڑے اخلاص سے حصہ لے رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسلام پر فدا ہونے کو اس کا جی چاہ رہا ہے۔ وہ مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ اور کافروں پر حملہ آور ہو رہا تھا اور بڑے بڑے صحابہ کی بھی اس کے متعلق یہ رائے تھی کہ وہ بڑا مخلص اور ندایی ہے۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ وہ دو زخی ہے۔ صحابہؓ نے رسول کریم ﷺ کی بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے اس شخص کا پیچھا کیا تو انہوں نے دیکھا وہ جنگ میں شدید زخمی ہو گیا ہے۔ اور زخموں کی تکلیف کی برداشت نہ کرتے ہوئے اس نے خود کشی کر لی ہے۔ اس طرح صحابہؓ کو نظر آگیا کہ گواں شخص نے بڑے جوش کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا تھا لیکن اس کا ایسا کرنا اخلاص کی بناء پر نہیں تھا بلکہ بعض اور بواسعث تھے جن کی وجہ سے وہ کفار کے خلاف بڑے جوش کے ساتھ لڑا۔ پس یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا لیکن بد قسمتی اس امت کی یہ ہے کہ اس میں بعض پیر، سجادہ نشین اور علماء ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو اپنے مریدوں کو کہتے ہیں کہ تم کوئی فکر نہ کرو ہم تمہیں جنت میں پہنچانے کا ذمہ لیتے ہیں۔ حالانکہ جنت میں پہنچنے کے لئے انسان کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر بہت کچھ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض جنت میں انسان تبھی جائے گا جب وہ نیک اعمال بجالائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان اسے حاصل ہو جائے گا۔ گویا انسان جنت میں اس وقت داخل ہو گا جب اللہ تعالیٰ کا ایسا کرنے کا منشاء ہو اور وہ ارادہ کر لے کہ اسے جنت میں لے جانا ہے۔

قرآن کریم میں جو احسن قول بتائے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورا بھی کرے ہمارے کچھ بینادی وعدے ہیں جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے ایک مامور اور نبی اکرم ﷺ کے ایک فرزند حلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے ہیں مثلاً ہم نے وعدہ کیا

تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کو یہ قول بھی دیا تھا کہ ہم سب جنہوں نے وصیت کی ہے اپنی آمد اور اپنی جائیداد کا 10/1 خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر دیں گے۔ اور جن لوگوں نے وصیت نہیں کی انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنی آمد کا 16/1 حصہ دین کی خاطر چندہ میں دیں گے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں احسن قول وہ ہے کہ جب وہ وعدہ کے رنگ میں کیا جائے تو اسے پورا بھی کیا جائے۔ قرآنی ارشاد لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف: ۳) کے ایک معنی یہ بھی کئے جاسکتے ہیں کہ تم ایسے وعدے کیوں کرتے ہو جو تم نے پورے نہیں کرنے۔ اس وقت تک صدر انجمن احمدیہ کے چندے (چندہ عام چند وصیت اور چندہ جلسہ سالانہ) ۸۳ فیصد وصول ہو جانے چاہئے تھے لیکن ابھی تک ان کا ۳۷ فیصد وصول ہوا ہے اور وقت دو ماہ سے کم رہ گیا ہے۔ خصوصاً موصی صاحبان پر مجھے بڑی حیرت ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے ایک وعدہ کیا تھا اور ان کے رب نے انہیں دنیا میں ہی ایک بشارت دی تھی انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ علاوہ تقویٰ کی دیگر را ہوں کے ہم اپنے مالوں کی بھی قربانی اس رنگ میں دیں گے کہ ان کا دسوال حصہ تیری راہ میں قربان کریں گے اور کرتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تم اس عہد کو نبھالو گے تو تمہیں میں بہشتی مقبرہ میں جگہ دوں گا۔ اب دیکھو یہ کتنی بڑی بشارت ہے جو موصی صاحبان کو اس دنیا میں ملی ہے لیکن ان میں سے ایک حصہ اپنے عہد کو نبھانے کی کوشش نہیں کرتا اور اگر آپ سوچیں تو جس طرح میں حیرت میں پڑ جاتا ہوں آپ بھی حیران ہوں گے کہ اتنی حقیر قربانیاں اور ان کے بدله میں اتنی عظیم بشارت اور پھر بھی ہم سے کوتا ہی اور غفلت سرزد ہو رہی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض موصی صاحبان وصیت کا چندہ ادا کرنے میں غفلت بر تھے ہیں۔ پس میں موصی صاحبان کو خصوصاً اور دوسرے احمدی بھائیوں سے عموماً کہوں گا کہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے سال کے صرف دو ماہ باقی ہیں بلکہ ان میں سے بھی ایک حصہ گزر گیا ہے۔ کوشش کریں کہ اس عرصہ کے اندر اندر اپنی وہ تمام مالی قربانیاں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں جن کا وعدہ آپ نے اپنے رب سے کیا تھا تا آپ اس کے ان فضلوں کے بھی وارث ہوں جن کے وعدے اس نے آپ سے کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۹ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۳)

وہ دوست جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتے سے
لے کر چھ ہفتہ تک کا عرصہ خدمت دین کیلئے وقف کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ دعا کی بہت توفیق پائی صح جب آنکھ کھلی تو زبان پر یہ فقرہ تھا۔
”اینا دیواں گا کہ تو رنج جاویں گا۔“
- ☆ احباب جماعت کے دلوں میں خلیفہ وقت کے لئے جو محبت، اخلاص اور
تعاون کا جذبہ ہوتا ہے وہی خلیفہ وقت کا خزانہ ہوتا ہے۔
- ☆ واقفین عارضی کو قرآن پڑھانے کی مہم کی نگرانی اور اسے منظم کرنا ہوگا۔
- ☆ احمدی ہونے کے لئے اچھا شہری ہونا بھی ضروری ہے۔
- ☆ پروفیسر، پیپھر ار، سکولوں کے اساتذہ اور طلباء رخصت کے ایام وقف عارضی
کیلئے پیش کریں۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

ویسے تو منگل کے روز ہی مجھے پیٹ میں کچھ تکلیف محسوس ہوتی تھی لیکن منگل اور بدھ کی درمیانی رات مجھے اسہال شروع ہو گئے جس کی وجہ سے بہت زیادہ کمزوری اور نقاہت پیدا ہو گئی جسم میں درد کی شکایت بھی تھی اور کمرے میں دوچار قدم چلانا بھی میرے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور جمعرات کو مجھے کافی افاقہ محسوس ہوا چونکہ بیماری کے دوران کام نہ کرنے کی وجہ سے بھی طبیعت میں پریشانی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب میں نے کچھ افاقہ محسوس کیا تو دو تین دن تک جو ڈاک دیکھنے کا مجھے موقعہ نہ ملا تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ گزشتہ رات بارہ ساڑھے بارہ بجے تک مجھے یہ توفیق ملی کہ میں دوستوں کے خطوط پڑھوں اور اس کے ساتھ ساتھ لکھنے والوں کے لئے دعا بھی کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق بھی عطا کی کہ میں اپنی کمزوری نا توانی اور بے مائیکل کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے طاقت مانگوں، بہت طلب کروں اور توفیق چاہوں تا اس نے جو ذمہ داریاں مجھ پر ڈالی ہیں۔ انہیں صحیح رنگ میں اور احسن طریق پر پورا کر سکوں پھر میں نے جماعت کی ترقی اور احباب جماعت کے لئے بھی دعا کی، بہت توفیق پائی صحیح جب میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر یہ فقرہ تھا کہ

اینا دیواں گا کہ تو رج جاویں گا

چونکہ گزشتہ رات کے پچھلے حصہ میں میں نے اپنے لئے بھی دعا کی تھی اور جماعت کیلئے دینی اور روحانی حسنات کے لئے، پھر خلیفہ وقت کی سیری تو اس وقت ہو سکتی ہے جب جماعت بھی سیر ہو۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ اس فقرہ میں جماعت کیلئے بھی بڑی بشارت پائی جاتی ہے۔ سو میں نے یہ فقرہ دوستوں کو بھی سنادیا ہے تا وہ

اسے سن کر خوش بھی ہوں۔ ان کے دل ہم سے بھی بھر جائیں اور انہیں یہ بھی احساس ہو جائے کہ انہیں اس رب سے جوان سے اتنا پیار کرتا ہے کتنا پیار کرنا چاہئے۔ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اس وقت میں دوستوں کی خدمت میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خلیفہ وقت کا سرمایہ اور خزانہ وہ مال ہی نہیں ہوا کرتا جو قومی خزانہ میں موجود ہو بلکہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کے دلوں میں خلیفہ وقت کے لئے جو محبت اور اخلاص کا جذبہ اور تعاون کی روح پیدا کرتا ہے وہی خلیفہ وقت کا خزانہ ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا ہے کہ میں وہ الفاظ نہیں پاتا جن سے میں اس کا شکر یہ ادا کر سکوں لیکن جہاں احباب جماعت مالی قربانیوں میں دن بدن آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں وہاں انہیں اپنے اوقات کی قربانی کی طرف بھی زیادہ متوجہ ہونا چاہئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت کا ایک حصہ اس وقت بھی وقت کی قربانی میں قابل رشک مقام پر کھڑا ہے۔ میں نے خود باہر کی جماعتوں میں دیکھا ہے کہ بعض جماعتوں کے عہدیداران اپنے مختلف دنیوی کاموں سے فارغ ہونے کے بعد دو دو تین تین بلکہ بعض دفعہ پانچ پانچ چھ چھ گھنٹے روزانہ جماعتی کاموں کے لئے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاۓ خیر عطا کرے۔ لیکن کسی مقام پر کھڑے ہو جانے سے کسی مدد ہی اور روحانی سلسلہ کی تسلی نہیں ہوتی۔ مومن کا دل ہر وقت بھی چاہتا ہے کہ میں ایک دم کے لئے بھی کھڑا نہ ہوں۔ بلکہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاؤں پھر جماعت کا ایک حصہ ایسا بھی تو ہے جو وقت کی قربانی کی طرف زیادہ متوجہ نہیں۔ غرض وقت کی قربانی کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور اس کے لئے میں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتے سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کیلئے وقف کریں، اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کیلئے جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں، اور ان کے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں، اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے انہیں بجالانے کی پوری کوشش کریں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض دوست مالی لحاظ سے زیادہ لمبا سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے جو دوست دو ہفتے سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک کے نتیجہ میں وقف کریں۔ وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں کہ ہم مثلاً سو میل تک اپنے خرچ پر سفر کرنے کے قابل ہیں یادو سو میل یا چار سو میل یا پانچ سو میل اپنے خرچ پر سفر کر سکتے ہیں بہر حال جس قدر بھی ان کی مالی استطاعت ہو وہ ذکر کر دیں تا انہیں اس کے مطابق مناسب جگہوں پر بھجوایا جاسکے۔

بڑے بڑے کام جوان دوستوں کو کرنے پڑیں گے ان میں سے ایک تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور قرآن کریم با ترجمہ پڑھنے کی جوہم جماعت میں جاری کی گئی ہے اس کی انہیں نگرانی کرنا ہوگی اور اسے منظم کرنا ہوگا دوسرے بہت سی جماعتوں کے متعلق ایسی شکایتیں بھی آتی رہتی ہیں کہ ان میں بعض دوست ایمانی لحاظ سے یا جماعتی کاموں کے لحاظ سے اتنے چست نہیں جتنا ایک احمدی کو ہونا چاہئے ان دوستوں سے ایسے احباب کی اصلاح اور تربیت کا کام بھی لیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ ایسی جماعتوں کے سوت اور غافل افراد کو چست کرنے کی کوشش کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اچھا احمدی ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے وہ اچھا شہری بھی ہو لیکن بہت سے دوست چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑتے اور لڑتے رہتے ہیں اور یہ بات ایک احمدی کے لئے کسی صورت میں بھی مناسب نہیں جب یہ جھگڑے اور لڑائیاں جاری ہو جاتی ہے تو جماعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جن دوستوں کو اللہ تعالیٰ دو ہفتے سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک پر وقف کرنے کی توفیق دے انہیں ان باتوں کی طرف بھی توجہ دینا ہوگی اور جماعت کے دوستوں کے باہمی جھگڑوں کو نپٹانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی باہر سے جب دوست کسی جماعت میں جائیں گے تو طبعی طور پر وہاں کے مقامی احمدی خیال کریں گے کہ ہماری غفلتوں اور کوتا ہیوں کی وجہ سے ہمیں ایک ایسے دوست کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا ہے جو ہماری مقامی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دور کے علاقہ سے ہمارے پاس آیا ہے اور اس طرح ایک فضاح کی پیدا ہو جائے گی۔

پھر بہت سے کام ایسے ہیں جو ایک طرف جماعتی ترقی کا باعث بن سکتے ہیں تو دوسری طرف حکومت وقت کے ساتھ تعاون کا بھی ایک ذریعہ ہوتے ہیں مثلاً آج کل پاکستان کی حکومت زرعی پیداوار بڑھانے کی طرف متوجہ کر رہی ہے تا ہمیں باہر سے غلہ نہ مغلوانا پڑے اور ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ پس ایسے دوست جوزراحت کے ان مسائل کا علم رکھتے ہوں یا وہ ان سے واقفیت حاصل کر لیں اور پھر وہ اپنا وقت بھی وقف کریں۔ وہ جن جگہوں پر جائیں گے وہاں زمینداروں کو یہ بھی ترغیب دیں گے کہ وہ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کریں اور انہیں بتائیں گے کہ وہ اپنی زمینوں سے زیادہ پیداوار کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح حکومت وقت کے ساتھ تعاون بھی ہو جائے گا اور جماعتی ترقی کے سامان بھی ہو جائیں گے، کیونکہ جتنا مال اللہ تعالیٰ جماعت کو عطا کرے گا اتنا ہی زیادہ وہ بڑھ چڑھ کر مالی

قرابانیاں کرنے کی توفیق پائے گی۔ غرض اس قسم کے کام ان دوستوں سے لئے جائیں گے جو میری اس تحریک پر اپنے اوقات وقف کریں گے۔ دوست جلد اس طرف متوجہ ہوں اور اپنے اوقات وقف کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ میں کمپینی سے یہ کام شروع کر دیا جائے جو دوست گورنمنٹ یا کسی اور ادارہ کے ملازم ہیں ان کو سال میں کچھ عرصہ کی رخصتوں کا حق ہوتا ہے وہ اپنی یہ رخصتیں اپنے لئے یا اپنوں کیلئے لینے کی بجائے اپنے رب کیلئے حاصل کریں اور انہیں اس منصوبہ کے ماتحت خرچ کریں۔ اسی طرح کالجوں کے پروفیسر اور لیکچرر، سکولوں کے اساتذہ کالجوں کے سمجھدار طلباً بھی اپنی رخصتوں کے ایام اس منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کیلئے پیش کریں۔ سکولوں کے بعض طلباً بھی اس قسم کے بعض کام کر سکتے ہیں، کیونکہ سکولوں کے بعض طلباً ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صحت اور عمر کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اس قسم کی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ ان کو بھی اپنے نام اس تحریک کے سلسلہ میں پیش کر دینے چاہئیں بشرطیکہ وہ اپنا خرچ برداشت کر سکتے ہوں کیونکہ میں اس سکیم کے نتیجہ میں جماعت پر کوئی مالی بار بھی ڈالنا چاہتا۔ غرض جو دوست اپنے خرچ پر کام کر سکتے ہوں اور جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے خرچ پر کام کرنے کی توفیق عطا کرے۔ ان کو اس منصوبہ میں رضا کارانہ خدمات کیلئے اپنے نام پیش کر دینے چاہئیں۔ یہ کام بڑا ہم اور ضروری ہے اور اس کی طرف جلد توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ بہت سی جماعتوں ایسی ہیں جن میں، یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ ان کے ایک حصہ میں، ایک حد تک کمزوری پیدا ہو گئی ہے اور اس کمزوری کو دور کرنا اور جلد سے جلد دور کرنا ہمارا پہلا فرض ہے اگر ہم تبلیغ کے ذریعہ نے احمدی تو پیدا کرتے چلے جائیں لیکن تربیت میں بے تو جہی کے نتیجہ میں پہلے احمدیوں یا نئی احمدی نسل کو کمزور ہونے دیں تو ہماری طاقت اتنی نہیں بڑھ سکتی جنتی اس صورت میں بڑھ سکتی ہے کہ پیدائشی احمدی، پرانے اور نواحمدی بھی اپنے اخلاق میں ایک اعلیٰ اور بلند مقام پر فائز ہوں پھر ہماری یہ کوشش ہو کہ وہ لوگ جو صداقت سے محروم ہیں ان تک صداقت پہنچے اور ہم دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اس صداقت کے قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔ غرض جو منصوبہ میں نے اس وقت جماعت کے سامنے بڑے مختصر الفاظ میں پیش کیا ہے وہ ترمیتی میدان کا منصوبہ ہے، ہمیں اس پر عمل کر کے سب جماعتوں اور سارے احمدیوں کو تدبیر اور دعا کے ذریعہ سے چست کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا بِاللَّهِ

(روزنامہ افضل ربوہ مؤرخہ ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۳)

قرآن مجید کی رو سے ہماری کامیابی کی صرف یہی صورت

ہے کہ ہم صبر اور تدبیر کو انہتا تک پہنچا دیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ تمام دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔
- ☆ دنیوی حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بہت ہی مشکل کام ہے جو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے۔
- ☆ جماعت احمد یہ ضرور کامیاب ہوگی۔ گھبرا نے کی ضرورت نہیں۔ صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت طلب کرنا۔
- ☆ اپنی کمزوری، ناتوانی، بے بضاعتی اور بے بُسی کا رونا صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے روؤ۔
- ☆ جب اللہ تعالیٰ مدد کو آئے گا تو بڑی بڑی طاقتیں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس غرض کیلئے مبعوث فرمایا تھا وہ یہ تھی کہ تمام دنیا میں اسلام کو غالب کیا جائے اور تمام اقوام عالم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلن جمع کر دیا جائے سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مأمور کر کے دنیا کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس غرض کیلئے بھیجا ہے کون ہے جس کے دل میں اسلام کا درد ہے؟ جس کے دل میں اسلام کا درد ہے وہ میری طرف آئے اور اس کام میں میرا مدد اور معاون ہو۔ تب ہم نے ”نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ“ کا نعرہ لگاتے ہوئے آپ کی طرف دوڑنا شروع کیا اور آپ کے جھنڈے تلن جمع ہو گئے اور ہم نے عہد کیا کہ جس غرض اور مقصد کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں۔ اس غرض اور مقصد کے حصول کے لئے آپ کے ساتھ مل کر ہم کوشش کرتے رہیں گے۔

غلبہ اسلام کے لئے کوشش کرنے کا دعویٰ کرنا یا ایسا عہد کرنا بڑا آسان ہے اور اس سے بھی زیادہ آسانی یہ ہے کہ اس کے بعد انسان غفلت کی نیند سو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا ہے کہ ہم غفلت کی نیند سو جائیں۔ شیطان ہم پر اس طرح اثر انداز ہو کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھلا دیں اور جو عہد ہم نے اپنے رب سے باندھا ہے اسے چھوڑ دیں ہم میں سے تھوڑے ہیں جو اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ہم نے درحقیقت خدا تعالیٰ سے کیا عہد باندھا ہے۔ اگر ہم اس عہد کا تجزیہ کریں اور اس پر غور کریں تو ہمارے سامنے یہ نظارہ آتا ہے کہ ایک طرف روس ہے، چین ہے اور دوسرے کمیونٹ ممالک ہیں دوسری طرف مادہ پرست اقوام ہیں جو دعویٰ تو کرتی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کو مانتی ہیں لیکن حقیقتاً خدا تعالیٰ پران کا کوئی ایمان نہیں ہے۔ مثلاً امریکہ ہے، انگلستان ہے، فرانس ہے اور دیگر بہت سے ممالک ہیں۔ اب ان میں سے اگر ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ لیں تو مثلاً روس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو دنیوی عقل عطا کی اور اس کو

یہ تو فیق عطا کی کہ وہ اپنی عقل کو استعمال کر کے دنیوی ترقیات کے میدان میں بہت بلند مقام حاصل کر لے جو اس نے حاصل کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑی کثرت کے ساتھ مادی اسباب دیئے اور اس وقت وہ دنیا کی دیگر بڑی اقوام میں سے چوٹی کی ایک قوم سمجھی جاتی ہے بلکہ وہ اتنی زبردست ہے کہ جب وہ غرائے تو تمام بني نوع انسان کے دل وہل جاتے ہیں اس شخص کے دل سے بھی زیادہ جو جنگل میں جا رہا ہوا اور اچانک اسے شیر کے غرائے کی آواز آئے لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اسے دین کی آنکھ عطا نہیں کی۔ وہ (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کے نام کا مذاق اُڑاتی ہے بلکہ وہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ تمام دنیا سے خدا تعالیٰ کے نام کو ایک دن مٹا دیں گے۔ پھر اس کے ساتھ ہی وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی شخص اس کے ملک میں جائے اور خداۓ واحد سے انہیں متعارف کرائے۔ حقیقتیاً اجازت نہ دینا بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کا ایک ثبوت ہے۔ اگر واقعی خدا نہ ہوتا تو انہیں کس بات کا ذرخہ۔ وہ ہر ایک کو کہتے یہاں آؤ اور جو دلیلیں تمہارے پاس ہیں وہ ہمیں سناؤ ہمیں ان دلیلوں کے سننے میں کوئی عذر نہیں ہوگا کیونکہ ان کے زعم میں خدا تعالیٰ کے نہ ہونے کے جو دلائل ان کے پاس ہیں وہ ان دلائل سے کہیں زیادہ وزن رکھتے ہیں جو ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کیلئے دیئے جاسکتے ہیں۔ بہر حال وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی شخص وہاں جا کر خداۓ واحد دیگانہ کی تبلیغ کرے۔ اسلام کی اشاعت کے لئے کوشش کرے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اس کے جلال اور اس کی کبریائی کو اس ملک کے باشندوں کے دلوں میں بھانے کے لئے سعی کرے اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے اس ملک کو بھی حلقة گوشہ اسلام کرنا ہے۔

پھر چین کو لو چین کتنا بڑا ملک ہے۔ زمین کے پھیلاوے کے لحاظ سے بھی اور آبادی کے لحاظ سے بھی اس کی آبادی قریباً ستر، اسی کروڑ کی ہے۔ اس کے رہنے والے بھی کمیونٹ ہو گئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کو بھول گئے ہیں اپنے پیدا کرنے والے کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اپلیس نے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار نہیں کیا تھا اس نے صرف اباء اور انتکبار سے کام لیا تھا اس نے خدا تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہوئے اس سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے اس بات کی اجازت دی جائے کہ میں تیرے بندوں کو قیامت تک گراہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں مجھے اس بات سے زبردستی نہ روکا جائے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا نظام انسان کیلئے قائم کرنا تھا اس لئے اس نے اسے اجازت دے دی

اور کہا ٹھیک ہے ہم چاہتے ہیں کہ انسان آزادا ہے طور پر عرفان حاصل کرے۔ ہم سے تعلق پیدا کرے اس لئے تم سے جو ہو سکتا ہے کرو لیکن جو میرے مخلص بندے ہوں گے ان پر تمہارا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ غرض شیطان نے خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار نہیں کیا تھا لیکن یہ تو میں خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی انکار کرتی ہیں پھر مادی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ ترقی کرتے چلتے جائیں اور مادی سامان اس قدر اکٹھے کر لیں کہ دنیا ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ انہوں نے ان مادی سامانوں کے مہیا کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے مطابق کوششیں کیں اور اس قانون کے مطابق ان کی یہ کوششیں با رآور ہوئیں۔ گواں کا جو نتیجہ انہوں نے نکالا وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ بجائے اس کے کہ وہ شکر اور حمر کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتے۔ انہوں نے اس کے وجود سے انکار کر دیا۔ پس یہ ملک (یعنی جہن) بھی بڑا وسیع ہے۔ بڑا طاقت ور ہے اور پھر خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہے تو ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اس کے رہنے والوں کو مسلمان بنائیں گے تا وہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے لیں۔ پھر انگلستان ہے امریکہ ہے ان کے رہنے والوں کی بڑی اکثریت اگرچہ زبان سے خدا تعالیٰ کے وجود کا اقرار کرتی ہے لیکن ساتھ ہی وہ ایک اور لعنت میں گرفتار ہے۔ اس نے انسان کے ایک بچے کو خدا تسلیم کر لیا ہے اور وہ نہیں صحیح کہ وہ ہستی جو ایک عورت کے پیٹ میں ۹ ماہ کے قریب نہایت گندے ماحول میں پرورش پاتی رہی ہو اس کو انسانی عقل خدا کیسے تسلیم کر سکتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دینی لحاظ سے بالکل اندھے ہیں کوئی معقول دلیل ان کے دماغ میں نہیں۔ بہر حال انہوں نے ایک انسان کی جس کو وہ خدائے یسوع مسح کہتے ہیں۔ پرستش شروع کی اور اس سے اتنی محبت اور پیار کیا کہ اپنی تمام دنیوی طاقتیں اس گمراہ عقیدہ کے پھیلانے میں خرچ کر دیں اور وہ جوان کا حقیقی رب تھا اور وہ جوان کا سچا نجات دہنده تھا یعنی محدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی طرف وہ متوجہ نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی تمام طاقت، اپنا سارا زور، اپنے تمام حیلے اور ہر قسم کا دحل خدا تعالیٰ کی اس سچی تعلیم اور صداقت کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا جو بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے بھیجی گئی تھی اور حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل بہت حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن جب حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلائل حقد دیئے، مجازات اور روشن نشانات بھی عطا فرمائے تو اس وقت ان کی ترقی دجل کے میدان میں کافی حد تک رُک گئی لیکن ابھی بہت سا کام کرنے والا باقی ہے۔

غرض ہمارا دعویٰ ہے اور اپنے رب سے ہمارا عہد ہے کہ ہم ایک دن ان تمام اقوام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار کر کے چھوڑیں گے۔

پھر افریقہ کے ممالک ہیں اور دوسری کئی اور آبادیاں ہیں جو ”بد مذهب“ کہلانے کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان کے ہاتھ میں کوئی محرف الہی کتاب بھی نہیں۔ ہاں ان کے پاس کچھ روایات ہیں جو بڑی پرانی ہیں۔ کچھ توہمات ہیں کچھ ڈھکو سلے ہیں جن کو انہوں نے ”مذهب“ کا نام دے رکھا ہے بہر حال وہ ایک قسم کا مذهب رکھتے ہیں اس لئے ہم انہیں لا مذهب نہیں کہہ سکتے اور نہ صحیح طور پر ان کے مذهب کو مذهب کہہ سکتے ہیں ان کے مذهب کو بگڑے ہوئے مذهب کا نام بھی نہیں دیا جا سکتا اور بہترین لفظ جوان کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے وہ ”بد مذهب“ ہے یہ لوگ اپنی رسومات میں اور اپنے توہمات میں اس قدر مست ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا نام سننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ ان کی ان عادات کو چھڑانا اور بد رسومات سے انہیں بچانا آسان کام نہیں۔ ہم اپنی جماعت میں بھی دیکھتے ہیں کہ بعض خاندان جو احمدیت میں داخل ہوتے ہیں وہ کچھ بد رسوم بھی اپنے ساتھ لے آتے ہیں اور ہمارے لئے ایک مشکل بن جاتے ہیں ہمیں انہیں ان بد رسوم سے بہٹانے کے لئے بڑا ذرائع لگانا پڑتا ہے لیکن ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ان اقوام میں بھی اسلام کی تبلیغ کر کے اور کامیاب تبلیغ کر کے انہیں اس نور سے متعارف کرائیں گے جو خدا تعالیٰ کا حقیقی نور ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئینہ میں عکسی رنگ میں چکا ہے۔ غرض کتنا بڑا دعویٰ ہے جو ہم کرتے ہیں اور کتنا مشکل کام ہے جو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے اور جب ہم اپنے اس دعویٰ اور کام پر اس تفصیل کے ساتھ غور کرتے ہیں جس کی طرف میں نے مختصر اشارہ کیا ہے تو دل بیٹھنے لگتا ہے اور عقل جیران ہو جاتی ہے کہ یہ کام ہو گا تو کس طرح ہو گا؟ اس کے لئے ہمیں پھر اپنے رب کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے ہمیں اس کے کلام کو ہی دیکھنا پڑتا ہے چنانچہ اس معاملہ میں جب میں نے غور کیا تو اس مشکل کا حل مجھے سورہ بقرہ کی اس آیت میں نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا يَهُآ الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُو بِالصَّابِرِ وَالصَّلُوةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔

(سورہ البقرہ: ۱۵۳)

یعنی اے میرے مومن بندو! جو اس بات پر ایمان رکھتے ہو کہ میں خدا نے قادر تو انہوں اور اپنی

تمام صفاتِ حسنہ کے ساتھ اپنی تمام قدرتوں کے ساتھ اور اپنے جلال کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور زندہ رکھنے والا ہی و قیوم خدا ہوں جو اس بات پر ایمان رکھتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی تمام اقوام کے لئے اور قیامت تک ہر زمانہ کے لئے نجات دہنڈہ کی شکل میں بھیجے گئے ہیں جو اس بات پر ایمان رکھتے ہو کہ قرآن کریم انسان کے تمام دینی اور دنیوی مسائل کو حل کرتا ہے جو اس بات پر ایمان لاتے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ہی مبعوث فرمایا ہے۔ جو ایمان لاتے ہو کہ جس مقصد کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس مقصد میں آپ اور آپ کی جماعت ضرور کامیاب ہو گی تمہیں گھبرا نے کی ضرورت نہیں بے شک مشکل بڑی ہے اور کام اس نویت کا ہے کہ عقل انسانی بظاہر یہ فیصلہ نہیں دے سکتی کہ اس میں ضرور کامیابی حاصل ہو گی لیکن خدا تعالیٰ کا جو وعدہ ہے وہ پورا ہو گا۔ اس لئے ہم تمہیں ہدایت دیتے ہیں کہ جس وقت یہ دیوار تمہارے سامنے آجائے اور تم کو محسوس ہونے لگے کہ آگے بڑھنے کا راستہ مسدود ہو گیا ہے اور ان اقوام کے دلوں کو فتح کرنا بظاہر ناممکن ہے یاد رکھو کہ اس وقت صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ میری مدد اور نصرت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

صبر کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ انسان استقلال کے ساتھ رُائیوں سے نچنے کی کوشش کرتا رہے۔ یعنی اُسے اپنے نفس پر اتنا قابو ہو کہ وہ کبھی بے قابو ہو کر گناہ کی طرف مائل نہ ہو دوسرے معنی یہ ہیں کہ انسان نیکی پر ثابت قدم رہے اور دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کا کوئی وسوسہ اور دنیا کا کوئی دجل صدق کے مقام سے مونمن کا قدم پرے نہ ہٹا سکے اور صبر کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی نازک وقت اور مشکل پیش آئے اور دل میں شکوہ پیدا ہو تو وہ اسے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرے۔

إِنَّمَا أَشْكُوا بَيْضُ وَ حُزْنِي إِلَى اللَّهِ (سورة یوسف: ۸۷)

یعنی اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہاری امداد اور نصرت کے سامان پیدا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ ہم نے تمہیں مادی سامان بہت کم دیئے ہیں لیکن جتنا بھی تمہیں ملا ہے مال کے لحاظ سے، طاقت کے لحاظ سے، وقت کے لحاظ سے، عزت کے لحاظ سے (کروڑوں نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں) جو کچھ بھی ہماری نعاء سے تمہیں ملا ہے۔ اگر تم اس کا صحیح استعمال کرو اور قربانی کے ان تقاضوں کو پورا کرو جو تم پر عائد ہوتے ہیں اور کبھی اپنی نگاہ میری ذات سے ہٹا کر کسی اور کی طرف

نہ لے جاؤ بلکہ اپنی کمزوری، ناتوانی، بے بضاعتی اور بے بُسی کا رونا صرف میرے سامنے ہی روؤا اور خوشی کے ساتھ نیکیوں پر قائم ہو جاؤ اور جو مداری بھی تم کر سکتے ہو۔ ان مداریوں کو اپنے کمال تک پہنچاؤ تو میں تمہاری مد اور نصرت کے سامان کر دوں گا۔

پھر صلوٰۃ ہے اس کے ایک معنی تو اس نماز کے ہیں جو ہم قبضہ وقتے ادا کرتے ہیں پھر کچھ سنتیں ہیں کچھ نوافل ہیں (جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے وہ نوافل بھی ادا کرتے ہیں) یہ سارے معنی صلوٰۃ کے لفظ میں آ جاتے ہیں۔ پس صلوٰۃ کے ایک معنی اس خاص عبادت کے ہیں جو اسلام میں ایک مسلمان کے لئے لازم کی گئی ہے۔

پھر صلوٰۃ کے ایک معنی رحمت کے ہیں اور ان معنوں میں یہ لفظ خدا تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے ”صلی اللہ“ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے۔ ہمارے کاموں میں برکت ڈالے۔ ہم پر احسان کرے اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ (استغفار کے معنی بھی صلوٰۃ کے اندر آ جاتے ہیں) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ایک طرف اپنی مداری کو اپنے کمال تک پہنچا دو اور جو کچھ تم کر سکتے ہو وہ کر گزو رہ اور پھر ہمارے پاس آ جاؤ اور کہواے خدا! جو کچھ تو نے ہمیں دیا تھا وہ ہم نے تیری راہ میں قربان کر دیا ہے مگر وہ اتنا کم ہے کہ دنیا کی طاقتوں کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہم اگر اپنا سارا مال بھی تیری راہ میں قربان کر دیں تو بھی ہم امریکہ کی دولت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک احمدی فرد لگٹوٹا کس لے اور بھوکار بننے کیلئے تیار ہو جائے اور اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دے تب بھی ہم روس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پس خدا تعالیٰ نصیحت فرماتا ہے کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ جتنی دولت روس کے پاس ہے اتنی دولت تم میری راہ میں خرچ کرو اور نہ میرا تم سے یہ مطالبہ ہے کہ جتنی دولت امریکہ اور انگلستان کے پاس ہے یا جتنی دولت دوسرے ممالک کے پاس ہے اتنی ہی تم میری راہ میں خرچ کرو میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ جتنا کچھ میں نے تمہیں دیا ہے اُسے میری راہ میں خرچ کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہو جب تم یہ وقت کی آواز آئے تو تم اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار رہو اور جب تم یہ سب کچھ کر گزو تو میرے پاس آؤ اور کہو ہم نے تیرے ارشاد کے ماتحت جو کچھ بھی ہمارے پاس تھا تیری راہ میں قربان کر دیا ہے یا قربان کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ہماری یہ قربانیاں ان طاقتوں کے ساتھ تو

مکن نہیں لے سکتیں جن کو تو نے دنیا میں قائم رہنے کی اجازت دی ہے تو اے ہمارے رب! ہم جو کچھ کر سکتے تھے وہ کر دیا ہے۔ ہم انسان ہیں ہم میں کمزوریاں بھی ہیں۔ ہم سے خطا نہیں بھی سرزد ہوتی ہیں اس لئے ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ ہم تیری مغفرت کی چادر کے متلاشی ہیں تو ہمیں اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ پھر ہم چاہتے ہیں کہ تو ہم پر احسان کرتے ہوئے ہمیں اپنی رحمت سے نوازے ہمارے کاموں میں برکت دے اور ہمیں محض اپنے فضل سے اس مقصد میں کامیابی عطا کرے جس کے لئے تو نے جماعت کو قائم کیا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم یہ دو باقیں کرلو گے یعنی ایک طرف صبرا و رتد پیر کو انہیاں تک پہنچا دو گے اور پھر صرف مجھ پر بھروسہ کرو گے اور اپنے نفس کو کلیّہ میری راہ میں فنا کر کے کامل تو حید پر قائم ہو جاؤ گے تو یہ یاد رکھو کہ انَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ میں تمہاری مدد کے لئے آسمان سے اُتروں گا اور جب میں آسمان سے اپنی تمام صفات حسنے کے ساتھ اپنی عظمت اور کبریائی کے ساتھ اور اپنے حسن اور جلال کے تمام جلوؤں کے ساتھ تمہاری مدد کیلئے نازل ہوں گا تو اس وقت نہ روں کی طاقت تمہارا مقابلہ کر سکے گی اور نہ ہی تمہارے سامنے چین کی کوئی حیثیت رہے گی۔ امر یکہ اور انگلستان کا غرور بھی توڑ دیا جائے گا اور یہ وعدہ پورا ہو گا کہ اسلام دنیا میں غالب آئے گا اور تمام اقوام عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنڈے تلنے جمع ہو جائیں گی۔

لیکن ہمیں بہر حال یہی ارادہ اور نیت رکھنی چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صبرا و رصلوٰۃ کی جو تعلیم دیتا ہے ہمیں اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آج جمعہ ہے اور شوریٰ بھی شروع ہو رہی ہے اس لئے میں دوستوں سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نمائندگان مجلس مشاورت کو صحیح فکر اور تدبیر کی توفیق عطا فرمائے تا وہ صحیح منائج پر پہنچیں اور شوریٰ میں ایسی تجویز اور ایسے مسئلے پاس ہوں جن سے پھر اسلام کو قوت ملے اور جن کے نتیجہ میں لوگوں میں اللہ تعالیٰ کا عرفان بڑھنے لگے اور ہمارا قدم کامیابی کی راہ پر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے اور ہر قسم کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔

(الفضل ۱۵ / جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۳)

ہماری بقا، ترقی اور کامیابی کا انحصار تذکیر پر نہیں

بلکہ دعا اور محض دعا پر ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ کیم اپریل ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ الہی سلسلے دعا کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔
- ☆ غیریت کے پردہ کو صرف دعا ہی چاک کر سکتی ہے۔
- ☆ جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد اکناف عالم میں اسلام کو پھیلانا ہے۔
- ☆ کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ ہم عاجزی اور انگصاری کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھکنے والے ہوں۔
- ☆ اے خدا یہاں فضل کر کہ آسمان سے فرشتوں کی افواج نازل کر جو بنی نوح انسان کے دلوں کو بدل دیں۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آج میں اپنے دوستوں کو پھر اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری بقا، ہماری ترقی اور ہماری کامیابی کا انعام ارتدا ہیر پر نہیں بلکہ ذُعماً و ذُمحض ذُعا پر ہے عقل بھی اس نتیجہ پر پہنچتی ہے اور قرآن کریم کی تعلیم بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے۔

عقلائیہ بات اس طرح ہے کہ اس وقت ساری دنیا کی آبادی قریباً تین ارب کی ہے اس میں بڑے آباد ملک بھی ہیں مثلاً روس ہے چین ہے امریکہ ہے انگلستان ہے اور یورپ کے دوسرے ممالک ہیں اور ان میں بنسنے والی اقوام میں بڑی کثرت سے پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں اور کچھ ایسی اقوام بھی ہیں جن میں پڑھے لکھے افراد کی نسبت اپنی آبادی کے لحاظ سے کم ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مجموعی طور پر تمیں فیصلی آبادی کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ لکھ پڑھ سکتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نوے کروڑ انسان لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ اگر ہم ان میں سے ہر ایک انسان کے ہاتھ میں یہ پیغام پہنچانا چاہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق امت محمدیہ میں اپنے سُبح اور مہدی کو مبعوث فرمایا ہے۔ آؤ اور اس کی طرف سے پیش کردہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس کے سامنے بھکو اور اس جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمام بني نوع انسان کے لئے اس کے ذریعہ آج گاڑا ہے تا تم اپنی اس زندگی میں بھی کامیاب ہو اور اخروی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کو پاسکو۔

تو صرف یہی پیغام پہنچانے کے لئے ہمیں ایک دفعہ ۹۰ کروڑ آدمیوں کے لئے ایک ورقہ اشتہار دینا پڑے گا اور اس مختصر اشتہار پر جس کی تعداد ۹۰ کروڑ ہو گی کتابت و طباعت اور کاغذ کے خرچ کے علاوہ صرف پوستچ کے لئے (یعنی اس کی ترسیل کے لئے) جو نکٹ لگیں گے ہمیں ان کے لئے چھ کروڑ تین لاکھ روپے کی ضرورت ہو گی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اشتہارات کو ڈاک کے ذریعہ بھیجنے کے لئے چکروڑ میں لاکھ روپیہ ہو تب کہیں جا کر ہم اس بات میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ ہر انسان کے ہاتھ میں صرف یہ پیغام پہنچادیں کہ خدا تعالیٰ کا ایک مامور مبعوث ہو چکا ہے۔ تم دین و دنیا کی فلاح اور حسنات کے حصول کے لئے اس کی آواز پر کان دھرو۔ ظاہر ہے کہ اتنے ذرائع ہمیں میسر نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے ہمیں صرف اس رقم کی ہی ضرورت نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دقتیں ہیں جو اس مقصد کے حصول کی راہ میں حائل ہیں مثلاً دنیا کا ایک بڑا حصہ ایسا بھی ہے جو ہماری بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ جب اسے بات سنائی جائے تو وہ ہماری بات سننے کی بجائے ہمیں گالیاں دینے پر اُتر آتا ہے پھر دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ایسا بھی ہے کہ جو ظاہری اخلاق کا مظاہرہ کر کے ہماری بات تو سن لیتا ہے لیکن اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی بات سن لیں۔ انہیں بات کرنے سے منع نہ کریں لیکن ہمیں اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ پوری توجہ سے ان کی بات سنیں پھر جو لوگ ہماری بات کو سنتے ہیں اور توجہ سے بھی سنتے ہیں ان میں سے بھی بڑے حصہ کے دلوں کی کھڑکیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی صداقت کے قول کرنے کے لئے ان کی شامت اعمال کی وجہ سے کھلتی نہیں۔ غرض ہماری راہ میں بڑی مشکلات ہیں اگر ہم محض اپنی تدبیر پر بھروسہ کریں تو ہماری ناکامی یقینی ہے۔ اس لئے ہماری عقل اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ کامیابی کے جو وعدے اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو دیئے ہیں وہ محض ہماری تدبیر کی بناء پر اور محض ہماری کوشش کے نتیجہ میں پورے نہیں ہو سکتے ہمیں اس کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت ہے جس کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہئے۔ پس عقل بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ تدبیر پر بھروسہ رکھنا ہرگز درست نہیں۔

عقل کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں جو تعلیم دی ہے اس میں بھی وہ ہمیں یہی بتاتا ہے کہ فلاح اور کامیابی کے حصول کے لئے محض تدبیر کافی نہیں۔

اللہ سلسلے دعا کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ فرقان کے آخر میں فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبُرُ أَبْكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِرَأْمَا (الفرقان: ۷۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسول تو کہہ دے کہ میرا رب تمہاری پرواہی کیا کرتا ہے اگر تمہاری طرف سے دعائے ہو۔ لَوْلَا دُعَاءُكُمْ لغت میں ہے دعاء ناداہ اس نے اس کو

پکارا۔ رَغْبَةً إِلَيْهِ (المُنْجَدُ بَابُ الدَّالِ) اس کی طرف رغبت کی اسْتِعَانَةً (الْمُنْجَدُ بَابُ الدَّالِ) اس سے مدد چاہی ان معنوں کی رو سے اس حصہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جب تک تم اللہ تعالیٰ کو اپنا مطلوب اپنا مقصود اور اپنا محبوب اس سے امداد حاصل کرنے کے لئے اور اس کی نصرت چاہنے کے لئے اسے نہیں پکارو گے تو مَا يَعْبُؤُ أَبِكُمْ رَبِّي اسے تمہاری کیا پرواہ ہوگی وہ يَعْبُؤُ ا کے مفہوم کے مطابق تم سے سلوک نہیں کرے گا عَبَاءَ يَعْبُؤُ کے لغت میں یہ معنی ہیں کہ

مَاعَبَاتُ بِهِ أَى لَمْ أُبَالِ بِهِ وَأَصْلُهُ مِنَ الْعَبُءِ أَى الشَّقْلِ كَانَهُ قَالَ مَا أَرَى لَهُ
وَرَزَّا وَقَدْرًا قَالَ: (قُلْ مَا يَعْبُؤُكُمْ رَبِّي) وَقِيلَ أَصْلُهُ مِنْ عَبَاتُ الطَّيِّبِ كَانَهُ قِيلَ
مَا يُقِيقُكُمْ لَوْلَا دُعَاءُكُمْ، وَقِيلَ عَبَاتُ الْجَيْشِ وَعَبَاتُهُ هَيَّتُهُ، وَعَبَاتُ الْجَاهِلِيَّةِ مَا هِيَ
مُدَّحَّرَةٌ فِي أَنْفُسِهِمْ مِنْ حَمِيمَتِهِمُ الْمُذْكُورَةُ فِي قَوْلِهِ: (فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيمَةُ حَمِيمَةُ
الْجَاهِلِيَّةِ)۔

(المفردات راغب۔ کتاب العین صفحہ ۳۲۰)

ان معانی کی رو سے اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عَبَاءَ کے مفہوم والا سلوک تم سے کرے گا سوائے اس کے کہ تمہاری دعا اس کے جلوہ حسن و احسان کو جذب کر لے۔ اب يَعْبُؤُ ا کے چار معنی بنتے ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب تک تم میرے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ نہیں جھکو گے اور مجھ سے مدد طلب نہیں کرو گے اور میری قوت کاملہ پر بھروسہ نہیں کرو گے اور یہ یقین پیدا نہیں کرو گے کہ تم میرے فضل کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے اس وقت تک میری نظر میں تمہاری کوئی قدر و منزلت نہیں ہوگی اور تمہارے اعمال میری نظر میں کوئی وزن نہیں رکھیں گے۔

يَعْبُؤُ ا کے دوسرے معنوں کے مطابق اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ جب تم دعا سے کام نہیں لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری بقا کے سامان نہیں کرے گا مَا يَقِيقُكُمْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ یعنی عاجزانہ دعاوں کے بغیر تمہارے لئے قیومیت باری کے جلوے ظاہر نہیں ہوں گے۔

تیسرا معنون کی رو سے قُلْ مَا يَعْبُؤُ أَبِكُمْ رَبِّي کی تفسیر بنے گی کہ تمہیں جان لینا چاہئے کہ تمہاری تیاریاں اس وقت تک تمہیں کامیابی کا منہ نہیں دکھا سکیں گی جب تک کہ آسمان سے ملائکہ کی افواج

کا نزول نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ میرے اذن اور حکم سے آسمان سے فرشتے اتریں اور تمہاری مدد کریں تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم دعا کے ذریعہ میری اس نعمت کو حاصل کرو۔ کیونکہ عَبَّاثُ الْجِيْشَ کے معنی ہیں ہیَّاْتُهُ یعنی لشکر کو پورے ساز و سامان کے ساتھ تیار کر دیا اور اسے حکم دیا کہ جس مقصد کے لئے اسے تیار کیا گیا ہے۔ اس کے حصول کے لئے باہر نکلے۔

چوتھے حجت کے معنوں کی رو سے اس آیت کا یہ مفہوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے غیرت نہیں رکھے گا اور غیرت نہیں دکھائے گا جب تک کہ تم دعاوں کے ذریعہ سے اس کی غیرت کو تلاش نہ کرو۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک جگہ فرمایا ہے۔

اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے

(ضمیمه تحفہ گلزاری صفحہ ۲۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء۔ روحانی خزانہ جلد ۷ صفحہ ۹۷)

پس یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس غیریت کے پردہ کو صرف دعا ہی چاک کر سکتی ہے اگر تم دعاوں کے ذریعہ اور میری محبت کے واسطہ سے میری مدد اور نصرت کے متلاشی ہو گے تو میں ایسے سامان پیدا کر دوں گا کہ ہمارے درمیان کوئی غیریت باقی نہیں رہے گی۔ تب میری غیرت تمہارے لئے جوش میں آئے گی اور تم اپنے مقاصد کو حاصل کر سکو گے۔

غرض اس مختصر سی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑے وسیع مضمایں بیان کئے ہیں۔ جن کا اختصار کے ساتھ میں نے ذکر کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَقَدْ كَذَبْتُمْ یعنی تم لوگ دعا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے اس جماعت میں شامل نہیں ہوتے جو صحیح و شام دعاوں میں مشغول رہنے والی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس بات کو جھٹا رہے ہو کہ دعا کے بغیر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں نہ اعمال کا کوئی وزن ہے اور نہ کسی قوم یا کسی انسان کی کوئی قدر و منزلت ہے تم اس بات سے بھی انکاری ہو کہ تمہاری مدد کے لئے خدائے قیوم کے حکم، بنشاہ اور ارادہ کی ضرورت ہے تم اس بات کو جھٹا رہے ہو کہ انسان کا میابی صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے جب اس کے مقصد کے حصول کے لئے آسمان سے ملائکہ کی افواج نازل ہوں اور وہ بنی نوع انسان کے دلوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کر دیں تم

اس بات کو بھی جھلکا رہے ہو کہ جب تک تم میں اور خدا تعالیٰ میں غیریت قائم رہے گی خدا تعالیٰ کی مدد نازل نہیں ہوگی۔

فَسَوْفَ يُكُونُ لِزَاماً چونکہ تم ان صداقتوں کو جھلکا رہے ہو اس لئے تمہاری اس تندیب اور انکار کے نتائج تمہارے ساتھ اور تمہاری نسلوں کے ساتھ ثابت اور دائم رہیں گے یعنی تمہیں اور تمہاری نسلوں کو اس کا نتیجہ بھلکتا پڑے گا۔ جب تک کہ تم اپنی اصلاح نہ کرلو۔

لِزَامٌ کے ایک معنی موت کے بھی ہیں ان معنوں کی رو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ تم اس بنیادی صداقت کو جھلاتے ہو اس لئے یاد رکھو فَسَوْفَ يُكُونُ لِزَاماً کہ جلد ہی تمہیں ہلاکت اور موت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ پھر لِزَاماً کے معنی الْفَصْلُ فِي الْقَضِيَّةِ (المجد۔ باب اللام) کے بھی ہیں ان معنوں کی رو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دنیا میں اس وقت دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں ایک گروہ وہ ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ الہی سلسلہ کی طرف منسوب ہونے والا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء اور ارادہ یہ ہے کہ وہ ساری دنیا پر اسلام کو غالب کرے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے حصول کے لئے اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور اسلام کی اس تعلیم کو جانے، اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنے اور آنحضرت ﷺ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور پر ایمان لا لیا جاوے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام با وجود تذہیب کی کے باوجود ذرا کچ اور وسائل کے فقدان کے دنیا پر غالب آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے ماتحت ہی غالب ہو گا۔

دوسرਾ گروہ وہ ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ پہلے گروہ کے تمام دعاویٰ جھوٹے اور غلط ہیں اس گروہ کا ایک حصہ تو یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا وجود ہی نہیں اور سارے مذاہب ہی جھوٹے ہیں اور مذہب کے نام پر کئے جانے والے جتنے دعاویٰ ہیں ہم کسی کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں پھر ایک گروہ اس جماعت کا وہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا ہے اور وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ خدا دنیا کی اصلاح کے لئے اپنے انبیاء مبعوث فرماتا رہا ہے لیکن وہ نہیں مانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء اور افضل الانبیاء ہیں اور جو شریعت اور بدایت آپ کے ذریعہ بنی نوع انسان کو دی گئی ہے وہ بنی نوع انسان کی قیامت تک کی تمام الجھنوں کو سلب ہانے کے لئے کافی ہے اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے پھر اس گروہ کا ایک حصہ وہ ہے جو اپنی زبان سے تو کہتا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب ہے لیکن اپنی کسی باطنی یا ظاہری غفلت یا گناہ کے نتیجہ میں وہ یہ نہیں سمجھ سکتا یا

سمجھنہیں رہا کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمد یہ کو اس مقصد اور غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ تمام اکناف عالم اور تمام اقوام عالم میں اسلام کو پھیلا دیا جائے حتیٰ کہ تمام ادیان باطلہ پر اس کا غالبہ ہو جائے۔ غرض یہ دو گروہ ہیں ان کے درمیان ایک قضیہ (بھگٹرا) ہے اور یہ قضیہ ظاہر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَسُوفَ يَكُونُ لِزَاماً۔ اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرنے والا ہے کہ جماعت احمد یہ کا موقف ہی صحیح اور درست ہے اور یہ کہ یہ چھوٹی سی کمزور اور حقیر تھی جانے والی جماعت اموال نہ ہونے کے باوجود ذرائع و وسائل مہیا نہ ہونے کے باوجود اور دنیا میں کسی اقتدار اور وجاهت کے نہ ہونے کے باوجود صرف اس لئے کامیاب ہو گی کہ وہ اپنے رب کریم کی طرف جھکنے والی ہے اور ہر وقت دعاوں میں مشغول رہنے والی ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَسُوفَ يَكُونُ لِزَاماً میرا یہ فیصلہ ہے اور یہ فیصلہ عنقریب ہی وقت آنے پر تمہارے سامنے ظاہر ہو جائے گا اور جب یہ حقیقت ہے کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی ہمارے پاس ہوتی، دنیا کے سارے اموال بھی ہمارے پاس ہوتے، دنیا کے اقتدار کے بھی ہم مالک ہوتے، دنیا کی ساری عزتیں اور وجاہتیں بھی ہمارے قدموں میں ہوتیں تب بھی ہم کسی تدابیر کے نتیجہ میں فلاح اور کامیابی کا منہ نہ دیکھ سکتے تھے جب تک کہ ہم عاجزی اور انکسار کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھکنے والے نہ ہوتے اس کو اپنا مطلوب مقصود اور محبوب نہ بناتے اور اس سے مدد اور نصرت کے طالب نہ ہوتے اور اس بات پر پختہ یقین نہ رکھتے کہ کامیابی محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان کے نتیجہ میں نصیب ہو سکتی ہے ہماری تدابیر اور ہمارے اعمال کے نتیجہ میں نہیں۔ پس جب یہ حقیقت ہے تو ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر وقت اور ہر آن اپنے رب کے حضور یہ دعائیں کرتے رہیں کہ اے خدا! تو نے ہمیں تدابیر میسر نہیں کی لیکن تو نے ہمیں گداز دل عطا کئے ہیں۔ ہم کو مکسر مزاج دیئے ہیں ہم تیرے حضور جھکتے ہیں تو ہم پر فضل کر، تو ہم پر رحمت کی نگاہ کر، اور اس مقصد کے حصول کے سامان جلد پیدا کر دے جس مقصد کے لئے تو نے ہماری جماعت کو قائم کیا ہے۔

تو ہمیں کامیابی عطا فرم اور پھر اے خدا! تو ہم پر ایسا فضل کر کہ آسمان سے فرشتوں کی افواج نازل ہوں اور بنی نوع انسان کے دلوں پر ان کا تصرف ہو جائے حتیٰ کہ وہ ان دلوں کو تبدیل کر دے تا تیرا جلال اور کبریائی، تیری عظمت اور تیری توحید دلوں میں پیدا ہو جائے اور وہ جو آج تیرے خلاف با غایانہ خیالات رکھتے ہیں وہ تیرے مطیع بندے بن جائیں اور اے خدا! جیسا کہ تیرا وعدہ ہے غالبہ اسلام کے دن

ہمیں جلد کھاتا ہم تمام اکناف عالم میں

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ

کی صدائے لگیں اور تمام بني نوع انسان اپنے محسن حقیقی محبت سے محبت کرنے لگیں۔ خدا کرے
کہ اس کے سامان جلد پیدا ہو جائیں۔

(روزنامہ افضل ربہ ۱۹۶۶ء)



امراۓ جماعت ہر مقام سے یہ رپورٹ حاصل کریں

کہ کسی جگہ کوئی احمدی کبھی بھوکانہ رہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ اپریل ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ وقفِ عارضی کی سکیم کے تحت ایسا موقف کریں۔
- ☆ قرآن کریم پڑھانے کا انتظام باقاعدہ منصوبہ بندی سے ہونا چاہئے۔
- ☆ ہر احمدی پر اللہ تعالیٰ نے بڑی اہم اور وسیع ذمہ داری ڈالی ہے۔
- ☆ ذیلی تنظیموں کے سپردِ خود و دائرہ عمل میں ہے۔
- ☆ امراء اضلاع ہر جماعت میں قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کریں۔

تشہد، تعوداً و رسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:- اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَذِکْرُ فِي النِّذْكْرِي تَنْفُعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (الذیریت: ۵۶)

کہ اے خدا کے رسول! (اور پھر وہ جو اس کے قائم مقامی میں ذمہ داری کے عہدے پر کھڑے کئے جاتے ہیں) تو موننوں کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلاتا رہ کیونکہ یہ یاد دلانا موننوں کو نفع بخشتا ہے۔ اس آیہ کریمہ میں ایک توباء و جود غفلت کے مونمن کی عزت کو یہ کہہ کر قائم کیا ہے کہ اگر کبھی وہ اپنی کسی ذمہ داری کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو اس کے یہ معنی نہیں لئے جانے چاہیں کہ ایمان میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے بلکہ انسانی فطرت میں ہی یہ بات پائی جاتی ہے کہ اگر بار بار اس کے سامنے اس کی ذمہ داریاں نہ لائی جائیں تو وہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو بار بار اس کے سامنے آتی ہیں اور اس بشری کمزوری کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ذمہ دار افراد کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ حقیقی مونین کے سامنے ان کی ذمہ داریاں بار بار لایا کرو اور انہیں یاد دلاتے رہا کرو تاکہ وہ اس یاد دہانی سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی ذمہ داریوں کو بجا نے کی کوشش کریں۔

اس حکم کے ماتحت آج میں احباب جماعت کو ان کی بعض ذمہ داریاں یاد دلانا چاہتا ہوں (۱) پہلی یہ کہ دوست جانتے ہیں کہ ہمارے مالی سال کا یہ آخری مہینہ جارہا ہے تمام احباب جماعت کو عموماً اور تمام عہدیدار ان نظام کو خصوصاً میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی پوری کوشش کریں کہ جماعت کا جو بجٹ ہے جسے ہم حصہ آمد (یعنی وصیت کے چندے) یا چندہ عام کہتے ہیں یا جلسہ سالانہ کا چندہ ہے نہ صرف یہ کہ پورا ہو جائے بلکہ جو بجٹ بنایا گیا تھا اس سے زیادہ آمد ہو جائے اور یقیناً آمد زیادہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جو بجٹ شوری میں پیش ہوتا ہے اور جس کی سفارش کی جاتی ہے اور بعد میں منظوری دی جاتی ہے۔ وہ کئی لاکھ روپیے اس بجٹ سے کم ہوتا ہے جو فی الواقع جماعت کے اوپر ان کی استعداد اور ذمہ داریوں

کے پیش نظر دیا جانا چاہئے اس کی بہت سی وجوہات ہیں اس کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے لیکن اس کی اصلاح میں بعض روکیں بھی ہیں۔ انشاء اللہ ان کی اصلاح جلد ہی ہو جائیگی۔

پس جو بجٹ منظور ہو چکا ہے وہ اصل ذمہ داری سے کم درجہ پر ہے اس لئے نہ صرف یہ کوشش ہوئی چاہئے کہ وہ بجٹ پورا ہو جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی کوشش ہوئی چاہئے کہ جو حقیقی اور اصلی بجٹ آمد کا ہے۔ اس کے مطابق ساری جماعتوں کی آمد ہو جائے۔ امید ہے کہ تمام پر یزدینٹ صاحبان اور مال کے ساتھ تعلق رکھنے والے عہدہ داران اور امراء اضلاع اس امر کی طرف خصوصی توجہ دیں گے کہ اس ماہ کے اندر سالِ روای کا بجٹ نہ صرف یہ کہ پورا ہو جائے بلکہ آمد بجٹ سے بھی زیادہ ہو جائے۔

(۲) دوسری بات جس کی طرف میں آج جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک خطبہ میں جماعت کے سامنے قرآن کریم کی یہ تعلیم رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتا اور مطالبه کرتا ہے کہ ہم اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم میں سے کوئی شخص رات کو بھوکا نہ سوئے اور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک ایسی تعلیم دی ہے کہ ہم کوئی زائد خرچ کئے بغیر خدا تعالیٰ کا حکم پورا کر سکتے ہیں۔

بہت سے دوستوں اور بہت سی جماعتوں نے اس کے بعد مجھے خطوط لکھے ہیں کہ ہم اس کی طرف توجہ دے رہے ہیں اور ہمارے گاؤں قصبہ یا جماعت میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سوتا لیکن جماعتوں کے ایک حصہ کی طرف سے اس اطلاع کا آجانا میری تسلی کا موجب نہیں ہو سکتا اور یقیناً میری تسلی نہ ہوگی جب تک کہ ہر امیر ضلع یا رپورٹ نہ دے اور آئندہ بھی متواتر ایسی رپورٹ نہ دیتا چلا جائے کہ انہوں نے ایسا انتظام کر لیا ہے اور اس کی تعیل بھی ہو رہی ہے کہ کوئی احمدی فرد رات کو بھوکا نہیں سوتا بلکہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اور اسی طریق پر جو حضور ﷺ نے بتایا ہم نے یہ انتظام کر دیا ہے کہ اگر پہلے کبھی کوئی شخص نامساعد حالات سے مجبور ہو کر بھوکا رہا ہو تو آئندہ وہ بھوکا نہیں رہے گا۔

اس سلسلہ میں امراء اضلاع سے اور ان بڑی جماعتوں کے امراء سے جن کو بطور امیر ضلع ہی سمجھا جاتا ہے۔ میں یہ موقع رکھتا ہوں کہ ہر دو ماہ کے بعد وہ مجھے اس سلسلہ میں اپنی تفصیلی رپورٹ بھجوایا کریں گے۔ تفصیلی اس معنی میں نہیں کہ کوئی لمبی چوڑی رپورٹ مجھے بھجوائیں۔ تفصیلی اس معنی میں کہ وہ مجھے یہ بتائیں کہ انہوں نے اپنے علاقہ کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور ہر مقام سے یہ رپورٹ حاصل کر لی ہے کہ کسی

مقام پر بھی کوئی احمدی بھوکا نہیں رہتا۔

(۳) تیسرا بات جس کی طرف میں احباب جماعت، عہدیداران جماعت اور خصوصاً امراء اضلاع کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے عارضی وقف کے متعلق جماعت میں تحریک کی تھی اس کے نتیجہ میں بیسیوں افراد نے مجھے براہ راست چھٹیاں لکھیں اور اپنے وقت کے ایک حصہ کو اس سکیم کے مطابق وقف کیا جو دو ہفتے سے چھ ہفتے تک کے وقف کیلئے میں نے جماعت کے سامنے رکھی تھی انہوں نے اس عرصہ میں اپنے خرچ پر مقررہ علاقہ میں رہ کر اصلاحی اور تربیتی کام کرنے کیلئے رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔

چند جماعتوں کی طرف سے بھی مجھے اس کے متعلق رپورٹ ملی ہے لیکن جماعتوں اور اضلاع کی اکثریت ایسی ہے کہ جن کی طرف سے مجھے اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی امراء اضلاع کو اس طرف فوری توجہ دینی چاہئے کیونکہ اس منصوبہ کے ماتحت میں کیم میسی سے کام شروع کروانا چاہتا ہوں۔ پس بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اس لئے اس کی طرف فوری توجہ دی جانی چاہئے۔ امراء اضلاع جماعت کے مستعد اور مخلص احباب کو اپنی ذمہ داری کی طرف متوجہ کریں تا زیادہ سے زیادہ احمدی اس مقصد کے پیش نظر اور خدمت اسلام کے لئے اپنے وقت کا ایک تھوڑا اور حیری سا حصہ پیش کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ تمام امراء اضلاع کیم میسی سے پہلے پہلے اپنی رپورٹ اس سلسلہ میں مجھے بھجوادیں گے۔

(۴) ایک اور منصوبہ جو میں نے جماعت کے سامنے پیش کیا تھا اور وہ بنیادی اہمیت کا حامل اور بہت ضروری ہے وہ یہ تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم ناظرہ نہ پڑھ سکتا ہو اور اس کے بعد اسے ترجمہ سکھایا جائے۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آجائے کہ کوئی احمدی بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم کا ترجمہ نہ جانتا ہو۔

اس منصوبہ کے لئے میں نے لاہور کی جماعت اور سیالکوٹ کا ضلع مجلس خدام الاحمد یہ کے سپرد کیا تھا اور کراچی کی جماعت اور جھنگ کا ضلع مجلس انصار اللہ کے سپرد کیا تھا اور باقی تمام جماعت کا کام نظارت اصلاح و ارشاد نے کرنا تھا۔

اس سلسلہ میں بھی کچھ کام ہوا ہے لیکن میرے نزدیک ابھی وہ کام تسلی بخش نہیں۔ کوئی جماعت ایسی

نہیں رہتی چاہئے کہ جہاں قرآن کریم پڑھانے کا انتظام نہ ہو۔

اس منصوبہ کے ماتحت ایک خوشی جو مجھے پہنچی وہ تو یہ ہے کہ بعض لوگوں نے انفرادی طور پر اس طرف توجہ دی اور انہوں نے اپنے حلقہ میں قریباً سارا وقت ہی قرآن کریم کے پڑھانے کے لئے پیش کر دیا۔ وہ بڑا چھا کام کر رہے ہیں اور مجھے رپورٹ بھی بھجوار ہے ہیں۔ لیکن اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے محض چند افراد کی خوشکن روپورٹیں کافی نہیں بلکہ ساری جماعت کو جماعتی لحاظ سے اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ قرآن کریم ہماری زندگی اور ہماری روح ہے۔ ہماری روحانی بقاء کا انحصار قرآن کریم پر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے (شايد ایک جگہ سے زیادہ ہی جگہوں پر فرمایا ہو) کہ قیامت کے دن قرآن کریم تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف گواہی دے گا۔ اگر قرآن کریم کی گواہی تمہارے حق میں ہوئی تو تم اللہ تعالیٰ کی رضاۓ کو حاصل کرو گے۔ اور اگر قرآن کریم کی گواہی تمہارے خلاف ہوئی تو تم خدا تعالیٰ کے غصب کے مورد ہو گے۔

(کنشتی نوح۔ روحانی خزانہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۷)

پس قرآن کریم کا ہر ایک حکم واجب العمل ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی رضاۓ حاصل کرنی ہو اور قرآن کریم کی ہرنہی (ہر وہ بات جس سے قرآن کریم روکتا ہے اس) سے چنان ضروری ہے۔ اگر ہم رضاۓ الہی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

پس یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے جس کی طرف میں جماعت کو متوجہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یہ تیرے لئے بھی ذکر ہے اور تیری قوم کے لئے بھی ذکر ہے۔ یعنی یہ ایک ایسی تعلیم ہے جس کے نتیجہ میں تو بھی اور تیری قوم بھی اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی شرف اور عزت حاصل کرو گے۔ اس لئے یاد رکھو کہ اگر تم نے اس طرف توجہ نہ کی تو تم سے سوال کیا جائے گا اور تمہارا محاسبہ ہو گا۔

در اصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان اس آیت کی تفسیر میں ہے وَإِنَّهُ لَذُكْرُ لَكَ وَلَقَوْمِكَ ۝ وَسُوفَ تُسْأَلُونَ۔ (الزخرف: ۲۵) قرآن کریم کہتا ہے کہ تم سے سوال کیا جائے گا کہ دنیا میں عزت کے حصول کے لئے اور دنیا میں شرف حاصل کرنے کے لئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضاۓ کے حصول کے لئے ایک حسین ترین تعلیم ہم نے تمہاری طرف پہنچی تھی۔ بتاؤ تم نے کہاں تک اس پر عمل کیا۔

عمل کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہمیں اس کا علم ہوا اور ہمیں اس سے پوری واقفیت ہو۔ اگر ہم قرآن کریم کو نہیں پڑھتے اور اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو پھر ہم کیسے امید کر سکتے ہیں کہ قرآن کریم قیامت کے روز ہمارے حق میں گواہی دے گا کہ اے میرے رب! تیرے اس بندے نے تیری اس تعلیم کو پڑھا اور سمجھا اور پھر اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی۔

ظاہر ہے کہ ان دو باتوں میں اتنا تضاد اور تناقض ہے۔ ہم ایک لمحے کے لئے بھی یہ تصور نہیں کر سکتے کہ نہ ہمیں قرآن کریم ناظرہ پڑھنا آتا ہے اور نہ ہمیں اس کا ترجیح آتا ہے اور نہ ہم اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کریں اور نہ اس پر عمل کریں پھر بھی قیامت کے روز خدا تعالیٰ ایسے سامان اور حالات پیدا کر دے گا کہ خدا تعالیٰ کا یہی قرآن ہمارے حق میں گواہی دے۔ اس قسم کا تصور انسانی عقل میں قطعاً نہیں آسکتا!!!

اس سلسلہ میں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض جگہ سے یہ شکایت موصول ہوئی ہے کہ گوہماری یہ جماعت خدام الاحمد یہ کے سپردند کی گئی تھی لیکن انہوں نے جماعتی انتظام سے علیحدہ قرآن کریم سکھانے کا اپنے طور پر انتظام کر دیا ہے اور وہ جماعت سے تعاون نہیں کر رہے۔ اگر ایک مقام پر بھی ایسا ہوا ہو تو یہ بہت افسوسناک ہے خدام کو یاد رکھنا چاہئے کہ جو طریق انہوں نے اختیار کیا ہے وہ درست نہیں جن جگہوں میں قرآن کریم کے پڑھانے کا کام خدام الاحمد یہ کے سپرد کیا گیا ہے مثلاً لاہور اور ضلع سیالکوٹ کی جماعتیں۔ وہاں جماعتی نظام سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجلس خدام الاحمد یہ سے پورا تعاون کریں گے۔ اور جس جگہ یا علاقے میں قرآن کریم پڑھانے کا کام مجلس انصار اللہ کے سپرد کیا گیا ہے اس علاقے کی جماعتوں سے میں امید اور توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجلس انصار اللہ سے پورا پورا تعاون کریں گی اور وہ مقامات، جماعتیں یا اضلاع جہاں قرآن کریم کی تعلیم کا کام جماعتی نظام کے سپرد کیا گیا ہے وہاں جہاں تک قرآن کریم پڑھانے کا سوال ہے خدام الاحمد یہ یا انصار اللہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے کیونکہ یہ کام ان کے سپرد کیا ہی نہیں گیا۔

تمام دوستوں کو انصار میں سے ہوں یا خدام میں سے، جوان ہوں یا بڑی عمر کے یہ بنیادی بات یاد رکھنی چاہئے کہ ”احمدی“ ہونے اور ”النصار یا خدام کے رکن“ ہونے میں بڑا فرق ہے۔ ایک احمدی پر اللہ تعالیٰ نے بڑی اہم اور بڑی وسیع ذمہ داری ڈالی ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت

میں حضور کے نشاء اور ارشاد کے ماتحت اور پھر بعد میں حضور کے خلفاء کے نشاء اور ارشاد کے ماتحت تمام دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے جو سکیمیں تیار کی جائیں ہر احمدی اپنا سب کچھ قربان کر کے ان سکیموں کو کامیاب کرنے کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جو آسمان پر ہو چکا ہے کہ وہ اسلام کو اس زمانہ میں جو صحیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرے گا۔ اس فیصلے کا نفاذ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جسے ہماری کوشش جذب کرے اس دنیا میں بھی ہمیں جلد تنفس آجائے۔

یا الہی فیصلہ جو آسمان پر ہو چکا ہے زمین پر نافذ ہو کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی!! لیکن اس راہ میں انتہائی قربانی پیش کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ کام جو ایک احمدی کے سپرد ہے احمدی نوجوان کے بھی، احمدی بوڑھے کے بھی، احمدی مرد کے بھی، احمدی عورت کے بھی اور احمدی بچے کے بھی!!! اس وسیع کام کا ایک حصہ جو شاید اس کام کا ہزارواں حصہ بھی نہ ہو۔ مجلس خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، جماعت اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے تاکہ ان مختلف گروہوں کی تربیت ایسے رنگ میں کی جاسکے۔ یا ان کی تربیت ایسے طور پر قائم رکھی جاسکے کہ وہ اس ذمہ داری کو مکاحقہ ادا کر سکیں جو ایک احمدی کی حیثیت سے ان کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔

پس مجلس خدام الاحمدیہ یا مجلس انصار اللہ کا رکن ہونے کی حیثیت سے تم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ بہت ہی محدود ہے۔ اس محدود ذمہ داری کو ٹھیک طرح نباه لینے کے بعد اگر کوئی رکن خوش ہو جاتا ہے کہ جتنی ذمہ داری بھی، بحیثیت احمدی ہونے کے اس پر ڈالی گئی تھی وہ اس نے پوری کرداری تو وہ غلطی خورده ہے۔ کیونکہ جو ذمہ داری اس پر ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے ڈالی گئی ہے یہ ذمہ داری اس کے مقابل پر شاید ہزارواں حصہ بھی نہیں۔ اس پر خوش ہو کے بیٹھ جانا بڑی خطرناک بات ہے۔

یہ ہمارے لئے سوچ اور فکر کا مقام ہے اور اس کیلئے خطرہ کا مقام ہے اسی طرح اگر جوانی کے جوش میں یا اپنے تجربہ کے زعم میں وہ اپنے حدود سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو بھی وہ اچھا کام نہیں کرتا۔ جو جماعتی نظام کی ذمہ داری ہے وہ جماعتی نظام نے ہی ادا کرنی ہے اور تم نے جماعت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس میں حصہ لینا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ اتنی زیر الزام نہیں آتیں جتنے کہ جماعتی عہد یدار۔ حضرت مصلح موعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے ایک محدود کام محدود دائرہ عمل

میں ان تنظیموں کے سپرد کیا ہے۔ جماعتی نظام کو میں یہ حق نہیں دیتا کہ وہ ان کے کاموں میں خل دے کوئی عہدیدار پر یہ یہ نہ ہو یا امیر، امیر ضلع ہو یا امیر علاقائی، اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خدام الاحمد یہ کے کام میں خل دے یا انہیں حکم دے لیکن میں اجازت دیتا ہوں کہ اگر وہ ضرورت محسوس کریں تو وہ ان سے درخواست کر سکتے ہیں کہ بحیثیت مجلس خدام الاحمد یہ تم یہ کام کرو۔ درخواست کرنے کی اجازت دینا تو دراصل امراء کو غیرت دلانے کے لئے تھا تا وہ اپنی تنظیم کو اس حد تک بہتر بنالیں کہ ان کو کبھی اس قسم کی درخواست نہ کرنی پڑے لیکن انہوں نے اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اور جب بھی کوئی جماعتی کام ان کے سامنے آیا تو انہوں نے بجائے اس کے کہ جماعتی نظام سے کام لیتے، آرام سے مجلس خدام الاحمد یہ کے مقامی قائد کو بلا بیا اور ان سے درخواست کی کہ مہربانی کر کے یہ کام آپ کر دیں اور اس طرح وہ جماعتی نظام کو کمزور کرنے کا موجب ہوئے۔ اس لئے آج سے ان کا یہ حق میں واپس لیتا ہوں جماعت کا کوئی عہدیدار اب اس بات کا مجاز نہیں ہو گا کہ وہ مجلس خدام الاحمد یہ یا مجلس انصار اللہ سے کسی قسم کی کوئی درخواست کرے۔ حکم وہ دنے نہیں سکتا وہ پہلے ہی منع ہے۔ ”درخواست“ کی اجازت اب واپس لے لی جاتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ جماعتی کام انہوں نے جماعتی نظام کے ذریعے سے ہی کروانے ہیں۔ مجلس خدام الاحمد یہ یا انصار اللہ سے کبھی اس قسم کی درخواست نہ کرنا ہوگی۔ فی الحال میں اس ”اجازت“ کو صرف ایک سال کے لئے واپس لیتا ہوں پھر حالات دیکھ کر فیصلہ کر سکوں گا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا۔

جماعتی عہدیداروں کو بھی اور ان لوگوں کو بھی جو ایک طرف احمدی ہیں اور دوسری طرف احمدی ہونے کی وجہ سے بعض مخصوص و محدود ذمہ داریاں بطور رکن خدام الاحمد یہ یا بطور رکن مجلس انصار اللہ ان پر عائد ہوتی ہیں۔

میں بڑی وضاحت سے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جماعتی کام بہر حال اہم ہیں اگر امیر جماعت یا پر یہ یہ نہ ہو کہ جمیعت احمدی کے انہیں کوئی حکم دے تو ان کا فرض ہے کہ وہ اس حکم کو جلا میں۔ خواہ اس حکم کی بجا آوری کے نتیجہ میں انہیں مجلس خدام الاحمد یہ کے کسی افسر کی حکم عدوی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ سرکشی تو کسی صورت میں جائز نہیں لیکن انہیں چاہئے کہ اپنی تنظیم کو اطلاع دے دیں کہ پر یہ یہ نہ یا امیر نے میرے ذمہ فلاں کام لگایا ہے اس وقت مجھے وہ کام کرنا ہے۔ اور اس وقت آپ نے ایک دوسرا کام

میرے ذمہ لگایا تھا۔ میں خدام الاحمد یہ یا انصار اللہ کا وہ کام اس وقت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس سے زیادہ اہم کام مجھے بڑی تنظیم کی طرف سے ملا ہے اس لئے میں جماعتی کام کروں گا اس ذیلی تنظیم کا کام نہیں کر سکوں گا اس طرح وہ معدرت کر دیں لیکن جماعتی تنظیم سے معدرت نہ کر بیٹھیں۔ یہ طریق قطعاً جائز نہیں بہر حال جماعتی کام کو ذیلی تنظیموں کے کام پر مقدم رکھنا ہوگا۔ اور جہاں جہاں مجالس خدام الاحمد یہ نے قرآن کریم کے پڑھانے کا انتظام جماعتی انتظام سے علیحدہ ہو کر اپنے طور پر شروع کر دیا ہے۔ وہ میری آواز پہنچتے ہی اس کام کو بند کر دیں اور اپنی خدمات جماعت کے پرینڈیٹ یا امیر کو پیش کر دیں اور جماعتی انتظام کے ماتحت اس کام کو کریں۔ قرآن کریم کا سمجھنا، اس کا فہم حاصل کرنا سب سے اہم کام ہے مگر قرآن کریم خود فرماتا ہے کہ جب مجھے سمجھنا ہو تو یاد رکھو کہ اپنے نفس کی اصلاح کے بعد میرے پاس آنا کیونکہ سوائے اس شخص کے جو پاک ہو میں کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا اور اگر تم مطہر ہوئے بغیر مجھے ہاتھ لگانا چاہو گے تو مجھے خدا تعالیٰ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ ہاتھ مجھے چھو نے نہیں پائے گا۔ تمہارا ہاتھ مجھے اس وقت چھو سکے گا جب تم جتنا مجھے جانتے ہو۔ اس پر عمل کرنے والے بھی ہو۔ اور پھر میرے پاس اس نیت کے ساتھ آؤ کہ جو زائد علم تم مجھے سے حاصل کرو اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالو گے۔

یہ بڑا ہی اہم کام ہے قرآن کریم کا سمجھنا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ قرآن کریم کی اشاعت کے لئے ہمیں زندہ کیا گیا ہے اور ہمیں منظم کیا گیا ہے اس الہی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے قائم ہی اسی لئے کیا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو دنیا بھر میں اس رنگ میں پھیلائیں کہ دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے کہ اگر ہم اس دنیا اور اخروی زندگی کی فلاح چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا ہوگا۔ دنیا میں قرآن کریم کی تعلیم آپ پھیلا کیسے سکتے ہیں جبکہ خود آپ کو ہی اس کا علم حاصل نہ ہو۔ تو جو ہماری پیدائش کی غرض، ہمارے قیام کی غرض اور ہماری زندگی کا مقصد ہے وہ حاصل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ ہم خود قرآن کریم کو نہ سمجھیں اور اس کے علوم اچھی طرح ہمارے ذہنوں میں متحضر نہ ہوں۔

پس میں تمام امراء اضلاع کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے ضلع کی ہر جماعت میں قرآن کریم پڑھانے کا با قاعدہ ایک نظام کے ماتحت انتظام کریں اور ہر دو ماہ کے بعد مجھے اس کی رپورٹ بھجوایا کریں۔

(۵) پھر اس کے علاوہ ایک منصوبہ تربیتی اور اصلاحی دو ورقوں کا کثرت کے ساتھ شائع کرنے کا

ہے۔ اس کی تفاصیل میں میں اس وقت جانا نہیں چاہتا وہ بھی ایک اہم کام ہے۔ چونکہ بہت سے کام ہیں جن کی طرف قریباً روزانہ ہی توجہ دینی پڑتی ہے اس لئے اس غرض کے لئے کہ گمراہی صحیح طور پر ہو سکے اور کام ٹھیک طرح چلتے رہیں۔ میں نائب ناظراً اصلاح و ارشاد کی ایک اسامی قائم کرتا ہوں اور فی الحال اس پر مکرم ابوالعطاء صاحب کو مقرر کرتا ہوں وہ براہ راست میرے سامنے ذمہ دار ہوں گے۔

میں چاہتا ہوں کہ بجٹ پر بارڈ اے بغیر ان کا مous کو کیا جائے الاما شاء اللہ۔ اس لئے ان کا عملہ بھی رضا کاروں پر مشتمل ہونا چاہئے اور ربہ کی جماعت کو اس کے لئے رضا کار پیش کرنے چاہئیں۔ اہل ربہ کو غیرت دلانے کے لئے میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری بیسیوں جماعتیں ایسی ہیں کہ جہاں مستعد اور مخلص احباب جماعت کافی تعداد میں دو دو تین تین چار چار پانچ پانچ گھنٹے روزانہ دیتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ ان سے پیچھے رہ جائیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ ان کا مous کے لئے ربہ کی جماعت رضا کار پیش کردے گی تو وہ اس کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکیں۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے، محض اپنے احسان سے ہمیں اس بات کی توفیق عطا کرے کہ وہ ذمہ داریاں جو اس نے ہم پر عائد کی ہیں اور وہ کام جن کے بغیر وہ ہم سے راضی نہیں ہو سکتا ہم کماحتہ انہیں سرانجام دے سکیں کہ اس کے فضل کے بغیر ہم اس کے فضل کو بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء)



ہم میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی خاطر ہر قسم کی

قربانیوں کیلئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ اپریل ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ربوہ)



- ☆ مومنین فتنوں اور آزمائشوں سے گزر کر ہی عظیم الشان نعمتوں کے وارث بنتے ہیں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ الشّر اور الخیر کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرتا ہے۔
- ☆ ایک طرف احکام قرآنی اور دوسری طرف وساوس شیطانی سے تمہاری آزمائش کی جاتی ہے۔
- ☆ اپنے گھروں کے ماحول کو خوشگوار بناؤ اپنی بیوی اور بچوں سے پیار کرو۔
- ☆ آزمائشوں سے ہم نے ضرور گزرنا ہے قضاء و قدر کی آزمائشوں میں سے بھی اور لوگوں کی ایذا اور سانیوں میں سے بھی۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العکبوت کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

الآمِ ۝ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا أَمْنًا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأَيَعْلَمَنَّ الْكُفَّارُ ۝ (العکبوت: ۲۷)

سورۃ العکبوت کی ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا اس زمانہ کے لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہو گا اور وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کو آزمایانہ جائے گا اور فتنہ میں نہ ڈالا جائے گا حالانکہ جو لوگ ان سے پہلے گزر رکھے ہیں ان کو ہم نے آزمایا تھا اور رب بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا اور وہ ظاہر کر دے گا ان کو جنہوں نے بچ بولا اور اپنی قربانیوں سے اپنی سچائی پر مہر لگائی اور ان کو بھی جنہوں نے جھوٹ بولا جن کی زبان پر ایمان تھا لیکن ان کے دل ایمان سے خالی تھے۔ انہوں نے ایمان کے تقاضوں کو پورا نہ کیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے مامور (رسول اور نبی) پر ایمان لاتی ہے تو اس کا محض زبانی ایمان اللہ تعالیٰ کو مقبول نہیں ہوتا بلکہ اس ایمان کے نتیجہ میں جب تک **أَسْلَمَتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ** (البقرہ: ۱۳۲) کا مظاہرہ نہ ہو۔ یعنی اس وقت تک وہ قوم الہی انعامات، فضلوں، برکتوں اور رحمتوں کی وارث نہیں بن سکتی۔ جب تک وہ ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پوری نہ اترے اور پوری طرح ثابت قدم نہ رہے۔

قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے فتنے اور آزمائشیں تین قسم کی ہیں۔ ان میں سے مونوں کو گزرنا پڑتا ہے۔ تین قسم کی آگ ہے۔ جس میں اپنے رب کی رضا کے لئے انہیں چھلانگ

لگانا پڑتی ہے۔ اگر وہ خلوص نیت رکھنے والے ہوں اور ان کا ایمان سچا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ان تینوں قسم کی آگوں کو ان کیلئے بُرْدًا وَسَلَامًا (الانبیاء: ۷۰) بنادیتا ہے۔ اور وہ ان آزمائشوں کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جاتے ہیں۔

(۱) پہلا امتحان اور آزمائش (کیونکہ فتنہ کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں) وہ احکام الٰہی یا تعلیم الٰہی ہے۔ جو ایک نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آتا ہے اور جس تعلیم کے نتیجہ میں مومنوں کوئی قسم کے مجاہدات کرنے پڑتے ہیں۔ اپنے نفسوں کو مارنا پڑتا ہے بعض دفعہ اپنے مالوں کو قربان کرنے سے اور بعض دفعہ اپنی عزتیں اور وجہاتیں اللہ تعالیٰ کے لئے نچھاوار کرنے سے۔

قرآن کریم چونکہ آخری شریعت ہے اس لئے اس نے ہمارے لئے کامل ہدایت مہیا کی۔ اور ان کامل مجاہدات کے طریق ہمیں سکھائے جن پر عمل پیرا ہو کر ہم انتہائی عظیم الشان نعمتوں کے وارث بن سکتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً طَ وَالْيَنَا تُرْجَعُونَ۔ (الانبیاء: ۳۶) (یعنی ہم تمہاری الشّر اور الْخَيْر کے ذریعہ آزمائش کریں گے۔ اور آخر ہماری طرف ہی تم کو لوٹا کر لا جائے گا۔

گویا فرمایا اگر تم اس آزمائش میں پورے اترے جسے ہم الْخَيْر کہہ رہے ہیں۔ اس سے تم نے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور جسے ہم الشّر کہہ رہے ہیں اس سے تم زیادہ بچے تو جب تم ہماری طرف لوٹ کر آؤ گے تو اسی کے مطابق ہماری طرف سے تمہیں اچھا بدلہ ملے گا۔ قرآن کریم کے بہت سے بطور ہیں جن کے مطابق ہم اس کی بہت سی تقاضیں کرتے ہیں۔ یہاں الْخَيْر کے ایک معنی خود قرآن کریم اور اس کے اوامر و نواعی ہیں جیسا کہ فرمایا۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقُوا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ طَ قَالُوا خَيْرًا طِ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ۔ (آلہل: ۳۱)

کہ جب مخالفین اور نہ مانے والے (ان لوگوں سے جو تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرتے ہیں اور اورامر کو بجالاتے اور نواعی سے پر ہیز کرتے ہیں) پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے اس قرآن کریم میں کیا اتنا را ہے یا تمہارے رب نے کیا تعلیم تمہیں دی ہے تو وہ کہتے ہیں خیرًا یعنی خیر کو اتنا را ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ہدایت جو الْخَيْر (کامل خیر) ہے جو لوگ الْخَيْر کی راہ اختیار کرتے ہیں (لِلَّذِينَ

اَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً) اس کے احکام کو بجالاتے ہیں اور اس کی نوہی سے بچ رہتے ہیں۔ ان کے لئے اس دنیا میں حَسَنَةٌ (بھلانی) ظاہر ہوگی۔ وَلَدَأُرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ۔ آخری گھر میں تو کہنا ہی کیا؟ اس کی خوبیاں اور اس کے انعامات کی کنتو ہمارے تصور میں بھی نہیں آ سکتیں۔

پس اس آیت میں قرآنی تعلیم کو خیر کہا گیا ہے اس لئے میں آیت وَبَلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِسْنَةٌ کے یہ معنی کرتا ہوں کہ ہم قرآن کریم کے احکام (اوامر و نواہی) سے تمہاری آزمائش کریں گے اور اگر ہم غور سے کام لیں تو ہے بھی یہ ایک آزمائش۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے تم ہماری راہ میں خرچ کرو تو یہ ایک بڑی آزمائش ہے۔ غور کیجئے کہ ایک شخص دن رات کی محنت کے بعد کچھ مال حاصل کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب مجھے اتنا مال گیا ہے کہ جس سے میں اور میری بیوی بچے خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں گے تب خدا تعالیٰ کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے اور اسے متوجہ کرتی ہے کہ جو مال ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس کے خرچ پر جو پابندیاں ہم نے عائد کی ہوئی ہیں انہیں مت بھولنا پھر وہ اس مال کے متعلق انہیں یہ فرماتا ہے کہ اب میرے دین کو یا میرے بندوں کو تمہارے مال کے ایک حصہ کی ضرورت ہے اسے میری راہ میں خرچ کر دو تو یقیناً یہ اس بندے کی آزمائش ہوتی ہے جس میں وہ ڈالا جاتا ہے۔ پس وہ مومن جو تقویٰ پر قائم ہوتا ہے وہ بثاشت سے خدا تعالیٰ کی اس آواز پر لبیک کہتا ہے اور اپنے مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے وہ اس امتحان میں پورا اُترتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سی نعمتوں میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں تمہاری زندگی کے لمحات بھی ہیں، عمر بھی ہے، جب ہماری طرف سے اپنی عمر اور وقت کا کچھ حصہ قربانی کرنے کیلئے تمہیں آواز دی جائے تو تمہارا فرض ہے کہ تم اس آزمائش میں بھی پورے اتروتا ہمارے فضلوں کے وارث ہو۔ اسی طرح عزیم اور وجاهتیں بھی خدا تعالیٰ کی ہی دی ہوئی ہیں جو ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی پڑتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے احکام میں ایک حصہ نوہی کا ہے یعنی بعض باتیں ایسی ہیں جن سے وہ روکتا ہے مثلاً دنیوی رسم و رواج ہیں جن کی وجہ سے بعض لوگ اپنی استطاعت سے زیادہ بچوں کی بیاہ شادی پر خرچ کر دیتے ہیں حالانکہ وہ اسراف ہے جس سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے رسم و رواج کو

پورا کرنے کے لئے خرچ نہ کیا ہمارے رشتہ داروں میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری خاطر رسم درواج کو چھوڑ کر اپنی ناک کٹو تو تھمیں میری طرف سے عزت کی ناک عطا کی جائے گی۔

تو الخیر جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مونموں کو آزماتا ہے۔ وہ قرآن کریم کے احکام ہیں۔ اس کے مقابلہ میں الشَّرُ کا لفظ استعمال فرمایا ہے گویا ہر وہ حکم امر ہو یا نہیں جو قرآن کریم کے مخالف اور معارض ہو۔ اسے الشَّرُ کہا گیا ہے کیونکہ شیطان اور اس کے پیروؤں کا یہ کام ہے کہ وہ لوگوں کے کانوں میں قرآن کریم کے خلاف باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا کیا فائدہ؟ کبھی یہ کہتے ہیں کہ ان مونموں کی خاطر جو کمزور اور غریب مہاجر ہیں تم اپنے وقوں اور عزتوں کو کیوں ضائع کرتے ہو۔ دیکھ لیں منافقوں کا وظیفہ اور کفار کا یہی طریقہ ہے کہ وہ قرآنی احکام کے مقابل معارض باتیں مونموں کے کانوں میں ڈالتے ہیں اور یہ غلط امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کی باتوں پر کان دھریں گے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے مومن بندوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہوا کرتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک طرف احکام قرآنی ہیں جو تمہارے سامنے ہیں اور ایک طرف وساوس شیطانی ہیں جو تمہیں ان کی خلاف ورزی پر آمادہ کر رہے ہیں اور ان ہر دو کے ذریعہ سے تمہاری آزمائش کی جا رہی ہے۔ اس آزمائش میں پورا اترنے کے لئے ضروری ہے کہ تم یہ یاد رکھو کہ تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آنے والے ہو۔

جو شخص آخر پر حقیقی ایمان رکھتا ہو اور اسے یہ یقین کامل حاصل ہو کہ "إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ"، ایک ایسی حقیقت ہے جس کو جھلا کر نہیں جاسکتا وہ کسی بھی آزمائش کے وقت کس طرح ٹھوکر کھا سکتا ہے؟ پس ایک قسم کی آزمائش خدا تعالیٰ کے احکام اور شیطانی وساوس کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا فتنہ یا آزمائش جس سے مومن آزمائے جاتے ہیں وہ قضاۓ وقدر کی آزمائش ہے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ مونموں کو قضاۓ وقدر کی آزمائش میں ڈال کر ان کا امتحان لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا وَلَبْلُونَكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخُوفِ وَالْجُوعِ وَنَصْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالشَّمَرَاتِ (البقرہ: ۱۵۶) کہ ہم اپنی مشیت اور اذن سے تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہارے مالوں میں نقصان کی صورت پیدا کر دیں گے۔

احمدیت میں بھی جو اللہ تعالیٰ کا سچا سلسلہ ہے ہر روز ایسی مثالیں ملتی رہتی ہیں مجھے کئی خطوط آتے رہتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ ہم احمدی ہوئے تھے مگر بیعت کے بعد ہمیں نقصان ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن کریم کی ذرا بھی سمجھ رکھتے ہوں تو وہ فوراً جان لیں کہ یہ نقصان احمدیت کی صداقت کی دلیل ہے نہ کہ اس کے غلط یا جھوٹا ہونے کی کیونکہ قرآن کریم نے پہلے ہی بوضاحت بتا دیا تھا کہ جب تم ایمان لاوے گے تو کبھی خدا تعالیٰ تمہارے والوں میں تنگی پیدا کرے گا اور تمہیں آزمائے گا کہ آیا تم مال کو خدا تعالیٰ پر ترجیح دیتے ہو یا خدا تعالیٰ کی مرضی کو مال پر ترجیح دیتے ہو۔

وَالْأَنْفُسِ اور کبھی یہ کرے گا کہ ادھر تم ایمان لائے اور تمہارا بچہ مر گیا یا کوئی دوسرا رشتہ دار فوت ہو گیا۔ اس وقت شیطان آئے گا اور تمہارے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ یہ مذہب جو تم نے اختیار کیا بڑا منحوس ہے۔ دیکھو بھی تم ایمان لائے اور تمہارا بچہ فوت ہو گیا یا تمہاری ماں کا انقال ہو گیا یا تمہارا بابا پ چلتا بنا وغیرہ وغیرہ لیکن اگر تم قرآن کریم کو جانتے اور سمجھتے ہو گے تو تم اس آیت کے ماتحت ایک قسم کی بشاشت محسوس کرو گے کہ کتنا سچا ہے ہمارا خدا اور کتنا مہربان ہے وہ کہ وقت سے پہلے ہی اس نے یہ بتا دیا تھا کہ ہم اس قسم کی آزمائش میں تمہیں ڈالیں گے۔

وَالشَّمَرَتْ اور کبھی وہ یہ کرے گا کہ دنیا کے حصول کے لئے جو تمہاری کوششیں ہوں گی دنیوی میدان میں اس کا نتیجہ ٹھیک نہیں نکلے گا اور ہم اس کو تمہارے لئے ایک آزمائش بنادیں گے۔ تو اس قسم کی آزمائشوں کو قضاء و قدر کی آزمائش کہا جاتا ہے یہ دوسری قسم کی آزمائش ہے جس میں سے مومن کو گزرنما پڑتا ہے۔

(۳) تیسرا فتنہ یا آزمائش جس کا ذکر ہمیں قرآن کریم سے ملتا ہے وہ مخالفین کی ایذا رسانی ہے اگر ہم تاریخ انبیاء پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ہر نبی اور مامور کے ماننے والوں کو ان کے مخالفین نے ہر قسم کی ایذا میں پہنچائیں لیکن اس میں سے سب سے زیادہ حصہ اس نبی کے صحابہ کو دیا گیا جو سب انبیاء سے اعلیٰ، ارفع، سب سے زیادہ مقدس اور امام المطہرین تھے یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ پہلے کمی زندگی میں اور پھر اس کے بعد جہاں بھی اسلام دنیا میں پھیلتا گیا، اسلام میں داخل ہونے والوں کو تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بھی ایک آزمائش ہے جس میں سے تم میں سے ہر مومن کو گزرنما ہے۔ اگر تمہارے دل میں واقعی میری محبت ہے اور تم واقعی میری رضا کو حاصل کرنا چاہتے

ہو تو تمہیں اس آزمائش سے بھی صدق ووفا کے ساتھ گزرن پڑے گا۔

اس امتحان میں پورا اتر نے اور ہمیں اپنے عذاب سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور تصور بھی ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے۔ فرمایا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ أَمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ (العنکبوت: ۱۱) اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے لیکن جب اعلان ایمان کے بعد ان پر آزمائش آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس تیری قسم کے فتنے سے ان کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اس کی وجہ سے انہیں تکلیف میں ڈالا جاتا ہے۔ کیونکہ لوگ ان کے مخالف ہو جاتے ہیں کبھی وہ انہیں قتل کرنے کے درپے ہوتے ہیں کبھی ان کی بے عزتی کرتے ہیں اور کبھی ان کا بایکاٹ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ ہزاروں قسم کے داؤ بیچ ہیں جو مخالف لوگ شیطانی و سوسوں کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں۔

تو فرمایا کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ان کو تکلیف میں ڈالا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے عذاب کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتے ہیں فرمایا کہ اگر تم کمزوری دکھاؤ گے تو تمہیں وہ عذاب بھگتنا پڑے گا جو میں نے تمہارے لئے مقدار کیا ہے۔ اور اگر تم مضبوطی دکھاؤ گے اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہو گے تو تمہیں صرف وہ عذاب جھیننا پڑے گا جو یہ محدود طاقتیں والے انسان پہنچا سکتے ہیں۔

اب خود اندازہ کرلو کہ ان دو عذابوں میں سے کون سا عذاب زیادہ شدید اور کون سا عذاب زیادہ دیر پا ہے ان دو عذابوں میں سے ایک عذاب تمہیں ضرور ملے گا چاہو تو بندوں کی ایذا رسانی کو قبول کر کے میرے عذاب سے نجیب جاؤ، چاہو تو اس عارضی عذاب سے نچنے کی خاطر میرا وہ عذاب مولے لو جس کا زمانہ اتنا لمبا ہے کہ تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ محاورہ میں وہ ابد الآباد کا زمانہ بھی کہا جا سکتا ہے اگرچہ وہ ہمیشہ کے لئے نہیں لیکن اس کا زمانہ اتنا لمبا اور اس کی شدت اتنی ہیبت ناک ہے کہ اگر ہم اسے ہمیشہ کا عذاب بھی کہہ دیں تو غلط نہیں ہوگا تو فرماتا ہے کہ جب لوگ تمہیں میری وجہ سے تکلیف پہنچانے لگیں، دکھ دینے لگیں اور تمہارے لئے عذاب کے سامان مہیا کر دیں تو تمہیں میرے عذاب کا تصور بھی کر لینا چاہئے۔ اس تصور سے تم لوگوں کے عذاب پر صبر کرنے کے قابل ہو جاؤ گے اور تمہارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا کہ آیا لوگوں کے عذاب کو تم قبول کرو گے یا میرے عذاب کو جو ایک بڑا لمبا اور شدید عذاب ہے۔

سو کوئی عقلمند انسان جو خدا پر ایمان اور یقین رکھتا ہو کبھی یہ نہیں کہ سکتا اور نہ یہ پسند کر سکتا ہے کہ لوگوں کے عذاب سے نجیج جائے اور خدا کے عذاب میں بنتا ہو۔ ہاں بعض بد قسمت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کے عذاب کو دیکھ کر ٹھوکر کھا جاتے اور ارتاد کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

پس ایک تیسری قسم کا فتنہ جو ایمان کے اعلان کے بعد مومن کے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ منکر اور مخالف لوگ اپنا پورا ذریغہ لگاتے ہیں کہ وہ مومنوں کو دکھ اور تکلیف پہنچا گئی اور اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ کون اپنے ایمان میں صادق ہے اور کون کاذب ہے۔

فرمایا کہ یاد رکھنا کہ لوگوں کا عذاب تو عارضی ہے وقتنے ہے بڑا ہلاکا ہے اس کے مقابل پر میرا عذاب بڑا لمبا اور بڑا شدید ہے جو ایک لمحے کے لئے بھی تھا رے سامنے آ جائے تو تم دس ہزار سال تک لوگوں کے عذاب کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ الغرض یہ تین قسم کے فتنے یا آزمائشیں یا امتحان ہیں جن میں سے خدا تعالیٰ کے مومن اور متفق بندوں کو گزرنما پڑتا ہے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے ایک مامور پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے خدا کی آواز پر لبیک کہا ہے اور ہمارے دلوں میں بھی یہ جذبہ اور تڑپ ہے کہ ہم اس ایمان کے جو تقاضے ہیں وہ پورا کرنے والے ہوں اور اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں جس مقصد کے لئے سلسلہ عالیہ احمد یہ کو قائم کیا گیا ہے یعنی دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دینا اور قرآن کریم کی تعلیم کو تمام بنی نوع انسان تک پہنچا کر انہیں قائل کرنا کہ فلاح حقیقی حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے جو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونا ہے تو ہمارے لئے بھی ان تینوں فتنوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا ضروری ہے۔ پہلی آزمائش اور امتحان کہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہوں۔ نماز باجماعت ہی کو لے لو۔ ہر دو ایک گھنٹے کے بعد اپنے کام، اپنے آرام یا مجلس کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے گھر آنا۔

پھر راتوں کو اٹھ کر خدا تعالیٰ کو یاد کرنے والے جو ہیں وہ اپنے جسم کی آسائش کو خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑتے ہیں۔

اس کے علاوہ مال ہیں ان کے کمانے پر بھی پابندیاں اور ان کے خرچ پر بھی پابندیاں ہیں جہاں مال حرام کے ہر طریق سے خدا نے روکا وہاں مال حلال کے ہر قسم کے خرچ پر پابندیاں لگادیں جس کے نتیجہ میں اس کے فضل اور برکتیں حاصل ہو جاتی ہیں اگر سوچا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ دیکھو یہوی سے محبت کرنا تو بظاہر ایک دنیوی چیز ہے لیکن ہمیں ثواب پہنچانے کی خاطر اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر تم

اس نیت کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اپنے گروں کے ماحول کو خوشنگوار بناؤ اپنی بیوی اور بچوں سے پیار کرو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں اس کا بھی اجر دے گا تو خرچ کے متعلق بھی ہدایات دے دیں تاکہ ہمارا ہر خرچ جواباً ہر دنیا سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی دین کا حصہ بن جائے اور اس کے نتیجہ میں ہمیں ثواب حاصل ہو۔

یہ تو اس کے فضل اور اس کے احسان ہیں ہم نے تو اس کے شکرگزار بندے بننا ہے اور خدا تعالیٰ کا شکر بجالانے کا بہترین بلکہ ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اس کے احکام پر کاربند ہوں۔ تو ہم جو جماعت احمد یہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں۔ ہماری پہلی آزمائش یا پہلا امتحان یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کا علم حاصل کریں اور اس نیت کے ساتھ حاصل کریں کہ ہر وہ حکم جو قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ ہم اس کو بجالائیں گے اور ہر اس چیز سے بچیں گے جس سے بچنے کی ہمیں تلقین کی گئی ہے۔

پھر قضاء و قدر کی آزمائش میں بھی ہمیں نہایت اچھا اور نیک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس وقت مسلمان کھلانے والوں میں سے ایسے خاندان بھی آپ کو نظر آئیں گے جو گھر میں فوت و موت ہونے کے وقت یا تو خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں یا پھر اس کا شکوہ شروع کرنے لگتے ہیں۔ وہ اس بشارت کے مستحق نہیں بن سکتے جس کا ذکر خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

وَبَشِّرُ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجِعونَ۔

(البقرہ: ۷۴)

جس کی چیز تھی اس نے لے لی شکوہ کی گنجائش ہی کہاں ہے لیکن انسان بعض دفعہ بڑی حماقت کی با تین کرتا ہے اور اپنے رب کا بھی شکوہ شروع کر دیتا ہے۔ تو قضاء و قدر کی آزمائش اور امتحان جو ہمارے لئے مقدر ہیں ان میں بھی ہم نے ایسا نمونہ دکھانا ہے کہ خدا تعالیٰ کی بشارتیں ہمیں ملیں اس کا غصب یا ناراضگی ہم پر نہ اترے۔ پھر تیری قسم کی آزمائش یا لوگوں کا فتنہ ہے۔ چونکہ سلسلہ عالیہ احمد یہ نے خدا تعالیٰ کے جمالی جلوؤں کے ذریعہ اسلام کو دنیا پر غالب کرنا ہے بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں غلبہ اسلام کے لئے جو جلوے ظاہر کرتا رہا ہے یا کر رہا ہے یا آئندہ کرتا رہے گا اس میں اس کے جمالی جلوؤں کی کثرت اور جمالی جلوؤں کی قلت ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور اسلام کے غلبہ کو جمالی جلوؤں کے ساتھ وابستہ کیا ہوا ہے۔ اور جہاں یہ کیفیت ہو وہاں بڑی لمبی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں اور آنے والی نسلوں کا بڑے لمبے عرصہ تک خیال رکھنا پڑتا ہے تاکہ وہ صداقت پر قائم رہیں اور ادھر ادھر بھکلیں نہیں۔ اسی طرح جو ایذا اور سانی دشمن کی طرف سے اس وقت ہوتی ہے وہ اس سے کچھ مختلف ہوتی ہے جو خدائے تعالیٰ کے جمالی جلوؤں کے زمانہ میں ہوتی ہے کیونکہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہو کہ اپنے جلالی اور قہری نشانوں سے دشمن کو مغلوب کرے تو اس وقت وہ دشمن اور مخالف کو بھی چھوڑ دیتا ہے کہ وہ تلوار لے اور اپنے زور بازو سے دین الہی کو مٹانے کی کوشش کرے تب وہ دشمن یہ خیال کرتا ہے کہ خدا نے مجھے طاقت اور غلبہ اور وجہت اور عزت کے ساتھ ساتھ تلواریں اور نیزے اور تیر اس کثرت سے دیئے ہیں کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کو میں بڑی آسانی سے مٹا سکتا ہوں اور جب وہ ان کو مٹانے کی کوشش شروع کرتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کا قہری نشان ظاہر ہوتا ہے اور ایک لمحہ میں اسے ملیا میٹ کر کے رکھ دیتا ہے۔

لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال کو ظاہر کرنا ہو اور اپنے جمالی جلوؤں سے دین کو مضبوط اور غالب کرنا ہو وہاں وہ عام طور پر دشمن کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ تلوار اٹھائے بلکہ عام طور پر دوسری قسم کی مخالفت اور ایذا اور سانی ہوتی ہے۔ مثلاً گالیاں دینا، بعض دفعہ منه پر تھوکنا، تھپڑ لگا دینا وغیرہ بہر حال وہ ان بچوں والی حرکتوں سے اپنا غصہ نکال لیتے ہیں اور بڑے لمبے عرصہ تک مومن کو ان کا یہ غصہ سہنا پڑتا ہے۔ آخر مومن خدا تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کے وارث ہو جاتے ہیں۔ ایسے زمانہ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مخالفین کو مختلف اطراف سے کھرچ کر کمزور کرتا چلا جاؤں گا اور مومنوں کو مضبوط کرتا چلا جاؤں گا اور یہ تکلیفیں اور ایذا اور سانیاں دور ہو جائیں گی۔

کسی گاؤں میں کوئی شخص احمدی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے تو سارا گاؤں اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ ماں باپ تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے گھر میں نہ آنا۔ جب وہ یہ ایذا اور سانی بثاشت سے قبول کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ وہ حالات بھی بدلتا ہے۔

مجھے یاد آیا کہ ایک گاؤں میں ایک نابینا حافظ پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور اس نے احمدیت کو قبول کر لیا۔ اس پر اس کے باپ نے اسے کہا کہ اس گاؤں سے نکل جاؤ۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے چنانچہ وہ چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کسی اور جگہ سامان پیدا کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ اس کا یہ بندہ

آزمائش میں پورا اتراء ہے۔ اور اس نے تمام دکھ بٹاشت کے ساتھ برداشت کئے ہیں اور اپنے ماں باپ کی، رشتہداروں کی بلکہ تمام گاؤں کی جدائی کو اس نے قبول کر لیا لیکن سچائی سے منہ مورڈا تو اس نے خود ہی اپنے جمالی جلوؤں کے ساتھ حالات کو بدل دیا۔ اس کے باپ نے اس کو لکھا کہ تم میرے بیٹے ہو واپس آ جاؤ اس پر وہ گاؤں میں آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا اخلاص دیا ہے۔ وہاں آ کر اس نے جلسہ کروانے کا ارادہ کیا اور ایک قربتی گاؤں کے احمد یوں کو کہا کہ میں یہاں جلسہ کروانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا تم پہلے بھی تکلیف برداشت کر چکے ہو۔ اب اور برداشت کرو گے اس نے کہا کوئی نہیں مجھے ایسی تکلیف برداشت کرنی چاہئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں جلسہ ہو اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کی سچی باتیں سنائی جائیں۔ چنانچہ وہاں جلسہ ہوا۔ ساتھ کے گاؤں میں احمد یوں کی بڑی بھاری تعداد ہے وہاں سے بہت سے لوگ بھی پہنچ گئے کچھ علماء بھی وہاں پہنچ گئے۔ تقاریر یہ ہوئیں ایک چرچا ہو گیا لوگوں نے با تین سین تو کہا کہ قابل غور ہیں۔ غور کرنا چاہئے خواہ مخواہ آنکھیں بند کر کے اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب وہاں مذہبی تبادلہ خیال شروع ہو گیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ان میں سے بہتوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا۔

سود یکھنے کہ وہاں ایک آدمی احمدی ہوا کچھ عرصہ تک اللہ تعالیٰ نے اس کی آزمائش کی پھر اس نے دیکھا کہ وہ امتحان میں پورا اتراء ہے۔ اس پر اس نے اس پر انعام کیا کہ وہ گاؤں میں پھر واپس آگیا اور اس نے تبلیغ شروع کر دی۔ نسبتاً آرام سے رہنے لگا۔ تکلیف توہرا ایک کو پہنچتی ہے ہمیں گھر بیٹھے بھی پہنچتی رہتی ہے دوسرے تیسرے دن نہایت گندی گالیوں پر مشتمل خطوط آ جاتے ہیں خط لکھنے والا اپنی جگہ بڑا خوش ہوتا ہو گا کہ میں نے بڑی گندی گالیاں دی ہیں اور ہم اپنی جگہ خوش ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس قسم کی قربانیوں کے پیش کرنے کی بھی توفیق عطا کر دی ورنہ مرکز میں رہتے ہوئے اور پھر اپنے مقام کے لحاظ سے مرکزی نقطہ ہوتے ہوئے بھی مشکل سے ایسے تیر ہم تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن الہی اذن سے پہنچ ہی جاتے ہیں اور پھر ہماری خوشی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس قسم کی تکالیف ہمارے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور جب تک ہمارے عروج کا زمانہ نہیں آ جاتا وہ لگی ہی رہیں گی۔ سوان آزمائشوں میں ہم نے ضرور گزرنا ہے قضاء و قدر کی آزمائش میں سے بھی اور لوگوں کی ایذا رسانیوں میں سے بھی۔

بہت سے لوگ اس وقت ہدایت کو سمجھ چکے ہیں لیکن وہ صرف اس ڈر سے ایمان نہیں لاتے کہ لوگ

ہمیں دکھدیں گے اللہ تعالیٰ ان سے کہتا ہے کہ سوچ لو کہ لوگوں کے عذاب میں پڑنا چاہتے ہو یا کہ میرے عذاب میں۔ خدا تعالیٰ ان کو سمجھ دے تا وہ سمجھیں کہ انسان کیلئے یہی بہتر ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے محظوظ رہے کیونکہ اس کا عذاب اتنا شدید ہو گا کہ انسان ایک لمحہ کیلئے بھی اس کی تاب نہیں لاسکتا۔

خلاصہ یہ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے ایک مامور اور مسیح اور آنحضرت ﷺ کے ایک فرزند جلیل کو قبول کیا ہے آپ کی سچائی پر ایمان لائے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی کا ہر لحظہ اور ہر دم اس تیاری میں گزرنا چاہئے کہ۔

اول ہم نے خدا تعالیٰ کے احکام کو بجالانا ہے جن باقتوں سے اس نے ہمیں روکا ان سے بچے رہنا ہے۔ راتوں کو اٹھنا اور پانچ وقت مسجد میں پہنچنا وغیرہ وغیرہ سینکڑوں احکام کی بجا آوری میں مجاہدات کرنے ہیں۔ ان مجاہدات کو خود انسان اپنے پرڈالتا ہے اور جب وہ اس آزمائش کو خوشی سے، بشاشت سے اور رضا کار انہ طور پر اپنے اوپر گویا نازل کر لیتا ہے تب اس کو ثواب ملتا ہے اگر کسی شخص کو کان پکڑ کر مسجد میں لا یا جائے اور وہ لانے والے کو گالیاں دے رہا ہو تو اس کو مسجد میں آنے کا کیا ثواب ملے گا۔

دوسرے دو امتحان اور آزمائشیں انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ ایک تو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور ایک قسم کا امتحان اللہ تعالیٰ کے اذن سے مخالفوں کی طرف سے آتا ہے تو ان تینوں ابتاؤں میں پورا اترنا ہر احمدی کا فرض ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو ہر قسم کی قربانیوں کے لئے تیار رہنا چاہئے تاکہ ان وعدوں کے پورا ہونے میں دیرینہ ہو جو عظیم ترقی اعلیٰ کا میابی اور کامل غلبہ اسلام کے متعلق اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر امتحان میں ثابت قدم رکھے اور کامیاب فرمائے۔

(روزنامہ افضل ۲۰ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)



لازمی چندہ جات کے بحث میں تمام احمد یوں کوشامل

کیا جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



☆ تحریک جدید دفتر سوم کا اجراء

- ☆ نوجوانوں، نئے احمد یوں اور نئے کمانے والوں کو اس دفتر میں شامل کریں۔
- ☆ عہدے دار چندہ بروقت وصول کریں تاہر سال کے آخر میں دقت نہ ہو۔
- ☆ چندہ جات ماہ بماہ ادا کرنے کی کوشش کریں۔
- ☆ روحانی غذا جو معین و قفہ کے بعد کھائی جائے اس سے روحانیت ترقی کرتی ہے۔

تشہد، تعوداً و سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے دنوں خاکسار کی طبیعت خراب رہی گواب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی افاقہ ہے لیکن کمزوری اور سر دردابھی باقی ہے با وجود دوائی کھانے کے آج بھی سر میں کافی درد محسوس کرتا ہوں لیکن جمعہ ایک ایسا موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے جس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے تاکہ جماعت کو اس کی ذمہ دار یوں کی طرف متوجہ کیا جاسکے اس لئے میں بعض باتیں مختصر اداؤں کے سامنے رکھتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ گزشتہ سو ڈریٹھ سو سال سے عیسائیت اپنے سارے دجل، سارے فریب، اپنے سب اموال اور اپنی ساری قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ اسلام پر حملہ آور رہی ہے اور اب بھی ہر قسم کے حملہ کر رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت ﷺ کے ایک فرزندِ حلیل اور اسلام کے ایک طاقتوں پہلوان کی شکل میں مبعوث نہ فرماتا، تو عیسائیت اسلام کے خلاف شاید میدان مارچکی ہوتی اور شاید ان بد قسمت مسلمانوں کی خواہش پوری ہو جاتی۔

جنہوں نے قرآن کریم کی تعلیم سے منہ موڑ کر عیسائیت کی آغوش میں دنیا کی آسائشیں اور دنیا کے آرام ڈھونڈے تھے جیسے کہ مولوی عماد الدین جو مسجد (آگرہ) کے امام اور خطیب تھے مسلمانوں سے نکل کر عیسائیوں میں شامل ہو گئے تھے اور ان کا یہ خیال تھا کہ عنقریب ہی وہ وقت آنے والا ہے کہ اگر ہندوستان میں کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ وہ کسی مسلمان کو دیکھئے تو اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی اور ہندوستان میں اسے کوئی مسلمان بھی نظر نہیں آئے گا سب مسلمان عیسائی ہو جائیں گے۔

اس زبردست حملہ اور ان خواہشات کو دیکھ کر جو عیسائی مذاہ کے دل میں گدگدی لے رہی تھیں۔

اپنے دین کی حفاظت کیلئے اور اپنی توحید کی خاطر غیرت دکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معموٰث فرمایا اور عیسائیت کے خلاف آپ کو اس قدر زبردست دلائل برائیں اور نشانات اور مجزرات عطا کئے کہ ان کے ذریعہ عیسائیت کا حملہ ہر میدان میں آہستہ آہستہ رکنا شروع ہوا اور جہاں جہاں بھی احمدی پہنچو ہاں نہ صرف یہ کہ عیسائیت کا حملہ رک گیا بلکہ عیسائیت کے خلاف جوابی روحانی حملہ شروع ہو گئے حتیٰ کہ عیسائیوں کو مجبوراً آہستہ آہستہ پہنچے ہٹنا پڑا اور اب تک پہنچے ہٹتے جا رہے ہیں۔

اس روحانی مہم کو تمام اکناف عالم میں چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے القا سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نومبر ۱۹۳۳ء سے تحریک جدید کا اجراء کیا تھا۔ دوست جانتے ہیں کہ اس تحریک کے ذریعہ دنیا کے بہت سے ممالک میں عیسائیت کا زبردست، خوشنک اور کامیاب مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ پس حضور نے نومبر ۱۹۳۴ء میں یہ تحریک جاری فرمایا کہ مالی قربانیوں کا جماعت سے مطالبه فرمایا۔ پہلا مطالبہ ۲ ہزار روپے کا تھا لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والی اس جماعت نے وقت کی ضروریات کو سمجھتے ہوئے قریباً ۹۶ ہزار روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس کے بعد حضور نے دفتر دوم کا اجراء فرمایا اس سے پہلے جن لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا تھا ان کو دفتر اول قرار دیا۔ جواب تک جاری ہے دفتر اول میں حصہ لینے والوں کی تعداد قریباً پانچ ہزار تھی جو اب کم ہوتے ہوتے ۲۲ سو تک رہ گئی ہے۔ کیونکہ جو پچاس، ساٹھ اور ستر سالہ احمدی اس وقت دفتر اول میں شامل ہوئے تھے۔ ان میں سے بہت سے اپنے مولیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اس طرح ان کی تعداد گھٹتی رہی۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو واضح تھی اور یہ بھی واضح تھا کہ غلبہ اسلام کی جو مہم تحریک جدید کے ذریعہ جاری کی گئی ہے وہ حق نہیں بلکہ قیامت تک جاری رہنے والی ہے اس لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دفتر دوم کی بنیاد رکھی۔

جب ۱۹۳۴ء میں دفتر دوم جاری کیا گیا تو پہلے سال اس کی آمد صرف ۷۲،۵۲ روپے تھی اور بیس سال بعد یعنی ۱۹۶۳ء میں اس کی آمد صرف ۲،۹۰،۰۰۰ روپے (دولاکھوںے ہزار روپے) تک پہنچ گئی۔ کیونکہ شروع میں بہت سے ایسے نوجوان اس میں شامل ہوئے جنہیں صرف جیب خرچ مل رہا تھا اور معمولی چندہ ادا کر کے ثواب حاصل کرنے کی خاطر وہ اس میں شامل ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل فرمایا وہ

تعلیم سے فارغ ہو کر کام پر لگ گئے۔ اور اپنی دینی ذمہ داریوں کو بھانے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک احمدی کی ذمہ داریوں کو بھانہ شروع کیا۔ اس طرح ترقی کرتے کرتے ۲۳ء میں ان کا چندہ باون ہزار سے دولاٹھوںے ہزار تک پہنچ گیا۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں دفتر اول میں شریک ہونے والوں کی تعداد پانچ ہزار تھی اور دفتر دوم میں شامل ہونے والوں کی تعداد قریباً بیس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔

بہر حال دفتر اول کے مقابلہ میں یہ بہت بڑی تعداد ہے۔ اگر دس سال کے بعد ایک اور دفتر کھولا جاتا تو ۱۹۵۴ء میں دفتر سوم کا اجراء ہونا چاہئے تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی خاص مشیت یا ارادہ کی وجہ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹۵۲ء میں دفتر سوم کا اجراء نہیں فرمایا۔ ۱۹۶۲ء میں دفتر دوم کے میں سال پورے ہو جاتے ہیں اس وقت حضرت مصلح موعود بیمار تھے اور غالباً بیماری کی وجہ سے ہی حضور کو اس طرف توجہ نہیں ہوئی کیونکہ امام کی بیماری کے ساتھ ایک حد تک نظام بھی بیمار ہو جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک جدید کی طرف سے بھی حضور کی خدمت میں اس کے متعلق لکھا نہیں گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب دفتر سوم کا اجراء کر دیا جائے لیکن اس کا اجراء کیم نومبر ۱۹۶۵ء سے شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ تحریک جدید کا سال کیم نومبر سے شروع ہوتا ہے اس طرح کیم نومبر ۱۹۶۵ء سے ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء تک ایک سال بنے گا میں اس لئے ایسا کر رہا ہوں تاکہ دفتر سوم بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف منسوب ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے اعلان کی توفیق دے رہا ہے اس لئے میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بھی اپنے فضل سے ثواب عطا کرے گا اور اپنی رضا کی را ہیں مجھ پر کھولے گا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ دفتر سوم کا اجراء کیم نومبر ۱۹۶۵ء سے ہو۔

دورانِ سال نومبر کے بعد جو نئے لوگ تحریک جدید کے دفتر دوم میں شامل ہوئے ہیں ان سب کو دفتر سوم میں منتقل کر دینا چاہئے اور تمام جماعتوں کو ایک باقاعدہ مہم کے ذریعہ نوجوانوں، نئے احمدیوں اور نئے کمانے والوں کو دفتر سوم میں شمولیت کے لئے تیار کرنا چاہئے۔ دوست جانتے ہیں کہ یہاں ہر سال خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت بڑھتی ہے اور نئے احمدی ہوتے ہیں وہاں ہزاروں احمدی بھی ایسے ہوتے ہیں جو نئے کمانا شروع کرتے ہیں یہ ہماری نئی پود ہے اور ان کی تعداد کافی ہے کیونکہ پچ

جو ان ہوتے ہیں، تعلیم پاتے ہیں اور پھر کمانا شروع کرتے ہیں اور باہر سے بھی ہزاروں کمانے والے احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس طرح ہمیں کافی تعداد میں ایسے احمدی مل سکتے ہیں جو ففتر سوم میں شامل ہوں۔ ہمارا یہ کام ہے کہ ہم ان کو اس طرف متوجہ کریں تاکہ وہ عملًا ففتر سوم میں شامل ہو جائیں۔ سوکیم نومبر ۱۹۶۵ء سے ففتر سوم کا اجراء کیا جاتا ہے۔ تحریک جدید کو چاہئے کہ وہ فوراً اس طرف توجہ دے اور اس کو منظم کرنے کی کوشش کرے۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چند دن کے بعد یعنی کمیمی سے ہمارا نیا مالی سال شروع ہو رہا ہے اس کے متعلق جماعتوں کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ تاہل اور خوف سے کام نہ لیں۔ ان ہر دو وجہ کی بناء پر ہمارا بجٹ صحیح تشخیص نہیں ہوتا بعض جماعتوں سے کام لیتی ہیں اس طرح جو نام بجٹ میں آنے چاہئیں وہ نہیں آتے اور بعض جماعتوں سے خوف سے کہ اگر کمزوروں کو بجٹ میں شامل کیا گیا تو ہمارا چندہ اتنے فیصدی وصول نہیں ہو گا جتنے فیصدی چندہ پر گرانٹ ملتی ہے۔ صحیح حالات مرکز کے سامنے نہیں رکھتیں اور اس خوف کی وجہ سے صحیح بجٹ نہیں بناتیں۔

میں تمام جماعتوں کو یقین دلاتا ہوں کہ کمزوروں کی کمزوری کے نتیجہ میں آپ کی گرانٹ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بشرطیکہ آپ کی غفلت کی وجہ سے پہلے مضبوط لوگ کمزور نہ ہو جائیں آپ اس خیال سے کہ اگر بجٹ صحیح بنا اور آمد پوری نہ ہوئی تو ہماری گرانٹ پر اثر پڑے گا جو خطرناک غلطی کر رہے ہیں آئندہ ہر گز نہ کریں۔ پس بجٹ پورا بنا کیں اور حتی الوع اسے پورا کرنے کی کوشش بھی کریں اگر آپ کا چندہ ان دوستوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جنمیں نے سال گزشتہ میں چندے ادا کئے تھے اس سال بھی پورا ہو جائے گا تو کل چندہ کی فیصدی اگر پوری نہ بھی ہو تو بھی آپ کو گرانٹ مل جائے گی اس لئے بغیر کسی خوف و خطر کے آپ صحیح بجٹ بنائیں۔

در اصل اس وجہ سے کہ صحیح بجٹ نہیں بنتا ہمارے نئے احمدیوں کی تربیت میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کو یہ توفیق بھی حاصل نہ تھی کہ وہ خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دو آنے بھی خرچ کریں۔ آپ کے ذریعہ ایک حرکت شروع ہوئی اور محبت الہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو بظاہر مٹ پکھی تھی یا غفلت کے

پردوں کے نیچے دبی ہوئی تھی اُبھرنا شروع ہوئی۔ پہلا جلوہ اس روحانی زندگی کا یا روحانی حرکت کا جوان وجودوں میں نظر آیا وہ یہی ہے کہ کسی نے ایک چونی چندہ دے دیا کسی نے اٹھنی چندہ دے دیا کسی نے روپیہ اور کسی نے دور پے اور اس وقت کے حالات کے زیر نظر دلوں کی یہ اتنی بڑی تبدیلی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کے نام اپنی کتب میں درج کر کے ان کے نام کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزانہ جلد ۳ صفحہ ۵۲۵، ۵۳۶)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسیہ کے نتیجے میں ایک فعال اور زندہ جماعت پیدا ہو یہی ہے اس لئے جو لوگ نئے نئے آکر اس میں شامل ہوتے ہیں ان پر پرانے تخلصین کو بعض دفعہ غصہ آتا ہے کہ یہ لوگ چندہ کم کیوں دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں دیکھتے کہ ان کی اپنی حالت یا ان کے باپ اور دادا کی حالت یہی کہ چونی خرچ کر کے قیامت تک کی زندگی حاصل کر لی۔ ٹھیک ہے کہ ہم آپ علیہ السلام کے فیض اور آپ کے خلفاء کی روحانی برکات کے نتیجے میں زیادہ چست ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں قربانیوں کے لئے زیادہ ہمت دیتا چلا جاتا ہے لیکن ہماری ابتداء تو دونی اور چونی سے ہوئی تھی نا؟؟

اسی طرح جو نئے آنے والے ہیں انہیں بھی تو تربیت حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت دینا چاہئے اور ان کے متعلق غصہ کے اظہار کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ایسے ماحول سے نکل کر آئے ہیں جس میں خدا کے نام پر ایک دھیلا دینا بھی موت سمجھا جاتا تھا۔ اور ایسے نئے ماحول میں داخل ہوئے ہیں جس میں دنیا کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور خدا اور رسول ﷺ کے نام پر سب کچھ قربان کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کو تربیت پاتے ہوئے کچھ وقت لگے گا۔ آپ ان کا نام بجٹ میں شامل نہ کر کے انہیں تربیت سے محروم کرتے ہیں اگر بجٹ میں ان کا نام آجائے تو توہینیں علم ہے کہ یہ نئے دوست ہیں۔ اگر وہ اب چونی بھی دے دیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن وہ آئندہ سال بغیر کسی کوشش اور زیادہ دباؤ کے اپنے اندر ایک نیا احساس پائیں گے کیونکہ وہ سال بھر دیکھیں گے کہ مسجد میں جو شخص ان کے دامیں کھڑا ہوتا ہے وہ موصی ہے اور اپنی آمد کا دس فیصدی ادا کرتا ہے۔ تحریک جدید اور وقف جدید اور دوسری تحریکوں میں بھی حصہ لیتا ہے اور بائمیں بھی ایسے ہی لوگ کھڑے ہیں۔ آخر خود بخود ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ ہم ان لوگوں سے کیوں پیچھے رہیں؟؟ اس طرح اللہ تعالیٰ ان پر فضل فرمائے گا اور خود بخود ان کے دل میں قربانی کے لئے

جو شپیدا ہوتا جائے گا۔

پس جب آپ ایسے لوگوں کو بجٹ میں شامل ہی نہیں کرتے تو وہ تربیت سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ آپ انہیں چندہ کی تحریک ہی نہیں کرتے۔

اگرچہ اور بھی بہت سی تربیتی سکیمیں ہیں جن کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں لیکن چندہ بھی ایک اہم سکیم ہے کیونکہ ہر ماہ محصل چندہ کی وصولی کے لئے لوگوں کے پاس جاتا ہے اور تحریک کرتا ہے کہ چندہ دو۔ جب کسی کا نام بجٹ میں شامل ہی نہ کیا جائے گا تو اسے تحریک کیسے کی جائے گی؟

اسی طرح اس نے تو آپ کے ماحول میں جواس کے لئے اجنبی تھا خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھلانگ لگادی لیکن اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو یقیناً وہ تربیت حاصل نہ کر سکے گا اور آخر پیچھے ہٹ جائے گا تو یہ بڑا ظلم ہو گا ایسے انسان پر !!!

پھر میں سمجھتا ہوں کہ رسیرچ کے لئے بھی یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون ہو گا کہ مثلاً زید ۱۹۶۶ء میں احمدی ہوتا ہے اسے قاعدہ کے لحاظ سے پچاس روپے چندہ دینا چاہئے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں صرف ایک روپیہ دوں گا ہم اسے کہتے ہیں ٹھیک ہے تم ایک روپیہ ہی دو کیونکہ اس کی تربیت نہیں ہوئی ہوتی لیکن وہ ہمارے ماحول میں رہتے ہوئے اس ایک روپیہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔ دوسرے سال وہ ایک روپیہ سے بڑھا کر پانچ، دس پندرہ اور بیس روپیہ کر دے گا اور آخر پچاس روپے کی بجائے وہ سانچھروپے ادا کرنے لگے گا اور دو تین سال تک جب اس کی تربیت پختہ ہو جائے گی تو وہ کسی صورت میں آپ سے پیچھے رہنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کی غیرت یہ تقاضا کرے گی کہ وہ دوسرے ساتھیوں سے آگے بڑھ جائے۔ کیونکہ اسے احساس ہو گا کہ میرے ساتھی تو گزشتہ بیس سال سے قربانیاں کر رہے ہیں اور میں وہ بد قسمت انسان ہوں کہ اس بیس سال کے عرصہ میں میں ان کی مخالفت کرتا رہا ہوں۔ اب جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر صداقت کھول دی ہے۔ مجھ پیچھے دھونے بھی دھونے ہیں اس طرح وہ آگے بڑھنے والوں سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ ایسی کئی مثالیں ہماری اسلامی تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔

پس بجٹ پورا نہ کیں اور اس وہم، خوف اور خطرہ کی بناء پر کہ اگر آپ نے صحیح بجٹ بنایا تو شاید

آپ کی گرانٹ میں کمی ہو جائے اپنے کمزوریا نئے احمد یوں پر ظلم نہ ڈھائیں۔ اگر آئندہ سال آپ اپنی آمد سے یہ ثابت کر دیں کہ جو پرانے چندہ دینے والے ہیں انہوں نے پہلے سال کی نسبت کم نہیں دیا تو پھر آپ کو پوری گرانٹ ملے گی۔ مثلاً پچھلے سال ساٹھ ہزار روپیہ کا بجٹ تھا جو آپ نے سارے کمزوروں کو باہر نکال کر بنایا تھا۔ اب ان کمزوروں کو شامل کر کے ایک لاکھ کا بنتا ہے۔ تو اگر آپ کے نئے سال کی آمد ساٹھ ہزار روپے سے اوپر ہو گئی ہے اور کمی واقع نہیں ہوئی تو یقیناً آپ کی گرانٹ میں کمی نہیں کی جائے گی۔

اس لئے سب احمد یوں کو بجٹ میں شامل کریں اس طرح ہم ان کی تربیت کی طرف متوجہ بھی ہوں گے۔ ہم ان کے لئے دعا میں بھی کریں گے اور تدایری سے بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کریں گے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمارا رب آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں ایک نیک تبدیلی پیدا کرتا چلا جائے گا اور وہ پہلے آنے والوں کی نسبت پیچھے رہنے والے نہیں ہیں گے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد شاید وہ ان سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش شروع کر دیں۔ وہ اس احساس سے آگے بڑھیں گے کہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمین پر جو ایک نور نازل ہوا تھا ہم ایک لمبے عرصہ تک اس نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرتے رہے اور بجائے اس کے کہ ہم اس نور سے اپنے سینہ و دل کو منور کرتے ہم نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پس یہ نہایت ہی ضروری بات ہے کہ بجٹ پورا بنایا جائے۔ اگر باوجود میری اس تاکید کے ہمارے عہدیداروں نے غفلت بر قی تو ان کی غفلت کو دور کرنے کے لئے مجھے مناسب قدم اٹھانا پڑے گا لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس روحاںی تکلیف میں نہیں ڈالیں گے۔

تیسرا بات جو میں صدر انجمن احمد یہ کے بجٹ کے متعلق کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ قریباً دو ہفتے ہوئے میں نے جماعت کو متوجہ کیا تھا کہ ہمارا مالی سال قریباً ختم ہو رہا ہے آپ اس ماہ کے اندر اندر اپنا بجٹ پورا کرنے کی کوشش کریں مجھے ایسا کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آپ میں سے اگر سارے نہیں تو بیشتر ایسے ہیں جو اپنا بجٹ ماہ بے ماہ پورا نہیں کرتے اور انتظار کرتے ہیں کہ سال کے آخری دو ماہ میں بجٹ کو پورا کر دیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ دیہاتی جماعتیں ماہانہ چندہ نہیں دیتیں اور نہ ہی دے سکتی ہیں کیونکہ ان کی آمد

کا انحصار فصلوں پر ہوتا ہے اور فصلیں ہر ماہ نہیں کالی جاتیں۔ سال کے دو موسم ہیں جن میں فصلیں کالی جاتی ہیں اور وہی دو موسم ہیں جن میں ہماری دیہاتی جماعتیں اپنے چندے ادا کرتی ہیں۔ پس دیہاتوں میں دو دفعہ چندہ ادا کرنے کا وقت ہوتا ہے۔

لیکن وہ جماعتیں یا جماعتوں کا وہ حصہ جن کی آمد شماہی نہیں بلکہ ماہنہ ہوتی ہے۔ ان سے چندے ماہوار ہی وصول ہو جانا چاہئیں اس سے نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ ہمیں آخر سال میں زیادہ کوفت برداشت نہ کرنی پڑے گی بلکہ اس سے بڑھ کر ہمیں یہ فائدہ بھی ہوگا کہ ہماری روحانیت ترقی کرے گی کیونکہ وہ روحانی غذا جو معین و قفقہ کے بعد کھائی جائے اس سے روحانیت ترقی کرتی ہے۔ جسمانی غذا کو لیجئے! پانچ دن کے بعد پانچ دن کا کھانا کھاینے سے انسان کی جسمانی قوت بڑھتی نہیں بلکہ اسکھے کھانے کھاینے سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے اسہال شروع ہو جاتے ہیں وغیرہ اور بجائے فائدہ کے نقصان ہو جاتا ہے اسی طرح روحانی قوت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ روح کو روحانی غذا معین و قوقات میں پہنچتی رہے ورنہ جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی امراض اور عوارض روح کو لاحق ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز ہی کو لو اگر کوئی شخص صحیح کے وقت پانچوں نمازوں کی اطمینان ادا کر لے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کو پانچوں نمازوں میں بروقت ادا کرنے سے جو روحانی غذا حاصل ہو سکتی تھی وہ اسے حاصل ہو جائے گی کیونکہ جہاں تک نماز کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے علم کامل میں یہ ہے کہ روح کو پانچ مختلف اور معین و قوقات میں نماز کی صورت میں غذا ملنا ضروری ہے۔ ورنہ روح کمزور ہو جائے گی۔ اگر آپ ان پانچ و قوقات کی بجائے ایک ہی وقت میں پانچ نمازوں ادا کرنا چاہئیں تو یہ ایک بیہودہ اور لغو خیال ہوگا۔ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ اگر ساتویں دن پینتیس نمازوں ادا کرنے سے روح کی قوت قائم رہ سکتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ ساتویں دن ہم سے پینتیس نمازوں پڑھوата اور روزانہ پانچ وقت نمازوں ادا کرنے کا حکم نہ دیتا۔

تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تو یہ ہے کہ روزانہ معین و قوقات میں پانچ دفعہ میرے حضور میں حاضر ہو کر اپنی عاجزی، تزلیل اور نیستی کا اقرار کر کے انسان کو روحانی غذا حاصل کرنی چاہئے ورنہ اس کی روحانی قوت قائم نہ رہ سکے گی اور وہ کمزور ہو جائے گا۔

اسی طرح حج کرنا ساری عمر میں ایک دفعہ فرض ہے زکوٰۃ کا ہر سال ادا کرنا ضروری ہے اور مختلف

عبدتوں کے لئے مختلف اوقات مقرر ہیں اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں دس سال تک زکوٰۃ ادا نہیں کرتا دس سال کے بعد یہ دفعہ ہی ادا کر دوں گا تو اس کی روحانی طاقت اور قوت یقیناً قائم نہیں رہ سکے گی۔

پس یہ جو ہمارے چندے ہیں بعض کو ہر ماہ بعد اور بعض کو ہر چھ ماہ بعد ادا کرنے ضروری ہیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کی خاطر قربانیوں کے نتیجہ میں جو برکتیں اور رحمتیں ہمارے لئے مقرر ہیں وہ انہیں ملیں گی اور ان میں روحانی کمزوری پیدا ہو جائے گی۔

پس عہد یاداران کو چاہئے چندے اپنے وقت پر وصول کریں تا سال کے آخر میں نہ انہیں کوفت ہو نہ ہمیں پریشانی لاحق ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشنے۔

(روزنامہ الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۳)



کبر و غور اور خود پسندی و خود نمائی کو چھوڑ کر فروتنی اور بے نفسی کی عاجزانہ را ہوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ اپریل ۱۹۶۶ء، مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ ہمیں تکبر کی باریک درباریک قسموں سے بھی بچتے رہنا چاہئے۔
- ☆ متكبر انسان قرآنی فیوض اور برکات کا وارث نہیں بن سکتا۔
- ☆ جب بندہ لاشی محض ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے ساتویں آسمان تک اٹھا لے جاتا ہے۔
- ☆ اپنے نفسوں پر موت وارد کرنے سے سچی معرفت پیدا ہوتی ہے۔
- ☆ اپنی خواہشات اور خیالات کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خدمت کرتے چلے جائیں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک ہم کبر و غرور، خود پسندی، خونہماںی، تحقیر و استہزاء، نخوت و خودسری کو کلیگاً چھوڑ کر نیستی کا چولہ پہنیں، فروتنی اور بے نفسی کی عاجزانہ را ہوں سے اپنے رب کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں اس وقت تک قرب و وصال الہی کی وہ نعمتیں ہم حاصل نہیں کر سکتے جو ایک سچے مسلمان اور حقیقی احمدی کے لئے مقدر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تکبر سے بچنے پر بہت زور دیا ہے اور بار بار تاکید فرمائی ہے کہ ہمیں تکبر کی باریک قسموں سے بھی بچتے رہنا چاہئے تا ہم جادہ عبودیت سے بھک نہ جائیں اور اس توحید حقيقة سے دور نہ جا پڑیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور کبریائی کی سچی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور جس کے نتیجہ میں انسان کے نفس پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور پھر اپنے ہی وقیوم خدا کے فیضان اور احسان سے ایک نئی زندگی پاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم ہر قسم کے تکبر سے بچنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

اے کرم خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرت رب غیور کو
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقوے اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک، مرضی مولا اسی میں ہے

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزانہ جلد ۲ صفحہ ۸۱)

پھر ایک دوسری جگہ فرمایا:-

”میں اپنی جماعت کو فتح کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند والjalal کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر تم شاکر نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقل مند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متنکر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تینیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے۔ اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متنکر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر وہ ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنبی پر غور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نزاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزا سے حفارت آمیزانام رکھتا ہے اور اس کے بدنبی عیوب لوگوں کو سنا تا ہے وہ بھی متنکر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے۔ کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنبی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحریر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قوے میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متنکر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شاخت نہیں کیا اور اپنے تینیں کچھ چیز سمجھتا ہے۔ سوتھم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متنکر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا

حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا۔ اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے سوکوش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو، تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر، تا تم پر حرم ہو۔ (نزول مسیح۔ روحانی خزانہ جلد ۱۸ صفحہ ۳۰۲، ۳۰۳)

تکبر کا اظہار بھی کئی طریق سے ہوتا ہے کبھی تکبر آنکھ کی کھڑکی سے سر نکالتا ہے کبھی سر کی جنبش میں اس کا پھریرا الہرا تا ہے۔ کبھی ہاتھ، پاؤں اور زبان اس کے آلم کا ربتے ہیں۔ ان سب سے بچنا ہمارے لئے ضروری ہے تاکہ تکبر کا جن ہمارے نفسوں سے ایسا نکلے کہ پھر دوبارہ داخل ہونے کی سب را ہیں اس کے لئے مسدود ہو جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:-

”تکبر کی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جبکہ دوسرے کو ٹھوکر کر دیکھتا ہے تو اس کے بھی معنی ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے غرضیکہ تکبر کے کئی چیزیں اور مومن کو چاہئے کہ ان تمام چیزوں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بوآوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔ صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاق رذیلہ کے بہت سے جن ہیں اور جب یہ نکلتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔ بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔ اس لئے تکبر کی باریک درباریک قسموں سے بچنا چاہئے۔“

(ملفوظات نیا ایڈیشن جلد ۳ صفحہ ۲۱۳۔ الحکم ۳۱ / مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۳)

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی مตکبر انسان قرآنی فیوض اور برکات کا وارث نہیں بن سکتا صرف اور صرف فروتنی کی چابی سے قرآنی علوم کا دروازہ کھولا جاسکتا ہے صرف اور صرف عجز کی رداء اور چادر پر انوار قرآنی کا رنگ چڑھ سکتا ہے اور صرف اور صرف منکسرانہ مزاج ہی قرآن کریم کے مزاج سے مطابقت کھاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”جب تک انسان پوری فروتنی اور اعکساري کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہ اٹھا لے اور اس کے جلال و جبروت سے لرزائ ہو کر نیازمندی کے ساتھ رجوع نہ کرے۔ قرآنی علوم کا دروازہ نہیں کھل سکتا اور روح کے ان خواص اور قوی کی پرورش کا سامان اس کو قرآن شریف سے نہیں مل سکتا۔ جس کو پا کر روح میں ایک لذت اور تسلی پیدا ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۸۳۔ الحکم ۶ رجنوری ۱۹۰۰ء)

چونکہ آسمان روحانی کی سب رفتیں قرآن کریم کے فیوض سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں اور تکبر کے نتیجہ میں قرآن کریم کے فیوض سے انسان محروم ہو جاتا ہے اس لئے مตکبر پر آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِأَيْسَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ۔

(سورہ اعراف: ۲۱)

کوہ لوگ جو ہمارے نشانات کا انکار کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہمارے احکام سے منہ موڑتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری تعلیم کی طرف پیچھے کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہمارے اوامر و نواہی کی پابندی سے گریز کرتے ہیں اور شریعت کا جواب ابشارت کے ساتھ اپنی گردنوں پر رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ استکبَرُوا عَنْهَا ان کے دلوں میں مตکبر پایا جاتا ہے۔ نہیں یہ یاد رکھنا چاہئے لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (آیت نمبر: ۲۱) کہ آسمان روحانی کے دروازے ان پر ہرگز نہیں کھولے جائیں گے بلکہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے جائیں گے اور وہ زمین کے کیڑے بن کر رہ جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی لعنت کا مورد بنیں گے اور شیطان میں ہو کر شیطان بن جائیں گے اور آسمان کی بلندیوں کی بجائے جوانسان کے لئے ہی پیدا کی گئی تھیں۔ اندھیروں کی اتحاہ گھر ایساں ان کے حصہ میں آئیں گی۔

تکبر کے مقابل پر عربی زبان میں تواضع کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ تکبر کی وجہ سے ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے اور ہمارے احکام سے اعراض کرتے ہیں اور ہماری تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہوتے روحانی رفتگوں کے دروازے ان پر نہیں کھولے جاتے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر وہ کن پر کھولے جائیں گے؟ اس کے جواب کیلئے یہیں نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:-

إِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ مصری)

کہ جب اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اپنے مقامِ عبودیت کو پہچانتے ہوئے اور اپنی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اور اپنے لاشے مغض ہونے کا اقرار کرتے ہوئے۔ تکبر کا نہیں بلکہ اس کی خدا (تواضع) کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور انکسار اور عجز کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے اور اس کی زبان اور اس کا دل بلکہ اس کے جسم کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہوتا ہے۔

ہبھو خاک بلکہ زاں ہم کمترے

کہ میں تو خاک ہوں بلکہ خاک پا میں بھی شاید کچھ خوبیاں ہوں۔ لیکن مجھے اپنا نفس اور اپنا وجود اس خاک سے بھی کمتر نظر آ رہا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل فرماتا ہے اور فضل فرماتے ہوئے اس کو ساتویں آسمان تک اٹھا کر لے جاتا ہے اور عزت کے نہایت بلند مقام پر اسے فائز کر دیتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات مختلف انبیاء کو ان کے درجات کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا۔ کسی کو پہلے کسی کو دوسرا اور کسی کو تیسرا آسمان پر مدد ہبی دلائل کی رو سے روحانی آسمان بھی سات ہیں اور سب سے بلند تر ساتویں آسمان ہے پس السَّمَاءِ السَّابِعَةِ کے معنی یہ ہوئے کہ جس قدر بلندی اور رفتگت تک پہنچنا کسی انسان کے لئے مقدر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنی ہی روحانی رفتگی تواضع اور فروتنی کے طفیل اسے عطا کر دیتا ہے۔

پس جو شخص تواضع سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو نہایت ہی حقیر اور عاجز سمجھے گا اور سب قدر توں اور سب فیوض کا سرچشمہ اور منبع صرف اپنے خدا کو یقین کرے گا اور ایمان رکھے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد اس کو سہارا نہ دے تو وہ خاک پا کیا اس سے بھی کم تر ہے۔ تو یقیناً وہ خدا کے فضلوں کا وارث ہو گا اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کا وارث بننا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں

دیے گئے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے مقامِ عبودیت کو ہمیشہ پہچانتے رہیں اور عجز و فروتنی کے ساتھ اپنے کو لا شے محسن جانتے ہوئے اپنے خیالات اور خواہشات کو مٹا کر، محسن اللہ تعالیٰ کی رضاکی خاطر خدمت کرتے چلے جائیں اور اپنے کو اتنا تھیر جانیں کہ کسی اور چیز کو، ہم اتنا تھیر نہ سمجھتے ہوں۔ اگر ہم اپنے اس مقام کو پہچانے لگیں تو پھر ہمارا خدا جو بڑا ”دیالو“ ہے ہمیں اپنے فضل سے بہت کچھ دے گا۔ انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی۔

(روزنامہ الفضل ۱۸ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۳)



جماعتوں نے میری تحریک پر نہ صرف اپنے بجٹ کو پورا کیا
 بلکہ تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ کی زائد آمد ہوئی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ربیعی ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ اپنی طاقت، قوت اور استعداد کے مطابق تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرو۔
- ☆ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنو اور اطاعت کرو۔
- ☆ اپنی جانوں، مالوں اور عزتوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔
- ☆ سالانہ بجٹ بھی جماعت کی تدریجی ترقی کا ایک معیار ہے۔
- ☆ قادر و تو انداختے خاکسار نا بکار کو خلافت کی کرسی پر بٹھایا اور آپ کے دلوں میں میرے لئے محبت پیدا کی۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ سورہ تغابن میں فرماتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا أَسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيعُوْا وَانْفَقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ طَوْمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (التغابن: ۱)

یعنی جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور اپنے مال اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ وہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہو گا اور جو لوگ اپنے دل کے بخل سے بچائے جاتے ہیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

عربی زبان میں فلاح کا الفاظ بڑے وسیع معانی میں استعمال کیا جاتا ہے اور دین اور دنیا کی حسنات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دنیا کے متعلق فلاح ان باتوں پر بولا جاتا ہے کہ انسان کو صحت والی زندگی حاصل ہو مال میں فرانخی ہو اور عزت و وجہت اور اقتدار اور ثروت سب کچھ اسے میر ہو۔ آخرة کے متعلق فلاح کا الفاظ استعمال ہو تو اس کے معنی ہوں گے کہ انسان نے ابدی زندگی پائی جس کے بعد فنا نہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ایسی روحانی دولت دی گئی جس کے ساتھ کوئی تگنی نہیں اور خدا تعالیٰ نے اسے عزت کے ایسے مقام تک پہنچا دیا کہ اس کے ساتھ کسی ذلت کا تصور بھی ممکن نہیں اور اسے صفات الہیہ کا ایسا عرفان حاصل ہوا کہ جس کے ساتھ کوئی جہالت نہیں ہے۔

تو اس آیت میں فرمایا کہ آؤ اس فلاح کا ایک نسخہ تمہیں بتاؤں اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے دل کے بخل سے بچایا جاتا ہے۔ وہی دنیا اور آخرت دونوں میں مفلح (فلاح پانے والا) ہوتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دل کے بخل سے نجات کس طرح ہو۔ اس کے جواب کے لئے فرمایا۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا أَسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيعُوْا وَانْفَقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ

کہ جہاں تک ہو سکے اپنی طاقت، قوت اور استعداد کے مطابق تقویٰ کی را ہوں پر چلتے رہو اور تقویٰ یہ ہے کہ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا (بخاری کتاب الجناد و السیر باب السمع والطاعة للامام) کہ اللہ تعالیٰ کی آواز سنو اور لبیک کہتے ہوئے اس کی اطاعت کرو۔ اگر تم تقویٰ کی را ہوں پر چل کر سَمْعًا وَ طَاعَةً کا نمونہ پیش کرو گے۔ تو تمہیں اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی توفیق دے گا کہ تم اپنی جانوں، مالوں اور عزت توں سب کو اس کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اس طرح تمہیں دل کے بخل سے محفوظ کر لیا جائے گا۔ بھی کامیابی کا راز ہے۔

اس نسخہ کو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ نے خوب سمجھا اور پھر اس پر خوب عمل کیا دیکھو دنیا میں بھی انہیں ایسی کامیابی نصیب ہوئی کہ کسی اور قوم کو ویسی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور اسی زندگی میں ان کو آئندہ کے متعلق ایسی بشارتیں ملیں کہ کسی اور قوم کو ان کا احقدار قرار نہیں دیا گیا یا پھر اس نسخہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے سمجھا اور اس کے مطابق عمل کر کے حقیقی کامیابی اور فلاح کے حصول کے لئے جد و جهد کی اور کر رہی ہے اور آئندہ بھی اسی راہ پر گامزن رہے گی۔ انشاء اللہ

آج جس وجہ سے میں نے آیت مذکورہ پڑھی ہے اور اپنے بھائیوں کو اس کے مضمون کی طرف متوجہ کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ پچھلے ماہ کی ۸ تاریخ کو میں نے ایک خطبہ دیا تھا اور جماعت کو تحریک کی تھی کہ چونکہ ہمارا مالی سال ختم ہو رہا ہے صرف تین ہفتے باقی ہیں۔ اس لئے اپنے بجٹ کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ راپریل کو ہمارے بجٹ کی پوزیشن یہ تھی کہ بجٹ ۲۸۰،۲۳،۲۵ روپے کا تھا اور اس کے مقابل آمد مبلغ ۷۷،۷۱،۵۷ روپے تھی یعنی بجٹ کے مقابل قریباً ساڑھے تین لاکھ روپیہ آمد کم تھی اس کی وجہ سے مجھے بڑی گھبراہٹ اور فکر لاحق تھی۔ ہمارا حقیقی دشمن شیطان ہے اور وہ بڑا چوکس ہے اور اس کی شرارت اور دجل بھی کمال کا ہے۔ اس لئے میں ڈرتا تھا کہ اگر ہمارے سال روایا کا بجٹ پورا نہ ہو تو فوراً بعض دلوں میں شیطان یہ وسوسہ ڈالے گا اور انہیں یہ کہہ کر خوش کرنے کی کوشش کرے گا کہ دیکھو جماعت کا قدم ترقی کی بجائے تنزل کی طرف جانا شروع ہو گیا ہے اور پھر ہمارے مخالف اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ جماعت ان رفتوں کو حاصل نہ کر سکے گی کہ جن کے حصول کا اسے دعویٰ ہے اور جن کے حصول کی خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے بشارت بھی مل چکی ہے۔

شیطان اس بات کو لوگوں سے چھپائے گا کہ تمہری جنگ میں ہماری بہت سی جماعتیں جو ضلع سیاکلوٹ

اور لا ہو رونگیرہ میں تھیں بُری طرح متاثر ہوئی ہیں اور اپنا سارا مال و متاع چھوڑ کر انہیں اپنے علاقہ سے ہجرت کرنی پڑی اور اس وجہ سے وہ اپنے چندے پوری طرح ادا نہ کر سکیں۔

وہ اس امر کو بھی دنیا سے چھپائے گا کہ جنگ کی وجہ سے جماعت کے بہت سے تاجر و ملکی مُراثر پڑا اور ان کی تجارت کی حالت وہ نہ رہی جو جنگ سے پہلے تھی اور چونکہ ان کی آمد نی کم ہو گئی اس لئے لازماً اسی نسبت سے جماعت کے چندے بھی کم ہو گئے۔

پس مجھے خیال ہوا کہ ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے شیطان بعض لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھو جماعت تنزل کی طرف جھک گئی ہے اور اب یہ وہ ترقیات حاصل نہ کر سکے گی جن کے متعلق اسے دعویٰ ہے کہ انہیں خدا تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کر رکھا ہے اور اس کا یہ دعویٰ پورا نہ ہو گا کہ یہ جماعت تمام اطراف عالم میں محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا گاڑنے میں کامیاب ہو گی۔

اس گھبراہٹ کے نتیجہ میں ایک طرف تو میں نے اپنے رب سے دعا کی اور دوسری طرف اپنے بھائیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعاوں کو بھی سنا اور اس سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر مقدس ہستیوں کی دعاوں کو سنا جو وہ دن رات جماعت کی ترقی کے لئے کرتے رہے اور اس نے ہم پر بڑا ہی فضل کیا۔ کیونکہ ۵ ربیعی ۲۶ء کی روپرٹ کے مطابق ہماری آمد نی تین ہفتوں میں ۷۸، ۷۷، ۵۷، ۲۱ روپے سے بڑھ کر ۷۷، ۹۱، ۲۵ روپے تک پہنچ گئی ہے گویا ان تین ہفتوں میں مبلغ ۲۶۰، ۳۳، ۳ روپیہ موصول ہوا اور ابھی یہ سال کی پوری آمد نہیں کیونکہ بہت سی رقمیں منی آرڈر کر دی گئی ہیں لیکن وصول ہو کر خزانہ میں داخل نہیں ہوئیں اور بہت سی رقم ہیں (مثلاً کراچی کی) جو بنک میں جمع کرادی گئی ہیں لیکن ان کی ہمیں اطلاع ابھی نہیں آئی اس لئے وہ رقم آمد میں جمع نہیں کی جاسکی۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مزید ساٹھ ستر ہزار روپیہ جو پچھلے سال کی آمد میں محسوب ہے تین چار دن تک یہاں پہنچ جائے گا اس طرح گویا ان تین ہفتوں میں کم و بیش پانچ لاکھ روپے کی آمد ہوئی۔

جب ہم اس آمد کا ۲۶-۲۵ء کے بجٹ سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس کی پوزیشن یہ ہوتی ہے ۲۶-۵ تک جو اصلی آمد ہوئی وہ ۷۷، ۹۱، ۲۵ روپیہ ہے۔ حالانکہ بجٹ ۲۵، ۲۳، ۲۸۰ روپیہ ہے۔

پس مبلغ ۷۷، ۹۱ (ستا ساٹھ ہزار) روپیہ بجٹ سے زیادہ آمد ہوئی اور امید ہے کہ ۲۰ یا ۲۰۰ ہزار

روپیہ کی رقم جو اسی سال میں محسوب ہے جلدی وصول ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس طرح ۶۵-۶۶ء کے بحث کی نسبت قریباً ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ کی آمدنی زائد ہو گی۔

جب ہم ۶۵-۶۶ء کی آمد کا ۶۵-۶۷ء کی آمد سے مقابلہ کرتے ہیں تو پوزیشن یعنی ہے۔

۶۶ء کی آمد ۶۷ء کی آمد ۲۵,۹۱,۳۷۷ روپیہ اور ۶۵-۶۷ء کی آمد ۳۲,۶,۳۳۳ روپیہ ہوئی۔ اس طرح ۶۵-۶۷ء کی آمد کی نسبت اس سال اس وقت تک کی آمد مبلغ ۱,۲۷۲,۲۷,۱ روپیہ زیادہ ہوئی ہے اور اگر متوقع آمد ۶۰,۰۰۰ کو اس میں شامل کر لیا جائے تو ۶۵-۶۷ء کی آمد قریباً ایک لاکھ نوے ہزار روپیہ زیادہ ہوتی ہے۔

اگر ہم ۶۵-۶۷ء کی آمد کا ۶۵-۶۷ء کے بحث سے مقابلہ کریں تو یہ زیادتی قریباً اڑھائی لاکھ روپیہ (۲۳۶۱۲) یعنی ہے۔

جب یہ اعداد و شمار میرے سامنے آئے تو میرا دل خدا کی حمد سے بھر گیا اور میرے تمام احساسات اور جذبات کو اس نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے کسی کے پاس وہ الفاظ ہوں گے جن سے ہم کما حقہ اپنے رب کا شکر یہ ادا کر سکیں۔

میں نے یہ بھی سوچا کہ مجھے آپ کے مقابلہ میں کوئی بزرگی یا برتری حاصل نہیں لیکن جس رب عظیم نے اس خاکسار نا بکار کو خلافت کی کرسی پر بٹھایا ہے اسی قادر و توانا نے آپ کے دلوں میں میرے لئے محبت پیدا کی میری زبان آپ کے دلوں پر اثر کرتی ہے اور آپ میری آواز کو سن کر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے مجنونانہ طور پر اپنے دینی کاموں میں لگ جاتے ہیں جیسا کہ باہر سے آنے والی بہت سی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب آپ کا خطبہ یہاں پہنچا تو تمام عہدیدار مجنونانہ طور پر اپنے کام میں لگ گئے اور کوشش کی کہ بحث کے پورا ہونے میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

اسی طرح بعض افراد نے جن کے ذمہ بڑی بڑی رقم واجب الادا تھیں تلگی برداشت کر کے وہ رقم ادا کر دیں اس طرح انہوں نے جماعت سے تعاون کیا اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خصوصاً ان عہدیداروں کو جنہوں نے اس عرصہ میں بہت محنت اور بڑی تگ ودو سے کام لیا اور جماعت میں احساس ذمہ داری کو بیدار کیا ہے۔ جزاء خیر دے اور اپنی رضا سے نوازے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے سورہ تغابن کی آیات میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے حقیقی اور

کامل فلاح انہیں حاصل ہو اور اس دنیا کی حسنات سے بھی انہیں نوازے اور آخرت کی حسنات بھی زیادہ سے زیادہ ان کے حصہ میں آئیں۔

میں نے پہلے بھی دعا کی ہے اور آئندہ بھی کروں گا آپ بھی ایسے سب دوستوں کے لئے دعا کریں جنہوں نے جماعت کے بوجھ کو اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہتر سے بہتر جزا خیر دے اور جیسا کہ اس نے جماعت کو ان نامساعد حالات میں بھی یہ توفیق دی ہے کہ مالی قربانی کے میدان میں اس کا قدم پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھا ہے۔ آئندہ بھی محض اس کے فضل اور احسان سے دنیا کے ہر ملک اور عمل کے ہر میدان میں ہر چڑھنے والے دن اس کا قدم پہلے کی نسبت آگے ہی بڑھنے والا ہو۔ آمین۔

سب توفیق اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ وَعَلَيْهِ تَوَكّلْنَا

(روزنامہ الفضل ۲۵ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۳)



شرک کی تمام را ہوں سے بچنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ کسی

قسم کا تکبر بھی ہمارے دلوں میں پیدا نہ ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ اریٰنگی ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ پاک اعتقاد سے اعمال صالح جنم لیتے ہیں اور ہر عمل صالح نیستی کے اقرار کو چاہتا ہے۔
- ☆ بندہ کی عاجزی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ اس کی بلندی کے سامان پیدا کرتا ہے۔
- ☆ شرک کی تمام را ہیں تکبر کے چورا ہے سے پھٹتی ہیں۔
- ☆ متکبر انسان اللہ تعالیٰ کے نشانات سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔
- ☆ متکبر انسان ناکام اور نامراد رہتا ہے وہ کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قرآن کریم نے کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے دی ہے اور شجرہ طیبہ وہ ہوتا ہے جس کے اندر ایسی استعدادیں ہوں کہ وہ اچھی طرح نشوونما پاسکے اور اپنے پھل دے سکے اور پھر اسے لگایا بھی اچھی زمین میں گیا ہوا اور اس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ اس زمین میں قائم ہوں اور ہر ممکن غذاؤہ زمین سے لے رہا ہو۔ اسی طرح کلمہ طیبہ کی جڑیں بھی فروتنی عاجزی، انكسار اور تو واضح کی زمین میں مضبوطی سے قائم ہوتی ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ پاک کلام سے پاک اعتقد پیدا ہوتا ہے اور پاک اعتقد سے اعمال صالح جنم لیتے ہیں اور ہر عمل صالح نیستی کے اقرار کو چاہتا ہے اور عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ اس کا رفع الی السماء ہوتا ہے اور اپنے بندہ کی عاجزی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ اس کی بلندی کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اگر عاجزی اور انكسار کی بجائے اباء اور انتکبار ہو تو بظاہر اپنے اور نیک اعمال بھی بندہ کے منہ پر مارے جاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول نہیں ہوتے اور ایسے درخت کو اللہ تعالیٰ کے فضل اس کی رحمت اور اس کی برکت کے پھل نہیں لگتے اور نہ ہی اس کی شاخیں صفات باری کی بلندیوں اور رفتگوں سے کچھ غذا حاصل کر کے بندہ کے لئے اس زندگی میں رضاۓ الہی کی جنت کے حصول کا ذریعہ بنتی ہیں بلکہ بد اعتقدات بد عملیوں کو جنم دیتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا شجرہ خبیثہ ہوتا ہے۔ جس کی جڑیں فروتنی کی زمین میں قائم ہونے کی بجائے غرور، خود پسندی، اباء اور انتکبار کے ”فوق الارض“ میں لٹکی ہوئی اور معلق ہوتی ہیں اور غرض بآلہ اور قہر خداوندی کے زلازل اسے متزاول رکھتے ہیں اور اسے کوئی قرار نہیں ہوتا۔ مَا لَهَا مِنْ فَوَارٍ۔

(ابراہیم : ۲۷) اور بداعتقاد اور بداعمال انسانوں کے لئے قرب الہی کی راہیں اور آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ابدی جنتوں کے وہ مستحق نہیں ٹھہرتے اسی لئے اسلام نے فروتنی، تواضع اور عبودیت پر بہت زور دیا ہے اور غرور، خود پسندی اور تکبر سے بڑی سختی سے روکا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے اپنے ایک پہلے خطبہ میں بھی احباب کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ غرور اور استکبار کے نتیجہ میں جو گمراہیاں، ضلالتیں، اندر ہیرے اور ظلم پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا قرآن کریم میں تفصیل سے ذکر آتا ہے۔ میں اس وقت ان میں بعض کی طرف احباب جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی تمام راہیں تکبر کے چورا ہے سے پھٹتی ہیں اور اس شجرہ خبیثہ کی جڑیں استکبار کے فوق الارض میں معلق ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۖ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَنَارٍ كُوْآ إِلَهٵنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٌ ۝ (الصُّفَّةُ: ۳۶)

یعنی جب کبھی ان سے یہ کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں صرف وہی پرستش کے لائق ہے انسان کو صرف اسی کے سامنے عاجزی اور انکسار کے ساتھ جھکنا چاہئے۔ وہی تمام فیوض کا منبع ہے صرف اسی سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے وہی تمام زندگی اور حیات اور زندگی کے تمام لوازمات کا سرچشمہ ہے کسی قسم کی کوئی زندگی اور حیات اس کے سوا کسی اور جگہ سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ سنت کی عظمت پائی جاتی ہے، ہم بڑے لوگ ہیں، ہم صاحب جبروت قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ ہم میں بڑی عظمت پائی جاتی ہے، چونکہ وہ ہمارے بناۓ ہوئے ہوئے ہم اس کی توحید کیونکہ جو اللہ ہم نے بناۓ ہیں وہ ہمارے ہیں اور ہمارے بناۓ ہوئے ہوئے ہم اس کے مقابلہ میں جس اللہ کو پیش کیا جاتا ہے چونکہ وہ ہمارا میں شامل نہیں وہ ہمارا بنا یا ہوا رب نہیں ہے اس لئے ہم اس کی توحید کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں پھر ہم اسے قبول کریں بھی تو ایک شاعر اور مجنون کے کہنے پر جو جھوٹی بات کو خوبصورت پیرایہ اور حسن رنگ میں پیش کر رہا ہے اور اسے کوئی محروم کیا ہے کوئی جن چمنا ہوا ہے یہ بڑا حقیر انسان ہے جو با تیں کر رہا ہے گو وہ بظاہر دلوں کو مودہ یہنے والی ہیں لیکن ایسے حقیر انسان کے منہ سے

ایسی باتیں نہیں نکل سکتیں اس لئے معلوم ہوا کہ کوئی جن اس کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور اسے اس قسم کی شاعرانہ باتیں سکھا رہا ہے۔

پس یہاں اللہ تعالیٰ نے شرک کی حقیقی اور اصلی وجہ کی نشاندہی کی ہے اور فرمایا کہ وہ تو حید کو اس لئے ٹھکراتے ہیں کہ وہ **لَتَارِكُوا إِلَهَتَنَا** (الصُّفْت: ۳۷) کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنے علم پر ہم اس لئے بھروسہ رکھتے ہیں کہ یہ علم ہمارا ہے ہم دنیوی جاہ و جلال پر اس لئے اتنا بھروسہ رکھتے ہیں (جتنا کہ ہمیں خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے) کہ یہ جاہ و جلال اور یہ عظمتیں ہماری ہیں اور ہماری طرف منسوب ہونے والی ہیں یہ مادی اسباب اور مال و دولت جس کے بل بوتے پر ہم دنیا میں اپنی خدائی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کسی غیر کے نہیں بلکہ ہمارے ہیں۔ ہم **إِلَهَتَنَا** یعنی اپنے خداوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش کرنے کے لئے تیار نہیں۔

پس یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ اباء اور استکبار کے نتیجہ میں شرک جلی بھی پیدا ہوتا ہے اور شرک خفی بھی پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگ تو کھلم کھلا خدائے واحد کو خدائے واحد قرار نہیں دیتے اور نہ اسے تسلیم کرتے ہیں بلکہ وہ اس کے ساتھ سورج یا چاند یا بعض درختوں (ہندو لوگ بڑے درخت کی پوچا کرتے ہیں) یا بعض جانداروں (جیسے سانپ) کی پرستش کرتے ہیں یا اپنی دنیوی عزت، وقار اور جاہ و جلال یا اس علم کو جوانہوں نے اپنی قوتوں کے نتیجہ میں حاصل کیا ہوتا ہے سب کچھ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی عطا کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے لیکن وہ اس چیز کو سمجھتے نہیں۔ وہ اپنے علم کی وجہ سے خدائے واحد و یگانہ سے منہ پھیرتے ہیں جیسے مثلاً کمیونسٹ ہیں، کمیونسٹ ممالک نے علوم اور ایجادات میں بہت ترقی کی ہے اور بجائے اس کے کہ وہ خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے، انہوں نے اپنے ہی خلق و مالک کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے وہ اس کرہ ارض سے خدا تعالیٰ کے نام کو مٹا دیں گے۔ وہ اس کی طاقت تو نہیں رکھتے لیکن تبرکی وجہ سے اس دعویٰ کا اعلان ضرور کرتے ہیں یا مثلاً عیسائی اقوام کو الہی منشاء کے مطابق اور اسی کے علم سے دنیا میں ایک برتری حاصل ہوئی اور علم کے میدان میں بھی اور دنیا کی ایجادات کے میدان میں بھی انہوں نے بہت ترقی کی۔ اس ترقی کے بعد بجائے اس

کے کہ وہ خدائے واحد و یکا نہ کی طرف بھکتے اور حمد کرتے ہوئے اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے۔ انہوں نے اس کے مقابلہ پر اپنا تمام زور، اپنی تمام طاقت اور اپنے تمام اموال، یسوع مسیح کی خدائی کو ثابت کرنے میں لگا دیئے۔

غرض اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تکہر اس قسم کا گھنا و نا گناہ ہے ایسی بدی ہے کہ شرک کے راستے اس کے چورا ہے سے پھٹتے ہیں اور انسان نے جب بھی اللہ تعالیٰ کے مقابلے کسی اور کوششیک قرار دیا تو تکبر ہی اس کی وجہ بنتی تھی اور انہوں نے ان چیزوں کو جوان کی طرف منسوب ہوتی تھیں۔ اس پاک وجود کے مقابلہ میں جو ہر مخلوق کی طرف منسوب ہو جاتا ہے اور ہر مخلوق اس کی طرف منسوب ہونے والی ہے زیادہ عظمت دے دی۔ پس تکبر ایسا گناہ کبیرہ اور ایسی بدی ہے جس کے مقابلہ میں کسی اور گناہ اور بدی کو بڑا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور شرک کی بدی تکبر سے ہی پھٹتی ہے۔ دوسری چیز جو تکبر کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے وہ الہی اور آسمانی تعلیم سے محرومی ہے اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے:-

اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّبْلَأَ تَهُوَى اَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرُتُمْ (البقرة: ۸۸)

یعنی جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول اس تعلیم کو لے کر آیا جسے تمہارے نفس پسند نہیں کرتے تھے تو تم نے تکبر کا مظاہرہ کیا یعنی اپنی بدعادات، گندی روایات، بدرسم اور جھوٹے اعتقادات کو اپنے تکبر کی وجہ سے آسمانی تعلیم سے بہتر سمجھا اور آسمانی تعلیم کو اپنے تکبر کی وجہ سے تم نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ جن لوگوں میں تکبر پایا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو صاحب عظمت، صاحب رفت اور صاحب طاقت و دولت سمجھتے ہیں اور دوسروں کو اپنے جیسا نہیں سمجھتے، پھر اس تکبر کے نتیجہ میں ہر وہ رسم ہر وہ عادت ہر وہ خیال اور ہر وہ اعتقد جو وہ بچپن سے سنتے آئے ہیں قبول کر لیتے ہیں اور جب ان گندی چیزوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ان پر حرم فرماتے ہوئے اور صحیح عقائد ان کے سامنے رکھنے کے لئے اپنے رسول کو بھجواتا ہے اور وہ اس کی لائی ہوئی آسمانی ہدایت کو سنتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ خدائی کے شکر گزر ہوں اور کہیں کہ ہمارے رب نے ہم پر حرم کیا اور ہمارے لئے ہمارے کسی عمل کے بغیر اور ہمارے کسی استحقاق کے بغیر آسمان سے ہدایت کو نازل کیا تاکہ ہم اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کر سکیں

اور خدا تعالیٰ کے قرب کو پاسکیں انہوں نے وَاتَّبَعَ هَوَّةً (الاعراف: ۷۷) کے ماتحت اپنی ہی پسند، اپنی ہی خواہش اور اپنی ہی عادتوں کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اس کی تعلیم اور آسمانی نور کے مقابلہ میں افضل، اعلیٰ اور ارفع سمجھا اور اس طرح وہ الہی ہدایت اور آسمانی نور کے قبول کرنے سے محروم ہو گئے۔ سو یہ بھی ایک نہایت ہی بھیاںک، بُرُّا اور مہلک نتیجہ ہے جو تکبر کی وجہ سے نکلتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ آیت اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہے کہ ایک تو وہ لوگ ہیں جو کافر ہوئے جو منکر ہوئے اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے رسول کو نہیں مانا یہ لوگ تو خدا تعالیٰ کی ہدایت اور نور سے محروم تھے ہی لیکن جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو مانے والے ہیں وہ بھی بعض دفعہ اپنے تکبر کی وجہ سے الہی ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا نفس مثلاً پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص ان کے پاس آئے اور ان کو یہ بتائے کہ تمہارے اندر فلاں کمزوری پائی جاتی ہے تم اسے دور کرو۔ وہ کہتے ہیں ہماری بے عزتی ہو گئی یا مثلاً کوئی شخص کسی بڑے مالدار کو یہ کہے کہ دیکھو تم غریبوں پر رحم کیا کرو تو وہ سمجھتا ہے کہ اس شخص نے میری بے عزتی کی ہے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو اسلامی حکم سے بالا سمجھنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو ان فیوض سے محروم کر لیتا ہے جن فیوض کو وہ اسلامی تعلیم کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے۔

تمیری چیز جس کا ذکر قرآن کریم نے اس ضمن میں کیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے جو نشانات اور آیات اتارتا ہے ایک متنکبر انسان ان کو قبول کرنے کی بجائے، ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اور ان کے نتیجے میں اپنے رب کا عرفان حاصل کرنے کی بجائے، ان کی تکذیب شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِينَ كَلَّبُوا بِأَيْثَنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَئِكَ أَصْحَبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ۵

(اعراف: ۳۷)

یعنی وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے ان سے اعراض کرتے ہیں وہ دوزخی ہیں۔ وہ دوزخ میں ایک لمبے عرصے تک پڑے رہیں گے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی توجہ اس طرف پھیری ہے کہ ہم اپنی رحمت بے پایاں کے نتیجہ میں

تمہاری اصلاح کی خاطر اور تمہارے لئے اپنے قرب اور رضا کی راہیں کھولنے کے لئے آسمانی آیات، نشانات اور مجزات اُنہارے ہیں اور اتارتے رہیں گے۔ لیکن تم بھی عجیب ہو کہ جب ہم تم پر اپنے قرب کی راہ کھولنا چاہتے ہیں اور آسمان سے نشانات کو اُنہارے ہیں تو تم اپنے غور، خود پسندی، اباء اور تکبر کی وجہ سے ان کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان را ہوں کو اپنے پر مسدود کر لیتے ہو۔ غرض یہاں اللہ تعالیٰ نے استکبار کا ایک نہایت ہی بدنتیجہ یہ بتایا ہے کہ متکبر انسان اللہ تعالیٰ کے نشانات سے وہ فائدہ نہیں اٹھاتا یا وہ فائدہ نہیں اٹھاستا جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسمان سے ان نشانات کو نازل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ تکبر کی وجہ سے میری آیات کو جھلاتے ہیں وہ میرے غصب کی آگ میں پڑنے والے ہیں اور انہیں ایسا دردناک عذاب پہنچ گا کہ وہ سمجھیں گے کہ یہ عذاب تو ختم ہونے والا نہیں ابد الآباد تک کا ہے۔ پھر اسی سورۃ (سورۃ اعراف) میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَاصِرِفْ عَنِ الْيَتَّى الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۖ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ أُيُّوبَ مُنُوَّبَهَا ۗ وَإِنْ يَرَوْا سَيِّلَ الرُّشْدِ لَا يَتَخَذُوا هَسِيْلَ سَبِيلًا ۗ وَإِنْ يَرَوْا سَيِّلَ الْغَيِّ يَتَخَذُوا هَسِيْلًا ۗ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَلَّدُوا بِأَيْشَا وَكَانُوا عَنْهَا غَفِلِينَ۔ (الاعراف: ۱۷۷)

”یعنی میں جلد ہی ان لوگوں کو جنہوں نے بغیر کسی حق کے دنیا میں تکبر کیا ہے اپنے نشانوں کی شناخت سے محروم کر کے اور اپنے نشانوں سے جو فائدہ انہیں پہنچ سکتا ہے اس فائدہ سے محروم کر کے انہیں اپنے سے دور کر دوں گا اور اگر وہ ہر ممکن نشان بھی دیکھ لیں تو وہ ان آیات پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر وہ سیدھا راستہ دیکھ بھی لیں تو اسے کبھی اپنا کیسے گئے نہیں اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اسے وہ اپنا لیں گے یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کی (بوجہ تکبر کے) تکذیب کی اور وہ ان سے غفلت بر ت رہے ہیں“۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ تکبر کے نتیجہ میں جو لوگ میری آیات کو جھلاتے ہیں، میں دین میں بھی اور دنیا میں بھی کامیابی کی راہیں ان پر مسدود کر دیتا ہوں۔ تکبر ہمیشہ بغیر حق کے ہوتا ہے سوائے بعض شاذ اور استثنائی مظاہروں کے جو لوگ تکبر نہیں ہوتے لیکن تکبر سے ملتے جلتے ہیں۔ جیسا کہ جب

مسلمان پہلی بار حج کے لئے مکہ گئے تو اس وقت باوجود جسمانی کمزوری کے وہ طواف کے دوران بڑے اکثر اکڑ کر چلتے تھتے تھے تا مکہ والے یہ سمجھیں کہ مسلمان مدینہ جا کر کمزور ہو گئے ہیں۔ ان کی صحیتیں خراب ہو گئی ہیں اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل سے جو صحت اور جسمانی مضبوطی کی صورت میں ان پر تھا محروم ہو گئے ہیں اگر صحابہؓ کے اس مظاہرہ کو تکبر کا نام دیا جائے تو اسے بغیر حق نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان کا ایسا کرنا محض خدا تعالیٰ کے لئے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تکبر جو عام طور پر اپنے نفس کی بڑائی کے لئے ہوتا ہے میری کبریائی کے اظہار کے لئے نہیں ہوتا وہ حق کے بغیر ہی ہوتا ہے اور جو لوگ تکبر کی وجہ سے، اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے، اپنے آپ کو کچھ جانے کی وجہ سے، اپنے آپ کو بڑی عظمت والا، بڑے جبروت والا، بڑی طاقت والا، بڑے مال والا، بڑی وجاهت والا اور بڑے علم والا سمجھنے کی وجہ سے میری آیات کو جھٹلا دیتے ہیں اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے خَتَّمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةً (البقرہ: ۸) ان کے اندر ان بد عملیوں کی وجہ سے ایک ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے گی کہ وہ حق کے قبول کرنے سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیئے جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جب بھی رشد و ہدایت اور کامیابی کا کوئی راستہ ان کے سامنے آئے گا وہ اس راستہ پر نہیں چلیں گے یعنی میری آیات کے جھٹلانے کی وجہ سے جو تکبر کے نتیجہ میں ہو گا اللہ تعالیٰ دین میں بھی اور دنیا میں بھی کامیابی کی راہیں ان پر مسدود کر دے گا۔ متنکبر انسان کچھ عرصہ کے لئے تو شاید اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھے اور بڑا کامیاب سمجھے لیکن آخر کار اسی دنیا میں انہیں اللہ تعالیٰ ناکام اور نامراد کرتا ہے وہ کامیابی کا منہ کبھی نہیں دیکھتے اور عاقبت ہمیشہ متفق لوگوں کے لئے ہی ہوتی ہے۔

آخری کامیابی صرف مونوں کو ہی نصیب ہوتی ہے آخری فتح صرف ان لوگوں کو ہی ملتی ہے جو نہایت عاجزی اور انگسار کے ساتھ اپنے رب کی چوکھٹ پر پڑے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان متنکبر ان کو کامیابی کی راہیں کبھی نہیں ملیں گی اور وہ راستے جوان کیلئے مصیبت بن جائیں گے ان کو وہ خوشی سے قبول کر لیں گے اور نہیں جانیں گے کہ ان کا انجام کیا ہے اور جب وہ اس راستہ پر چل کر اپنے زعم میں خوشی منزل پر پہنچیں گے تو اس منزل کو ناجہنم پائیں گے اور یہ اس لئے ہو گا کہ انہوں نے تکبر کیا

ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے غفلت بر تی۔ یہ ایک نہایت ہی بھی انک سزا ہے جو ان لوگوں کیلئے تجویز کی گئی ہے جو تکبر سے کام لیتے ہیں اور جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے نشانات سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ الہی سلسلہ میں نشانات اور آیات کا ایک دریا بہہ رہا ہوتا ہے اور جماعت مومنین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ ان آیات اور نشانات کو دیکھے، ان کو سمجھے اور جس غرض کے لئے وہ نشانات ظاہر کئے گئے ہیں اس کو وہ پورا کرے۔ اسی طرح جو فائدہ ممکن طور پر وہ اس سے اٹھاسکتی ہو اس سے اٹھائے اور یہ صرف کافروں کے لئے ہی نہیں، مومنوں کے لئے بھی فرض ہے کہ وہ تکبر کی باریک سے باریک راہوں سے اجتناب کرتے ہوئے آسمانی نشانات اور آیات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فیضان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلام میں جاری ہوا وہ فیضان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اب پھر سے ہم جیسے کمزور اور ناقوان اور عاجز بندوں کو ملنا شروع ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ لاکھوں نشانات جماعت احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد بھی دکھلا چکا ہے۔ اور جب بھی کرائیسز (Crisis) یعنی خطرناک حالات پیدا ہو جاتے ہیں آسمان سے نشانات بارش کی طرح نازل ہونے لگتے ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں ہم نے آسمان سے بارش کی طرح نشانات کا نزول دیکھا۔ پھر جب فرقان بیانیں مجاز پر گئی تو اس وقت اس بیانیں کے پانچ چھ سو نوجوانوں نے بارش کی طرح آسمان سے اللہ تعالیٰ کے نشانات اور آیات کو نازل ہوتے دیکھا۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے بزرگ افراد کو انفرادی طور پر اپنے نشانات سے نوازتا ہے وہاں وہ جماعت کو بحیثیت جماعت بھی اپنے نشانات، آیات اور مجرّمات سے نوازتا رہتا ہے اور جماعت کے افراد کا فرض ہے کہ وہ جب خدا تعالیٰ کے اس احسان کو دیکھیں تو ان کے دل میں رائی کے کروڑوں حصے کے برابر بھی تکبر پیدا نہ ہو۔ وہ نہایت عاجزی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ان احسانوں کا شکر یہ ادا کرنے والے ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی شکرگزاری کے نتیجہ میں جماعت کو پہلے سے زیادہ نشانات اور آیات دکھاتا چلا جائے۔ اس وقت میں ان تین باتوں کی طرف جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہیں احباب کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

اول یہ کہ اگر شرک کی باریک را ہوں سے بچنا ہو تو کسی قسم کا بھی تکبر ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہونا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بھی ہوئی تعلیم اور ہدایت کا ہم نے حق ادا کرنا ہو تو پھر بھی ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہمارے دل اور نفس میں کسی قسم کا تکبر پیدا نہ ہو۔

تیسرا اگر ان آیات سے جو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسمان سے نازل فرمائے ہو۔ ہم نے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہو اور استفادہ کرنا ہو تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم تکبر سے اس طرح ڈرنے والے اور بچنے والے ہوں جس طرح کہ ہم دیکھی ہوئی آگ میں جان بوجھ کر اپنا ہاتھ ڈالنے سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ کمیم جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۷)



اتنی دعا میں کریں کہ بسِ محسم دعا بن جائیں اور ساتھ ہی

غلبہ اسلام کی خاطر اپنی قربانیوں کو نقطہ عروج تک پہنچا دیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ ربیعی ۱۹۶۶ء، مقام مسجد پیدر آباد)



حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ حضور نے نماز سے قبل ایک نہایت ہی ایمان افروزاً اور روح پرور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک صدی قبل کی ایک نہایت مهم تتم بالشان پیشگوئی کے پورا ہونے کے سلسلہ میں اس کے پہلے ایمان افروز ظہور پر مسحور کرن انداز میں روشنی ڈالی۔ حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“ کا ذکر کرنے اور اس کے بعض نہایت لطیف پہلوؤں کو واضح کرنے کے بعد بتایا کہ گیمبا کے قائم مقام گورنر جنرل نے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مخلص احمدی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں کا ایک ٹکڑا بطور تبرک مانگا ہے۔ حضور نے فرمایا اس پیشگوئی کی یہ پہلی جھلک ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ایمانوں کو تازہ کیا ہے ورنہ خدائی وعدہ کے بھوجب یہ پیشگوئی آئندہ بڑی عظمت و شان کے ساتھ پوری ہوتی چلی جائے گی۔ یہ پہلی جھلک جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں محض اپنے فضل سے دکھائی ہے اس امر کی آئینہ دار ہے کہ خدائی وعدوں کے پورا ہونے کا زمانہ اب قریب آگیا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم جذبات تشكیر سے لبریز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اور اس کے حضور اتنی دعا میں کریں کہ بس محسم دعا بن جائیں اور ساتھ ہی غلبہ اسلام کی خاطر اپنی قربانیوں کو نقطہ عروج تک پہنچا دیں تاکہ اللہ تعالیٰ رجوع رحمت ہو کر ہمیں ہماری زندگیوں میں ہی یہ دن دکھاوے کہ اسلام ساری دنیا میں غالب آگیا ہے۔

(الفضل ۲۰ ربیعی ۱۹۶۶ء صفحہ ۲)

کام و ہی اچھا ہوتا ہے جس کا انجام اچھا ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ ربیع المی ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ فروتنی اور عاجزی سے کامیابی متی ہے۔
- ☆ اس قسم کے کام کرنے چاہئیں کہ جن کا آخری انجام اچھا اور مفید ہو۔
- ☆ مومنوں کو فوز عظیم عطا کی جاتی ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ ہمارا انجام بخیر کرے اور اپنی رضا کی ٹھنڈی چھاؤں عطا کرے۔
- ☆ جب اس دنیا کو چھوڑ کر اُس کے حضور حاضر ہوں تو اس کے منہ سے پیارے کلمات ہمارے کان بھی سنیں۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کام وہی اچھا ہوتا ہے جس کا انجام اچھا ہو طب اور ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے والا ایک طالب علم اگر اپنی تعلیم کے زمانہ میں پہلے تین سال اول آتا رہے اور آخری سال فیل ہو جائے تو پہلے تین سالوں میں اول آنے کا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایک شخص جو اپنے بیار رشتہ دار کو ملنے اپنے گاؤں سے بیس میل دور جانا چاہتا ہے اگر ۱۸ میل کے بعد اسے کوئی ایسی مجبوری یا معمذوری پیش آجائے کہ وہ آگے نہ جاسکے تو اس کا سارا سفر ہی بے معنی اور بے نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الصافات میں انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر فرماتا ہے۔ ایک وہ جو اپنی بد اعمالیوں اور اپنے تکبیر اور اباء اور خدا تعالیٰ کے انبیاء کے خلاف جدو جمد کرنے کے نتیجہ میں جہنم میں ڈالے گئے اور دوسرا وہ گروہ جنہوں نے فروتنی اور عاجزی سے اپنی زندگی کو گزارا اور خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر اعمال صالح بجالائے۔ وہاں ایک لمبا مضمون بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس گروہ کے متعلق جو جنت میں ہے۔ فرماتا ہے۔

إِنَّ هَذَا إِلَهُ الْفُؤُزُ الْعَظِيمُ (الصَّفَّة: ۲۱) کہ یہ مومنوں کی حالت بے شک بڑی کامیابی ہے اور ساتھ ہی فرمایا لِمِثْلِ هَذَا فَلِيَعْمَلِ الْعَمِلُونَ (الصَّفَّة: ۲۲) کہ کام کرنے والوں کو اس قسم کے کام کرنے چاہئیں کہ جن کا آخری انجام ان کے لئے اچھا اور مفید نکلے۔

یہ زندگی مختلف کاموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بعض کام وقتی اور عارضی نتیجہ پیدا کرنے والے ہوتے ہیں ان میں بھی وہی کام اچھا ہے جس کا انجام اچھا ہو۔

بعض اعمال کا نتیجہ ابدی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ ان اعمال کا نتیجہ اس دنیا میں نہیں بلکہ اس دنیا سے گزر جانے کے بعد لکھتا ہے۔ یہ انسان کے اعمال کا آخری نتیجہ ہے۔ اگر اس آخری نتیجہ میں ہم

کامیاب ہوں اگر اس لحاظ سے ہمارا انجام بخیر ہو تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضاۓ کی ٹھنڈی چھاؤں ملتی ہے جس چھاؤں میں بیٹھ کر ہم خدا کی رحمتوں سے بھی سرور حاصل کرتے ہیں اور یہی وہ کامیابی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لِمِثْلِ هَذَا فَلَيُعَمَّلِ الْعَمَلُونَ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے کاموں کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا رہے تاکہ ہم جب اس دنیا کو چھوڑ کر اس کے حضور حاضر ہوں تو اس کے منہ سے یہ پیارے کلمات ہمارے کان بھی سنیں۔

إِنَّ هَذَا لَهُو الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَلِمِثْلِ هَذَا فَلَيُعَمَّلِ الْعَمَلُونَ۔

(الصُّفت: ۲۱، ۲۲)

اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے ہی ایسا ہو سکتا ہے اور اسی پر تو کل رکھتے ہوئے اس کے فضلوں اور احسان کی ہم امید رکھتے ہیں۔

(مطبوعہ روز نامہ الفضل ربوہ ۲۲ ربیع الاول ۱۹۶۶ء صفحہ ۷)



سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض اور ہماری زندگی کی غایت یہ

ہے کہ تمام اقوامِ عالم حلقة بگوشِ اسلام ہوں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ جون ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ ہمارے پاس مادی سامان موجود نہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم دعاؤں پر بہت زور دیں۔
- ☆ اے قادر و تو اننا! تو ہی اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب فرم۔
- ☆ عاجزانہ را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے اپنے پیدا کرنے والے کے آستانہ پر آ گریں۔
- ☆ اے ہمارے قادر و تو اننا خدا! ہماری عاجزانہ دعا ہمیں سن اور تمام اقوامِ عالم کے کان، آنکھ اور دل کھول دے۔
- ☆ اے ہمارے خدا! ہمیں ہماری زندگیوں میں اقوامِ عالم میں تبدیلی دکھا۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج میں پھر اپنے بھائیوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ دعاوں پر بہت زور دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد، سلسلہ عالیہ احمد یہ کے قیام کی غرض اور ہماری زندگی اور وجود کی غایت ہی یہ ہے کہ تمام اقوام عالم حلقة بگوش اسلام ہو جائیں اور اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آ کر سب دنیا میں پھیل جائے مگر جنہیں ظاہری اور مادی سامان اور اسباب اور ذرائع میسر نہیں جن سے کام لے کر ایسا ممکن ہو۔

حق تو یہ ہے کہ مادی وسائل اور مادی اسباب ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی میسر نہ تھے فتح و کامرانی کے جو نظارے دیانے آپؐ کے ہاتھ پر دیکھے وہ ظاہری سامانوں کے مرحون نہ تھے۔ پھر وہ مجرمانہ انقلاب عظیم کیوں اور کیسے پیدا ہوا کہ پہلے عرب اور پھر معروف دنیا کی سب وحشی اقوام، شیطان کی غلام، یکدم اپنی وحشت اور درندگی کو چھوڑ کر شیطان سے منہ موڑ کر عاجزانہ را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے اپنے رب، اپنے پیدا کرنے والے کے آستانہ پر آگریں اس کیوں کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”وہ جو عرب کے بیانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گز را کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتونوں کے بگڑے ہوئے الہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندر ھے بینا ہوئے اور گنگوں کی زبان پر الہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعا نہیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور چاہ دیا اور وہ عجائب باقی میں دکھلائیں کہ جو اس اُمی بے کس سے حالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللہُمَّ

صَلَّیْ وَسَلِّمُ وَبَارِکْ عَلَیْهِ وَآلِهِ بَعْدِ هَمَّهِ وَغَمِّهِ وَخُزُنِّهِ لِهُذِهِ الْأُمَّةِ وَأَنْزُلْ
عَلَیْهِ أَنُوَارَ رَحْمَتِكَ إِلَیْ الْآَبَدِ“

(برکات الدعا۔ روحانی خزانہ جلد ۲ صفحہ ۱۱)

اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہر شان ایک بے مثال مقام رکھتی ہے۔ اور کوئی دوسرا اس تک نہیں پہنچ سکتا آپ کے ایک فرزند جلیل مہدی معہود علیہ السلام آپ کے قریب تک پہنچ مگر آپ کی شان آپ ہی کی شان ہے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ باوجود اس کے کہ ہر رنگ اور ہر لحاظ سے آپ بے مثال ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک اسوہ حسنہ بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ پس ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ اس میدان میں بھی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اس قسم کا سوز و گدازا اور بایخ نَفَسَكَ (الکھف: ۷) والی کیفیت پیدا کریں کہ جو ہمیں آپ کے ساتھ ملتا جلتا بنا دے آپ کا رنگ ہم پر چڑھا ہو۔

اس لئے میں اپنے بھائیوں سے کہوں گا کہ آپ (بشویت خاکسار) کامل یقین، کامل امید، کامل توکل، کامل محبت، کامل وفاداری، کامل تذلل اور فروتنی کے ساتھ جھکیں اور نہایت درجہ چوکس اور بیدار ہو کر غفلت، دوری اور غیریت کے ہر پرده کو چیرتے ہوئے فنا کے میدانوں میں آگے ہی آگے نکلتے چلے جائیں یہاں تک کہ بارگاہ الوہیت پر پہنچ کر اپنے دل اور دماغ، اپنے جسم اور اپنی روح اس کے حضور پیش کر کے اس سے ان الفاظ میں ملتی ہوں کہ:

”اے ہمارے قادر و توانا خدا، ہماری عاجزانہ دعائیں سن! اور تمام اقوام عالم کے کان، آنکھ اور دل کھول دے کہ وہ بچھے اور تیری تمام صفاتِ کاملہ کو شاخت کرنے لگیں گے تو حید حقیقت پر قائم ہو جائیں۔ معبودان باطلہ کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر اخلاص سے صرف تیری پرستش کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحد بندوں سے اسی طرح بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے آمین“۔

اے ہمارے خدا! ہمیں ہماری زندگیوں میں اقوام عالم میں یہ تبدیلی دکھا، اے سب طاقت اور قوت کے مالک ہماری عاجزانہ دعاؤں کو سن! اور اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دے۔ آمین۔

(مطبوعہ افضل ۸ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۲)

حقیقی نیکی وہی ہے جو محض خدا تعالیٰ کی محبت

اور اس کی خوشنودی کی خاطر کی جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ جون ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ ایمان باللہ کے تمام تقاضوں کو پورا کرو۔
- ☆ انسان کی انفرادی اور اجتماعی نشوونما اور ارتقاء ایک خاص الہی منصوبہ کے ماتحت ہے۔
- ☆ کامل نیک وہ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد بجالاتا ہے۔
- ☆ مال صرف خدا تعالیٰ کی محبت میں خرچ کرو۔
- ☆ ہر احمدی اور ہر جماعت کا فرض ہے کہ جب کوئی اجنبی یا مسافر نظر آئے تو اس سے تعلق قائم کرے اور اس کی ضروریات کو پورا کرے۔

تشہد، تعوداً و سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے آیت لیس البرَّ اُنْ تُوَلُواْ وَجُوهُكُمْ قَبْلَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلِكُنَّ الْبِرَّ مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْأَخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَبِ وَالنَّبِيِّنَ حَ
وَاتَّى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذُوِّ الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَمَّى وَالْمَسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي
الرِّقَابِ حَ وَاقَامَ الصَّلَاةَ وَاتَّى الزَّكَاةَ حَ وَالْمُؤْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي
الْبُاسِءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبُاسِ طُ اُولِئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا طَ وَأُولِئِكَ هُمُ الْمُمْتَقُونَ۔

(البقرہ: ۱۷۸)

تلاؤت فرمائی اور پھر فرمایا:-

سورۃ بقرہ کی اس آیت میں بہت سے وسیع مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ مجھے چونکہ کل گرمی لگ جانے کی وجہ سے ضعف کی شکایت ہے اس لئے میں بڑے اختصار کے ساتھ محض چند باتیں بیان کرنے پر اکتفا کروں گا اور ان کی طرف اپنے دوستوں اور بھائیوں کو توجہ دلاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں البر کا لفظ دو دفعہ مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔ البر کے ایک معنی ہیں الطَّاغَةُ۔ الصَّالِحُ الصِّدْقِ (المنجد: باب الباء)

اس لحاظ سے البر کے معنی یہاں یہ ہوں گے ہر قسم کے فساد سے پاک ہونا اور ہر قسم کے حقوق اور واجبات پوری اطاعت کے ساتھ ادا کریں۔ پس فرمایا حقیقی نیکی یہ نہیں کہ تم نمازوں کی ادائیگی کے وقت مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرو۔ یا ان بشارات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن مجید میں دی ہیں کہ مشرق و مغرب کے تمام ممالک پر تمہارا بقبضہ ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں گیا ایسے ماما تُوَلُواْ فَشَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (البقرہ: ۱۱۶) کہ جس طرف تم رُخ کرو گے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور اس

کے ملائکہ کی فوج کو اپنی امداد کے لئے پاؤ گے۔ تو فرمایا ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے تم مشارق اور مغارب کی طرف نکلو یا عبادت کی غرض سے تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو تو محض یہ بات وہ نیکی نہیں جس کا تمہارا رب تم سے تقاضا کرتا ہے۔ فرمایا وَلِکِنَ الْبِرُّ (اور یہاں البر کا لفظ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔) مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ کہ ہر قسم کے مفاد سے پاک اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری اطاعت اور فرمانبرداری سے ادا کرنے والا وہ ہے جو ایمان باللہ کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ یعنی علی وجہ البصیرۃ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو۔ اور اس کی ذات اور صفات میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا تا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ صحیفہ فطرت صحیحہ انسانیہ پر اس کی صفات کا انعکاس ہے اور تَخَلَّقُوا بِالْخُلَاقِ اللَّهُ يَسْبِبُ نَيْكَ ہے اور أَسْلَمُتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (البقرہ: ۱۳۲) کا نزہہ لگاتے ہوئے فنا فی اللہ کے سمندر میں اپنی ذات کو غرق کر دینا ہی سچی اور صحیح اور حقیقی اطاعت ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں نیکی کی ”اصل صفت“ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ ہے مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ یعنی نیک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہے اور کہ وہ واحد گانہ ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور وہ بھی یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اس زندگی کے ساتھ تمہاری حیات ختم نہیں بلکہ حشر کے روز پھر تمہیں الکھا کیا جائے گا ضرور پورا ہوگا اور اس روز ہم اپنے اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور وہ بھی یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو اس کا رخاہہ علت و معلول میں آخری مخلوق علت قرار دیا ہے اور اپنے اور مخلوق کے درمیان بطور واسطہ کے قائم کیا ہے اور وہ یہ بھی ایمان لاتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ عَلَامُ الْغُیُوبِ (المائدہ: ۱۱۰) ہے اور انسان کی انفرادی نشوونما اور ارتقاء اور انسان کی اجتماعی نشوونما اور ارتقاء ایک خاص الہی منصوبہ کے ماتحت ہی ہے۔ اس لئے اس نے اپنے علم کامل کے مطابق ابتدائے پیدائش سے ہی الکتاب قرآن کریم کو ربانی ہدایت مقرر فرمایا ہے بے شک حضرت آدمؑ کے زمانہ سے ہی انبیاء پیدا ہوتے رہے جو انسان کو درجہ بدرجہ پست مقامات سے اٹھا کر بلند مقامات کی طرف لے جاتے رہے لیکن ان کو جو کچھ بطور شریعت کے ملا وہ کامل اور مکمل شریعت نہ تھی بلکہ نَصِيبِنَا مِنَ الْكِتَابِ (النساء: ۵۲) اسی کامل کتاب کا ایک حصہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہوا تھا۔ اصل کتاب، اصل شریعت اور ہدایت جو اللہ تعالیٰ کے علم کامل میں ہے وہ قرآن کریم میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کامل نیک جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو صحیح طور پر بجا لاتا ہے اور اپنے رب کی

کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتا ہے۔ وہ ہے جو الکتاب پر ایمان لاتا ہے۔ یعنی قرآن کریم کو اس کا حق دیتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے جیسے کہ واقعی قدر کرنی چاہئے کیونکہ یہی وہ کامل کتاب ہے جس کے بعض حصوں نے آدم علیہ السلام کی تربیت کی، بعض حصوں نے نوح علیہ السلام کی تربیت کی، ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی تربیت کی اور آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنی اصلی اور حقیقی اور کامل اور مکمل شکل میں نازل ہوئی۔ پس کامل تربیت پانے والے صرف حامل قرآن ہی ہیں۔

والنبيین وَ الشَّفَاعَةُ تَامٌ إِيمَانُهُ اللَّهُ بِهِ إِيمَانٌ لَا تَأْتِي بِهِ الْأَنْجَادُ۔ ایمان بالنبوہ کے لئے بھی کامل فرمانبرداری کی ضرورت ہے حتیٰ کہ اس کے اپنے نفس کا کچھ بھی باقی نہ رہے اور انسان اپنا سب کچھ اپنے رب کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائے اپنی عزت بھی، اپنی روایات بھی، اپنے توهات اور خوش اعتقادیاں بھی۔

انبیاء پر ایمان لانے کا حکم یہودیوں کو بھی تھا۔ اس لئے ان پر فرض تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان لا سکیں آپ کی بعثت کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں خود ان کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں لیکن ان کا یہ خیال کہ آنے والا بنی اسرائیل (یہود) میں سے ہو گا ان کے ایمان میں روک بن گیا اور صرف اسی غلط خیال کے نتیجہ میں یہود آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے سے محروم ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمّتی اور ظلّی اور غیر مستقل نبوت کا دعویٰ کیا اور چونکہ بہت سے مسلمانوں میں اُسْلَمُتْ وَالیٰ کیفیت اور ذہنیت نہیں پائی جاتی تھی بلکہ وہ خدا کی ماننے کی بجائے اپنی منوانا چاہتے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے سے محروم ہو گئے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاتَّى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذُوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ
وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ (البقرہ: ۱۷۸) کہ وہ اپنا مال دیتا ہے۔ رشته داروں کو، یتامی، مسکینوں اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے کے لئے بھی۔ لیکن یہ نیکی نہیں جب تک ”علیٰ حُبَّه“ نہ ہو۔

یہ خرچ مومن بھی کرتا ہے اور کافر بھی کرتا ہے کیونکہ بہت سے دنیا دار آپ کو نظر آئیں گے۔ جو اپنے رشته داروں پر اس لئے خرچ کر رہے ہوں گے کہ اس طرح خاندانی اتحاد اور اتفاق قائم رہے گا اور

ان کی عزت اور وجہت قائم رہے گی وہ اپنے خاندان میں بھی بڑے سمجھے جائیں گے اور دنیا بھی ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گی۔

اسی طرح بہت سے دنیا دار مختلف اغراض کے پیش نظر یاتمی کی پروردش کے لئے خرچ کرتے ہیں اسی طرح مساکین کی حمایت کا دم بھرنے والے دنیا دار محض دنیا کی خاطر اپنے مال دیتے ہیں۔ بہت سی پارٹیاں آپ کو انگلستان اور امریکہ میں نظر آئیں گی کہ جنہیں کمزوروں کے ساتھ کوئی محبت اور پیار نہیں ہوتا۔ لیکن اس خیال سے کہ اگر ہم نے ان کو اپنے سینے سے لگای تو ہمیں سیاسی برتری حاصل ہو جائے گی۔ وہ ان کے لئے دوڑ دھوپ کرتی رہتی ہیں۔

اسی طرح مسافروں پر بھی اپنا پیسہ خرچ کر کے احسان کیا جاتا ہے تاکہ جب وہ اپنے ڈلن جائیں تو وہ کہیں کہ زید بڑا چھا، بڑا خرچ کرنے والا اور بڑا پیار کرنے والا ہے اور مسافروں کا بڑا خیال رکھنے والا ہے ہم اس کے ہاں گئے تو اس نے ہماری بڑی خاطر کی یہی حال اس خرچ کا ہے جو غلاموں کے لئے کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نیکی نہیں، نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے پیسے یا مال کو (مال کے معنی مملوکہ چیز کے ہیں انسان اپنے نفس کا بھی مالک ہے، اپنی عزت کا بھی مالک ہے۔ اپنے پیسے کا بھی مالک ہے۔ وغیرہ) خرچ کرے تو عالیٰ حبّہ صرف خدا تعالیٰ کی محبت میں خرچ کرے۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی خوشنودی کے سوا کوئی غرض اسے ملاحظہ نہ ہو۔ نہ تو اسے عزت کی خواہش ہو۔ نہ وجہت کی خواہش ہو نہ دنیوی شہرت کی خواہش۔ اور نہ اس کا ذہن فخر و مبارکات کے غبار سے آسود ہو بلکہ جب بھی اور جو کچھ بھی وہ خرچ کرے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے نتیجے میں اور اس کی خوشنودی کے حصول اور اس کی رضا کے پانے کے لئے خرچ کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ نیک شمار نہیں ہو گا اور کسی ثواب کا مستحق نہیں ٹھہرے گا۔

اسی طرح فرمایا کہ عبادت بجالانا خواہ وہ نماز ہو۔ یا مالی فرائض (مثلاً زکوٰۃ) ہوں یہ بھی حقیقی نیکی نہیں بلکہ نماز کو ان شرائط کے ساتھ بجالانا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں حقیقی نیکی ہے۔

ان شرائط میں سے بندی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے سوائے اس کے اور کوئی غرض نہ ہو کہ اس کی خوشنودی حاصل ہو۔ تب یہ عبادت صحیح عبادت شمار ہوگی۔

اگر کسی نے اپنے نفس کو پالا اور اسے موٹا کیا اور قربانی دینے کے لئے تیار نہ ہوا تو اس کے متعلق یقیناً نہیں کہا جاسکتا۔ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ كَمَا نَهَىٰ نَهْيًا

وَابْنُ السَّبِيلِ (مسافر) کے متعلق میں ایک بات بیان کر کے اپنے خطبے کو بند کر دوں گا۔ (ورنه اس آیت کے مضامین بہت وسیع ہیں) اللہ تعالیٰ نے مسافر کے ساتھ ہمدردی، اخوت کا سلوک کرنے اور اسے مالی امداد دینے پر بڑا ازور دیا ہے اور مختلف مقامات میں زور دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم ہر اس شخص سے جو ہمیں اپنے ماحول میں اجنبی نظر آئے واقفیت پیدا کریں ورنہ ہم اس کی خدمت نہیں کر سکیں گے۔

ابھی چند روز ہوئے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ میں باہر کی ایک جماعت میں گیا مسجد میں پہنچ کر میں نے اپنا بیگ رکھا اور نماز ادا کی وہ دوست کہتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں کی مہمان نوازی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دیا ہوا ہے، میری جیب میں پیسے تھے اور مجھے خیال بھی نہ تھا کہ میں کسی کے پاس جا کر کھانا کھاؤں۔ لیکن مجھے یہ احساس ہوا کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مسافر کا خیال رکھو گر ہمارے ان دوستوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ ہو سکتا ہے کہ میری طرح کوئی اور مسافر یہاں آئے اور وہ ضرورت مند ہو۔ اگر اس سے بھی ایسا ہی بے تو بھی کا سلوک ہو تو اس کی ضرورت پوری نہ ہو گی اسی احساس کے ماتحت میں یہ رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ آپ دوستوں کو اس طرف متوجہ کریں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ابن اسپیل (مسافر) کے متعلق جو فائض ہم پر عائد کئے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں ادا کرنے کی کوشش کریں۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ جب کوئی اجنبی اسے نظر آئے تو وہ اس سے تعلق قائم کرے اور اس کا تعارف حاصل کرے اور اسے پوچھے کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کہاں تشریف لے جائیں گے۔

اگر آپ اس سے ملا پ پیدا کریں گے تو آپ اس کی ضرورت کو بھی پورا کر سکیں گے اس طرح اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی اور آپ کو ثواب ملے گا۔ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور آپ کی اور سلسلہ کی قدر پیدا ہو گی کیونکہ مسافر کے حالات کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی بے رُخی بھی اس کے دل پر بڑا گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ یہی بھلانی کا حال ہے۔

میں یورپ میں پھر تارہوں ایک جگہ صرف اتنا ہوا کہ مجھے راست کی واقفیت نہ تھی۔ میں نے کسی

سے پوچھا تو اس نے یہ نہیں کہا کہ ادھر جائیں یا ادھر جائیں۔ بلکہ کہا کہ آئیے میں آپ کو وہاں تک پہنچا آؤں اس طرح اس نے اپنے وقت سے مجھے صرف چند منٹ ہی دیئے اور گواں واقعہ کو گزرے قریباً تمیں سال کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن آج تک وہ واقعہ مجھے یاد ہے کیونکہ جب ایک اجنبی ایک شخص سے ہمدردی، اخوت اور محبت کا سلوک دیکھتا تو اس کے دل پر اس کا بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔

پس ہر احمدی اور ہر جماعت کے لئے ضروری ہے کہ جب کوئی اجنبی اسے نظر آئے تو وہ اس سے تعلق قائم کرے اور اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو اس کو پورا کرے اگر اسے کوئی ضرورت نہ ہوگی تو بھی اس کے دل پر اس کا اچھا اثر پڑے گا اور وہ کہے گا کہ یہ لوگ مسافروں کا خیال رکھتے ہیں۔ مسافر شخص فوراً پہچانا جاتا ہے تو جب احمدی دوست کسی ایسے شخص سے ملیں تو چاہئے کہ وہ احمدی اور اسلامی اخلاق کا نمونہ اس کے سامنے پیش کریں اور ابن السیل کے لئے اپنے وقت اور اپنے مال کو قربان کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور حمتوں کے وارث ہو جائیں گے۔

دعا ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے جو ذمہ داریاں ہم پر عائد کی ہیں وہی ہمیں توفیق دے کہ ہم انہیں ایسے طریق سے پورا کرنے والے ہوں کہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور اس کی رضا ہمیں حاصل ہو۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۲ ربیعہ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۴)



ہر ظلمت جو اٹھتی ہے اس کا پہلا نشانہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ جون ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ اگر تم صبر کرو گے تو خدا کے نزد یک اولوالعزم سمجھے جاؤ گے۔
- ☆ گندہ دھنی اور دل آزار باتیں تاریک دل اور تاریک زبان سے نکلتی ہیں۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کو بھی اذیٰ کشیو اسننا پڑتا ہے۔
- ☆ گالیوں اور تحقیر آمیز باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ صبرا اور تقویٰ سے اعمال صالحہ میں مشغول رہو۔
- ☆ تاریخ داں کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ مخالفت کے باوجود پرستاران و جانشیاران حضرت احادیث کا یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی۔

لَتُبْلُوْنَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ قَفْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذْنِي كَثِيرًا طَ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَقْوُا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

(آل عمران: ۱۸۷)

تلاوت فرمائی اور اس کا ترجمہ فرمایا کہ ”تمہیں تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کے متعلق ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور ان سے بھی جو شرک ہیں بہت دکھدینے والا کلام سنو گے۔ اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے۔ تو یہ یقیناً ہمت کے کاموں میں سے ہے۔“

پھر فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس آیت کا ہمارے زمانہ سے بہت گہرا تعلق ہے اور دراصل یہ قرآنی پیشگوئی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”اہل علم مسلمان اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بارے میں ایک پیشگوئی ہے اور اس کے ساتھ خدا کی طرف سے نصیحت کے طور پر ان کو حکم ہے جس کو ترک کرنا سچے مسلمان کا کام نہیں ہے اور وہ یہ ہے **لَتُبْلُوْنَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ قَفْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذْنِي كَثِيرًا طَ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَقْوُا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ**

(سورۃ آل عمران: ۱۸۷) ترجمہ یہ ہے۔ کہ خدا تمہارے مالوں اور جانوں پر بلا بھیج کر تمہاری آزمائش کرے گا اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی دکھدینے والی باتیں سنو گے سو اگر تم

صبر کرو گے اور اپنے تین ہر ایک ناکردی امر سے بچاؤ گے تو خدا کے نزدیک اول العزم لوگوں میں سے ٹھہر دے گے۔ یہ مدنی سورہ ہے اور یہ اس زمانہ کے لوگوں کو وصیت کی گئی ہے کہ جب ایک مذہبی آزادی کا زمانہ ہو گا کہ جو کوئی پچھخت گئی کرنا چاہئے تو وہ کر سکے گا جیسا کہ یہ زمانہ ہے۔ تو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے لئے تھی اور اسی زمانہ میں پوری ہوئی۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ جو اس آیت میں اذیٰ کَثِيْرًا کا لفظ ایک عظیم الشان ایذا رسانی کو چاہتا ہے وہ کبھی کسی صدی میں اس سے پہلے اسلام نے دیکھی ہے؟۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۲۲، ۲۳)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:-

”خدا تعالیٰ جو اپنے دین اور اپنے رسول کے لئے ہم سے زیادہ غیرت رکھتا ہے۔ وہ ہمیں رد لکھنے کی جا بجا تر غیب دے کر بدزبانی کے مقابل پر یہ حکم فرماتا ہے کہ ”جب تم اہل کتاب اور مشرکوں سے دکھدینے والی باتیں سنو اور ضرور ہے کہ تم آخری زمانہ میں بہت سے دلازار کلمات سنو گے۔ پس اگر تم اس وقت صبر کرو گے تو خدا کے نزدیک اول العزم سمجھے جاؤ گے“، دیکھو یہ کیسی نصیحت ہے اور یہ خاص اسی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ ایسا موقعہ اور اس درجہ کی تحقیر اور توہین اور گالیاں سننے کا نظارہ اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہی زمانہ ہے جس میں کروڑ ہاتوہین اور تحقیر کی کتابیں تالیف ہوئیں، یہی زمانہ ہے جس میں ہزارہا الزام محض افتراق کے طور پر ہمارے نبی، ہمارے سید و مولیٰ ہمارے ہادی و مقتدا جناب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبی فضل الرسل خیر الوری صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے۔ سو میں حلفاء کہہ سکتا ہوں کہ قرآن شریف میں یعنی سورہ آل عمران میں یہ حکم ہمیں فرمایا گیا ہے کہ ”تم آخری زمانہ میں نامنصف پادریوں اور مشرکوں سے دکھدینے والی باتیں سنو گے اور طرح طرح کے دلازار کلمات سے ستائے جاؤ گے اور ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک صبر کرنا بہتر ہوگا“۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار صبر کے لئے تاکید کرتے ہیں۔

(فریاد درد۔ روحانی خزانہ جلد ۱۳ صفحہ ۳۸۲)

پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں:-

”ہاں خدا نے ہم پر فرض کر دیا ہے کہ جھوٹی ازامات کو حکمت اور موعظہ حسنے کے ساتھ دور کر دیں اور خدا جانتا ہے کہ بھی ہم نے جواب کے وقت نرمی اور آہستگی کو ہاتھ سے نہیں دیا اور ہمیشہ نرم اور ملائم الفاظ سے کام لیا ہے۔ بجز اس صورت کے کہ بعض اوقات مخالفوں کی طرف سے نہایت سخت اور قتہ انگیز تحریریں پا کر کسی قدر رخنی مصلحت آمیز اس غرض سے ہم نے اختیار کی کہ تا قوم اس طرح سے اپنا معاوضہ پا کرو حشیانہ جوش کو دبائے رکھے اور یہ سختی نہ کسی نفسانی جوش سے اور نہ کسی اشتغال سے بلکہ محض آیت وَجَادِلُهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ پُرَأَى کر کے ایک حکمت عملی کے طور پر استعمال میں لائی گئی اور وہ بھی اس وقت کہ مخالفوں کی توہین اور تحریر اور بذربانی انتہاء تک تبیخ گئی اور ہمارے سید و مولیٰ، سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے گندے اور پُر شرافاظ اُن لوگوں نے استعمال کئے کہ قریب تھا کہ ان سے ”تفصیل امن پیدا ہو“۔ (فریاد درد۔ روحاںی خزانہ جلد ایڈن صفحہ ۳۸۵)

گندہ دھنی اور دلآلی زار باتیں تاریک دل اور تاریک زبان سے لکھتی ہیں اور ضرور تھا کہ سب سے زیادہ اس قسم کے حملوں کا نشانہ وہ ذات بنے جو ہر لحاظ سے سب سے زیادہ منور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ساری دنیا یہ زمین اور یہ آسمان اور یہ ستارے سب کچھ اس لئے پیدا کیا گیا کہ مخلوقات میں سے ایک ہستی، ایک وجود مصطفیٰ ﷺ سا ظاہر ہونے والا تھا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ”فَنَاءٌ فِي نُورٍ رَّبِّهِ“ کا مقام حاصل کیا اور اس نور میں گم ہو کر آپؐ کامل اور مجسم نور بن گئے اور ان عالمین (زمین اور آسمان) میں جہاں بھی جو نور نظر آتا ہے وہ آپؐ کے طفیل ہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حقیقی نور اللہ کی ذات ہے اللہ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لیکن یہ بھی درست ہے کہ اس دنیا میں اس نور محسن نے اپنے نور کی جو تقسیم کی ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل کی ہے۔ ہر نور جو ہمیں نظر آتا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی نظر آتا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کی ذات نہ ہوتی تو دنیا میں کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے نور سے حصہ نہ ملتا بلکہ دنیا پیدا ہتی نہ ہوتی۔ اس لئے ہر ظلمت جو اٹھتی ہے اس کا پہلا نشانہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ لوگ ان ایذا رسائیوں سے حصہ لیتے ہیں۔ جنہوں نے طفیلی طور پر اور ظلی اور انکاسی رنگ میں آنحضرت ﷺ کے نور سے حصہ لیا ہوتا ہے ایسے پاک وجود جو امت محمدیہ میں اس نور سے طفیلی طور پر حصہ لینے والے ہیں وہ طفیلی طور پر ایذا رسائی سے بھی حصہ لینے والے ہیں۔

اسی لئے ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جہاں آنحضرت ﷺ کو اس جہاں میں سب سے زیادہ گالیاں دی گئیں سب سے زیادہ تحریر کے ساتھ آپؐ کا نام لیا گیا، سب سے زیادہ گند آپؐ کے خلاف اچھا لگا گیا سب سے زیادہ گندی تحریریں اور بد بودار باتیں اس نور مجسم کے خلاف لکھی گئیں، وہاں امت محمدیہ کے دوسرے پاک وجودوں کے متعلق بھی بہت زیادہ گند اچھا لگا گیا۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی نجح پر محمد ﷺ کے نور میں گم ہو گئے اور اس میں فنا ہو کر قرب تام حاصل کر لیا اس لئے آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کسی نے سب سے زیادہ تحریر آمیز اور گندی باتیں مخالفین سے سنیں تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود ہے۔ پھر وہ جنہوں نے اپنے اپنے طرف کے مطابق طفیل رنگ میں آنحضرت ﷺ کا نور حاصل کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء کو بھی طفیل رنگ میں اڈی گئی ہے اور آپؐ کی جماعت کو محمد ﷺ کے خلاف جو گند اچھا لگا جاتا ہے برداشت کرنا پڑتا ہے پھر ان پاک وجودوں کے متعلق (جنہوں نے طفیل طور پر آنحضرت ﷺ کا نور حاصل کیا) جو گندہ و حنی کی جاتی ہے وہ بھی جماعت کو سننا پڑتی ہے اور یہ دکھ انہیں سہنا پڑتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو خاص طور پر تاکیدی حکم دیا ہے اور وصیت کی ہے کہ جب تم اس قسم کی گالیاں سنو اور تحریر آمیز باتیں تمہارے کانوں میں پڑیں اس وقت تم اس طرف متوجہ ہی نہ ہو بلکہ صبر اور تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اعمال صالحہ میں مشغول رہو۔ اپنے راستہ پر گامزن رہو۔ ان تیروں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو بلکہ اپنی نگاہ اپنے مقصود کی طرف لگائے رکھو۔ تمہارا مقصود صرف خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اس سے نہ ہٹو۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کو یاد رکھو کہ صبر سے کام لو۔ صبر کے ایک معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے جواہ کام اور اوامر شریعت حقہ میں پائے جاتے ہیں اپنے آپ کو ان اوامر پر مضبوطی سے قائم رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو بجالا کر اس کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

صبر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جن نواہی سے اس نے روکا ہے، ہم اپنے آپ کو ان کے قریب بھی نہ جانے دیں تا انہی کا غصب ہم پر نہ بھڑکے۔ پس اگر اس طرح ہم تقویٰ اختیار کریں گے، اگر ہم خدا کی پناہ میں آ جائیں گے، اگر ہم اس کو اپنی ڈھال بنا لیں گے تو پھر دشمن کا کوئی وار ہمیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ جیسے کہ مال اور جان کی قربانی ہمیں دینی ہے، جذبات کی قربانی بھی ہمیں دینی ہوگی۔ یہ خدا تعالیٰ کا امتحان

ہے جو وہ لیا کرتا ہے اس سے ہم مومن ہو کر بچ نہیں سکتے ہمیں اموال کی قربانی دینی پڑے گی اور اگر موقع ہوا تو جانوں کی قربانی بھی دینی پڑے گی اور اگر موقع ہوا تو جانوں کی قربانی بھی دینی پڑے گی۔

پس اس زمانہ میں خدا تعالیٰ جذبات کی قربانی بھی لینا چاہتا ہے اور لے رہا ہے یہ ہمارے حملہ آور مختلف جو کبھی ہمارے اموال پر حملہ کرتے ہیں کبھی ہماری جانوں پر حملہ کرتے ہیں اور کبھی ہماری عز توں پر اور کبھی ہمارے پیاروں کے عز توں پر حملہ کرتے ہیں۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کی پناہ میں نہ ہوں، اگر وہ ہماری ڈھال نہ بنے تو بے شک ہمیں ہر قسم کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پس اگر ہم اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں دے دیں، اگر ہم اسے اپنی ڈھال بنا لیں تو خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے کون ہے جو خدا تعالیٰ کی ڈھال پر ضرب لگائے اور چکنا چور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر ہمیں صبر اور تقویٰ سے کام لینے کی نصیحت فرمائی ہے اور ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے اور دعا کرتے رہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اس کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے تاہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور تا خدا تعالیٰ کی یہ جماعت جو احمدؐ کی طرف منسوب ہونے والی ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی فدائی ہے اور اپنے مولیٰ اور اپنے رب اور اپنے پیدا کرنے والے کی عاشق زار ہے۔ اس کے متعلق جب مستقبل کا تاریخ دان تاریخ کے ورق الٹ رہا ہو تو اسے بڑے واضح، روشن اور نمایاں طور پر ان اور اراق میں لکھا نظر آئے کہ کتنے بھوکتے رہے اور پرستاران و جاشاران حضرت احادیث کا یہ قافلہ صراط مستقیم پر رواں دوال اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خداۓ قادر و توانا کی رضا کا سایہ ان کے سروں پر تھا اور ملانکہ کی افواج ان کے دائیں بھی تھیں اور بائیں بھی۔ یہاں تک کہ وہ قافلہ اپنے مطلوب، اپنے مولیٰ کو جاملا اور آخری کامیابی اسے حاصل ہوئی۔

(روزنامہ افضل ربوہ ۲۶ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۳)



وہ خدا جس کی رضا میں دائیٰ خوشحالی ہے قرآن کریم کی اتباع کے بغیر ہمیں ہرگز نہیں مل سکتا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک -ربوہ)



- ☆ قرآن کریم پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لئے از حد ضروری ہے۔
- ☆ علم قرآن کے لئے اپنی جدوجہد اور مجاہدات کو مکمال تک پہنچاؤ۔
- ☆ قرآن کریم کے معارف کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات سے برکت حاصل کرو۔
- ☆ قرآن کریم ساری ہدایتوں اور سارے علوم کا جامع ہے۔
- ☆ قرآن کریم ہر زمانہ کی ضرورت حقہ کو پورا کرنے کا کامل اور مکمل طور پر متنکفل ہے۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج کل ہمیں ضلالت اور گمراہی کا جو دُورہ نظر آتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کی نظر میں قرآن شریف کی عزت اور عظمت باقی نہیں رہی۔ دینی اور دینیوی فلسفوں سے مروع ہو کر لوگ مکالاتِ قرآنی سے غافل ہو چکے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ خدا جس کے ہاتھ میں نجات اور جس کی رضا میں انسان کی دائی خوشحالی ہے وہ قرآن کی ایتاء کے بغیر ہرگز نہیں مل سکتا۔

پس آج میں پھر دوستوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کا پڑھنا اور اس کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لئے از حد ضروری ہے۔ اس کے متعلق پہلے بھی میں نے جماعت کو متوجہ کیا تھا اور بہت سی جگہوں پر قرآن کریم کے سیکھنے سکھانے کا انتظام انفرادی طور پر بھی اور خاندانی اور جماعتی طور پر بھی کیا گیا ہے اور بہت سی جگہ بڑے خوشکن نتائج بھی نکلے ہیں لیکن ابھی ہم نے اس اہم مقصد کے حصول کی طرف وہ توجہ نہیں دی جو بحیثیت جماعت ہمیں دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق سورہ واقعہ میں فرماتا ہے۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِيْ كِتَابٍ مَكْنُونٍ ۝ لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهَنُونَ ۝ وَتَجَعَّلُونَ رِزْقًا كُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ۔

(الواقعہ: ۸۳)

ان پہلی چار آیاتِ انہ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِيْ كِتَابٍ مَكْنُونٍ لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ میں سے ہر ایک آیت کا تعلق ان امہاٹ الصفات میں سے ایک ایک صفت کے ساتھ ہے جو سورہ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں۔ انہ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ کا تعلق بالکیت یوم الدین سے ہے۔ فِيْ كِتَابٍ مَكْنُونٍ کا تعلق رحیمیت کی صفت کے ساتھ ہے اور لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کا

تعلق رَحْمَانِيَّۃ کی صفت کے ساتھ ہے اور تَنْزِيلُ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ کا تعلق جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمادی ہے ربوبیت عالم سے ہے۔

إِنَّهُ لِقُرْآنٌ كَوِيمٌ فَرِمَا يَرِيْ قُرْآنٌ ہے۔ قرآن کے معنی ہیں وہ کتاب جس میں سابقہ کتب کا خلاصہ اور اصولی ہدایتیں جمع ہوں نہ صرف سابقہ کتب سماویہ کا خلاصہ بلکہ تمام علوم حقہ صحیح کے اصول اور بنیادی باتیں اور ہدایتیں بھی جس میں جمع کردی گئی ہوں تو قرآن شریف کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام کتب سابقہ سماویہ کی بنیادی صداقتیں جمع کردی گئی ہیں نہ صرف یہ بلکہ تمام علوم صحیحہ کے متعلق جو بنیادی باتیں خدا کا ایک بندہ ہونے کی حیثیت سے تمہارے لئے جانا ضروری ہیں ان کو بھی اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔

كَرِيمٌ کا لفظ جب کسی کتاب کے متعلق بولا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں وہ کتاب جو اپنے معانی اور فوائد کے حاظ سے اس خصوصیت کی حامل ہے کہ وہ فطرت صحیحہ انسانیہ کی تسلی کا موجب ہو ہشی کہ اس کے بعد فطرت کسی اور چیز کی طرف احتیاج محسوس نہ کرے۔

میں نے بتایا ہے کہ اس آیت میں (إِنَّهُ لِقُرْآنٌ كَرِيمٌ) کا تعلق صفت مالکیت یوم الدین سے ہے ویسے مالکیت یوم الدین کی صفت اپنی وسیع اور کامل تجلی کے لئے عالم معاذ کو جاہتی ہے اس لئے اس کی تجلی عظیمی دنیا میں اپنی کامل شکل میں ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کے لئے یوم حشر چاہیے جس دن کہ یہ مادی سامان اور مادی پر دے حائل نہ ہوں اور ہر چیز واضح طور پر انسان کے سامنے آسکے۔ تاہم اس عالم مادی کے دائرہ کے مطابق اس کی تجلی ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے دو جنتیں بنائی ہیں ایک کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے اور ایک کا تعلق آخر دنیا کے ساتھ ہے۔ اسی طرح کافر کے لئے جو اللہ تعالیٰ کو نار ارض کرنے والا ہے وہ جہنم بنائے گئے ہیں۔ ایک وہ جہنم جس کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے اور ایک وہ جہنم جس کا تعلق آخر دنیا کے ساتھ ہے اور جنت اور جہنم میں جانے سے پہلے یوم حساب کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جزا اوسرا کے فیصلہ کے بغیر جزا و سزا کا نفاد کیسے ہو سکتا ہے۔

اس دنیا میں بھی یوم حساب ہے چونکہ وہ اس مادی دنیا کے اندر آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے اس لئے انسان پر اس کی پوری طرح وضاحت نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان اس دنیا میں جنت کی نعماء سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کسی حصہ عمل کے متعلق حساب اور فیصلہ کرے گا تبھی اس کو نعمت سے حصہ ملے

گا اور اگر اس کو اس دنیا میں جہنم کا مزا چکھایا جانا ہے تو اس کا پہلے حساب ہو گا پھر اسے اس کا مزا چکھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبَدِّيُ وَيُعِيدُ ۝ (البروج: ۱۲، ۱۳)

کہ مالکیت یوم الدین کے تحت غصب اور قہر کی جو جگلی ہے وہ بھی بڑی سخت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی گرفت بڑی کڑی ہوتی ہے۔ وہ دنیا کے عذاب شروع ہونے سے پہلے حساب لیتا ہے اگر کوئی قوم ایک عذاب سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو وہ دنیا پر عذاب کو دہراتا ہے۔

یومِ معاد میں تو سارے جہانوں کے انسانوں کا حساب شاید سیکنڈ کے کروڑوں حصے میں ہو جائے بلکہ وہاں وقت کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دنیا وقت سے آزاد ہے۔ لیکن یہ دنیا جوزمان اور مکان کی حدود میں بندھی ہوئی ہے اس میں مختلف اوقات میں مختلف قوموں اور افراد کا حساب ہوتا ہے اور وہ اپنے اعمال کے مطابق اس دنیا کے جہنم یا جنت سے حصہ لیتے رہتے ہیں۔

پس قرآن کریم کے معنی ہیں ایسی کتاب کہ جس کے معانی اور فوائد اس قسم کے ہیں کہ اس کے بعد انسانی فطرت کو کسی اور کتاب کی احتیاج اور ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے اس سے اچھی کتاب کا تصور ممکن ہی نہیں۔ سب سے اچھی کتاب، سب سے خوبصورت کتاب، سب سے فائدہ مند کتاب اور سب سے زیادہ معانی سے پُری یہ کتاب ہے۔ کیونکہ یہ کتاب کریم ہے اس لئے اس کی اتباع کے نتیجہ میں جو بدله ہمیں ملے گا وہ بدله بھی عقلاءً اجر کریم ہونا چاہئے اور خدا تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ہم اس کی اتباع کے نتیجہ میں اجر کریم دیں گے۔ فرمایا

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ عَلَىٰ وَأَعْدَلُهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا۔ (الاحزان: ۳۵)

اس آیت سے پہلے آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے۔ آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپؐ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دنیا میں بلند ہو گا اور آپؐ کو ایسی جماعت دی جائے گی جو اس کی یاد میں صبح و شام مشغول رہنے والی ہو گی اور قرآن کریم کی پیروی کرنے والی ہو گی اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انہیں اجر کریم ملے گا۔

فرمایا کہ جب یہ لوگ اجر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ان کا حساب کرے گا اور پھر خدا کا تحفہ سلامتی کی شکل میں انہیں ملے گا۔

یہ اجر، اجر کریم ہو گا بڑی عزت والا ہو گا اور ایسا بدله ہو گا کہ وہ خود بتارہا ہو گا کہ خدا ان سے راضی ہے اور ان کے دل اور روح پکار رہی ہو گی کہ وہ اس بدله سے راضی ہوئے ہیں۔ رَضِیَ اللَّهُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ۔ (المجادل: ۲۳)

پس ان کے لئے قرآن کتاب کریم ہے اس سے بہتر کتاب دنیا میں نہیں ہو سکتی اس لئے اس کی اتباع کے نتیجہ میں جو بدله دیا جائے گا وہ بھی اجر کریم ہو گا اور جو بدله دینے والی ذات ہو گی وہ ”رَبُّ کریم“ ہے۔ اسی طرح فرمایا:-

إِنَّمَا تُنذرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَحَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرُهُ بِمَغْفِرَةٍ
وَأَجْرٍ كَوِيمٍ۔ (یس: ۱۲)

الذِّكْر قرآنی محاورہ میں خود قرآن کریم کو کہا گیا ہے۔ فرمایا جو قرآن کریم کی اتباع کرنے والا ہے اسے تو اے نبی! مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دے دے۔ مَغْفِرَةٌ کے معنی دراصل کریم کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اس کا جزو لازمی ہے۔ کیونکہ انعام وہاں شروع ہوتا ہے جہاں مَغْفِرَةٌ ختم ہوتی ہے۔ جب تک گناہوں کی معافی نہ ہو انعامات کے حصول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس واسطے کریم کے لغوی معنوں میں مغفرة کا مفہوم آ جاتا ہے۔ کریم کے معنی ہیں صَفِیْحٌ اور صَفِیْحٌ کے معنی ہیں گناہوں کو معاف کرنے والا، درگز رکرنے والا۔

تو فرمایا کہ جو شخص اس الذِّكْر لیعنی قرآن کریم الیسی کتاب سماوی کی جواب پنے اندر صفت کریم رکھتی ہے اتباع کرتا ہے اس کو میری طرف سے بشارت دے دو مغفرت کی بھی اور ایسے بدله کی بھی کہ جس کے بعد انہیں کبھی خواہش پیدا نہ ہو گی کہ کاش ہمیں کچھ اور مل جاتا۔ میں نے بتایا ہے کہ بدله دینے والی ذات بھی رَبُّ کریم ہے۔ فرمایا

يَا إِيَّاهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرِبِّكَ الْكَرِيمَ ۗ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوْلَكَ فَعَدَلَكَ ۗ فِي
أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكِبَكَ ۗ كَلَّا بَلْ تُكَلِّبُونَ بِالدِّينِ ۝ (الانتظار: ۷-۱۰)

لیعنی اے انسان! تجھے کس نے تیرے رب کے بارہ میں مغروہ اور دھوکہ خورده بنادیا۔ تجھے جرأت کیسے ہوئی؟؟

مَا غَرَّكَ بِرِبِّكَ الْكَرِيمَ کے معنی ہیں کہ تیرے اندر اس کے خلاف کھڑا ہونے اور اس کی

ہدایت کے خلاف عمل کرنے کی جرأت کیسے پیدا ہوئی حالانکہ تیرا رپ کریم ہے۔ وہ مغفرت کرنے والا بھی ہے اور غیر متناہی انعامات اور احسانات دینے والا بھی ہے تھی ہے اور پھر تنی بھی ایسا کہ جس کی عطا کو حدود کے اندر مقید نہیں کیا جاسکتا۔ فرمایا

کَلَّابُلُ تُكَذِّبُونَ بِالْدِينِ کرب کریم کے خلاف تمہارا مغرور ہونا اور اس کے مقابل جرأت کر کے کھڑے ہو جانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم یوم الدین، یوم حساب اور یوم حشر پر ایمان نہیں لاتے۔ **تَوَانَّهُ لِقُرْآنَ كَرِيمَ** کا جیسا کہ میں نے بتایا ہے ملکت یوْم الدِّين سے بڑا گہر اتعلق ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ کتاب جو تمہیں دی گئی ہے اس کے بعد تمہیں کسی اور ہدایت نامہ کی ضرورت نہیں اور وعدہ تم سے یہ کیا گیا کہ اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو تمہیں ایسا بدلہ ملے گا کہ تمہاری روحیں خوش ہو جائیں گی اور تمہیں کسی اور چیز کی احتیاج محسوس ہی نہ ہو گی اور جو چاہو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ پھر انسان کو یقین دلایا کہ دینے والے کی طاقتیں اور ذرائع محدود نہیں بلکہ وہ رب ہے جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور نشوونما دیا اور سخاوت اس کی صفات کا ایک حصہ ہے۔ وہ بہت زیادہ دینے والا ہے اور اتنا دینے والا ہے کہ لینے والا راضی ہو جائے۔ لیکن باوجود اس کے تمہارا اس کی ہدایت پر کان نہ دھرنا بتاتا ہے کہ اصل میں تم جزا و سزا کے دن کے مکمل ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اسی دنیا میں تمہاری زندگی کا خاتمه ہو جائے گا اور تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو گے اور اخروی زندگی کوئی چیز ہی نہیں۔ اسی لئے کافروں کے نزدیک اللہ تعالیٰ رب نہیں۔ اور اگر وہ کچھ مشتبہ ساتھیں رکھتے بھی ہیں تو وہ اسے کریم نہیں مانتے اور اگر وہ عادتاً خدا تعالیٰ کی بعض صفات کو مانتے بھی ہیں تو اس کی بھی وہ یہ تعبیر کرتے ہیں کہ نہ ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور نہ ہی رب کریم کی ہمیں احتیاج ہے۔ بھی دنیا ہی دنیا ہے۔ یہاں ہی ہم زندہ رہیں گے۔ یہیں ہم میریں گے اور مٹی میں مل جائیں گے اور جو کچھ ہم نے کرنا ہے اپنے وسائل سے، اپنی عقولوں سے، اپنے فکرلوں سے، اپنی تدابیر اور اپنے فریب سے کرنا، ہے رپ کریم کی ہمیں احتیاج نہیں۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ تم یوم حشر کے قائل نہیں اس لئے تم رب کریم کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی جرأت کرتے ہو۔

ان آیات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ **إِنَّهُ لِقُرْآنَ كَرِيمَ** میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ یہ ایک ایسی ہدایت ہے کہ جس میں تمام صدقتوں اور علوم حقہ کے اصول آگئے ہیں اس کے بعد نہ کسی

آسمانی ہدایت کی ضرورت ہے اور نہ دنیوی علوم سکھنے کے لئے کسی اور طرف منہ کرنے کی حاجت۔ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل اور انسانی فطرت کو تسلی دینے والی ہے اور جو اسکی اتباع کرتے ہیں ان کو اجرِ کریم ملتا ہے۔ ایسا اجر جو انسان کو خوش کر دیتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے پال دیتا ہے۔ اسے کسی اور کسی طرف جانے کی احتیاج نہیں رہتی اور دینے والا وہ ہے جو ربِ کریم ہے اور کریمیت کا تعلق مالک یوم الدین سے ہے اگر ہے کیونکہ مالک ہونے کے لحاظ سے اس کی دو تجلياں ظاہر ہوتی ہیں:-

ایک غصہ اور قہر کی تجلی اَنْ بَطُشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (البروج: ۱۳) اور ایک رضا اور خوشنودی کی تجلی اور یہ کریم کی صفت سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اتنا دیتا ہے اتنا دیتا ہے کہ لینے والے کو سیر کر دیتا ہے۔ پس یہاں قرآن شریف کی شان کو قُرْآنَ كَرِيمٍ کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے یعنی ساری ہدایتوں اور سارے علوم کا جامع ہے اور اس سے بہتر اور احسن اور خوبصورت کتاب کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ اپنی جنس میں سب سے اکمل کتاب ہے اسی لئے اس کی اتباع کرنے والوں کو اجرِ کریم ملتا ہے اور ملتا بھی رَبِّ کریم کی طرف سے ہے۔

باوجود ان خوبیوں کے اَفَبِهِذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُذَہِنُونَ تم اس کلام کے بارہ میں مناقنہ رویہ اختیار کرتے ہو اور تم خیال کرتے ہو کہ اگر ہم نے قرآن کریم کو صحیح رنگ میں ان کفار کے سامنے پیش کیا تو ہمیں شرمندہ ہونا پڑے گا؟؟ مدعاہت اور منافقت قریباً ابراہ ہے۔ اور جو بات آیت يُخْدِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ أَمْنُوا وَمَا يَخْدِعُونَ إِلَّا أَنفُسُهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (البقرہ: ۱۰) میں بیان ہوئی ہے وہ ادھان اور مُدَاهنة ہی ہے۔ ادھان اور مُدَاهنة کا ایک ہی مفہوم ہے تو فرمایا کہ کیا تم مدعاہت سے کام لیتے ہو؟ نفاق سے کام لیتے ہو۔ تمہارے دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور کرتے ہو اور پھر اتنے عظیم الشان کلام کے متعلق؟؟؟

فرمایا۔ پھر بعض تم میں سے ایسے ہیں وَتَجْعَلُونَ رُزْقَكُمْ أَنْكُمْ تُكَدِّبُونَ (الواقعہ: ۸۳) کہ تم نے انکار کو اپنا حصہ بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کتاب اس لئے نازل کی تھی کہ تم اس پر ایمان لا کر ان فوائد اور فیوض کو حاصل کرو جو اس کی اتباع کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے ہیں۔ مگر تم نے اس کی اتباع سے انکار کیا۔ اس دنیا میں بھی اور آخر دنیا میں بھی ربِ کریم کا فیصلہ تمہارے حق میں خوشی اور رضا کا نہیں۔ بلکہ غصہ اور قہر کا فیصلہ ہو گا۔ اس دنیا میں بھی جہنم تمہارے حصہ میں آئے گی اور

آخر دی زندگی میں بھی ایک لمبا عرصہ تک تم جہنم میں رہنے والے ہو گے۔

غرضیکہ اس آیت کا تعلق میلِتِ یومِ الدین کے ساتھ ہے اور بڑا عظیم الشان مضمون اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد سوال ہوتا ہے کہ اتنی عظیم الشان کتاب کا علم ہم کیسے حاصل کریں؟ فرمایا خدا نے رحیم کے سامنے جھکو جوانسان کی کوشش اور محنت کو بار آور بناتا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن فی کتابِ مُكْنُونٍ پر دوں میں چھپی ہوئی محفوظ کتاب کے اندر ہے۔ اس کی ہدایتیں غطاء (پردے) کے اندر ہیں مُكْنُونٍ کے معنی ہیں وہ چیز جو ایسے پردے یا مکان میں رکھی جائے جس میں اس کی پوری حفاظت ہو سکے۔

تو فرمایا کہ چونکہ حفاظت کی غرض سے اس کے معنی اور مطالب کو چھپایا گیا ہے۔ پردہ میں رکھا ہوا ہے ان کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں ان پر دوں کو اٹھانا پڑے گا، دل کے پردوں کو بھی اور دیگر قسم کے جو ہزاروں جبابات ہیں ان کو بھی۔ اگر تم ان پر دوں کو اٹھاؤ گے کوشش کرو گے، محنت کرو گے تو چھپی ہوئی چیز کو نکال لاؤ گے جیسے کہ کانوں میں چھپے ہوئے جواہر بڑی محنت سے نکالے جاتے ہیں یا سمندر کی تہ میں چھپے ہوئے موتی بڑا گہراغوطہ لگا کر نکالے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کتاب اور اس کے مطالب اس قابل تھے کہ انہیں ہر لحاظ سے محفوظ رکھا جاتا۔ اس مطلب کی خاطر ہم نے بہت سے پردے اس کے گرد ڈال دیئے ہوئے ہیں۔ اگر تم ان مطالب اور معارف تک پہنچنا چاہتے ہو تو تمہیں مجاہدہ سے کام لینا پڑے گا، کوشش کرنی پڑے گی۔ تب وہ خدا نے رحیم تمہاری محنت اور مجاہدہ کا نتیجہ نکالے گا اور ایک حد تک تم قرآن کے حقائق حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ ویسے صفت رحیم اور رحمن پہلو بہ پہلو چلتی ہیں ان کو علیحدہ کر کے صحیح تصور ہمارے دماغ میں نہیں آ سکتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب مکنون ہے اس لئے میری صفت رحیمیت سے برکت حاصل کرو اور پوری جدوجہد قرآن کریم کے سیکھنے میں لگا دو اور پوری طرح اس کتاب کریم اور مطہر صیحہ کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے سیکھنے کے بغیر کوئی لمحہ نہ گزارو اور نہ ہی کوئی دلیقتہ فروگذاشت کرو، ہر وقت اس کے متعلق سوچتے رہو۔ تب تمہاری کوششوں کا نتیجہ نکلے گا اور رحیمیت اپنے جوش میں آئے گی۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خالی مجاہدہ اور کوشش سے کچھ نہیں بنے گا۔ ظاہری کوششوں سے تم صرف چھکا ہی حاصل کر سکو گے اگر کوئی عیسائی اپنا وقت خرچ کرے اور عربی سیکھنے کی کوشش کرے اور پھر تمام قرآن کریم کی وہ تقاضیں جو عربی زبان میں لکھی

گئی ہیں اور وہ تفاسیر جو اردو زبان میں لکھی گئی ہیں پڑھ کر بظہران کے مضامین پر حاوی ہو جائے تو اس علم کی وجہ سے وہ قرآن کریم کی منقولی تفسیر کر سکے گا۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی جو تفسیر برائیں احمدیہ (براہین احمدیہ) ہر چھار حصہ۔ روحانی خزانے جلد اصحفہ ۲۱۷ تا ۲۳۵ (۱۹۷۴ء) میں تحریر فرمائی ہے۔ وہ بھی اسے پڑھ کر بیان کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے یہ صرف ظاہری علم ہے جسے وہ حاصل کر سکتا ہے قرآن کریم کے متعلق صرف ظاہری علم کافی نہیں، قرآن کریم کے علوم، اس کی ہدایات، اس کے معارف اور اس کی حکمتیں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت رحمیت کے ساتھ صفت رحمانیت بھی جوش میں آئی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر بعلم خش کار دیں بدے
ہر لئے راز دار دیں بدے

(سراج منیر روحانی خزانے جلد ۱۲ اصحفہ ۱۰۰)

پس فرمایا کہ ہم نے ہر طرح سے قرآن کریم کی حفاظت کی ہے اور کوئی خش کیا ظاہری علم اس کے مغز اور روح کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم خدائے رحمن کا دروازہ ہٹکھٹھاؤ کیونکہ جب تک تم اس کی نگاہ میں پا کیزہ نہیں ٹھہر و گے معارف و حقائق قرآنیہ کا بھی تم پر نزول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آیت لاَيَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقعہ: ۸۰) کا تعلق صفت رحمن سے ہے۔

پھر فرمایا تَنْزِيلٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الواقعہ: ۸۰) قرآن کریم کی تفاسیر بہت سی ہو چکی ہیں۔ میرے خیال میں کئی سوموئی مولیٰ تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ لاکھوں صفحات تفسیر کے لکھے گئے ہیں۔ ایک عام سمجھ کا انسان ان تفاسیر کے ڈھیر کو دیکھ کر دل میں خیال کر سکتا ہے۔ کہ جو کچھ قرآن مجید میں تھامفسرین نے اسے باہر نکال لیا ہے۔ اب کوئی شخص کتاب مکونوں سے کوئی نیا مطلب نہیں نکال سکتا۔

اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا کہ صحیفہ قدرت کو دیکھ لوئی کثرت سے بڑی بڑی ایجادیں ہوئیں بعض لوگوں نے صرف ایک مسئلہ کے متعلق نئی تحقیق پیش کی تو دنیا نے اسے بہت سراہا اور کہا کہ اس نے علم کی بڑی خدمت کی ہے حالانکہ اس نے ساری عمر میں ایک راز ہی معلوم کیا تھا با وجود اتنی کوششوں کے پھر بھی نہیں کہا جا سکتا کہ دنیوی علوم ختم ہو گئے اور کہ انسان صحیفہ قدرت پر پوری طرح حاوی ہو گیا ہے اور کوئی

نئی چیز یا ایجاد دریافت نہیں کی جا سکتی۔

تو فرمایا کہ جس طرح صحیحہ قدرت میں اللہ تعالیٰ کے غیر محمد و داسرار پوشیدہ ہیں اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی غیر محدود حکمتیں اور معارف پوشیدہ ہیں۔ **تَنْزِيلٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ** (الواقعہ: ۸۱) اس لئے جس زمانہ میں بھی تم ہو اور جس ملک میں بھی اللہ تعالیٰ تمہیں پیدا کرے اس اصول کو مذکور رکھنا کہ قرآن کریم کا اتار نے والاربُ ربُ العالمینَ ہے۔ جس کی حکمت تجدید، نشوونماء اور ارتقاء کو چاہتی ہے۔

اس لئے دنیا بھی ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی کہیں کی کہیں پہنچ رہی ہے اور ہر ٹی منزلي پر اسے نئی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے بندے پیدا کر دیتا ہے جو قرآن کریم کے نئے مطالب، معانی اور نئے معارف اخذ کر کے اس زمانہ کی نئی الجھنوں کو سلیمانی کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن کریم کے علوم ختم ہونے والے نہیں قرآن کریم غیر محدود حقائق اور غیر متناہی علوم و حقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے ہر زمانہ کی حاجت کے مطابق وہ کھلتے جاتے ہیں اور ہر زمانہ کے خاص فاسد خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ علوم ایک مسلح فوج کی طرح کھڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اس کتاب میں ہر وہ سامان موجود ہے جو کسی زمانہ کے لئے درکار ہے اور ہر ایک زمانہ کی ضرورت حقہ کے پورا کرنے کا کامل اور مکمل طور پر متنافل ہے جیسے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس زمانہ میں خود مشاہدہ کیا ہے۔

غرضیکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کتاب کا تعلق ہماری صفت ربُ العالمینَ سے بھی ہے۔ جس طرح عالم ابتدائی دور میں تھے۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے اسی طرح قرآن کریم کے علوم بھی منزلہ منزلہ نئے سے نئے نکلتے چلے آئیں گے اور دنیا یہ نہ کہہ سکے گی کہ ہمیں ایک مسئلہ پیش آیا لیکن قرآن کریم نے ہمارے سامنے اس کا حل پیش نہیں کیا۔ اس لئے اگر کسی جگہ تم رکتے یا اٹکتے ہو تو اس میں تمہارا قصور ہے تم روپیت عالمین کا دروازہ کھلھٹا اور اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے دامن کو پکڑو۔ خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزانہ طور پر جھکو اور کھو کہ اے خدا! تو نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ میں ربُ العالمینَ ہوں اور یہ کتاب میری طرف سے نازل ہوئی ہے میری اس صفت کے ماتحت جہاں عالمین ارتقا ڈوروں میں سے گزر رہے ہیں وہاں قرآن کریم کے علوم بھی نئے سے نئے دنیا پر کھلتے رہیں گے۔ آج ضرورت بعض مسائل کے حل کرنے کی ہے تو ہماری عقولوں کو منور فرماؤ اور ہمارے لئے

ایسے دروازے کھول جو ہمیں تیرتے تک پہنچائیں اور ان سے ہمیں قرآن کریم کا وہ نور حاصل ہو جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔

پس ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت کو بیان کیا ہے اور قرآن کریم کے معارف کے حصول کے لئے جن صفات سے برکات حاصل کرنے کی ضرورت ہے انہیں بھی بیان فرمایا ہے ہمیں چاہئے کہ انفرادی اور جماعتی طور پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے برکات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم اپنی کوشش، اپنی جدوجہد اور مجاہدات کو کمال تک پہنچائیں اور جو منصوبہ قرآن کریم کو سکھنے سکھانے کا جماعت میں جاری کیا گیا ہے اس سے غفلت نہ بر تیں۔

اس موقع پر میں اُن عزیزوں اور بھائیوں سے بھی اپیل کرنا چاہتا ہوں جن کا مختلف درسگاہوں سے طالب علم یا استاد کا تعلق ہے کہ اپنی چھٹیوں میں سے اگر آپ دو ہفتے قرآن کریم کو پڑھانے کے لئے وقف کر دیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی برکات نازل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نیک کام کے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الغضلال ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۳ تا ۵۵)



ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم سیکھیں، جانیں
اور ہر وقت اس کی اتباع کرنے کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ کیم جولائی ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ تم اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظہر بن جاؤ۔
- ☆ خلیفہ وقت کا سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو راجح کرنے والا ہو۔
- ☆ قرآن کریم کے علوم حاصل کئے بغیر ہم وہ کام ہرگز سرانجام نہیں دے سکتے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سلسلہ کو قائم کیا ہے۔
- ☆ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہیں ہونا چاہئے جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

تشہد، تعوداً و رسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق یہ دعویٰ فرمایا ہے۔

وَمَا تَسْتَلِمُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

(یوسف: ۱۰۵)

کہاے رسول! تو جوان کفار کو تبلیغ کر رہا ہے اور خدا تعالیٰ کا پیغام انہیں پہنچا رہا ہے اس پر تو ان سے کوئی اجر نہیں مانگتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن کریم تمام جہانوں کے لئے سراسر شرف کا موجب ہے۔ اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں (رَحْمَةُ اللَّعَالَمِينَ) اسی طرح قرآن کریم تمام عالمین کے لئے ذکر ہے۔ ذکر عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ ذکر کے چار معنی چسپاں ہوتے ہیں اس کے پہلے معنی الْكِتَابُ فِيهِ تَفْصِيلُ الدِّينِ وَوَضْعُ الْمِلَلِ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶) ایسی کتاب جس میں دین کی تفاصیل اور احکام شریعت کامل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

تو فرمایا کہ قرآن کریم ایک کامل کتاب شریعت ہے۔ کوئی شرعی حکم ایسا نہیں جو اس میں بیان ہونے سے رہ گیا ہو اور دین و مذہب کے متعلق جتنی بھی تفصیل انسان کے لئے ضروری ہے۔ وہ ساری کی ساری اس کتاب میں بیان کردی گئی ہے۔ پس اس کی اتباع اللہ تعالیٰ کی انتہائی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

اس کے دوسرے معنی ہیں الشَّرَف (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶) بلند مرتبہ، رفتہ اور بزرگی۔ تو فرمایا کہ جو احکام شریعت قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگر تم ان کو سیکھو گے اور ان پر عمل کرو گے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں بلند مرتبہ اور رفتہ اور بزرگی عطا کرے گا۔ اور اتباع قرآن

کے ذریعہ آسمانی (روحانی) رفتتوں کے وہ دروازے جو خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں کو ڈھونڈنے والوں کے لئے کھولے جاتے ہیں۔ تم پر کھولے جائیں گے۔

اس کے تیسرا معنی الشَّنَاءُ (تفہیم کیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶) کے ہیں۔ تعریف اور حمد۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اتباع قرآن کے نتیجہ میں روحانی رفتتوں کو تم حاصل کرو گے تو تمہیں تعریف اور شناع بھی حاصل ہو جائے گی۔ الشَّنَاءُ کا لفظ جس قسم کی تعریف کے متعلق بولا جاتا ہے۔ اس میں ایک اطیف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی دوسرے کامل وجود کا ثانی بننا یعنی اس کے اخلاق کی اتباع کر کے اس کا رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرنا۔

پس اس میں توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کریم نے جو تعلیم تمہارے سامنے رکھی ہے۔ وہ یہی ہے کہ تم تَحَلَّقُ بِالْخَلَقِ اللَّهِ حاصل کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کی مظہر بن سکو۔ اور جب تم اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظہر بن جاؤ گے تو ہر صاحب عقل و بصیرت تمہاری تعریف، تمہاری شناع اور تمہاری حمد کرنے پر مجبور ہو گا۔

اس کے چوتھے معنی الصَّیْثُ (تفہیم کیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶) یعنی ذکر خیر کے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احکام قرآنی پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جو بزرگی اور رفت حاصل ہوتی ہے اور بندہ خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دنیا ایسے لوگوں سے فائدہ حاصل کرتی ہے۔ صرف ان کی اپنی نسل پر ہی نہیں بلکہ ایسے لوگوں کا احسان آئندہ آنے والی نسلوں پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے ان کا ذکر خیر باقی رہ جاتا ہے۔ کیونکہ ذکر خیر صرف اسی شخص، گروہ یا سلسلہ کا ہی قائم رکھا جاتا ہے (اور رکھانا چاہئے) کہ جس کا احسان آئندہ نسلوں پر ہو اور اس طرح آئندہ نسلیں اس شخص، گروہ یا سلسلہ کو یاد رکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ پہلوں نے ہم پر بڑے احسان کئے ہیں۔ اور ہمیں ان احسانوں کو بھولنا نہیں چاہئے۔ مثلاً ہم احادیث کے جمع کرنے والے بزرگوں کا ادب اور احترام اور دعا کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ ان کا ذکر خیر اسی وجہ سے قائم ہے کہ ان لوگوں نے اپنی زندگیاں ہمارے فائدے کے لئے صرف کرڈا ہیں۔ ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے اقوال کو جمع کیا۔ ان کی چھان بین کی اور انہیں ہم تک پہنچانے کا انتظام کیا۔ اس احسان کے بدله میں ان کا ذکر خیر نسلًا بَعْدَ نَسْلٍ ہم تک چلا آیا اور آئندہ بھی چلتا چلا جائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہونے کے علاوہ یہ خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہے کہ جب کوئی اس پر عمل کرتا ہے تو وہ صرف اسی نسل کو زیر یار احسان نہیں کر رہا ہوتا جس کا وہ ایک فرد ہوتا ہے بلکہ اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس سے نیکیوں اور خیر کے وہ کام لیتا ہے جس کے نتیجہ میں آئندہ نسلیں بھی اس کے احسان کے نیچے دبی ہوتی ہیں۔ وہ اس کے احسان کو پہچانتی ہیں اور اس کی وجہ سے اس کی شکرگزار ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ قرآن اس کے لئے الظیہ ذکرِ خیر کے جاری رہنے کا موجب بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق بہت سی تعریفیں خود اس میں بیان فرمائی ہیں۔ اس چھوٹی سی آیت میں بھی بہت کچھ بیان کیا گیا ہے جس کی طرف میں نے اس وقت محض اشارے کے ہیں لیکن ان اشارات سے بھی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں عزت اور شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمارے دل میں یہ خواہش ہے کہ ایک طرف ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے اور دوسرا طرف آئندہ نسلیں بھی ہمیں نیک نام سے یاد کریں۔ ہمارے لئے دعا کرنے والی ہوں اور خدا کے حضور گڑگڑانے والی ہوں کہ اے خدا ان لوگوں پر اپنی زیادہ سے زیادہ رحمتیں نازل کرتا چلا جا۔ تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کو سیکھیں، جانیں اور اس کی اتباع کریں اور اس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں۔

اسی لئے میں نے قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ خلیفہ وقت کا سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو راجح کرنے والا ہو۔ اور نگرانی کرنے والا ہو کہ وہ لوگ جو سلسلہ حق کی طرف منسوب ہونے والے ہیں کیا وہ قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر رکھنے والے ہیں؟ اور اس سے منہ پھیرنے والے نہیں بلکہ اس کی پوری پوری اطاعت کرنے والے ہیں۔

میری اس تحریک پر جماعتوں نے توجہ دی۔ بہت سی جماعتوں کی طرف سے تو بہت اچھی روپری میں مل رہی ہیں لیکن بعض جماعتوں ابھی ایسی بھی ہیں جہاں ابھی تک یہ کام شروع نہیں ہوا۔ اور بعض جماعتوں کے متعلق یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ کام شروع ہونے کے بعد پھرستی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ میں پھر تمام جماعتوں کو، تمام عہدیدار ان خصوصاً امراء اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن

کریم کا سیکھنا، جاننا، اس کے علوم کو حاصل کرنا اور اس کی باریکیوں پر اطلاع پانا اور ان را ہوں سے آ گا؛ ہی حاصل کرنا جو قرب الٰہی کی خاطر قرآن کریم نے ہمارے لئے کھوی ہیں از بس ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم وہ کام ہرگز سرانجام نہیں دے سکتے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر آ گاہ کرتا ہوں اور متنبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ مرد نہ عورت، نہ جوان نہ بچہ کہ جسے قرآن کریم ناظر ہ پڑھنا نہ آتا ہو جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے کی اور پھر انہیں بخانے کی توفیق دے اور مجھے بھی توفیق دے کہ جب تک آپ اس بنیادی مقصد کو حاصل نہیں کر لیتے، اس رنگ میں آپ کی نگرانی کرتا رہوں جس رنگ میں نگرانی کرنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد کی گئی ہے۔

وَمَا تَوْفِيقُنَا إِلَّا بِاللَّهِ

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ رب جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۲-۳)



خطبہ جمعہ ۸ جولائی ۱۹۶۶ء



حضور ناسازی طبع کے باعث نماز جمعہ کے لئے تشریف نہ لاسکے۔

(افضل ۱۰ جولائی ۱۹۶۶ء)



قرآن کریم کو حرزِ جان بناؤ کہ اس کے بغیر ہم کوئی عزت
کوئی بلندی اور کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ جولائی ۱۹۶۶ء بمقام مسجد نور۔ راولپنڈی)



- ☆ مسلمانوں کو عروج و ترقی اور ارفع مقام اتباع قرآن کریم ہی کے نتیجہ میں ملا۔
- ☆ مسلمانوں نے جب قرآن سے دوری اور بے تعلقی اختیار کی تو وہ قدر مذلت میں جا گرے۔
- ☆ محض بیعت کر لینا کافی نہیں جب تک ہم پورے کے پورے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتے۔
- ☆ الہام ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“ کا پورا ہونا صرف احمدی کھلانا کافی نہیں، قرآن کریم اور اسلام کی عزت دنیا میں قائم کریں۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مسلمانوں پہ تب ادب آیا
کہ جب تعلیم قرآن کو بھلایا

(درشین اردو صفحہ ۵۵ نیا ایڈیشن)

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تاریخی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ جب ہم تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں اور مسلم ممالک اور اقوام کے عروج و زوال، ترقی و تنزل اور ان کی تہذیب اور ان کی وحشت کی داستانیں ہمارے سامنے آتی ہیں تو ہم پر یہ بات واضح اور ہیں ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے جب کبھی عروج و ترقی کی۔ تہذیب کی رفعتوں تک پہنچے۔ تو یہ ارفع مقام انہیں اتباع قرآن ہی کے نتیجے میں ملا۔ اور جب کبھی انہوں نے قرآن اور اس کی اعلیٰ وارفع تعلیم کو پس پشت ڈال دیا۔ اس سے منہ موزٹ لیا۔ اس سے بے رُخی بر تی، اس سے دُوری اور بے تعلقی اختیار کی۔ اور اسے ناقابل عمل سمجھتے ہوئے مجhor قرار دیا تو وہ قصر مذکوت میں جا گرے۔

اس کے برعکس جب انہوں نے قرآن کریم کو حرزِ جان بنایا اور اس کا جو اپنی گردنوں پر رکھا قرآن کریم کے نور سے منور ہو کر اور اس کے خادم بن کر میدانِ عمل میں اترے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی ترقیات سے نواز اور ایسی رفتیں انہیں عطا کیں کہ دنیا کے وہ معلم اور استاد بھی بنے۔ دنیا کے وہ ہادی اور راہ نما بھی ہوئے۔ دنیا کے وہ محسن بھی ٹھہرے۔ خداۓ رزاق سے تعلق پیدا کر کے الْحَفِيظُ اور الْعَلِيُّمُ کی صفات کا مظہر بنے اور علیٰ خَزَآئِنِ الْأَرْضِ انہیں مقرر کیا گیا اور زمین کی پیداوار کی تقسیم ان کے سپرد کی گئی۔ اور ایک دنیا نے ان سے بھیک مانگی اور ایک جہاں کو انہوں نے سیر کیا۔ مگر ان کے دامن دنیا

داروں کے سامنے کبھی نہ پھیلے۔ نہ وہ دنیوی طاقتوں کے سامنے کبھی بھکے، نہ ان سے مرعوب ہوئے اور نہ وہ کبھی ان کے زیر احسان آئے۔

لیکن مسلم اقوام نے جب قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو طاق نسیان کی زینت اور فُرّانًا مَهْجُورًا بنادیا اور اپنی ناقص اور غافل عقولوں کو آسمانی نور سے بہتر جانا تو نور علم، نور فراست اور نور فطرت ان سے چھین لیا گیا۔ روحانی علوم و انوار کا تو ذکر کیا۔ دنیوی علوم میں بھی انہیں غیروں سے بھیک مانگنی پڑی اور جب رذاقِ حقیقی سے انہوں نے اپنا رشتہ توڑ لیا تو حسنات دنیا بھی ان سے چھین لی گئیں۔ اور ہم نے دیکھا کہ لچائی ہوئی نظروں سے وہ دنیا اور دنیا داروں کو تک رہے تھے۔

پس مسلمانوں کی تاریخ ایسے خفاق سے بھری ہوئی ہے۔ اس تاریخ کے بہت سے باب جہاں سنہری حروف سے لکھے نظر آتے ہیں۔ وہاں وہ باب بھی تو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ہماری گردی میں جھک جاتی ہیں۔ تاریخ کے ان ابواب سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مسلم اقوام میں سے کس قوم نے کس زمانہ میں قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو اس کا حقیقی مقام دیا اور وہ درجہ دیا جو اسے دیا جانا چاہئے تھا اور کس قوم نے کس زمانہ میں قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو بھلا دیا۔ اور پھر دنیا میں ان کے لئے عزت اور پناہ کا کوئی مقام بھی باقی نہ رہا۔

پس جماعت احمدیہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ محض بیعت کر لینا یا محسن احمدیت میں داخل ہونا یا محسن احمدیت کا لیبل اپنے اوپر لگالینا کافی نہیں جب تک ہم پورے کے پورے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتے۔ جب تک ہم اَسْلَمْتُ لِوَبِ الْعَالَمِينَ کا صحیح نمونہ اپنے خدا اور خدا کی بنائی ہوئی دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے۔ جب تک ہم قرآن کریم کے تمام اور ونوایت کی عزت نہیں کرتے۔ ان کے آگے نہیں جھکتے اور جن باتوں سے ہمیں روکا گیا ہے ان سے باز نہیں آتے اور جن چیزوں کے وارث نہیں کی تلقین کی جاتی ہے۔ وہ ہم بجانب نہیں لاتے۔ اس وقت تک ہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جن فضلوں کا وارث وہ انسان ہوتا ہے جو قرآن کریم کے نور سے منور ہوتا ہے اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے والا ہوتا ہے اور قرآن کریم کا کامل تفیع ہوتا ہے اور قرآن کریم کا سچا خدمت گزار ہوتا ہے۔ محسن احمدی کہلانا، محسن احمدیت کی طرف منسوب ہونا ہمارے لئے کافی نہیں اسی لئے میں اپنے متعدد خطبات میں اس سے پہلے بھی جماعت کو اس طرف متوجہ کر چکا ہوں کہ پوری بہت کے ساتھ اور

پوری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے اور اس پر عمل کرنے کا انتظام تمام جماعتیں کے اندر کیا جانا چاہئے۔ بہت سی جماعتیں اس طرف پوری طرح متوجہ ہوئی ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جنہوں نے اس طرف پوری توجہ نہیں دی۔

قرآن کریم کے بغیر، قرآن کریم کی برکات کو چھوڑ کر، قرآن کریم کے نور سے پیٹھ پھیرتے ہوئے، قرآن کریم کو معزز نہ جان کر اپنے دلوں سے باہر نکال پھینکتے ہوئے، ہم خدا کی نگاہ میں کوئی عزت، کوئی بلندی، کوئی رفعت، کوئی کامیابی، کوئی کامرانی اور کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں متعدد بار اس کی اہمیت کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے۔ چند آیات کی تفسیر میں نے اس سے پہلے اپنے خطبات میں دوستوں کے سامنے رکھی ہے۔ آج میں قرآن کریم کی دو اور آیتیں دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ زُمر میں فرماتا ہے۔

تَنْزِيلُ الْكِتابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لِّلَّادِينِ ۝ (ال Zimmerman ۳، ۲)

یعنی اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور سب کام حکمتیں کے ماتحت کرنے والا ہے۔ ہم نے تیری طرف یہ کتاب کامل سچائیوں پر مشتمل اتاری ہے۔ پس تو اطاعت کو واللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کر۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا تَنْزِيلُ الْكِتابِ مِنَ اللَّهِ کہ اس کتاب کو وہی کے ذریعہ محمد رسول اللہ پر اتارنے والی وہ ذات ہے جسے اللہ کے نام سے اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ الْكِتابُ کے لغوی معنی یہ ہیں کہ وہ صحیفہ آسمانی جس میں تمام ضروری فرائض اور احکام کامل اور مکمل طور پر بیان ہوئے ہوں۔ اور جو اقوام عالم کی تقدیری اور قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہو۔ اسی لئے سورۃ حم السّجدہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بشیری بھی کہا ہے اور نذیر بھی کہا ہے۔ یعنی قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ قیامت تک تمام جہانوں کی تقدیر قرآن کریم سے وابستہ کر دی گئی ہے اور جو لوگ قرآن کریم کی ہدایات کو سمجھنے اور پہچاننے والے، جو لوگ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے اور قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو جن صفات کے ساتھ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ اس کا عرفان رکھنے والے اور اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارنے والے ہیں۔

ان کے لئے قرآن کریم بطور بشیر کے پیش کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے فعل نے ہر زمانہ میں اس بات پر مہر لگادی ہے کہ قرآن کریم کو جو بشیر کا نام دیا گیا ہے وہ بالکل برحق ہے اس میں کوئی غلطی نہیں کیونکہ یقیناً ہر مقام پر اور ہر زمانہ میں قرآن کریم کے کامل تبعین کو وہ روحانی اور جسمانی، دینی اور دنیوی نعماء میں جن کی بشارت قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو مختلف مقامات پر دی تھی۔

اور وہ لوگ جو قرآن کریم کے مقابل کھڑے ہوئے جنہوں نے اس خدا کو جھلایا جسے اس کی کامل صفات کے ساتھ قرآن کریم پیش کرتا ہے۔ ان لوگوں کے متعلق قرآن کریم کے بتائے ہوئے انداز احرف بحروف پورے ہوئے اور قرآن کریم نے اپنی پیشگوئیوں میں کہیں کوئی غلطی نہیں کی۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے تاریخ اسلام یعنی اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اس بات پر گواہ ہے کہ قرآن کریم بشیر بھی ہے اور نذیر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ یہ کامل اور کامل کتاب ہے جس میں فطرتِ انسانی کے لئے، اس فطرتِ انسانی کے لئے جو اپنے عروج اور بلوغت کو پہنچ چکی تھی۔ تمام وہ ہدایات موجود ہیں جن کی اسے ضرورت تھی کیونکہ اس کتاب کا اوتار نے والا اللہ ہے۔ یعنی وہ ذات جسے اس کی بعض مخصوص صفات کے ساتھ قرآن کریم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اس کی دو صفات کا ذکر اس نے اس آیت میں بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی جگہ پر یہ کامل اور کامل کتاب ہے اور اس کا اوتار نے والا اللہ ہے جس کی کئی صفات ہیں لیکن ہم تمہیں اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ العزیز بھی ہے اور لغت عربی میں عزیز اس ہستی کو کہتے ہیں جو صاحب قدرت اور صاحب قوت ہو اور صاحب عزت ہو اور دنیا کی کوئی طاقت اسے کوئی نقصان نہ پہنچاسکتی ہو۔ وہ اتنا قوت والا ہو کہ دنیا کی کوئی طاقت اور قوت ایسی متصور نہ کی جاسکتی ہو جو اس کی قوت اور طاقت کے مقابلہ میں کامیابی کے ساتھ اس کے برخلاف کوئی مکرا اور حیلہ اور فریب کر سکے۔ وہ غالب ہے مغلوب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی اور اپنی ان صفات میں وہ بمشی بھی ہے۔ یعنی اس کی قوت اور اس کی قدرت اور اس کا غالبہ اور اس کی عزت ایسی ہے کہ دنیا کی کسی اور ہستی کی نہ وہ قوت، نہ وہ غلبہ، نہ وہ طاقت، نہ وہ شان، نہ وہ جاہ، نہ وہ جلال، کچھ بھی نہیں۔ اس ہستی کو عزیز کہتے ہیں۔ تو اس آیت میں فرمایا کہ یہ کتاب اس اللہ نے نازل کی ہے جو اس قدر قوت اور طاقت

اور عزت والا ہے کہ دنیا کا کوئی مکر اور فریب اس کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ اس مضبوط اور بلند پہاڑ کی چوٹی پر بنے ہوئے قلعہ کی طرح ہے کہ جس تک چڑھنا کسی اور کے لئے ممکن ہی نہیں۔ مَنْيُعْ ہے۔ یعنی وہ اتنا محفوظ ہے کہ اس کے خلاف کسی سازش کی کامیابی ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔

تو ہمیں اس کتاب میں صفت عزیز کا ذکر کر کے یہ بتایا کہ اگر تم اس الکتاب پر عمل کرنے والے ہو گے۔ اگر تم اس کے احکام کی اطاعت کرنے والے ہو گے تو اللہ جو عزیز ہے تمہیں عزت کے ایسے مقام پر کھڑا کرے گا کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ اگر تمہاری ترقی کے سامنے ہمالیہ کے پہاڑ بھی حائل ہوں گے تو وہ پاش پاش کر دیئے جائیں گے۔

مسلمانوں کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ بالکل بے کسی اور بے بھی کے زمانہ میں جب ان کے پاس نہ عزت تھی، نہ طاقت تھی، نہ مال تھا اور نہ کوئی اور ظاہری سامان تھے، صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے ہاتھ میں تھا صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے دل میں تھا، صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے عمل میں نظر آ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غلبے عطا فرمایا اور ان کے مقابل آنے والی سب طاقتوں کو مٹا دیا اور ایک کم مایہ، بے مایہ، کمزور و ناتوان اور غریب کو تمام دنیا کی طاقتوں کے مقابلہ میں کامیاب و کامران کر دیا۔ اس کی ایک تازہ مثال میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس مثال کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۶۸ء میں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاما بتایا ہے کہ ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈ میں گے“۔

(تذکرہ صفحہ ۱۱۴۰ ایڈیشن چہارم)

اس وقت آپ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا، قادیان کو بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ جماعت احمدیہ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہ جانتے تھے۔ کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت کا قیام نہیں کیا گیا تھا۔ اور بیعت بھی شروع نہ ہوئی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی کی۔ اور قریباً سو سال تک مخالف کو موقع دیا کہ جتنا چاہو استہزا کرو، مذاق کرو، ٹھٹھا کرو، طعنے دے لو۔ یہ کلام ہمارا (عزیز خدا کا) کلام ہے جو ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ سامان پیدا کر دیئے۔ (دوسرا سال کے بعد) جب اس عرصہ میں ایک نیا ملک بنایا گیا۔ پھر الہی تدبیر کے ماتحت اس ملک کو آزادی دلائی گئی۔ پھر الہی منشاء کے مطابق جب اس ملک کی

اپنی حکومت بنی، تو اس کا سربراہ اور اس کا ایکٹنگ (Acting) گورنر جزل اس شخص کو مقرر کیا گیا جو تقریر کے دن سے پہلے جماعت احمد یہ گیمبا کا پر یزیدینٹ تھا۔ اس طرح جماعت احمد یہ کے پر یزیدینٹ کو گورنر جزل بنادیا گیا۔

پھر ان کو ہمارے مبلغ نے توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بشارت ہے کہ ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“، تم خوش نصیب انسان ہو کہ دنیا کی تاریخ میں تمہیں پہلی دفعہ یہ موقع مل رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے تم برکت حاصل کر سکو مگر یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ اس لئے قبل اس کے کم اس کے متعلق خلیفہ وقت کو اپنی درخواست بھجواد چالیس دن تک چلے کرو۔ یعنی خاص طور پر دعا نہیں کرو۔ اس قسم کا چلنہ نہیں جو صوفیا اور فرقاء کیا کرتے ہیں۔ چالیس دن تک خاص طور پر تہجد میں دعا کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں اس بات کا اہل بنائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا تمہیں ملے۔

انہوں نے دعا شروع کی اور پھر مجھے خط لکھا کہ میں دعاوں میں مشغول ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہا ہوں کہ میں ایک بڑی بھاری ذمہ داری لے رہا ہوں، صرف عزت حاصل نہیں کر رہا، صرف تبرک حاصل نہیں کر رہا بلکہ بڑی بھاری ذمہ داری بھی لے رہا ہوں۔

ایک شخص جو ہزارہا میل دور رہتا ہے کبھی ربود آیا، نہ ہی تاریخ احمدیت سے پوری طرح واقف، اس کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کی اہمیت جب تک پوری طرح بٹھانے دی جاتی میرے نزد یک انہیں تبرک بھجوانا درست نہیں تھا۔ اس لئے میں نے انہیں ایک لمبا ساخت لکھا اور انہیں یہی نکتہ سمجھایا کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک مانگ رہے ہو۔ اس میں برکتیں بھی بڑی ہیں مگر یہ بھی نہ بھولو کہ اس کی قیمت اتنی ہے کہ ساری دنیا کے سونے اور ساری دنیا کی چاندی اور ساری دنیا کے ہیرے اور جواہرات بھی اگر اس کے مقابل رکھے جائیں تو ان کی وہ قیمت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا کی قیمت ہے اس لئے تم ایک بڑی ذمہ داری لے رہے ہو۔ ڈھنی طور پر، روحانی طور پر اور اخلاقی طور پر اپنے آپ کو اس کا اہل بناؤ۔

یہضمون تھا اس خط کا جو میں نے انہیں لکھوایا اور ان سے انتفار کروایا تاکہ جب ان کی یہ روحانی پیاس اور بھڑکے اور ان کے دل میں ذمہ داری کا پورا احساس بیدار ہو جائے اس وقت وہ تبرک ان کو

بھیجا جائے۔

پندرہ بیس دن ہوئے وہ تبرک ان کو بھجوایا گیا اور مجھے ابھی گھوڑا گلی میں ان کی تاریخی ہے کہ وہ تبرک مجھے مل گیا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔

پس خداۓ عزیز کے ساتھ تعلق رکھنے والے عزت کے ایسے مقام کو حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن قرآن کریم کی طرف منسوب ہونا اور پھر عزت کی بجائے ذلت کے مقام پر کھڑا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ ایسا شخص زبان پر تو قرآن کریم کا نام لاتا ہے لیکن دل سے اسے دھنکارنے والا اور پرے کرنے والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اس آسمانی کامل اور مکمل صحیفہ کو اُتارنے والا العزیز ہے۔ وہ ایسی طاقت کا مالک ہے کہ دنیا کی ساری طاقتیں اکٹھی ہو کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ وہ اس کی مخلوق ہیں۔ وہ اندر اور باہر سے ان کو جانے والا ہے۔ وہ ان کی قوتیں اور استعدادوں کو اس لئے جانے والا ہے کہ وہ خود اس کی پیدا کر دے ہیں۔ تو وہ اس کے مقابلہ میں کیسے کھڑی ہو سکتی ہیں؟ اور ہمیں یہ بتایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی اس الْكِتَابُ پر پورا عمل کرو گے اور اس کی اطاعت اس طرح کرو گے جیسا کہ اطاعت کا حق ہے تو پھر خداۓ عزیز تمہیں عزت کے بلند مقام پر کھڑا کر دے گا۔

پھر فرمایا کہ جس اللہ نے یہ کتاب تمہیں بھجوائی ہے وہ صرف الْعَزِيزُ ہی نہیں۔ الْحَكِيمُ بھی ہے الْحَكِيمُ کے معنی ”صاحب حکمت“ کے ہیں۔ حِكْمَة عربی زبان میں عدل، علم، فلسفہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تو الْحَكِيمُ کے ایک معنی یہ ہوئے کہ وہ علم رکھنے والی ہستی ہے۔ اس سے زیادہ عَلِیمُ کوئی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جس نے یہ قرآن نازل کیا ہے وہ ذات ہے جس کے علم کے مقابلہ میں ساری دنیا کے علوم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کامل علم اس کے پاس ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ دنیا کے ہر ظاہر و باطن پر اس کی نظر ہے۔ ماضی و حال و مستقبل اس کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ایک انسان کیلئے ایک سینئٹ کا ہزارواں حصہ جو حقیقتاً اس کے لئے حال بنتا ہے۔ پس یہ وہ ذات ہے جو زمانہ سے بھی ازفُع ہے۔ جو مکان سے بھی بالا ہے۔ اس کے علم کے مقابلہ میں کوئی علم ٹھہر نہیں سکتا۔ اسی علم کے منع سے یہ کتاب نازل

ہوئی ہے۔ اس لئے اگر تم قرآن کریم کا غور سے مطالعہ کرو گے۔ اس کو سمجھو گے، اس کے علوم کے حصول کے لئے اپنے رب سے دعا نہیں کرتے رہو گے تو تمہیں وہ علوم عطا کئے جائیں گے کہ دنیا کے سارے عالم تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ چنانچہ ابتداء زمانہ اسلام میں جو ترقی کا زمانہ ہے۔ ہمیں یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ مغرب کے جتنے بڑے بڑے فلاسفہ گزرے ہیں۔ ان سب نے اپنی فلاسفی یا ان نظریات میں جوانہوں نے پیش کئے ہیں کسی نہ کسی مسلمان محقق سے بھیک مانگی ہے۔

ایک جرم من فلاسفہ کا نٹ بہت مشہور فلاسفہ ہے جسے صرف جرمی میں ہی نہیں بلکہ انگلستان اور امریکہ اور دوسری مہذب دنیا میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسے بڑے دماغ والا خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی تھیوریز اور نظریے جو اس نے دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں ذائقی علم رکھتا ہوں کہ ان نظریات کو ہمارے مسلمان علماء نے کانت (Kant) سے بہتر طریق پر صدیوں پہلے ہی دنیا کے سامنے پیش کیا ہوا ہے۔ اس وقت تو ان علماء کی کتب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ بعد میں اسلام کے خلاف جو تعصب سے کام لیا گیا۔ اس کے نتیجہ میں ہماری بہت سی لا ببری یا جلا دی گئیں۔ اور بہت بڑے پایہ کی کتابیں ایسی ہیں جو یا تو اس وقت دنیا سے کلینٹاً مفقود ہیں۔ یا ان کی ایک آدھ جلد باقی ہے جو مثلاً روس کی لا ببری میں ہے اور ہماری دسترس سے باہر ہے اور ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ یا اگر کہیں چھپی ہوئی ہوں تو کہہ نہیں سکتے۔

اسی طرح طب ہے اور دیگر جتنی سائنسز ہیں اور جتنے دوسرے علوم ہیں ان کے متعلق یہ لوگ اب مجبور ہو کر تسلیم کر رہے ہیں کہ ہم نے ابتدأ انہیں مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ پس جس وقت مسلمان قرآن کریم کی قدر کرنے والا تھا۔ قرآن کے نور سے حصہ پانے والا تھا۔ وہ تمام ان اقوام کا استاد تھا۔ لیکن پھر مسلمان کھلانے والوں نے اپنے غرور اور نخوت میں عملًا یہ اعلان کر دیا کہ ہمیں قرآن کریم کی ضرورت نہیں۔ ہماری عقل ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے اپنی ناقص عقل پر ہی بھروسہ کرنا ہے۔ تو پھر جاؤ اپنی عقل سے کام لے کر دیکھ لواور آخر یہ ہوا کہ ہمیں علم کے ہر میدان میں بھیک مانگی پڑ گئی ہے۔ یہاں تک کہ جو موٹی موٹی باتیں ہیں۔ جو آسانی سے ایک غیر دیندار مسلمان بھی قرآن کریم سے حاصل کر سکتا تھا۔ وہ بھی ہمیں حاصل نہ رہیں کیونکہ قرآن کریم کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں۔ مثلاً ماڈل فارم ہیں آپ میں سے جو سفر کرنے والے ہیں وہ دیکھتے ہوں گے کہ ہر پانچ دن میں

کے فاصلہ پر مختلف آدمیوں کے نام پر ماذل فارم بنائے گئے ہیں۔ زید کا ماذل فارم، بکر کا ماذل فارم وغیرہ یہ جو ماذل فارمنگ ہو رہی ہے یہ سب مانگے کی ہے۔ کسی مہذب قوم کے سامنے ہم اپنی آنکھیں اور سر اٹھانہیں سکتے کیونکہ ہم خود مُغْنَی ہیں اور ہمارا دامن ان کے سامنے پھیلا ہوا ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق ”یَدِ سُفْلَی“ رکھنے والے ہیں۔ ہمارا ہاتھ نیچے ہے اور ان کا ہاتھ اوپر ہے حالانکہ خود قرآن کریم نے ہمیں روحانی باتیں سمجھاتے ہوئے کئی قسم کے ماذل فارم کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ماذل فارم بیان ہوئے ہیں کہ جن کے لئے پاکستان کی سالانہ آمد اگر تیس سال تک بھی خرچ کر دی جائے تو بھی وہ رسیرچ پروگرام اتنے کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ اتنی زبردست تحقیقی باتیں اس میں بیان کی گئی ہیں۔

بے شک قرآن کریم ہمیں علم زراعت سکھانے نہیں آیا۔ لیکن زراعت کو پیدا کرنے والا خدا ہمیں زراعت کی زبان میں روحانی باتیں سکھاتا ہے اور ضمناً ہمیں وہ باتیں بھی بتا جاتا ہے۔ جو ہماری زراعتی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ میں نے کئی دفعہ اپنے ماہرین زراعت سے کہا ہے کہ تمہیں مانگنے کی عادت ہے، تمہیں شرم کرنی چاہئے۔ درنہ تم بجائے روس سے لینے کے، بجائے امریکہ سے لینے کے یا چین سے لینے کے کسی بھی غیر ملک سے مانگنے کی بجائے تم قرآن کریم پر غور کر کے اپنے ماذل فارم کا پروگرام بناتے۔ لیکن میری یہ بات سن کر وہ چپ ہو گئے۔ انہوں نے کبھی خیال بھی نہیں کیا کہ قرآن کریم میں بھی کوئی علم ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے **مِنَ اللّٰهِ الْحَكِيمُ** کہ یہ حکیم اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اگر تم اس کی پیروی کرو گے، اس کے نور سے حصہ لو گے تو دنیوی علوم میں بھی کوئی قوم تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

کئی سو سال تک کی خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ واقعہ میں خدا تعالیٰ نے یہ سچ فرمایا ہے کیونکہ علم کے میدان میں کئی سو سال تک مسلمانوں کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی قوم کھڑی نہیں ہو سکی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ** ہم نے کامل سچائیوں کے ساتھ یہ قرآن تیرے پر نازل کیا ہے۔ چونکہ یہ کامل صداقتیں اور کامل حقائق پر مشتمل ہے۔ **فَاعْبُدِ اللّٰهَ** اس لئے اے مسلمان! تو اپنے اللہ کی عبادت کر۔

اس میں ہمیں یہ بتایا کہ حقیقی اور سچی عبادت جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی اور کھنچنے والی ہے وہ اسی شخص کی ہو سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبادت کے کامل اور مکمل اصول بتائے گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی کامل رہبری فرمادی ہو۔

پھر یہ بھی بیان فرمادیا کہ یہ **الْكِتَابُ** پہلی کتب کی طرح نہیں، جن میں کچھ صداقتیں تو بیان کی گئی تھیں۔ لیکن ساری صداقتیں بیان نہیں کی گئی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ تمام صداقتیں اور تمام حقائق کو ذہنی طور پر بھی۔ جسمانی نشوونما کے لحاظ سے بھی اور اخلاقی ارتقاء کے لحاظ سے بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ پس ان کی طرف کچھ صداقتیں یا یوں کہیے کہ **الْكِتَابُ** کا ایک حصہ نازل کیا گیا اور اگر یہ سچ ہے اور یقیناً یہی سچ ہے تو پھر ان کی عبادت اور ایک سچے مسلمان کی عبادت میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ ان کی عبادت نتیجہ ہے مثلاً بیس فی صدی ہدایت کا۔ اگر انہیں کامل ہدایت ملی ہوتی تو ہم کہتے کہ ان کی عبادت سو فیصدی کامل ہدایت کے مطابق ادا کی گئی۔ مگر ایسا نہیں۔ کیونکہ پہلی قوموں میں سے بعض کو کامل ہدایت کا مثلاً بیس فی صدی حصہ دیا گیا۔ اس کے بعد جو لوگ ترقی کر گئے انہیں تمیں فی صدی۔ پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں کو چالیس، کسی کو پچاس اور کسی کو ساٹھی فی صدی حصہ عطا کیا گیا۔ سو فیصدی ہدایت صرف امت مسلمہ کو عطا کی گئی۔

تو جس شخص کی، جس قوم کی، یا جس نبی کی امت کی اللہ تعالیٰ نے صرف بیس یا صرف تیس یا صرف چالیس یا صرف پچاس یا صرف ساٹھی فی صدی را ہنمائی کی ہو اور اس را ہنمائی کے نتیجے میں انہوں نے اپنے رب کی عبادت کی ہو۔ ان کی یہ عبادت اس عبادت کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سو فیصدی را ہنمائی کے بعد ایک مسلمان بجالاتا ہے اور ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان امتوں پر اللہ تعالیٰ کے جوانعام اس دنیا میں نازل ہوئے یا آئندہ اخروی زندگی میں نازل ہوں گے وہ ان انعامات کے مقابلہ میں نہیں رکھے جا سکتے جو ایک حقیقی مسلمان پر اس دنیا میں اور پھر اخروی زندگی میں نازل ہوتے ہیں بلکہ ان انعامات سے ان انعامات کو کوئی نسبت ہی نہیں۔

یہاں ہمیں یہ بتایا کہ چونکہ یہ **الْكِتَابُ** نازل کی جا چکی ہے۔ جس میں کوئی خامی اور نقص نہیں بلکہ اس میں ساری کی ساری خوبیاں جمع کردی گئی ہیں۔ **فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمةٌ** (آلہ بنۃ: ۳۴) یہ سب کی سب قرآن کریم کا ہی حصہ تھیں جواب پھر قرآن کریم میں اپنی اپنی جگہ پر رکھ دی گئی ہیں بلکہ بہت کچھ زائد بھی

اس میں رکھا گیا ہے۔ اس لئے ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اگر تم اس ہدایت کے مطابق عمل کرو گے تو تمہاری عبادت کامل اور مکمل ہو گی۔

دوسری بات اس آیت میں ہمیں یہ بتائی گئی ہے **فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لِّهِ الدِّينَ** کہ عبادت کا مفہوم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ اللہ کہہ دیا یا درود پڑھ لیا یا سجان اللہ پڑھ لیا یا الحمد للہ کہہ لیا۔ قرآن کریم کے نزدیک صرف اتنا یا مخفی اتنا کوئی عبادت نہیں۔ اگر کوئی شخص مثلاً اس ہزار دفعہ درود پڑھتا ہے۔ لیکن اس نے نبی کریم ﷺ کو اپنے لئے اسوہ حسنہ نہیں بنایا۔ تو اس درود پڑھنے کا اسے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ جب ہم درود پڑھیں تو ہمیں چاہئے کہ اس نیت سے پڑھیں کہ اے خدا! تو نے دنیا میں ہمارے لئے محمد ﷺ کو ایک نہایت ہی اعلیٰ نمونہ بنایا ہے۔ اور تو نے اسے اس لئے نمونہ بنایا ہے تا کہ ہم اس کی پیروی کریں اس کے نمونہ پر چل کر اس کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں اور اس کے رنگ سے نگین ہوں تو ایسا درود ہمیں فائدہ دے گا۔

لیکن اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں درود تو پڑھتا ہوں لیکن میں آپ کے نمونہ کی پیروی کرنا نہیں چاہتا۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عبادت نہیں۔ **فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لِّهِ الدِّينَ** دین کے ایک معنی اطاعت بھی ہیں۔ فرمایا تمہاری عبادت تب میری حقیقی عبادت کہلاتے گی جب تم اس کے ساتھ میرے تمام حکموں پر عمل بھی کرو گے۔ اور پھر عبادت خالص ہو یعنی بغیر کسی ریاء اور بغیر کسی کھوٹ کے ادا کی گئی ہو۔ **اَخْلَصَ** کے مفہوم میں عربی زبان کے مطابق دو با تین پائی جاتی ہیں ایک ریاء کا نہ ہونا دو ممکن کھوٹ کا نہ ہونا۔

اَخْلَصَ الطَّاعَةَ کے معنی ہیں اس نے اطاعت میں کوئی ریاء نہیں بردا۔ مثلاً ظاہر میں اللہ اللہ کہہایا ظاہر میں بہت عبادت کی لیکن اس کا باطن اطاعت سے انکار کرتا رہا تو یہ اخلاص کے خلاف ہے۔ تو فرمایا ہم تمہیں حکم دیتے ہیں۔

فَاعْبُدِ اللَّهَ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس نیت سے عبادت کرو کہ جو حکم بھی نازل ہو گا۔ ہم اس کو بجالائیں گے اور ہر بات جس سے روکا جائے گا ہم اس سے باز رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص اطاعت کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔ ورنہ اسلام اسے عبادت قرار نہیں دیتا۔ اگر بھی لمبی نمازیں پڑھنے والا فحشا اور منکر سے باز نہیں آتا تو اس کی نمازیں پچی نمازیں نہ ہوں گی کیونکہ پچی نماز تو فحشا اور

مُنکر سے رُوقت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک اور عجیب مضمون بھی بیان فرمایا ہے۔ **الدین** کے معنی تدیر کے بھی ہیں۔ تو فرماتا ہے۔ **فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لِّلَّهِ الدِّينَ** کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تمہاری تمام تدایر خالصتاً بغیر کسی ریاء اور کھوٹ کے اسی کے لئے ہوں۔

اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ تدایر سے منع نہیں کرتا۔ وہ نہیں کہتا کہ مال نہ کماوہ وہ یہ نہیں کہتا کہ تجارتیں نہ کرو۔ وہ نہیں کہتا کہ زراعت نہ کرو۔ وہ نہیں کہتا کہ تم وکالت کا پیشہ اختیار نہ کرو اور فیس نہ لو۔ لیکن وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ دنیا کی جو تدبیر بھی تم کرو وہ خدا کے لئے کرو اور خدا تعالیٰ کی اطاعت کا جواہ پنی گردنوں سے نہ اتارو پھر جب وہ یہ کہتا ہے کہ مال کماوہ تو ساتھ ہی یہ بھی حکم دیتا ہے کہ مال ان طریقوں سے کماوہ جو جائز قرار دئے گئے ہیں۔ اور ان طریقوں سے مال نہ جمع کرو جو حرام قرار دئے گئے ہیں۔ پھر جب وہ کہتا ہے کہ تم مال خرچ کرو تو ساتھ ہی وہ یہ کہتا ہے کہ اپنا مال ان طریقوں سے خرچ کرو جو جائز قرار دئے گئے ہیں۔ اور جو طریق خدا کے نزدیک ناپسندیدہ یا مکروہ ہیں اور بُرے ہیں ان طریقوں سے خرچ نہ کرو۔

پس اس چھوٹی سی آیت میں اور چند الفاظ میں بڑے و سیع معانی اور مطالب بیان فرمائے گئے ہیں بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم عبادت کرو تو اس طرح کہ تمام دنیوی تدبیر کو بھی خالصتاً بغیر کسی کھوٹ کے میرے لئے کر رہے ہو۔ ایک شخص اگر رات کو تہجد کی نماز ادا کرتا ہے اور تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر سے پہلے کہیں جا کر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی نماز تہجد قبول ہو جائے گی!! اس کی دعا نہیں جو اس نے نماز تہجد میں کی تھیں وہ پوری کی جائیں گی؟؟

یہ مثال مجھے اس وجہ سے یاد آئی کہ قادیانی کے قریب ایک گاؤں تھانگل۔ وہاں ایک ڈاکونبر ۱۰ رہا کرتا تھا۔ رات کے ایک بجے پولیس اسے اس کے گھر جا کر دیکھا کرتی۔ ابھی وہ پولیس کا آدمی واپس قادیان نہ پہنچتا تھا کہ یہ چوری کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔ ایک دن وہ ہماری کوٹھی میں جو حضرت اُمُّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں بنایا کر دی تھی، عین سحری کے وقت پہنچا اور ایک چیز چراہی۔ ہمارا ایک نوکر تھا اسے جب معلوم ہوا تو یہ بھاگ گیا۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ یہ اس شخص کا کام ہے۔

تو جو شخص ایک یادو بجے رات تک شریفانہ طور پر گھر میں وقت گزارتا رہا اور اس کے معاً بعد وہ چوری

کے لئے نکل گیا تو قانون کی نگاہ میں وہ یقیناً چور ہے۔ وہ شخص جورات کو تین گھنٹے تک تہجد کی نماز ادا کرتا رہا پھر دن کو اس نے کسی کامال غصب کر لیا تو خدا کی نگاہ میں وہ حرام خور ہے تہجد گزار نہیں۔ اسی واسطے ہمیں اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک ہماری ساری تدابیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نیچے نہیں آ جاتیں۔ اس وقت تک ہماری عبادت خدا کی عبادت کھلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ حقیقی عبادت اسلام کے نزدیک جیسا کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے۔ یہ ہے کہ خالصتاً اس کی اطاعت ہو۔ اس کی اطاعت میں کوئی ریاء نہ ہو۔ تمام احکام الہی کی پیروی کی جائے۔ ثبت احکام کی ثابت طریق پر اور منفی احکام کی منفی طریق پر۔

فرمایا کہ کوئی زمیندار ہے، کوئی ڈاکٹر ہے، کوئی باراٹ لاء ہے وغیرہ۔ یہ تمہاری تدبیریں ہیں لیکن یاد رکھو کہ جب تک تم اپنی تدابیر کو مُخْلِّصَاللہ المُدِّینَ کے ماتحت رکھو گے تو تمہاری عبادتیں قبول ہوں گی اور جب ان میں اخلاص نہ ہو گا اور اطاعت نہ ہو گی تو یقیناً وہ قبول نہ ہوں گی۔

اس لئے میں جماعت کے بھائیوں اور بہنوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ صرف احمدی کھلانا یا بیعت کر لینا کافی نہیں بلکہ آپ کا فرض ہے کہ قرآن کریم کی اور اسلام کی دنیا میں عزت قائم کریں اور آنحضرت ﷺ کے نام کو بلند کرنے والے ہوں۔ لیکن یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا جب تک کہ دل میں اس کی محبت نہ ہو۔ جب تک کہ قرآن پاک کا علم آپ کو حاصل نہ ہو۔ جب تک کہ آپ اس کو کما حقہ سمجھنے والے نہ ہوں اور جب تک کہ ہمیشہ اس کے متعلق غور و فکر کرنے والے نہ ہوں۔ پس جب تک آپ قرآن کریم کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اور دنیا کی نگاہ میں بھی بھی عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنا ہے اور اگر آپ نے اس غرض کو جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی ہے حاصل کرنا ہے تو ضروری ہے کہ آپ قرآن کریم سے پیار کرنے والے ہوں۔ اس طرح کہ اس کے تمام احکام پر عمل کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کی عزت کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کے نور سے خود بھی منور ہوں اور پھر اس نور کی دنیا میں اشاعت بھی کریں۔

خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں حقیقی احمدی بنے کی تو فیض عطا فرمائے۔ آمین۔

(الفضل ۷ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۶۲)

قرآن کریم کی دس صفات حسنہ جن سے اس کی عظمت و شان
اس کے فوائد اور اس کی روحانی تاثیروں کا اظہار ہوتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ ربیع الاول ۱۹۶۶ء، مقام گھوڑا گلی۔ مری)



- ☆ قرآن کریم اور اس کی دس صفات۔
- ☆ قانونِ قدرت اور ”سنۃ اللہ“۔
- ☆ بنیادی اور حقیقی اور اصولی قوانین قرآن کریم میں بیان ہو گئے ہیں۔
- ☆ انسانی ایراد نے پرانی شریعتوں کو خطرناک اور مہلک بنادیا ہے۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری کتب قرآن کریم کی تفسیر ہی ہیں۔
- ☆ ہم قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔

تشہد تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورہ حم السَّجْدہ کی ان پہلی تین آیات کی تلاوت فرمائی۔

حَمٌۤ تَسْرِيْلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۤ كَتُبَ فُصِّلَتْ أَيْتَهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۤ
بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۤ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۤ (حم السَّجْدہ: ۲ تا ۵)
پھر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم ہی میں اس کلام مجید کی عظمت اور اس کی شان اور اس کے فوائد اور اس کی روحانی تاثیروں کو مختلف پیرا یوں میں بڑے زور کے ساتھ، بڑی وضاحت کے ساتھ، بڑی فصاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ان مختصری تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس صفات حسنہ بیان کی ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) تَسْرِيْلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - پہلی صفت اس کتاب، اس قرآن کی یہ ہے کہ یہ تَسْرِيْلٌ مِنَ الْوَحْمَنِ ہے۔ الْوَحْمَنِ خدا کی طرف سے اسے نازل کیا گیا ہے اور حم خدا کی رضا جن را ہوں سے ملتی ہے۔ ان کا اس میں ذکر ہے۔ رَحْمَنُ اللَّهُ تَعَالَى کی ایک صفت ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک الی ہستی ہے کہ جو بغیر استحقاق کے بھی اپنے بندوں کو اپنی رحمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک تو یہ ارشاد فرمایا کہ ابھی انسان دنیا میں پیدا بھی نہیں کیا گیا تھا۔ کوئی عمل بنی نوع انسان کی طرف سے ابھی شروع بھی نہ ہوا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں قرآن کریم جیسی کامل اور مکمل کتاب موجود تھی جس نے بنی نوع انسان کو روحانی رفتتوں تک پہنچانا تھا۔

دوسرے تَسْرِيْلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ کے معنی یہیں کہ یہ ایک الی کتاب ہے جس میں الی ہدایات، ایسے ذکر، خدا تعالیٰ کی حمد کے ایسے طریق بتائے گئے ہیں کہ اگر انسان ان پر کار بند ہو تو وہ رَحْمَن خدا کو خوش

کرنے والا ہوگا اور عمل محدود ہونے کے باوجود غیر محدود جزا کا اور ثواب کا مستحق ٹھہرایا جائیگا۔

ہندو مذہب کی موجودہ بگڑی ہوئی شکل میں اللہ تعالیٰ کو نہ رحمٰن مانا جاتا ہے نہ رحمٰن سمجھا جاتا ہے۔

اس لئے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اس مختصر زندگی میں جو اعمال بجالاتا ہے اس کا بدله بھی رحیم خدا ہی دیتا ہے۔ رحمٰن خدا کا ان کے مذہب میں تصور ہی نہیں چونکہ یہ اعمال محدود ہوتے ہیں ان کا بدله اور ان کی جزاء بھی محدود ہوتی ہے اور جب محدود اعمال کا محدود بدله انسان کو مل جاتا ہے تو پھر وہ ایک نئی ”جون“ میں اس دنیا میں واپس بھیج دیا جاتا ہے کہ اگر اور انعام حاصل کرنے ہیں تو پھر دنیا میں جا کر اور عمل کرو پھر تمہیں اور انعام ملے گا۔

لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ قرآن کریم کو نازل کرنے والی پاک اور قادر و توانا ہستی وہ ہے جو رحمانیت کی صفت سے متصف ہے اور قرآن کریم میں وہ ہدایتیں، وہ احکام، وہ فرائض، وہ دعائیں، اللہ تعالیٰ کی حمد کے وہ طریقے بتائے گئے ہیں کہ اگر تم ان پر عمل کرو گے تو رحمٰن خدا خوش ہوگا اور تمہارے محدود اعمال کا غیر محدود بدلا تمہیں دے گا۔

(۲) دوسری صفت قرآن کریم کی ان آیات میں یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ تَسْرِیْلُ مِنَ الرَّحِیْمِ ہے اس قادر و توانا ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہے جس کی صفات حسنہ میں سے ایک صفت رحیمیت کی ہے۔ یہ بتا کر تمہیں اس طرف متوجہ کیا گیا اور تمہیں امید دلائی گئی کہ ہم جو اعمال بھی اس کی خوشنودی کے لئے بجالائیں گے۔ ہم جو قربانیاں اس کی رضا کی خاطر کریں گے۔ ہم جو اثمار کے نمونے محض اور محض اس کے لئے دنیا کے سامنے پیش کریں گے وہ قادر ہستی اس بات پر قادر ہے کہ ہمارے ان اعمال کا بدله دے اور جزاء دے۔

بہت دفعہ اس دنیا میں انسان انسانوں کی اس رنگ میں خدمت کرتا یا خوشامد کرتا ہے کہ جتنا بدله اس خوشامد اور اس خدمت کا خوشامد کرنے والے اور خدمت کرنے والے کو ملنا چاہئے۔ وہ بدله وہ شخص دے ہی نہیں سکتا اور نہ اس کی طاقت میں یہ ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کا بدله دے اور جو مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں اور پوچھ کرتے ہیں ان کے لئے قربانیاں دیتے ہیں۔ مثلاً ہم سے بھی بہت زیادہ قربانیاں دینے والی اس وقت دنیا میں عیسائیٰ قوم ہے۔ وہ عیسیٰ یسوع مسیح جن کو انہوں نے خدا بنا دیا ہے۔ ان کی خاطر عیسائیٰ جانی قربانی بھی دے رہے ہیں اور مالی قربانی بھی دے رہے ہیں۔ ان

کی عورتیں بھی، ان کے مرد بھی انتہائی قسم کی قربانیاں اپنے باطل مذہب اور شرک کی خاطر وہ اس وقت دے رہے ہیں اور اپنے اس معبدوں کی خدمت میں جو دراصل مرد ہے زندہ نہیں، ایثار کے ایسے نمونے پیش کر رہے ہیں کہ آدمی کو بعض دفعہ ان پر رشک آتا ہے۔ افریقہ کے جنگلوں میں جا کر، اربوں ڈالر خرچ کر کے، اتنے پیسے ہونے کے باوجود بھی ہر قسم کی جذباتی اور جسمانی تکلیف گوارا کر کے وہ لوگوں میں عیسائیت پھیلانے میں کوشش ہیں لیکن جس کے لئے وہ یہ کوششیں کر رہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں اور اموال خرچ کر رہے ہیں اس میں یہ طاقت نہیں کہ ان لوگوں کو ان قربانیوں کا بدله دے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ ہم کسی ایسی ہستی کے لئے ایثار اور قربانی نہیں مانگ رہے جس میں بدله دینے کی طاقت ہی نہ ہو بلکہ قرآن کریم کی ہدایات کے مطابق تم جو تکالیف بھی برداشت کرو۔ جو مجاہدات بھی بجالاؤ۔ جو قربانیاں بھی دو وہ اس خدائے رحیم کے لئے ہوں گی کہ جس کی طاقت میں ہے کہ جتنا تم کرو اس سے زیادہ تمہیں بدله میں دے کیونکہ رحمیت کے ساتھ اس بات کا بھی تعلق ہے کہ وہ نیک اعمال کو بڑھاتا ہے۔ **اضعافاً مُضْعَفَةً** (آل عمران: ۱۳۱) کردیتا ہے۔ ایک بیج کی طرح جس طرح بیج مٹی میں ڈالا جاتا ہے اور وہ بڑھتا ہے۔ پھولتا ہے اور ایک دانہ سے سو، پانچ سو، سات سو تک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمیت کے ماتحت ایسا انتظام کیا ہے کہ وہ انسان کے اعمال کو بطور بیج کے ایک ایسی جگہ میں رکھتا ہے جہاں وہ اعمال بھی بڑھتے، پھولتے اور پھلتے ہیں اور اخروی زندگی میں کئی گنازیادہ ہمیں اپنے اعمال کا بدله مل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کے اندر یہ صفت پائی جاتی ہے کہ چونکہ یہ خدائے رحیم کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ تم جو بھی اعمال قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق بجالاؤ گے وہ خدائے نہیں جائیں گے۔ تمہیں ان کا اجر ملے گا اور بڑا ہی اچھا اجر ملے گا۔

(۳) تیسری صفت اس کی یہ بیان فرمائی ہے کتاب فصل ایسٹ کتاب کے حضور یہ مذکور پیش کر سکتے ہوئی ہے۔ اگر کوئی الہامی کتاب بہت ہی مختصر اور مجمل طور پر بیان نہیں کی گئیں۔ جتنا کسی چیز میں اجمال کو منظر رکھا جائے اتنا ہی اس کے سمجھنے کے لئے زیادہ فراست، زیادہ بیدار مغزی اور زیادہ ذہانت کی ضرورت تھے کہ اے خدا! تیراہدایت نامہ تو آیا مگر وہ اس قدر اجمال کے ساتھ بیان کیا گیا تھا کہ ہم اپنی ناقص سمجھ

کے مطابق اس کی حقیقت کو پہنچ نہیں سکتے تھے اس لئے ہم اس کے فیض سے محروم رہے۔

اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرماتا ہے کہ اس کتاب میں جو احکام بھی بیان کئے گئے ہیں ان کو اچھی طرح کھوں کر اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ تفصیل سے اور کھوں کر بیان کرنے کے اللہ تعالیٰ نے دو طریقِ امت محمدیہ میں جاری کئے ہیں۔

ایک تو یہ کہ خود قرآن کریم کے الفاظ بڑے تفصیلی مضامین کے حامل ہیں۔

دوسرے یہ کہ پھر بھی کوئی شخص کہہ سکتا تھا کہ ہم میں اتنی سمجھنے تھی کہ قرآن کریم کے عربی الفاظ کی تحقیق کرتے اور ہمیں ان کے مطالب کی تفاصیل پر اطلاع ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ سلسلہ جاری کیا کہ نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے بعد آپؐ کے ظل اس امت میں پیدا کئے جو اپنے اپنے وقت میں وقت کی ضرورت کے مطابق قرآن کریم کے مطالب اپنے رب سے حاصل کرتے رہے اور خوب کھوں کر قرآن کریم کو بیان کرتے رہے۔ خود نبی کریم ﷺ کے وہ لاکھوں اقوال جو کتب احادیث میں جمع کئے گئے ہیں وہ حقیقتاً قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ عام طور پر وہ لوگ جو علم کے لحاظ سے اور تقویٰ اور طہارت کے لحاظ سے ایک بلند مقام پر نہیں ان کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کون سا قول قرآن کریم کی کس آیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کون سی حدیث کس آیت یا آیت کے کس مکملے کی تفسیر ہے۔ اس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت سے اشارہ فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے منہ سے جو باتیں بھی نکلی ہیں وہ حقیقتاً قرآن کریم کی ہی تفسیر ہیں۔

قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت سے ان باتوں کا تعلق ہے۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے ماننے والوں میں، آپؐ سے پیار کرنے والوں میں، آپؐ سے محبت کرنے والوں میں، آپؐ کی اتباع کرنے والوں میں، آپؐ پر جانیں قربان کرنے والوں میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو آپؐ کی محبت میں اور آپؐ کے وجود میں ایک حد تک یا بہت حد تک فنا ہوئے۔ اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق انہوں نے قرآنی علوم کو حاصل کیا اور دنیا میں پھیلایا۔

تو کتاب فُصِّلَتْ آیَتُهُ کے ایک معنی یہ ہیں کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فصلہ کیا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگوں کو پیدا کرتا رہے گا جن کو وہ خود قرآنی علوم سکھائے گا اور وہ لوگ قرآنی آیات کی تفاصیل بنی نوع انسان میں پھیلائیں گے اور ان تک پہنچائیں گے۔

ہر دو لفاظ سے قرآن کریم کی بڑی عظمت اور بڑی شان ہے۔ یعنی اس معنی کے لفاظ سے بھی کہ اختصارِ الفاظ کے باوجود تفصیل کافی حد تک، تسلی بخش حد تک قرآن کریم میں پائی جاتی ہے۔ اس قسم کا اجھا نہیں کہ انسان اپنے علم اور اپنی ضرورت کے مطابق جو اس سے حاصل کرنا چاہئے، حاصل نہ کر سکے۔ اور دوسرے معنی کے لفاظ سے بھی کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے یعنی اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو قرآن کریم کی آیات کے معانی کھول کھول کر دنیا کو سنانے والے ہوں گے اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ قرآن کریم کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے ویسا ہی عملًا وقوع میں آیا ہے۔

(۴) چوتھی صفت قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ قُرآنًا ہے۔ ”قرآن“ کے معنی ہیں ایسی آسمانی کتاب جس میں پہلی کتب سماویہ کے بنیادی اصول اور ہدایتیں جمع ہوں۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کے معنی میں یہ بھی شامل ہے کہ جس میں تمام علوم کے اصول بیان ہو گئے ہوں۔ میں اس وقت تفصیل میں نہیں جاسکتا صرف ایک دنیوی اصول جو دنیا کے علوم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ بتا دیتا ہوں۔ قرآن کریم نے بڑے دھڑے اور بڑے زور کے ساتھ اسے بیان کیا ہے وہ یہ کہ دنیا کا یہ مادی کارخانہ اللہ تعالیٰ نے ایک قانون کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔

یہ ایک بنیادی اصل ہے جس کا ہر دنیوی علم کے ساتھ تعلق ہے چنانچہ ہمارے علوم نے جتنی بھی ترقی کی ہے خصوصاً اب غیر مسلم مغربی اقوام نے اور بعد میں کچھ مشرقی اقوام نے دنیوی اور مادی علوم میں جو ترقی کی ہے ان کے ہر علم کی بنیاد اسی اصل کے اوپر ہے۔ اور یہ اصل انہوں نے دراصل مسلمان سائنسٹس (SCIENTISTS) اور مسلمان علماء سے لیا ہے۔ ”ڈارک انجینئرنگ“ (DARKAGES) جو کھلاتی ہیں یعنی وہ زمانہ جس میں عیسائی ملک اور غیر مسلم اقوام نہایت پستی کی حالت میں زندگی گزار رہی تھیں۔ مسلمان علماء اور سائنسٹ (SCIENTIST) ان ملکوں میں پہنچے اور ان لوگوں کو انہوں نے علم بھی سکھایا اور ساتھ ہی یہ بنیادی اصل بھی سکھایا کہ دنیا کا ہر علم تبھی علم کہلا سکتا ہے یعنی اسے نظام میں باندھا جاسکتا ہے جب اس اصل کو تسلیم کیا جائے جو قرآن کریم نے بتایا ہے کہ کوئی چیز بھی قانون سے باہر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے جسے قانون قدرت کہتے ہیں (جب ہم اسے قانون قدرت کہتے ہیں تو یا ایک ناقص اصطلاح ہے۔ جب ہم اسے سُنَّةُ اللَّهِ کہتے ہیں تو یہ ایک کامل اصطلاح ہے) قرآن کریم

نے اس کو ”اللہ کی سنت“ یا ”سنت اللہ“ کی کامل اصطلاح سے بیان کیا ہے کہ تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاتے۔ جب میں نے یہ کہا کہ ”قانون قدرت“ ناقص اصطلاح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سائنس کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جس بات کو ایک سائنسدان نے قانون قدرت سمجھا اور کہا، کچھ عرصہ کے بعد مزید تحقیق اور تجسس کے نتیجہ میں معلوم ہوا کہ دراصل وہ قانون قدرت نہیں تھا بلکہ قانون قدرت اور ہی تھا جس کو وہ غلط سمجھ رہے تھے اور اس دوسرے قانون قدرت کے ماتحت یہ واقعات روپ نہ ہوئے تھے۔

کہنے کو تو یہ ایک معمولی سی مثال ہے مگر ہے بڑی واضح اور وہ یہ کہ آگ جلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا ہے کہ تو جلا۔ یہ سنت اللہ ہے اور چونکہ وہ (آگ) الہی سنت کے ماتحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنی اس قوت اور طاقت کو ثابت کرنے کے لئے کہ آگ میرے حکم سے ہی جلاتی ہے اس کو جلانے سے روک بھی دیتا ہے جیسے کہ ابراہیم کے واقعہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا نَارٌ كُوْنِيٌّ بَرُدًا وَسَلَامًا (الانبیاء: ۷۰) تیرانا رہنا میرے حکم سے تھا۔ اب میرا حکم ہے کہ بَرُدًا وَسَلَامًا بن جاؤ۔ تو ایسے واقعات یہی ثابت کرنے کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں تاہمیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ جس کے حکم سے کارخانہ عالم چل رہا ہے۔

حکم اور سنت اس کی یہی ہے کہ آگ جلاتی ہے۔ انسان نے اس اصل اور اس حکم کے نتیجے میں سینکڑوں ہزاروں فائدے حاصل کئے ہیں۔ اگر یہ ہوتا کہ کبھی آگ جلاتی اور کبھی ٹھنڈا کرتی تو یہ بھی ہوتا کہ جس گاڑی پر بھاپ سے چلنے والا بچن لگا ہوتا کبھی تو وہ گاڑی لا ہور سے کراچی پہنچ جاتی اور کبھی ملتان سے لا ہور یہ اطلاع آتی کہ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ وہ آگ جو جلاتی اور گرم کرتی تھی اب اس نے ٹھنڈا کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور جو پانی بوالکر میں ڈالا گیا تھا وہ برف بن گیا ہے۔ گرمی کے دن تھے اس لئے برف کو ہم نے غریبوں میں تقسیم تو کر دیا ہے لیکن گاڑی آگے نہیں چل سکتی۔ کیونکہ آگ نے اپنا عمل چھوڑ دیا ہے۔

لیکن کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو انسان کے لئے ایک مصیبت پیدا ہو جاتی۔ کوئی چیز بھی ہم بنا نہ سکتے۔ کبھی بچل روشنی کرتی اور کبھی بجائے روشنی کے اندر ہمرا کر دیتی پس اگر یہ ہوتا تو انسان کے لئے زندگی گزارنا مصیبت بن جاتا۔

تو قانونِ قدرت کے مطابق یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے۔ اور یہ ایسے بنیادی اور حقیقی اور اصولی قوانین ہیں جو کسی نہ کسی پیرائے میں قرآن کریم میں بیان ہو گئے ہیں۔ کوئی مثال دیتے ہوئے، کسی چیز کی وضاحت کرتے ہوئے کبھی اپنی طاقتوں کے اظہار کے لئے، کبھی اپنی صفات کے بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ یہ اصول بھی بیان کر جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کے اندر چوتھی صفت یہ پائی جاتی ہے کہ یہ قرآن ہے کہ اس میں تمام پہلی کتب سماویہ کے بنیادی اصول بھی ہیں اور تمام علوم مادی کے بنیادی اصول بھی اس میں بیان کر دیئے گئے ہیں اس لئے دین اور دنیا کی اگر تم ترقی چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس قرآن کی جو قرآن ہے ہر لحاظ سے پیروی کرنے والے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے بنو۔

(۵) پھر اللہ تعالیٰ نے پانچویں صفت اس کتاب مجید کی یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ قرآن ہی نہیں عربی ہے۔ عربی کے معنی ایک ایسی کتاب کے ہیں جو حق و حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے والی ہو۔ اس کے ایک دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ کتاب جو منسون کرنے والی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو قرآن ہے۔ یعنی پہلی تمام کتب سماویہ کی بنیادی حقیقتیں اس کے اندر جمع ہیں۔ دراصل پہلی کتب سماویہ کی تمام بنیادی حقیقتیں قرآن کریم کا ہی حصہ ہیں۔ اور پہلے لوگوں کو وقتی ضرورت کے مطابق قرآن کریم کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ بعض صداقتیں پہلی کتب میں ایسی تھیں جو پورے طور پر اس قرآن میں بیان کی جاسکتی تھیں یعنی قرآن کریم کا ہی ایک حصہ پہلی امتوں کو دیا گیا تھا مگر کچھ زائد صداقتیں تھیں جو اس قرآن کا حصہ تھیں مگر پہلے لوگ اس کو سمجھنیں سکتے تھے اس لئے وہ ان کو نہیں ملیں۔ پس قرآن کامل اور مکمل شکل میں امت مسلمہ کو عطا ہوا۔ لیکن اس جزوی شکل میں اس کو منسون کر دیا گیا۔ پس یہ قرآن ہر پہلی کتاب کو منسون کرنے والا ہے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے جیسا کہ بعض دفعہ بعض عیسائی یا بعض ہندو کہا کرتے ہیں کہ ہم بھی خدا کی عبادت کرتے ہیں تم بھی خدا کی عبادت کرتے ہو، تم اپنی عبادات کرتے جاؤ ہم اپنی عبادات کرتے جاتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے جورا ہیں مجھ تک پہنچنے کے لئے بنی نوع انسان کے سامنے رکھی گئی تھیں وہ اب سب منسون ہو گئیں۔ اب مجھ تک پہنچنے کا راستہ قرآن کریم کا راستہ ہی ہے۔ اس کی ایک موٹی مثال یہ ہے۔ پہاڑ پر سفر کرتے ہوئے کئی جگہ آپ کو نظر آئے گا کہ بعض جگہ پہلے سڑک ہوتی تھی۔ بارشیں ہوئیں یا پہاڑ گرے یا مرد ریزمانہ کے نتیجہ میں، وہ میلہ روڈ (Metalled Road) جو تھی وہ بالکل اکھڑ پکھر گئی اور ناقابل استعمال ہو گئی یا پل گر گیا اور وہ پل دوبارہ بنایا نہیں گیا۔ لیکن اس کی بجائے ایک نئی فراخ سڑک بنادی گئی۔ اب کوئی اگر یہ کہے ”ٹھیک ہے یہ بھی ایک راستہ ہوا کرتا تھا“ اس نئے راستے پر موڑ لے جاؤ میں اس پر اనے راستے پر لے جاتا ہوں، تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ کھٹ میں گر پڑے گا اور مار جائے گا۔ آخری راستہ زیادہ وسیع، زیادہ اچھا حکومت وقت نے عوام کے استعمال کے لئے بنایا ہے۔ جو اس پر چلے گا وہی اس جگہ تک پہنچے گا۔ جہاں تک یہ راستہ پہنچتا ہے۔ یہ ایک موٹی مثال ہے مادی دنیا کی۔

قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے سب دنیا کی پہلی کتب کو منسون کر دیا۔ اب ان کی پیروی کے نتیجے میں تم لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر میری رضاۓ کی راہوں کی تلاش ہو۔ اگر تم میرے قرب کو ڈھونڈنے والے ہو تو صرف قرآن کریم کا ہی بتایا ہوا وہ صراط مستقیم ہے جو میرے تک تمہیں پہنچا سکتا ہے۔ پہلی کتب میں اب یہ طاقت نہیں رہی ہے۔ کیونکہ انسانی امداد (اعتراض۔ عیوب جوئی) نے پرانی شریعتوں کو خطرناک اور مہلک بنادیا ہے۔

چھٹی صفت قرآن کریم کی ان آیات میں یہ بیان فرمائی لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ کہ یہ قرآنِ کتابُ فُصِّلَتِ اِيَّٰتُهُ بھی ہے۔ یہ حکیم اور حکیم خدا کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ قرآن بھی ہے۔ عربی بھی ہے اس کے باوجود ہر آدمی کی سمجھ سے بالا بھی ہے۔ یعنی اس کا یہ نتیجہ نہیں کہ ہر کس وناکس اس تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ کتاب صرف ان لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی ہے جو روحانی علوم رکھتے ہوں۔ اس میں ایک مختلف پیرا یہ میں لَا يَمْسُسَهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقعہ: ۸۰) کا مضمون بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو لوگ روحانی علوم سے مس رکھنے والے ہیں اور روحانیت کی ترقی پر رکھنے والے ہیں اور ان کا میلان طبع ایسا ہے کہ وہ روحانی علوم کے حصول کی خواہش اپنے اندر رکھتے ہیں اور اس نیت سے رکھتے ہیں کہ وہ یہ علوم حاصل کر کے ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ان کے لئے ہی یہ کتاب مفید ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی عیسائی مثلاً سارا قرآن کریم پڑھ جائے۔ یہی نہیں بلکہ عربی میں اس وقت تک جتنی تفاسیر قرآن لکھی گئی ہیں وہ بھی پڑھ جائے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری کتب جو حقیقتاً قرآن کریم کی تفسیر ہیں وہ بھی پڑھ جائے یہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”تفسیر کبیر“، کے نام سے بڑی خصیم تفسیر (قرآن کریم کے بعض پاروں کی جو مکمل ہو چکی ہے) شائع کی ہے وہ بھی سب پڑھ جائے تب بھی وہ قرآن کریم کو نہیں سمجھ سکتا۔

ایک ایسا عجیب نظام اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے کہ وہ قرآن کریم تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اور نہ ہی قرآن کریم کے علوم حاصل کر سکتا ہے نہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

بظاہر یہ ایک فلسفیانہ خیال ہے لیکن یہ بات سمجھانے کے لئے مجھے ابھی ایک بڑی اچھی مثال یاد آ گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ پہلے زمانہ میں سمندر میں مچھلیاں پکڑنے کے لئے بڑے یا چھوٹے جہاز بیسیوں یا سینکڑوں کی تعداد میں جاتے تھے۔ ان کا طریق یہ تھا کہ مچھلیوں کے غول کا جولاکھوں کی تعداد پر مشتمل ہوتا جہاں ان کو پہنچتا تھا تو وہ وہاں میل ہا میل کے چکر میں جاں پھینک دیتے تھے۔ اور پھر اس جاں کی، پانی کی تھے میں، ایک دیوار بن جاتی تھی اور مچھلی اس سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ پھر وہ دوسرے جاں کھینچ کھینچ کے مچھلیاں اٹھاتے تھے۔

ابھی کچھ عرصہ ہوا سائنس دانوں نے ایک شعاع ایجاد کی ہے۔ اگر وہ شعاع پانی میں پھینک دی جائے تو مچھلیاں اس شعاع کو عبور نہیں کرتیں حالانکہ وہ کوئی مادی چیز نہیں لیکن ایک دیوار ہے اور دیوار بھی روشنی کی۔ وہ اس روشنی کی دیوار سے پرے نہیں جا سکتیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارا قرآن ہے تو نور مجسم! لیکن اس میں بعض ایسی شعاعیں بھی ہیں کہ جو پاک نہ ہو، جس میں روحانیت نہ ہو۔ وہ اس تک پہنچ نہیں سکتا۔ خود روشنی کی بعض شعاعیں اس کو محروم کر دیتی ہیں حقیقی روحانی علم حاصل کرنے سے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق فرمایا لا یَمْسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقعہ: ۸۰) غیر مسلم تو اس تخلی کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ لیکن خود ان کے سائنسدانوں نے ایک مثال ایسی دے دی ہے کہ جس طرح مچھلی اس روشنی کے ہیم کو عبور نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم نے بھی اپنے گرد شعاعوں کا ایک ہالہ بنادیا ہے کہ جب تک تم مطہر نہیں ہو گے تم اس ہال کے اندر داخل نہیں ہو سکو گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی چھٹی صفت ان مختصر سی آیات میں یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ **لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ** ان لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے جو روحانی علوم رکھتے ہوں۔ جن کی طبیعت کا میلان روحانیت کی طرف نہ ہوا سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

(۷) ساتویں صفت اس کتاب کی یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ بشیر ہے۔ قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ اگر تم یہ کرو گے تو تمہیں یہ انعام ملے گا۔ مثلاً فرمایا۔ وَبَشِّرِ الرَّذِيلَنَّ امْنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صَدْقٍ عَنْدَ رَبِّهِمْ (یوس: ۳) یہ قَدَمَ صَدْقٍ عَنْدَ رَبِّهِمْ بہت بڑی بشارت ہے جو قرآن کریم کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو دی گئی ہے۔ لیکن یہ ایک مثال ہے۔ حقیقتاً سینکڑوں ہزاروں بشارتیں قرآن کریم کے تبعین کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس معنی میں یہ کتاب بشیر ہے۔ کیونکہ یہ کہتی ہے کہ تم میری پیروی کرو تمہیں نعمتوں پر نعمتیں ملتی جائیں گی۔

(۸) آٹھویں صفت اس کتاب مجید کی نذر ہے۔ یہ کہتی ہے کہ اگر تم پیروی نہ کرو گے۔ میرے بتائے ہوئے طریق پر نہ چلو گے۔ جس طرف میں لے جانا چاہتی ہوں۔ اس طرف منہ کرو گے بلکہ اس طرف پیٹھ کرو گے اور مجھ سے پرے ہو جاؤ گے۔ تو تمہارے لئے بہت سی مصیبتیں، ابتلاء، دکھ، درد اور خدا کا غضب اور لعنت مقدار ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی ایک صفت نذریں بیان کی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْفَضُوا إِلَامْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (مریم: ۲۰) ان کو اچھی طرح متنبہ کر دو کہ اگر تم میری بتائی ہوئی تعلیم اور ہدایت پر عمل نہیں کرو گے تو تمہیں حرست کا دن دیکھنا نصیب ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ان کو اس دن سے ڈر اجس دن افسوس اور ما یوں چھائی ہوئی ہو گی اور سب معاملات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اب تو یہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

اسی طرح اس دنیا کے عذابوں کے متعلق، اللہ تعالیٰ کے قہری نشانوں کے متعلق یہ کتاب انذار سے بھری پڑی ہے اس لئے ان آیات میں قرآن کریم کا نام بطور صفت نذریں رکھا گیا ہے۔

(۹) نویں صفت جوان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وہ ہے۔ فَاعْرَضْ أَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس حسین تعلیم سے اعراض کرتے ہیں بظاہر ان الفاظ میں ہمیں کسی صفت کا اظہار معلوم نہیں ہوتا لیکن درحقیقت ان الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ یہ انتہائی حسین تعلیم ہے، جو اسے

دیکھتا ہے مسحور ہو جاتا ہے۔ یہ تعلیم دل کو مودہ لیتی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کی طرف کوئی حقیقتاً منہ کرے، متوجہ ہو، اپنی بصارت اور بصیرت کو استعمال کرے اور پھر اس کے دل پر قرآن کے حسن کا اثر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا جیسا کہ دوسری بجھے بھی بیان فرمایا ہے کہ ان کے پاس آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان کو استعمال نہیں کرتے۔ اگر وہ آنکھوں کا صحیح استعمال کرتے تو اس کتاب کی خوبصورتی سے ضرور مسحور ہوتے۔ یہ کتاب ان کے دلوں کو مودہ لیتی اور یہ اس کے عاشق بن جاتے۔ لیکن **أَعْوَضَ أَكْشَرُهُمْ عَجِيبٌ** بد قسمت ہیں اکثر انسان کہ جب ایسی حسین تعلیم ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو انی آنکھوں کو دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔ پہلو تھی کرتے ہوئے دوسری طرف مائل ہو جاتے ہیں، ان چیزوں کی طرف جو اتنی حسین نہیں بلکہ نہایت ہی بدنہالت ہیں۔ **وَفَأَغْرَضَ أَكْشَرُهُمْ میں** میں جہاں اعراض کرنے والوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے وہاں قرآن کریم کے حسن کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ اتنی حسین تعلیم ہے کہ اگر آنکھیں رکھنے والے اپنی آنکھوں اور بصیرت سے کام لیں تو کبھی بھی وہ اس کے عاشق ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

(۱۰) دسویں صفت قرآن کریم کی یہ بیان کی گئی ہے۔ **فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ**۔ کہ وہ اسے سننے نہیں اس میں قرآن کریم کے متعلق دراصل اس حقیقت اور اس صداقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ جو بھی اسے سنتا ہے وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تو اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرمرا ہے کہ اگر وہ ان کا نوں سے صحیح کام لیتے جو ہم نے انکو عطا کئے تھے اور قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم جن خوبصورت الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ اس کی طرف یہ متوجہ ہوتے تو یقیناً یہ تعلیم ان پر اثر کئے بغیر نہ رہتی۔ اس کی واضح مثال ہماری تاریخ کے ابتداء میں حضرت عمرؓ کی پہلی اسلام کی مخالفت اور بعد میں ایمان لانے کا واقعہ ہے۔ وہ پہلے قرآن کریم سننے کے لئے تو تیار نہ تھے لیکن نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے لئے تیار تھے (تفصیل میں جائے بغیر) وہ ایک دن قرآن کریم سننے پر مجبور ہو گئے اور جب ان کے کان میں قرآن کریم کی شیریں اور میٹھی آواز پہنچی تو بے ساختہ اسلمتُ لرَبِّ الْعَلَمِیْنَ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

تو اللہ تعالیٰ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جو سن لے وہ عاشق ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ لوگ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

پس یہاں دسویں صفت کے طور پر اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم نہایت حسین الفاظ میں نہایت خوبصورت تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اگر دنیا اس تعلیم کو سنبھالے تو وہ اس کو مانے پر بھی مجبور ہو جائے۔ یہی حال اس وقت ان لوگوں کا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر کان نہیں دھرتے جو لوگ بھی جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر قرآن سنبھالنے ہیں یا پڑھتے ہیں یا سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اثر لئے بغیرہ ہی نہیں سکتے۔

لیکن اکثر وہی ہیں جو سنبھالنے کو تیار نہیں ہیں جب ان کو سنبھالنے کے لئے تو وہ گالیاں دیتے ہیں یا بے تو جہی، بے اعتنائی سے کام لیتے ہیں۔ یاد یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیوی دھندوں میں اس قدر پھنسے ہوئے ہیں کہ ہمارے پاس یہ خیالات سنبھالنے کے لئے وقت ہی نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کی ایک ایسی آواز بھی آتی ہے کہ جو صاعقه کے رنگ میں آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور انسان سنبھالنے کے لئے یا نہ سنبھالنے اس کے کان اس آواز سے پھاڑ دیئے جاتے ہیں اور ان کے جسموں کو مردہ کر دیا جاتا ہے اور ایسی قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے، خدا کرے کہ ساری دنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز کو سنبھالنے لگے اور قرآن کریم کے معارف اور حقائق کا عرفان حاصل کرے۔

اور خدا کرے کہ ہم جو اس کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور احمدی کہلاتے ہیں۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے قرآن کریم کے علوم زیادہ سے زیادہ عطا کرتا چلا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی توفیق دیتا چلا جائے کہ ہم قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے والے ہوں۔ آ میں۔

(روزنامہ افضل ربہ ۳۱ اگست ۱۹۶۶ء)



قرآن کریم ایک عظیم الشان کتاب ہے اس سے
جتنی بھی محبت کی جائے کم ہے اس کی جتنی بھی تعریف
کی جائے وہ ناکافی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۶ء، مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ سورہ مومن کی دو آیات میں قرآن کریم کی آٹھ اندر ورنی خوبیوں کا بیان ۔
- ☆ قرآن کریم سے روشنی اور ہدایت حاصل کرو۔
- ☆ اگر تم توبہ کرنا چاہو تو صرف قرآن تمہیں ہدایت دے سکتا ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفاتِ حسنہ کا کامل علم قرآن سے ملتا ہے۔
- ☆ قرآن خالص تو حید پر کھڑا کرتا اور معاد کا علم عطا کرتا ہے۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قرآن کریم ایک عظیم اور بڑی شان والی کتاب ہے اس سے جتنی بھی محبت کی جائے کم ہے۔ اور اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے نا کافی ہے۔ مگر یہ کتاب ہماری تعریفوں کی محتاج نہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی اس کی عظمت اور اس کی شان کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ میں اپنے متعدد خطبات میں ان خوبیوں کا اشارہ اور مجملًا ذکر کر چکا ہوں جو مختلف مقامات پر قرآن کریم کی تعریف کرتے ہوئے بیان کی گئی ہیں۔ آج میں سورہ مومن کی دو آیتیں اس سلسلہ میں احباب جماعت کے سامنے رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَبَرَّيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ لَا غَافِرٌ الدَّنْبُ وَ قَابِلُ التَّوْبِ شَدِيدُ الدِّعَابِ لَا
ذِي الطُّولِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ طِلِيلُ الْمَصِيرِ (المؤمن: ۲، ۳) مطلب یہ ہے ان آیات کا کہ اس کتاب کا نزول اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب ہے، کامل غلبہ اور کامل عزت اسی کو حاصل ہے۔ وہ کامل علم والا ہے۔ تمام علوم کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے۔ وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ خطا کا رہنمای کی خطاوں پر وہی مغفرت کی چادر ڈالتا ہے اور کمزور اور مائل بہ گناہ انسان اُسی سے طاقت حاصل کر کے میلان گناہ کو دبانے اور نفس امارہ کو پوری طرح کچل دینے کی قوت پاتا ہے۔ وہ رحیم و مہربان ہے۔ جو محض اپنے فضل و احسان سے توبہ کو قبول کرتا ہے اور بھٹکے ہوئے راہی کو جب وہ رجوع بِمَوْلَی ہو معمومیت کی چادر میں لپیٹ لیتا ہے اور اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ وہی ہے جو اپاً اور اشکنبار کرنے والوں کو اور انہیں جو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور شیطان کو اپنا دوست بنالیتے ہیں سخت سزادیتا ہے اور اپنی قہری تجھی کے ساتھ ان کی اصلاح کے سامان پیدا کرتا ہے۔ وہی ہے جو بہت ہی احسان کرنے والا ہے اور جس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبدوں نہیں۔ محبت اور پرستش کا وہی ہاں صرف وہی سزا

وار ہے۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اسی سے اپنے کئے کی جزا پانا ہے۔ اور بہتر اور احسن جزا وہی پائیں گے جو اس کی تعلیم پر عمل کریں گے۔

ان مختصر سی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آٹھ اندر و فی خوبیاں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) پہلی خوبی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے۔ **تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ** کہ یہ کتاب اس اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو العزیز صفت سے متصف ہے۔ جو غالب ہے اور کوئی اور ہستی اس پر غالب نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں۔ عزیز کے ایک معنی اس قسم کی عزت اور طاقت اور غلبہ رکھنے والی ہستی کے ہوتے ہیں کہ جس کے مقابلہ میں اس جیسی قوت اور طاقت اور غلبہ رکھنے والی کوئی اور ہستی نہ ہو۔ اس لحاظ سے وہ بے مثال ہو۔

تو اس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا کہ اس عزیز خدا کی طرف سے جو کتاب نازل کی گئی اس کتاب میں بھی یہ خوبی ہے کہ وہ بے مثال ہے۔ ایسی خوبیوں کی حامل، رضا الہی کی اس قدر فراخ را ہیں دکھانے والی ہے کہ دنیا میں جس قدر کتب سماوی گزری ہیں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور نہ کسی انسان کی طاقت میں یہ ہے کہ اس کا مثل معرض وجود میں لا سکے۔ اس کتاب میں کامل حسن اور کامل تعلیم اور کامل ہدایت پائی جاتی ہے۔ اس بے مثل اور یگانہ ذات کے پرتو نے اس کتاب کو بھی بے مثل کر دیا ہے۔ اگر تم اس کتاب کی تعلیم پر عمل کرو گے تو تم بھی ایک واحد یگانہ بے مثل قوم بن جاؤ گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرُجْتُ لِلنَّاسِ** (آل عمران: ۱۱۱) تم وہ امت ہو جس سے بہتر امت اس دنیا میں پیدا نہیں کی گئی تم وہ امت ہو جس سے زیادہ احسان، انسان پر کسی امت نے نہیں کیا۔ پس پہلی خوبی اس کتاب کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتائی کہ اپنے کمال کے باعث یہ کتاب بے مثل ہے۔ اور اپنی تعلیم کی وجہ سے یہ کتاب امت مسلمہ کو ایک بے مثل و بے مثال امت بنانے کی اہلیت رکھتی ہے۔

(۲) دوسری اندر و فی خوبی ہمیں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ وہ کتاب ہے **تَنْزِيلُ مِنَ اللَّهِ الْعَالِيمِ**۔ اس ذات نے اسے اتارا ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ حقائق اشیاء اور مخلوقات کے غیر محمد و خواص کا علم صرف اسی پاک ذات کو ہے اور صرف وہی خدا اس بات پر قادر تھا کہ فطرت انسانی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والی کتاب اور ہدایت نازل کرتا اور ایک ایسی شریعت انسان کو دیتا

جو ہر قوم اور ہر زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والی ہوتی۔ پس یہی وہ کتاب ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی اور ہدایت کی انسان کو ضرورت نہیں رہتی۔ ہر زمانہ کے مسائل کو یہ سلbjhadیتی ہے۔ روحانی علوم کے نہ ختم ہونے والے چشمے اس سے پھوٹتے ہیں اور مادی علوم کی بنیادی صداقتیں اور اصول اس میں جمع کر دئے گئے ہیں۔

پس اگر تم روحانیت میں ترقی حاصل کرنا چاہتے ہو، یادِ دنیوی علوم میں فوقيت اور رفتہ کے مقام تک پہنچنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس کتاب کی پیروی کرنے والے بنو۔ اگر تم اس کتاب کی آواز کی طرف متوجہ نہ ہو گے۔ اس کی وہ قدر نہیں کرو گے جو کرنی چاہئے تو نہ روحانی میدان میں تم کوئی ترقی حاصل کر سکو گے اور نہ دنیوی علوم میں دوسروں سے مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے اندر پیدا کر سکو گے۔

پس مادی اور روحانی ہر دو لحاظ سے علوم میں اگر ترقی کرنی ہے اور روحانی علوم کو حاصل کر کے میدانِ عمل میں تم نے اترنا ہے تو تمہیں اس کتاب کی ہدایت کی ضرورت ہو گی اور اگر تم اس کے علوم حاصل کر لو گے اور اس کے مطابق عمل کرو گے تو خدا نے علیم جو ہر چیز کو جانے والا ہے اور جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ تمہیں اپنے قرب کے وہ مقامات عطا کرے گا جن سے تم راضی ہو جاؤ گے جیسا کہ وہ تم سے راضی ہو گا۔

(۳) تیری صفت یہاں قرآن کریم کی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ یہ اس ہستی کی طرف سے اتارا گیا ہے جو غافر الذنب (المؤمن: ۲) ہے۔ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ پس یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں ان نیکیوں اور ان حسنات کے کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو ناس بھی کے گناہوں اور بد اعمالیوں کو خس و خاشک کی طرح بہا کر لے جاتی ہے اور وہ طریق بتائے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان نفس امارہ پر قابو پالیتا ہے اور میلان گناہ کو اپنے پاؤں کے نیچے پکل دینے کی قوت پاتا ہے۔

مَغْفِرَةٌ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ وہ گناہ جو سرزد ہو چکے ہوں اللہ تعالیٰ ان کے بد اثرات اور اپنے غصب اور عذاب سے مغفرت چاہنے والے کو محفوظ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ اگر تم کبھی اپنے گناہ پر پشیمان ہو اور استغفار کرو اور چاہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے ان گناہوں کو معاف کر کے ان کے بد اثرات سے تمہیں محفوظ کرے تو تمہیں ان طریق کو اختیار کرنا ہو گا جو قرآن کریم میں بتائے گئے ہیں۔

دوسرے معنی مَغْفِرَةٌ کے یہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوت انسان کو عطا کرے کہ گناہ کی طرف جو میلان اس کی طبیعت میں پایا جاتا ہو یا جوز نگ اس کی فطرت صحیح پر لگ چکا ہو وہ زنگ دور ہو جائے اور وہ میلان قابو میں آجائے اور انسان کا شیطان مسلمان ہو جائے اور گناہ کی طرف رغبت ہی باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا کہ غَافِرُ الدَّنْبِ خدا کی طرف سے یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ لیں اگر تم گنہگار ہو تو اسی کی طرف آؤ اور قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریق پر آؤ۔

قرآن کریم تمہاری رہنمائی کرے گا اگر تم چاہتے ہو کہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام کو حاصل کرو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ قرب کی رفتیں تمہیں نصیب ہوں۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ تواضع کا وہ مقام تمہیں حاصل ہو جائے جس کے بعد اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان سے بھی اوپر انسان کو لے جاتا ہے تب بھی تم قرآن کریم کی طرف رجوع کرو۔ وہ تمہیں ایک ایسی روشنی عطا کرے گا جوان را ہوں کو جوان ننانج کی پیدا کرنے والی ہیں روشن اور منور کردے گی اور ان را ہوں کا علم اور ان پر چلناتمہارے لئے آسان ہو جائے گا۔

پس چونکہ یہ غَافِرُ الدَّنْبِ خدا کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے اس کی ہدایت کے مطابق تم ذنب اور اس کے بد ننانج سے خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آ کر اور مَغْفِرَةٌ کے ان معانی کے مطابق جو میں نے ابھی بیان کئے ہیں خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کر سکو گے۔

(۲) چو تھی صفت اس کتاب عظیم کی، اس کتاب کریم اور مجید کی اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمائی ہے کہ یا اس خدا نے اتاری ہے جو فَابِلِ التَّوْبَہ ہے۔ یعنی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ پس اس کتاب میں یہ کھوں کر بیان کیا گیا ہے کہ توبہ کن لوگوں کی، کن حالات میں اور کب قبول ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص توبہ کرنا چاہے۔ اس کے دل میں ایک خلش پیدا ہو، ایک خواہش رٹ پنے لگے کہ مجھے اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ توبہ کرنی چاہئے، تو کیا کرے۔ کن را ہوں سے وہ توبہ کے دروازوں تک پہنچے اور پھر انہیں کھٹکھڑائے۔

تو فرمایا کہ قرآن کریم قَابِلِ التَّوْبَہ خدا کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے وہ تمہیں ان دروازوں تک لے جائے گی جو توبہ کے دروازے ہیں۔ وہ تمہیں بتائے گی کہ ان دروازوں کو تم نے کس طرح کھٹکھڑانا ہے تاکہ وہ تم پر کھو لے جائیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں یہ بتایا کہ جب تمہارا دل اپنے پیدا کرنے والے کی طرف مائل ہو اور

اس کی طرف جھک لیکن تم سرگردان ہو، نہ جانتے ہو کہ کن را ہوں سے تم اس کی جناب میں پہنچ سکتے ہو تو اس کتاب کی طرف رجوع کرو اور اس سے روشنی اور ہدایت حاصل کرو تا تمہاری مراد برآئے اور تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے اور اس کی نظر میں تم ایسے بن جاؤ کہ بھی تم سے گناہ سرزد ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ طَ وَ كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورة النساء: ۱۸)

اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ توبہ کس طرح اور کن لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوتی ہے اور وہ کون لوگ ہیں کہ جن کی توبہ ان کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

یہ تو ایک مثال ہے جو اشارہ میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ ورنہ قرآن کریم بھرا پڑا ہے ایسی آیات سے جن سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ توبہ کا طریق کیا ہے، وہ کون لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفت قَابِلِ التَّوْبَہ کو اپنے حسن عمل سے خدا تعالیٰ اور قرآن مجید کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق جوش میں لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو توبہ قبول کرنے والا ہے ان لوگوں کیلئے توبہ کے دروازے کھول دیتا ہے۔ بہر حال ہمیں اس جگہ قرآن کریم کی ایک اندر ورنی خوبی کی طرف جو اس میں پائی جاتی ہے منوجہ کیا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر تم توبہ کرنا چاہو تو صرف یہی تمہیں ہدایت دے سکتی ہے کہ توبہ کس طرح کی جاتی ہے اور کن را ہوں سے اللہ تعالیٰ نے جو توبہ کے دروازے رکھے ہیں ان کو کھولا جاسکتا ہے۔

(۵) پانچویں صفت قرآن مجید کی یہاں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ قرآن مجید اس خدا نے نازل فرمایا ہے جو شَدِيدُ الْعِقَابٌ ہے۔ کہ جب وہ سزا دینے پر آتا ہے تو بہت سخت سزا دیتا ہے۔ اس عزیز و قہار کے قہر اور غضب اور لعنت اور سزا اور عذاب سے اگر بچنا چاہو تو اس کا طریق بھی یہی کتاب تمہیں بتلانے گی۔

کبھی تمہارے دل میں پہلوں کی مثال بیان کر کے خوف اور خشیت پیدا کرے گی تا تم اس کی طرف جھکو اور اس کے رحم کو جذب کرو۔ سورة الحاقة میں مثلاً شَدِيدُ الْعِقَابٌ کی قدرت کی ایک مثال بیان کی ہے تا کہ دلوں میں خوف پیدا ہو اور انسان خدا کی طرف پیٹھ کرنے اور اس سے پہلوتی کرنے سے بچ۔

الله تعالیٰ نے اس سورہ میں بیان فرمایا ہے کہ شمود کی قوم ایک ایسے عذاب سے ہلاک کی گئی تھی جو

اپنی شدت میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَآمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيُّحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَيْعَ لَيَالٍ وَثَمْنَيَةَ آيَٰمٍ لَا حُسُومًا ۝ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ۝ كَانُهُمْ أَعْجَازُ نُخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۝
(الحاقة: ۷-۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عاد کی قوم پر جو اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوا تھا اس کا مختصرًا مگر بڑے ہی موثر طریق پر بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسا عذاب تھا جس میں ساری قوم کو بتاہ کر دیا گیا۔ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ کیا ان کا کوئی نشان بھی تمہارے سامنے آتا ہے؟ وہ کلیتًا صفحہ ہستی سے مٹا دئے گے۔ اس لئے کہ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ وہ رب جوان کا پیدا کرنے والا تھا، جو اس قدر ان پر حرم کرنے والا تھا، جو اس قدر ان پر انعام کرنے والا تھا اس کے نتیجہ میں ان پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں لیکن انہوں نے کفر اور ناشکری کو اختیار کیا اور خدا تعالیٰ کی بجائے شیطان کو اپنا دوست بنالیا تب ساری کی ساری قوم کو اللہ تعالیٰ نے صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور ان کا کوئی نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

اس قسم کے واقعات کا ذکر کثرت سے قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اور ایک مقصد ان کا یہ ہے کہ تا ان واقعات کو سن کر ہمارے دل خوف سے لرزائیں اور ہم یہ عہد کریں کہ قرآن کریم نے جو تعلیم ہمارے سامنے رکھی ہے جس سے خداراضنی ہوتا ہے اور جس کو چھوڑ کر خدا کی ناراضگی مول لینی پڑتی ہے، ہم کبھی بھی اس تعلیم کو چھوڑیں گے نہیں بلکہ اس تعلیم کو اپنا سئیں گے۔ اس تعلیم کو اس طرح اپنے جسموں اور روحوں میں جذب کر لیں گے جس طرح خون ہمارے اندر بہہ رہا ہے۔ تا کہ خدا کا غضب کسی شکل میں بھی اور اس کی لعنت کسی صورت میں بھی ہمارے اوپر نازل نہ ہو۔

پھر قرآن کریم وہ کتاب ہے جو کبھی خدا کی لعنت اور اس کے غضب سے نجتنے کی دعا میں سکھاتی ہے کیونکہ شَدِيدُ الْعِقَابِ ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کا عذاب بندوں پر نازل ہو۔ تو پہلی قوموں کی مثالیں دے کر ہمارے دلوں میں اپنا خوف پیدا کیا۔ پھر ہمیں دعا میں سکھائیں کہ یہ دعا میں کرتے رہوتا کہ میرا غصب تم پر نازل نہ ہو۔

سب سے بہتر اور کامل دعا تو سورۃ الفاتحہ ہی ہے جس میں عَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الظَّالِمِینَ (الفاتحہ: ۷) ہے یعنی جس میں خدا کی لعنت سے پناہ مانگی گئی ہے اور چونکہ خدا کی لعنت کے

مور دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک مغضوب علیہ اور ایک ضال۔ اس لئے دونوں کا ذکر کر کے ایک طرح حصر کر دیا گیا ہے کہ کسی طریق سے بھی ہم پر تیری لعنت نازل نہ ہو۔

قرآن کریم کبھی ایسے اعمال صالح کی نشان دہی کرتا ہے جس کے نتیجہ میں شیطانی انہیں نور میں بدلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آتا ہے اور اس کے عذاب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تسلی دلائی کہ اگر تم قرآنی ہدایت پر عمل کرو گے تو میں فرشتوں کو مقرر کروں گا کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں اور وہ یوں دعا کریں گے۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهْمُ عَذَابَ
الْجَحِيمِ ۝ (المؤمن: ۸)

کہ ایسے لوگوں پر تو اپنا رحم کر کیونکہ تو بڑے حلم والا ہے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے جو توبہ کرتے ہیں اور وہ طریق اور شریعت کی جو را ہیں تو نے قرآن کریم میں بتائی ہیں ان پر عمل کر رہے ہیں۔ اسی طرح سورۃ الدھر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے جذبات کے غلام نہیں ہوتے بلکہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہیں اور صبر کی را ہوں پر گامزن ہوتے ہیں۔ (کافور کی ملاوٹ) اپنی نذر میں ادا کرتے ہیں اور ہمیشہ یہ خیال رکھتے ہیں کہ کہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہ ہو وہ لوگ جو اس کی رضاۓ کے لئے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے۔ ریا، عجب، خود روی، خود رائی اور دکھاوائیں میں نہیں ہوتا۔ نہ وہ احسان جانتے ہیں، اپنے نفسو اور اپنے نفس کی بد خواہ شمات اور میلانات سے جدا ہو کر محض اپنے رب کیلئے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ فَوَقِهْمُ اللَّهُ شَرَّ الدَّلَكَ الْيَوْمِ (الدھر: ۱۲) کہ اس دن کے عذاب سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بچالے گا۔ توجہ یہ کہا کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ جب میں کپڑتا ہوں۔ جب میری گرفت میں کوئی آتا ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی عذاب تصور میں نہیں آ سکتا۔

فرمایا۔ اس شَدِيدُ الْعِقَابِ خدا نے قرآن کریم کو تارا ہے اور ہمیں اس واضح حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اس کتاب میں ہمیں وہ طریق بتائے گئے ہیں جن کے ذریعہ ہم اس کے عذاب سے نجس سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے ایک دو مثالیں دے کر بیان کیا ہے۔

(۱) چھٹی صفت حسنہ یا اندر ورنی خوبی قرآن کریم کی جن الفاظ میں بیان کی گئی ہے وہ

ذی الطّوْل ہے۔ یعنی اس اللہ نے یہ کتاب اتاری ہے جو بڑا احسان کرنے والا اور بڑا انعام کرنے والا ہے۔ اور اس کتاب کے نزول کی یہ غرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام اور احسان کے جذب کرنے کی راہیں تم پر کھوئی جائیں۔

اور اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم یا فرد کو کوئی احسان یا انعام عطا کرتا ہے تو اس پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کا ذکر بھی قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ ان کی طرف بھی ہمیں متوجہ ہونا چاہئے۔ انعام و اکرام کا ذکر ذی الطّوْل میں ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال تو میرے نزدیک وہ ہے۔ جو فرمایا اَتَمْمُتْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (المائدۃ: ۲) کہ اسلام اور اسلامی شریعت کے ذریعہ میں نے اپنی شریعت کو نعمت عظیٰ بنادیا ہے اور نعمت عظیٰ کے طور پر میں اسے تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمان: ۲۱) کہ تم پر ظاہری اور باطنی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ نے پانی کی طرح بہادیا۔ جیسے فلڈ (Flood) آتا ہے ہر ایک چیز کے اوپر چھا جاتا ہے اور ہر چیز کو اپنے نیچے لے لیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں نے ہمارے نفس اور ہمارے ذرہ ذرہ کو ڈھانپ لیا ہے۔

لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ (لقمان: ۲۲) کہ اب تم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کی تم اتباع کرو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے کفر ان نعمت کرو گے تو اس کی سزا پاؤ گے۔ مگر قرآن کریم اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ خدا کے غضب کو تم جذب کرو اور اس کے قہر کے تم موربد ہو۔ قرآن کریم کے نزول کی غرض تو یہ ہے کہ ذی الطّوْل خدا کی طرف تمہیں متوجہ کرے اور تم اس کی نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے اس کے شکر گزار بندے ہو اور جو ہدایت اور تعلیم اور شریعت اور فرائض اور احکام اس نے نازل کئے ہوئے ہیں ان کی اتباع کرنے والے ہو۔

(۷) ساتویں صفت حسنہ قرآن کریم کی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ کہ جس خدا نے اس قرآن کو نازل کیا ہے وہ اکیلا ہی پرستش کا سزا اور اور حقدار ہے۔ اس کے سوا کوئی معبد نہیں۔ پس اس کتاب کی بنیادی صفت یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی کہ یہ کتاب اور اس کی تعلیم اور اس کی شریعت اور اس کی ہدایتیں اور وہ نور جو اس سے نکلتا ہے۔ اور اس کے ماننے والوں کے جسموں اور ان

کی روحوں میں داخل ہوتا اور نفوذ کرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسان خالص توحید پر کھڑا ہوتا ہے۔ قرآن نہ ہوتا تو دنیا میں توحید خالص بھی نہ پائی جاتی۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات حسنے کے متعلق کامل تفصیلی علم یہی کتاب دیتی ہے جس کے بغیر توحید، صحیح معنی اور حقیقی رنگ میں قائم نہیں ہو سکتی۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے متعلق بھی علوم کے سمندر اپنے اندر بند کر دیتے ہیں اور تمہارے فائدہ کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔

پس تم اس خدائے واحد و یگانہ کے قرب کے حصول کے لئے اس کی ذات کی معرفت اور اس کی صفات حسنہ کا عرفان حاصل کرو اور قرآن کریم کی روشنی میں ہی تم ایسا کر سکتے ہو۔ پس قرآن کریم کو توجہ سے پڑھو اور توجہ سے سنو اور عزم اور استقلال اور صبر کے ساتھ اس پر عمل کرو اور دعاوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نور سے حصہ حاصل کرو اور نور قرآن کریم کے ذریعہ سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے تاکہ تم توحید خالص پر کھڑے ہو جاؤ اور توحید خالص کو پالینے کے بعد دنیا کی ساری کامیابیاں مل جاتی ہیں اور کوئی ناکامی بھی انسان کے حصہ میں نہیں رہتی۔

آٹھویں صفتِ حسنہ یا اندر وی خوبی قرآن کریم کی اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمائی ہے **وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ** کہ اس عظیم کتاب کو نازل کرنے والی وہ ذات پاک ہے جس کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے اور اس خدائے اس قرآن کے ذریعہ انسان کو معااد کا کامل اور مکمل علم دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے زور کے ساتھ اور بڑی وضاحت کے ساتھ اور بڑی تفصیل کے ساتھ اس مضمون کو اپنی کتب (۱) سرمه چشم آریہ۔ روحانی خزانہ جلد ۲ صفحہ ۸۰ تا ۸۱ حاشیہ (۲) براہین احمد یہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزانہ جلد اصفہن ۳۳۹ تا ۳۳۲ صفحہ ۲۵۱ تا ۵۲۳ حاشیہ نمبر ۳۔ صفحہ ۳۲۸ تا ۳۲۵ حاشیہ نمبر ۱۱ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ معااد کا علم اور جنت و دوزخ کی حقیقت جو قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ وہ کسی غیر کے وہم میں بھی نہیں آسکتی اور نہ ہی ان کتب سماویہ میں وہ علوم پائے جاتے ہیں جو قرآن کریم سے پہلے نازل ہوئیں پھر محرف و مبدل ہوئیں اور پھر وہ منسوخ ہو گئیں۔ یہ قرآن، یہ پاک کتاب ہی ہے جو نور مجسم ہے اور حقیقی اور خالص توحید پر کھڑا کرتی ہے۔ اور معااد کا علم پوری طرح ہمیں عطا کرتی ہے اور ہمیں ایک حق ایقین عطا کرتی ہے اس بات پر کہ ہم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے اور اس یقین کے بعد انسان اس دنیا اور اس کی لذتوں اور اس کی خواہشات سے بکلی منہ موڑنے پر مجبور ہو جاتا

ہے۔ اس کو یہ فکر ہوتی ہے کہ اگر میں اس دنیوی زندگی میں پڑ گیا جو آخری زندگی کے مقابلہ میں غیر محدود طور پر کم ہے تو عظیم گھٹاٹا پانے والا ہوں گا۔ سو کی نسبت ایک کے ساتھ یہ ہے۔ کہ ایک، سو کا سوا حصہ چونکہ آخری زندگی غیر محدود ہے۔ اس لئے اس زندگی کی نسبت اس آخری زندگی کے ساتھ یہ ہے کہ یہ زندگی اس زندگی کا ”غیر محدود دواں“ حصہ ہے یعنی کوئی نسبت قائم ہی نہیں ہو سکتی۔

جب یہ حقیقت انسان کے سامنے آجائے پھر ان تمام بدیوں سے جو صرف اس دنیوی زندگی کی لذات اور آرام میں اور آخری زندگی میں عذاب اور قہر کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان سے بچنے کی ہر طرح کوشش کرتا ہے۔ اگر کبھی پاؤں پھسل جائے تو اپنے خدا کا سہارا لے کر پھر کھڑا ہو جاتا ہے۔ گناہ کرے تو اس غفار کو پکارتا ہے۔ تو بہ کرنے کے لئے تضرع کی را ہوں کو اور تو اوضع کی را ہوں کو اختیار کرتا ہے۔ قرآن کریم پر غور کرتا رہتا ہے۔ اس عزم اور نیت کے ساتھ کہ میں نے اپنی آخری زندگی کو بہر حال سنوارنا ہے خواہ مجھے اس زندگی میں کتنی ہی کوفت اور تکلیف اور مصیبہ کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ جب وہ ایسا کر لیتا ہے تب وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پالیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے اور وہ اپنے رب سے راضی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گروہ میں شامل کرے۔ اللہ ہم آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ اگست ۱۹۶۶ء)



اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ وہ تعلیم القرآن
کی سکیم اور عارضی وقف کی مہم میں بہت برکت ڈالے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ اگست ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک -ربوہ)



- ☆ ایک بہت ہی مبشر روایا کا تذکرہ۔
- ☆ وقف عارضی کی تحریک کا نظام و صیت کے ساتھ بڑا گہر اعلق ہے۔
- ☆ موصی صاحبان کا ایک بڑا گہر اور دائی تعلق قرآن کریم کے فضلوں کا
وارث بننے سے ہے۔
- ☆ ہر سال کم از کم پانچ ہزار واقفین عارضی چاہئیں۔
- ☆ مجالس موصیان کے قیام کی تحریک۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کوئی پانچ ہفتہ کی بات ہے ابھی میں ربود سے باہر گھوڑا لگی کی طرف نہیں گیا تھا۔ ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا۔ اس وقت عالم بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہوا ہے۔ پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پُرشوکت آواز فضای میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی۔

”بُشْرَىٰ لَكُمْ“ یہ ایک بڑی بشارت تھی لیکن اس کا ظاہر کرنا ضروری نہ تھا۔ ہاں دل میں ایک خلش تھی اور خواہش تھی کہ جس نور کو میں نے زمین کو ڈھانپتے ہوئے دیکھا ہے۔ جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کو منور کر دیا ہے۔ اس کی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مجھے سمجھائے۔ چنانچہ وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور حرم کرنے والا ہے اس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن میں ظہر کی نماز پڑھا رہا تھا۔ اور تیسرا رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سیکیم اور عارضی وقف کی سیکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا۔ اور انوار قرآن اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو میں نے زمین پر محیط ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ**

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کبھی متعدد بار خود قرآن کو اور قرآن کی نور کے لفظ سے یاد کیا ہے اور مجھے بتایا گیا کہ وہ نور جو تمہیں دکھایا گیا یہی نور ہے۔

پھر میں اس طرف بھی متوجہ ہوا کہ عارضی وقف کی تحریک جو قرآن کریم سیکھنے سکھانے کے متعلق جاری کی گئی ہے اس کا تعلق نظام وصیت کے ساتھ بڑا گہرا ہے۔ چنانچہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ ”الوصیت“، کو مزید غور سے پڑھا تو مجھے معلوم ہوا کہ واقع میں اس تحریک کا موصی صاحبان کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس وقت میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ صرف ایک بات آپ دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ الوصیۃ کے شروع میں ہی ایک عبارت لکھی ہے اور حقیقتاً وہ عبارت اس نظام میں مشکل ہونے والے موصی صاحبان ہی کی کیفیت بتا رہی ہے کہ تمہیں وصیت کر کے اس قسم کا انسان بننا پڑے گا۔ حضور فرماتے ہیں:-

”خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے۔ جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذات چھوڑ کر، اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تخلی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تخلی اٹھا لو گے یعنی اس نظام وصیت میں شامل ہو جاؤ گے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے لیکن تھوڑے ہیں جوایسے ہیں۔“
(الوصیت روحانی خزانہ جلد ۲۰ صفحہ ۳۰)

”ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔“ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام کا ترجمہ ہی ہے جو بہشتی مقبرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا تھا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں۔ اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنْزِلَ فِيهَا كُلُّ رَحْمَةٍ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔“
(الوصیت روحانی خزانہ جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۸)

تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا ”اُنْزِلَ فِيهَا كُلُّ رَحْمَةٍ“، اس قبرستان میں ہر قسم کی رحمت کو نازل کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں دفن ہونے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کے وارث ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان تمام نعمتوں کا کب اور کس طرح وارث بنتا ہے تو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک دوسرے الہام میں بتایا ”الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ“ (کشتی نوح۔ روحانی خزانہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۷) ساری بھلا کیاں اور نیکیاں اور سب موجباتِ رحمت قرآن کریم میں ہیں اور رحمت کے کوئی سامان ایسے نہیں جو قرآن کریم کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے حاصل کئے جاسکیں اور رحمت کے ہر قسم کے سامان صرف قرآن کریم سے ہی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

تو فرمایا ”أُنزِلَ فِيهَا كُلُّ رَحْمَةٍ“ کہ اس بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کی تمام برکتوں کے وارث ہوں گے۔ کیونکہ کوئی برکت بھی قرآن کریم سے باہر نہیں۔ اور نہ کسی اور جگہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں پر ہر قسم کی نعمت کے دروازے کھولے جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ موصی صاحبان کا ایک بڑا گہرہ اور دائمی تعلق قرآن کریم، قرآن کریم کے سیکھنے، قرآن کریم کے نور سے منور ہونے، قرآن کریم کی برکات سے مستفیض ہونے اور قرآن کریم کے فضلوں کا وارث بننے سے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کی ذمہ داری بھی ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی بعض برکات ایسی بھی ہیں جن کا تعلق اشاعت قرآن سے ہے۔ جیسا کہ خود قرآن متعدد جگہ اسے بیان فرماتا ہے اور جس کی تفصیل میں جانا اس وقت میرے لئے لمکن نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان دو وجوہوں کے ذریعہ ہمیں اس طرف متوجہ کیا کہ موصی حقیقتاً وہی ہوتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں، اس کے فضل، اس کی رحمت اور اس کے احسان کی وجہ سے اس لئے نازل ہوتی ہیں کہ اس شخص نے اپنی گردن کلیتًا قرآن کریم کے چوڑا کے نیچے رکھی ہوتی ہے۔ اپنے پروہ ایک موت وارد کرتا ہے اور خدا میں ہو کر ایک نئی زندگی پاتا ہے اور اس وحی کی زندہ تصویر ہوتا ہے کہ ”الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ“ (کشتی نوح۔ روحانی خزانہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۷)

پس چونکہ وصیت کا یا نظام وصیت کا یا موصی صاحبان کا، قرآن کریم کی تعلیم، اس کے سیکھنے اور اس کے سکھانے سے ایک گہرہ تعلق ہے۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم قرآن اور وقف عارضی کی تحریکوں کو موصی صاحبان کی تنظیم کے ساتھ ملکیت کر دیا جائے اور یہ سارے کام ان کے سپرد کئے جائیں۔ اس لئے آج میں موصی صاحبان کی تنظیم کا، خدا کے نام کے ساتھ اور اس کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے اجراء کرتا ہوں۔ تمام ایسی جماعتوں میں جہاں موصی صاحبان پائے جاتے ہیں ان کی ایک مجلس قائم ہونی چاہئے۔ مجلس باہمی مشورے کے ساتھ اپنے صدر کا انتخاب کرے۔ منتخب صدر جماعتی نظام

میں سیکرٹری و صایا ہو گا۔ ممکن ہے بعد میں ہم اس کا نام بھی بدل دیں لیکن فی الحال منتخب صدر ہی سیکرٹری و صایا ہو گا اور اس صدر کے ذمہ علاوہ وصیتیں کرانے کے یہ کام بھی ہو گا کہ وہ گاہے گا ہے مرکزی کی ہدایت کے مطابق وصیت کرنے والوں کے اجلاس بلائے۔ اس اجلاس میں وہ ایک دوسرے کو ان ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کریں جو ایک موصی کی ذمہ داریاں ہیں۔ یعنی اس شخص کی ذمہ داریاں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بشارت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا کے سارے فضلوں اور اس کی ساری رحمتوں اور اس کی ساری نعمتوں کا وہ وارث ہے۔

اور وہ صدر ان کو یاد دلاتا رہے کہ تمام خیر چونکہ قرآن میں ہی ہے اس لئے وہ قرآن کریم کے نور سے پورا حصہ لینے کی کوشش کریں اور ان کو بتایا جائے کہ قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کرنا ہر موصی کا بحیثیت فرد اور اب موصیوں کی مجلس کا بحیثیت مجلس پہلا اور آخری فرض ہے اور اس بات کی نگرانی کرنا کہ وقف عارضی کی سکیم کے ماتحت زیادہ سے زیادہ موصی اصحاب اور ان کی تحریک پر وہ لوگ حصہ لیں جنہوں نے ابھی تک وصیت نہیں کی۔ اور ان پر یہ فرض ہے کہ پہلے وہ اپنے گھر سے یہ کام شروع کریں حتیٰ کہ ان کے گھر میں کوئی مرد، کوئی عورت، کوئی بچہ یا کوئی دیگر فرد جوان کے اثر کے نیچے ہو یا ان کے پاس رہتا ہو ایسا نہ رہے کہ جسے قرآن نہ آتا ہو۔ پہلے ناظرہ پڑھنا سکھانا ہے پھر ترجمہ سکھانا ہے۔ پھر قرآن کریم کے معانی پھر اس کے علوم اور اس کی حکمتوں سے آگاہ کرنا ہے۔ پھر ان علوم کو ایک تجھی کی طرح دوسروں تک پہنچانا ہے تاکہ جس فیض سے، جس برکت سے اور جس نعمت سے ہم نے حصہ لیا ہے۔ اسی فیض، برکت اور نعمت سے ہمارے دوسرے بھائی بھی حصہ لینے والے ہوں۔

وقف عارضی میں مجھے ہر سال کم از کم پانچ ہزار واقف چاہئیں اس کے بغیر ہم صحیح رنگ میں جماعت کی تربیت نہیں کر سکتے۔ یہ سکیم ماہ مئی ۱۹۶۶ء میں شروع ہوئی ہے۔ چونکہ اس سال جو سال اول ہے اس اتنے اور طلبہ کی چھٹیوں کا ایک حصہ گزر چکا ہے (تا ہم اگر وہ کوشش کریں تو اب بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں، اسی طرح بعض ایسے پیشہ والے ہیں جن کو ان دونوں چھٹیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً بعض عدالتیں بند ہو جاتی ہیں۔ وہاں جو احمدی و کیل و کاللت کا کام کرتے ہیں وہ بھی اپنی زندگی کے چند ایام اشاعت علوم قرآنی کے لئے وقف کر سکتے ہیں)، اس لئے ممکن ہے ہمارے اس پہلے سال میں یہ تعداد پانچ ہزار تک نہ پہنچ لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ تعداد پانچ ہزار تک پہنچ جائے۔ جب یہ ممکن ہے تو پھر اس کے لئے کوشش

کیوں نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی قانون کے ماتحت ہم اسے ”ناممکن“، قرآن نہیں دے سکتے اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم سب خصوصاً موصی صاحبان پوری کوشش اور جدوجہد سے کام لیں کہ واقفین عارضی کی تعداد اس سال بھی جو پہلا سال ہے پانچ ہزار تک پہنچ جائے تا تعلیم قرآن کا کام احسن طریق پر کیا جاسکتیوں ہمارے موصی صاحبان کا پہلا کام یہ ہے کہ اپنے گھروں میں قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کریں۔ دوسرا یہ کہ واقفین عارضی (جن کے سپرد قرآن کریم پڑھانے کا کام کیا جاتا ہے) کی تعداد کو پانچ ہزار تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

تمیرے یہ کہ وہ اپنی جماعت کی نگرانی کریں (عمومی نگرانی، امیر یا پریز یڈنٹ کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے) کہ نہ صرف ان کے گھر میں بلکہ ان کی جماعت میں بھی کوئی مرداور کوئی عورت ایسی نہ رہے جو قرآن کریم نہ جانتی ہو۔ ہر ایک عورت قرآن کریم پڑھ سکتی ہو، ترجمہ جانتی ہو، اسی طرح تمام مرد بھی قرآن کریم پڑھ سکتے ہوں، ترجمہ بھی جانتے ہوں اور قرآن کریم کے نور سے حصہ لینے والے ہوں تاکہ قیامِ احمدیت کا مقصد پورا ہو۔

اسی طرح وصیت کرنے والی بھنیں بھی ہر جماعت میں اپنی ایک علیحدہ مجلس بنائیں اور اپنی ایک صدر منتخب کریں جو نائب صدر کھلانے کی اور وہ جماعت سے تعاون کریں اور موصی مردوں کی مجلس سے بھی تعاون کریں اور ان روحانی ذمہ داریوں کو نجھانے کی کوشش کریں جو مالی قربانیوں کے علاوہ نظام وصیت اُن پر عائد کر رہا ہے۔

آپ دوست یہ سن کر خوش ہوں گے کہ بہت سے مقامات پر مردوں کی نسبت ہماری زیادہ احمدی بھنیں قرآن کریم ناظرہ جانے والی ہیں۔ ایک تو ہمیں شرم اور غیرت آنی چاہئے۔ دوسرا ہمیں خدا تعالیٰ کا شکر بھی بحالانا چاہئے کیونکہ جس گھر کی عورت قرآن کریم جانتی ہوگی اس کے متعلق ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ اس گھر کے بچے اچھی تربیت حاصل کر سکیں گے۔

پس جیسا کہ نور کے اس نظارہ سے جسے میں نے ساری دنیا میں پھیلتے دیکھا ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی کامیاب اشاعت اور اسلام کے غلبے کے متعلق قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ کی وحی اور ارشادات میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہمادات میں جو خوشخبریاں اور بشارتیں پائی جاتی ہیں ان کے پورا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اس لئے میں پھر اپنے دوستوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا

ہوں کہ ہم پرواجب ہے کہ ہر احمدی مردا ور ہر احمدی عورت، ہر احمدی بچہ، ہر احمدی جوان اور ہر احمدی بوڑھا پہلے اپنے دل کو نورِ قرآن سے منور کرے۔ قرآن سمجھئے، قرآن پڑھے اور قرآن کے معارف سے اپنا سینہ و دل بھر لے اور معمور کر لے۔ ایک نورِ جسم بن جائے۔ قرآن کریم میں ایسا محو ہو جائے۔ قرآن کریم میں ایسا گم ہو جائے۔ قرآن کریم میں ایسا فنا ہو جائے کہ دیکھنے والوں کو اس کے وجود میں قرآن کریم کا ہی نظر نہ رہے۔ اور پھر ایک معلم اور استاد کی حیثیت سے تمام دنیا کے سینوں کو انوارِ قرآنی سے منور کرنے میں ہم تین مشغول ہو جائے۔

اے خدا! تو اپنے فضل سے ایسا ہی کر کہ تیرے فضل کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔

اے زمین اور آسمان کے نور! تو ایسے حالات پیدا کر دے کہ دنیا کا مشرق بھی اور دنیا کا مغرب بھی، دنیا کا جنوب بھی اور دنیا کا شمال بھی نور قرآن سے بھر جائے۔ اور سب شیطانی اندھیرے ہمیشہ کے لئے دور ہو جائیں۔ میری توجہ اس طرف بھی پھیری گئی ہے کہ فضل عمر فاؤنڈیشن کا بھی ان سکیموں سے گہر اتعلق ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ میں آج کے خطبے میں ہی اس کو ان کے ساتھ مسلک کر کے اپنے خیالات کا اظہار اپنے دوستوں کے سامنے کروں لیکن چونکہ گرمی زیادہ ہے اور لمبے خطبے سے دوستوں کو تکلیف ہو گی۔ اس لئے آج میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی اور توفیق دی تو انشاء اللہ آںندہ جمعہ کو میں فضل عمر فاؤنڈیشن کے متعلق دوستوں کے سامنے اپنے ان خیالات کا اظہار کروں گا۔ بہر حال ہمیں ہمیشہ یہ دعا میں کرتے رہنا چاہئے کہ واقعتاً اور حقیقتاً خدا ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم قرآنی انوار میں ایسے گم ہو جائیں کہ سوائے انوار قرآنی کے ہمارے وجود میں اور کوئی چیز نظر نہ آئے۔ آ میں۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء ص ۲۷)



خطبہ جمعہ ۱۲ اگست ۱۹۶۶ء



حضور مری ہنر میں قیام پذیر تھے۔ ناسازی طبع کے باعث نماز جمعہ پڑھانے تشریف نہیں لاسکے۔
(الفضل ۱۲ اگست ۱۹۶۶ء)



انفاق فی سبیل اللہ کی استعداد کو بڑھانے کے تین قسمی گر

- (۱) اپنی آمد کو مزید محنت سے بڑھانے کی کوشش کرو
- (۲) سادہ زندگی اختیار کرو (۳) جذبہ ایثار میں اضافہ کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ اگست ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ مطالبات تحریک جدید میں سادہ زندگی کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔
- ☆ رسوم اور بد عادات سے اجتناب کیا جائے۔
- ☆ فضل عمر فاؤنڈیشن کے قیام کی غرض۔
- ☆ اس فنڈ میں ۲۵ لاکھ روپیہ مجمع کرنے کی تحریک
- ☆ اس آمد سے وہ کام کئے جائیں جو حضرت مصلح الموعود کو محبوب اور پیارے تھے۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گزشته چند دنوں انفلوائنز کی وجہ سے میری طبیعت ٹھیک نہیں رہی۔ ایک وقت میں تو آواز بالکل بیٹھ گئی تھی۔ کل سے کچھ کھلی ہے۔ ویسے اب بھی تکلیف محسوس کر رہا ہوں اس لئے میں اختصار کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق دوستوں کے سامنے بعض باقی رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

”اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کیلئے سب سے اول توجہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلاؤ۔ اس پہلو میں مالی ضرورتوں اور امداد کی حاجت ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسی ضرورتیں پیش آئی تھیں۔ اور سچاہب کی یہ حالت تھی کہ ایسے وقتوں پر بعض ان میں سے اپنا سارا ہی مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے اور بعض نے آدھادیا اور اس طرح جہاں تک کسی سے ہو سکتا فرق نہ کرتا۔ مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے ہاتھ میں بجز خشک باتوں کے اور کچھ بھی نہیں رکھتے اور جنہیں نفسانیت اور خود غرضی سے کوئی نجات نہیں ملی اور حقیقی خدا کا چہرہ ان پر ظاہر نہیں ہوا۔ وہ اپنے مذاہب کی اشاعت کی خاطر ہزاروں لاکھوں روپیے دے دیتے ہیں اور بعض ان میں سے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔ عیسائیوں میں دیکھا ہے کہ بعض عورتوں نے دس دس لاکھ کی وصیت کر دی ہے۔ پھر مسلمانوں کے لئے کس قدر شرم کی بات ہے کہ وہ اسلام کے لئے کچھ بھی کرنا نہیں چاہتے یا نہیں کرتے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اسلام کے روشن چہرہ پر سے وہ حجاب

جو پڑا ہوا ہے۔ دور کر دے اور اسی غرض کے لئے اس نے مجھے بھیجا ہے۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۶۱۵، ۶۱۶ طبع ثانی)

دوست جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی اور غریب جماعت کو ساری دنیا کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا ہے اور فرمایا کہ تمام ادیان باطلہ کا مقابلہ کرو اور انہیں شکست دو اور اسلام کی خوبیوں کو ظاہر کر کے اسے ان پر غالب کرو۔

اس جماعت کے مقابلہ میں ایک طرف ان طاغوتی طاقتوں کو بڑی قوت اور وجہت اور اقتدار اور مال دیا کہ اربوں ارب روپیہ وہ اسلام کے خلاف خرچ کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنی اس جماعت کو بڑے ہی وعدے دیتے اور فرمایا کہ تم ان اقوام اور ان مذاہب کی طاقت کو دیکھ کر گھبرا نہیں اور ان کے اموال پر نظر کر کے تمہیں پریشانی لاحق نہ ہو۔ کیونکہ میرا تم سے یہ وعدہ ہے کہ اگر تم میری بھیجی ہوئی تعلیم پر عمل کرو گے اور میرے بتائے ہوئے طریق پر چلو گے تو تھوڑے ہونے کے باوجود اور کمزور ہونے کے باوجود اور غریب ہونے کے باوجود آخری فتح اور کامیابی تمہارے ہی نصیب ہوگی۔

اس چیز کو دیکھتے ہوئے اور اس چیز کو سمجھتے ہوئے ہم پر بڑی ہی قربانیوں کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جن میں سے ایک مالی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ مطالبہ تو نہیں کیا کہ ہم اپنی طاقت اور استعداد سے بڑھ کر اس کی راہ میں قربانی دیں۔ کیونکہ ایسا مطالبہ غیر معقول ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ تو عقل اور حکمت اور نور کا سرچشمہ ہے۔ وہ تو نور ہی نور ہے۔ اس کی طرف سے اس قسم کا کوئی مطالبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں یہ ضرور بتاتا ہے کہ میں نے قوت استعداد اور اموال کے بڑھانے کے کچھ طریق بھی رکھے ہیں تم اپنی طاقت سے بڑھ کر قربانی نہیں دے سکتے لیکن تم قربانی دینے کی طاقت کو ہر وقت بڑھاسکتے ہو۔ پس قربانی دینے کی طاقتوں کو تم بڑھاؤ۔

تین موٹی باتیں میں اس وقت دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

(۱) اول۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى۔ (الجم: ۳۰) ایک تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مالی اور اقتصادی لحاظ سے تم جس مقام پر بھی ہو۔ وہ تمہارا آخری مقام نہیں۔ مزید ترقیات کے دروازے تمہارے سامنے ہیں۔ جنہیں تم اپنی سعی سے، اپنی کوشش سے، اپنی جدوجہد سے، اپنی محنت سے کھوں سکتے ہو۔ یعنی اگر تم اپنے پیشہ میں مزید مہارت حاصل کر لو جتنی محنت اور توجہ سے تم اس وقت کام

کر رہے ہو۔ اس سے زیادہ محنت اور توجہ سے کام کرو۔ جو ذرائع تمہیں میر آئے ہوئے ہیں ان کو پہلے سے زیادہ بہتر طریق پر استعمال کرو۔ تدبیر کو اپنے کمال تک پہنچاو اور اس کے ساتھ خد تعالیٰ کے حضور عا جزانہ دعائیں کرتے رہو کہ وہ تمہارے اموال میں برکت ڈالے اور تمہاری کوششوں کو بار آور کرے اس کے نتیجے میں تمہارے اموال بڑھ جائیں گے اس کے ساتھ ہی مالی قربانی کی استعداد بھی مثلًا اگر ہم میں سے ہر ایک کی آمد بڑھ جائے لیکن جذب ایثارناہی رہے جتنا پہلے تھا تو بھی کمیت کے لحاظ سے ہماری مالی قربانی میں بڑانہایں فرق آ جاتا ہے۔ مثلًا ایک شخص کی آمد ایک سور و پیہ ماہوار ہے اور وہ اپنے جذبہ ایثار سے مجبور ہو کر اور اپنی استعداد کے مطابق اس میں سے بیس فیصد روپیہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اگر وہ محنت کرے، اگر وہ اپنے علم میں زیادتی کرے، اگر وہ اپنے ذرائع کو بہتر طریق پر استعمال کرے اور اگر وہ اپنی دعاوں کے نتیجے میں اپنی آمد کو سو سے دو سو ماہانہ کر دے اور اس کی قربانی بیس فیصد ہی رہے تو پہلے وہ بیس روپے ماہوار دیتا تھا اب وہ چالیس روپے ماہوار دے گا۔ تو کمیت کے لحاظ سے مالی قربانی میں دگنا اضافہ ہو جائے گا کیونکہ اس کی آمد پہلے کی نسبت دگنی ہو گئی۔

(۲) ایک اور طریق اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ تم اپنے خرچ کو اسلام کی تعلیم کے مطابق ضبط میں لاو، سادہ زندگی گزارو۔ رسم و رواج جو بیاہ شادیوں کے موقع پر یا موت فوت کے موقع پر لوگوں میں راجح ہیں ان کے نتیجے میں اسراف کی راہوں کو اختیار کیا جاتا ہے۔ تم ان راہوں کو اختیار نہ کرو اور سادہ زندگی اختیار کر کے اپنے خرچوں کو کم کر دو۔ تو اس کے نتیجے میں بھی تمہاری قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کی طاقت اسی نسبت سے بڑھ جائے گی۔ مثلًا ایک شخص کی سور و پیہ ماہوار آمد ہے اور اس کو اپنی ذات اور اپنے خاندان پر اسی روپیہ ماہوار خرچ کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور بعض باتوں میں وہ اسراف کرتا ہے اور سادگی کی تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اگر وہ سادہ زندگی کو اختیار کرے اور اس کا خرچ اسی روپیہ سے گر کر ستر روپیہ ماہوار پر آ جائے تو اس کو سادگی کے اختیار کرنے کے نتیجے میں دس روپیہ ماہوار زیادہ قربانی کرنے کی طاقت حاصل ہو گئی۔ اگر وہ چاہے تو خدا کی راہ میں اسے دے سکتا ہے۔

اس لئے میں تفصیل میں جائے بغیر، احباب جماعت کو اور جماعتی نظام کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کے مطالبات میں سادہ زندگی کے جو مطالبات رکھے ہیں ان کی طرف زیادہ توجہ ہوئی چاہئے بہت سی جماعتیں اور بہت سے افراد اس چیز کو بھولتے جا

رہے ہیں۔ اگر ہم مثلاً بد قسمتی سے سینما دیکھنے کے عادی ہوں اور اب سینما کھانا چھوڑ دیں تو وہ دس پندرہ روپے جو ہم سینما دیکھنے پر خرچ کرتے تھے وہ ہمارے پاس بچ رہیں گے۔ اور اگر ہم چاہیں تو یہ رقم خدا کی راہ میں دے سکتے ہیں۔

پس میں جماعت کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک جدید کے وہ مطالبات جو سادہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو جماعت میں دہرا یا جائے اور افراد جماعت کو پابند کیا جائے کہ وہ ان مطالبات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سادہ بنائیں۔

اسی طرح بہت جگہ سے یہ شکایت آتی رہتی ہے کہ بعض خاندانوں میں رسوم اور بد عادات عود کر رہی ہیں۔ مثلاً شادی کے موقع پر اسراف کی راہوں کو اختیار کیا جاتا ہے اور بلا ضرورت محض نمائش کے طور پر بہت سا خرچ کر دیا جاتا ہے۔ بعض لوگ تو اس کے نتیجہ میں مقروض ہو جاتے ہیں اور پھر ساری عمر ایک مصیبت میں گزارتے ہیں۔ یہ تو وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ ان کو اس دنیا میں دے دیتا ہے لیکن ایک اور سزا ہے جو بظاہر ان کو نظر نہیں آتی کہ اس کے نتیجہ میں وہ بہت سی ایسی نیکیوں سے محروم ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ سادگی کو اختیار کرتے۔ اگر وہ رسوم کی پابندی کو چھوڑ دیتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان نیکیوں کی توفیق عطا کرتا اور ان کو اس دنیا میں بھی اور آخری زندگی میں بھی ایسی نعمتیں حاصل ہوتیں کہ دنیا کی لذتیں اور دنیا کے عیش اور ان کی نمائشیں ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہ رکھتیں۔

پس جماعت کو چاہئے کہ تحریک جدید کے ان مطالبات کو دہراتی رہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس طرح وہ اپنے پیسوں کو بچا سکے اور اس کی قربانی کی قوت اور استعداد پہلے کی نسبت بڑھ جائے اور وہ اپنی اس بڑھی ہوئی حیثیت اور طاقت کے مطابق قربانی کرنے والی ہو۔ اس طرح دوست پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔

(۳) تیسرا بات جس کی طرف قرآن کریم ہمیں متوجہ کرتا ہے وہ جذبہ ایثار ہے اور شُحّ نفس سے بچنا ہے۔ جب یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو انسان بہت سی جائز ضرورتوں کو بھی کم کر سکتا ہے۔ صحت کو نقصان پہنچائے بغیر اور کسی قسم کا حقیقی نقصان اٹھائے بغیر!

تو جب جذبہ ایثار بڑھ جائے تو قربانی کرنے کی قوت اور استعداد بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور اس کا ذریعہ دعا ہے ہمیں ہر وقت یہ دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ اے خدا! تو نے ایک نور قرآن کریم کی شکل

میں نازل کیا اس میں جہاں تو نے ہمیں اور بہت سی حسین ہدایتیں اور احکام دیئے ہیں وہاں انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق بھی بڑی ہی حسین اور وسیع تعلیم تو نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ اگر ہم تیری راہ میں ان طریقوں پر جو تو نے بتائے ہیں اپنے اموال کو خرچ کرنے والے ہوں گے۔ تو تو بہت سے انعامات اور فضل ہم پر نازل کرے گا۔ تو اے خدا تو ہمیں اپنے فضل سے اس بات کی توفیق عطا کر کے ہم اس ہدایت پر عمل پیرا ہونے والے ہوں تاکہ ہم تیری نعمتوں اور فضلوں کو حاصل کر سکیں۔ پس ہم ان تین طریق سے اپنی قوت اور استعداد کو بڑھا سکتے ہیں۔ تو جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ ہم اپنی طاقت سے بڑھ کر اس کی راہ میں قربانی دیں لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے یہ مطالبہ ضرور کرتا ہے کہ ہم ہر وقت اور ہر طرح یہ کوشش کرتے رہیں کہ اس کی راہ میں ہماری قربانی دینے کی طاقت اور استعداد ہمیشہ بڑھتی چلی جائے تاکہ ہم ہمیشہ پہلے کی نسبت زیادہ سے زیادہ اس کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں۔

اس کے بعد میں فضل عمر فاؤنڈیشن کے متعلق کہ وہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہی کی ایک شق ہے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

فضل عمر فاؤنڈیشن کے قیام کی غرض ہی یہ ہے کہ جماعت احمد یہ سچے مسلمانوں کا نمونہ دکھاتے ہوئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اسلام کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلانے کی غرض سے اور بھی زیادہ مالی قربانیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کرے اور اس مالی قربانی کو اس حد تک پہنچائے کہ دنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی صداقت پر گواہ ہو۔

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

یعنی اوّلین و آخرین ہر دو گروہ کی مالی قربانیاں ایک سی شان اور عظمت اور عزت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں رکھنے والی ہوں۔

گزشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر فضل عمر فاؤنڈیشن کے قیام کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس وقت میں نے اپنے بھائیوں سے یہ خواہش کی تھی کہ اس فنڈ میں پچیس لاکھ روپیہ وہ جمع کریں۔

سوائے مدرسول اللہ کے فرند جلیل مسیح محمدی کی جانشناز اور خدائے بزرگ و برتر کی محجوب جماعت!

آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے خلوص نیت اور صمیم قلب کے ساتھ فاؤنڈیشن کے لئے جو وعدے کئے ہیں

ان کی رقم پچیس لاکھ سے بڑھنے ہے۔ اور ابھی اور وعدے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس اخلاص اور ایثار کو قبول فرمائے اور اعلاءِ کلمہ اسلام کے لئے آپ کی قربانیوں میں برکت ڈالے اور آپ کو اس دنیا میں بھی اتنا دے، اتنا دے کہ آپ سیر ہو جائیں اور آخری زندگی میں بھی اپنی تمام نعمتوں سے آپ کو نوازے تا آپ محمد رسول اللہ ﷺ کے قرب میں آپؐ کے صحابہؓ کی معیت حاصل کر سکیں۔

اب جبکہ وعدے اپنی مقررہ حد سے آگے بڑھ چکے ہیں ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے اور یہ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ وعدے جو تین سال میں وصول ہونے ہیں ان کا کم از کم ۳۰ راسال روایں یعنی سال اول میں وصول ہو جائے۔ اس وقت تک جو وعدے ہو چکے ہیں ان کے لحاظ سے قریباً ۹۔۰ لاکھ کی وصولی سال اول میں ہونی چاہئے چونکہ بہت سے ابتدائی مرحل میں سے اس تنظیم کو گزرنا تھا اور اس کے لئے صحیح معنی میں جو ہماری کوشش ہوئی ہے۔ وہ مجلس مشاورت کے بعد ہوئی ہے اس لئے میں نے فضل عمر فاؤنڈیشن کا سال یکم مارچ سے تیس ۳۰ راپریل تک مقرر کیا ہے۔

ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ۳۰ راپریل سے قبل کم از کم ۹،۰ لاکھ روپے کی رقم جو ایک تھائی سے زیادہ ہوگی (اور اگر وعدے زیادہ آگئے تو پھر اس سے بھی زیادہ رقم وصول ہونی چاہئے) بہر حال موجودہ صورت میں ۹،۰ لاکھ کی رقم ضرور وصول ہو جانی چاہئے۔ اس وقت تک پاکستان کی جماعتیں اور احباب سے جو رقم وصول ہوئی ہیں ان کی مقدار چار لاکھ سے اوپر تک پہنچ چکی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ جماعت اپنی ذمہ داریوں کا احساس رکھتی ہے اور وہ انشاء اللہ ۳۰ راپریل سے پہلے ایک تھائی سے زیادہ اپنے وعدے ادا کر دے گی۔

میں ایک تھائی (۱/۳) سے زیادہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض غریب احمدی دوستوں نے بڑی قربانی دے کر اس میں حصہ لیا ہے اور ساتھ ہی پوری رقم ادا بھی کر دی ہے۔ ایک تھائی پر انہوں نے کفایت نہیں کی۔ مثلاً سور و پیہ کا وعدہ لکھوا یا تو سور و پیہ ہی دے دیا۔

کئی مہینہ کی بات ہے گجرات کے ایک دوست یہاں تشریف لائے (وہ بہت بڑھے تھے اتنے بڑھے کہ ان سے چلانہ جاتا تھا) اور مجھے پیغام بھجوایا کہ میں ضروری کام کے لئے ملنا چاہتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت کمزور تھے۔ سیڑھیوں پر بھی نہ چڑھ سکتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؒ کی محبت سے مجبور ہو کر وہ اتنا ملبہ سفر کر کے آئے تھے۔ میں اُتر اور ان سے ملا تو انہوں نے اپنے کا نپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنا

رومی کھولا اور غالباً چندسوکی رقم تھی وہ نکال کر مجھے دی اور کہا کہ یہ فضل عمر فاؤنڈیشن کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

خدا کے فضل سے ہماری جماعت بڑی قربانی کرنے والی ہے اور بڑی ہی محبت کرنے والی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے والہانہ عقیدت رکھنے والی ہے۔

میں کامل امید رکھتا ہوں اور اپنے رب سے دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا کرے کہ ہم اس فنڈ میں سال روائی کے اندر ایک تھائی سے کہیں زیادہ رقم ادا کر دیں کیونکہ اس سے جو کام کئے جانے والے ہیں۔ ان کے متعلق یہ بھی فیصلہ ہے کہ اصل رقم کو محفوظ رکھا جائے اور پھر اس کی آمد سے وہ کام کئے جائیں جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو محبوب اور پیارے تھے۔
اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے اور اس کی توفیق سے ہی سب کچھ ہو سکتا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۳)



قرآن کریم نے تمام برکاتِ روحانی کو اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ اگست ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ قرآن کریم کو اقوام عالم کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا ہے۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بھی کہا یا لکھا وہ قرآن کریم، ہی کی تفسیر ہے۔
- ☆ پہلی کتب کی تمام بنیادی صداقتیں قرآن کریم میں جمع کردی گئی ہیں۔
- ☆ اُم القری سے مراد عرب۔
- ☆ ہر وقت دعا میں لگے رہیں کیونکہ کوئی اور ثواب کا کام خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایڈہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی یہ آیت پڑھی۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقٌ لِلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِيرَ أُمَّ الْقُرْبَانِ وَمَنْ حَوْلَهَا طَوَّافٌ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلْوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (الانعام: ۹۳)

اور پھر فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام کی اس آیت میں یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ یہ عظیم الشان کتاب جسے ہم نے تجھ پر اترائے، برکات کی جامع ہے اور جو کلام اس سے پہلے تھا اس کو پورا کرنے والی ہے اور ہم نے اس لئے اُتارا ہے تاکہ تو اس کے ذریعہ سے اقوامِ عالم کو ہدایت دے اور تا توڑائے مکہ اور عرب کے لئے والوں کو اور ان آبادیوں کو جو عرب کے چاروں طرف اکناف عالم تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جو لوگ پچھے آنے والی موعود باتوں اور بشارتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ان عبادتوں پر قائم ہیں جن پر انہیں ان کے رسولوں نے قائم کیا تھا۔ وہ اپنے تقویٰ اور ایمانی پیشگوئی کے نتیجہ میں قرآن پر بھی ضرور ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اگر وہ ان بشارتوں کو بھول چکے ہوں اور ان کا ایمان ان بشارتوں کے متعلق پختہ نہ ہو۔ اسی طرح وہ شریعت کو قائم کرنے والے نہ ہوں تو ان کو ایمان کی طرف لانے کے لئے اللہ تعالیٰ پھر انذاری طریق استعمال فرمائے گا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مبارک کہا ہے بعض جگہ قرآن کریم کے متعلق یہ بیان ہوا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو تمام ہدایتوں کا مجموعہ ہے، لیکن یہاں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو تمام برکات کی جامع ہے۔ یعنی الہی ہدایتوں پر عمل کرنے کے نتیجے میں جو برکات انسان کو حاصل

ہوتی ہیں اس آیت میں ان کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا کہ پہلی امتوں کو کامل ہدایت نہ ملی تھی ناقص ہدایت ملی تھی (بوجہ اس کے کہ وہ اپنی روحانی نشوونما میں ابھی ناقص تھے) اگر وہ نیک نیتی کے ساتھ، پوری جدوجہد، محنت اور کوشش کے ساتھ اس ہدایت پر عمل کرتے جوان کو دی گئی تھی تو اس کے نتیجے میں جو برکت انہیں حاصل ہوتی وہ اس برکت کے نتیجے میں بہت کم ہوتی جو قرآن کریم کی ہدایت پر عمل کر کے انسان حاصل کر سکتا ہے کیونکہ قرآن کریم تمام برکات کا مجموعہ ہے۔

اس آیت پر میں نے جب غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر یہ قرآن کتاب مبارک ہے اور یقیناً قرآن کتاب مبارک ہے اور اس نے تمام برکاتِ روحانی کو اپنے اندر رجع کیا ہوا ہے تو پھر عقلائیں نتیجے نکلتے ہیں۔

اول: یہ کہ اس کتاب کی کامل اتباع کی جائے۔

دوسرے یہ کہ اس کتاب نے تقویٰ کی جو باریک را ہیں ہمیں بتائی ہیں ان پر گامزن رہا جائے اور تیسرا یہ کہ اگر اور جب، ہم یہ کر لیں تب خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے ہم پر کھل سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ایسا نہ کریں تو باوجود اس کے کہ یہ کتاب تمام برکاتِ روحانی کی جامع ہے ہم اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

میں جب سورۃ الانعام کی تلاوت کر رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ میں اس آیت کے متعلق خطبہ دوں گا۔

میں نے سوچا تو یہ تینوں باتیں میرے ذہن میں آئیں۔ جب میں سورۃ کے آخر میں پہنچا مجھے یہ دلکھ کر لطف آیا کہ وہ تین باتیں جو اس وقت میرے ذہن میں آئی تھیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کے آخر میں وہی تین نتیجے (مبارک کے) وضاحت کے ساتھ نکالے ہیں۔ اس پر میرا خیال اس طرف گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تفسیر کے متعلق جو یہ ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ قرآن کریم خود اپنا مفسر ہے۔ یعنی قرآن کریم کی بعض آیات دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں اور وہی تفسیر بہتر اور اچھی اور مفید اور سب سے زیادہ صحیح تسلیم کی جاسکتی ہے۔ جو قرآن کریم نے خود بیان فرمائی ہوا اگرچہ ہر ایک کا دماغ اتنی پہنچ نہیں رکھتا کہ معلوم کر سکے کہ قرآن کریم کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کے خلاف نہیں یا لغت عرب ہی خود اس تفسیر کے خلاف نہیں۔ لیکن بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ بہترین تفسیر وہ ہے جو قرآن کریم خود بیان کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بھی کہایا لکھا وہ قرآن کریم کی ہی تفسیر ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم میں سے بعض، بعض چیزوں یا بعض مضامین کے متعلق کچھ پریشان ہوں کہ ہمیں پتے نہیں چل رہا کہ یہ قرآن کریم کی کس آیت کی تفسیر ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ (لاکھوں احادیث جو امت مسلمہ نے بڑی محنت اور جدوجہد سے محفوظ ہیں)۔ سب قرآن مجید ہی کی تفسیر ہیں لیکن کم لوگ ہیں جو یہ بتائیں کہ کون سا ارشاد کس آیت کی تفسیر ہے۔ جو بڑے بڑے عالم ہیں وہ تو جانتے ہیں لیکن ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

چونکہ یہ اس نکتہ کی بڑی واضح مثال تھی اس لئے میں نے اس کا بیہاء ذکر کر دیا ہے۔ تو اس خیال سے کہ میں اس آیت پر خطبہ دوں گا۔ میں نے اس پر غور شروع کیا اور مذکورہ بالاتین با تین میرے ذہن میں آئیں اور وہی تین با تین مُبَارَكٌ کی تفسیر کرتے ہوئے سورۃ انعام میں ہی آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انعام آیت ۱۵۶ میں فرماتا ہے وَهَذَا كِتَابٌ أَنْوَلُنَّهُ مُبَارَكٌ یہ کتاب جو میں تم پر نازل کر رہا ہوں۔ یہ تمام برکات کی جامع ہے فَاتَّبِعُوهُ اس لئے تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس کی کامل ابتداع کرو۔ وَاتَّقُوا اور تقویٰ کی جو باریک را ہیں یہ تمہیں بتاتی ہیں تم ان پر گام زن رہو۔ لَعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ تاکہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے تم پر کھولے جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا کہ قرآن کریم جامع ہے تمام برکات روحاں کا (لیکن کتب سابقہ کے متعلق مُبَارَكٌ کا لفظ استعمال نہ ہو سکتا تھا) اور اس طرح ہمیں یہ بتایا کہ پہلی امتیں اپنی پوری جدوجہد، اپنے پورے مجاہدہ، اپنی پوری محنت اور اپنی پوری کوشش اور ایثار اور اپنے پورے جذبہ قربانی کے باوجود اس روحانی مقامِ رفتہ تک نہ پہنچ سکتی تھیں جس مقامِ رفتہ تک تم پہنچ سکتے ہو۔ کیونکہ تمہیں ایک کامل کتاب دی گئی ہے جس کی ابتداع کے نتیجہ میں تم کامل برکات کو حاصل کر سکتے ہو۔ کامل برکات کے حصول کا امکان تمہارے لئے پیدا ہو گیا ہے۔ اتنی ارفغ اور اتنی اعلیٰ کتاب کے ملنے کے بعد بھی اگر تم کوتا ہی کرو اور اس طرف متوجہ نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن کر اس کی اس نعمت سے فائدہ نہ اٹھاؤ تو تمہارے جیسا بد بخت دنیا میں کوئی نہیں ہو گا۔

پس فرمایا کہ یہ کتاب تمام برکات کی جامع ہے اور تمام برکات کا حصول تمہارے لئے ممکن بنا دیا گیا ہے۔ اس لئے اٹھو!! اور کوشش کرو اور محنت کرو اور قربانیاں دو اور ایثار دکھاؤ تاکہ تم ان تمام برکات

اور فیوض کو حاصل کر سکو۔ دوسرا امر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق یہاں یہ بیان فرمایا۔ **مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ - دراصل یہ مُبَارَكٌ کی وجہ بتائی ہے کہ یہ کتاب تمام برکات کی جامع کیوں ہے؟ اس لئے کہ پہلی کتب میں جو بھی صداقتیں پائی جاتی تھیں ان سب کو اس نے اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے بلکہ ان سے کچھ زائد بھی ہے۔ اس لئے یہ مُبَارَكٌ ہے۔ ہروہ برکت جو پہلی کسی کتاب کی ہدایت سے حاصل کی جاسکتی تھی وہ اس کتاب سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ ہدایت اور بنیادی صداقت جو اس کے اندر تھی اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن جوزائد چیزیں اس میں ہیں وہ پہلی کتب میں نہیں تھیں۔ اس لئے ان زائد احکام پر عمل کر کے جو برکتیں تم حاصل کر سکتے ہو۔ وہ لوگ جن پر پہلی کتب نازل کی گئی تھیں انہیں حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ **مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ** ”یہ قرآن پہلی کتب کی تصدیق کرتا ہے۔ میں جو تصدیق کا ذکر ہے اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ تصدیق کا ایک طریق قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا ہے۔ مَانَسَخَ مِنْ آيَةٍ أُوْنُسِسَهَا نَاثٍ بِخَيْرٍ مِنْهَا أُوْمِثِلَهَا طَالَمْ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ البقرۃ: ۷۰) کہ ”جب بھی ہم کسی پیغام کو منسون کریں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسا پیغام ہم دنیا میں لے آتے ہیں۔“ اس آیت میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔**

ایک یہ کہ پہلی کتب کی بعض باتوں کو بعض ہدایتوں کو قرآن کریم نے منسون کر دیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرماتا ہے کہ میں نے پہلے جو کتاب بھیجی تھی اس کی یہ ہدایتیں منسون کی جاتی ہیں تو اس اعلان میں اس کتاب کی تصدیق بھی ہو رہی ہوتی ہے یعنی منسون کا اعلان خود تصدیق کر رہا ہوتا ہے۔ اس بات کی کہ وہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل کی گئی تھی جسے اب اللہ تعالیٰ منسون کر رہا ہے۔

دوسرے اس میں یہ بتایا کہ جو جو بنیادی صداقتیں پہلی کتب میں تھیں وہ تمام کی تمام ہم نے قرآن کریم میں جمع کر دی ہیں۔ ”مِثْلُهَا“ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ مثل اس لئے کہا۔ پہلے بھل طریق پر یہ صداقتیں بیان ہوئی تھیں اور حکمت بتائے بغیر۔ لیکن اب وہ کامل اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں رکھ دی گئی ہیں بالکل وہی نہیں۔ کیونکہ بالکل وہی ہوں تو اس سے قرآن کریم میں نقص لازم آتا ہے لیکن ہیں ویسی ہی مگر زیادہ اچھی شکل میں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ۔

بِخَيْرٍ مِنْهَا وَهُبَا تیس جن کی پہلی امتیں حامل نہ ہو سکتی تھیں بیان کردیں اس لئے اس میں وہ ابدی

صداقتیں بھی ہیں جو پہلی ہدایتوں کی جگہ آئیں اور ان سے زیادہ خوبصورت شکل میں۔ اس میں ضمناً یہ بھی بتا دیا کہ چونکہ پہلی کتب محرف و مبدل ہو گئیں اس لئے مجموعی طور پر ان شریعتوں کو منسخ کرنا پڑا مجموعی طور پر اس لئے کہ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اب بھی بعض باتیں اسی شکل میں موجود ہیں جس شکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ لیکن مجموعی طور پر وہ شریعت انسانی دخل کی وجہ سے اس قدر محرف ہو چکی ہے کہ اس میں وہ برکت، وہ حسن اور اللہ تعالیٰ کا وہ جلوہ نظر نہیں آ رہا ہے جو برکت، جو حسن اور جلوہ الہی اس میں نزول کے وقت تھا اس لئے قرآن کریم نے اسے منسخ کر دیا لیکن اس کی بنیادی صداقتیں کو لے لیا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اور بات بھی بتائی ہے وہ یہ کہ ہم انسان کے ذہن سے شریعت کو مٹا کر (کہ وہ اسے بالکل بھول جائے) بھی منسخ کیا کرتے ہیں۔

اگر قرآن کریم ان نامعلوم شریعتوں کا (جونا معلوم تعداد میں دنیا کی طرف بھیجی گئیں اور جن کا اب نام و نشان نہیں) نام لیتا تو ہمارے دماغوں میں بڑی ابھسن پیدا ہو جاتی۔ مثلاً اگر کہا جاتا کہ افریقہ میں فلاں نبی پر فلاں شریعت نازل ہوئی۔ حالانکہ نہ دنیا کی تاریخ نے اس نبی کے نام کو محفوظ رکھا ہوتا، نہ اس کی شریعت کے نام کو محفوظ رکھا ہوتا۔ اور نہ اس کی کتاب کے کسی حصے کو محفوظ رکھا ہوتا تو کیسی مشکل پیش آتی؟ تاریخ انسانی ان چیزوں کو بھلا چکی ہے۔ فرمایا کہ بعض شریعتوں کو اور بعض کتب سماوی کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزری تھیں ہم نے ذہن انسانی سے بھلا کر انہیں منسخ کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ تو علیم ہے وہ تو نام بھی لے سکتا تھا لیکن اگر وہ ایسا کرتا تو ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنتا۔ اس واسطے اس کے حرم نے تقاضا کیا کہ ان کو بھولا رہنے دے اور اس طرح ان کو منسخ کر دے۔ سو یہ بھی منسخ کرنے کا ہی ایک طریق ہے۔

جبیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ شریعت یا اس کا کوئی حصہ منسخ کیا جائے (کسی اعلان کے نتیجہ میں) یا شریعت کا کوئی حصہ زیادہ اچھی شکل میں قرآن کریم میں نازل کر دیا جائے یا یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہم نے نام لئے بغیر بعض شریعتوں کو منسخ کر دیا ہے۔ ہر سہ صورتوں میں قرآن کریم مصدقہ بنتا ہے۔ ان سب پہلی شریعتوں کا کیونکہ اعلانِ تنفس اور اعلانِ نسیان خود مصدقہ یہ ہے کہ وہ شریعتیں یا ان شریعتوں کے وہ حصے جو بنیادی صداقتیں تھیں جن میں انسان کی طرف سے کوئی ملاوٹ نہیں کی گئی وہ خدا تعالیٰ کی طرف

تھیں۔

یہ ایک معنی مُصَدِّقُ الْذِی بَيْنَ يَدَیْهِ کے ہیں۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ قرآن کریم ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ اس کے متعلق دنیا کی ہر شریعت نے پیشگوئی کی تھی اور بشارت دی تھی اور انہی پیشگوئیوں کے مطابق قرآن کریم اپنے وقت پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

تو فرمایا کہ یہ ایک عظیم کتاب ہے۔ اتنی عظیم الشان کہ کوئی ایسی شریعت دنیا کے کسی خطے میں نازل نہیں کی گئی۔ جس کے نبی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن (کتاب عظیم) کی بشارت نہ دی ہو۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گزر اجس نے اپنی قوم کو اس طرف متوجہ نہ کیا ہو کہ جس وقت بھی اور جہاں بھی خدا کا وہ برگزیدہ رحمۃ للعلمین کی شکل میں تمہارے سامنے آئے تو اس کو قبول کر لینا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کتاب اسے دی جائے گی وہ میری ہر کتاب (شریعت) سے بہتر اور افضل اور اعلیٰ ہوگی۔ کیونکہ میری ہر پہلی کتاب میں چند برکات ہیں اور جو کتاب اسے دی جائے گی وہ مبارک جامع ہو گی تمام برکات کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جیسا کہ خود قرآن مجید نے کہا ہے دعا فرمائی اور بشارت بھی دی کہ ایسا نبی جو الکتاب اور الحکمة سکھانے والا ہو وہ مبعوث ہوگا۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے متواتر نبی کے بعد نبی پیدا ہوا اور ان سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گناہ سوز شریعت کی ان الفاظ میں بشارت دی کہ اس کے دامنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ اور اس بشارت کو موسیٰ علیہ السلام نے بار بار دہرا یاتا کہ ان کی امت گمراہ نہ ہو جائے۔

پھر یعنیاہ نبی، نے حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لوگوں کو بشارت سنائی اور ہشیار بھی کیا۔ تاکہ جب وہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہو تو لوگ ایمان سے محروم نہ ہو جائیں۔ پھر بنی اسرائیل کی شریعت کے علاوہ جو شریعتیں محفوظ ہیں یا ان کا کچھ حصہ محفوظ ہے جب ہم ان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارات موجود ہیں۔ حضرت زرتشت نے بھی آپ کی بشارت دی۔ ہندوؤں کی کتب میں بھی یہ بشارت پائی جاتی ہے اور بعض جگہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ایک فرزند جلیل یعنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی بشارت دی ہے۔

تو قرآن کریم کا چودہ سو سال پہلے یہ دعویٰ کہ وہ مُصَدِّقُ الَّذِی بَيْنَ يَدَيْهِ ہے۔ یعنی پہلی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کی طرف بھیجا گیا ہے۔ خود ایک عظیم صداقت اور اس کی حقانیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ نزول قرآن کے وقت بہت سی کتب سماوی الیٰ تھیں جن کے متعلق کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا۔ لیکن اب وہ باتیں ظاہر ہوئی ہیں اور چونکہ اب اشاعت کتب کی بہت سی سہولتیں ہو گئی ہیں اس لئے بہت سی چیزیں ہوئی اور نامعلوم باتیں ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ اور ہر نئی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قرآن کریم کی ہی تصدیق کر رہی ہوتی ہے کہ قرآن کریم کا بھیجھے والا یقیناً اصدقہ الصادقین ہے۔ جوبات وہ کہتا ہے سچی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کسی کو بھی بھی شبہ کرنے کی گناہ باقی نہیں رہتی۔ علم تو بڑھ رہا ہے، اگر کبھی آئندہ کوئی سابقہ شریعت (جو اس وقت انسان کے سامنے نہیں) انسان کے سامنے آ جائے تو یقیناً اس میں بھی ہم پائیں گے کہ ایک عظیم الشان نبی آنے والا ہے۔

پس فرمایا کہ یہ کتاب جامع ہے تمام برکات کی۔ اس لئے کہ یہ مُصَدِّقُ الَّذِی بَيْنَ يَدَيْهِ ہے۔ پہلی تمام صداقتوں کی تصدیق کرتی ہے اور پہلی پیشگوئیوں کے مطابق اس کا نزول ہوا ہے۔ ہر نبی کو یہ فکر تھی کہ عظیم الشان نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آنے والا ہے کہیں اس کی امت غلطی سے اس کا انکار کر کے خدا تعالیٰ کے غضب اور قهر کا موردنہ بن جائے اور ان سب انبیاء کو اس چیز سے دلچسپی تھی۔ کیونکہ یہ کتاب (قرآن) ہر قوم کے لئے تھی اس لئے وہ ان سب قوموں کا مشترکہ روحاںی مائدہ تھا۔ اور ان سب نبیوں کی قوم نے اس سے فیوض حاصل کرنے تھے اس لئے ان سب کو فکر تھی کہ کہیں ان کی قوم اس ابدی آتشی شریعت سے محروم نہ ہو جائے۔ اور مور د غضب الہی نہ بن جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِتُنذِرَ أُمُّ الْقُرْبَى وَمَنْ حَوْلَهَا یعنی تیرے اور پریے فضل اس لیے کیا گیا ہے اور یہ کتاب مبارک اس لیے اُتاری گئی ہے کہ تاؤ نہ صرف مکہ اور اہل عرب بلکہ ومن حولها تمام ان آبادیوں میں رہنے والی اقوام کو ڈرانے جو عرب کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔

بشارت اور انداز دنوں ہی پہلو بہ پہلو چلتے ہیں کبھی خدا تعالیٰ ان دنوں چیزوں کو کھول کر بیان کر دیتا ہے اور کبھی ایک کو بیان کر دیتا ہے اور دوسرا انڈر سٹڈ (Under Stood) ہوتی ہے۔ یعنی سمجھا جاتا ہے کہ یہ بھی یہاں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا کہ یہ کتاب جو مبارک بھی ہے اور مصدق بھی ہے اس لئے تجھ پر نازل کی گئی ہے کہ تو تمام اقوامِ عالم کو خداۓ واحد و یگانہ اور قادر و تو ان کی طرف پکارے اور ان کو دعوت دے کہ اس پاک صحیفہ کو تسلیم کرو جس کے متعلق پیشگوئیاں تمہاری کتاب میں بھی کی گئی تھیں اور اس پر ایمان لاوتا کہ تم تمام اُن برکات سے حصہ لو جو اس کی اتباع کے نتیجہ میں تمہیں مل سکتی ہیں لیکن اپنی کتب کی پوری اتباع کے باوجود تمہیں نہیں مل سکتیں۔

اُمُّ الْقُرْءَى سے میں نے عرب مرادی ہے اس لئے کہ ہمارے عام محاورہ میں بھی جب کبھی ملکے دار الخلافہ کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد وہاں کی قوم، وہاں کی حکومت اور وہاں کے رہنے والے شہری ہوتے ہیں۔ لغوی معنی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ مفرداتِ راغب میں لکھا ہے کہ ملکہ کو اُمُّ الْقُرْءَى اس لئے کہتے ہیں کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جوز میں کوچھا یا تو اس کا مرکزی نقطہ ملکہ تھا اور زمین کا وجود اس نقطہ مرکزی کے گرد ظہور پذیر ہوا۔ ہمیں لفظی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، مجازی طور پر ہم اس کے بڑے اچھے اور صحیح معنی بھی کر سکتے ہیں۔ اور وہی ہمیں کرنے چاہیں بہر حال تخيیل پہلے سے موجود تھا کہ ملکہ دنیا کے لیے ایک مرکزی نقطہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ **اُمُّ الْقُرْءَى** کے لفظ سے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم نے ملکہ کو دنیا کے لئے مرکزی نقطہ بنادیا ہے اس لیے کہ اُمُّ کے معنی میں وہ چیز جو دوسری چیز کے لئے بطور اصل کے ہو، اس کے وجود، اس کی ابتداء، اس کی تربیت اور اس کی اصلاح کے لئے۔

تو فرمایا کہ **اُمُّ الْقُرْءَى** یعنی ملکہ کو دنیا کی اصلاح اور تربیت کے لئے ہم مرکزی نقطہ بنار ہے ہیں۔ اس لئے اے رسول! اُٹھ اور ان لوگوں کو تیار کر تاکہ وہ دنیا میں پھیلیں اور خداۓ واحد کی تبلیغ کریں اور اس کے نام کا جھنڈا بلند کریں اور قرآن کریم کے نور سے دنیا کو منور کرنے کی کوشش کریں۔ **لِتُسْنَدَ اُمُّ الْقُرْءَى** پہلے عرب کو تیار کرو اور وہاں استاد پیدا کرو۔ وَمَنْ حَوْلَهَا بَهْرَیہ باہر نکلیں گے اور ایک دنیا کے معلم اور راہبر بنیں گے۔

تاریخ کے اوراقِ الٹتے چلے جائیں امّتِ مسلمہ کی تاریخ **لِتُسْنَدَ اُمُّ الْقُرْءَى** وَمَنْ حَوْلَهَا ہی کی کھلی تفسیر ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمُ عَلَىٰ صَلَوةِہِمْ

یُحَافِظُونَ۔ کہاگرچہ تمام انویاء سابقین اور کتب سابقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نزول کی پیشگوئی کی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ تمام اقوامِ عالم آسانی کے ساتھ قرآن کریم پر ایمان بھی لے آئیں گی۔ کیونکہ ان اقوام میں سے وہی لوگ ایمان لا سکیں گے۔ یُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ جو ان موعودہ پیشگوئیوں پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ اور پختہ ایمان اس شخص کا ہوتا ہے جو (اول) ان پیشگوئیوں کو بھول نہیں جاتا۔ دیکھو ہماری امت مسلمہ کو بھی بہت سی پیشگوئیاں سنائی گئیں لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کو یاد رکھتے ہیں؟ اور کتنے ہیں جن کے ذہنوں میں وہ پیشگوئیاں مستحضر ہتی ہیں؟ بہت ہی کم ہیں!!! فرمایا وہ لوگ یُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ان پیشگوئیوں پر پختہ ایمان رکھتے ہیں یعنی انہیں بھولے ہوئے نہیں۔

(دوم) ان پیشگوئیوں کو کچی پیشگوئیاں سمجھتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں ان کو جھوٹا نہیں قرار دیتے جیسے کہ آج کل بعض لوگ جب شگ آ جاتے ہیں اور ان سے کوئی جواب نہیں بن آتا تو کہہ دیتے ہیں کہ مجھ موعود علیہ السلام کے متعلق جتنی پیشگوئیاں حدیث وغیرہ میں ہیں وہ سب جھوٹی ہیں۔ ایسی کوئی پیشگوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ جس شخص کا ایسا خیال ہو وہ پیشگوئی سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔

(سوم) ان کی غلط تاویلیں نہیں کرتے۔ یہ بھی پختہ ایمان کا طبعی اور لازمی نتیجہ ہے بعض لوگ غلط تاویلیں کرنی شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ برکات سے محروم ہو جاتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ان پیش خبریوں کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق پچھلی تمام کتب سماویہ نے دی تھیں۔ بھلائے ہوئے نہیں۔ بلکہ ان کو اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھتے ہیں۔ ان کی غلط تاویلیں نہیں کرتے، ان کو پختہ یقین ہے کہ یہ خدا کی بات ہے اور ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی وَهُمْ وَعَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ وہ اپنی شریعت کے مطابق جو ہم نے ان پر نازل کی دعا اور عبادت میں لگے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کسی نیکی اور ثواب کا حصول خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے ہر وقت دعا میں لگے ہوئے ہیں عبادت کر رہے ہیں اور اپنی شریعت کو تھی المقدور قائم کئے ہوئے ہیں۔ یہی لوگ ہیں یُؤْمِنُونَ بِهِ جو قرآن کریم پر ایمان لانے کی توفیق پا سکیں گے۔

جو شخص قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتا خدا تعالیٰ اسے مورد ازام ٹھہرا تا ہے۔ کہ تم وہ لوگ ہو جو خود اپنی شریعت کے مطابق نہ دعا کرتے ہو اور نہ ہی عبادت کرتے ہو اور نہ ہی شریعت کے دوسراے احکام بجالاتے ہو اور نہ ہی اپنی شریعت کی حفاظت کرتے ہو۔ بلکہ جو پیشگوئیاں اور بشارتیں تمہیں ملی تھیں تم ان کا انکار کر رہے ہو۔ یا ان کی غلط تاویلیں کر رہے ہو، تو تم خدا تعالیٰ کے فضل کو کیسے کھینچ سکتے ہو؟ تم نے اس شریعت کی قدر نہیں کی جو تم پر نازل کی گئی تو تم اس شریعت پر کیسے ایمان لاسکتے ہو جو تمہاری قوم سے باہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی یا تمہاری قوم میں سے ایک ایسے شخص پر نازل کی گئی جو تمہارے خیال میں خدا کے نزدیک اس قدر کے قابل نہ تھا۔ جو قدر اس کی کی گئی۔ اور تمہارے خیال میں یہ کتاب اس شخص پر نازل ہونی چاہئے تھی جس کے متعلق تم فیصلہ دیتے کہ وہ قوم میں بڑا دیانتدار اور ہر لحاظ سے اس قابل تھا کو خدا کا کلام اس پر نازل ہوتا۔

تو تمام اقوامِ عالم پر الزم دھرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا قرآن کریم سے انکار کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ قرآن کریم میں کوئی نقص ہے یا قرآن کریم ان خوبیوں کا مجموعہ نہیں جن خوبیوں کا مجموعہ خدا تعالیٰ اسے قرار دیتا ہے یا وہ مصدق نہیں اور تمہاری کتب کی پیشگوئیوں کے مطابق نہیں آیا۔ نہیں! بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ جو شریعت تم پر نازل کی گئی تھی تم خود اس کے پابند نہیں تھے۔ اور نہ اس پر عمل کرتے تھے۔

نہ دعا کرو، نہ عبادتیں بجا لاؤ، نہ شریعت کے دوسراے احکام پر عمل کرو، نہ ان پیشگوئیوں کو سچا سمجھو جو اللہ تعالیٰ نے خود تمہاری مسلمہ کتابوں میں نازل فرمائی ہیں۔ تو تم کیسے برکات قرآنی سے فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔

پس فرمایا کہ اگرچہ یہ قرآن مُبارَك اور مُصَدِّق ہے لیکن اس پر ایمان وہی لائے گا جو اپنی کتاب کی پیشگوئیوں پر پختہ ایمان رکھتا ہو اور اپنی شریعت کو قائم کرنے والا ہو، دعا کرنے والا اور عبادت گزار ہو۔ اور جو ان تقویٰ کی راہوں پر چلنے والا ہو جو اس کے لئے کھوئی گئی تھیں۔ اگر وہ اپنے زمانہ کی ذمہ داریاں نہیں نبھا سکا تو وہ ذمہ داریاں جو سارے زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ کیسے نبھا سکے گا؟ ”سارے زمانہ کی ذمہ داریاں“ اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے ہیں۔ پس وہ شخص جو اپنی قوم کی ذمہ داریاں نہیں نبھا سکا تو وہ ذمہ داریاں جو ساری اقوام کی ہیں وہ کیسے

نہا سکے گا؟ اس لئے وہ قرآن کریم کی برکات سے محروم رہ جائے گا۔

اس میں امت مسلمہ کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ پیشگوئیاں جو قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں پائی جاتی ہیں، بشارتوں کے رنگ میں ہوں یا انذار کے رنگ میں۔ ان سب کو ماننا ضروری ہے۔ فرمایا کہ اگر تم لوگ ان پر پختہ یقین نہیں رکھو گے۔ انہیں بھول جاؤ گے، ان کی تاویلیں کرنے لگ جاؤ گے کہو گے کہ یہ توحیدیت میں غیر ثقہ لوگوں نے ملا دی ہیں۔ اور جب وہ واقع ہو جائیں گی تو بھی تمہیں سمجھنہ آئے گی کہ غیر ثقہ لوگوں نے زمین و آسمان کی تاریخ کیسے ملا دیں اور ان کا وقوع کیسے ہو گیا تو یقیناً تم بھی قرآنی برکات سے محروم رہو گے۔ پھر اگر تم قرآن کریم کی بیان کردہ عبادت بجا نہ لاؤ گے۔ قرآن کریم کے طریق کے مطابق دعاوں میں مشغول نہیں رہو گے، قرآن کریم کی شریعت کو اپنالائج عمل اور دستور قرار نہیں دو گے تو تم کبھی ان برکات سے فائدہ حاصل نہیں کر سکو گے۔ جن برکات کا تعلق ان لوگوں سے ہے۔ جو پختہ ایمان رکھتے ہیں، دعا کرنے والے ہیں عبادت میں مشغول رہنے والے ہیں اور جو شریعت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھانے والے ہیں پس اگر تم کتاب مبارک اور احکام شریعت کو ٹھکراؤ گے اور پیٹھوں کے پچھے پھینک دو گے تو باوجود اس کے کہتم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ہو گے۔ خدا کے غضب اور قبر کے موردن بن جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق بخشے کہ ہم قرآن کریم کی (جو بتام برکات کا جامع ہے) ساری کی ساری برکات سے فیض پانے والے ہوں۔ اور یہ محض اس کے فضل سے ہی ہو گا نہ کہ ہماری کسی خوبی کے نتیجہ میں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ جہاں ہم نے محض اس کی توفیق سے مسح موعود علیہ السلام کو پہچانا ہے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی دیگر پیشگوئیوں کو بھی ہم اور ہماری نسلیں پہچان سکیں اور ان کی معرفت حاصل کر سکیں اور ان پر ایمان لا سکیں تاکہ نہ ہم اور نہ ہماری نسلوں میں سے کوئی نسل ان برکات سے محروم رہے جن برکات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ الانعام کی اس آیت میں کیا ہے۔ اللہم امین

(روزنامہ افضل ۲۱ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)

خطبہ جمعہ ۲ ستمبر ۱۹۶۶ء



شعبہ زادنویسی کے ریکارڈ کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ارشاد نہیں فرمایا۔



جو شخص رسوم و بدعات کو نہیں چھوڑتا اُس کا ایمان بھی

پختہ نہیں ہو سکتا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ ربیعہ ۱۹۶۶ء بمقام۔ مری)



- ☆ نیکیوں کی تعلیم آسمان سے آتی ہے اور ثواب اور اجر کا دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔
- ☆ جب تک رسوم و بدعات کے دروازے تم اپنے پر بند نہیں کر لیتے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے نہیں کھل سکتے۔
- ☆ جماعت احمدیہ کے ذریعہ سانی اور قلمی جہاد کیا جا رہا ہے۔
- ☆ بد رسوم اور ایمان کامل اکٹھے نہیں ہو سکتے۔
- ☆ ہر احمدی تنظیم پر یہ فرض ہے کہ وہ نگرانی کرے کہ کوئی احمدی بھی بد رسوم و روانج کی پابندی کرنے والا نہ ہو۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور پر نور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيًّا الْأَمِيًّا الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرِئَةِ
وَالْإِنْجِيلِ ذِي أَمْرِهِمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَا مِنِ الْمُنْكَرِ وَيُحَلِّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمْ
الْخَبِيثَ وَيَضْعُ عَنْهُمْ أَصْرَارُهُمْ وَالْأَغْلَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ طَفَالَذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوا
وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ لَا أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (الاعراف: ۱۵۸)

پھر فرمایا:-

اس آیت میں جو مضمون بیان ہوا ہے میں اس کے ایک حصہ کے متعلق دوستوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ مضمون یَضْعُ عَنْهُمْ أَصْرَارُهُمْ سے شروع ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل بہت سے مستقل سلسلہ ہائے انبیاء اور سلسلہ ہائے شرائع قائم کئے گئے تھے۔ بہت سی قویں اس وقت ایسی تحسین جن کا رشتہ اپنی شریعت سے ابھی ٹوٹا نہ تھا۔ وہ اپنی حالت اور اپنی سمجھ کے مطابق ان شرائع کی پیروی کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ لیکن بہت سی اقوام ایسی بھی تحسین کہ جن کا رشتہ اپنی شریعت سے ٹوٹ چکا تھا اور اس وقت وہ عملًا اہل کتاب نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنی ناقص عقل سے بہت سی رسوم جاری کر رکھی تھیں اور بہت سی بدعتوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ یہی ان کا مذہب تھا یہی ان کی شریعت تھی۔ ایسی شریعت جس کا کوئی رشتہ آسمان سے قائم نہ تھا لیکن جوان کے جاہل دلوں کو تسلی دے دیا کرتا تھا۔

تو اس آیت کے پہلے حصہ یَضْعُ عَنْهُمْ أَصْرَارُهُمْ کا تعلق ان اقوام سے ہے۔ جن کا رشتہ اپنی شریعت سے منقطع نہیں تھا۔ اور ہر بنی نے رسول کریم ﷺ کی بعثت سے قبل اپنی اپنی امت سے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد بیعت لیا تھا اور وہ ایک پختہ عہد پر قائم تھے۔ وہ میثاق اور عہد یہ تھا کہ وہ قویں اپنی اپنی

شریعت کو اپنے اندر قائم کریں گی۔ اور ان میں سے ہر ایک شخص اس پر خود بھی عمل کرے گا اور دوسروں سے بھی عمل کرانے کی کوشش کرے گا۔ اگرچہ ان کی شریعت بہت حد تک محرف و مبدل ہو چکی تھی۔ اور بہت سی بدعین اور سوم انہوں نے اپنی شریعت میں ملا دی تھیں۔ لیکن ان میں سے ایک جماعت سمجھتی ہیں تھی کہ وہ خدا کی شریعت ہے۔ اور ہم نے اپنے رب سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اس شریعت پر قائم رہیں گے۔ اور اسے قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں فرمایا ہے۔

وَإِذَا حَذَّ اللَّهُ مِيشَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتَسْتِينَهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَخْتُسُونَهُ ذَفَنَدُوهُ وَرَأَءَهُ

ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا طَفِيسَ مَا يَشْتَرُونَ (آل عمران: ۱۸۸)

یعنی اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جنمیں کتاب دی گئی عہد لیا تھا کہ تم ضرور اپنی قوم کے لوگوں کے پاس اس کتاب کو ظاہر کرو گے (اپنے قول سے بھی اور اپنے عمل سے بھی) اور اس کی تعلیم کو وضاحت کے ساتھ اور کھول کھول کر بیان کرو گے اور عوام سے اس کو چھپاو گئے نہیں بلکہ اس کی تعلیم کو عام کرو گے تا علیٰ وجہ بصیرۃ اور حق ایقین کے ساتھ وہ اس پر ایمان لانے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہوں مگر با وجود اس کے انہوں نے اسے اپنی پڑیوں کے پیچھے پھینک دیا۔ اور اسے چھوڑ کر تھوڑی سی قیمت (جود نیوی مال و متاع ہیں) لے لی۔ اور آخر دن غمتوں کو دنیوی لذات پر قربان کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو وہ لیتے ہیں، بہت ہی بُرا ہے۔

یہ وہ عہد ہے جو ہر نبی کی امت اپنے رب سے کرتی رہی ہے اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جو قومیں اہل کتاب میں شمار ہوتی تھیں یا ہو سکتی تھیں وہ اقوام اظہار بھی کرتی تھیں کہ ہم خدا کی نازل کردہ ایک شریعت پر قائم ہیں اور ہم نے اپنے رب سے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ بھی اس پر قائم رہیں گے بلکہ اس شریعت کو قائم کریں گے اور نبی اسرائیل کا بھی اپنے رب سے یہ عہد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو شریعت تورات کی شکل میں موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی ہے۔ وہ اس پر عمل کریں گے اور اس پر قائم رہیں گے۔

تو اگرچہ یہ شریعتیں ایک حد تک محرف و مبدل ہو چکی تھیں۔ اور انسانی ہاتھوں نے بہت سی بدعین ان میں شامل کر دی تھیں۔ لیکن ان کے پیرو بہر حال انہیں روحاںی صدقیں اور روحاںی حقائق بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اپنے رب سے جو پختہ عہد انہوں نے باندھا ہے اس پر قائم رہنا ان کیلئے ضروری ہے۔

چونکہ اس وقت دنیا کی یہ حالت تھی اور ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تمام دنیا کے لئے، تمام جہانوں کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ یہ اعلان کیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے سب پہلی شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے اور پہلی قوموں نے اپنے اپنے رسول کے ذریعہ جو عہد اپنے اللہ سے باندھا تھا ان کا رب اس عہد کو ساقط کرتا اور ان امتوں کو اس عہد سے آزاد کرتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر نیا عہد باندھنے کی تلقین کرتا ہے۔

پس اس چھوٹے سے فقرہ (وَيَضُعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ) میں اعلان کیا گیا ہے کہ پہلی شریعتیں منسوخ اور پہلے عہد جو تھے وہ سب ساقط ہو گئے ہیں۔ کیونکہ **إِصْرٌ** کے ایک معنی اس پختہ اورتا کیدی عہد کے ہیں جو عہد شکن کو عہد شکنی کی وجہ سے نیکیوں اور ان کے ثواب سے محروم کر دیتا ہے۔

چونکہ نیکیوں کی تعلیم آسمان سے آتی ہے اور ثواب اور اجر کا دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس عہد سے مراد عہد بیعت ہی ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ سے کیا جاتا ہے۔

پس فرمایا کہ ہمارا یہ رسول، نبی اُمی دنیا میں اعلان کرتا ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم کے ماتحت کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سارے قدیم عہد ساقط کر دئے ہیں اور ان کی پابندی تم سے اٹھالی ہے۔ اب اس نبی اُمی خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھ پر اپنے رب سے نئے عہد باندھو، تا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے پہلے سے زیادہ وارث بن سکو۔ یہ ایک معنی ہیں **وَيَضُعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ** کے !!

پھر فرمایو **الْأَغْلَالَ الَّتِيْ** **كَانَتْ عَلَيْهِمْ** بہت سی قومیں ایسی بھی تھیں جن کا رشتہ اپنی شریعتوں سے نبی کریم ﷺ کی بعثت سے کہیں پہلے ٹوٹ چکا تھا اور شریعت کی بجائے من گھڑت بدر سوم اور بد عات شنیعہ میں وہ جائزی ہوئی تھیں۔ اور یہی ان کا نامہب تھا۔ خود ساختہ قیود اور پابندیاں ان کو نیکیوں سے محروم کر رہی تھیں اور ان کی تباہی کا باعث بن رہی تھیں۔ اور انہیں ان کے رب سے دور کر رہی تھیں۔

توفیر مایو **الْأَغْلَالَ الَّتِيْ** **كَانَتْ عَلَيْهِمْ** اللہ تعالیٰ کے اس رسول ﷺ نبی اُمی نے ان تمام رسوم اور بد عات کو مکسر مٹا دیا ہے۔ اگر تم قرب الہی چاہتے ہو تو رسوم اور بد عات کی بجائے قرآنی راہ ہدایت اور صراط مستقیم تھیں اختیار کرنا پڑے گا۔ جب تک رسوم و بد عات کے دروازے تم اپنے پر بند نہیں کر لیتے

اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کے دروازے تم پر کھل نہیں سکتے۔

اس کے بعد فرمایا فَالَّذِينَ امْنُوا بِهِ یعنی اب وہی لوگ قرب الہی اور فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں جو قرآن مجید پر اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اور دل سے اس نبی کو اور اس پر نازل ہونے والی شریعت کو حق، نور اور راح نجات یقین کرتے ہیں اور جرأۃ اور دلیری کے ساتھ اس دلی یقین کا زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ اور بر ملا اس کا اظہار کرتے اور اس ہدایت کی اشاعت میں کوشش رہتے ہیں اور اپنے اعضاء اور جوارح اور اپنے قول اور فعل اور عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کے ایمان کا دعویٰ حقیقتاً سچا ہے تو فَالَّذِينَ امْنُوا بِهِ میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ (۱) اُول دل سے یقین کرنا۔ کوئی کھوٹ نہ ہو کوئی کمزوری نہ ہو۔ (۲) پھر زبان سے یہ اقرار کرنا کہ ہمارے دل اس صداقت کو مان چکے ہیں۔ اظہار کے مفہوم میں ہی یہ بات پائی جاتی ہے کہ پختہ ایمان والا شخص تبلیغ اسلام میں ہر وقت کوشش رہتا ہے۔ دلی ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ جرأۃ اور دلیری کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کرے اور لوگوں کو بتائے کہ جس شریعت پر میں ایمان لایا ہوں۔ جس خدا کی کتاب کو میں نے مانا ہے اس میں یہ خوبیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے دروازے وہ اس طرح ہم پر کھلوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی حمتیں ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔ غرض وہ زبان سے تبلیغ اور اشاعت اسلام کرنے والا ہو۔ (۳) پھر اس کا محض زبانی دعوے نہ ہو بلکہ اس کی ساری زندگی اسلام کا ایک نمونہ ہو اور وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہا ہو کہ جو دعوے اس نے زبان سے کیا ہے اس میں کوئی فریب نہیں۔

تو فرمایا کہ وہ لوگ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قسم کا ایمان لاتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں فلاح دارین کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

پھر فرمایا وَعَزَّرُوْهُ - عَزَّرُ کے معنی ہیں فَخَمَةٌ وَ عَظَمَةٌ (منجد) اور مفردات میں تَعَزِّرُ (صفحہ ۳۳ باب اعین) کے معنی یہ لکھے ہیں۔

”النُّصْرَةُ مَعَ التَّعَظِيْمِ نُصْرَةٌ بِقَمْعٍ مَا يَضُرُّهُ هُنَّهُ“۔

تو فرمایا کہ آسمانی نصرتوں کے دروازے صرف انہی پر کھولے جائیں گے جو اس نبی اُمی کی بزرگی اور عظمت اپنے دلوں میں قائم کریں گے اور اس کی عظمت اور جلال کے قیام کے لئے دشمن کے مکروں اور

تدیروں اور ظالمانہ حملوں کے مقابل صدق و صفا کے ساتھ سینہ سپر ہوں گے اور دشمن کے تمام منصوبوں کا اپنے ایثار اور فدائیت کے ساتھ قلع کر کے اس نبی امی کی قوت کا باعث بنیں گے۔ اور قیام شریعت حقہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے انصار بنیں گے۔

عَزَّرَ کے مفہوم میں تعظیم بھی شامل ہے اور عَزَّرَ کے معنی میں یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ اس کی مضبوطی کا باعث بنا اس کے دشمنوں کا مقابلہ کر کے اور ان تمام ضرر رساں چیزوں کو راستہ سے ہٹا کر جن سے اس کو ضرر تک پہنچے کا اندیشہ ہو۔ تو مدافعت کے لئے جو جہاد مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ان دشمنانِ اسلام کے خلاف کیا۔ جو اسلام کو مٹانے کے لئے نوار لے کر اٹھے تھے وہ اس ”تعزیز“ کے اندر آتا ہے مطلب یہ کہ انہوں نے ہر قسم کی قربانی دے کر اس ضرر کو دنیا سے مٹانے کی کوشش کی۔

اب جماعت احمدیہ کے ذریعے جو لسانی اور قلمی جہاد قرآن کریم کی اشاعت و تبلیغ کے لئے کیا جا رہا ہے یہ بھی ”تعزیز“ کے معنی کے اندر آتا ہے۔ کیونکہ ہمارے نوجوان اپنی زندگیوں کو وقف کرتے ہیں، ہر قسم کی تکالیف جصلیتے ہیں۔ غیر معروف اور دور دراز علاقوں میں چلے جاتے ہیں اور بہت کم رقم میں جو انہیں دی جاتی ہیں، گزارہ کرتے ہیں۔ وہ ہر قسم کی تکالیف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ عیسائیت کی جو یلغار اسلام کے خلاف جاری ہے اس کا مقابلہ کیا جائے۔ جب وہ ایسا کرتے ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے بہت پیار کرتا ہے۔

پس ابتداء اسلام میں جہاد بالسیف اور ہر زمانہ میں (خصوصاً زمانہ حاضرہ میں) جہاد بالقرآن دونوں ”تعزیز“ کے اندر آتے ہیں کیونکہ تعریر کے معنی میں یہ پایا جاتا ہے کہ کسی کی عظمت دل میں اتنی ہو کہ اس عظمت کی خاطر انسان اپنے نفس کو اور مال کو قربان کر رہا ہو، تا کہ ان منصوبوں کو جو اسے دکھ پہنچانے اور ضرر دینے کے لئے کئے جا رہے ہوں ناکام بنا دیا جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ نَصَرُوهُ فلاح دارین کے مستحق وہ لوگ ہیں جو اس کی نصرت اور مدد میں کوشش رہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو کسی ذاتی امداد کی ضرورت نہ تھی۔ نہ آپؐ کو اس کی خواہش تھی۔ آپؐ نے دیگر انبیاء کی طرح علی الاعلان کہا مَا أَسْلَكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے میں اس پر تم

لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔

پس ہمیں یہاں نصر کے معنی وہ کرنے ہوں گے جس معنی میں یہ لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کا مفعول ہو۔ یعنی جب یہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی (نصر اللہ) اور لغت عرب میں اس نصرة کا مطلب یہ ہے کہ هُو نَصْرَتُه لِعِبَادِه وَالْقِيَامُ بِحَفْظِ حُدُودِه وَرِعَايَةِ عُهُودِه وَاعْتِنَاقِ أَحْكَامِه وَاجْتِنَابِ نَهِيهِ (مفروقات) تو نصر وہ فرمایا کہ یہاں فرمایا کہ قرب الہی کے عطر سے وہی لوگ مسح کئے جائیں گے اور حیات ابدی کے وہی وارث ہوں گے جو اخوت اسلامی کو قائم کرتے ہوئے بھائی بھائی کی طرح ایک دوسرے کے مدد و معاون ثابت ہوں گے اور شریعت حقہ نے جو حدود قائم کی ہیں اس کی بیان کردہ شرائط کے ساتھ وہ لوگ چوکسی اور بیدار مغربی سے ان کی حفاظت کرنے والے ہوں گے اور وہ عہد جوانہوں نے اپنے رب سے اس نبی اُمی کے ہاتھ پر باندھا ہے مقدور بھراں کی پابندی کرنے والے ہوں اور جوا امر اور احکام پر مضبوطی سے قائم رہیں گے اور ان نو، ہمیں سے بچپن گے جن سے بچپن کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جو اس کی نصرت کرتے ہیں۔ ان کا معاشرہ باہمی اخوت کے اصول پر قائم ہے۔ بھائی بھائی کی طرح رہتے ہیں۔ کسی کی بے جا مخالفت نہیں کرتے، کسی کو دکھنیں دیتے، کسی کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، کسی کے خلاف زبان نہیں چلاتے وغیرہ وغیرہ بہت سی حدود ہیں جو شریعت اسلامیہ میں قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ بعض جگہ لفظاً کہہ دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور بعض جگہ معنوں ان حدود کی طرف اشارہ کر دیا۔

تو نَصَرُوْهُ کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ قرآن کریم کی بتائی ہوئی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

ایک اور معنی نَصَرُوْهُ کے یہ ہیں کہ اُمت مسلمہ جس نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر اپنے رب سے عہد باندھا ہے اس میں سے وہی لوگ خدا کی نگاہ میں ”مُفْلِح“، ”کھلانے“ کے مستحق ہوں گے جو اپنے عہد کی رعایت اور پابندی کرنے والے ہوں گے۔ نیز وہ جو قرآن کریم کے احکام یعنی ”کرنے کی باتوں“ کا جو سینکڑوں ہیں اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنی گردنوں میں ڈالنے والے ہیں۔ اور نو، ہمیں

جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان باتوں کو نہ کرو ان باتوں سے وہ اجتناب کرتے ہیں۔

فَرِمَا يَاوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہی لوگ فلاح دارین کے حق دار ہیں۔

پھر فرمایا وَ اتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ کہ اس نبی اُمی کے ساتھ آسمان سے ایک نور بھی نازل ہوا ہے۔ اس کے ہر قول میں آسمانی روشنی جھلکتی نظر آتی ہے اور اس کے ہر فعل میں اللہ کا نور جلوہ گر نظر آتا ہے۔

اتّبع کے معنی ہیں قَفَّا آثَرَہُ اور آثَرَ کے معنی سنت کے ہیں۔ تو اتّبعُوا کے معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایک نورانی وجود بنا کر دیا میں بھیجا تھا مگر یہ اس قسم کا نورانی وجود نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کے نزدیک فرض کیا گیا ہے۔ بلکہ (أَنَّمَا أَنَابَ شَرُّ مُشْلُكُمْ) (الکھف: ۱۱۱) ہماری طرح کا ایک بشر ہونے کے باوجود بے حد اور بے شمار انوار روحانی آپؐ کے ساتھ اور آپؐ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے۔

تو اس آیت میں فرمایا کہ یہ رسول نور ہے اس کا ہر فعل نور اور اس کا ہر قول نور ہے۔ تم اس کی اتباع کرو گے تو اولئکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ کے مطابق تم مُفْلِحِينَ میں شامل ہو جاؤ گے۔

پس فرمایا کہ جو لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں اور اس کے اسوہ حسنے کے رنگ میں رنگین ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ اس زندگی میں بھی خدا تعالیٰ کا نور ان کے چہروں پر چلتا ہے اور آخر وی زندگی میں بھی ان کا نیور (نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ) (آخریم: ۹) ان کے آگے بھی چل رہا ہو گا اور ان کے دائیں بھی چل رہا ہو گا۔ یہ علامت ہو گی اس بات کی کہ یہ خدا تعالیٰ کے ان نیک اور پاک بندوں کا گروہ ہے جو سنت محمد یہی کی اتباع کرنے والے ہیں۔

غرض فرمایا کہ وہ لوگ جن کا ایمان پختہ ہے۔ جن کا ایثار اور جن کی فدائیت اعلیٰ ہے اور جنہوں نے احسن طور پر اپنے نفسوں کی اصلاح کی ہے اور دنیا کے سامنے اپنا پاک نمونہ پیش کیا ہے اور اسوہ رسول کی کامل اتباع کی ہے اولئکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اور اس کے حضور فلاح پانے والے ہیں۔

فَلَاحَ کا لفظ عربی زبان میں اس قسم کی انتہائی اعلیٰ اور احسن کامیابی پر بولا جاتا ہے کہ اس کے

مقابلہ میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے کوئی اور لفظ عربی لغت میں نہیں پایا جاتا۔ اس کے معنی دنیوی اور آخری کامیابی کے ہیں۔

دنیوی کامیابی اس معنی میں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے صحبت والی زندگی دی ہے۔ اتنا مال اور قیامت دی ہے کہ سوائے اپنے رب کی احتیاج کے اس کو کسی اور چیز کی احتیاج محسوس نہ ہو۔ اور عزت و چاہ عطا کیا ہے۔ تو جس شخص کو یہ تینوں چیزوں مل جائیں اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کو فلاحِ ملگئی۔ اور آخری کامیابی اس معنی میں کہ اوقل ایسے شخص کو ایسی دامنی بقاء اور دامنی حیات حاصل ہو جو فی الواقع اور فی الحقيقة حیات ہے۔ کیونکہ جو لوگ جہنم میں جائیں گے بظاہر وہ بھی زندہ ہوں گے لیکن ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ نہ زندہ ہوں گے اور نہ مردہ لیکن حقیقی اور دامنی حیات وہ ہے جس کے اندر فنا، کمزوری یا بیماری کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

دوم۔ جو چاہے اسے ملے۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے متعلق یہی کہتا ہے کہ جو وہ چاہیں گے ان کو مل جائے گا۔ خدا کے نزدیک یہ بڑے پیار کا مقام ہے کہ ان کی کوئی خواہش روشنگی کی جائے گی۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے دل میں کوئی ایسی خواہش پیدا نہ ہوگی جو خدا کی نگاہ میں رد کئے جانے کے قابل ہو۔ نیک خواہشیں ہی ان کے دل میں پیدا ہوں گی اور انہیں پورا کر دیا جائے گا۔

سوم۔ اسے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور اس معاشرہ میں جس کا تعلق آخری زندگی کے ساتھ ہے۔ (اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیسا ہے) اور جس قسم کے اجتماعی تعلقات ہوں گے اس میں اسے پوری اور حقیقی عزت حاصل ہوگی اور یہ خطرہ نہ ہوگا کہ اسے کبھی ذلیل بھی کر دیا جائے گا۔ اور چہارم یہ کہ معرفت میں اسے کمال حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کامل معرفت اور ان کا کامل عرفان اس دنیا میں مادی بندھنوں میں بندھے ہونے کی وجہ سے ہم حاصل نہیں کر سکتے۔ اس دنیا میں ہمارے لئے جن صفات کے جلوے ظاہر ہوتے ہیں وہ ہمارے لئے اپنے کمال کو نہیں پہنچتے۔ اگر کسی فرد واحد کے لئے خدا تعالیٰ کی صفت کا جلوہ اپنے کمال کو پہنچا تو وہ صرف آنحضرت ﷺ کی ذات تھی۔ اس جلوہ کو دیکھنے کے لئے ایک وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے تاب رہے۔ مگر وہ، وہ جلوہ دیکھنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک وجود کے علاوہ خدائی صفات کا کامل جلوہ کسی اور انسان پر نہیں ہو سکتا

اور وہ ہوا۔

جب یہ چاروں باتیں کسی انسان کو حاصل ہوں تو عربی زبان میں کہتے ہیں کہ وہ مفلح (کامیاب) ہو گیا۔ پس لفظ فلاح بہت بڑی، بہت شاندار، بہت ارف، بہت اعلیٰ کامیابی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تو فرماتا ہے کہ جو لوگ حقیقی طور پر اور صحیح معنی میں ایمان لاتے ہیں، جو لوگ آنحضرت ﷺ کو تقویت پہنچانے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرتے ہیں۔ ایثار اور فداءیت کا نمونہ دکھاتے ہیں اور جو لوگ قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگیوں کو اس طرح ڈھالتے ہیں کہ واقعہ میں وہ آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند بن جاتے ہیں۔ اور جو لوگ سنت اللہ کو قائم کر کے اللہ تعالیٰ کے اس نور سے دنیا کو منور کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو نبی کریمؐ کے وجود کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا۔ **أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** یہ لوگ ہیں جو دنیا میں بھی فلاح پانے والے ہیں اور آخرت میں بھی فلاح پانے والے ہیں۔

پس بدر سوم اور ایمان کامل اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس وقت مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کی اشاعت اور نبی کریم ﷺ کی عظمت اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جس قسم کی قربانی اور جس حد تک قربانی دینا ضروری ہے۔ جو شخص رسوم کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے وہ اس حد تک قربانی نہیں دے سکتا۔

بعض لوگ ہماری جماعت میں بھی ہیں جو مثلاً اپنی لڑکی کی شادی کرتے وقت خدا تعالیٰ کے بتابے ہوئے سادہ طریق کو چھوڑ کر اپنی خاندانی رسوم کے مطابق اسراف کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ مقروض ہو جاتے ہیں۔ پھر مجھے لکھتے ہیں کہ میں بہت مقروض ہو گیا ہوں۔ میرا بانی کر کے میرے چندہ کی شرح کم کر دی جائے کیونکہ اب میں مجبوراً ۱۲۱ را کی جائے ۳۲ را یا ۵۰ را یا ۲۴ را ادا کر سکتا ہوں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا کہ تم رسوم کو چھوڑ دو اور بد عادات کو ترک کر دو۔ مگر انہوں نے رسوم کو نہ چھوڑا۔ خدا تعالیٰ کی ناراضکی بھی مولیٰ اور قرض میں بھی بیتلہ ہو گئے۔ تو فرماتا ہے کہ وہ لوگ اس گروہ میں شامل نہ ہو سکے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَعَزَّرُوا** کہ وہ قربانیاں دے کر نبی کریم ﷺ کی مدد کرتا اور شریعت اسلام کے قیام یا اشاعت کے لئے کوشش رہتا ہے میں نظارت اصلاح و ارشاد کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ جتنی رسوم اور بد عادات ہمارے ملک کے مختلف

علاقوں میں پائی جاتی ہیں ان کو اکٹھا کیا جائے اور اس بات کی گرانی کی جائے کہ ہمارے احمدی بھائی ان تمام رسوم اور بدعاں سے بچتے رہیں۔

اس وقت میں مختصر ابشار ہا ہوں کہ جو شخص رسوم اور بدعاں کو نہیں چھوڑتا جس طرح اس کا ایمان پختہ نہیں اسی طرح وہ نبی کریم ﷺ کی مدد اور اسلام کی تقویت کے لئے وہ قربانیوں بھی نہیں دے سکتا جن قربانیوں کا اسلام اس سے مطالبہ کرتا ہے۔

وَنَصْرُوْهُ میں نفس کا محاسبہ اور اس کی اصلاح اور اس کو کمال تک پہنچانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس کے بہت سے معنی ہیں اور وہ مختلف شعبوں پر حاوی ہیں۔ اور ہماری اصلاح کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ تمام نواہی سے بچنا تمام احکام کی پیروی کرنا، اخوت کی بنیاد قائم کرنا وغیرہ بہت سی باتیں اس کے اندر آتی ہیں لیکن جو لوگ رسوم میں بیٹلا ہوں، بدعتوں کو جائز سمجھتے ہوں، وہ دنیا میں اس قسم کا نمونہ پیش نہیں کر سکتے اور ان کے نفوس کی کامل اصلاح ممکن ہی نہیں، کیونکہ رسوم کی پابندی کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیم کی پوری پابندی اور اس کی بیان فرمودہ ہدایت پر حقیقی معنی میں گامزن ہونا ممکن ہے۔

پس اگر ہم بدعتوں اور رسوموں کے پابند رہیں گے اور اندھیرے میں ہی پڑے رہیں گے تو ہرگز اس نور سے فائدہ نہ اٹھاسکیں گے۔ اور نہ ہی اس نور کے ذریعہ سے جو سنت اور جو اسوہ حسنہ دنیا میں قائم کیا گیا ہے، ہم اس کی اتباع کر سکیں گے اور اگر ہم ایسا نہ کر سکیں گے تو نہ ہمیں اس دنیا میں فلاح حاصل ہوگی اور نہ ہی آخری زندگی میں۔

پس ہر احمدی پر، ہر احمدی خاندان اور ہر احمدی تنظیم پر یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو رسوم اور بدعتوں سے بچائے رکھے، محفوظ رکھے اور اس بات کی بھی گرانی کرے کہ کوئی احمدی بھی رسوم و رواج کی پابندی کرنے والا نہ ہو اور بدعاں میں پھنسا ہوانہ ہو۔

دنیا میں رسوم و بدعاں کا عجیب جال بچھا ہوا ہے۔ جب آدمی ان پر غور کرتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے کہ خدا نے جس مخلوق (انسان) کو اشرف الخلوقات بنایا اور جس پر آسمانی رفتتوں کے دروازے کھولے وہ کس طرح اتحاہ گھرائیوں میں گر جاتا ہے اور پھر کس طرح نور کی بجائے ظلمات میں آرام و راحت پاتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو ان رسوم و بدعات سے محفوظ رکھے اور توفیق دے کہ ہم اس کی نفلتاء کے مطابق اس آئیہ میں جس ایمان اور جس تعریف اور جس نصرت اور جس اتباع کا حکم دیا گیا ہے اس کی پیروی کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے اس دنیا میں بھی کامیاب ہوں اور آخری زندگی میں بھی کامیاب ہوں اور مُفْلِحین کے گروہ میں شامل ہونے والے ہوں۔ آمین
 (افضل ۲۸ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)



قرآن کریم کی چار عظیم الشان خصوصیات یہ ہمارے لئے

موعظہ، شفا، ہدایت اور رحمت کا موجب ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۶ء مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ تمام گناہ شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور شیطان وسوسہ ڈال کر غائب ہو جاتا ہے۔
- ☆ قرآن کریم سینہ کی تمام روحانی بیماریوں کیلئے شفاء ہے۔
- ☆ بہت سی بشارتیں ایک لمبا عرصہ گزرنے اور منکرین کو ٹھٹھا اور استہزا کر لینے کے بعد پوری ہوتی ہیں۔
- ☆ جن کمزوروں کو خدا کی نصرت حاصل ہو وہ ہتھیاروں سے لیس دشمن پر غالب آتے ہیں۔
- ☆ اپنے عقائد، اعمال اور اخلاق حسنہ پر کبھی غرور نہ کرنا۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پُر نور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات پڑھی۔

يَا إِيَّاهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَشَفَاءٌ لِّمَافِي الصُّدُورِ لَا وَهْدَىٰ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلَيُفْرُحُوا ۝ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمِعُونَ ۝

(یونس: ۵۸، ۵۹)

(ترجمہ) ”اے وے تمام لوگو! جو اس دنیا میں ہستے ہو یا مستقبل میں اس دنیا کو بساو گے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آگئی ہے جو سراسر نصیحت ہے اور شفاء لِمَافِي الصُّدُورِ وہ ہر اس بیماری کے لئے جو شیطان سینوں میں پیدا کر سکتا ہے شفاء دینے والی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ تو ان سے کہہ دے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پس اس پر انہیں خوشی منانا چاہئے۔ جو کچھ دنیا کے اموال اور اس کی لذتیں اور اس کی وجہتیں اور اس کے اقتدار میں سے وہ جمع کر رہے ہیں ان سے یہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہے کہیں زیادہ بہتر ہے۔“

پھر فرمایا:-

اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم مَوْعِظَةٌ (نصیحت) ہے اور اللہ تعالیٰ جس رنگ میں جن لوگوں کی گرفت کرتا ہے اور اپنے قہر اور غصب کا انہیں مورد ٹھہراتا ہے اور جس رنگ میں جن لوگوں پر اپنا فضل فرماتا ہے اور انہیں اپنی خوشنودی کے عطر سے مسح کرتا ہے۔ ان کے واقعات ایسے رنگ میں بیان فرماتا ہے جو دلوں پر اثر کرنے والا اور دلوں کو نرم کرنے والا ہوتا ہے۔

دوسرے یہ فرمایا کہ یہ کتاب شفاء لِمَافِي الصُّدُورِ ہے۔ جو بیماریاں سینہ و دل سے تعلق رکھتی ہیں اس کتاب میں ان تمام بیماریوں کا علاج پایا جاتا ہے اور جو نئے یہ کتاب تجویز کرتی ہے ان کے استعمال سے دل اور سینہ کی ہر روحانی بیماری دور ہو جاتی ہے۔

تیسرا بات جو قرآن کریم کے متعلق یہاں بیان فرمائی ہے۔ وہ ہمدی ہے۔ یعنی اس کی تعلیم ہدایت پر مشتمل ہے۔ وہ ان را ہوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ جو اس کے قرب تک پہنچانے والی ہیں اور منزلہ منزല بہتر سے بہتر ہدایت ان کی طاقت واستعداد کے مطابق ان کو عطا فرماتا ہے اور ہدایت کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ بندہ اپنے اچھے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنی جنت اور اپنے رب کی رضا کو حاصل کر لیتا ہے۔ چوتھی بات قرآن کریم کے متعلق یہاں یہ بتائی گئی ہے کہ ایمان والوں کے لئے یہ رحمت کا موجب ہے یعنی جو لوگ بھی قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جو بڑا احسان کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتا ہے۔

پہلی بات جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے قرآن کریم کے متعلق یہ بتائی گئی ہے کہ یہ موعظۃ ہے۔ مَوْعِظَةٌ یا وعظ کے عربی زبان میں معنی ہوتے ہیں۔ ایسی نصیحت جو جزا اور ثواب و عقاب کو اس طرح بیان کرنے والی ہو کہ اس سے دل نرم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور جو عکس اور ان میں یہ خواہش پیدا ہو کہ دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں لگ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے کہ ہم جو وعظ کرتے ہیں اور جس کا ذکر ہم نے قرآن کریم کے متعلق کیا ہے وہ یہ ہے وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةٌ يَعْظُمُكُمْ بِهٖ (بقرہ: ۲۳۲) کہ ہم نے محض ”الکتاب“ ہی نہیں اتاری اور صرف کامل ہدایتیں ہی اس میں ہم بیان نہیں کرتے بلکہ ہم ان کی حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں۔

ہر ہدایت کی وجہ بھی بتاتے ہیں، اس کے نتائج پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ہم تمہارے سامنے ایک تصویر لارکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو ہماری ہدایات سے منہ موڑتے ہیں ان کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہوتا ہے۔ وہ مسل کے رکھ دیئے جاتے ہیں اور ہمارا قہر انہیں خاک اور راکھ کر چھوڑتا ہے۔ اس کے پر عکس جو لوگ ہماری ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں ہم انہیں ایسا اچھا بدلہ دیتے ہیں اور انہیں اتنا خوشکن ثواب

حاصل ہوتا ہے اور اصلاحِ نفس کے ایسے موقع انہیں میر آتے ہیں کہ نفس باقی ہی نہیں رہتا صرف ہماری محبت ہی باقی رہ جاتی ہے۔

مختلف رنگوں میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو قرآن کریم میں ہدایت کی را ہیں بتلاتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جنہوں نے پہلے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کی، جس قسم کی اور جس طرح انہیں سزا میں دی گئیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا بیان کثرت سے اس کتاب مجید میں پایا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور صدق ووفا سے انہیں خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہوا اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں ان پر نازل ہوئیں ان کی بھی ایک تصویر، ایک نقشہ قرآن کریم ہمارے سامنے رکھ رہا ہے۔ پس قرآن نصیحت بھی کرتا ہے۔ بعض باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور بعض باتوں سے روکتا ہے اور ساتھ ہی حکمتیں بھی بیان کرتا ہے کہ اس وجہ سے تمہیں ان باتوں سے روکا گیا ہے اور اس غرض کے لئے ان باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ سب باتیں مَوْعِظَةٌ کے اندر آ جاتی ہیں۔ فرمایا ہماری یہ کتاب جو ہماری ربویت کے مظاہرہ کے لئے نازل کی گئی ہے، ہم اس کے ذریعہ تمہاری نشوونما کرنا چاہتے ہیں اس میں یہ خوبی ہے کہ یہ وعظ و نصیحت ہے۔

دوسری بات جو قرآن کریم کے متعلق یہاں بیان ہوئی ہے وہ شِفَاءُ لِمَافِي الصُّدُورِ ہے۔ یعنی جو گند اور بیماری سینوں میں ہوتی ہے اس کے لئے یہ کتاب بطور شفاء کے ہے۔ قرآن کریم میں تمام روحانی بیماریوں کا تعلق صدور یادوں سے قرار دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوُسُوَاسِ لَا الْخَنَّاسِ ﴿٥﴾ لَا الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ لَمِنَ الْجِنَّةِ
وَالنَّاسِ ﴿٥﴾ (النّاس: ۵۵)

اس میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پناہ مانگو اس وسوسہ ڈالنے والے شیطان سے جو ہر قسم کا وسوسہ ڈال کر شرارت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

یہاں ایک بنیادی اصول کا ذکر فرمایا کہ تمام گناہ شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور شیطان وسوسہ ڈال کر خود غالب ہو جاتا ہے اور جس کے دل میں وہ وسوسہ ڈالتا ہے اسے یہ معلوم نہیں ہوتا

کہ یہ وسوسہ ڈالنے والی ہستی شیطان تھی یا کوئی نیک ہستی تھی۔ اگر شیطان خناس نہ ہوا وہ وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹنے والا نہ ہوتا کوئی عقل مند انسان شیطانی وساوس کا شکار ہو کر روحانی بیماری میں بتلانہیں ہو سکتا۔ پس شیطان صرف وسوساں ہی نہیں بلکہ خناس بھی ہے۔

پہلے وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور پھر وسوسہ ڈال کر خود پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ یعنی شیطان، شیطان کی حیثیت سے اس شخص کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ پہلا گناہ جو انسان نے کیا وہ اسی وسوسہ کا نتیجہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ **فَوَسُوسَ لَهُمَا الشَّيْطَنُ** (الاعراف: ۲۱) کہ آدم اور حوا کے دل میں شیطان نے ایک وسوسہ ڈالا جس کے نتیجہ میں وہ ایک گناہ کے مرتكب ہوئے۔ اس کے بعد بھی جب کبھی انسان گناہ کا مرتكب ہوا ہے تو اسی شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں ہوا ہے۔ مثلاً وہ لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ خدا کے جتنے رسول بھی آئے ہیں وہ تمہیں یہ تعلیم دیتے چلے آئے ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے، اپنے رب، اپنے اللہ سے خَوْفًا وَ طَمَعًا خوف کی وجہ سے اور طمع کی وجہ سے تعلق قائم کرو۔ پس ہر وہ چیز جس کا خوف تمہارے دل میں پیدا ہو یا وہ چیز جسے تم سمجھو کر تمہیں نفع پہنچانے والی ہے۔ تم اس کی عبادت کرو کیونکہ مذکورہ تعلیم کا یہی نتیجہ رکتا ہے۔ تو سانپ کی عبادت خوف کی وجہ سے شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔ بڑے درخت کی عبادت بھی جو اس آرام (طمعاً) کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ جو اس کے نیچے بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے تو یہ سب شیطانی وسوسہ کا نتیجہ ہے۔

پس ہزاروں مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں جو شیطان کے وسوسہ کے نتیجہ میں شرک کے پیدا ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر گناہ کا تعلق شیطانی وسوسہ سے ہے اور شیطان یہ وسوسے انسان کے دل اور سینہ میں پیدا کرتا ہے۔ گویا تمام روحانی بیماریوں کا مصدر انسان کا سینہ یا اس کا دل ہے کیونکہ شیطانی حربوں اور حیلوں اور تمدیروں کی آماجگاہ مصدر انسانی ہی ہے اور روحانی ترقیات کے لئے پہلے سینہ و دل کی صفائی اور صحت وسلامتی بہت ضروری ہے کیونکہ بیمار سینہ و دل کفر کے لئے کھل جاتا ہے اور ایمان کے لئے مغلل ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔

وَلِكُنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَأَنَّهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ
(انخل: ۷)

وہ جنہوں نے شیطانی وساوس کو بول کر کے اپنا سینہ کفر کے لئے کھول دیا۔ ان پر اللہ کا بہت بڑا غصب نازل ہو گا اور ان کے لئے بہت بھاری عذاب مقدر ہے۔

تو اس آیت میں بتایا کہ شیطانی وسوسہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا سینہ کفر کے لئے کھل جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں شَرَحَ کے لفظ کو اس سینہ و دل پر بھی استعمال کیا ہے جو کفر کے لئے بند ہو جاتا ہے اور جس کی کھڑکیاں خدا کی طرف کھل جاتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا۔

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَلُ الْأَبْصَارُ وَلِكُنْ تَعْمَلُ الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ (آل جمع: ۲۷)

کیونکہ اصل بات یہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ حق و صداقت اور نشانات اور آیات کے تعلق میں ظاہری آنکھیں اندر نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندر ہے ہوتے ہیں بوجہ اس کے کہ شیطانی وسوسہ ان کو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے اور روحانی شعاعیں دلوں تک پہنچ نہیں سکتیں اور روحانی نور انہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس اندر ہے پن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ سے دور چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم شَفَاءُ الْمَأْفِي الصُّدُورِ ہے یعنی سینہ کی تمام روحانی بیماریوں کی شفاء اس میں پائی جاتی ہے۔ جو وسوسہ بھی شیطان دل میں ڈالے اسے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک ہدایت اور ایک تعلیم دی ہوئی ہے۔ اگر تم غور سے کام لو، اگر تم اس کے مطالب اور معارف تلاش کرنے کی کوشش کرو اور جب شیطان تم پر حملہ آور ہو رہا ہو قرآن کریم ہاتھ میں لے کر تم اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تو وہ تم پر غالب نہیں آ سکتا اور نہ تمہیں پیار کر سکتا ہے بلکہ قرآنی نور تمہارے سینوں اور دلوں میں اس طرح پھیل جائے گا کہ شیطان جو ظلمت میں دیکھتا ہے اور نور سے ڈرتا ہے تمہارے سینہ و دل کے قریب بھی آنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

تو فرمایا کہ ہماری یہ تعلیم (قرآن کریم) ایک شَفَاءٌ ہے۔ اور اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ جو بشارتیں یہ دیتا ہے جب وہ پوری ہو جاتی ہیں تو وہ شَفَاءٌ کا کام دیتی ہیں اور شیطان کے اس وسوسہ کو دور کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو ترقیات، کامیابیوں اور فتح و نصرت کے وعدے کئے تھے وہ جھوٹے تھے وہ پورے نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی بہت سی بشارتیں ایک لمبا عرصہ گزرنے اور منکرین کو ٹھھھا اور استہراء کر لینے کا موقعہ دینے کے بعد پوری ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا أَغْرِرُهُمْ
(احزاب: ۱۳)

یعنی جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے کہنے لگ گئے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے ایک جھوٹا وعدہ کیا تھا۔

جب دیر ہو جاتی ہے تو یہ وسو سہ شیطان ان کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۱۸۲۸ء میں یہ الہام ہوا کہ

”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“

(۱) براہین احمد یہ ہر چہار حصہ۔ روحانی خزانہ جلد اصفہان (۲۲۲)

اس پر جب ایک لمبا عرصہ گز رکیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پورے ہونے کے سامان پیدا نہ کئے تو دشمن نے ہر طرح سے اس کا مذاق اڑایا اور استہراء کیا اور ٹھھھا سے با تین کیس۔ تب قریباً ایک سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیے کہ گیمیا جو مغربی افریقہ کا ایک ملک ہے اسے آزاد کرایا اور پھر وہاں ایک احمدی مسٹر سنگھیتے صاحب کو جو اپنی جماعت کے پریزیڈنٹ بھی تھے گورنر جنرل بنادیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کپڑا بطور تبرک طلب کیا اور لکھا کہ میں نے بڑی دعا تین کی ہیں اور بڑے خشوוע اور تضرع کے ساتھ اپنے رب کے سامنے جھکا ہوں کہ وہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے سے برکت حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ پہلے مجھے گھبراہٹ تھی کہ ان کے مطالبہ کے بعد انہیں کپڑا ملنے میں غیر معمولی دیر ہو رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیخت کچھ اور ہی تھی۔ آخر وہ کپڑا ان کو یہاں سے روانہ کر دیا گیا اور وہ کپڑا ان کو جس دن صحیح بذریعہ ڈاک ملا اسی رات کو بی۔ بی۔ سی سے یہ اعلان ہوا کہ ان کو ایک بینگ گورنر جنرل سے گورنر جنرل بنادیا گیا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دل میں خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس رسول کے فرزند

جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے شدید محبت پیدا ہوئی جس محبت کا انہیں انہوں نے پہلے ایک تار اور پھر ایک خط کے ذریعہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک اور دنیوی فصل کیا۔ آج ہی ان کا تار ملا ہے جس میں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ مجھے حکومت برطانیہ نے Knight hood (ناٹ ہڈ) عطا کیا ہے میری طرف سے جماعت کو مبارکباد پہنچا دیں۔

جہاں اللہ تعالیٰ ان کے لئے جسمانی اور روحانی برکتوں کے سامان پیدا کر رہا ہے وہاں ان کے ماحول میں بھی ایک تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ پہلے خط میں انہوں نے مجھے یہ اطلاع دی تھی کہ ہمارے ملک میں لوگ احمدیت کی صداقت اور حقانیت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

بیرونی ممالک میں جو نئے نئے احمدی ہو رہے ہیں ان کے لئے خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر رہا ہے کہ انہیں روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیوی ترقی بھی حاصل ہو جاتی ہے تاکہ ان کے دل ہر طرح کی نعمتوں کے حصول کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوں۔

اس وقت میں یہ مثال دے رہا تھا کہ یہاں پر ۱۸۶۸ء میں ہوا تھا پھر قریباً سو سال تک یہاں پورا نہیں ہوا۔ مومن کا دل تو یقین سے پُر تھا اور وہ جانتا تھا کہ ہر ایک بشارت کے پورا ہونے کے لئے ایک وقت مقدر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو وہ بشارت بھی ضرور پوری ہوگی۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکتی۔ لیکن اس کے بر عکس جدول کے اندر ہے تھے انہیں ٹھٹھے اور پُنسی کا موقع ملتا رہا۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اور مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بڑا فرق ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اسلام کی بعض بڑی فتوحات حضور کی ذات سے تعلق رکھتی تھیں اور آپؐ کی زندگی میں مقدر تھیں لیکن ہماری فتوحات کا زمانہ جیسا کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے تین سو سال تک ممتد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری نسلوں نے یکے بعد دیگرے خدا تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام کے لئے قربانیاں دینی ہیں اور ہر نسل نے اللہ تعالیٰ کی بعض بشارتوں کو پورا ہوتے دیکھنا ہے۔

بہر حال الہی جماعتوں کے دلوں میں شیطان وسو سے پیدا کرنے کی کوشش تو کرتا ہے لیکن منافقوں کے سوا اوروں کے دلوں میں وسو سے پیدا کرنے کی الہیت اور قابلیت نہیں رکھتا۔ اس کو مومنوں پر جیسا کہ

قرآن کریم نے فرمایا ہے کوئی غلبہ اور کوئی سلطان عطا نہیں کیا جاتا۔

پس جو بشارتیں ایسے سلسلوں کو دی جاتی ہیں جنہوں نے آخری اور عظیم فتح سے پہلے کئی منزیلیں طے کرنا ہوتی ہیں۔ وہ بشارتیں درجہ بدرجہ اور منزل بمنزل پوری ہوتی رہتی ہیں اور مونوں کے دلوں کی تقویت کا باعث بنتی رہتی ہیں۔ چنانچہ دیکھو کہ ہمارے زمانہ میں الہام

”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“

(تذکرہ چوتھا ایڈیشن صفحہ ۱۰)

کس شاندار طریق سے پورا ہوا کہ اس کے بعد ہمارے دلوں میں ذرہ بھر بھی شک نہیں رہ سکتا کہ وہ دیگر بشارتیں جو ہمیں دی گئی ہیں وہ بھی اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر ہیں گی۔

فرماتا ہے کہ وہ منافق اور منکروں کے دل روحاںی طور پر بیمار ہیں اور شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ پیدا کر چکا ہے۔ وہ اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ ”مَّا وَعَدْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا“، ہم سے دھوکا کیا گیا ہے اور جو بشارتیں ہمیں دی گئی ہیں وہ پوری ہونے والی نہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے خیالات کو دور کرنے کا ذکر سورۃ توبہ میں اس رنگ میں کیا ہے
 قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيهِمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرُكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَسْفِفُ صُدُورَ قَوْمٍ
 مُؤْمِنِينَ۔ (التوبۃ: ۱۳)

کہ یہ لوگ تمہارے مقابلے میں تواریں لے کر نکلے ہیں۔ ہماری طرف سے تمہیں یہ بشارت ہے کہ تم کا میاب ہو گے ناکام نہیں ہو گے۔ ناکامی ان منکروں اور منافقوں کی قسمت اور حصہ میں ہے۔ تم ان سے لڑا اور جنگ کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو پہلی قوموں کی طرح تمہیں جنگ کی دعوت نہ دیتا بلکہ خود آسمانی عذاب سے ان کو بلاک کر دیتا لیکن خدا نے تمہیں خوش کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دلوائے گا اور ان کو رسوا کرے گا اور آسمانی نصرت تمہیں حاصل ہوگی، تا دنیا دیکھے کہ جو خدا کے ہو جاتے ہیں اور جنہیں خدا کی نصرت حاصل ہوتی ہے وہ تھوڑے، کمزور اور نبہتے ہوئے کے باوجود اپنے طاقتور، امیر اور ہر طرح تھیاروں سے لیس دشمن پر غالب آتے ہیں۔ وَيَسْفِ
 صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ اس طریق پر نشانات کو پورا کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ مونوں کے دلوں کو شفا

دیتا ہے اور شیطانی وساوس سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔

شِفَاءُ کے معنی صرف یہی نہیں کہ پہلے بیمار ہو اور پھر اسے صحت ہو جائے شِفَاءُ کے معنی یہی ہیں کہ بیماری سے محفوظ کر لے۔ جیسا کہ آج کل بھی بعض دوائیں بیماری سے محفوظ کرنے کے لئے دی جاتی ہیں۔ مثلاً ہیضہ وغیرہ کے طیکے لگتے ہیں۔ اس وقت ہیضہ کا مرض لاحق تو نہیں ہوتا بلکہ وہ یہیضہ سے محفوظ رکھنے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ اس معنی میں بھی یَسْفِ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

تو فرماتا ہے کہ جو بشارتیں، جو آسمانی نشان اور آیات کے وعدے تمہیں دے گئے ہیں میں انہیں پورا کرتا ہوں تاکہ تم شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہو۔ اور ان سے تمہیں ہمیشہ نجات ملتی رہے۔ قرآن کریم نے شِفَاءُ لِمَا فِي الصُّدُورِ کی تفسیر میں مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ میں نے اس وقت صرف ایک مثال اپنے دوستوں اور بھائیوں کے سامنے بیان کی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب مَوْعِظَةٌ اور شِفَاءُ ہی نہیں بلکہ هُدًی بھی ہے۔

جسمانی لحاظ سے اگر آپ غور کریں تو جس شخص نے جسمانی نشوونما حاصل کرنی ہو۔ اپنی جسمانی قوتوں اور استعدادوں کو اپنے کمال تک پہنچانا ہو اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانا ہو اس کے لئے پہلے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہو۔ تو فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم میں ایسا انتظام کر دیا ہے کہ تمام وہ روحانی بیماریاں جو شیطانی جراشیم سے پیدا ہوتی ہیں، پہلے ان بیماریوں کو دور کر دیا جائے اور مومنوں کے روحانی وجود میں کوئی شیطانی وسوسہ باقی نہ رہنے دیا جائے اور اس طرح ان کا وجود روحانی طور پر صحت مندو بود ہو جائے۔ لیکن اتنا ہی کافی نہیں۔ یہاں سے تواصل کام شروع ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ چونکہ تم روحانی ترقیات کے حاصل کرنے کے قابل ہو گئے ہو۔ اس لئے اس مرحلہ پر بھی یہ کتاب تمہاری راہنمائی کرتی ہے۔ فرمایا ہڈی یہ قرآن تمہارے لئے ہدایت بھی ہے۔ عربی زبان کے لحاظ سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کتاب میں ایسی تعلیم نازل کی گئی ہے جو آج ہی نہیں بلکہ قیامت تک انسان کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اس کی راہنمائی کرتی چلی جائے گی۔ (کیونکہ اس آیت میں یَاٰئِهَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ہے) وہ قرآنی ہدایت رضاۓ الہی کی راہوں پر گامزن ہونے کا طریقہ بتلاتی ہے اور بتلاتی چلی جائے گی۔ وہ روحانی ترقیات کی غیر محدود را ہیں اس پر کھوٹی ہے اور کھوٹی چلی جائے گی اور ہر منزل

پر پیش کر اسے ایک اور نئی بلندی اور رفعت عطا کرتی ہے اور پہلے سے بڑھ کر اخلاص اور وفا اور قربانی کا عملی نمونہ اسے پیش کرنے کی توفیق دیتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مردِ مونم ایثار اور محبت کی انتہائی رفعتوں کو اس کی اور محض اس کی برکت سے حاصل کر لیتا ہے اور اس کا انجام بغیر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے محبوب، اپنے مطلوب اور اپنے مقصود اور اپنی جنت اور اپنے رب کی رضا کو پالیتا ہے۔ اس طرح انسان کے فطري قوی کو صحیح اور احسن راستہ پر چلانے کی طاقت اس کتاب میں رکھی گئی ہے۔

چونکی بات اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مجید کے متعلق یہ فرمائی ہے کہ یہ **رَحْمَةُ الْمُؤْمِنِينَ** ہے۔ **رَحْمَةُ** کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا اس کے معنی ہوتے ہیں۔ انعام دینے والی، فضل کرنے والی، احسان کرنے والی اور اپنی مغفرت میں ڈھانپ لینے والی ہستی۔

تو فرمایا کہ ہم جو رحمٰن اور رحیم ہیں رحمت کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔ ہم نے قرآن مجید کو رَحْمَةُ
الْمُؤْمِنِینَ (مونموں کے لئے بطور رحمت) نازل کیا ہے۔ تا اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر انسان ہماری رحمت اور مغفرت حاصل کرے اور اس کے ذریعہ سے روحانی بیماریوں کو دور کرے پھر اس کی ہدایت کے نیوض کے نتیجہ میں وہ روحانی ترقی کرتا چلا جائے اور اس کا انجام بغیر ہو۔ لیکن فرماتا ہے کہ یہ بے شک ہڈی اور رَحْمَةُ ہے۔ مگر ہڈی وَرَحْمَةُ الْمُؤْمِنِینَ جن لوگوں پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ اگر وہ اس پر ایمان لانے کا اظہار اور اقرار نہ کریں اور اس کی بتائی ہوئی ہدایتوں کے مطابق اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں اور اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کے مطابق نمونہ بنانے کی سعی نہ کریں اور اگر وہ خدا کی نگاہ میں حقیقی مومن نہ بنتیں تو یہ کتاب ان کے لئے رحمت نہیں زحمت ہوگی۔ کیونکہ ان کو ایک نور دیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس نور پر ظلمت کو ترجیح دی، ایک روشنی انہیں عطا ہوئی، لیکن وہ اس روشنی سے بھاگ نکلے اور اندر ہیروں میں جا چھپے۔ ایک شفقاء آسمان سے ان کے لئے نازل ہوئی مگر انہوں نے گند کو اختیار کیا اور بیماری کو صحت پر ترجیح دی۔

پس جو مونم نہیں ان کے لئے یہ رحمت نہیں ہے، مگر جو مونم ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ان پر نازل ہوگا اور اس کی رحمتوں کے وہ وارث ہوں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یہ فرمایا۔ **قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ**

فَلَيْفِرْحُوا لَا هُوَ حَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ کہ اپنے عقائد، اعمال اور اخلاق حسنہ پر غرور نہ کرنا۔ تم میں تکبر، خود پسندی، خود نمائی اور ریا، پیدا نہ ہو۔ اپنے کو کچھ نہ سمجھنا۔ کسی خوبی کا مالک خود کو تصور نہ کرنا کہ تمہارا روحانی بیماریوں سے شفاء پاجانا اور رضاعِ الہی کی راہوں کو اختیار کر کے تمہارا انعام بخیر ہونا تمہاری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں، بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خوش ہو اور سرورِ بدی کے جام پیو کہ تمہارا ربِ محض اپنے فضل سے تم پر رجوع برحمت ہوا اور اس نے محضِ احسان کے طور پر تمہیں وہ دیا جو دنیا کی تمام عزتوں اور دنیا کی تمام وجاہتوں اور دنیا کی تمام لذتوں اور دنیا کی تمام خوشیوں اور دنیا کے تمام اموال سے بہتر اور احسن ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكُ وَرَبَّ الْعَالَمِينَ

(روزنامہ الفضل ربوہ ۵ راکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۳۲)



غلبة اسلام اور اشاعت قرآن کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم سیکھیں اور اس کا عرفان حاصل کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ ہر احمدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو اور معانی پر غور کرنے کی اسے عادت ہو۔
- ☆ تحریک وقف عارضی کا مقصد قرآن کریم کی اشاعت اور جماعت کی تربیت ہے۔
- ☆ قرآن کریم کی تعلیم کو ہر وقت سامنے رکھیں۔
- ☆ واقفین عارضی اپنی مرضی اور خوشی سے سال میں دو سے چھ ہفتے وقف کریں۔
- ☆ وقف عارضی کی سکیم بے انتہاء فوائد کی حامل ہے۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے اپنے متعدد خطبات میں قرآن کریم کی بعض ان صفات اور نضائل کے متعلق جماعت کے دوستوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا جو خود قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس طرف توجہ دلائی تھی کہ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے جو اس لئے نازل کی گئی ہے کہ ہم جو اس کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اسے پڑھیں، سیکھیں اور اس پر غور کریں۔ اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق بنائیں اور اس کے کہنے کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کا رنگ اپنے اوپر چڑھانے کی کوشش کریں۔

میرے یہ خطبات ایک جہت سے بڑے ہی مختصر تھے۔ لیکن قرآن کریم کی جن صفات کے متعلق میں نے کچھ بیان کیا تھا ان میں سے ہر صفت کے متعلق خود قرآن کریم کی بیان کردہ تفسیر کی روشنی میں ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم بے مثال اور بے بہا جواہرات کا ایک ایسا خزانہ ہے کہ جب وہ کسی انسان کو مل جائے تو دین اور دنیا کے تمام خزانوں کی چاپیاں اس کے ہاتھ میں آ جاتی ہیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس حقیقت کو سمجھا تھا اور انہیں ہم نے دینی لحاظ سے بھی اور دنیوی لحاظ سے بھی مالا مال پایا ہے۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں جس فراغی، جس وسعت اور جس رفت کو پایا اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی اور قوم نہیں کر سکتی۔ جہاں بھی گئے وہ کامیاب ہوئے۔ مٹی کو بھی اگر انہوں نے ہاتھ لگایا تو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی برکت سے اس مٹی کو بھی سونا بنادیا۔ انوار قرآنیہ سے انہوں نے تمام دنیا کو منور کیا اور قیامت تک کے آنے والوں کی دعاوں کے وہ وارث ہوئے لیکن پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو بتایا تھا تین صدیاں گزر جانے کے بعد مسلمان اس خزانہ سے غافل ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہم اپنی عقل اپنے زور، اپنی وجہت اور اپنے مال سے وہ کچھ حاصل کر سکتے ہیں جو قرآن کریم ہمیں عطا نہیں کر سکتا۔ تب زوال کی وہ کون سی راہ تھی جس پر وہ گامز نہیں ہوئے اور عسر اور

تگ دست کا وہ کوشا گوشہ تاریک تھا جو ان کے حصہ اور نصیب میں نہیں آیا۔ غرض اسی طرح اللہ تعالیٰ کی فتنا پوری ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آگیا اور ثریا سے انوار قرآنیہ کا نزول شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ مس قرآنی کے سامان پیدا کر دیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی ایسی لا جواب تفسیر دنیا کے سامنے رکھی اور آج کی دنیا کے مسائل اور اس کی الجھنوں کو اس حسن اور خوبی سے حل فرمایا کہ ایک عالمگرد انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے غور کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہو اس احسان عظیم سے انکار نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے سامان پیدا کرنے کے لئے اشاعت علوم قرآنی کو سہل کر دیا اور ہر قسم کی سہولتیں ہمارے لئے مہیا کر دیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ نے پھر قرآن کریم کا عرفان حاصل کیا۔ اور اس کی قدر ان کے دلوں میں پیدا ہوئی اور احمدیت کی طرف منسوب ہونے والوں نے یہ عہد کیا کہ ہم اپنے رب کے لئے اپنی ساری زندگیوں کو اپنے سارے اموال کو بلکہ اپنا جو کچھ بھی ہے اسے قربان کر دیں گے اور غلبہ اسلام کے لئے اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے جو کچھ بھی ہم سے مانگا جائے گا۔ ہم دیتے چلے جائیں گے۔

اشاعت قرآن کی راہ میں اس ایثار اور قربانی سے پہلے کہ جس کا ہر احمدی نے عہد کیا ہے۔

ضروری ہے کہ وہ خود قرآن کریم پڑھ سکتا ہو قرآن کریم کے معانی جانتا ہو اور پھر ان معانی پر غور کرنے کی اسے عادت ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا ہو کہ برکت کے جو چشمیں تیری اس پاک اور مطہر کتاب سے بھوت رہے ہیں۔ اے خدا! تو ہمیں توفیق دے کہ ہم ان چشمیں کے پانی سے اپنے جسموں اور اپنی روحوں کو اس طرح دھوڈا لیں کہ وہ تیری نگاہ میں اس برف کی طرح صاف اور پاک ہو جائیں جو تازہ تازہ آسمان سے گرتی ہے اور سفید، صاف اور ہر قسم کی آلاتشوں سے منزہ ہوتی ہے۔

میرے دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس بھی پیدا ہو رہا تھا کہ جماعت کا ایک حصہ اس کام کی طرف کما حقہ متوجہ نہیں ہو رہا اس لئے ضرورت ہے کہ ہر فرد بشر کو جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتا ہے اس طرف متوجہ کیا جائے، اسے قرآن کریم بڑھایا جائے، اسے قرآن کریم کے معانی بتائے جائیں، قرآن کریم کی تعلیم سے اسے متعارف کرایا جائے۔ اسے ایسا بنادیا جائے کہ قرآن کریم کا عرفان اسے حاصل ہو اور اس کام کے لئے اپنے رب سے دعا نہیں کی جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے القاء کے ماتحت میں نے قرآن کریم کی اشاعت اور جماعت کی تربیت کی غرض سے جماعت میں

وقف عارضی کی تحریک کی اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی۔ یہ تحریک محض اس کے فضل سے ہر لحاظ سے بڑی ہی کامیاب ثابت ہوئی اور کامیاب ثابت ہو رہی ہے۔

اس وقف عارضی کی تحریک میں حصہ لینے والے نوجوان بھی تھے، بوڑھے بھی تھے، کم علم طالب علم بھی تھے اور بڑے تجربہ کار ایم۔ اے، جنہوں نے اپنی ساری عمر علم کے میدان میں گزاری تھی، وہ بھی تھے۔ پھر اس تحریک میں حصہ لینے والے زیادہ تر مرد تھے لیکن کچھ عورتیں بھی تھیں جنہوں نے اس میں حصہ لیا۔ کیونکہ میں نے اپنے لئے یہ طریق وضع کیا تھا کہ میں وقف عارضی کی تحریک میں بیوی کو بھی خاوند کے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا بشرطیکہ اس نے بھی وقف عارضی میں نام دیا ہوا ہو۔ اسی طرح باپ کے ساتھ بھی کو بھی جانے کی اجازت دے دوں گا اگر اس نے وقف عارضی میں اپنا نام دیا ہوا ہو۔ اس کے علاوہ میں اور کسی احمدی بہن کو اس میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دوں گا۔

محبے یاد ہے کہ ایک بہن نے لکھا تھا کہ میری ہی تحریک کے نتیجہ میں میرے بھائی نے وقف عارضی کے سلسلہ میں اپنا نام پیش کیا ہے آپ اجازت دیں کہ میں بھی وقف کے کام کے لئے اس جگہ چلی جاؤں جہاں میرے بھائی کو مقرر کیا جائے۔ میں نے اپنی اس عزیزہ بچی کو اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ بہر حال کچھ احمدی بہنیں بھی اپنے خاوندوں کے ساتھ جا کر بطور واقفہ کے اس تحریک میں حصہ لے چکی ہیں۔

اس تحریک میں حصہ لینے والے ان پڑھ تھے یا کم پڑھے ہوئے تھے۔ یا بڑے عالم تھے۔ چھوٹی عمر کے تھے یا بڑی عمر، کے اللہ تعالیٰ نے ان پر قطع نظر ان کی عمر۔ علم اور تجربہ کے (کہ اس لحاظ سے ان میں بڑا ہی تفاوت تھا) اپنے فضل کے نزول میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اس عرصہ میں ان سب پر اللہ تعالیٰ کا ایک جیسا فضل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے ۹۹ فیصدی واقفین عارضی نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ ان میں سے ہر ایک کا دل اس احساس سے لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں اس پر اتنے فضل نازل کئے ہیں کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا اور اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ خدا کرے اسے آئندہ بھی اس وقف عارضی کی تحریک میں حصہ لینے کی توفیق ملتی رہے۔ اور بعض جماعتوں نے تو یہ محسوس کیا کہ گویا انہوں نے نئے سرے سے ایک احمدی کی زندگی اور اس کی برکات حاصل کی ہیں۔ ان کی غلطیں ان سے دور ہو گئی ہیں اور ان میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ ان میں سے بہتوں نے تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور جو بچے تھے انہوں نے اپنی عمر کے مطابق بڑے جوش اور اخلاص کے

ساتھ قرآن کریم، نماز یا نماز کا ترجمہ اور دوسرے مسائل سیکھنے شروع کئے۔ غرض واقفین عارضی کے جانے کی وجہ سے ساری جماعت میں ایک نئی زندگی ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے خود واقفین عارضی نے یہ محسوس کیا کہ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑے فضل نازل کئے، بڑی برکتیں نازل کیں۔ ان میں سے بعض اپنا عرصہ پورا کرنے کے بعد واپس آ کر مجھے ملے تو ہر فقرہ کے بعد ان کی زبان سے یہ نکلتا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے بڑے نمونے دیکھے ہیں۔ ان کے منہ سے اور ان کی زبان سے خود بخود اس قسم کے فقرے نکل رہے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور برکت سے کیا ہے نہ کہ ہماری کسی خوبی کے نتیجہ میں۔

کل رات میں سوچ رہا تھا کہ مجھے جتنے واقفین چاہئیں۔ اس تعداد میں واقفین مجھے نہیں ملے۔ مثلاً ربود کی ہی جماعت ہے۔ آج جود و سوت میرے سامنے بیٹھے ہیں ان میں کثرت ربود والوں کی ہے لیکن ان میں سے بہت کم ہیں جنہوں نے وقف عارضی میں حصہ لیا ہے اور یہ بات قابل فکر ہے کہ کیوں آپ کی توجہ ان فضلوں کے جذب کرنے کی طرف نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ واقفین عارضی پر کر رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں رات سوچ رہا تھا کہ مجھے جتنے واقفین عارضی چاہئیں اتنے نہیں ملے حالانکہ اس کی بہت ضرورت ہے۔ توجہ میں سویا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک کاغذ آیا ہے اور اس کا غند پر دو فقرے خاص طور پر ایسے تھے کہ خواب میں میری توجہ ان کی طرف مبذول ہوئی۔ ان میں سے پہلا فقرہ تو میں بھول گیا لیکن اس میں ”ضعفاء“ کا لفظ آتا تھا۔ دوسرا فقرہ (صحیح تک مجھے یاد تھا میں نے غلطی کی کہ اسے لکھا نہیں) گواب مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن اس کے بعض الفاظ مجھے یاد ہیں مثلاً اس میں ضعفاء کم تھایا ضعفاء هم (اب مجھے پوری طرح یاد نہیں) اور اس کے آگے آسمین تھا اور مجھے خواب ہی میں خیال آیا کہ یہ لفظ غریب الفاظ میں سے ہے۔ یعنی یہ لفظ روزمرہ کی عربی زبان میں استعمال نہیں ہوتا۔ وہ ان معنوں میں کم ہی استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں وہ اس فقرہ میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے ایک معنی رفت اور علو حاصل کرنے والے کے ہیں اور ان معنوں کے لحاظ سے اس میں یہ بشارت ہے کہ جماعت میں سے جو لوگ قرآنی علوم سیکھنے کے لحاظ سے ضعیف کھلانے والے ہیں اب اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ وہ بھی علوم تبت اور قرآن کریم کی ان رفتاؤں تک

پہنچنے والے ہوں گے۔ جن رفتاروں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل کیا ہے۔ سو الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ بشارت دے رہا ہے لیکن ہر وہ بشارت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ زین والوں پر ایک ذمہ داری عائد کرتی ہے۔ اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا ان کا فرض ہوتا ہے۔

جبیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمیں بہت زیادہ واقفین کی ضرورت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے یہ احساس ہے کہ تربیت قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے اس کے جانے اور اس کا عرفان حاصل کرنے کے لحاظ سے جماعت میں ضعف اور کمزوری پیدا ہو رہی ہے اور اب جو واقفین عارضی جماعتوں میں گئے جن کا پہلا اور ضروری کام ہی قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور تربیت کے دوسرا امور کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اور یہی کام ان کا آئندہ بھی رہے گا تو ان کی روپرٹوں سے معلوم ہوا کہ بہت سی جماعتوں میں تربیتی نقطہ نگاہ سے کافی کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ گوان کے دلوں میں ایمان کی چنگاری موجود ہے لیکن وہ شیطانی راکھ کے اندر دبی ہوئی ہے اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ان میں سے ایک مثال میں بیان کرتا ہوں میں نے ایک بزرگ کو ایک ایسی جماعت میں بھیجا جو تعداد میں بہت بڑی ہے۔ انہوں نے وہاں جا کے مسجد میں ڈیرہ لگایا اور دعا میں کرنے لگ گئے۔ انہوں نے جماعت کو قرآن کریم پڑھنے کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے دیکھا کہ شروع میں جماعت پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ پہلے ہفتہ انہوں نے یہ روپرٹ بھیجی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعت مرچکی ہے اور اس کے زندہ ہونے کی اب کوئی امید نہیں۔ دوسرا ہفتہ کی روپرٹ بھی اس قسم کی تھی۔ تیسرا ہفتہ کی روپرٹ میں انہوں نے لکھا کہ میں نے پہلے جو روپرٹ میں بھجوائی ہیں وہ سب غلط تھیں جماعت مری نہیں بلکہ زندہ ہے لیکن خواب غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔ اگر اس کی تربیت کی جائے اور اسے چھنپوڑا جائے تو اس کی زندگی کے آثار زیادہ نمایاں ہو جائیں گے۔ وہ زندگی جو جماعت ہائے احمد یہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدولت اسلام اور قرآن کریم کے ذریعہ اپنے رب سے حاصل کی ہے۔

غرض بہت سی جماعتوں میں بڑی سستی پائی جاتی ہے لیکن یہ **لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا** (طہ: ۱۱۶) والی بات ہے۔ وہ مرد نہیں لیکن حالات ہی لوگوں کے کچھ ایسے ہیں کہ ان کے اندر غفلت پیدا ہو گئی ہے اس کی بڑی ذمہ داری تو مکر پر ہے۔ یا جماعت بحیثیت مجموعی اس کی ذمہ دار ہے۔ مثلاً آپ یہ دیکھیں کہ مغربی پاکستان میں ایک ہزار کے قریب ہماری جماعتیں ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی جگہوں پر احمدی

موجود ہیں وہ اتنی تھوڑی تعداد میں ہیں کہ وہاں کوئی جماعت قائم نہیں۔ گوہاں ایک طرح سے جماعت موجود ہے لیکن تنظیم قائم نہیں ہوئی۔ صرف ضلع منگری کے متعلق ایک دوست نے مجھے لکھا کہ چالیس ایسے چک ہیں جہاں احمدی افراد موجود ہیں لیکن وہاں تنظیم قائم نہیں ہوئی۔ منظم جماعتوں نے علاوہ ان کے علاوہ ہیں۔ غرض اگر ڈیڑھ ہزار جماعتوں بھی فرض کر لی جائیں۔ یعنی منظم جماعتوں کے علاوہ ان جگہوں، مقامات، دیہات، قصبات اور شہروں کو بھی شمار کر لیا جائے۔ جہاں احمدی افراد موجود ہیں تو مغربی پاکستان میں ڈیڑھ ہزار کے قریب جماعتوں ہیں اور ان کی تربیت کے لئے ہمارے پاس ساٹھ ستر مرتبی ہیں۔ اب آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ساٹھ ستر مرتبی ان جماعتوں کی کس طرح تربیت کر سکتے ہیں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ہمارے یہ مرتبی سو فیصدی کام کرنے والے ہیں، تب بھی وہ ان جماعتوں کی تربیت نہیں کر سکتے۔ یہ ان کے بس کی بات نہیں۔ پھر ہمارے نظام تربیت یعنی مریبوں کے نظام میں بھی بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں اس کے نتیجے میں جماعت کی تربیت والا پہلو ہمیں بھولا رہا جماعت نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

تربیت کے سلسلہ میں اس غفلت کا نتیجہ آج ہم بھگلت رہے ہیں۔ قرآن کریم کے انوار کو پھیلانے کی ذمہ داری ہمارے سپردھی۔ ہم نے اس سے غفلت بر قی اور اس کے نتیجہ میں ہماری روحانی ترقی بہت پیچھے چاپڑی۔ آج مغربی پاکستان میں ہماری جماعتوں ایک ہزار نہیں پچاس ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ ہونی چاہئے تھیں لیکن جب ہم قرآن کریم سے غافل ہوئے تو قرآن کریم کی برکتیں بھی ہم سے جاتی رہیں، ہم ان سے محروم ہو گئے اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ قرآن کریم کی برکتیں تو ہمیں تبھی مل سکتی ہیں۔ جب ہم قرآن کریم سے غافل نہ ہوں۔ ہم اسے ہر وقت اپنے سامنے رکھنے والے ہوں۔ اپنی زندگی میں اسے مشعل راہ بنانے والے ہوں۔ اگر ایسا ہو تو پھر قرآن کریم کی برکتیں ہمیں حاصل ہوں گی۔ اگر ہم ایک چشمہ پر بیٹھے ہوں لیکن اس چشمہ کی طرف ہماری پیٹھ ہو اور ہمارا منہ ریگستان کی طرف ہو تو ہم اس چشمہ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ چشمہ سے پانی پینے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس چشمہ کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے برتن کو گند سے اور ہر اس چیز سے جو پانی کے سوا ہے۔ اور وہ ہمارے لئے مفید نہیں خالی کر لیں تبھی ہم اس برتن کو پانی سے بھر سکتے ہیں اور اسے پی سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے دلوں کے برتن غیر اللہ اور انوار قرآنیہ کے سوا دوسرا چیزوں سے پر ہوں تو اللہ تعالیٰ اور انوار قرآنیہ کے لئے ان میں

کوئی جگہ نہیں ہو گی۔

غرض ہم سے (آپ جماعت کہہ لیں۔ مرزانا صراحت کہہ لیں یا صدر انجمن احمدیہ کہہ لیں) بہر حال غفلت ہوئی ہے۔ اور جماعت کا ایک حصہ ست ہو گیا ہے اور باقی ساری جماعت کو اس کا نقചان برداشت کرنا پڑا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں جماعت میں وقف عارضی کی تحریک کروں اور اس سلسلہ میں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں مجھے پانچ ہزار واقف چاہیں اور واقف بھی ایسے جو طوعاً اپنی مرضی اور خوشی سے سال میں دو ہفتے سے چھ ہفتے تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں ورنہ اگر ضرورت اور ضرورت کا احساس اسی طرح شدت اختیار کر گیا تو شاید کوئی وقت ایسا بھی آجائے جب اس تحریک کو طوعی نہ رکھنا پڑے بلکہ اسے جری تحریک قرار دے دیا جائے اور ہر احمدی کا یہ فرض قرار دے دیا جائے۔ کہ وہ جس طرح اپنی آمد کا سواہواں یاد سواں حصہ دین کے لئے دیتا ہے۔ اسی طرح اپنی زندگی کے ہر سال میں سے پندرہ دن یادو ہفتے وقف عارضی کے لئے بھی دے۔ تاکہ قرآن کریم کی اشاعت صحیح رنگ میں کی جائے۔ اسی طرح جماعتوں کی تربیت بھی صحیح طور پر کی جاسکے۔

زمانہ بدلتا ہے۔ اسی طرح حالات بھی بدلتے ہیں۔ ہماری ایک جماعت کسی زمانہ میں بڑی ہی مخلص تھی۔ اس میں پڑھے لکھے آدمی موجود تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ تھے۔ اور وہ جماعت بڑی مخلص تھی۔ لیکن اس وقت اس کی یہ حالت ہے کہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو صحابہ تھے وہ فوت ہو گئے۔ پڑھے لکھے لوگ اس گاؤں کو چھوڑ کر باہر ملازمتوں کے سلسلہ میں چلے گئے۔ آج وہاں ایک بھی ایسا پڑھا لکھا آدمی موجود نہیں جو آگے کھڑا ہو کر نماز ہی پڑھ سکے۔ اب ایسی جماعت نے بہر حال کمزور ہونا تھا۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ نہ تو مرتبی نے اور نہ امیر ضلع نے مرکز کو کبھی توجہ دلائی۔ کہ اس جماعت کا یہ حال ہے۔ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ اگر وقف عارضی کے نتیجے میں ہمیں اس جماعت کی حالت کا علم نہ ہوتا تو پانچ چھ سال اور گزرنے کے بعد ہمارے کاغذوں اور رجسٹروں میں سے بھی اس جماعت کا نام مٹ جاتا اور کسی شخص کو یہ علم نہ ہوتا کہ وہاں کوئی احمدی ہے یا نہیں۔ چندہ لینا اصل چیز نہیں۔ گو جماعت کے افراد کے لحاظ سے مالی قربانی بھی اصل چیزوں میں سے ہے۔ لیکن ہمارے لئے تو اصل چیز یہ ہے۔ کہ دین اور اسلام کی روح ان کے اندر پیدا ہوا اور ان کے دلوں میں بڑی شدت سے اس احساس کو جگایا جائے کہ بنده خدا تعالیٰ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی پیدائش کی غرض

خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا حصول ہے۔ اس لئے تم دنیا کے کئی نہ بون بلکہ اپنے رب کی طرف جھکو۔ اور اس سے نور حاصل کرو۔ اس کی رضا کو حاصل کرو۔ اور اس کی بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

جس جماعت کا میں نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کچھ عرصہ اور اس کا نام ہمارے رجسٹروں میں رہتا۔

کچھ نہ کچھ چندہ وہاں سے آتا رہتا۔ اور ہم سمجھتے کہ وہاں جماعت قائم ہے۔ لیکن اگر وہ چندہ دینا بند کر دیتے تو کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ ایک جماعت مث رہی ہے گواہی وہ جماعت مری نہیں۔ کیونکہ وقف عارضی کے نتیجہ میں اس کی بیہوٹی اور غفلت دور ہو گئی ہے اور اس میں زندگی کے آثار ہمودار ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ توقع ہے کہ نہ اس جماعت میں زندگی کے آثار ہی ہمودار ہوں گے۔ بلکہ اس کی ترقی کی صورت بھی نکل آئے گی۔ جو واقف وہاں گئے ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر وہاں کوئی مرتبی رکھا جائے۔ یا واقفین عارضی کے مختلف گروہ وہاں آتے رہیں۔ تو وہاں اصلاح و ارشاد کا میدان بھی کھلا ہے گویا واقفین عارضی کے جانے سے پہلے اس جماعت کے مرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور اب ان کے جانے کے بعد نہ صرف اس کی زندگی بلکہ اس کی ترقی کے سامان بھی نظر آنے لگ گئے ہیں۔

پس جماعت یا تو مجھے ایک ہزار مرتبی دے (یعنی ایک ہزار پچھے آج مجھے دے دے۔ جنہیں تربیت دے کر مرتبی بنایا جائے) اور یا ضرورت کے مطابق واقفین عارضی مہیا کرے۔ اگر آپ مجھے آج ایک ہزار پچھے دے دیں گے تو میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ان ایک ہزار بچوں کی تربیت اور تعلیم کا سامان بھی مجھے دے دے گا۔ لیکن ان کی تیاری پر بھی وقت لگے گا۔ یعنی جب تک وہ نوسالہ کو رس پورا نہ کر لیں یا اگر وہ میٹرک پاس ہوں تو گیارہ سال اور اگر چھوٹے ہیں تو تیرہ سال کا عرصہ ان کی تربیت کا گزرنہ جائے۔ اس وقت تک عارضی واقفین کی ضرورت رہے گی۔ کیونکہ یہ تو ہونہیں سکتا کہ ہم اس قسم کی کمزور جماعتوں سے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ غفلت بر تین اور میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں چپ ہو کر بیٹھ جاؤں اور ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے دن گزاروں کہ کہیں مجھ پر خدا تعالیٰ کا غصب نازل نہ ہو۔ اس لئے کہ میں اس قسم کی جماعتوں کو جگانے کا انتظام نہیں کر رہا۔ اگر آپ مجھے واقفین نہیں دیں گے یا خود وقف کے لئے آگے نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ کوئی اور سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے کیوں محروم ہو رہے ہیں۔

پس میں آج پھر جماعت کو بڑے زور کے ساتھ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے کم از کم پانچ

ہزار واقفین کی ضرورت ہے جو ہر سال دو ہفتے سے پھر ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ جو واقفین عارضی وقف کی تحریک کے ماتحت باہر گئے ہیں۔ ان میں ہر عمر اور علمی معیار کے لوگ شامل تھے اور ان میں سے زیادہ تر کا تاثر یہ ہے کہ بڑی کثرت کے ساتھ انہوں نے استغفار اور لاحول پڑھا۔ یعنی ان کے دل کے اندر یہ احساس اُجاگر ہوا کہ ہم نے غفلت میں دن گزارے ہیں۔ ہم سے بہت سی کوتا ہیاں ہوئی ہیں۔ اس لئے ہمیں استغفار کرنا چاہئے۔ تا اللہ تعالیٰ ہماری غفلتوں اور کوتا ہیوں کو معاف کر کے ہمیں اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ دوسرا یہ جو ذمہ داری کا کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کو نبانہنے کے ہم قابل نہیں۔ اس طرف ہم نے کبھی توجہ نہیں کی تھی نہ ہم نے جماعت کا لٹر پچر پڑھا تھا اور نہ ہم نے دعائیں کی تھیں۔ اس لئے ہم سے یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمیں حاصل نہ ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ سے ہمیں قوت نہ ملے۔ اس لئے انہیں استغفار اور لاحول پڑھنا پڑا اور لاحول یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے (مغفرت کے بعد) قوت حاصل کرتا ہے۔ وہ استغفار کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اے اللہ! مجھ سے جو گناہ ہو چکے ہیں تو مجھے معاف کرو اور مجھے اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے اور آئندہ بھی گناہ سے بچا۔ اور پھر کہتا ہے اب مجھے کچھ کرنے کی توفیق بھی دے۔ جب گناہ معاف ہو جائیں۔ تو اگلا قدم انسان کا یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ کہ وہ اس کی ترقی کے سامان پیدا کرے وہ دعا کرے کہ اے اللہ ہم بد عمل تھے تو نے ہماری بداعمالیوں پر اپنی مغفرت کی چادر ڈال دی۔ ہم لا شئی محض ہیں۔ ہم میں کوئی قوت نہیں تو ہمیں قوت عطا کر کہ ہم تیری را ہوں پر دوڑنے لگ جائیں اور تجھے سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں۔ غرض ہر واقف کو اپنے وقف کے عرصہ میں یہ احساس بڑی شدت کے ساتھ ہوا کہ استغفار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس نے اپنی زندگی کے دن بڑی غفلت میں گزارے ہیں۔ اور پھر اسے خدا تعالیٰ سے طاقت بھی مانگنی چاہئے کہ اس کی دی ہوئی طاقت کے بغیر ہم اس قسم کے دینی کام نہیں کر سکتے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے فضلوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا بعض جگہیں ایسی بھی ہیں کہ جب وہاں واقفین عارضی پہنچ تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ بعض غیر از جماعت دوستوں کو خوابوں میں بڑے زور کے ساتھ تلقین کی گئی اور انہیں متوجہ کیا گیا کہ جماعت احمد یا ایک سچی جماعت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعوے میں سچے اور حق

پر ہی تم اس جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ ان خوابوں کے ذریعہ بعض بیعتیں بھی ہوئی ہیں۔
 بہر حال جب آپ قرآن کریم پڑھائیں گے تو بہت سارے غیر از جماعت بچے بھی قرآن کریم
 پڑھنے کے لئے آجائیں گے اس طرح بہت سی غلط باتیں جو ہماری جماعت کے متعلق مشہور ہو گئی ہیں خود
 بخود ان کے دلوں سے دور ہو جائیں گی۔ کیونکہ آپ کا عمل ایک زبردست دلیل ہو گا۔ وہ لوگ سمجھیں گے
 کہ کہا تو یہ جاتا تھا کہ یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے اور عملًا ہم دیکھ رہے ہیں کہ صرف یہی لوگ
 ہیں جو قرآن کریم پڑھانے اور سکھانے کے لئے اپنے خرچ پر دور دراز سے آئے ہیں اور پھر یہ کام بھی
 بڑے شوق سے کر رہے ہیں یہ بیگانہ نہیں کاٹ رہے بلکہ چوبیں گھنٹے کام کر رہے ہیں۔ غرض وقف عارضی
 کی سکیم کے بہت سے فوائد ہیں جن کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جاسکتا۔ ہاں میں یہ پھر تاکید سے
 ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے سال کے دورانِ کم از کم پانچ ہزار واقفین کی ضرورت ہے۔ اگر دس ہزار
 واقفین مل جائیں تو اور بھی اچھا ہے۔ تا ہم جماعت کو قرآن کریم پڑھائیں۔ اس کی ایسی تربیت کر سکیں
 کہ وہ قرآن کریم پر عمل کرنے والی ہو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو حاصل کرنے والی ہو جو
 قرآن کریم پڑھنے قرآن کریم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں آج ہم پر نازل ہو رہے ہیں اور جو
 جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض ہے اور تا ہم تمام دنیا میں اشاعت قرآن اور غلبہ اسلام کے فریضہ کو جو ہم
 پر عائد کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں کامیاب طور پر پورا کرنے والے ہوں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو کما
 حقہ ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ الحسن اپنے فضل کے ساتھ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۶)



خطبہ جمعہ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۶ء



شعبہ زادنویسی کے ریکارڈ کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ارشاد نہیں فرمایا۔



تحریک وقف جدید کی اہمیت کے پیش نظر احباب جماعت

کواس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ وقف جدید ایک مبارک الہی تحریک۔
- ☆ وقف جدید کی معلمین کلاس میں کم از کم سو واقفین شامل ہونے چاہئیں۔
- ☆ مومن کا وعدہ ملتوی ہو سکتا ہے منسوخ نہیں۔
- ☆ جماعت احمدیہ کے بچے وقف جدید کا تمام بوجھ اٹھائیں۔
- ☆ احمدی بچے دنیا میں ایک بہترین نمونہ قائم کرنے والے بنیں۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج میں وقف جدید کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جولائی ۱۹۵۷ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مبارک الہی تحریک کے متعلق بعض ابتدائی باتیں جماعت کے سامنے رکھی تھیں پھر ۱۹۵۷ء ہی میں جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں حضور نے اس کی بعض تفاصیل بیان فرمائیں۔ حضور نے یہ تحریک بیان کرنے کے بعد جماعت کے سامنے ابتداء یہ بات رکھی تھی کہ میں فی الحال دس واقفین لینا چاہتا ہوں اور اسی کے مطابق اندازہ خرچ بھی کم و بیش آٹھ دس ہزار روپے کا تھا لیکن آپؐ کی یہ خواہش تھی کہ یہ الہی تحریک درجہ بدرجہ ترقی کرتی چلے جائے اور جلد ہی ایک وقت ایسا آجائے جب دس کی بجائے ہزاروں واقفین اس تحریک میں کام کر رہے ہوں۔ پھر یہ واقفین صرف پاکستان سے ہی نہ ہوں بلکہ دوسرے ممالک سے بھی افریقہ کے ممالک سے بھی امریکہ کے ممالک سے بھی اور ان کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی۔ اور پھر جوں جوں واقفین کی تعداد بڑھتی چلے جائے اور خرچ میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔ اسی کے مطابق جماعت اپنی مالی قربانیاں بھی تیز سے تیز تر کرتی چلی جائے تاکہ ہم وہ مقصد جو اس الہی تحریک کا ہے وقت قریب میں حاصل کر لیں۔

جبیسا کہ میں نے ابھی مختصر آیتا ہے۔ وقف جدید کی تحریک کی ابتداء دس واقفین سے ہوئی تھی اور اس وقت جبکہ اس تحریک پر قریباً نو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ تعداد صرف اکاسی واقفین تک پہنچی ہے۔ جن میں سے سترہ کے قریب زیر تعلیم ہیں اور صرف چونسٹھ مختلف جماعتوں میں کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضور کا منشاء یہ تھا کہ دنیا بھر کی جماعتیں ہزاروں کی تعداد میں واقفین ہمیں دیں اور ہم اول توہر جماعت میں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم دس دس پندرہ پندرہ میل کے حلقہ میں ایک ایک ایسے واقف (وقف جدید) کو مقرر کریں جس نے قربانی کے جذبے سے، خلوص کے ساتھ اور خدمت اسلام کی نیت سے

اپنی زندگی وقف کی ہو۔ اس واقف کو معمولی گزارہ دیا جائے۔ مثلاً پچاس یا ساٹھ روپے ماہوار اور اس کے باقی اخراجات کے لئے آمد کے بعض اور ذرائع مہیا کئے جائیں۔ مثلاً یا انتظام کیا جائے کہ جس جماعت میں اسے مقرر کیا جائے۔ وہ جماعت یا تو دس ایکڑ میں اس تحریک کے لئے وقف کرے اور اس ز میں کی آمد اس واقف کو دی جائے اور یا پھر اس واقف کے ذریعہ پر اندری تک ایک سکول کھول دیا جائے جہاں وہ احمدی بچوں کو (اور دوسرے بچوں کو بھی جو وہاں تعلیم حاصل کرنا چاہیں) قرآن کریم پڑھائے اور دوسری مروجہ تعلیم بھی دے اور یا پھر اسے کمپاؤنڈری یا حکمت کی ابتدائی تعلیم دلائی جائے تا وہ ایسی جگہوں پر جہاں ابتدائی طبی امداد بھی مہیا ہونا مشکل ہے۔ وہاں کے رہنے والوں کو ابتدائی طبی امداد مہیا کرے اور اس طرح پر جو آمد ہو وہ بھی مرکز وصول نہ کرے بلکہ اس ذریعہ سے جو آمد بھی ہو وہ اس واقف کو دے دی جائے سکول کی صورت میں اگر اساتذہ ایک سے زائد ہوں تو فیض کے ذریعہ جو آمد ہو وہ سب اساتذہ میں تقسیم کر دی جائے۔

بہر حال اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نظر آ رہا تھا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر جماعت میں کم از کم ایک معلم ضرور بٹھا دیا جائے۔ لیکن چونکہ حضور ایک لمبا عرصہ علیل رہے اور اس عرصہ میں جماعت حضور کے خطبات سے محروم رہی اور چونکہ جب تک بار بار جگایا نہ جاتا رہے۔ انسان عادتاً کمزوری کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس لئے وقف جدید کی اہمیت اور افادیت آہستہ آہستہ جماعت کے افراد کی نظر وہ سے او جھل ہوتی چلی گئی اور اس تحریک کا وہ نتیجہ نہ لکا جو میرے نزدیک نوسالوں میں نکلا چاہئے تھا۔ اور اس کی ذمہ داری ساری جماعت پر بھیتیت جماعت عائد ہوتی ہے۔ وقف عارضی کے جو وہ مختلف علاقوں میں گئے ہیں ان میں سے کم از کم ساٹھ ستر فیصدی وفواد ایسے ہوں گے جنہوں نے اپنا وقف عارضی کا زمانہ ختم کرنے کے بعد جو آخری رپورٹ ہمیں بھجوائی اس میں بڑی شدت سے یہ مطالبہ کیا کہ اس جماعت کو کوئی مربی یا معلم ضرور دیا جائے اور یہ بھی لکھا کہ جماعت خود بھی یہ احساس رکھتی ہے کہ جب تک اسے کوئی معلم نہ دیا جائے وہ ان ذمہ داریوں کو کما تھے، ادا نہیں کر سکتی جو تربیت کے لحاظ سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔ لیکن اگر میرے پاس واقفین ہی نہ ہوں تو میں انہیں کہاں سے معلم مہیا کروں۔ پھر اگر جماعت اپنی بہت اور جماعتی ضرورت کے مطابق مالی قربانیاں پیش نہ کرے تو ان معلمین کو گزارہ کہاں سے دیا جائے۔

پس پہلی بات تو یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ واقفین اس تحریک میں شمولیت کے لئے اپنے نام پیش کریں۔ میں نے بتایا ہے کہ اس وقت زیر تعلیم واقفین کو شامل کر کے قریباً اکیاسی ۸۱ واقف ہمارے پاس ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس تحریک کو ابتداء دس کی تعداد سے شروع کیا۔ اگر ہم ہر سال اس میں دس کا اضافہ کرتے تب بھی اس وقت ہمارے پاس نوے ۹۰ واقفین ہونے چاہئے تھے لیکن اگر ہم اس تعداد میں ہر سال صرف دس دس کی زیادتی ہی کریں تو چونکہ ہم نے ہزاروں تک پہنچنا ہے اس لئے جب ہم پہلے ہزار تک پہنچیں گے تو ایک صدی گزر پچکی ہو گی اور ہم اتنا لمبا عرصہ انتظار نہیں کر سکتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت اس طرف توجہ دے تو ہر سال پہلے سال کی نسبت دگنی تعداد میں واقف آسکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا رہتا تو اس وقت واقفین کی تعداد پانچ ہزار کے قریب پہنچ پچکی ہوتی۔ یعنی اگر پہلے سال دس واقفین تھے تو دوسرے سال میں واقفین رکھے جاتے۔ تیسرا سال چالیس رکھے جاتے اور چوتھے سال اسی تک ان کی تعداد پہنچ جاتی اور اس طرح نو سال میں ان کی تعداد ۱۱۵ تک جا پہنچتی۔ اگر ہم پہلے سال کی نسبت واقفین کی تعداد میں ڈیڑھ گنا اضافہ بھی کرتے رہتے تب بھی ہماری ضرورت ایک حد تک پوری ہو جاتی بشرطیکہ ہم اسی تناسب سے اپنے چندوں میں بھی اضافہ کرتے چلے جاتے لیکن اس نسبت یعنی ڈیڑھ نسبت کے ساتھ بھی واقفین نہیں آئے بلکہ سوائی نسبت کے ساتھ یا ہر سال ۱/۱۰ یا ۱/۵ کی زیادتی کے ساتھ بھی واقفین اس تحریک میں شامل نہیں ہوئے ورنہ وہ فوری ضرورتیں پوری ہو جاتیں جو اس وقت ہمارے سامنے آ رہی ہیں اور جنہیں پورا ہوتے نہ دیکھ کر ہمیں دکھ اور اذیت اور تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے اگر ہماری فوری ضرورتیں پوری ہو جاتیں تو ہم اس دکھ تکلیف اور اذیت سے بچ رہتے جماعتیں پکار رہی ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ ہم میں احمدیت قائم رہے تو ہمیں مستقل واقف دو۔ وقف عارضی والے آپ سے بار بار مطالبہ کر رہے ہیں کہ جماعتوں میں واقفین بھیج جائیں اور جماعت کو کہہ رہے ہیں کہ ان واقفین کو سنبھالنے کے لئے جس قدر قم کی ضرورت ہے وہ مہیا کرے لیکن آپ نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی اور یہ بڑا ظلم ہوا ہے اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ سب کو جگاؤں اور بیدار کروں اور اس تحریک کی اہمیت آپ کے ذہن نشین کرانے کے بعد آپ سے یہ مطالبہ کروں کہ آئندہ سال مجھے کم از کم ایک سو نئے واقفین چاہئیں مجھے بتایا گیا ہے کہ وقف جدید کی تربیتی کلاس جنوری سے شروع ہوتی ہے اور دسمبر تک رہتی ہے۔

پس میرا مطالبہ یہ ہے کہ جنوری ۷۶ء میں جو نئی تربیت کلاس شروع ہوگی اس میں کم از کم سو واقفین شامل ہونے چاہئیں۔ اگر جماعت نے میرا یہ مطالبہ پورا کر دیا تب بھی ہمیں ایک سال تک انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ کلاس کا نصاب ایک سال کا ہے اور نئے واقفین جو آئیں گے وہ ایک سال تک تربیت حاصل کریں گے۔ اور اگر وہ سارے کامیاب بھی ہو جائیں تب بھی ایک سال کے بعد ہی ہم ان سو نئے واقفین سے جماعت کی تربیت کا کام لے سکیں گے۔ بہر حال اگر یہ کصد نئے واقفین آ جائیں تو ہمیں یہ تسلی اور اطمینان تو ہو گا کہ ایک سال کے بعد کم از کم سو نئی جماعتوں میں واقفین وقف جدید پہنچ جائیں گے اور وہ وہاں مستقل طور پر رہیں گے۔ ہم ایک سال اور انتظار کر لیں گے۔ اس عرصہ میں ہم وقف عارضی کے انتظام کے ماتحت خوابیدہ جماعتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اور جب واقفین مستقل طور پر جماعتوں میں پہنچ جائیں گے تو وہ قرآن کریم پڑھانے اور جماعت کی تربیت اور دیگر ذمہ داریوں کو داکرتے رہیں گے۔ اور اس طرح جماعت سنبھل جائے گی اور بیدار ہو جائے گی۔ اور اس میں زندگی کی ایک نئی روح پیدا ہو جائے گی۔ لیکن اگر آپ حسب سابق ہر سال اس تعداد میں صرف دس کا ہی اضافہ کریں تو یہ ہمارے لئے کافی نہیں۔

پس میں چاہتا ہوں کہ اگلے سال واقفین وقف جدید کی کلاس میں جو جنوری ۱۹۶۷ء سے شروع ہو گی۔ کم از کم ایک سو واقفین ہو جائیں اور جماعت کو چاہئے کہ وہ اس طرف متوجہ ہو۔

اساتذہ کی ایک تعداد ہر سال ریٹائر ہوتی ہے۔ اگر وہ خاص طور پر اس طرف توجہ دیں تو وہ بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ اگر پیشنا یافتہ اساتذہ اپنی بقیہ عمر وقف جدید میں وقف کریں تو ہمیں زیادہ اچھے اور تجربہ کار واقفین مل سکتے ہیں بشرطیکہ وہ خلوص نیت رکھنے والے ہوں اپنے اندر قربانی کا مادہ رکھنے والے ہوں۔ دنیا کی محبت ان کے دلوں میں سرد ہو چکی ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف منہ کر کے اپنی بقیہ زندگی گزارنے کے متممی اور خواہاں ہوں اور دنیا، شیطان اور دنیوی آرام اور آسائشوں کی طرف پیچھے کر کے اپنی بقیہ زندگی کے دن گزارنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ باپ کی طرح تربیت کرنے والے ہوں۔ یعنی محبت، پیار، اخلاص، ہمدردی اور غنواری کے ساتھ تربیت کرنے والے ہوں۔ ایسے اساتذہ اگر ہمیں مل جائیں تو ممکن ہے ہم انہیں یہاں ایک سال کی بجائے چند ماہ تعلیم دے کر جماعتوں میں کام کرنے کے لئے بھجو سکیں۔

اگر ہمیں واقفین زیادہ تعداد میں مل جائیں اور میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ جماعت کو یہ توفیق عطا کرے گا کہ جس تعداد میں واقفین کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس تعداد میں واقفین مہیا کر دے۔ تو پھر ان کے خرچ کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ گز شستہ سال مجلس شوریٰ کے موقع پر وقف جدید کا بجٹ ایک لاکھ ستر ہزار روپے (۱,۷۷,۰۰۰) کا منظور ہوا تھا۔ لیکن اس وقت تک دفتر وقف جدید میں جو وعدے وصول ہوئے ہیں وہ صرف ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کے قریب کے ہیں۔ یعنی وقف جدید کے منظور شدہ بجٹ کے مطابق بھی وعدے موصول نہیں ہوئے۔ پھر بعض جائز اور ناجائز وجوہ کی بناء پر سارے وعدے عملًا پورے بھی نہیں ہوا کرتے۔ یعنی اتنی رقم موصول نہیں ہوتی جتنی رقم کے وعدے ہوتے ہیں۔ سال کے شروع میں ایک شخص خوب کمارہ ہوتا ہے اور اپنی آمد کے مطابق وہ اپنا وعدہ لکھواتا ہے لیکن بعد میں وہ حادث زمانہ کی پیٹ میں آ جاتا ہے۔ اس کی آمد کم ہو جاتی ہے۔ اور وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنے وعدہ کو ملتوى کر دے کیونکہ مومن اپنے وعدہ کو منسوخ نہیں کرتا ہاں جب اسے حالات مجبور کر دیتے ہیں تو وہ اپنے وعدہ کو ملتوى کر دیتا ہے۔ اس نیت کے ساتھ کہ جب اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے گا۔ تو وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا کر دے گا۔ ایسے ہی لوگوں کو بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق بھی عطا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے وعدے پورے کر دیں۔ لیکن یہاں حال یہ ہے کہ ایک لاکھ ستر ہزار روپے (۱,۷۷,۰۰۰) کا بجٹ تھا اور وعدے ابھی تک ایک لاکھ چالیس ہزار روپے (۱,۳۰,۰۰۰) کے وصول ہوئے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں اس وقت تک صرف پچانوے ہزار روپے (۱,۷۷,۹۵,۰۰۰) کی وصولی ہوئی ہے۔ حالانکہ سال رواں میں وقف جدید کے لئے ہمیں دولاکھ یا اس سے زیادہ روپے کی ضرورت ہے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ایک لاکھ ستر ہزار روپے (۱,۷۷,۰۰۰) میں ہمارا کام نہیں چلے گا۔

ہمیں کم از کم دولاکھ سو ادولاکھ روپے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس قدر رقم ہمیں ملنی چاہئے تا وہ عظیم اور نہایت ہی ضروری اور مفید کام جو وقف جدید کے سپرد کیا گیا ہے۔ کما حقہ، پورا کیا جاسکے۔

پس بجٹ جو مجلس شوریٰ نے پاس کیا تھا اگرچہ وہ ایک لاکھ ستر ہزار روپے (۱,۷۷,۰۰۰) کا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کم از کم دولاکھ روپیہ وصول ہونا چاہئے لیکن اس وقت جو وعدے وصول ہوئے ہیں وہ ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ (۱,۳۰,۰۰۰) کے ہیں۔ اس کے لئے ایک تو یہ ہونا چاہئے کہ جو دوست اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں وہ اپنے وعدوں پر دوبارہ غور کریں اور جماعت کی ضرورت کو سامنے

رکھتے ہوئے ان میں اضافہ کریں اور پھر دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرے وہ دوست جنہوں نے ابھی تک وقف جدید کی مالی تحریک میں حصہ نہیں لیا انہیں اس تحریک کی اہمیت ذہن نشین کرنی چاہئے اور انہیں اس میں شامل ہونا چاہئے۔

تیسرا میں آج احمدی بچوں (بڑکوں اور بڑیوں) سے اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے بچو! اٹھو اور آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقف جدید کے کام میں جو رخ نہ پڑ گیا ہے اسے پُر کر دوا اور اس کمزوری کو دور کر دو جو اس تحریک کے کام میں واقع ہو گئی ہے۔

کل سے میں اس مسئلہ پر سوچ رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ جس طرح ہماری بہنیں بعض مساجد کی تعمیر کے لئے چندہ جمع کرتی ہیں اور سارا ثواب مردوں سے چھین کر اپنی جھولیوں میں بھر لیتی ہیں۔ وہ اپنے بالپوں اپنے بھائیوں اپنے خاندوں اپنے دوسرے رشتہ داروں یا دوسرے احمدی بھائیوں کو اس بات سے محروم کر دیتی ہیں کہ اس مسجد کی تعمیر میں مالی قربانی کر کے ثواب حاصل کر سکیں۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ احمدی بچوں کو توفیق دے تو جماعت احمدیہ کے بچے وقف جدید کا سارا بوجھ اٹھا لیں لیکن چونکہ سال کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور مجھے ابھی اطفال الاحمدیہ کے صحیح اعداد و شمار بھی معلوم نہیں اس لئے میں نے سوچا کہ آج میں اطفال الاحمدیہ سے صرف یہ اپیل کروں کہ اس تحریک میں جتنے روپے کی ضرورت تھی اس میں تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں جو کمی رہ گئی ہے اس کا بارتمان اٹھا لو اور پچاس ہزار روپیہ اس تحریک کے لئے جمع کرو۔

یہ صحیح ہے کہ بہت سے خاندان ایسے بھی ہیں۔ جن کے بچوں کو مہینہ میں ایک دو آنے سے زیادہ رقم نہیں ملتی۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے۔ کہ ہماری جماعت میں ہزاروں خاندان ایسے بھی ہیں۔ جن کے بچے کم و بیش آٹھ آنے ماہوار یا شاہد اس سے بھی زیادہ رقم ضائع کر دیتے ہیں۔ چھوٹا بچہ شوق سے پیسے لے لیتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی قیمت کیا ہے۔ وہ پیسے مانگتا ہے اور اس کی ماں یا اس کا باپ اس کے ہاتھ میں پیسہ آنے، دونی یا چونی دے دیتا ہے۔ اور پھر وہ بچہ اسے کہیں پھینک کر ضائع کر دیتا ہے۔ اگر ماں میں ایسے چھوٹے بچوں کو وقتی خوشی کے سامان پہنچانے کے لئے پیسہ، آنے، دونی، یا چونی دے دیں اور پھر انہیں ثواب پہنچانے کی خاطر تھوڑی دیر کے بعد ان سے وہی پیسہ، آنے دونی یا چونی وصول کر کے وقف

جدید میں دیں اور اس طرح ان کے لئے ابدی خوشیوں کے حصول کے سامان پیدا کر دیں تو وہ بڑی ہی اچھی مائیں ہوں گی۔ اپنی اولاد کے حق میں۔ لیکن یہ تو چھوٹے بچے ہیں۔ جو اپنی عمر کے لحاظ سے ابھی اطفال الاحمد یہ میں شامل نہیں ہوئے وہ بچے جو اپنی عمر کے لحاظ سے اطفال الاحمد یہ یا ناصرات الاحمد یہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ یعنی ان کی عمر میں سات سے پندرہ سال تک کی ہیں۔ اگر وہ مہینہ میں ایک اٹھنی وقف جدید میں دیں تو جماعت کے سینکڑوں ہزاروں خاندان ایسے ہیں جن پر ان بچوں کی قربانی کے نتیجہ میں کوئی ایسا بار نہیں پڑے گا کہ وہ بھوکے رہنے لگ جائیں۔ رہے وہ غریب خاندان جن کے دلوں میں نیکی کرنے اور ثواب کمانے کی خواہش پیدا ہو۔ لیکن ان کی مالی حالت ایسی نہ ہو کہ ان کا ہر بچہ اس تحریک میں ایک اٹھنی ماہوار دے سکے۔ تو ان لوگوں کی خواہش کے مذکور میں ان کے لئے یہ سہولت پیش کر دیتا ہوں کہ ایسے خاندان کے سارے بچے مل کر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دیں کہ اس طرح اس خاندان کے سارے بھائی اور بھینیں ثواب میں شریک ہو جائیں گی۔ لیکن یہ رعایت صرف ان خاندانوں کے لئے ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں لیکن باطنی اور ایمانی لحاظ سے ان کے دل روشن اور مضبوط ہیں اور ان کے بچوں کے دلوں میں یہ خواہش ہے کہ کاش ہماری مالی حالت ایسی ہوتی کہ ہم میں سے ہر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دے سکتا اور ہم ثواب سے محروم نہ رہتے ان کی ایسی خواہش کو منظر رکھتے ہوئے میں نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ سب بچے مل کر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دیں۔

اب سال کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے اگر احمدی بچے اس موقع پر پچاس ہزار روپیہ پیش کر دیں تو وہ دنیا میں ایک بہترین نمونہ قائم کرنے والے ہوں گے۔ اور اس طرح ہماری وہ ضرورت پوری ہو جائے گی جو اس وقت اعلاءے کلمۃ اللہ اور جماعت کی مضبوطی اس کی تربیت اور تعلیم کے نظام کو مستلزم کرنے کے لئے ہمارے سامنے ہے اور جس طرح آنحضرت ﷺ نے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کے لئے ان کی نماز کی بلوغت سے پہلے نماز پڑھانے کی ہمیں تلقین کی ہے۔ اسی طرح ان مالی قربانیوں کے لئے جو فرض کے طور پر ایک احمدی پر عائد ہوتی ہیں اس فرض کے عائد ہونے سے پہلے ہمارے بچوں کی تربیت ہو جائے گی اور جب وہ فرض ان پر عائد ہوگا تو وہ خوشی اور بیشاست سے مالی جہاد میں شامل ہوں گے اور اس فرض کے ادا کرنے میں وہ کوئی کمزوری نہ دکھائیں گے کیونکہ ان کی طبیعتوں میں بچپن سے ہی یہ بات راسخ ہو چکی ہو گی کہ جہاں ہم نے خدا اور رسول کے لئے دوسری قربانیاں کرنی ہیں۔ وہاں ہم نے خدا اور

اس کے رسول کے لئے مالی قربانیاں بھی دینی ہیں۔

غرض ایک بچہ جب اٹھنی دے رہا ہو گایا جب بعض خاندانوں کے سب بچے باہم مل کر ایک اٹھنی ماہوار وقف جدید میں دے رہے ہوں گے۔ تو یہ ایک لحاظ سے ان کی تربیت ہو گی اس طرح ہم ان کے ذہن میں یہ بات بھی راخ کر رہے ہوں گے۔ کہ جب خدا تعالیٰ کسی کو مال دیتا ہے تو وہ مال جو اس کی عطا ہے بثاشت سے اسی کی طرف لوٹا دینا اور اس کے بدله میں ثواب اور اس کی رضا حاصل کرنا اس سے زیادہ اچھا سودا دنیا میں اور کوئی نہیں۔ پس اے احمدیت کے عزیز بچو! اٹھو اور اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑ جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں مفت میں ثواب مل رہا ہے۔ آپ ہمیں اس سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔ آپ ایک اٹھنی ماہوار ہمیں دے دیں کہ ہم اس فوج میں شامل ہو جائیں۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دلائل و برائین اور قربانی اور ایثار اور فدائیت اور صدق و صفا کے ذریعہ اسلام کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے گی۔ تم اپنی زندگی میں ثواب لوٹتے رہے ہو۔ اور ہم بچے اس سے محروم رہے ہیں۔ آج ثواب حاصل کرنے کا ایک دروازہ ہمارے لئے کھولا گیا ہمیں چند پیسے دو کہ ہم اس دروازہ میں سے داخل ہو کر ثواب کو حاصل کریں اور خدا تعالیٰ کی فوج کے تنہے منے سپاہی بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

(مطبوعہ روز نامہ الفضل ربوہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)



ہمیں یقین ہے کہ ایک شمس کے بد لے اللہ تعالیٰ

ہزاروں اور شمس عطا فرمائے گا

(خطبہ جمعہ فرموہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ شمس صاحب کی وفات سے بے شک ہمیں صدمہ پہنچا ہے۔
- ☆ جب ہم میں سے ایک شخص جاتا ہے تو اُس کی جگہ اور کئی اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرتا ہے۔
- ☆ شمس صاحب کی خدمات کی حضرت مصلح موعودؒ کے دل میں بڑی قدر تھی۔
- ☆ جانے والا ہمیں بہت پیارا تھا لیکن جس نے بُلا یادہ ہمیں سب سے زیادہ پیارا ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ ہمیں اُس گروہ میں شامل کرے جو ”خالد“ بنے والے ہیں۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانِ ۝ وَيَقْنُو وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلْلِ وَالْأَكْرَامِ
(الرَّحْمَنُ : ۲۷، ۲۸)

اس کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بیماریوں اور امراض کے لئے شفا قرار دیا ہے۔ یہ کتاب عظیم انسان کی اخلاقی بیماریوں کو بھی دور کرتی ہے اس کی روحاںی بیماریوں کو بھی دور کرتی ہے اور ان زخمیوں کے لئے بھی جو انسان اپنی فطرت اور طبیعت کے تقاضا کے مطابق محسوس کرتا ہے اور اسے تکلیف پہنچاتے ہیں بطور پہنچا یہ کے کام آتی ہے۔

ہمیں کل اپنے ایک ابھی دوست پایہ کے عالم، خدا اور اس کے رسول ﷺ کے عاشق اور احمدیت کے فدائی کی جدائی کا صدمہ پہنچا ہے۔ اور فطرتاً ہمیں اس سے غم اور دل کھوس ہوتا ہے۔ لیکن ہم خدا تعالیٰ کی کتاب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اپنے رب سے تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دو آیات میں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں فرماتا ہے کہ

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانِ ۝ وَيَقْنُو وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلْلِ وَالْأَكْرَامِ ۝

ز میں پر ہر چیز جو پائی جاتی ہے وہ فنا ہونے والی ہے۔ سوائے ان بالتوں اشیاء اور وجودوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ باقی رکھنا چاہے وہ خدا ذوالجلال بھی ہے اور ذوالاکرام بھی ہے۔ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وقت میں اعلان فنا بھی کیا ہے۔ اور اعلان بقا بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو ملکیت فنا ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور اس نے ان چیزوں کو اپنی مشیت کے ماتحت ایک بقاعداتا کی ہے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے اور جو دو آیات میں نے پڑھی ہیں وہ بھی مختصر اُس کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ ایک تو انسان کی روح مرنے کے بعد بقا حاصل کرتی ہے اور دوسرے قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال صالح کو بھی باقی رکھتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ ان دونوں آیات میں فرماتا ہے کہ ہر چیز جو اس دنیا میں ہے۔ آخر یہاں سے چلی جائے گی۔ نہ انسان یہاں رہے گا کہ وہ بھی فانی ہے اور نہ اس کے اعمال۔ جہاں تک مرنے والے کی ذات کا تعلق ہے اس دنیا میں باقی رہیں گے بلکہ وہ اعمال مرنے والے کے ساتھ ہی دوسرے جہاں میں لے جائے جائیں گے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانِٰ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلْلِ وَالْأَكْرَامٍ ۝ ۵۰ ہر چیز جو زمین پر پائی جاتی ہے فانی ہے۔ سوائے ان اشیاء اور وجودوں کے جنہیں خدا تعالیٰ باقی رکھنا چاہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آیات کے ایک معنی تفسیر صغير (صفحہ ۱۲۷) میں بھی کہے ہیں کہ اس سر زمین پر جو کوئی بھی ہے آخر ہلاک ہونے والا ہے اور صرف وہ بچتا ہے۔ جس کی طرف تیرے جلال اور عزت والے خدا کی توجہ ہو۔

پس وہ لوگ اپنے ان اعمال کے ساتھ جن کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو دنیا میں قائم رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقا حاصل کرتے ہیں۔ یعنی ان کو بقا حاصل ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں (جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے) صاحب عزت و ہی ہوتے ہیں جو صاحب تقویٰ ہوں جیسا کہ فرمایا۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَمُكُمْ (الحجرات: ۱۷) یعنی خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہی عزت پاتے ہیں جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول تقویٰ کی باریک را ہوں پر گامزن ہوتے ہیں اور رضاۓ الہی کی باعزت جنتوں میں اللہ تعالیٰ ان کا ٹھکانہ بناتا ہے۔ پس یہاں ایک طرف یہ فرمایا کہ اس دنیا میں نہ کسی شخص نے باقی رہنا ہے اور نہ جہاں تک اس کی ذات کا تعلق ہے اس کے اعمال نے باقی رہنا ہے اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ یہاں کی زندگی کے خاتمه کے ساتھ تم پر کلی فناوار دہیں ہو گی بلکہ تمہاری ارواح کو دوسرے اجسام دے کر ایک دوسری دنیا میں زندہ رکھا جائے گا۔ اس لئے بے فکر نہ ہونا یہ سمجھتے ہوئے کہ مرنے کے ساتھ تمہارا معاملہ خدا تعالیٰ سے کلیئہ کٹ چکا ہے وہ کٹا نہیں بلکہ اے انسانو اور اے آدم زادو! تمہارے ساتھ ہمارا واسطہ ابد تک قائم رہے گا۔ تمہاری ارواح کو ہم نے زندہ رکھنا ہے۔ یہ خداۓ

ذوالجلال اور ذوالاکرام کا فیصلہ ہے۔

”وجہ رَبِّک“ کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اعمال جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اور اس کی توجہ اور رضا کو جذب کرنے کے لئے بجالاتا ہے۔ تو یہاں یہ فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال ہلاک کر دئے جاتے ہیں سوائے ان اعمال کے جن کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خواہش رکھتا ہو جو خالصہ خدا تعالیٰ کے لئے کئے گئے ہوں۔ اس کی رضا جوئی میں بجالائے گئے ہوں ایسے اعمال پر فناوارد نہیں ہوتی۔

جو اعمال ایسے نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان پر ہمارے منشاء اور قانون کے مطابق فناوارد ہو جاتی ہے ایسے اعمال کی فنا اور ان کے نیست و نابود کے جانے کے متعلق جو باقی میں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک تو خدا تعالیٰ ایسے اعمال کے بجالانے والوں کو اس دنیا میں ہی سزادے کر ان کے بعض اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔ یعنی کچھ بد اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کو ان کی سزا اس دنیا میں ہی مل جاتی ہے اور اُخروی زندگی میں ان کی سزا پھر اسے نہیں ملتی۔ ہاں دوسرے ایسے بد اعمال کی سزا اسے اُخروی زندگی میں ملتی ہے جن کی سزا اسے اس دنیا میں نہیں مل چکی ہوتی۔

دوسرے خدا تعالیٰ ایسے بد اعمال کو اس طرح بھی ہلاک کرتا ہے کہ ان کا وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو ان کے بجالانے والے نکالنا چاہتے ہیں۔ مثلاً وہ اعمال جو خدا تعالیٰ کے رسول اور اس کے سلسلوں کو ہلاک کرنے اور انہیں مٹانے کے لئے منکرین بجالاتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ بے نتیجہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان معنوں کی رو سے ان پر ہلاکت اور فناوارد ہو جاتی ہے۔

تمیر اطریق ان بد اعمال کو فنا کرنے کا خدا تعالیٰ نے یہ رکھا ہے کہ وہ ان اعمال اور ان کے بجالانے والوں کو جہنم میں ڈال کر ان بد اعمال کو فنا کر دیتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس میں کوئی انسانی روح نہیں رہے گی۔ (کنز العمال صفحہ ۲۳۰ مصری) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان چاہے وہ کتنے ہی گندگار کیوں نہ ہوں۔ چاہے وہ کتنے ہی خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کیوں نہ ہوں ان کے بد اعمال جہنم میں جا کر ایک وقت میں ہلاک اور فنا ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ بات تو ماننے کے قابل نہیں کہ بد اعمال فنا بھی نہ ہوں اور ان کے ساتھ ایک شخص کو ایک وقت تک جہنم میں رکھا جائے اور دوسرے وقت میں اسی شخص کو انہی بد اعمال کے ساتھ جنت میں لے جایا

جائے۔ غرض جہنم بھی بداعمال کی ہلاکت کا ایک ذریعہ ہے۔

اس کے مقابلہ میں وہ اعمال صالحہ جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے۔ اور جنہیں فنا فی الرسول کے ذریعہ اور تقویٰ کی ان باریک راہوں پر گامزن ہو کر بجالا یا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ ان کی بقا کے بھی مختلف طریق ہیں۔ ذاتی طور پر اس شخص کے اعمال جو وفات پا جاتا ہے۔ جہاں تک اس کی ذات کا تعلق ہے اس دنیا میں باقی نہیں رہتے۔ اور اس طرح ان اعمال پر بھی اس فرد کے ساتھ ہی ایک فناوارد ہو جاتی ہے۔ لیکن جس طرح اس کی روح کو زندہ رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ان نیک اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے زندہ رکھتا ہے۔ اور صرف زندہ ہی نہیں رکھتا بلکہ انہیں بڑھاتا رہتا ہے۔ وہ ان سے تجھ کا کام لیتا ہے اسی لئے جنت کی نعماء نہ ختم ہونے والی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

عَطَاءً غَيْرَ مَجْدُودٍ (ہود: ۱۰۹)

یعنی ان نعماء پر بھی فناوارد نہیں ہوتی وہ باقی رہتی ہیں اور باقی رہیں گی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایمان باغوں کی شکل میں اور اعمال صالحہ نہروں کی شکل میں..... آخر دنیا زندگی میں باقی رکھے جاتے ہیں۔ یعنی وہ افراد جن کی روحوں کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضا کے عطر سے مسح کیا۔ ان کی روحوں کے ساتھ ان کے اعمال صالحہ بھی باقی رکھے جاتے ہیں جن سے وہ ابد الآباد تک فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

اعمال صالحہ کی بقاء کا دوسرا طریق جو ہمیں اسلام میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کی عظمت اور اس کے جلال کو قائم کرے تو اس برگزیدہ جماعت کو بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا ہونے کی وجہ سے اس دنیا میں بھی ایک لمبا عرصہ عزت کی زندگی عطا کی جاتی ہے اور صالحین کا بدل پیدا کر کے ان اعمال صالحہ کو اس وقت تک کہ اس قوم اور سلسلہ کی ہلاکت کا وقت آجائے انہیں قومی بقاء عطا کرتا ہے۔ غرض بیتفقی و جهہ رَبِّكَ ذُو الْجَلْلِ وَالْأُكْرَامِ وہ اعمال جو خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر کئے جاتے ہیں جن میں غیر کی ملونی نہیں ہوتی۔ جنہیں انسان بے نفس ہو کر اپنے اوپر عجز انکسار نیستی اور فنا طاری کر کے۔ خود کو پچھنہ سمجھ کر بلکہ اپنے رب کو ہی سب کچھ سمجھتے ہوئے۔ اس کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے کوشش اور مجاہدہ کر کے بجالاتا ہے انہیں اس

رنگ میں اس قوم میں باقی رکھا جاتا ہے کہ جب اس کے بعض افراد اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو ان کے بعض قائم مقام کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس قوم میں ان اعمال صالحہ کا ایک لمبا سلسلہ قائم کر دیتا ہے۔ ہمارے جو بھائی کل ہم سے جدا ہوئے ہیں ان کا مقام اسی معنی میں جماعت میں قائم مقام کے طور پر بھی تھا۔ یعنی جب بعض بزرگ تر ہستیاں جماعت سے جدا ہوئے تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ میں ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیا کہ جنہیں گومرنے والوں کی زندگی میں وہ مقام و جاہت، مرتبہ اور علم حاصل نہ تھا جو مرنے والوں کا تھا۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انہیں پہلوں کا سامقام و جاہت، مرتبہ اور علم دے دیا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”حافظ روشن علی صاحب مرحوم“ - میر محمد اسحاق صاحب[ؒ] اور مولوی محمد اسماعیل صاحب[ؒ]..... ان میں سے ایک (حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب[ؒ]) کتابوں کے حوالے یاد رکھنے کی وجہ سے اور باقی دو اپنے مباحثوں کی وجہ سے جماعت میں اتنے مقبول ہوئے کہ مجھے یاد ہے کہ اس وقت ہمیشہ جماعتیں یہ لکھا کرتی تھیں کہ اگر حافظ روشن علی صاحب[ؒ] اور میر محمد اسحاق صاحب[ؒ] نہ آئے تو ہمارا کام نہیں چلے گا۔ حالانکہ چند مہینے پہلے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں انہیں کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی۔ میر محمد اسحاق صاحب کو تو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور حافظ روشن علی صاحب[ؒ] گو جماعتوں کے جلسوں پر آنے جانے لگئے تھے مگر لوگ زیادہ تر یہی سمجھتے تھے کہ ایک نوجوان ہے جسے دین کا شوق ہے اور وہ تقریروں میں مشق پیدا کرنے کے لئے آ جاتا ہے مگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد چند دنوں میں ہی خدا تعالیٰ نے وہ عزت اور رعب بخشنا کہ جماعت نے یہ سمجھا کہ ان کے بغیر اب کوئی جلسہ کامیاب ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب ادھر میر محمد اسحاق صاحب[ؒ] کو انتظامی امور میں زیادہ مصروف رہنا پڑا اور ان کی صحت بھی خراب ہو گئی۔ اور ادھر حافظ روشن علی صاحب وفات پا گئے تو کیا اس وقت بھی کوئی رخنہ پڑا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے فوراً مولوی ابو العطا صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس کو کھڑا کیا اور جماعت نے محسوس کیا کہ یہ پہلے کے علمی لحاظ سے قائم مقام ہیں۔“ (الفضل قادریان ۱۹ نومبر ۱۹۳۰ء)

پس الہی سلسلے اپنے بزرگوں کے وصال کے بعد ان سے جدا ہو کر صدمہ اور غم تو محسوس کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں (اگر کوئی ناس بمحض خیال کرے) کہ کسی جانے والے کے بعد اس کی وجہ سے الہی سلسلے کے کام میں کوئی رخنہ پیدا ہو سکتا ہے یا رخنہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ سلسلہ کو بقا اور زندگی عطا کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت تک ایک شخص کے اعمال پر فناوارد کرنے کے بعد وہ دوسرے افراد کھڑے کر دیتا ہے جو اسی قسم کے اعمال صالح بجالاتے ہیں اور اپنے لئے اور جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے ہوتے ہیں۔

ہمارے بزرگ ہمارے بھائی ہمارے دوست مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس ہم سے جدا ہوئے۔ خدا کی رضا کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی کو گزارا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی ابدی رضا کو حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ خود اس سلسلہ میں ایسے آدمی کھڑے کرے گا جو اسی خلوص کے ساتھ اور جو اسی جذبہ فدائیت کے ساتھ اور جو اسی نور علم کے ساتھ جو اسی روشنی فراست کے ساتھ سلسلہ کی خدمت کرنے والے ہوں گے جس کے ساتھ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے سلسلہ کی خدمت کی تھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا سلوک ہمارے ساتھ ایسا ہی چلا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ابھی یہ منشائیں۔ اور خدا کرے کہ اس کی کبھی یہ منشائی ہو کہ وہ اس جماعت کو ہلاک اور تباہ کر دے کیونکہ اس سلسلہ نے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے ابھی وہ کام پورے نہیں کئے جو اس کے پرداز کئے تھے ابھی غیر مذاہب کے ساتھ عظیم جنگ جاری ہے۔ عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، لامذہب اور بد مذہب اقوام کے خلاف روحانی جنگ ہو رہی ہے۔ اور اس جنگ میں ابھی ہمیں آخری فتح حاصل نہیں ہوئی۔ ہماری جماعت کے پھیلاؤ کے ساتھ اور ہماری بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پہلے سے زیادہ اہل اور اس کی رضا میں محو ہونے والے اور اس کے نور سے حصہ لینے والے ایسے جرنیل پیدا کرتا چلا جائے گا جو اسلام کی اس فوج کو بہترین قیادت عطا کریں گے۔ ان کو آخری کامیابی کی طرف درجہ بدرجہ نہایت خاموشی کے ساتھ (کہ جہاں تک ان کے نفوس کا تعلق ہے ایسے نفوس بے نفس ہوتے ہیں) اور عظیم شان کے ساتھ (جو جہاں تک بتائج کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ایسے بندوں کو عطا کرتا ہے۔) اس فوج کو اسلام کی آخری فتح کی طرف لے جانے والے ہوں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

پس ہمارے دل اپنے ایک دوست کی بجائی کی وجہ سے بے شک دکھی ہیں کیونکہ انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ جانے والے کے فراق کے نتیجے میں دکھ محسوس کرتا ہے لیکن جہاں تک سلسلہ احمدیہ کا تعلق ہے ایک شمس غروب ہوا تو اللہ تعالیٰ ہزاروں شمس اس پر چڑھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس جماعت کو اس وقت تک حاصل ہوتا رہے گا جب تک یہ جماعت اور اس کے افراد اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی برکتوں اور اس کی رحمتوں کے حصول کے اہل بنائے رکھیں گے۔ وہ قربانیاں دیتے رہیں گے اور ایثار کا نمونہ دکھاتے رہیں گے جو صحابہؓ نے خدا تعالیٰ اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے دکھایا تھا۔ غرض ہم دکھی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے بھی ہیں کہ وہ سلسلہ کے کاموں میں کوئی رخنہ نہیں پڑنے دے گا جس کے نتیجے میں یہ جماعت کمزور ہو۔ جیسا کہ سلسلہ کے پہلے جانے والے بزرگوں کے بعد اس نے شمس صاحب جیسے آدمی کھڑے کر دیئے۔ اسی طرح وہ شمس صاحب کے جانے کے بعد شمس صاحب جیسے آدمی کھڑے کر دے گا۔

کرم شمس صاحب نے جو خدمات سلسلہ کی کی ہیں ان کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں بڑی قدر تھی۔ چنانچہ جب شمس صاحب انگلستان سے واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے اس پیشگوئی کے سورج مغرب سے طلوع کرے گا کا ایک بطن آپ کو بھی قرار دیا۔ آپ نے فرمایا۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مغرب سے طلوع شمس کا ایک بطن اس وقت شمس صاحب کے ذریعہ پورا ہوا جکہ وہ مغرب سے آئے۔“

(الفضل قادریانی کے اکتوبر ۱۹۳۶ء)

کیونکہ صحیح معنی اس پیشگوئی کے یہ تھے کہ مغربی اقوام جو ہیں وہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا عرفان حاصل کریں گی اور نبی کریم ﷺ کی غلامی میں آنا اپنے لئے عزت کا باعث سمجھیں گی۔ اس کوشش میں جو بھی حصہ لیتا ہے وہ اسی شمس کا ایک حصہ ہے۔ ایک ظل ہے ایک پرتو ہے۔ جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ مغرب سے چڑھے گا۔ غرض جب آپ انگلستان سے واپس آئے تو چونکہ وہی کام آپ نے وہاں کیا تھا۔ جو اس پیشگوئی میں درج ہے۔ اس لئے حضور نے فرمایا۔ کہ اس کا ایک بطن شمس صاحب کا مغرب میں قیام اور وہاں سے واپس آنا بھی ہے۔

پھر شمس صاحب کے سپرد جب تصنیف و اشاعت کا کام کیا گیا تو حضرت مصلح موعودؒ نے اس پر

خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا

”پھر تصنیف و اشاعت کا محکمہ ہے۔ یہ کام نیا شروع ہوا ہے۔ لیکن ایک حد تک اس کی اٹھان بہت مبارک ہے۔ سمس صاحب نے اس کام میں جان ڈال دی ہے۔“

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۰، ۳۱)

جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے زندہ ہو۔ وہ ہر اس کام میں زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ جسے وہ خدا تعالیٰ کے نام پر اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے شروع کرتا ہے۔ پھر سمس صاحب کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”خالد“ کا خطاب بھی دیا

حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء کی تقریر میں فرمایا۔

”ایک بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت جب حملے ہوئے تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ کہ مغروہ رمت ہو۔ میرے پاس خالد ہیں جو (دلائل سے) تمہارے سر توڑ دیں گے۔ مگر اس وقت سوائے میرے کوئی خالد نہیں تھا۔ صرف میں ایک شخص تھا۔ چنانچہ پرانی تاریخ کا کردیکھ لو۔ صرف میں ہی ایک شخص تھا۔ جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا اور پیغامیوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان سے چالیس سال گالیاں سنیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ ایک شخص ان کی طرف سے دفاع کرنے والا تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان میں برکت دی۔ اور ہزاروں ہزار آدمی مبائین میں آ کر شامل ہو گئے۔ جیسا کہ آج کا جلسہ ظاہر کر رہا ہے۔ مگر یہ نہ سمجھو۔ کہ اب وہ خالد نہیں ہیں اب ہماری جماعت میں اس سے زیادہ خالد موجود ہیں۔ چنانچہ سمس صاحب ہیں۔ مولوی ابو العطاء صاحب ہیں عبد الرحمن صاحب خادم ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں۔ کہ جو دشمن کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ ان کی قلم میں اور ان کے کلام میں زیادہ سے زیادہ برکت دے گا۔“ (الفضل ربوہ ۱۵۱ مارچ ۱۹۵۷ء)

اب ان تین دوستوں میں سے جنہیں اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد قرار دیا تھا۔ دو اپنے رب کو پیارے ہو چکے ہیں۔ تیرے کی زندگی اور عمر میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے اور لما عرصہ انہیں خدمت دین کی توفیق عطا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے یہ مقدر کرے۔ کہ وہ بے نفس ہو

کراور دنیا کی تمام ملوانیوں سے پاک ہو کر خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے وقت کو اور اپنے علم کو اور اپنی قوتوں کو خرج کرنے والے ہوں۔ دوستوں کو یہ نسبت چاہئے کہ جماعت میں صرف تین خالد تھے۔ جن میں سے دو وفات پاچے ہیں۔ اب کیا ہو گا خدا تعالیٰ کا ہمارے ساتھ یہی طریق رہا ہے۔ کہ جب ہم میں سے ایک شخص جاتا ہے تو ہمیں اس کی جگہ ایک نہیں ملتا۔ بلکہ دو۔ پانچ یا دس آدمی اس کے مقابلہ میں وہ ہمیں عطا کرتا ہے۔ اس کی نعمتوں کے خزانے غیر محدود ہیں۔ اور ضرورت حقة کے مطابق وہ اپنی قدرتوں اور اپنی طاقتیوں سے اتنے آدمی پیدا کر دیتا ہے۔ جتنے آدمیوں کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بہت سے نئے خالد پیدا کرنے ہیں
ہمارے لئے سوچنے اور غور کرنے کا یہ مقام ہے اور ہمیں دعا کرنی چاہئے۔ کہ خدا تعالیٰ ہماری مکروہیوں کو
نظر انداز کر کے ہمیں اس گروہ میں شامل کرے۔ جو خالد بنے والے ہیں۔ جو اس کی نگاہ میں خالد قرار
دیئے جانے والے ہیں اور جو اس کے ذمتوں کو منہ توڑ جواب دینے والے ہیں۔ جن کی تقریروں اور تحریروں
میں خدا تعالیٰ اپنے فضل سے برکت دینے والا ہے جن کی تقریروں اور تحریروں سے دنیا فیض
حاصل کرنے والی ہے۔ دنیا سکون حاصل کرنے والی ہے دنیا ان را ہوں کا عرفان حاصل کرنے والی
ہے۔ جو راہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جانے والی ہیں جانے والا ہمیں بہت پیارا تھا لیکن جس نے
اسے بلا یاد ہمیں سب دنیا سے زیادہ پیارا ہے، ہم اس کی رضا پر راضی ہیں اور ہم اس پر کامل توکل اور
بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے اس جانے والے بھائی سے پیار اور محبت کا سلوک کرے گا۔ اور اس
سے یہ امید رکھتے ہیں کہ جب ہماری باری آئے اور ہمیں اس طرف سے بلا و آئے۔ تو وہ ہم سے بھی
محبت اور پیار کا سلوک کرے گا۔ پھر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت میں ہزاروں مخلص
نو جوان پیدا کرتا چلا جائے کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں تو ان کے ساتھ بھی وہی محبت پیار کا سلوک ہو
جو محبت اور پیار کا سلوک شمس صاحبؒ کو ملا۔ جو محبت اور پیار کا سلوک میر محمد اسحاق صاحبؒ کو ملا جو محبت
اور پیار کا سلوک حافظ روشن علی صاحبؒ کو ملا اور جو محبت اور پیار کا سلوک مولوی عبدالکریم صاحبؒ کو
ملا۔ رضوان اللہ علیہم اللہم آمين۔

(مطبوعه روزنامه الفضل ربوبه ۱۹۵۰ را کتوبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۲ تا ۵)



دنیا کی سیاست، دنیا کی وجہتوں اور عزتوں سے ہمیں کوئی

دچپسی نہیں ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۶ء مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے جسموں کو فتح کرنے کیلئے قائم نہیں کئے جاتے بلکہ دلوں اور روحوں کو فتح کرنے کیلئے قائم کئے جاتے ہیں۔
- ☆ ہم ہرگز کوئی سیاسی جماعت نہیں ہیں۔ دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ٹھنڈی کر دی ہے۔
- ☆ ہماری زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی توحید کیلئے خرچ ہونا چاہئے۔
- ☆ ہمیں اسلام کی تعلیم کی نہایت ہی حسین اور خوبصورت عکسی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنی چاہئے۔
- ☆ یہی عملی جواب ہے جو مخالفین کو دیا جا سکتا ہے۔

تشہد، تعوداً و رسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مجھے چار پانچ روز سے بخار جسم میں درد اور سر درد کی شکایت رہی ہے آج پہلا دن ہے کہ حرارت قریباً نارمل ہے۔ ورنہ اگر صحیح کے وقت حرارت نارمل ہوتی تھی تو دو تین گھنٹے کے بعد دوبارہ حرارت ہو جاتی۔ اس وقت بھی میں شدید ضعف محسوس کر رہا ہوں لیکن چونکہ ہمارے نوجوان دوست باہر سے بھی آج یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ خواہ چند فقرے ہی میں کیوں نہ کہوں خطبہ جمعہ خود جا کے پڑھاؤں۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے سلسلہ کو قائم کرتا ہے تو اس کی فتح کے لئے ایک طرف اسے دلائل و براہین کے ہتھیار دیتا ہے اور دوسری طرف آسمانی تائیدیں اور نصرتیں مجرمانہ رنگ میں اس کے لئے نازل فرماتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے جسموں کو فتح کرنے کے لئے قائم نہیں کئے جاتے ہیں بلکہ دلوں اور روحوں کو فتح کرنے کیلئے قائم کئے جاتے ہیں اور دل اور روح دلیل اور مجذہ کے ساتھ ہی فتح کیا جاسکتا ہے نہ کہ کسی مادی ہتھیار سے، لیکن جب منکرین سلسلہ الہیہ ان دلائل کے سامنے لا جواب ہو جاتے ہیں۔

اور ان مجذات اور تائیدات اور نصرتوں کو دیکھ کر ان سے کچھ بن نہیں آتا تو وہ پھر یہ حرہ استعمال کرتے ہیں کہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ الہی سلسلہ نہیں بلکہ ایک سیاسی جماعت ہے جو دنیوی اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس طرح پروہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ ان دلائل اور ان براہین اور ان تائیدات سماوی اور ان نصرتوں اور مجذات سے دنیا کی توجہ کو ہٹا دیں جو اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے لئے آسمان سے نازل کرتا ہے۔

آج کل بھی کچھ لوگ کھڑے ہوئے ہیں جو اپنی تقاریر میں یا بعض اخبارات میں پہلے سے بھی زیادہ بیشور مچا رہے ہیں کہ جماعت احمد یہ ایک سیاسی جماعت ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا پر یا پاکستان پر اپنا سیاسی اقتدار قائم کرے۔

ایسے لوگوں کو ہمیں دلیل کے ساتھ بھی اور نمونہ کے ساتھ بھی یہ بتا دینا چاہئے کہ ہم ہرگز کوئی سیاسی جماعت نہیں ہیں۔ دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ٹھنڈی کر دی ہے۔ اور دنیا کی وجہتیں اور دنیا کے اقتدار اور دنیا کی عزتیں ہماری نگاہ میں اتنی بھی قدر اور حیثیت نہیں رکھتیں جتنی کہ ایک ٹوٹی ہوئی جوتنی اس آدمی کی نگاہ میں قدر رکھتی ہے جو اسے پھیک دیتا ہے اور اس کی بجائے نئی خرید لیتا ہے۔ پس دنیا سے، دنیا کی سیاست سے، دنیا کی وجہتیں اور عزتیں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں اگر دلچسپی ہے تو صرف اس بات سے کہ گھر گھر اللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا الہرانے لگے۔ دل میں اسلامی تعلیم گھر کر جائے۔ اور روح۔ روح محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں مست رہ کر اپنی زندگی کی گھڑیاں گزارنے لگے۔ یہ ہے ہمارے قیام کی غرض اور یہ ہے ہماری زندگی کا مقصد!

چونکہ اس راہ میں جو دلائل اور تائیدات ہمیں دیئے گئے ہیں ان کا جواب نہ رکھتے ہوئے ہم سے دنیا کی توجہ کو ہٹانے کی خاطر ہمارا مخالف اور منکر ہم پر اذرا م لگاتا ہے کہ یہ لوگ دنیا کی وجہت اور اقتدار کے بھوکے ہیں۔ دراصل مذہب سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ اس لئے ان کے مقابلہ کے لئے اور ان کو جواب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دلیل بھی سکھائی اور مجذہ بھی عطا فرمایا ہے اور وہ مجذہ ہے نمونہ بن کر اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا۔

اگر ہم اپنی زندگیوں کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی توحید کے قیام کے لئے خرچ کر رہے ہوں۔ اگر ہم اسلام کی تعلیم کی اشاعت کے لئے اپنے جسموں کی بھی اور اپنے اموال کی بھی قربانی دے رہے ہوں۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی محبت کے قیام کی خاطر آپ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے، آپ کی نہایت ہی حسین اور خوبصورت عکسی تصویر دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہوں۔ تو یہ لوگ بھی اگر ظاہر میں نہیں تو دل میں ضرور شرمند ہوں گے کہ جنہیں ہم دنیا کا بھوکا کہتے تھے وہ تو رسول اللہ ﷺ کے غلام نکلے، جنہیں ہم دنیا کی عزتیں کے پیچھے دوڑنے والے قرار دیتے تھے۔ وہ تو اسلام کی عزت قائم کرنے کے لئے اپنی ساری عزتیں قربان کر رہے ہیں۔

تو یہ عملی جواب ہو گا جو ان لوگوں کو دیا جا سکتا ہے۔ اور یہی عملی جواب ہے جس کی طرف میں اپنے بھائیوں کو مبتوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

اعتراف ہوتے رہے ہیں اعتراف ہو رہے ہیں اور اعتراف ہوتے رہتے رہیں گے۔ لیکن زبانی دعوؤں

کے مقابلہ میں جس طرح براہین اور دلائل مطبوع چنان کی طرح قائم رہتے ہیں اور زبانی دعوے انہیں توڑ نہیں سکتے۔

اسی طرح ان اعتراضوں کے جواب میں اگر تم خدا تعالیٰ کے لئے جانشیری اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرو گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی خاطر آپ کے اسوہ کو اپناؤ گے اور اپنی زندگیاں انہی نقوش پر ڈھالو گے تو مکر بھی، مخالف بھی، معرض بھی شرمند ہو گا۔ اور دنیا بھی حقیقت اور صداقت کو پالے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آ میں۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۶ راکٹوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۳)



تحریک جدید کے تمام مطالبات قرآن مجید کے پیش کردہ

مطالبه جہاد کی ہی مختلف شقیں ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ راکٹوبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے جہاد اور مجاہدہ کرو۔
- ☆ بدیوں کو تذکر کر کے اور نیکیوں کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار بن جاؤ۔
- ☆ ساری عزیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہیں وہی تمام عزیزوں کا سرچشمہ ہے۔
- ☆ وقف زندگی بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے۔
- ☆ ہمارے مرbi، معلم اور انسپکٹر صاحبان جو سال کے چھ سات ماہ سفر میں رہتے ہیں یہ بھی مجاہدہ ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پُر نور نے یہ دو آیہ کریمہ پڑھیں:-

يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ أَمْسَوْا هَلْ أَدْلُكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُعْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابِ الْيَمِ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۝ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (الصف: ۱۱، ۱۲)

اور پھر فرمایا:-

آج میں تحریک جدید کے سال نو کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ مالی قربانیوں کے لحاظ سے تحریک جدید کے اس وقت تین حصے ہیں اور وہ تین دفتر کھلاتے ہیں۔ دفتر اول، دفتر دوم اور دفتر سوم، دفتر اول کا بتیسوں سال جارہا ہے۔ دفتر دوم کا باتیسوں سال جارہا ہے۔ اور دفتر سوم کا پہلا سال جارہا ہے۔ تحریک جدید کے بہت سے مطالبات ہیں۔ جن کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۳۷ء میں پانچ چھ طلبات دیئے۔ اگر آپ ان طلبات کا مطالعہ کریں تو آپ جان لیں گے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں ایک نہایت ہی اہم اور دور رس سکیم تھی۔ جس کی اہمیت بتاتے ہوئے بھی حضور نے غالباً دو یا اس سے زائد طلبات دیئے تھے میں نے گز شتنہ دونوں ان طلبات کو دوبارہ پڑھا اور ان پر غور کیا تو میری توجہ اس طرف گئی کہ تمام مطالبات جو تحریک جدید کے ضمن میں اس سکیم کے ماتحت آپ نے جماعت احمد یہ سے کئے ہیں۔ وہ سارے کے سارے قرآن مجید کے پیش کردہ مطالبات جہاد کی مختلف شقیں ہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اے وہ لوگو! جو دعوے کرتے ہو کہ ہم خدا کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے اس تعلیم پر جو آنحضرت ﷺ دنیا کی طرف لائے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ آؤ میں ایسی تجارت کی نشان دہی کروں کہ اگر تم یہ سودا پنے رب سے کرو تو تم اس عذاب الیم سے نجات جاؤ۔

گے، جو ان لوگوں کے لئے مقدر ہے جو اس قسم کا سودا اور اس قسم کی تجارت اپنے پیدا کرنے والے سے نہیں کرتے فرمایا۔ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ایک تو یہ کہ تم اپنے دل اور زبان اور اپنی کوششوں سے یہ ثابت کرو کہ تم واقع میں ایمان لائے ہو۔ یہ تمہارا شخص ایک کھوکھلا اور زبانی دعویٰ ہی نہیں ہے۔

اور اس کے ساتھ یہ کہ تُجَاهِدُونَ فِی سَبِیْلِ اللَّهِ تم اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جہاد اور مجاہدہ کرو۔

سبیل اس راہ کو کہتے ہیں جو کسی خاص جگہ پر پہنچانے والی ہو۔ تو سبیل اللہ وہ راستہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ تک پہنچادیتا ہے۔ وہ راہ جو خدا تعالیٰ کا مقرب بنادیتی ہے۔ وہ راہ جو خدا کی رضا کے حصول میں مدد و معاون ہے وہ راہ جس کے آخر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان کو مل جاتی ہے۔ اور پھر انسان بھی اپنے تمام دل، اپنی تمام روح اور اپنے تمام حواس کے ساتھ اپنے مولے سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ بلکہ اس کے روئیں روئیں سے اپنے رب کی محبت پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہوتی ہے۔ تو اس آیت میں یہ فرمایا کہ جس تجارت کی طرف میں تمہیں بلا تا ہوں اور جس کی طرف تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے اپنی جانوں کو مجاہدہ میں ڈالو۔ اور تمہارا یہ مجاہدہ اور تمہارا یہ جہاد اموال کے ذریعہ سے بھی ہو۔ اور تمہارے نفسوں کے ذریعہ سے بھی ہو ذلِّکُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور اگر تمہیں حقیقت کا علم ہو جائے تو تم سمجھ جاؤ کہ دراصل اسی چیز میں تمہاری بھلائی ہے۔

اس خَيْرٌ لَّكُمْ کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت ۲۱۹ میں یوں فرمائی ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِی سَبِیْلِ اللَّهِ لَا أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ طَوَّالَهُ غَفُورُ رَّحِيمٌ۔ کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے مجاہدہ کیا اس رنگ میں کہ انہوں نے خواہشات نفسانی کو خدا تعالیٰ کی خاطر چھوڑا۔ اس رنگ میں کہ انہوں نے اپنے پیدا کرنے والے کی خوشنودی کے حصول کے لئے گناہوں سے احتساب کیا۔ (هَاجَرُوا) اور انہوں نے اپنے ماحول، اپنے املاک (اپنی جائدلوں) اپنے کنبہ اور اپنے شہر اور اپنے علاقہ کو خدا تعالیٰ کی خاطر ترک کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے سب کچھ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے۔ وَجَاهَدُوا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کی محبت کے

حصول کے لئے نیکی کے راستوں پر شوق اور بیاثت کے ساتھ قدم مارا۔ اُولئکَ یَرْجُونَ رَحْمَةَ اللّٰهِ یہی وہ لوگ ہیں جو امید رکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں حاصل ہو جائے گی۔

اُولئکَ یَرْجُونَ رَحْمَةَ اللّٰهِ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھ سکتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں ضرور مل جائے گی۔ پھر اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ جو شخص بدیوں کو ترک نہیں کرتا اور نیکیوں کو اختیار نہیں کرتا۔ وہ یہ امید نہیں رکھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے رحمت کے ساتھ سلوک کرے گا۔ یہ امید کہ میرا رب میرے ساتھ رحمت کا سلوک کرے گا وہی رکھ سکتا ہے جو بدیوں کو ترک کرتا اور نیکی کی راہوں کو اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا کہ جب تم بدیوں کو ترک کر کے اور نیکیوں کو اختیار کر کے میری رحمت کے امیدوار بن جاؤ گے تو پھر میں اپنے فضل کے ساتھ حقیقتاً اور واقعتاً تمہیں اپنی رحمت عطا کر دوں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے۔

يَا يٰهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنِ دِينِهِ فَسُوفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ لَا اذْلِلَةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعْزَزٌ عَلَى الْكُفَّارِينَ ذُيُّجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَنْحَافُونَ لَوْمَةَ لَا إِمْ طِ ذلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ طَ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيِّمٌ۔ (المائدہ: ۵۵)

فرمایا کہ بعض انسان تو ایمان لانے کے بعد ارتدا اختیار کر جاتے ہیں اور بعض ایمان لاتے اور پھر چیختی اور استقلال اور فدائیت کے ساتھ اس پر قائم ہو جاتے ہیں۔

وہ لوگ جو استقلال کے ساتھ نیکیوں پر مد اور ملت اختیار کرتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے اور اس کی رضاپر راضی رہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مونوں پر شفقت کرنے والے ہیں (ہر مومن تمام دوسرے مومنوں کے آگے بچھتا چلا جاتا ہے)

یہ وہ لوگ ہیں أَعْزَزٌ عَلَى الْكُفَّارِينَ جو کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ جب کافراً چھے لو ہے کی تلواریں لے کر ان کے مقابلہ پر آتے ہیں تو ان کی ٹوٹی ہوئی خراب اور ناقابل اعتبار لو ہے کی بنی ہوئیں

تلواریں بھی ان کافروں کی تلواروں کے مقابلہ میں محض خدا تعالیٰ کے فضل سے عملً اسخت نظر آتی ہیں۔ کیونکہ ان کی کاث زیادہ نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب یہ لوگ دلائل حقہ کے ساتھ کافروں کے باطل عقائد اور ان باطل عقائد کے حق میں باطل دلائل کا مقابلہ کرتے ہیں تو ان کے منہ بند کر دیتے ہیں اور جب کافر لوگ مختلف قسم کی رسوم اور بدعتات کے ذریعہ اور مختلف قسم کی لائچ دے کر ان کو راہ صداقت سے ہٹانا چاہتے ہیں تو یہ لوگ ان کا اثر قبول نہیں کرتے (اعزَّةُ عَلَى الْكُفَّارِ)

فرمایا کہ ہم جو ایسے گروہ سے محبت کا سلوک کرتے ہیں تو اسی لئے کہ یُجَاهِدُونَ فِی سَبِّیْلِ اللّٰہِ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی پوری طاقت اور پوری قوت اور اپنے پورے وسائل اور تمام تدبیر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اس کے راستے میں مجاہدہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ اور کسی موقع پر بھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ ہماری برادری کیا کہے گی وہ صرف یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا رب کیا کہے گا۔ ان کے دلوں میں یہ خوف پیدا نہیں ہوتا کہ جس ماحول میں ہم رہ رہے ہیں اس میں ہم نے خدا کے بتائے ہوئے طریق کے خلاف رسوم کو ادا نہ کیا۔ تو ہمارا ناک کٹ جائے گا کیونکہ وہ اس یقین پر قائم ہوتے ہیں کہ ناک کٹنا یا ناک کار کھننا محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے اور ساری عز میں اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔

وہی تمام عز توں کا سرچشمہ ہے تو فرمایا وَ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ يُؤْتِیْهُ مَنْ يَشَاءُ پہلے فرمایا تھا کہ تم امید رکھ سکتے ہو کہ پھر تمہارا خدا تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اب یہاں یہوضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ جوان سے عملً محبت کرنے لگ جاتا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے ظاہر بد یوں کو چھوڑا اور ظاہر نہیں کیا بلکہ چونکہ ہر انسان کے اعمال اور خیالات میں کچھ چھپی ہوئی بُرا ایسا اور کمزوریاں رہ جاتی ہیں اس لئے کوئی شخص یا امید نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہی اسلامی تعلیم کے مطابق اسے ایسی امید کھنی چاہئے کہ وہ محض اپنے اعمال یا اچھے خیالات یا اچھی زبان کے نتیجے میں خدا کے قرب اور اس کی رضا کو ضرور حاصل کرے گا یہ تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔

يُؤْتِيْهُ مَنْ يَشَاءُ اور وہ اپنی محبت کی خلعت سے صرف اسے ہی نوازتا ہے۔ جو اس کی نگاہ میں

پسندیدہ ہوتا ہے۔ (مَنْ يَشَاءُ)

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اور بات بھی بتائی وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ چونکہ اللہ تعالیٰ علم غیر کھتنا ہے اس لئے جب وہ چاہتا ہے۔ اپنی صفت وَاسِعٌ کا اظہار کرتا ہے۔

پس یہاں یہ امید دلائی کہ یہ مقام قرب و رضاء جس کی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے اس کی کوئی انہما نہیں۔ ہر مقام قرب کے بعد قرب کا ایک اور مقام بھی ہے۔ کیونکہ انسان کسی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس مادی دنیا میں مادی جسم کے ساتھ یا اس اخروی زندگی میں ایک روحانی جسم کے ساتھ اس کے اور اس کے رب کے درمیان غیر محدود فاصلے ہیں۔ یعنی قرب ایک نسبتی چیز ہے اور اگر انسان قرب کی راہیں ابدی طور پر ہر آن طے کرتا چلا جائے تب بھی وہ خدا کے قرب کا آخری مقام حاصل نہیں کر سکتا جس کے اوپر کوئی اور مقام قرب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بڑی ہی ارفع ہے۔ بلندی کے بعد بلندی انسان کو حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اور خوش قسمت انسانوں کو حاصل ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ فاصلے غیر محدود ہیں اور قرب کی غیر محدود را ہیں کھولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللَّهُ وَاسِعٌ کہ جس پر وہ نگاہ رضاڑا تا ہے اس کو اس کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ مقام رضا ایسا ہے جس کی کوئی انہما نہیں۔ پھر عاجز اندعا نہیں اس کی محبت میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہیں اور مزید فضل اور بخشش کا اسے وارث قرار دیتی ہیں۔ پھر جب وہ مزید فضل اور بخشش کا وارث بنتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا پہلے سے بھی زیادہ شکرگزار بندہ بن جاتا ہے اور جب وہ پہلے سے زیادہ شکرگزار بندہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے سے بھی زیادہ اس سے محبت کا سلوک کرنے لگ جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ خدا مجھ سے پہلے سے بھی زیادہ محبت کا سلوک کر رہا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور بھی زیادہ جھک جاتا ہے اور اس طرح ایک تسلسل قائم ہو جاتا ہے۔ اور ہر آن بندہ خدا نے واسع کی صفت واسع کا مشاہدہ کرتا چلا جاتا ہے۔

پس فرمایا کہ مجاہدہ کرو پھر فرمایا کہ تم مجاہدہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس صورت میں صرف امیدوار ہو سکتے ہو ہاں اگر تم بدیوں کو چھوڑ نہیں اور نیکیوں کو اختیار نہ کرو تو پھر تم کس طرح امید رکھ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے رحمت کا سلوک کرے گا۔ لیکن اگر تم ایسا کرو تو ابھی صرف یہ ایک امید ہے۔ ابھی

واقع نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو جائے تو یہ امید حقیقت بن جاتی ہے۔

مجاہدہ کے معنی کو جب ہم قرآن کریم کی دوسری آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل باتوں کو جہاد یا مجاہدہ میں شامل کیا ہے۔ اور یہاں میری مراد مجاہدہ سے ”نیکیوں کا اختیار کرنا“ ہے۔ جو مجاہدہ کا ایک پہلو ہے۔ ”بدیوں کو چھوڑنا“ دوسرا پہلو ہے مگر میں اس وقت پہلے حصہ کے متعلق ہی بیان کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سورہ انفال میں فرماتا ہے:-

وَالَّذِينَ امْنُوا وَهَا جَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ أَوْفُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًا ط (الانفال: ۷۵)

اس آیت میں مجاہدہ کی مندرجہ ذیل قسمیں بیان کی گئی ہیں:-

(۱) ایک مجاہدہ ہے جو ہجرت کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ایک تو وہ بڑی ہجرت ہے جو نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی اور ایک وقت آنے پر آپؐ نے فرمایا کہ اب اس قسم کی ہجرت نہیں رہی۔ پہلے آنحضرت ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور خدا تعالیٰ کی توحید کے قیام کے لئے کوشش کرتے تھے۔ اور خدا نے واحد کی صفات کو بلند آواز سے لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ پھر کچھ لوگ آپؐ کے ساتھ شامل ہوئے اور اہل مکہ نے اور ان لوگوں نے جو مکہ کے گرد رہنے والے تھے اتنے دکھ اور ایذا میں اس چھوٹے سے گروہ کو دیں کہ دنیا کے تختہ پر دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ جس کو اتنا لمبا عرصہ اس قسم کی شدید تکالیف اور ایذا اُوں میں سے گزرنا پڑا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان ایک اور طرح سے لینا چاہا۔ وہ یوں کہ حکم دیا ہمیشہ کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑ دو اور اپنے رشتہ داروں کو جو مسلمان نہیں ہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو۔ اور اس ماحول کو بھی جس میں تم رہتے ہو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر دوسری جگہ (مدینہ) چلے جاؤ۔

چونکہ کچھ عرصہ بعد تک بھی حالات دیے ہی رہے اس لئے یہ ہجرت قائم رہی لیکن اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ اس قسم کی ہجرت کا ماحول اب نہیں رہا اس لئے اب اس قسم کی ہجرت بھی

نہیں رہی مگر وہ بھرت کا اطلاق تھا ایک خاص واقعہ بھرت پر۔ ورنہ بھرت اپنے عام معنی کے لحاظ سے قیامت تک کے لئے قائم ہے اس لئے قرآن کریم میں آتا ہے **هَا جَرُوا** اور قرآن کریم کا کوئی لفظ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ تو فرماتا ہے کہ وہ لوگ خدا کی خاطر اپنوں کو اور اپنی املاک کو چھوڑتے ہیں (مثلاً آج کل کے زمانہ میں واقفین زندگی اپنے گھروں کو چھوڑ کر غیر مالک میں چلے جاتے ہیں جہاں کے رواج بھی مختلف، جہاں کے حالات بھی مختلف جہاں کے کھانے بھی مختلف۔ پھر بڑی تیغی اور بڑی سختی کے دن وہاں گزارتے ہیں) یہ بھی **مُهَا جِرْ فِي سَبِيلِ اللہِ يَا مُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللہِ** ہیں۔

(۲) دوسرے بیہاں یہ فرمایا کہ وہ لوگ بھی مجاہد ہیں **الَّذِينَ أَوْ أَوْ نَصَرُوا** جوان بھائیوں کو جو مظلومیت کی حالت میں ان کے پاس جاتے ہیں۔ اپنے گھروں میں جگہ دیتے ہیں۔ اور ان کی امداد کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی مجاہدہ میں شامل ہے۔

پس فرمایا کہ یہ دو قسمیں جو ہیں ایک بھرت کرنے والوں کی اور دوسرے مہاجر وہ کو پناہ دینے والوں کی۔ **أُولُئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًا** یہ وہ مجاہد ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے کہ یہ حقیقی مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم مہیا کرے گا۔

واقفین زندگی تحریک جدید کے ایک مطالبه کے تحت مانگے گئے تھے۔ اور یہ مطالبه بھی ایک شکل ہے مجاہدہ کی۔ کیونکہ ہر وہ کام (جیسا کہ پہلی آیات سے واضح ہوتا ہے) جو خدا کی رضاۓ کی خاطر اور اس کے قرب کے حصول کے لئے کیا جائے۔ اور جس کے کرنے میں انسان اپنی پوری توجہ اور پوری قوت صرف کر رہا ہے۔ اور اس سے جو کچھ بن آئے کر گزرے۔ اسے خدا تعالیٰ مجاہدہ کے نام سے پکارتا ہے۔

تو قرآن کریم کی ایک آیت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ وقف زندگی بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۳ میں فرمایا کہ ہمارے احکام کے مطابق عمل کر کے امت محمدیہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جنہیں دین کی خدمت میں لگایا گیا ہوگا۔ اور مشاغل دنیا سے انہیں روک دیا گیا ہوگا۔ (**أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللہِ**) تو بتایا کہ ان کو تمام ان مشاغل سے روک دیا جائے گا کہ جو سبیل اللہ کے مشاغل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضاۓ کی راہوں کے علاوہ دنیا کمانے اور دنیا کی عزت حاصل کرنے کے تمام راستے ان پر بند کر دیئے جائیں گے۔

تو جن لوگوں پر اُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللہِ کا اطلاق ہوتا ہے وہ بھی مجاہدین ہیں۔ ایک قسم کا مجاہدہ اور جہاد کرنے والے ہیں۔

اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ لوگ جن پر دشمن، مخالف، منکر دنیا کی راہیں بند کر دیتا ہے۔ آئے دن ہمارے سامنے ایسی مثالیں آتی رہتی ہیں کہ بعض لوگ بعض احمد یوں کو صرف احمدیت کی وجہ سے نوکری نہیں دیتے یا امتحانوں میں اچھے نمبر نہیں دیتے کہ وہ ترقی نہ کر جائیں۔ یا اگر تا جر ہیں تو ان کی تجارت میں روک ڈالتے ہیں۔ اگر زمیندار ہیں تو طرح طرح سے ان کو تنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خصوصاً جہاں نئے احمدی ہوں اور تعداد میں بھی تھوڑے ہوں وہاں اس قسم کا سلوک اکثر کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں پر خدا کے لئے دنیا کی تمام راہیں اگر بند ہو جائیں تو قرآنی محاورہ کے مطابق وہ اُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللہِ کے گروہ میں شامل ہوتے ہیں۔

دوسری قسم مجاہدہ کی اِنْفَاق فِي سَبِيلِ اللہِ ہے۔ جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دنیا میں نے تمہیں دی ہے۔ چاہو تو دنیا کا ایک حصہ خرچ کر کے مجھے حاصل کرو میری محبت کو پا لو اور اگر چاہو تو دنیا کے کیٹرے بن کر میری لعنت، میرے غصب اور میرے قہر کے موردن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اتفاق پر بڑا ذرودیا ہے اتفاق فی سَبِيلِ اللہِ کی کوئی حد بندی نہیں البتہ اتفاق کی بعض قسموں کی حد بندیاں ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ ایک خاص شرح کے مطابق دی جاتی ہے لیکن عام صدقات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی شرح مقرر نہیں فرمائی۔

اسی طرح اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے دین کی تقویت کے لئے حسب ضرورت جو اموال مانگے جائیں ان کے لئے کوئی شرح مقرر نہیں ہر آدمی پر فرض ہے کہ وہ اپنی بہت کے مطابق اور حالات کی نزاکت کے مطابق خدا کی راہ میں اپنے مال کا جتنا حصہ وہ مناسب سمجھتا ہے خرچ کرے۔ جیسا کہ ایک وقت میں نبی اکرم ﷺ نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے دین کو تمہارے مالوں کی ضرورت ہے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگایا کہ یہ موقع اتنا نازک ہے کہ میرا فرض ہے۔ کہ میں اپنا سارا مال لا کر نبی اکرم ﷺ کے قدموں پر ڈال دوں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اندازہ لگایا کہ اتنا نازک وقت تو نہیں۔ لیکن بہر حال اتنا نازک ضرور ہے کہ مجھے نصف مال خدا کی راہ میں دے

دینا چاہئے۔

تو ہر شخص اپنی استطاعت اور قوت اور استعداد کے مطابق اور اپنے اپنے مقام ایمان کے مطابق اندازہ لگا کر ایسے موقعوں پر خدا کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرتا ہے۔ لیکن کوئی خاص حد بندی مقرر نہیں۔ جیسا کہ تحریک جدید کے چندوں کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے کوئی حد بندی مقرر نہیں کی۔ لیکن اس خواہش کا ضرور اظہار کیا ہے کہ ایک مہینہ کی آمد کا ۵ راسالانہ تم دیا کروتا کہ سلسلہ کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ بعض لوگ اب بھی اس سے زیادہ دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو ۵ را بھی نہیں دیتے ہیں اور ادیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو ۲۰ را دیتے ہیں۔

مجاہدہ کی ایک شکل جو قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ قتال فی سَبِیْلِ اللّٰہِ ہے۔ یعنی جب دشمن زور بازو سے اسلام کو مٹانا چاہے اور مادی ہتھیار لے کر اسلام اور مسلمانوں کو بتاہ کرنے کی کوشش کرے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو باوجود اس کے کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلہ میں بہت کمزور ہوتے ہیں، دفاع کی اجازت دیتا ہے۔ اور پھر حکم دیتا ہے کہ ضرور دفاع کرو۔ اور یہ حکم اس لئے دیتا ہے تاکہ کمزوروں کی کمزوری ظاہر ہو جائے۔ اگر صرف اجازت ہو تو بعض کہیں گے کہ سب کو لڑائی میں جانا تو ضروری نہیں ہے۔

اور پھر اس وقت اپنی زندہ طاقتوں اور زندہ قدرتوں کا ایک نمونہ دنیا کو دکھاتا ہے کہ دیکھو مومن تھوڑے بھی تھے، کمزور بھی تھے، غریب بھی تھے پھر ان کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے باوجود اس کے جب وہ ہمارے حکم پر بلیک کہتے ہوئے ہمارے اور اپنے دشمن کے مقابلہ پر آگئے۔ تو انہیں فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا مجزانہ رنگ میں اظہار فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ مجاہدہ کی ایک شکل ہمیں قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ وَلَئِنْ قُتُلْتُمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ أَوْ مُتُّمْ لَمْغُفرَةٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَةٌ (آل عمران: ۱۵۸) یہاں صرف قتل کئے جانے کا ذکر ہے۔ ضروری نہیں کہ جنگ میں قتل ہو۔ اگر آپ تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ مسلمان صرف میدان جنگ میں ہی شہید نہیں کئے گئے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ مجموعی طور پر ہزاروں لاکھوں مسلمان ایسا ہے جسے میدان جنگ میں نہیں بلکہ امن کی حالت میں کافروں نے بڑی بے دردی کے ساتھ

قتل کیا۔ جیسا کہ ہماری تاریخ میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کو کابل میں پکڑا گیا۔ وہ بے گناہ، بے بس اور کمزور تھے۔ حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ حکومت نے خدا تعالیٰ کے فرمان کے خلاف، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو مول لیتے ہوئے ان کو پکڑا اور قتل کر دیا۔ اور بڑی بے دردی سے قتل کیا۔

تو ایک شکل مجاہد یا جہاد فی سبیل اللہ کی یہ ہے کہ انسان ایسے وقت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور کمزوری نہیں دکھاتا۔ صداقت سے منہ نہیں موڑتا۔ دشمن کہتے ہیں کہ تم تو بکرا لو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے وہ کہتا ہے کہ کس چیز سے تو بہ؟ تو بہ کر کے حق کو چھوڑ دوں!! صداقت سے منہ پھیروں!!! اور باطل کی طرف آ جاؤں!!!! ایسا مجھ سے نہیں ہو سکتا!! مرنا آج بھی ہے اور کل بھی۔ تمہارا جی چاہتا ہے تو مار دو۔ لیکن میں صداقت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پانچویں شکل مجاہد کی جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے وہ بھرت فی سبیل اللہ ہے۔ اس کی تفصیل کو میں اس وقت چھوڑتا ہوں۔ چھٹی شکل اللہ تعالیٰ نے جو مجاہد فی سبیل کی بتائی ہے وہ ہے خدا کے دین کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے انسان سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرے۔

سفر میں بہر حال ویسا آرام نہیں مل سکتا جیسا کہ اپنے گھر میں ملتا ہے۔ بعض لوگ سفر سے گھبراتے ہیں۔ بعض لوگ بار بار سفر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ تو ہمارے مربی، معلم اور انسپکٹر صاحبان کو جو سال کے چھ سات ماہ سفر میں رہتے ہیں خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اپنی راہ میں مجاہدہ قرار دیا ہے۔ اور اس کی جو برکات ایک مجاہد پر نازل ہوتی ہیں یہ لوگ بھی اس کے وارث ہیں۔ جیسا کہ فرمایا یَا إِيَّاهَا الَّذِينَ أَمْنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (النساء: ۹۵) اگرچہ اس آیت میں اپنی کانٹیکسٹ (Context) کے لحاظ سے یعنی اس مضمون کے لحاظ سے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سفر جنگ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جنگ کرنے کا ثواب علیحدہ ہے۔ اور إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ کا ثواب علیحدہ یہاں بتایا گیا ہے۔ اسی طرح إِنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (التوبہ: ۳۸) ہے۔ تو بہت دفعہ خدا کی راہ میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً وقف عارضی میں وقف کرنے والوں کو میں نے یہی کہا تھا کہ تم بتاؤ کہ تم کتنا سفر کر سکتے ہو؟ اس کے جواب میں بعض دوستوں نے لکھا کہ ہم اپنے خرچ پر پندرہ میں میل سفر کر سکتے ہیں بعض نے لکھا کہ ہم پچاس ساٹھ میل سفر کر سکتے ہیں۔ بعض نے لکھا کہ ہم سو ڈیڑھ سو

میل سفر کر سکتے ہیں۔ بعض نے لکھا کہ سارے پاکستان میں جہاں آپ کی مرضی ہو ہجھوادیں۔ ہم سفر کرنے کے لئے تیار ہیں تو ایسے مومن بھی مجاہدین میں شامل ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ کی ایک قسم قرار دیا ہے۔

ساتویں اور مجاہدہ کی سب سے اہم قسم جَاهِدُهُمْ بِهِ جِهَادًا گَبِيُّرًا (الفرقان: ۵۳) میں بیان کی گئی ہے۔ یعنی قرآن کریم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے دین کی راہوں میں جہاد کرنا اور اصولی طور پر یہ جہاد دو شکلوں میں کیا جاتا ہے۔

ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اتنے زبردست اور اتنی کثرت سے دلائل جمع کر دیئے ہیں کہ دنیا کا کوئی باطل عقیدہ خواہ کسی نہ ہب سے ہی تعلق کیوں نہ رکھتا ہو ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔

تو عقائد باطلہ کا (خواہ وہ عقائد باطلہ عیسائیوں کے ہوں یا آریوں کے یا سکھوں کے یا دہریوں کے یا دوسرے بد نہاب کے ہوں) دلائل ہشہ کے ساتھ مقابله کرنا بھی ایک زبردست جہاد ہے جس کے نتیجہ میں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو انسان اس کی رحمتوں کا وارث بنتا ہے۔

اور دوسرے جَاهِدُهُمْ بِهِ جِهَادًا گَبِيُّرًا (الفرقان: ۵۳) تعلیم قرآن کو عام کرنے سے یہ جہاد کیا جاتا ہے کیونکہ مومنوں کی جماعت میں علوم قرآنیہ کو ترویج دینا۔ ان کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرنا اور ان کو اس حقائق پر قائم کرنا کہ قرآن کریم بڑی برکتوں والی عظیم کتاب ہے اس سے جتنا پیار ہو سکتا ہے کرو۔ اس سے جتنی محبت تم کر سکتے ہو کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنو۔ تو یہ بھی ایک مجاہد ہے اور اسی مجاہدہ اور جہاد کی طرف اس وقت میں بار بار جماعت کے دوستوں کو متوجہ کر رہا ہوں۔

غرض مختلف اقسام جہاد یا مجاہدہ جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اگر آپ ان کو سامنے رکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ تحریک جدید کے تمام مطالبات کا ان میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ ضرور تعلق ہے۔ یہ بڑا البا، گہرا اور وسیع مضمون ہے۔ اگر ضرورت ہوئی اور خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو شاید میں کسی وقت اس پر بھی روشنی ڈالوں گا۔ اس وقت میں صرف ایک چیز کو لینا چاہتا ہوں اور وہ ہے انفاق فی سبیل اللہ یعنی مالی قربانی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضاۓ کو حاصل کرنے کی کوشش اور اس کی رحمت کے حصول کی امید

اس دعا کے ساتھ کہ وہ اپنا فضل ہمارے شامل حال کرے اور حقیقتاً اور واقعہ میں ہم اس کی رحمتوں کے وارث ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی اور آپ نے اپنے خطبہ میں اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ دفتر دوم کی وصولی پانچ لاکھ تک پہنچ جانی چاہئے۔ لیکن اس وقت تک کہ دفتر دوم پر باقیس سال گزر چکے ہیں سال روائی میں اس کے وعدے صرف دولاٹھوںے ہزار تک پہنچے ہیں۔ یعنی اگر دولاٹھوںے ہزار مزید وعدے ہوں تو ہم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کو پورا کرنے والے ہوں گے۔

سواس وقت بڑا بوجھ دفتر دوم پر ہے کیونکہ اس میں جب دینے والے لوگ ابھی اتنے بوڑھے نہیں ہوئے۔ جتنے بوڑھے دفتر اول کے مجاہد ہو چکے ہیں۔ دفتر اول کے مجاہدین میں سے بہت سے تو اپنے رب کو پیارے ہو گئے۔ عمر کے ساتھ موت و فوت بھی لگی ہوئی ہے۔ کسی نے ابدی طور پر اس دنیا میں نہیں رہنا ہے۔ پس کچھ دوست تو ان میں سے فوت ہو گئے کچھ ریثماڑ ہو گئے۔ کچھ دوسرے پیشہ وروں کی آمدنی میں معمر ہونے کی وجہ سے کمی ہو گئی۔ مثلاً ڈاکٹر ہیں وکیل ہیں۔ ان کی عمر جب ایک حد سے گزر جائے تو وہ پورا کام نہیں کر سکتے۔ ان کا جسم اور دماغ آرام چاہتا ہے۔ اس سے ان کی آمد میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اور کچھ اس لئے بھی کہ اس عمر میں ان کے بچے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی امداد کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ان کو خیال ہوتا ہے۔ کہ ہماری ضرورتیں تو پوری ہو رہی ہیں۔ ہم زیادہ کیوں کما کیں اور کمائی کے مطابق ہی انہوں نے چندے ادا کرنے ہیں۔

تو دفتر اول وہ ہے جو آہستہ آہستہ ہماری نظر وہ کے سامنے دھندا ہوتا چلا جا رہا ہے اور ایک وقت میں ہمارے سامنے سے یہ غائب ہو جائے گا۔

دفتر دوم وہ ہے کہ جو اس وقت مالی بوجھ کا بڑا حصہ اور دوسرے بوجھوں کا بڑا حصہ بھی اٹھا رہا ہے۔ پس دفتر دوم کے مجاہدین کو بہت چست ہونے کی ضرورت ہے اور اگر ہمارے یہ بھائی اور دوست تھوڑی سی ہمت کریں تھوڑی سی کوشش کریں ذرا سی مزید توجہ دیں۔ تو یہ بعید نہیں کہ وہ اس رقم کو پورا کر سکیں۔ جس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

ہم نے غور کیا ہے اور سوچا ہے کہ تھوڑی سی مزید ہمت اور توجہ سے اس دفتر کے مجاہدین اپنے چندوں

کو پانچ لاکھ تک پہنچ سکتے ہیں۔ مثلاً حضور (رضی اللہ عنہ) کی خواہش تھی کہ تحریک جدید میں ماہوار آمد کا ۵ را دیا جائے۔ اگر دفتر دوم کے مجاہد حضورؑ کی اس خواہش کو پورا کر دیں تو ہمارا اندازہ ہے کہ رقم پانچ لاکھ تک پہنچ جائے گا۔

سال روایا میں دفتر سوم کا بھی اجراء ہوا ہے یہ کچھ لیٹ ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ ہر دس سال کے بعد ایک دفتر کھلتا رہے تاکہ آنے والے جانے والوں کی جگہ کو پر کرتے رہیں۔ پس دفتر سوم کے اجراء میں تاخیر ہو گئی ہے اور دس سال کی بجائے ایک سال بعد دفتر سوم کا اجراء ہوا ہے۔ وہ بھی اس وقت جبکہ سال کا نصف حصہ غالباً گزر چکا تھا۔ سو اس وقت تک دفتر سوم کے سال اول کے وعدے ۱۸ ہزار روپے کے آئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں جب کہ اعلان بھی دیر کے بعد ہوا اور اس دفتر کے بہت سے لوگ پہلے ہی دفتر دوم میں شامل ہو چکے تھے ۱۸ ہزار دفتر سوم کی پوری رقم نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ احمدی دوست جن کا تعلق دفتر سوم کے ساتھ ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دیں تو آئندہ سال یعنی اپنی عمر کے دوسرے سال، دفتر سوم کے وعدے کم از کم ایک لاکھ تک ہونے چاہئیں اور یہ کوئی مشکل امر نہیں کیونکہ اس کے لئے بھی ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر ایسے دوست اس طرف متوجہ ہوں جو دفتر سوم میں آتے ہیں۔ ان کے وعدے آسانی سے ایک لاکھ تک پہنچ سکتے ہیں۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قربانی کی بڑی توفیق عطا کی ہے اور اس کو وہ قبول بھی فرماتا ہے۔ اور جب وہ قبول بھی فرماتا ہے تو **هُدَى لِلْمُتَّقِينَ** (البقرہ: ۳) کی روشنی میں مزید ہدایت اور ہدایت کے ارفع تر مقام کی طرف انہیں لے جاتا ہے اور مزید قربانیاں دینے کا جذبہ اور شوق ان میں پیدا ہوتا ہے۔ تحریک جدید کے پہلے سال جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سکیم مختلف خطبات میں دوستوں کے سامنے رکھی۔ تو آپ نے اس کے لئے چندہ کا اندازہ سائز ہے ستائیں ہزار روپیہ جماعت کو بتایا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اس سکیم کو چلانے کے لئے جماعت نے اٹھانوے ہزار روپیہ (دو ہزار کم ایک لاکھ) حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔

پہلے سال ہماری مستورات نے تحریک جدید کا چندہ نہیں بلکہ تحریک جدید کی ایک شق کا چندہ (یعنی

مسجد ڈنمارک کا چندہ) تین لاکھ چھ ہزار روپیہ نقد جمع کر دیا۔ اس طرح یہ چندہ تحریک جدید کے پہلے سال کے چندہ سے تین گناہ زیادہ جمع ہوا۔ حالانکہ یہ چندہ صرف ہماری بہنوں نے جمع کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى ذٰلِكَ۔ گویا تحریک جدید کے پہلے سال میں ساری جماعت مردوں، عورتوں اور بچوں نے مل کر بھی ایک لاکھ کی رقم پوری نہ کی تھی۔ (دو ہزار کم تھے) اور گذشتہ سال ڈنمارک کی مسجد کے لئے صرف ہماری بہنوں نے تین لاکھ چھ ہزار کی رقم جمع کر دی توجہ انسان خدا کی راہ میں قربانی دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اسے قبول کر دیتا ہے۔ تو اسے مزید قربانی کی توفیق بخشتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ کو دس روپیہ انعام دیتا ہے اور وہ اس دس روپیہ میں سے کچھ اس کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کو مزید توفیق بخشتا ہے۔ تا وہ ہدایت کے راستوں پر اور آگے بڑھے۔ پھر وہ اور آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دس روپے کی بجائے ایک ہزار روپے انعام دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرا بندہ ایک ہزار روپیہ لینے کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا یہ تو ایسے انعام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ دنیا کی عقل اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سننا، کسی زبان نے نہیں چکھا، کسی کے خیال میں بھی یہ انعامی چیزیں نہیں گزرتیں۔ اس لئے میں اسے اور آگے بڑھنے کی توفیق دیتا ہوں۔ پھر وہ بڑی بشاشت سے اور زیادہ قربانی خدا کی راہ میں پیش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک ہزار کی بجائے ایک لاکھ روپیہ اسے انعام دیتا ہے۔ پھر ایک کروڑ پھر ارب۔ یہ کتنی ختم ہونے والی نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے انعام ختم ہونے والے نہیں۔

اس طرح وہ بندہ انعام پر انعام حاصل کئے جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے توفیق پر توفیق پاتا چلا جاتا ہے۔ مزید مجاہدہ اور مزید قربانی کرنے کی۔ تب اسے سمجھ آتی ہے کہ دنیا کیا اور دنیا کی لذتیں اور آرام کیا گرا یہے انعام جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہے ہیں ملتے چلے جائیں تو میں اپنی ہر چیز، اپنے گھر، اولاد اور شستہ دار قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں تاکہ مجھے وہ کچھ ملے جو ان تمام چیزوں اور تعلقات سے کہیں زیادہ احسن اور لذت والا ہے۔ یہی لذت جو مجھے مل چکی ہے میرے تخلیل سے باہر ہے جو اور مزید ملے گا پھر وہ کتنا شاندار ہو گا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ ہر سال جماعت کو پہلے سے زیادہ قربانیوں کی توفیق دیتا چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس فضل کو تھارت کی نگاہ سے نہ دیکھو بلکہ خدا تعالیٰ کے

شکر بندے بننے کی کوشش کروتا اس شکر کے نتیجہ میں مزید قربانیوں کی توفیق پا کر مزید فضلوں کے وارث بننے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرے خطبہ میں فرمایا گو مجھے سخت کمزوری ہے لیکن کام نہ کرنا میرے جیسے آدمی کے لئے عذاب ہے۔ کہ آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بیماری کے دنوں میں بھی (جب مجھے سخت گھبراہٹ ہوتی تھی اس خیال سے کہ میں کام نہیں کر رہا) مجھے سات آٹھ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا کیونکہ سات آٹھ گھنٹے کام کرنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ اگر آدمی خدا تعالیٰ کے لئے چودہ پندرہ گھنٹے کام کرے تو پھر کچھ طبیعت میں سیری محسوس ہوتی ہے لیکن بیماری کی وجہ سے آدمی اتنا کام نہیں کر سکتا تو یہ بھی میرے لئے ایک قسم کا ابتلاء ہے اس لئے میں یہ امید کرتا ہوں کہ آپ دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت سے کام کرنے کی توفیق عطا کرے تاکہ اپنی طبیعت بھی سیر ہو جائے اور خدا تعالیٰ بھی خوش ہو جائے کیونکہ خالی اپنی طبیعت کا سیر ہو جانا بے معنی ہے اگر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی وہ رضا حاصل نہ ہو جس کے حصول کی انسان خواہش رکھتا اور کوشش کرتا ہے ایک جنازہ ہے وہ میں مغرب کے بعد پڑھاؤں گا۔ میں اس بھائی سے (جو جنازہ لایا ہے) معذرت چاہتا ہوں۔ کیونکہ اگر اب جنازہ پڑھا گیا تو بیماری بہنوں کا راستہ رک جائے گا اور پھر اجتماع میں بھی دیر ہو جائے گی۔ تو اس جنازے کو کسی ٹھنڈی جگہ محفوظ کریں۔ انشاء اللہ مغرب کی نماز کے بعد جنازہ پڑھاؤں گا۔ (مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ کیم دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۷)



میں چاہتا ہوں کہ وقف جدید کا مالی بوجھ ہمارے پچے اور

بچیاں اٹھائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ نومبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ بچوں کی تربیت پہلے دن سے ہی شروع کر دینی چاہئے۔
- ☆ نئی نسلوں کو بھی قربانیوں کی راہوں پر چلنے کی عادت ڈالیں۔
- ☆ بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرو کہ اُخروی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی نارِ انگلی کی آگ میں نہ پھینکے جائیں۔
- ☆ ہر احمدی پچے کو اسلام کا سپاہی اور احمدی سپاہی بنانا والدین اور ولی کا فرض ہے۔
- ☆ وقف جدید کے مالی جہاد میں ہر پچے کو شامل کریں۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اس میں شک نہیں کہ دینی معاملات میں سب سے پہلا حق انسان پر اس کے اپنے نفس کا ہی ہے۔ اور ہر نفس انسانی کو ہمیشہ اس طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ وہ ایسے اعمال بجالات اتار ہے کہ ان کی وجہ سے اس کا رب راضی ہو جائے اور وہ اپنے اللہ کی خوشنودی حاصل کر لے۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَا يَضُرُّ كُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ** (المائدہ: ۱۰۶) کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہدایت یافتے سمجھے جاؤ تو تمہیں دوسروں کا گمراہ ہو جانا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یعنی اگر با وجود اپنی دلی ترپ اور اپنی انتہائی کوشش اور جدوجہد کے وہ لوگ جنہیں تم ہدایت کی طرف بلا و اور اس بات کی تلقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے قرآن کریم کے جوئے کے نیچے اپنی گرد نیں رکھ دیں۔ پھر بھی وہ ایسا نہ کریں اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو مولیں تو ان کا ایسا کرنا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اس کے بعد سب سے بڑی ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ اور ہمیشہ اس طرف متوجہ ہوں کہ جس طرح ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل ہوتے رہیں اور وہ ہم سے خوش ہو جائے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہمارے اہل میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی ہماری یہ خواہش ہونی چاہئے کہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم نازل ہو۔ اور اس زندگی میں (جس کے متعلق ہمیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔ اور جہاں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لحظہ کی ناراضگی ایسی ہے کہ اس دنیا کی ہزاروں زندگیوں کی خوشیاں اس ناراضگی سے بچنے کے لئے قربان کی جا سکتی ہیں) وہ لوگ (بیوی بچے اور دوسرے رشتہ دار) جو یہاں ہمارے اہل کہلاتے ہیں۔ وہاں بھی ہمارے ساتھ ہی رہیں اور خاندان روحانی طور پر بکھرنا چاہئے اور منتشر نہ ہونے پائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا

ہے۔ یا ایہا الَّذِینَ امْنُوا قُلُوا اَنْفُسُکُمْ وَآهْلِیْکُمْ نَارًا (سورۃ الحیرم: ۷) کاے وہ لوگو! جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا ہے۔ یاد رکھو کہ صرف اپنے نفس کو روحانی رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرنے کی ہی ذمہ داری تم پر عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ تم پر یہ بھی فرض کیا گیا ہے کہ جہاں تم اپنے نفسوں کو خدا تعالیٰ کی نار اٹکی اور اس کے قہر اور اس کے غصب کی آگ سے بچاؤ۔ وہاں اپنے اہل کو بھی اور ان لوگوں کو بھی جو تمہارے رشتہ دار ہیں (بیوی بچے ہیں) خدا تعالیٰ کے قہر کی آگ سے بچاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا۔ قُلْ إِنَّ الْخَسِيرُونَ الَّذِينَ حَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَآهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سورۃ الزمر: ۱۶) حقیقی طور پر گھٹا پانے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ اور ان کے اہل گھٹا پانے والے قرار دیئے جائیں۔

دیکھو ماں میں اور بعض دفعہ باپ اور دوسرے رشتہ دار بھی چند دنوں یا چند سالوں کی جدائی اپنے بچوں سے برداشت نہیں کر سکتے۔ بہت سے بچے غیر ملکوں کی اعلیٰ تعلیم سے اس لئے محروم ہو جاتے ہیں کہ ان کی ماں میں یاد دوسرے عزیز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ چند سال کے لئے وہ اپنے اس عزیز سے جدا ہوں۔ بہت سے بچے اس لئے تعلیم سے محروم ہو جاتے ہیں کہ جہاں وہ پیدا ہوئے اور جہاں وہ پلے اور بڑھے اور جہاں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی وہاں کوئی کالج نہیں تھا۔ اور ماں باپ نے پسند نہ کیا کہ وہ اپنے بچے کو اپنے سے جدا کر کے کسی ایسے بڑے شہر میں بھجوائیں جہاں کالج موجود ہے۔

تو اس دنیا میں بعض دفعہ تو ہم غیر معقول رویہ اختیار کر کے بھی اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان کی جدائی ہم پر بہت شاق گزرتی ہے تو وہ دنیا جس کے عذاب کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اتنا مبارک ہے کہ اس پر ”ہمیشہ رہنے والے عذاب“ کا فقرہ چسپاں ہو سکتا ہے۔ اس میں ہم کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ ہمارے بچے، ہمارے اہل اور ہمارے دوسرے رشتہ دار ہم سے جدا ہوں۔

اگرچہ پورے طور پر تو یہ درست نہیں بلکہ قرآن کریم کی دوسری آیات کے خلاف ہے کہ جہنم کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ تک چلتا چلا جائے گا لیکن اس کے زمانہ کی لمبائی اور وسعت کو بیان کرنے کے لئے قرآن کریم خلیل الدین کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

تو ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ایک معنی کے لحاظ سے ہمارے بچے اس دنیا میں ابد الآباد تک ہم

سے جدار ہیں جبکہ ہم یہاں چند گھریوں یا چند دنوں یا چند ہفتیوں یا چند سالوں کی جدائی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اصل گھاٹا پانے والے تو وہ ہیں جو اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ اپنے خاندان کو جس طرح جسمانی طور پر یہاں اکٹھا کئے ہوئے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان میں انتشار اور تفرقہ پیدا ہوا ور وہ بگڑ جائیں۔ اسی طرح ان کا خاندان دوسرا دنیا (آخری زندگی) میں بھی منتشر نہ ہو جائے۔ چونکہ وہ ایسی کوشش نہیں کرتے اس لئے حقیقی معنی میں یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ گھاٹا پانے والے ہیں۔

اسی لئے اسلام نے مختلف پہلوؤں سے اس بات کی تلقین کی ہے کہ اپنے بچوں کی پہلی دن سے ہی تربیت شروع کر دی جائے۔ دراصل پیدائش سے پہلے بھی جب بچہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے۔ بعض لحاظ سے اور بعض طریقوں سے اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ بچے کی پیدائش پر نیک کلمات اس کے دائیں کان میں بھی اور اس کے باائیں کان میں بھی کہہ جاتے ہیں اور اس طرح ہمیں اس راستے پر لاگایا جاتا ہے کہ بچوں کے سامنے ہمیشہ نیکی کی اور ہمیشہ احسان کی اور ہمیشہ جذبہ ایتساءِ ذی الْقُرْبَی کے پیدا کرنے والی باتیں کیا کرو اور انہیں تلقین کیا کرو کہ علمی لحاظ سے بھی اور ذہنی لحاظ سے بھی وہ ایک سچے مسلمان کی سی زندگی گزارنے لگیں۔

اعمال میں جہاں تک نماز کا تعلق ہے (جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک خطبہ میں کہا تھا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دس سال کی عمر میں بچے پر نماز واجب ہو جاتی ہے۔ اگر وہ لڑکا ہے تو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنا اس پر واجب ہوتا ہے لیکن بچہ ایک دن میں تو نماز پڑھنا شروع نہیں کر دے گا اس لئے فرمایا کہ اس فرض کو عمدگی سے ادا کرنے کی تربیت دینے کی خاطر تین سال پہلے کام شروع کرو وہ سات سال کا ہوتا سے نماز کی طرف مائل کرو اور متوجہ کرو۔ اور اگر وہ لڑکا ہے تو اسے اپنے ساتھ مسجد میں لے جانا شروع کر دو اور مسجد کے آداب بھی سکھاؤ۔ اس طرح عبادت کے عملی کام جو ہیں ان میں حصہ لینے کی طرف اسے متوجہ کرو اور اس رنگ میں ان کی تربیت کرو کہ عملی روحانی کاموں کے فرض ہوتے وقت اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے وہ پورے طور پر تیار ہوں۔

نماز کے بعد دوسرا بڑا کام جو ایک مسلمان پر بطور فرض کے عائد ہوتا ہے وہ مال کی قربانی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتنی شاندار قربانیاں دیں کہ اگر وہ نقہ راویوں سے بیان نہ ہوتیں تو شاید ہماری عقليں ان کی صحت کو قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں جمع تھیں۔ آج کل تو اشرفی ملتی ہی نہیں۔ میرے خیال میں جود و سوت یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک فی صدی نے بھی سونے کی اشرفی نہ دیکھی ہوگی۔ اس وقت قوت خرید کو دیکھا جائے تو اس کے مطابق ایک اشرفی کی قیمت، سو، سو اسو ہے۔ کیونکہ سوساوسو میں ایک اشرفی ملتی ہے تو چالیس ہزار اشرفی قریباً چالیس لاکھ روپیہ بنتا ہے۔

جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے اپنے دل میں عہد کیا کہ یہ ساری رقم میں اسلام کے لئے خرج کروں گا چنانچہ جو کچھ انہوں نے جوڑا ہوا تھا اور ریزو کے طور پر رکھا ہوا تھا (تجارت میں جوان کا مال لگا ہوا تھا وہ اس کے علاوہ تھا) وہ اسلام پر خرچ کرتے رہے۔ اور جب بھرت کا وقت آیا تو چالیس ہزار اشرفیوں میں سے صرف پانچ سوا اشرفی ان کے پاس باقی تھی۔ اتنا لیس ہزار پانچ سوا اشرفی وہ خرچ کر کچھ تھے۔ یہ پانچ سوا اشرفیاں بھی انہوں نے اپنے گھروالوں کے لئے نہیں چھوڑیں بلکہ بھرت کے وقت وہ بھی ساتھ اٹھا لیں تاکہ دین کی راہ میں ہی خرچ ہوں۔

تو انہوں نے بڑی مالی قربانیاں دی ہیں۔ دوست یہ نہ سمجھیں کہ ہم وصیت میں ۱۰٪ ادا کر یا بعض دوسرے چندوں کو ملا لیا جائے تو ۸٪ ایسا ۷٪ ادا کر ایسی قربانی دے رہے ہیں کہ گویا ہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے آگے نکل گئے۔ یا ان کے برابر کھڑے ہو گئے ہیں کیونکہ صحابہؓ میں کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے تھے جو بہر حال ۵٪ سے زیادہ قربانی دے رہے تھے مثلاً انصار کو ہی دیکھیں انہوں نے آدھے آدھے مال مہاجرین کو پیش کر دئے تھے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ مہاجرین میں سے بہتوں نے نہیں لئے۔ جنہوں نے لئے بھی۔ قرض کے طور پر لئے لیکن انصار کی طرف سے پیش کش ہو گئی تھی کہ تم سب کچھ چھوڑ کر آئے ہو۔ آؤ یہ مال بانٹ لیں اور آدھا آدھا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کو عقل دی تھی۔ وہ تجارت کے میدان میں بڑا کچھ کلماتے تھے۔ پھر اس نے انہیں ایمان بھی دیا تھا اس لئے وہ دین کی راہ میں خرچ بھی بڑا کرتے تھے۔ اس حد تک کہ میں نے بتایا ہے کہ اگر ان روایات کے راوی لئے نہ ہوں تو ہم شاید ان کو محض قصہ سمجھیں لیکن تاریخ اس کثرت سے ان باتوں کی تائید کر رہی ہے کہ ہماری عقل انہیں جھٹلا

نہیں سکتی۔

تو جہاں تک اموال کی قربانی کا تعلق ہے۔ صحابہ نبی اکرم ﷺ نے بے مثال قربانیاں دی ہیں اور جہاں تک مالی قربانیوں کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمد یہ کوئی توفیق دی ہے کہ اس لامد ہبیت اور دہریت کے زمانہ میں اپنے اموال کو بے دریغ خرچ کرے اور ایک حصہ جماعت کا اور بڑا حصہ صحابہ حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے اپنے وقت میں ایسی روحانی تربیت حاصل کر چکا تھا کہ ان کی جانی اور مالی قربانیاں صحابہ نبی اکرم ﷺ سے اتنی مشابہ ہو گئی تھیں کہ ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور گروہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ بعد کی جو نسلیں ہیں ان میں بھی بڑی حد تک خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ روح قائم ہے۔ لیکن ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ نبی نسلوں کو بھی قربانیوں کی ان را ہوں پر چلنے کی عادت ڈالیں۔ اسی لئے میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وقف جدید کا مالی بوجھا اگر ہمارے پچھے اور بچیاں جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے اٹھا لیں تو جماعت کے ارفع مقام کا مظاہرہ بھی ہو گا کہ جماعت کے پچھے بھی اس قسم کی قربانیاں دیتے ہیں کہ اس پوری تحریک (وقف جدید) کا مالی بوجھ انہوں نے اٹھالیا ہے اور خود ان کے لئے بھی بڑے ثواب کا موجب ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو کام انہوں نے آئندہ کرنے ہیں اس کے لئے تربیت کا موقع بھی مل جائے گا۔

اس کی طرف جماعت نے اتنی توجہ نہیں دی جتنی دینی چاہئے تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے پچھے جن کی عمر ایک دن سے پندرہ سال کے درمیان ہے وہ تین مختلف تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ سات سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں کا تعلق اطفال الاحمد یہ خدام الاحمد یہ سے ہے۔ اور سات سال سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کا تعلق نظام جماعت سے ہے۔ تو بچوں کی یہ نیھی منی فوج تین حصوں میں بٹ گئی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض جماعتوں میں توہر تنظیم نے سمجھا کہ شاید دوسرا کام کر رہا ہو۔ اور بعض جگہ ایک دوسرے کے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔ یعنی خدام الاحمد یہ اطفال الاحمد یہ والے جو تھے انہوں نے کم عمر والے بچوں کی فہرستیں بنانا شروع کر دیں۔ جماعتی نظام والے جو تھے انہوں نے سات سال سے کم عمر والے بچوں کی ہی فہرستیں نہیں بنا کیں بلکہ اطفال کی فہرستیں بھی بنانے لگ گئے۔ اس طرح

انہوں نے ایک دوسرے کے کام میں داخل دینا شروع کر دیا۔

بہر حال جو سنتی ہو چکی ہے اسے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے لیکن آئندہ کے لئے میں چاہتا ہوں کہ اس خطبہ کے شائع ہونے کے بعد پندرہ دن کے اندر اندر ہر جماعت مجھے بچوں کی ان تین مختلف قسموں کے لحاظ سے یعنی اطفال الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والے بچے، ناصرات الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والی بچیاں اور سات سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کی فہرست علیحدہ علیحدہ (نام کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف تعداد کے لحاظ سے) مجھے پہنچ جانی چاہئے۔ مثلاً لا ہور لکھے کہ ہمارے ہاں اطفال ڈیڑھ ہزار ہیں۔ ناصرات ڈیڑھ ہزار ہیں اور کم عمر کے بچے تین ہزار ہیں۔ جو صورت بھی ہو مجھے صرف تعداد چاہئے اور دوسرے یہ لکھا جائے کہ ان میں سے وقف جدید کا اس رنگ میں کس کس نے وعدہ کیا ہے۔

وعدوں کے متعلق اعلان کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ ہمارے ہزاروں بچے ایسے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسے خاندانوں میں پیدا کیا ہے کہ جنہیں اتنا رزق دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک بچہ ایک اٹھنی ماہوار یا اس سے بھی زائد دے کر وقف جدید کا مستقل مجاہد بن سکتا ہے۔

لیکن بعض ایسے مخلص اور قربانی کا جذبہ رکھنے والے احمدی خاندان بھی ہیں جو مالی استطاعت نہیں رکھتے۔ مثلاً اگر ان میں سے کسی خاندان کے چھ بچے ہوں تو اٹھنی ماہوار کے حساب سے تین روپے ماہوار یا چھتیں روپے سالانہ انہیں ادا کرنے چاہئیں۔ حالانکہ غربت کی وجہ سے اس خاندان کے بڑوں کے چندے بھی کم و بیش اتنے ہی ہوتے ہیں۔ پس اگر ایسے خاندان کا ہر بچہ اٹھنی ماہوار دانہ کر سکے تو سارے خاندان کے بچل کر ایک یونٹ بنالیں اور سب مل کر اٹھنی ماہوار دے دیا کریں۔

بہر حال اس صورت میں وقف جدید کے چندہ کا جو وعدہ کیا گیا ہو۔ یا الگ الگ ہر بچے نے جو وعدہ کیا ہواں کی اطلاع پندرہ دن کے اندر آ جانی چاہئے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِچُوں کی صحیح تعداد کتنی ہے؟ رپورٹیں آئیں گی تو پتہ چلے گا لیکن یہ مجھے یقین ہے کہ ہمارے وہ بچے جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے ان کی تعداد کم از کم پچاس ہزار ہو گی۔

اگر پچاس ہزار بچے الگ الگ پوری شرح سے چندہ ادا کریں تو ان کا چندہ چھ روپے سالانہ کے حساب سے تین لاکھ روپیہ بن جاتا ہے۔ جو وقف جدید کے سال رووال کے وعدوں سے ڈیڑھ گنا ہے۔ (لیکن بعض دوستوں نے تو اپنے پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے بھی چندہ بھجوادیا ہے) لیکن چونکہ

وقف جدید کے کام کو پوری طرح پلانے کے لئے یہ ناکافی ہے۔ اس لئے امید ہے کہ (جیسا کہ دوست پہلے بھی کیا کرتے ہیں)۔ اس میں بچوں کے علاوہ دوسرے دوست بھی شامل ہوں گے اور پھر چھروپے سے زیادہ چندہ دینے والے بھی ہوں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ وقف جدید کا چندہ چھروپے نہیں بلکہ سات سو یا ہزار دیا کرتے تھے (اس وقت مجھے اچھی طرح یاد نہیں) اسی طرح دوسرے بھی بہت سے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ زیادہ دینے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ وہ چھروپے تک نہیں رکتے۔

یہ زائد دینے والے جو ہیں۔ ان کی رقمیں تین لاکھ کے علاوہ ہوں گی۔ اس طرح وقف جدید کے لئے تین لاکھ سے زیادہ رقم ہمیں مل جائے گی۔ جب ہمیں تین لاکھ سے زیادہ رقمیں وصول ہو جائیں گی تو ہم صحیح طور پر کام کر سکیں گے ورنہ ہمارے سال روای کا کام بھی ٹھیک طرح نہ ہو سکے گا۔

سوال اللہ تعالیٰ آپ میں سے ہر ماں اور آپ میں سے ہر باپ کو یہ کہہ رہا ہے کہ صرف اپنی فکر ہی نہ کرنا۔ قُوَا أَنْفُسَكُمْ ہی نہیں بلکہ قُوَا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ تم پر یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرو کہ اخروی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی نارِ ضگی کی آگ میں نہ پھینکنے جائیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر آپ کے سامنے بیان کر رہا ہے کہ حقیقی معنی میں گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں کہ جو قیامت کے روز خود بھی گھاٹا پائیں گے اور اپنے اہل کو بھی گھاٹا پانے والا بنادیا ہو گا ان کی تربیت صحیح رنگ میں نہ کی ہوگی اور بہت سی آیات بھی ہیں جو اس طرف متوجہ کر رہی ہیں۔

تو قرآنی تعلیم کے مطابق ہم میں سے ہر ایک کو اپنی نسل کی تربیت اس رنگ میں کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو نار جہنم سے بچائے اور ان پر اس رنگ میں اپنا فضل کرے کہ اس کی نگاہ میں وہ خاسرین کے گروہ میں شامل نہ ہوں۔

پس اپنے نفس کے بعد دوسرے نمبر پر سب سے بڑی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ عائد کی ہے کہ اپنے خاندان کو سمجھائیں۔ اس کو اسلام کا شیدائی بنا کیں اور اس کے ہر فرد کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت پیدا کریں حتیٰ کہ ان کے دل اس جذبے سے معمور ہو جائیں کہ اسلام کی راہ میں ہر وقت ہم ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں اور دنیا سے نہ کسی شکریہ کی امید رکھیں گے اور نہ واہ کی توقع رکھیں گے اور محض عاجزانہ طور پر اپنے رب کی راہ میں زندگی گزارنے والے ہوں گے۔ سوتامام احمدی اپنے اس

فرض کو پہچانیں والدین ہوں یا ولی، وہ بچوں کو اس طرف متوجہ کریں کہ وہ خدا کے دین کے سپاہی ہیں۔ آج اسلام کے مقابلہ کے لئے دشمنوں کی طرف سے تواریں میان سے نہیں نکالی جائیں ہیں۔ اس لئے ہمارے یہ سپاہی بھی تلوار کے سپاہی نہیں۔ یہ وہ سپاہی ہیں جو اپنے دلوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کرنے کے بعد قرآنی نور سے دنیا کو منور کرنے میں پورا پورا مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہر احمدی بچے کو اسلام کا سپاہی اور احمدی سپاہی بنانا والدین اور ولی کا فرض ہے۔

پس آپ کو چاہئے کہ اس ضروری اور اہم فرض کی طرف متوجہ ہوں اور وقف جدید کے مالی جہاد میں ہر بچے کو شامل کریں تا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ اور تاوہ مقصود حاصل ہو۔ جس کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس وقف جدید کو قائم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربہ ۹ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)



زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب

یہ تین بنیادی طاقتیں ہیں جن سے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ

نے متعارف کیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۶۶ نومبر ۱۹۶۶ء بمقام بشیر آباد۔ سندھ)



- ☆ پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کو دوسرے قیاں حاصل ہونی تھیں۔
- ☆ مسلمانوں نے اسلام کو بھلا دیا اور تنزل کی اتحاد گھرائیوں میں گرنے شروع ہو گئے۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس اندھیرے کے زمانہ کو نور کے زمانہ سے بدلا مقصود تھا۔
- ☆ ہزار ہا احمدی افریقہ، امریکہ اور یورپ میں موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ آئندہ کی خبریں دیتا ہے۔
- ☆ کثرت سے درود پڑھنے کی وجہ سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی برکات نازل ہوتی ہیں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہم نے جس ہستی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی اور سلسلہ احمد یہ کو قبول کیا وہ کوئی معمولی ہستی نہیں تھی بلکہ اس کا مقام وہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روحانی فرزندوں میں سے صرف اس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرے گا۔ اس شخص نے اس مقام کو نہیں پہچانا۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷ اطیع اول۔ روحانی خزانہ جلد نمبر ۱۶ صفحہ ۲۵۹) جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فنا فی الرسول ہو جانے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گم ہو جانے کی وجہ سے اس پاک وجود کو کھڑا کیا ہے۔ پھر یہ صرف اعزازی مقام نہ تھا بلکہ حقیقتاً یہ مقام آپ کو اس وجہ سے ملا (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے توفیق عطا فرمائی کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہو کر اپنے وجود کو گلیٹا غائب کر دیں) کہ اللہ تعالیٰ آپ سے وہ کام لینا چاہتا تھا جو اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا۔

قرآن کریم سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور پیشگوئیوں سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو دو ترقیاں حاصل ہونی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کو تنزل کے ایک دور میں سے بھی گزرنا تھا کیونکہ اگر تنزل کا دور مقرر نہ ہوتا تو دو ترقیوں کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ پھر ایک ہی ترقی اسلام کو حاصل ہوتی۔ ہم اس حقیقت کو اپنے عام محاورہ میں اسلام کی نشأۃ اولیٰ اور نشأۃ ثانیہ کے الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔

پہلی ترقی اس زمانہ کے لحاظ سے اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ دشمن نے جو اس زمانہ میں علم میں اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا بلکہ عام طور پر جہالت کا ہی دور دورہ تھا۔ خواہ اس زمانہ کے لوگ اہل کتاب ہوں، مشرکین ہوں، خواہ بد مذہب ہوں انہیں مذہبی لحاظ سے دیکھا جائے یاد نیوی لحاظ سے عموماً وہ علم سے محروم

تھے اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن کریم جیسی عظیم کتاب آپ پر نازل کی۔ تو ان اقوام نے جو دنیا کے مختلف مذہبی فرقوں میں بڑی ہوئی تھیں جہاں جہاں اسلام پہنچا یہ سمجھا کہ ہم اپنی طاقت کے بل پر اسلام کو مٹا کر رکھ دیں گے چنانچہ بالکل ابتدائی زمانہ میں آنحضرت ﷺ نے زندگی کے جودوں مکہ میں گزارے۔ ان میں آپؐ کو اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو انتہائی تکالیف پہنچائی گئیں کفار یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے ان تکالیف کی شدت کو انتہا تک پہنچا دیا۔ تو یہ مٹھی بھڑاگ اپنے مذہب سے تو بہ کر لیں گے۔ اور پھر ان بتوں کے آگے بجدہ کرنے لگ جائیں گے جن کو یہ چھوڑ چکے ہیں۔ لیکن مسلمان کے دل میں جب حقیقتاً بناشت ایمان پیدا ہو جاتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے ایمان کے اس مقام سے ہٹانہیں سکتی۔ سو تکالیف جتنی وہ پہنچاسکتے تھے انہوں نے پہنچائیں۔ مسلمانوں پر آزمائش کی جتنی گھڑیاں وہ لاسکتے تھے لائے۔

سخت سے سخت امتحانوں میں سے مسلمانوں کو گزرنما پڑا لیکن ان کے قدم ڈگمگائے نہیں۔ تب تمام حالات کو مد نظر رکھ کر کفرنے یہ تیجہ نکالا کہ صرف تکالیف پہنچانا کافی نہیں۔ بس ایک ہی علاج ہے وہ یہ کہ انہیں قتل کر دیا جائے تو جب انہوں نے اسلام کو مٹا نے کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پلے جاؤ۔ چنانچہ آپؐ نے نبی کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے رہنے والوں کے دلوں کو اسلام کے لئے کھولا۔ اور ان کے سینوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کیا۔ جب اسلام مدینہ میں پکھ طاقت پکڑنے لگا تو کفار نے اپنے بد منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ انہوں نے سمجھا کہ مدینہ کے چند سوآدمی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم توار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو باسانی شہید کر دیں گے۔ اور اسلام کو مٹا دیں گے۔ چنانچہ مکہ والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور اس وقت اس سلسلہ مஜزات کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کے تیجہ میں اسلام تمام دنیا پر غالب آگیا اور وہ سلسلہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت اور طاقت کے مجزانہ اظہار سے کفار کو بتایا کہ خواہ تمہاری طاقت کتنی ہی کیوں نہ ہو اور مسلمانوں کی کمزوری خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ تم اپنے دنیوی اموال اور دنیوی طاقت کے باوجود اسلام پر غالب نہیں آ سکتے۔ چنانچہ اس سلسلہ مجزات کا دروازہ بدر کے مقام پر کھولا گیا اور بدر کے مقام پر مستقبل کے واقعات کی ایک تصویر دنیا نے دیکھی کہ اگر خدا کی

طااقت کسی قوم اور سلسلہ کے پیچھے ہو تو ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس کو فنا نہیں کر سکتیں۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ کے پہلے میں چالیس سال میں (اور پھر یہ سلسلہ کئی سو سال تک آگے بھی چلا) کفر نے تواریخ زور پر اسلام کو مٹانا چاہا اور خدا تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کو جو اخلاص کے ساتھ ہر میدان میں کو دے کامیاب کیا اور کفر کی تلوار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلام دنیا میں مٹنے کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ جتنی طاقت تم اس کے خلاف استعمال کر سکتے تھے تم نے کی۔ جتنی دفعہ تم نے چاہا اور شیطان نے تمہیں ورغا لایا۔ تم اسلام کے خلاف صفات آ را ہوئے لیکن تمہاری ان صفوتوں کو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے الٹ کر رکھ دیا۔

یہ اسلام کی ابتدائی زمانہ کی تاریخ کی مختصری تصویر ہے۔ جو ہمیں بتاتی ہے کہ جب اسلام دنیا میں آیا تو بجائے اس کے کہ دنیا قرآنی علوم سے فائدہ اٹھاتی دنیوی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی ترقی کرتی، اس نے طاقت کے زور سے اسلام کے نور اور قرآن کریم کی چمک کو مٹانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن کریم ایک نور ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ ایک نور ہے اور کسی الہی نور کو دنیا کی کوئی تلوار، دنیا کی کوئی بندوق، دنیا کا کوئی بم اور دنیا کا کوئی ایٹھی ہتھیار بتاہ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے پدشمنی سے اسلام کو بھلا دیا۔ اور قرآن کریم کے نور کو اپنے گھروں اور اپنے سینوں سے نکال باہر پھینکا۔ اور ان کی بجائے اپنے سینوں اور گھروں کو بد خیالات بدر سوم اور شرک کے مختلف اندھیروں سے بھر لیا۔ تب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دلوں میں میرے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی اور ان مکانوں میں میرے ذکر کو بلند کرنے کا کوئی سامان نہیں۔ اب یہ مکان وہ بیوت نہیں رہے جن کے متعلق وعدہ کیا گیا تھا۔ اور بشارت دی گئی تھی۔

فِيْ يُبُوْتِ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُدْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ (النُّور: ۳۷)

کہ ایسے گھر ہوں گے جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے گا اور آسمان سے ان کی بلندی کے سامان پیدا کئے جائیں گے۔ تو پھر مسلمان تنزل کی اتحاد گھر اسیوں میں گرنے شروع ہوئے اور بعض دفعہ تو ایک انسان کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ تمام دنیا کے حاکم بھی یہی تھے، تمام دنیا کے استاد بھی یہی تھے، تمام دنیا کو تہذیب سکھانے والے بھی یہی تھے اور تمام دنیا کو دنیوی علوم سکھانے والے بھی یہی تھے اور تمام دنیا کو روحانی علوم سکھانے والے بھی یہی تھے اور اب یہ حال ہے کہ

اپنے گھروں سے، اپنے مدرسوں سے، اپنے کالجوں سے اور دوسری درسگاہوں سے روحانی علوم کو انہوں نے نکال کے باہر پھینک دیا۔ اور دنیوی علوم کے لئے دوسری قوموں سے بھیک مانگنی شروع کر دی۔ اندھیرے کا یہ زمانہ نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق دنیا پر آیا۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق وہ وقت بھی آیا جب اس اندھیرے کے زمانہ کونور کے زمانہ سے بدلا مقدر تھا اور اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو الہاما بتایا کہ چونکہ آپ نے اپنا وجود مکملتاً محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود میں گم کر دیا ہے۔ اور آپ کے سینے میں اسلام کا درد اور تو حید کو قائم کرنے کی تڑپ ایسی پائی جاتی ہے اور آپؐ کے یہ جذبات اتنی شدت اختیار کر گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ سے آپؐ کی محبت اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ جس مقام تک اُمت محمدیہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روحانی فرزندوں میں سے کسی ایک کی بھی محبت نہیں پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ہی میرا وہ عبد محبوب ہے جس کو میں نے پھر اسلام کو تمام دنیا پر غالب کرنے اور ادیان باطلہ پر فتح پانے کے لئے کھڑا کیا ہے اٹھ! اور اپنے گوشہ تہائی کو چھوڑ! اور اس جھرہ سے باہر نکل! جس میں چھپ کر میری عبادت کرتا ہے اور میدان مجاہدہ میں اتر اور دنیا کو پکار کر کہہ کہ اسلام کے غلبے کے دن آئے ہیں۔ اٹھو! اور میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے علوم قرآنی کو از سر نویکھو اور پھر دنیا کے استاد بن کر دنیا میں پھیلو اور دنیا کو انوار قرآنی سے متعارف کراؤ۔

پھر خدا نے کہا کہ جب تم دنیا کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ گے تو دنیا تمہاری مخالفت کرے گی۔ تم اسکیلے ہو گے مگر دنیا کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنا اور میری طاقت اور قدرت پر کامل بھروسہ رکھنا۔ میں چاروں طرف ایسے آدمی پیدا کرتا چلا جاؤں گا جو تمہاری آواز پر لبیک کہتے ہوئے تمہارے گرد جمع ہو جائیں گے۔ یہ دیکھ کر دنیا انتہائی مخالفت کے لئے کھڑی ہو جائے گی اور تم سب کے کچلنے اور مٹانے کے درپے ہو جائے گی مگر وہ تمہیں ہلاک اور مغلوب نہ کر سکے گی۔

پھر ہم اس قدر دلائل اور بر ایمن تمہیں عطا کریں گے کہ یہ زمانہ جو علوم کا زمانہ ہے اور جس میں انسان ستاروں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے اس زمانہ کے بڑے بڑے عقل مند اور عالم اور سائنسدان ان دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

پس اٹھو! اور مجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے قرآن کریم کی تعلیم کو تمام دنیا میں پھیلاو تو حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کا اپنے رب کی نظر میں یہ مقام ہے اور یہ کام ہے جس کی خاطر آپ کے رب نے آپ کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ جو دلائل دیئے وہ تو ایک سمندر ہے اس کا چند منٹوں میں، چند دنوں یا چند مہینوں میں یا چند سالوں میں یا چند صدیوں میں بھی بیان کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ سمندر کے قطروں کو گنتا آسان ہے لیکن ان دلائل کو اعداد و شمار میں باندھ دینا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھائے مشکل ہے۔ لیکن تین بیانی دی چیزیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو سکھائی ہیں۔ اور دراصل وہی تین بیانی دی چیزیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری طاقت کا انحصار ہے اور جن کے نتیجے میں ہم دنیا میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ اسلام جس خدا سے ہمارا تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے وہ زندہ خدا ہے۔ آپ نے دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کی کہ دوسری سب اقوام اور اسلام کے دوسرے سب فرقے اس وقت خدا تعالیٰ کو زندہ طاقتوں والا اور زندہ قدرتوں والا خدا نہیں سمجھتے۔

لبی داستان ہے کن کن کی کون کون سی بات بتائی جائے جس سے یہ واضح ہو کہ سارے لوگ ہی زندہ خدا کو چھوڑ چکے تھے۔ وہ بوسیدہ ہڈیوں کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ روحانیت جاتی رہی تھی۔ جو ظاہری علوم تھے ان میں بھی کوئی کمال حاصل نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلائل کے ساتھ اور قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ہمارے سامنے زندہ خدا کو پیش کیا۔ اور ہمارے رب نے محض اپنے فضل سے ہزاروں احمدیوں کو اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیا۔ وہ مجذرات اور وہ قادرانہ امور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سامنے پیش کئے۔ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے جیسا کہ خود آپ نے اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے لیکن وہ مجذرات جو ہمارے پیارے رب نے محض اپنے پیار اور فضل کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کو بخشیت جماعت اور مختلف افراد جماعت کو بخشیت افراد دیئے۔ وہ (مجذرات) بھی لاکھوں سے کم نہیں۔

ہماری فرقان بیالین جب کشمیر کے محاذ پر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتی لحاظ سے وہاں اتنے مجذزے دکھائے کہ اگر ان کو اکٹھا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ان مجذرات پر مشتمل لکھی جاسکتی ہے۔

پھر جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ چونکہ آپ ہر وقت عبادت اور ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ اور آپ کا خاندان چونکہ بڑا ہی دنیا دار تھا۔

خاندان کے لوگ سمجھتے تھے کہ ہمارا یہڑکا (مسیح موعود علیہ السلام) کسی کام کا نہیں۔ نہ اس میں جائیداد سنجا لئے کی قابلیت ہے اور نہ خاندانوں کی عزت اور ترقی اس کے ساتھ وابستہ ہوگی۔ وہ دنیا دار تھے اس لئے دنیوی خیالات کے تیرچلا رہے تھے۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ یہ پچ کہاں تک پہنچنے والا ہے۔ آپ ہر وقت ذکر الہی، نمازوں اور دوسروں نیک کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ قادیان میں بھی بہت کم لوگ آپ سے واقف تھے۔ ضلع گوردا سپور میں جو چھوٹا سا ضلع تھا اور سارے ملک کے لحاظ سے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اس میں بھی گنتی کے چند آدمیوں کے علاوہ آپ کو کوئی نہ جانتا تھا۔ باقی دنیا کا تو کہنا ہی کیا؟ اس کو تو قطعاً آپ کے متعلق کوئی واقفیت نہ تھی۔ یہ حال آج سے ستر پچھتر سال پہلے کا ہے۔

اور آج وہ دن ہے کہ دنیا کے قریباً ہر ملک میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں جو اسلام کے فدائی ہیں۔ جو قرآن کریم کے نور سے منور ہیں۔ جو تو حید خالص پر قائم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ وقت سے پہلے آشندہ کی خبریں دیتا ہے اس وقت ایسے ہزار ہا احمدی افریقہ، امریکہ اور یورپ میں موجود ہیں۔

ابھی چند دن ہوئے مجھے گیمیا کے مبلغ مولوی غلام احمد صاحب بدوملی ہی نے لکھا۔ (اس ملک کے گورنر جنرل احمدی ہیں) کہ یہاں گیمیا کا ایک عجیب باشندہ چند سال سے احمدی ہے۔ بہت مخلص ہے اور وہ تہجد کے نوافل ادا کرنے کے لئے اکثر مسجد میں آتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل ہے کہ وہ کثرت سے سچی خوابیں دیکھتا ہے۔ وہ خانماں ہے اور دنیاداروں کی نظر میں اس کی کوئی قدر نہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اور اسلام کی برکات کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے فیضان سے اس کو بھی حصہ ملا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کثرت سے اسے سچی خوابیں دکھاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے مبلغ نے ایک دو مشاہیں بھی لکھی ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ یہ شخص بے روزگار تھا۔ اس نے خواب دیکھی کہ میں نوکر ہو گیا ہوں سولہ پونڈ ماہوار پر۔ صرف یہی نہیں دیکھا کہ نوکر ہو گیا ہوں بلکہ خواب میں یہ بھی دیکھا کہ ماہوار تھواہ سولہ پونڈ ہوگی۔ اور یہ خواب اس نے مجھے بتا دی۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ اسے سولہ پونڈ ماہوار کی نوکری مل گئی۔ لیکن اس سے بھی ایک عجیب خواب اس نے یہ دیکھی کہ گیمیا کے پر ائمہ منشی نے اپنے گلے میں ایک بڑا سا پتھر باندھ کر سمندر میں چھلانگ لگا دی ہے۔

یہ خواب ایسی ہے کہ نہ خواب دیکھنے والے کو اس کے متعلق کچھ علم ہے اور نہ ہی مولوی غلام احمد

صاحب بد ملکی کوئی پتہ (ان کو بھی اعتماد میں نہیں لیا گیا تھا) یہ خواب مولوی صاحب نے وہاں کے گورنر گورنمنٹ بھی ہے۔ تاتے۔ اس پر گورنر صاحب نے کہا کہ ہاں پر امین منیر کچھ پریشان ہے لیکن پوری بات انہیں نہیں بتائی۔ البتہ پر امین منیر کے مفصل حالات مجھے لکھے اور درخواست کی کہ میں اس کے لئے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور کرے۔

پر امین منیر احمدی نہیں لیکن ہمارے گورنر الحاج کی تبلیغ سے ہی وہ مسلمان ہوئے تھے۔ تو الحاج کو پتہ ہے کہ اس کی پریشانی کیا ہے۔ خود پر امین منیر کو پتہ ہے کہ اس کی پریشانی کیا ہے۔ ممکن ہے اس کے کسی اور دوست کو بھی پتہ ہو لیکن یہ یقینی بات ہے کہ نہ خواب دیکھنے والے کو پتہ ہے کہ وہ پریشانی کیا ہے اور نہ خواب لکھنے والے کو علم ہے کہ کون سی پریشانی ہے اور کون سا پتھر ہے جو اس کے گلے میں لٹکا ہوا ہے اور کون سا سمندر ہے جس میں اس نے چھلانگ لگادی ہے۔

تو یہ بات ثابت کرتی ہے کہ یہ خواب اسے اس کے نفس نے نہیں دکھائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج کر یہ خواب اسے دکھائی۔ نہ خواب دیکھتے وقت ان حالات کا اسے علم تھا۔ نہ ہی اب تک کچھ پتہ ہے۔ حالانکہ خواب دیکھنے ہوئے مہینہ ڈریٹھ مہینہ ہو گیا ہے۔

سو اس قسم کی مثالیں ایک دو نہیں ہمارے پاکستان میں بھی ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہیں۔ شاید اس سے بھی زیادہ ہوں۔ پھر اس قسم کی مثالیں صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ امریکہ کے جوشی جن کو اس وقت وہاں نگاہ کیا جا رہا ہے۔ افریقہ کے جوشی جن پر دنیا ظلم کرتی آئی ہے۔ جن کو دنیا زبردستی پکڑ کے منڈیوں میں بیچتی چلی آئی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نگاہ میں آزاد کر دیا ہے اور انہیں سچی خواہیں، مکاشفات اور الہامات ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ بہت سارے ملہم ہیں سچی خواہیں دیکھنے والے، کشوف و روایاد دیکھنے والے، ان کو اللہ تعالیٰ نے وقت سے پہلے بہت عجیب عجیب نظارے دکھائے پھر نامساعد حالات میں دکھائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حالات بدل دیئے۔ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز ہے۔ جو پہلے بتایا تھا ویسا ہی کر دیا اور یہ وہ چیز ہے جس کے نتیجہ میں ان لوگوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے انتہاء محبت پائی جاتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کے نتیجہ میں وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے عاشق ہوتے جا رہے ہیں اور قرق آن کریم کی وہ قدر کرتے ہیں جو واقعہ میں کرنی چاہئے۔ وہ خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتے کیونکہ زندہ خدا اپنی زندہ طاقتوں اور زندہ قدرتوں کے ساتھ ان پر جلوہ گر ہو رہا

ہے اور اس لئے ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اسلام کی سچی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے پہنچی۔ ایک تو یہ بنیادی چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو دی۔

دوسری بنیادی چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو دی وہ ”زندہ رسول“ ہے۔ لوگ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ نعمود باللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابڑیں۔ آپ کے کوئی زینہ اولاد نہیں یعنی آپ ﷺ کے ہاں جتنے بیٹے ہوئے سارے کے سارے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے صبر کو دیکھ کر اور فنا فی اللہ کے مقام پر نظر کرتے ہوئے آپ ﷺ کو وعدہ دیا اِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ کہ بے شک جسمانی زینہ اولاد نہیں رہی لیکن روحانی اولاد ہم تھے اس کثرت سے دیں گے کہ دنیا کا کوئی نبی تیرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ حتیٰ کہ اگر دنیا کے تمام انبیاء کی روحانی اولاد کو اکٹھا کر دیا جائے تو بھی آپ ﷺ کی روحانی اولاد زیادہ ہو گی۔ اسی مقام کی وجہ سے آپ ﷺ کو خاتم النبیین کا لقب ملا۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت لوگ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ جسمانی اولاد تو آپ ﷺ کی ہے نہیں۔ آپ ﷺ کی کوئی روحانی اولاد بھی نہیں جو آپ ﷺ کے فیوض سے فیض حاصل کر کے ارفع روحانی مقام حاصل کر سکے اور جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوا اور جنہیں قبولیت دعا کا انشان دیا جائے۔ تو یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو دراصل زندہ نبی نہیں مانتے۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے فیوض آپ ﷺ کے زمانہ میں ہی تھے آگے جاری نہیں رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔

ہمارا رسول محمد ﷺ ایک زندہ رسول ہے اس کے فیوض، اس کی روحانیت اور اس کی قوت قدیسہ جس طرح پہلے تھی اب بھی ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گی۔ چنانچہ جو برکات آپ ﷺ کے ذریعہ سے پہلے لوگوں نے حاصل کیں وہ اب بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور میں اس بات کا زندہ گواہ ہوں۔ میں اپنی زندگی اور دلائل سے ثابت کر سکتا ہوں اور نمونہ سے بتا سکتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوہ ایک زندہ وجود ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی وجہ سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی برکات نازل ہوتی ہیں۔ (جماعت کو اس طرف متوجہ ہونا چاہئے)!

میں نے چند سال ہوئے جماعت کو درود پڑھنے کی طرف توجہ دلائی تھی تو میرے پاس بیسیوں خطوط آئے کہ ہم نے جو تین سو دفعہ روزانہ درود پڑھا تو اس کے نتیجہ میں ہم پر ایسی برکات نازل ہوئی ہیں کہ ہم

صرف اس مدت معینہ میں ہی نہیں بلکہ آئندہ ساری عمر میں ہی روزانہ تین سو دفعہ درود پڑھا کریں گے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زندہ رسول کی حیثیت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور ہمارے دلوں میں یہ بات گاڑ دی کہ یہ رسول ایسا نہیں کہ جس پر روحانی طور پر کبھی موت یا فنا آ سکتی ہے بلکہ اس کو قیامت تک زندہ رکھا جائے گا اور آپ کے روحانی فیوض جاری رہیں گے۔

تیسرا چیز جو بنیادی طور پر آپ نے جماعت کے ہاتھ میں دی وہ زندہ کتاب تھی۔ مسلمان کھلانے والے قرآن کریم کو زندہ کتاب نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جی! پہلوں نے جو تفسیر لکھ دی بس وہی ٹھیک ہے اب قرآن کریم کے خزانے ختم ہو گئے اور یہ کتاب مردہ ہو گئی جیسے کہ کسی نہر کا سارا پانی نکال لیا جائے تو کوئی اسے ”نہر جاری“، نہیں کہے گا۔ جس نہر کا سارا پانی نکل جائے وہ خشک ہو جاتی ہے۔ پس جب قرآن کریم کے تمام علوم پہلوں نے نکال لئے تو وہ خشک ہو گیا زندہ نہیں رہا، چنانہیں رہا، گویا وہ نہر دنیا کو فائدہ پہنچانے والی نہ رہی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم کے علوم اس کثرت سے دیئے گئے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ایک عیسائی نے اعتراض کیا جب تو حیدر غیرہ تورات میں بھی پائی جاتی ہے تو قرآن کریم کی کیا ضرورت تھی؟ حضور علیہ السلام نے اسے جواب دیا کہ قرآن کریم کا تو تم ذکر چھوڑو۔ یہ تو ایک بڑی کتاب ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ایک مختصری سورۃ ہے جس کی کل سات آیتیں ہیں۔ اس کا نام سورۃ فاتحہ ہے اور ہم اسے ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ اس سورۃ فاتحہ میں اتنے علوم ہیں کہ تم اپنی تمام الہامی کتب میں سے وہ علوم نہیں نکال سکتے۔ اگر تم نکال سکو تو میں سمجھوں گا کہ قرآن کریم کی کوئی ضرورت نہیں۔ باقی قرآن بہت بڑی کتاب ہے اس کے علوم تک تو تمہاری تجھیں بھی نہیں پہنچ سکتی۔ (براہین احمد یہ ہر چہار حصہ روحانی خزانے جلد اصفہان ۲۳۶ تا ۲۲۷ طبع اول۔ حاشیہ نمبر ۱۱)

چنانچہ اس چیلنج کو دیئے پچاس ساٹھ سال ہو چکے ہیں اور اس چیلنج کے قبول کرنے والے کو حضور علیہ السلام نے پانچ سوروں پے دینے کا وعدہ بھی کیا لیکن کسی عیسائی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرے۔ (پادری صاحبوں کے لئے چیلنج تفسیر نویسی انجلی۔ مجموعہ اشتہارات جلد اصفہان ۲۲۹ تا ۲۳۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کی جو تفسیر فرمائی ہے اردو میں ہے یا عربی میں، چیلنج قبول

کرنے سے پہلے چیلنج بول کرنے والے کو وہ پڑھنی چاہئے لیکن وہ دوسرا لوگوں سے بعض مطالب سن کر ہی اس فیصلہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس طرف نہ آنا چاہئے۔ اب میں نے پانچ سورو پے سے بڑھا کر انعام کی رقم پچاس ہزار روپے کر دی ہے تو سوائے ایک دو دلیکی پادریوں کے اور کوئی اس چیلنج کے متعلق کچھ کہنے کی جرأت نہیں کر سکا۔ جو بولے وہ بھی ایسے پادری تھے کہ دنیاۓ عیسائیت میں ان کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں اور انہوں نے جو لکھا وہ بھی طفلا نہ بیان ہے۔ چیلنج یہ تھا کہ جو مطالب اور مضامین سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں۔ وہ کوئی عیسائی اپنی تمام الہامی کتب سے نکال کر لکھا وے۔ اگر کوئی ایسا کر لکھا ہے تو ہم سمجھیں گے اس نے اسلام کا کچھ مقابلہ کر لیا ہے اور ہم اسے انعام دے دیں گے۔

لیکن بجائے اس کے کوہ ہم سے یہ پوچھتے کہ آپ نے مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کو دہرا�ا ہے اور پانچ سورو پیہ کے انعام کو پچاس ہزار روپیہ میں بدل دیا ہے۔ لکھا وہ مضامین کون سے ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں تاکہ وہی یا اس سے بہتر مضامین بائیبل سے نکال کر لکھائے جائیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں آپ کا چیلنج منظور ہے۔ لیجھ جواب یہ ہے۔ حمد کا لفظ بائیبل کی فلاں کتاب کے فلاں باب کی فلاں باب کی فلاں آیت میں پایا جاتا ہے۔

پھر لکھا کہ لفظ رب بائیبل کی فلاں کتاب اور فلاں باب اور فلاں آیت میں موجود ہے۔ اور ”تمام جہاں“ کا فقرہ فلاں آیت میں پایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور کہا کہ پیسے نکالو کیونکہ ہم نے چیلنج منظور کر کے اس کا جواب دے دیا ہے۔

حالانکہ ہمارا چیلنج یہ تھا ہی نہیں پھر یہ الفاظ پتہ ہے پائے کہاں جاتے ہیں؟ اصلی بائیبل میں نہیں بلکہ بائیبل کے اردو ترجمہ میں اور یہ اجتماعیہ بات ہوتی اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ تم سورۃ فاتحہ کے الفاظ بائیبل سے نکال کر لکھا و جس کی زبان عربی نہیں جیسے میں کہوں ”نکال دو“ پنجابی میں کہتے ہیں ”کڈھ دیو“ یہ تم اگر عبرانی زبان سے نکال دو۔ تو تمہیں انعام دیں گے تو یہ پنجابی کا لفظ عبرانی سے کیسے نکل آئے گا۔ یہ تو ہم نے چیلنج ہی نہیں دیا تھا۔ چیلنج یہ تھا کہ جو مضامین اور مطالب سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں وہ ہمیں بائیبل سے نکال کر لکھا و۔

تم خود کہتے ہو کہ پہلے ان کتابوں کا ترجمہ انگریزی میں ہوا اور پھر اردو میں ہوا اور جب اردو میں ترجمہ ہوا۔ تو بہت سے مسلمان عیسائی ہو چکے تھے اور وہ قرآن کریم کی زبان اور اس کے محاوروں سے

متاثر تھے۔ جب ترجمہ ہوا تو انہوں نے انہی الفاظ کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ تو اس نقل کے بعد اب کہتے ہیں کہ یہ لفظ بائیبل میں یعنی بائیبل کے اردو ترجمہ میں پائے جاتے ہیں۔

تو خود ایک پادری کا ایسا جواب دینا بتاتا ہے کہ ان مضامین کا بائیبل میں پایا جانا تو کجا! بائیبل کے پڑھنے والوں کے تخیل سے بھی وہ مضامین باہر ہیں اسی لئے ان کو جرات نہیں ہوئی کہ وہ کہیں کہ بتائیے وہ کون سے مضامین ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں۔

مجھے جب پتہ چلا کہ بعض پادری ہمارا یہ چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار ہیں تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ جہاں جہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی ہے پوری سورۃ کی یا اس کی کسی آیت کی۔ وہ اکٹھی کر لی جائے تاکہ جب وہ ہمارا چیلنج قبول کریں اور ہم سے سورۃ فاتحہ کے ان مضامین اور مطالبہ کریں۔ جو اس میں بیان ہوئے ہیں تاکہ ان کے مقابل ویسے ہی مضامین بائیبل سے نکال کر دکھائے جائیں۔ تو وہ اکٹھے ہی ان کے سامنے پیش کردے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر سورہ فاتحہ کو اکٹھا کیا جائے تو وہ تین ہزار صفحہ کی کتاب بنے گی۔ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اور نئے نئے مضامین نکلتے رہتے ہیں۔

توجہی باتیں ہمیں سمجھ آئیں وہ بھی ہم اس میں زائد کر دیں گے۔ اور پھر ان سے کہیں گے کہ یہ ہیں سورہ فاتحہ کے مضامین!!! اگر یہ مضامین تم تمام بائیبل سے نکال دو تو ہم سمجھیں گے کہ تم کامیاب ہو گئے۔ اور تمہیں فوراً پیسے دے دیئے جائیں گے۔

لیکن بجائے اس کے کہ وہ چیلنج کو اپنے صحیح رنگ میں سمجھتے اور پھر اسے قبول کرتے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ سورۃ فاتحہ کا فلاں لفظ بائیبل کے اردو ترجمہ میں فلاں جگہ پایا جاتا ہے اور فلاں لفظ فلاں جگہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ سورۃ فاتحہ بائیبل میں پائی جاتی ہے تو یہ ایک طفلا نہ جواب ہے جسے سید محمد اقبالی بھی قبول نہ کریں گے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک زندہ کتاب ہمارے سامنے رکھی اور فرمایا کہ قرآن کریم کے علوم پیچھے ہی نہیں رہ گئے بلکہ قیامت تک کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے مowards میں موجود ہیں۔ علمی لحاظ سے کوئی ابحص پیش آئے کوئی مشکل مسئلہ ہو، قرآن کریم پر غور کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا

کہ اس کا یہ مطلب ہے اور باوجود کیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے) خدا تعالیٰ کی توحید کے ثبوت میں اور قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت میں اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں بے شمار دلائل اور براہین پیش کئے ہیں پھر بھی آپ نے یہیں کہا کہ قرآنی علوم کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ بلکہ فرمایا کہ غور کرو، تدبیر کرو، بار بار پڑھو اور دعا کیں کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن کریم کے علوم سے منور کرے وہ نئے سے نئے مضامین تمہیں سکھاتا چلا جائیگا۔

قرآن ایک ایسا خزانہ ہے جو نہ ختم ہونے والا ہے اور اتنا قیمتی خزانہ ہے۔ کہ اگر انسان کے دل میں واقعی نور ہو اور اس کے دماغ میں فراست ہو تو اس کے ایک ایک موتی کی کوئی قیمت نہیں ڈالی جاسکتی۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کے جواہرات بالکل لاٹھی ہیں مثلاً قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے اذْعُونُنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ کہ تم دعا کرو میں تمہیں دوں گا۔ اب یہ ایک مضمون ہے نا! جو بیان ہوا ہے۔ کوشاہیرا ہے جو اس سے زیادہ قیمتی ہو؟ جس سے کہ آپ کی ضرورت میں بھی پوری ہوتی رہیں آپ کی اولاد کی بھی پوری ہوتی رہیں۔ ان کی اولاد کی بھی پوری ہوتی رہیں۔ آپ اسے خرچ بھی کرتے رہیں اور ختم بھی نہ ہو۔ بلکہ آگے سے بھی بڑھتا چلا جائے۔ دنیا کا کوئی ہیرا ایسا نہیں جسے استعمال بھی کیا جائے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے۔ دنیا کا کوئی مال ایسا نہیں (ہیرے جواہر ہوں یا کسی اور قسم کا مال ہو) لیکن اذْعُونُنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی آیت ایسی ہے کہ ساری دنیا کے مال اس سے کم قیمتی ہیں کیونکہ دعا کے نتیجہ میں جو فضل جسمانی اور روحانی آہانوں سے نازل ہوتے ہیں چچے دل کی دعا اور عاجزی و تصرع کے ساتھ وہ دنیاداروں کو دنیا کی تمام دولت خرچ کر کے بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

پس آپ کو اس کتاب کی قدر کرنی چاہئے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ہم نے احمدیت کی وجہ سے ساری دنیا کی ناراضگی مولی ہے اور احمدیت ہمیں سکھاتی ہے کہ قرآن کریم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور اس کی برکات سے مستفیض ہوں ورنہ ہماری مثال اس شخص کی طرح ہو گی کہ کہتے ہیں کہ ایک شخص گھر سے پیسے لے کر بازار جا رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو وہ کہنے لگا۔ بازار جا رہا ہوں تا وہاں جا کر گدھا خریدوں۔ اس نے کہا انشاء اللہ کہو۔ اس نے جواب دیا کہ پیسے میری جیب میں ہیں اور گدھا بازار میں موجود ہے انشاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں پیسے ادا کر کے گدھا خرید لوں گا۔

جب وہ بازار پہنچا تو کسی نے اس کے پیسے چڑائے۔ بڑا حیران و پریشان ہوا۔ اس وقت اسے خیال آیا کہ چونکہ میں نے اپنے دوست کے کہنے پر انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ اس لئے مجھے یہ سزا ملی ہے۔ اگر میں انشاء اللہ کہتا تو میرے پیسے چوری نہ ہوتے اور مجھے یہ نقصان اور پریشانی لا حق نہ ہوتی۔ اسی پریشانی میں وہ واپس آ رہا تھا۔ تو کسی نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ کہنے لگا بازار سے آیا ہوں انشاء اللہ۔ بازار میں گیا تھا انشاء اللہ مگر پیسے چوری ہو گئے انشاء اللہ میں گدھا نہیں خرید سکا انشاء اللہ ادب خالی ہاتھ واپس لوٹ رہا ہوں۔ انشاء اللہ۔

اسی طرح آگ میں پڑ کے اور دنیا کی گرمی اور ناراضگی مول لینے کے بعد بھی ہم نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو ہم سابق قسمت کوئی نہ ہو گا۔

تو یہ تین چیزیں، یہ تین زندگیاں، یہ تین طاقتیں ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں متعارف کیا۔ اور جن کے متعلق ہمارے دل میں پختہ یقین پیدا کیا۔ وہ یہ کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے۔ وہ یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ ایک زندہ رسول ہیں وہ یہ کہ ہمارا خدا جس نے قرآن کریم نازل کیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو مجموع فرمایا وہ زندہ خدا زندہ طاقتوں والا اور زندہ قدر توں والا خدا ہے۔

ان تین زندگیوں سے وابستہ ہو جانے کے بعد کسی احمدی میں کسی قسم کی مردی نظر نہیں آنی چاہئے۔ زندہ خدا پر ایمان لانے والے زندہ کتاب کو پڑھنے والے، زندہ رسول سے پیار کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آنے والے کسی فرد میں پژمردگی نہیں پائی جانی چاہئے۔ نہ دینی لحاظ سے نہ دنیوی لحاظ سے۔ دینی لحاظ سے جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ انہیں صرف سن لینے سے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ”زندہ قرآن“، کہنے سے تو اس کی زندگی اور نور سے حصہ نہیں مل سکتا۔ جب تک اسے پڑھیں نہ۔ جب تک ان را ہوں کو اختیار نہ کریں تقویٰ کی جو را ہیں قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ خالی یہ کہہ دینا کہ یہ کتاب زندہ ہے کسی شخص کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے لئے عمل چاہئے! عمل چاہئے!! عمل چاہئے!!

اسی طرح ایک طرف نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ اور دوسری طرف آپؐ کے اُسوہ کو چھوڑ دینا۔ ان دونوں باتوں میں اتنا تضاد ہے کہ کوئی عظمند اس سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ پس یہ کہنا اور دعویٰ کرنا کہ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ سے پیار ہے۔ لیکن ساتھ ہی آپؐ کی زندگی کے طریق اور اُسوہ کو اختیار نہ کرنا۔ جب

لوگ یہ دو منصاد باتیں دیکھیں گے۔ تو حمق یا منافق سمجھیں گے کہ دعویٰ کچھ ہے اور عمل کچھ ہے۔ یاد رکھیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ اسوہ نہ تھا کہ حلال ذرائع سے بھی کمایا نہ جائے۔ بلکہ یہ تھا کہ حلال کمائی نیکی کی راہ میں خرچ کی جائے۔

یہی بڑا فرق ہے کہ ایک سچے مسلمان اور ایک دہریہ کمیونٹ کے درمیان! کمیونٹ ملکوں نے کمانے پر پابندیاں لگا کر لی ہیں اور یہ پابندیاں لگا کر انسان کی بہت سی طاقتیں اور جذبات کو کچل دیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام ناجائز کو جائز قرار نہیں دیتا لیکن وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ جائز ذرائع سے جتنا چاہو سکا تو تم پر کوئی پابندی نہیں ہاں کمانے کے بعد جب ”کوٹھے“ بھرجائیں اور اس سونے چاندی کے خرچ کرنے کا وقت آئے تو اسلام کہتا ہے کہ فلاں فلاں کاموں پر خرچ نہیں کرنا اور نہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ شادی بیاہ میں ناج گانے نہ کروانا کیونکہ یہ تمہارے خدا کو پیارے نہیں۔ جب کسی رشتہ دار کی وفات ہو جائے تو ناجائز غلط اور غیر مسنون ذریعہ سے اسے ثواب پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔ ہاں جو جائز اور نیکی کا کام ہے۔ اس پر بے شک خرچ کرو۔

تو اللہ تعالیٰ نے خرچ کی راہوں کو متعین اور محدود کر کے بالکل واضح کر دیا ہے اور جو غلط طریقے ہیں ان کی بھی وضاحت کر دی ہے۔

بعض غلط رسوم اور رواج پھر بعض جماعتوں میں گھس رہے ہیں۔ گندی رسموں اور گندے رواجوں کے دروازے بند ہونے چاہئیں ورنہ ہمارا یہ دعوے غلط ہوگا کہ ہم نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ جو طریق شادی بیاہ، موت و فوت، دوستوں سے ملنے انہیں دعوتوں پر بلانے کے وقت نبی کریم ﷺ نے اختیار کیا تھا۔ اگر ہمارے دلوں میں آپ کی محبت ہوگی تو وہی طریق ہم بھی اختیار کریں گے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک طریق شروع سے لے کر آخوندک یہ اختیار کیا۔ کہ آپ کے ہاتھ سے کسی ایک شخص کو بھی دکھنیں پہنچا۔ یعنی آپ نے کبھی ایسا راستہ اختیار نہیں کیا اور آپ کی زندگی میں اس کی کوئی ایک مثال بھی نہیں مل سکتی کہ کسی شخص کو آپ کے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور وہ اس کا مستحق نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں ہزار ہا انسان ایسا ہے جس کا یہ حق بتاتا تھا کہ ان کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور سزادی جائے۔ مگر آپ نے ان کو معاف کر دیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر وہ سردار ان کفر جن کو اللہ تعالیٰ کی مشیت نے میدان جگ میں قتل ہونے سے بچالیا تھا انہیں سزاۓ موت نہیں دی گئی۔ حالانکہ ان میں

سے ہر ایک سمجھتا تھا کہ آج میری موت دروازہ پر کھڑی ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ جاؤ تم سب کو معاف کر دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں سے اکثر ایسے تھے جنہوں نے سمجھ لیا کہ تیرہ سال دکھ اٹھانے کے بعد طاقت ملنے پر جو شخص اس فراخ دلی سے معافی دیتا ہے وہ عام انسان نہیں وہ فرشتوں سے بھی بلند ہے اور واقع میں اس کا خدا سے تعلق ہے۔

مال دینے میں یہ مثال قائم کی کہ ایک شخص اکیلا آپ کے پاس آیا اس کا قبلہ سخاوت میں بہت مشہور تھا۔ اس نے آپ کو پکارا اور نام لے کر کہا کہ مجھے مال کی ضرورت ہے مال دتھے۔ جہاں آپ کھڑے تھے وہاں سامنے وادی تھی اور تمام وادی جانوروں سے بھری تھی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اس وادی میں جتنے جانور ہیں ہاں کے لے جاؤ تمہیں دیئے۔

وہ بہوت سا ہو گیا۔ اس نے خیال کیا کہ شاید میں نے آپ کی بات ٹھیک سے نہیں سنی۔ یا میں آپ کی بات کو سمجھا نہیں ہوں اس نے پوچھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!! آپ نے فرمایا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ یہ تمام جانور جو تمہیں وادی میں نظر آ رہے ہیں ہاں کے لے جاؤ اس پر وہ سارے جانور لے گیا۔ اور گھر جا کر اس نے اپنے قبلے کو اکٹھا کیا اور یہ سارا واقعہ ان کے سامنے بیان کیا۔ پھر اس نے کہا کہ جو شخص ساری وادی کے جانور میرے کہنے پر دے دیتا ہے وہ دنیا سے تعلق نہیں رکھتا۔ دنیا دار تو سوچتا ہے کہ میں نے یہ سارے جانور دے دیئے تو اور کہاں سے آئیں گے۔

پس اس نے اپنے قبلے کو سمجھایا کہ یہ سخاوت اتنی بڑی سخاوت ہے کہ ان حالات میں ایسی سخاوت صرف وہ شخص کر سکتا ہے، جو خدا نے واحد پر پورا بھروسہ اور پورا یقین رکھتا ہو اس لئے تم سب ایمان لا کر مسلمان ہو جاؤ۔ اس پر وہ سارے ایمان لے آئے۔

دیکھو! یہ عقلی دلیل پیش کر کے اس نے ان سب کو مسلمان بنالیا۔

پس مال کے خرچ کرنے پر پابندیاں ہیں اور خرچ کی سچی را ہیں ہمیں بتا دی گئی ہیں۔ حلال طریق پر مال کمانے پر کوئی پابندی نہیں جس طرح کوئی چاہے کمائے۔ اس واسطے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہر احمدی فی کلمہ (ایکٹر) اتنے دانے پیدا کرے کہ کوئی غیر اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔

اور آپ جو احمدی زمیندار ہیں ایسا کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ دو چیزوں کا خیال رکھیں نسخہ میں بتا دیتا ہوں عمل کر کے آپ دیکھ لیں۔ ایک یہ کہ نیت کر لیں کہ آپ کی جو زائد پیداوار ہو گی اس کا معتدہ بہ حصہ

آپ خدا کی راہ میں خرچ کر دیں گے۔ دوسرے یہ کہ جس وقت آپ اپنی زمین پر کام کر رہے ہوں تو سوائے خدا کے کسی اور کو یاد نہ کریں۔ سوائے اپنے رب کے کسی پر بھروسہ نہ رکھیں۔ اور ہل چلاتے ہوئے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمُ۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى خُلُفَاءِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى عَبْدِكَ الْمَسِيحِ الْمُوعُودِ وَغَيْرِهِ دیگر دعا میں کرتے جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ہل میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جس طرح دوسری صورت میں زمین میں ہل چلے گا۔ اس صورت میں بھی ہل چل جائے گا۔ لیکن زمین کی روئیدگی بڑھ جائے گی اس کی فصل پہلی کی نسبت زیادہ ہو جائیگی۔

اللَّهُ تَعَالَیٰ بڑی طاقتوب والا ہے اور میں نے بتایا ہے کہ ہمارا تعلق زندہ خدا سے ہے، وہ تو زمین کو حکم دے دیتا ہے کہ زیادہ اگا تو وہ زیادہ اگا نے لگ جاتی ہے۔ ابھی پچھلے سال میں نے وہاں ربہ میں بیس بائیس ایکڑ میں موئی لگوائی (ہمارے ربہ کے ارد گرد کی زمینیں بڑی خراب ہیں) جن لوگوں کے پاس پہلے وہ زمین تھی ان کی آمدنی فی ایکڑ آٹھ دس من تھی۔ میں نے زمین بھی بہت دیر کے بعد لی۔ اور وقت بھی بڑا تنگ ہو گیا تھا جسے پنجابی میں پچھیتا کہتے ہیں موئی لگوائی۔ میں ہفتہ میں وہاں ایک آدھ دفعہ جاتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ خدا یا! میں نے یہ کام شروع کیا ہے۔ تو ہی اس میں برکت ڈال!

پھر یہ بھی کہ جب اندر ہیری آتی، جھکڑ چلتا یا زیادہ بارش ہوتی تو میرے دل میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی۔ میں کہتا تھا کہ جتنا خدا تعالیٰ دینا چاہے وہی ٹھیک ہے اگر وہ کم دینا چاہے تو ہم کوئی شکوہ و شکایت نہیں کر سکتے۔

ہمارا کام صرف یہ ہے کہ پوری محنت سے کام لیں اور زیادہ سے زیادہ دعا کریں پھر جو نتیجہ نکلے ہم خوش، اچھا نتیجہ نکلے تب بھی ہم خوش۔ ہماری مرضی کے مطابق نہ نکلے تب بھی خوش کیونکہ ہماری مرضی ہے ہی نہیں۔ اللَّهُ تَعَالَیٰ کی مرضی ہی پوری ہوتی ہے۔ میرے اس توکل اور دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بجائے آٹھ دس من کے بائیس تینیں من فی ایکڑ او سط نکلی بہت سی زمین میں نے خود کاشت کروائی تھی لیکن دو جانکلی مزارع تھے۔ وہ کہنے لگے کہ پچھلے سال جو ہمارا کل مجموعی حصہ تھا۔ اس سے زیادہ ہمیں اب ایک ایکڑ سے مل رہا ہے۔ اس سال بھی اللَّهُ تَعَالَیٰ کا فضل ہے۔

یہ صحیح ہے اگر اللَّهُ تَعَالَیٰ میرا بھی امتحان لینا چاہتا اور فصل خراب کر دیتا تو اس کی مرضی اور اس کی رضا

میں ہی ہماری خوشی ہوتی۔ کبھی وہ اس طرح امتحان لیتا ہے کہ زالہ باری ہو جاتی ہے اور فصل کھڑی کی کھڑی تباہ ہو جاتی ہے کبھی پیاری لگ جاتی ہے اگر ایسی صورت میں ہم اپنے رب سے (بیوقوفوں والی یا بچوں والی) ناراضگی کا اظہار نہ کریں گے بلکہ کہیں گے کہ جو کچھ خدا نے کیا وہ ٹھیک ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگلے ایک سال یادو سال میں خدا تعالیٰ چھینی ہوئی فصل بھی آپ کو واپس کر دے گا اور ہو سکتا ہے کہ اگلے سال وہ اس سے بھی زیادہ دے دے کیونکہ سب کچھ اس کے اختیار میں ہے۔

تو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی دین اور عطا واپس لے لیتا ہے لیکن پھر جلد ہی واپس لوٹا دیتا ہے تاکہ اس پر بھروسہ کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کیا جائے اور انسان تو حید خالص پر قائم ہو جائے۔ تو امتحان کے وقت میں آپ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہا کریں جو ایسا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اس فعل سے راضی اور خوش ہوتا ہے اور ان کا جو نقصان ہو۔ وہ اکثر اسی دنیا میں پورا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر اس دنیا میں پورا نہ بھی ہو اور اس کے عوض میں انسان کو ایک ابدی خوشی حاصل ہو جائے تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں۔ بڑا استہ سودا ہے۔

تو ایک طرف ہم نے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے اور قرآن کریم کی اشاعت کیلئے بڑے بڑے مجاہدات کرنے ہیں مالی قربانیاں دیئی ہیں۔ وقت کی قربانیاں دنیی ہیں اور زندگی بھی وقف کرنی ہے۔ دوسری طرف جماعت کو اس وقت جتنے واقفین کی ضرورت ہے اتنے نہیں آرہے۔ باہر کا ہر ملک لکھ رہا ہے کہ یہاں لوگ ہماری طرف متوجہ ہو رہے ہیں مبلغ کم ہیں۔ ہماری طرف مبلغ بھجوائیں۔ خود یہاں پاکستان کی قریباً ہر جماعت لکھ رہی ہے کہ ہمارے پاس واقف عارضی بھیجیں میں نے مٹی یا آٹے کے بتانا کر تو نہیں بھیجنے جب تک جماعت اپنے بچے وقف نہ کرے گی جب تک وقف عارضی کے لئے لوگ اپنے نام پیش نہ کریں گے اس وقت تک دنیا کی اور جماعت کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں ہمیں کسی قسم کی سستی یا غفلت یا مردی کا ثبوت نہیں دینا چاہئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل تین ”زندگیوں“ کے ساتھ ہمارا تعلق قائم ہوا ہے۔

ایک تحقیقی اور اذلی ابدی زندگی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زندہ طاقتیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی لیکن اس اذلی ابدی زندگی اور حیات سے دو اور زندگیاں نہیں۔ ایک قرآنی شریعت کی اور دوسری محدث رسول اللہ ﷺ کے فیوض کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ان دونوں قائم رہنے والی زندگیوں کے

ساتھ باندھ دیا ہے۔ تو بنیاد تو خالص اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے اور دوسرا دو زندگیاں اس سے جو پھوٹیں تو وہ بھی رہتی دنیا تک قائم ہیں۔ قرآنی تعلیم اور نبی کریم ﷺ کے فیوض۔

ان کے ساتھ بندھ جانے کے بعد مردہ ہونے کا کیا سوال! اور ان کے ساتھ تعلق قائم ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کو ستانے اور ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے یا کسی کو دکھ پہنچانے یا اپنے بھائی کو سکھنا پہنچانے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا ہر احمدی کو احمدی کے ساتھ محبت اور پیار کا سلوک کرنا چاہئے اور ہر دوسرے انسان کے ساتھ جو ابھی احمدی نہیں اس رنگ میں تعلق کا اظہار کرنا چاہئے کہ قرآن کریم کی صحیح تعلیم اس کے سامنے آجائے اور وہ قرآن کریم کی اس تعلیم پر ایمان لانے والے اور اس کی پیروی کرنے والے بن جائیں اور اس سے محروم رہ کر خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی لعنت اور اس کے قہر کو عذب کرنے والے ہوں۔

میں نے بتایا ہے کہ اس وقت دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ احمدیت کے طفیل اور اسلام کے صدقے اللہ تعالیٰ اپنے پیار کا اظہار کر رہا ہے مجھے بہت سی احمدی بہنوں کا علم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ سچی خواہیں روئیا اور کشوں دکھار رہا ہے جیسے کہ اُمت کے پہلے بزرگوں کو دکھاتا رہا ہے اور ہزاروں مرد بھی ایسے ہیں۔

تو ہمیں اس مقام قرب کی قدر کرنی چاہئے۔ اور ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ دنیا میں بھی ہمیں دعا کے نتیجہ میں نیک نتیجہ میں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل اور حرم سے (نہ کہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے) ہمیں اتنا دے کہ دنیا اس کی وجہ سے بھی ہم پر رشک کرنے لگ جائے اور تبلیغ کی بھی ہمیں اتنی توفیق دے کہ وہ دون جلد آئیں کہ جب اسلام تمام دنیا پر غالب آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی خالص توحید دنیا میں قائم ہو جائے۔ اور بنی نواع انسان خالص توحید پر قائم ہو کر خالص توحید کی برکات سے پوری طرح حصہ لینا شروع کر دیں۔

آپ کو جو جماعت کی اسٹیٹس پر کام کر رہے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اخباروں میں بڑا شور ہے کہ ہم نے اب ایسے بیچ حاصل کئے ہیں کہ جن سے پچاس ساٹھ یا ستر من گندم فی ایکٹر پیدا ہوگی۔ حکومت کے فارم اگر دو یا تین یا چار سال کے بعد اتنی پیداوار حاصل کر سکیں تو آپ لوگوں کو اپنی محنت و کوشش اور دعاوں سے کام لیتے ہوئے ان سے پہلے کامیاب ہو جانا چاہئے۔ بلکہ ہر ایک احمدی کے ایک کلمہ سے اتنا

غله پیدا ہونا چاہئے پھر وہ لوگ تسلیم کر لیں گے کہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے ورنہ وہ آپ کے دل کو اور کشوف و روایا سے جو خدا تعالیٰ کا پیار طاہر ہوتا ہے اسے نہیں دیکھتے کیونکہ ان کی نگاہ طاہرین ہے۔ اگر آپ کی کوشش اس رنگ میں ہو کہ آپ ہل چلاتے ہوئے بھی دعا کر رہے ہوں اور اس کے نتیجہ میں آپ کی زمین دوسرے لوگوں کی زمین کی نسبت زیادہ غله پیدا کر رہی ہوتا وہ حیران ہوں گے اور کہیں گے معلوم نہیں کیا بات ہے ان کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ضرور کوئی گر ہے ترقی کا، جوان کو مل گیا ہے۔ میں آپ کے دل میں دنیا کی محبت پیدا نہیں کرنا چاہتا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ دنیا کما کیں اور دین کی راہ میں قربانیاں دیتے چلے جائیں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک وقت میں اتنی دولت دی تھی کہ آپ اس کا تحمل بھی نہیں کر سکتے۔ مگر ان ایثار پیشہ فدائیوں نے یہ سب دولت خدا تعالیٰ کی راہ میں لٹا دی تھی۔

میری بھی آپ کے حق میں یہی دعا ہے کہ خدا کرے کہ دنیا کی دولت آپ کو اتنی ملے اتنی ملے کہ دنیا حیران ہو جائے اور خدا کرے کہ آپ اس کی ولیسی ہی قدر کریں جیسی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی تھی اور اخروی نعماء کے حصول کی خاطر آپ دنیا کے اموال اس کی راہ میں قربان کر کے دنیا کو ایک دفعہ پھر ورطہ حیرت میں ڈال دیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق بخشنے۔ اللهم آمين۔

(مطبوعہ روز نامہ الفضل ربوہ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۶ء)



سلسلہ جو نظام بھی قائم کرتا ہے اس کی پابندی کو اپنی

خوش قسمتی سمجھو کہ تمام برکت اسی میں ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ نومبر ۱۹۶۶ء بمقام محمد آباد۔ سندھ)



- ☆ بے نام شکایات میں پھاڑ کر پھینک دیا کرتا ہوں۔
- ☆ خدا تعالیٰ کے شکرگزار بندے بن کر اپنی دینی ذمہ داریاں پورا کرو۔
- ☆ خلیفہ وقت کے دل میں آپ کیلئے بے انتہا ہمدردی اور محبت ہوتی ہے۔
- ☆ خلیفہ خدا تعالیٰ کی اعجازی قوت کا مظہر ہوتا ہے دُنیا کی کوئی طاقت اسے مرعوب نہیں کر سکتی۔
- ☆ جو خدا کے در کافقیر ہو گیا اس سے زیادہ معزز اور کون ہو سکتا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جس وقت میں نے ارادہ کیا کہ آپ دوستوں سے ملنے اور زمینیوں کا انتظام وغیرہ دیکھنے کے لئے سندھ کا دورہ کروں تو تنظیمیں نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ کم از کم بیس پچیس دن اس دورہ کے لئے رکھنے چاہئیں۔ لیکن چونکہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا اور یہ بھی خواہش تھی کہ یہ دورہ ملتوی نہ ہو۔ اس لئے میں نے اس موسم میں سندھ کی زمینیوں کو دیکھنے کے لئے مختصر سا دورہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ یہاں آ کر مجھے یہ احساس اور بھی شدت سے ہوا کہ میں نے یہاں کے لئے بہت کم وقت دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں نے بہت سے لوگوں کو جوانپی ضرورتوں اور شکارتوں کے لئے مجھ سے ملنا چاہتے تھے اور مفصل گفتگو کر کے اپنے دل کی تعلی کرنا چاہتے تھے اتنا وقت نہیں دیا جتنا دینا چاہئے تھا اس لئے فرد افراد اتفاقی گفتگو خدا تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ دورہ پر ہی ہو گی۔ اس وقت میں بعض اصولی باتیں دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ہماری ان اسٹیشن کی آبادیاں اور جماعتیں اور یہاں کے احمدی باشندے ان سب کی حیثیت بعض پہلوؤں سے ان جماعتوں سے مختلف ہے جو کہ دنیا بھر کے مختلف ملکوں میں اور مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ مثلاً یہاں جو ہماری زمینیں اور مختلف فارم ہیں۔ ان کے کاموں کے چلانے کا ایک انتظام ہے۔ اور یہ انتظام نظام جماعت سے مختلف ہے۔ کچھ مخصوص واقعیں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اپنی زندگیوں کو پیش کیا۔ اور آپ نے ان کو یہاں کی زمینیں سنبھالنے کے لئے مقرر کر دیا۔ بعض کو میجر بنایا، بعض کوششی اور بعض کو اکاؤنٹنٹ اور بعض کے سپرد دوسرا کام کئے۔ کچھ لوگ بطور مزارع نہ صرف زمین میں بلکہ چلانے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہاں آباد ہوئے بلکہ ان کی نیت یہ بھی تھی کہ اگر ہم جماعت کی زمینیوں پر کام کریں گے تو ہمیں دنیوی فائدہ بھی ہو گا اور روحانی فائدہ بھی اور روحانی طور

پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ہم وارث بھیں گے۔ ایسے لوگ اپنی اپنی نیت اور اخلاص اور عمل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں گے (اللہ تعالیٰ سب کا انجام بخیر کرے)

پھر زمینوں کا جوانہ نظام ہے اس میں جیسا کہ میں نے کہا ہے کوئی تو مبخر ہے، کوئی منشی ہے، کوئی اکاؤنٹنٹ ہے۔ کوئی دوسرا کام کر رہا ہے اور پھر کچھ احمدی بحیثیت ہاری اور مزدور کام کر رہے ہیں۔

جہاں تک منتظمین کا تعلق ہے وہ بھی انسان ہیں اسی طرح جس طرح کہ یہاں بسنے والے ہاری اور مزدور انسان ہیں۔ اور ہر دو کے لئے غلطی کے ارتکاب کا ایک جیسا امکان ہے۔ جس طرح ہاری غلطی کر سکتا ہے۔ اسی طرح منتظم اور افسر بھی غلطی کر سکتا ہے۔ افسران مقامی کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے ان کے اوپر مرکزی نظام ہے مگر بوجہ دور ہونے کے پوری تفصیل مرکز کے سامنے نہیں جاسکتی۔ اس لئے گا ہے گا ہے وہاں سے اعلیٰ افسر یہاں آتے رہتے ہیں۔ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی دستور تھا۔ کہ آپ سال میں ایک یا دو بار ان زمینوں کا دورہ کرتے تھے۔ اور تمام حالات کا جائزہ لیتے تھے۔ جہاں غلطی دیکھتے تھے اس کی اصلاح فرمادیتے تھے۔

دost یاد رکھیں کہ غلطی کی اصلاح کے لئے ایک مناسب طریق ہے جو اسلام نے ہمیں بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ شکایت کرنے والا اپنا نام چھپائے نہیں۔ بغیر نام کے جو شکایت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتی تھی وہ پھاڑ کر پھینک دی جاتی تھی۔ جو بے نام شکایت میرے پاس آتی ہے میں بھی پھاڑ کر پھینک دیا کرتا ہوں۔

اس سفر کے دوران بھی بعض شکایتیں بے نام آئی ہیں۔ میں نے انہیں پھاڑ اور پھینک دیا۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص جرأت کے ساتھ اپنا نام نہیں لکھتا بلکہ بزدلی دکھاتے ہوئے اپنے نام کو چھپاتا ہے۔ اس کی شکایت قابل اعتناء نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ لکھ دینا کہ ہم تمام مزارعین ناصر آباد یا محمود آباد یا فلاں نگر یہ بات کرتے ہیں یہ بھی غلط طریق ہے۔ یہ ضروری ہے کہ جو آدمی شکایت کرے یا شکایت کریں وہ اپنا نام بھی لکھے یا لکھیں۔ دوسرے یہ کہ جو کچھ لکھا جائے وہ صحیح اور درست ہو۔

اسی سفر میں ایک دost نے ناصر آباد میں میرے پاس ایک شکایت کی اور بظاہر دو اور آدمیوں کے بھی دستخط کرائے یا انگوٹھے لگاؤئے ان میں سے جب ایک دost کو پوچھا گیا کہ آپ کو کیا شکایت پیدا

ہوئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بھی علم نہیں کہ کسی شخص نے کوئی شکایت لکھی ہے اور میری طرف سے خواہ مخواہ انگوٹھا لگا دیا ہے۔

تو اگر اس قسم کی غلط بات ابتدائی تحقیق میں ہی ہمارے سامنے آ جائے تو ہم شکایت پر غور ہی نہیں کرتے کیونکہ شکایت لندہ نے خود ہی ایک غلط بات لکھ کر اپنے خلاف فیصلہ کر دیا۔

اس کے برعکس میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض لوگ اتنی صفائی اور تفصیل سے بات لکھتے ہیں کہ جو ان کی غلطی ہوا سے بھی سامنے لے آتے ہیں اور ان کے خیال میں جو دوسرے کی غلطی ہو وہ بھی بغیر کسی چیز، بغیر کسی مبالغہ اور بغیر کسی خلاف واقع بات بیان کرنے کے سامنے رکھ دیتے ہیں بڑی آسانی رہتی ہے۔ اس پیش کردہ مفصل معاملہ سے انسان فوراً صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس کی شکایت بھی دور ہو جاتی ہے۔ اگر واقع میں کوئی شکایت ہو بھی اور تحقیق کرنے والے افسروں کو بھی وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا اور نہ ہی پر یہاں اٹھانی پڑتی ہے۔

لوگ جانتے ہیں کہ قادیانی کے زمانہ میں ایک لمبے عرصہ تک میں مجلس خدام الاحمد یہ کا صدر بھی رہا ہوں اور جو اس قسم کے منتظم ہوتے ہیں ان کے خلاف شکایت پیدا ہو جانا عام بات ہے ہزاروں ہزار آدمی سے واسطہ پڑتا ہے۔ کبھی انسان غلطی کرتا ہے کبھی شکایت کرنے والا غلطی کر رہا ہوتا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک دوست خدام میں میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جو فیصلہ میرے خلاف کیا ہے درست نہیں ہے اور میں آپ کے فیصلے کے خلاف حضرت مصلح موعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس اپیل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے انہیں کہا کہ خدام الاحمد یہ کے قواعد کی رو سے آپ صدر مجلس خدام الاحمد یہ کے فیصلے کے خلاف خلیفہ وقت کے حضور اپیل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اپیل ایک قانونی حق ہے۔ جب قانون وہ حق دے تو کسی کو ملتا ہے۔ اور اگر قانون وہ حق نہ دے تو اسے نہیں ملتا۔ خدام الاحمد یہ کے متعلق جو قواعد حضرت مصلح موعود نے منظور کئے ہوئے ہیں ان میں حضور نے خدام کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ صدر مجلس کے فیصلے کے خلاف خلیفہ وقت کے پاس اپیل کریں۔ لیکن میں نے ان کو خود بتایا کہ خلیفہ وقت کا دروازہ شکایت کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔ آپ اپیل تو نہیں کر سکتے کیونکہ قانونی چیز ہے لیکن آپ میرے فیصلے کے خلاف شکایت کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا میں سوچوں گا لیکن ابھی میرا بھی شکایت کرنے کو نہیں چاہتا۔ ہاں اگر اپیل کرنے کا حق ہوتا تو میں اپیل کرڈا تا۔

لیکن بعد میں انہوں نے سوچ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ شکایت کریں گے۔ ہزار ہوا واقعات گزرے ہیں ان میں سے یہ واقعہ مجھے اس لئے یاد رہا ہے کہ اس کا میری طبیعت پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جو شکایت لکھی اس میں انہوں نے کوئی بات نہیں چھپائی۔ نہ اپنے متعلق نہ ہمارے متعلق۔ سارے واقعات کی پوری تصوری انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس پر حضرت صاحب (رضی اللہ عنہ) کا یہ نوٹ انہیں واپس ملا "کہ ان حالات میں صدر مجلس تمہارے خلاف یہ فیصلہ نہ کرتا تو اور کیا ہوتا؟"

اس سے ان کو بھی تسلی ہو گئی۔ اگر وہ حضرت صاحب کو محصری یا مشتبہی یا غلط پورٹ دیتے تو حضور (رضی اللہ عنہ) اس کے متعلق ہم سے رپورٹیں لیتے اس طرح حضور کا وقت بھی صاف ہوتا۔ مگر اس نوجوان نے نہایت دیانت داری کے ساتھ سارے کے سارے صحیح حالات بیان کر دئے۔ اور جب اس کی شکایت پر وہ نوٹ آیا تو اس کو تسلی ہو گئی۔ کیونکہ خلیفہ وقت کے فیصلے سے ننانوے ہزار نو سو نانوے آدمیوں کو تسلی ہو جاتی ہے۔ البتہ جس کے اندر ایمان کی کمزوری ہوا سے تسلی نہیں ہوتی۔ بڑی بھاری اکثریت الہی سلسلوں کی ایسی ہوتی ہے کہ ان کو سمجھ آئے یا نہ آئے خلیفہ وقت کے فیصلہ پر ان کے دل تسلی پا جاتے ہیں۔

تو شکایت کا راستہ ہمیشہ کھلا ہے آپ اپنا نام لکھیں اور صحیح واقعات لکھیں، غلط واقعات نہ لکھیں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو آپ کی شکایت دور ہو جائے گی۔ لیکن اگر آپ آدھی بات صحیح لکھیں گے اور آدھی بات غلط لکھیں گے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ جس نے غلطی کی اس کے خلاف بھی تعزیری کارروائی کی جائے گی اور آپ کے خلاف بھی کی جائے گی کہ کیوں غلط بیانی سے کام لیا اور پھر خلیفہ وقت کے سامنے !!! سو شکایت کا دروازہ کھلا ہے اور جب تک خلافت راشدہ قائم ہے یہ دروازہ کھلارہے گا۔ اس سلسلہ میں اگر بعض افسر اس چیز کو برآمدنا تے ہیں تو میں انہیں نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ قطعاً اسے برآمدنا کیں کیونکہ اگر آپ نے یہ دروازہ بند کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا آپ نے لوگوں کے دلوں کی تسلی اور اطمینان کا دروازہ بند کر دیا۔

"شکایت" کے لئے کسی پر اپر چینل (Proper Channel) یعنی افسروں کی وساطت سے جانا بھی ضروری نہیں ہے۔ اپیل کے لئے یہ ضروری ہے کیونکہ وہ قانونی چیز ہے۔ قانون یہ کہتا ہے کہ اگر افسر

کے خلاف اپیل کرنی ہو تو اس افسر کی وساطت سے لکھوتا کہ وہ اپنا نوٹ بھی دے دے۔ لیکن جس نے شکایت کرنی ہو اس کے لئے ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ سید ہمار استہ کھلا ہے وہ شکایت کے لئے ہر وقت خلیفہ وقت کا دروازہ کھلھٹا سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میری یہ شکایت ہے اسے دور کیا جائے۔

تو اگر کوئی شخص شکایت کرتا ہے تو افسران اور عہدیدار ان کو برآنہیں منانا چاہئے۔ بلکہ ایک لحاظ سے خوش ہونا چاہئے کہ بجائے اس کے کہ لوگ ادھر ادھر باتیں کریں معاملہ اور چلا گیا ہے۔ اس طرح ان کی اپنی پوزیشن واضح ہو جائے گی۔ شکایت عموماً غلط بیانی پر بنیں ہوتیں بلکہ غلط فہمی پر بنی ہوتی ہیں۔

اس لئے میں عہدیداروں کو کہتا ہوں کہ ایسی شکایتوں کو برآمنا کر خنفل کا اظہار نہ کیا کریں۔ دوسرے میں عہدیداروں اور افسروں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی ہاری یا مزدور کو کسی قسم کی شکایت ہو اور آپ سمجھتے ہوں کہ وہ شکایت غلط ہے تو آپ اسے بلا کر سمجھائیں اور بتائیں کہ واقعہ دراصل یہ ہے۔ تو عام طور پر اس کی تسلی ہو جائے گی۔ ہمارے زمینداروں میں سے ایک حصہ ان پڑھ ہے وہ لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ وہ کچھ سوچتا ہے اور پھر اس کا غلط نتیجہ نکالتا ہے۔ ہاریوں کا یہاں حساب کتاب تور ہتا ہے اگر جستر سامنے رکھ کر آرام سے تحمیل سے، پیار سے اس کو سمجھایا جائے کہ تم جو خیال کر رہے ہو وہ صحیح نہیں۔ دراصل حالات یہ ہیں ہم نے اس طرح کیا ہے۔ تمہاری کوئی حق تلفی نہیں ہوئی تو سو میں سے ننانوے آدمی سمجھ جائیں گے۔ ممکن ہے بعض بدغصی کریں اور شکایت اور پر لے جائیں لیکن سو میں سے ننانوے آدمی سمجھ جائیں گے۔

پس ایک تو زمینیں سنبھالنے کا نظام ہے اس کے متعلق میں نے کچھ باتیں مختصر آبیان کر دی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی اور تو فیق بخشنی تو اگلے دورے کے لئے لمبا وقت رکھیں گے اس طرح زیادہ افراد کی شکایات سنی جاسکیں گی اور ان کی تکالیف کا ازالہ بھی کیا جاسکے گا۔ اس دورہ میں زیادہ لوگوں سے الگ الگ نہیں مل سکا۔ عموماً بیس بیس، تیس تیس، چالیس چالیس، پچاس پچاس لوگ اکٹھے ملتے رہے جس کی وجہ سے وہ لوگ جن کو کوئی تکلیف یا بحصن یا کوئی پریشانی تھی مثلاً بچوں کی بڑھائی کے سلسلہ میں، یا اپنی شادی کے سلسلہ میں یا زمینیوں کے سلسلہ میں وہ بیان نہیں کر سکا اور نہ تھائی میں اپنے نجی معاملہ کے لئے دعا کے لئے کہہ سکا۔

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ دعا کے متعلق آپ میں سے کسی شخص کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ

اللہ تعالیٰ بندہ کی ہر دعا ضرور قبول کرتا ہے وہ تو قادر مطلق ہستی ہے۔ جب چاہتا ہے اپنی منواتا ہے اور جب اپنا احسان اور فضل کرنا چاہتا ہے تو پھر اپنے ایک عاجز نحیف اور بے بس بندے کی التجا قبول کرتا اور دعا کو سنتا ہے اور اس طرح اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے۔ کبھی کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ میں یا کوئی اور شخص اپنی ہر ایک بات خدا تعالیٰ سے منوا لے گا۔ (نعوذ بالله من ذالک) خدا ہمارا خادم تو نہیں ہے وہ تو ہمارا آقا ہے۔ ساری قدرتیں اسے ہی حاصل ہیں اور اپنے جلال اور قدرتوں کے اظہار کے لئے اس نے یہ طریق رکھا ہے کہ بعض دفعتم ساری عمر دعا میں کرتے رہو۔ آخری وقت تک وہ کہتا ہے کہ میں نہیں سنتا۔ کون ہے جو زبردستی اسے منوا سکے؟ اور جب فضل کرنے پر آتا ہے تو سر کے اشارے کو بھی دعا سمجھ لیتا ہے اور قبول کر لیتا ہے۔ ہماری زندگی میں بہت سے ایسے واقعات گزرے ہیں کہ منه سے لفظ نہیں نکلا صرف اشارہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس وقت اس بندے کی دعا اسی طرح قبول کرو۔ ۱۹۵۲ء کی بات ہے۔ جب میں کانج بنوار ہاتھا تو ہمارا ایک بہت بڑا لینٹل پڑ رہا تھا اور سوڈریٹھ سو سینٹ کی بوری ریت اور بجری میں ملی ہوئی ساتھ کی چھت پر پڑی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ شمال کی طرف سے کالا بادل اٹھا ہے۔ اگر وہ برس جائے تو سوڈریٹھ سو بوری جماعت احمد یہ کا نقصان ہوتا ہے اس وقت میرے دل میں تحریک ہوئی (ایسی تحریک بھی دراصل خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے) کہ اگر بادل برے تو میرا ذاتی نقصان تو نہ ہو گا اگر ہو گا تو خدا تعالیٰ کی جماعت کا ہو گا اس لئے اس وقت بادلوں کو کہنا چاہئے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ میں نے سر اٹھایا اس وقت بہت سے آدمی موجود تھے اس لئے میں نے منه سے کوئی بات نہیں نکالی صرف سر سے ہلاکا سا اشارہ کیا ”بادلو! ایک طرف ہٹ جاؤ“۔ ساتھ ہی اپنا کام بھی کرتے رہے۔ ہم سے نصف میل کے فاصلہ پر بڑی تیز بارش ہوئی اور سارا دن بادل منڈلاتے رہے لیکن ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔

توجب خدا تعالیٰ مانے پر آتا ہے تو اس طرح بھی مان لیتا ہے اور کبھی ساری عمر ایک دعا کرتے رہو وہ نہیں مانتا۔ اس پر کسی کا زور تو نہیں ہے۔ جب مانتا ہے تب بھی اپنی قدرت کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ جب نہیں مانتا تب بھی اپنے جلال کا مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی دعا سن کر امتحان لیتا ہے۔ کبھی نہ سن کر آزمائش کرتا ہے۔ خادم خادم ہی ہے اور آقا آقا ہی ہے۔ اگر مانے تو اس کا احسان اگر نہ مانے تب بھی ہم خادم اس دروازہ سے بھاگ کر کہاں جائیں گے۔

میں بتا رہا تھا کہ توجہ کے ساتھ بات سننے سے صرف اس بات کا اظہار کرنے سے کہ ہمارے دلوں میں تمہاری ہمدردی ہے۔ جہاں تک ہمارے بس میں ہوا، جہاں تک قانون نے ہمیں اجازت دی۔ جہاں تک یہ سوال ہوا کہ ہمارے سلسلے کو کوئی نقصان پہنچے گا ہم ہر طرح تمہاری خدمت کرنے کے لئے، تمہارا خیال رکھنے کے لئے، تمہاری تکلیف دور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہر ہاری اتنی بثاشت سے رہے گا کہ آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

لیکن جو لوگ مزارع اور کام کرنے والے ہیں میں ان سے بھی کہوں گا کہ اگر تو آپ نے گندم بوکر گندم ہی لینی ہے تو دنیا میں اور بہت سی زمینیں پڑی ہوئی ہیں آپ وہاں جا کر گندم بوئیں اور زمینیں آباد کر لیں۔ لیکن اگر آپ نے گندم بوکر صرف گندم ہی نہیں کاٹتی ہے بلکہ گندم کے ساتھ ساتھ خدا کے فضلوں کو بھی سمیٹتا ہے اور اپنے ”کوٹھوں“ کو گندم کے ساتھ ساتھ خدا کے فضلوں سے بھی بھرنا ہے تو پھر آپ کی ذمہ داریاں عام ہاریوں سے زیادہ ہیں۔ آپ کو زیادہ دیانتداری سے، آپ کو زیادہ محبت سے، آپ کو زیادہ شوق سے کام کرتے ہوئے۔ زیادہ دعاوں سے کام لینا پڑے گا۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو احمدی ہاریوں اور دوسرا ہاریوں میں کیا فرق رہے گا؟

پھر یہ جو فارم کا نظام ہے اس کے ساتھ دو اور نظام لگے ہوئے ہیں اور بعض دفعہ ان کا آپس میں تصادم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ تصادم نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔

ایک جماعتی نظام ہے یہاں امیر مقامی ہوتا ہے (اور بہت جگہ میں نے دیکھا ہے کہ فارم کا مینیجر اور ہے اور جماعت کا پریزیڈنٹ یا امیر اور ہے) پھر ضلع کا امیر ہوتا ہے۔ پھر علاقہ کا امیر ہوتا ہے۔

بعض دفعہ ضلع یا علاقہ کا امیر یہ خیال کرتا ہے کہ چونکہ میں ضلع کا امیر ہوں اور یہ احمدیوں یا جماعت کی فارم میں میں اس لئے میرا حق ہے کہ میں ان میں دخل دوں حالانکہ اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ فارم کے انتظام میں دخل دے، تعلق ہی کوئی نہیں ہے، امیر مقامی یا امیر ضلع یا امیر علاقائی کا کہ وہ فارم کے کاموں میں دخل دیں۔ اس کی ساری ذمہ داری مینیجر پر، یا اگر اس کے اوپر ایجنسٹ ہے تو ان پر ہے اور مرکز کے سامنے وہی جواب دہیں امیر ضلع یا امیر علاقائی جواب دہنیں۔

دوسری طرف بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ فارم کا مینیجر یا ایجنسٹ سمجھتا ہے کہ میں واقعہ زندگی ہوں اور میں نے ساری عمر سلسلہ کے لئے وقف کی ہوئی ہے اور اس لئے میں جماعتی نظام سے بھی آزاد ہوں۔

کیونکہ میں خود مرکز کے سامنے جواب دہ ہوں۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ تم مرکز کے سامنے جواب دہ ہو لیکن جواب دہ ہو صرف ان کاموں کے متعلق جو فارم کی بہبود کے لئے کرتے ہو۔ جن چیزوں اور کاموں کا تعلق اسٹیٹ سے نہیں ہے بلکہ جماعتی نظام سے ہے۔ ان کے متعلق تم مرکز کے سامنے جواب دہ نہیں۔ جن چیزوں کا تعلق نظام جماعت سے ہے ایک واقف زندگی سے خواہ وہ مینجر ہو یا ایجنسٹ، ہم یہ تو قرکھتے ہیں کہ وہ جماعتی نظام کو دوسروں کی نسبت زیادہ بثاشت کے ساتھ قبول کرے گا اور باقی سب کے لئے نہ نہونہ بنے گا۔

دونوں طرف سے غلطیاں ہو جاتی ہیں امیر ضلع یہ سمجھتا ہے کہ میں یہاں بھی دخل دے سکتا ہوں کیونکہ میں امیر ضلع ہوں اور جو مینجر یا ایجنسٹ ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں انچارج ہوں اس سارے علاقے کا (فارم کا) اور جواب دہ ہوں مرکز کے سامنے اس لئے امیر ضلع کے سامنے جواب دہ نہیں۔ حالانکہ جماعتی کاموں کے متعلق اس کو بہر حال جماعتی نظام کے عہدیدار کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔

تیسرا نظام وہ ہے جو اسٹیٹ کے نظام سے بھی مختلف ہے اور جماعتی نظام (جو امراء اور پریزیڈنٹوں والا نظام ہے) اس سے بھی مختلف ہے اور وہ ہے ہمارا اصلاح و ارشاد کا نظام جو مرتبی کہیں جاتا ہے وہ کسی امیر کے ماتحت نہیں ہوتا ہے نہ کسی ایجنسٹ کے ماتحت ہوتا ہے مرتبی نمائندہ ہے مرکز کا اور خلیفہ وقت کا۔ بہت سے امراء نے جو اپنے آپ کو دنیوی لحاظ سے زیادہ اثر و رسوخ والا اور مالدار سمجھتے ہیں بعض دفعہ مریبوں کے ساتھ ایسا برداشت کیا ہے جو نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور اصلاح کی تم اگر لاکھ روپیہ یا دولاکھ یا پانچ لاکھ روپیہ سالانہ کماتے ہو تو اپنے گھر میں امیر ہو گے۔ مرتبی مرکز کا نمائندہ ہے تمہیں بہر حال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا خواہ تم بڑی جماعت کے ہی امیر کیوں نہ ہو۔ مرتبی امراء سے آزاد ہے۔

مریبوں کے متعلق آپ کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ آپ ان کو زردہ یا پلاویا دیگر قسم کے عملہ کھانے کھلانیں، قطعاً نہیں۔ بلکہ میں اپنے مریبوں سے تو قرکھتا ہوں کہ سوائے اس کے وہ مجبور کر دیئے جائیں جسیں الیکشن اس جیب خرچ یا سفر خرچ سے جو انہیں ملتا ہے اپنے کھانے کا خود انتظام کریں گے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض جماعتیں کھانے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔ وقف عارضی کے متعلق بار بار سمجھایا گیا ہے لیکن پھر بھی واقفین عارضی لکھتے ہیں کہ جماعتیں بہت مجبور کرتی ہیں کہ ہم ان کا پیش کردہ کھانا ضرور کھائیں ورنہ ہمارا

ناک کٹ جائے گا۔ حالانکہ ہمارے واقفین عارضی کو بنیادی ہدایت یہی ہے کہ جہاں جاؤ ان کا کھانا نہ کھانا اپنے کھانے کا خود انتظام کرنا۔ اگر اس فقہ کے حالات مربی کو پیش آئیں اور وہ مجبور ہو جائے تو جب تک ہم جماعت کی ذہنیت کو بدل نہ دیں ایسی مجبوری کے سامنے اسے سرجھانا پڑے گا۔ لیکن مربی کے احترام اور عزت کے مقام کا بہر حال آپ کو خیال رکھنا پڑے گا۔

بعض جگہ مربی جاتا ہے تو وہاں کے دولت مند یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی ذلیل آدمی آگیا ہے حالانکہ جس شخص نے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر رکھی ہو۔ جس شخص نے ایک لمبے عرصہ تک خدا کے دین کو سیکھا ہوتا بُنی نوع انسان کو روحاں فائدہ پہنچا سکے اور جس نے بہت کم گزارے پر دین کے لئے زندگی گزارنے کا اپنے رب سے عہد کیا ہو۔ وہ شخص جب آپ کے پاس آتا ہے تو گویا رب العزة کے درکا غلام آتا ہے۔ سب عزتیں تو خدا کی ہیں اور جو خدا کے درکا فقیر بن گیا، اس سے زیادہ معزز اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن بعض پیسے والے دنیادار، دنیا کی عزت رکھنے والے یا باعزت پیسے والے مثلاً ڈاکٹری ایک ایسا پیشہ ہے کہ بڑوں بڑوں کو اس وجہ سے ڈاکٹر کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔ وزیر اس کے واقف ہوتے ہیں ڈپٹی کمشنز واقف ہوتے ہیں اور اور بہت سے لوگ ان کے واقف ہوتے ہیں وغیرہ ہم اگر یہ سمجھیں کہ ان کی عزت اتنی بڑی ہے کہ انہیں جماعت میں مربی سے زیادہ بہاء عزت سمجھا جانا چاہئے اور انہیں مربی کو وہ عزت دینے اور اس کا احترام کرنے کی ضرورت نہیں جو اس کا حق ہے۔ تو اس سے زیادہ یقوقی کا مظاہرہ اور کیا ہو گا؟ کیونکہ عزت تو خدا کے درست ملتی ہے اور جو خدا کا ہو گیا ساری عزتیں اس کی گود میں ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون معزز ہو گا؟۔

تو یہ تین نظام مستقل طور پر چل رہے ہیں۔ چوکس رہنا چاہئے کہ بھی ان میں تصادم نہ ہو۔ کیونکہ جب تصادم ہو گا تو کوئی نہ کوئی ضرور تکلیف اٹھائے گا۔ صدر انجمن احمد یہ کے پاس شکایت جائے گی یا امور عامہ کیس کو اپنے ہاتھ میں لے گایا میرے پاس شکایت آئے گی تو مجھے تو کسی کا ڈر نہیں! میں تو خدا کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور خدا کے قائم کر دہ سلسلہ کی عزت کے قیام کے لئے ساری دنیا سے بھی نہیں ڈرتا۔ ایک یادو آدمیوں کی توبات ہی نہیں۔

میں چوکنہ خطبہ کو منحصر کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے دوستوں سے ایک آخری بات کہہ دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ جتنے غفاء راشدین ہوئے ہیں (یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد سے خلاف راشدہ شروع ہوئی)۔ پھر اس

خلافت کے بعد کچھ اور لوگ آگئے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر خلافت کا مضبوط نظام قائم فرمایا اور یہ نظام اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ جماعت اپنے آپ کو خدا کی نگاہ میں اس انعام کی مستحق ثابت کرتی جائے گی)۔ ان تمام خلفاء کے حالات کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ تمام خلفاء تذلل اور فرتو قی اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ میں نے بھی خدا کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لئے اور تمام خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق عجزی راہوں کو اختیار کیا ہے۔ میں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ بعض دفعہ سجدہ میں میں جماعت کے لئے اور جماعت کے افراد کے لئے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جن لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں۔ ان کی مراد یہ پوری کر دے، اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مراد یہ بھی پوری کر دے اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لئے خط لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے۔ یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو ان کی تکالیف کو بھی دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔

لیکن بعض دفعہ بعض نادان فتا اور نیستی کے اس مقام کو کمزوری سمجھنے لگ جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی عاجزی کی راہ کو اختیار کیا حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد جو خلفاء اور مجدد ہوئے۔ انہوں نے بھی عجز کے اسی راستے کو اختیار کیا۔ تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا کمزور ہے کیونکہ یہ عاجزی اختیار کرتا ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کچھ ایسا جلوہ ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو بھی اور دنیا کی ساری مخلوق کو بھی مردہ سمجھتے ہیں نہ ہی اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں، نہ دنیا کو کچھ سمجھتے ہیں اور اس عجز کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اعجازی قدرت کا مظہر بن جاتے ہیں گویا ایسے لوگوں کے لئے فنا اور نیستی کے مقام سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے۔ اس لئے دنیا کی کوئی طاقت انہیں معروہ نہیں کر سکتی انہیں ساری دنیا کے مال بھی کوئی لاچ نہیں دے سکتے۔ جب خدا کا یا اس کے دین کا معاملہ ہو تو کسی دوسرے کے سامنے ان کا سر جھکا نہیں کرتا۔ ورنہ وہ تو ایک فقیر اور مسکین کے سامنے بھی جھک رہے ہوتے ہیں۔ اور عاجزی دکھار ہے ہوتے ہیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے فعل اور قول کا اور خدا تعالیٰ کے نام اور اس کی عظمت کا دنیا اور دنیا داروں سے

تصادم ہو جائے۔ تو پھر دنیا ان کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان کا مرتبی اور معلم ہوتا ہے۔ آپ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں۔

پس یا تو ہمارا یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ خلیفہ وقت ساری دنیا کا استاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً یہی صحیح ہے تو دنیا کے عالم اور دنیا کے فلاسفہ شاگرد کی حیثیت سے ہی اس کے سامنے آئیں گے۔ استاد کی حیثیت سے اس کے سامنے آئیں گے۔

تو خلیفہ وقت کا انکسار اس کی عاجزی و فروتنی، اس کا تزلیل یہی اس کا مقام ہے اور وہ اس ایمان اور یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میں لا شی ہوں۔ کچھ بھی نہیں ہوں۔ نہ علم ہے مجھ میں نہ فراست ہے مجھ میں، نہ ہی کوئی طاقت ہے مجھ میں، اگر کچھ ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ وہ جتنا علم دے جتنی طاقت دے جتنی فراست دے اس کی عطا ہے اور اسی کے جلال اور عظمت کے لئے خرچ کی جاتی ہے۔ کہیں بھی اس کا اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ مٹی کے ذرّات ہوا میں بکھر جائیں تب بھی ان کا کچھ وجود ہوتا ہے۔ لیکن ایسے شخص کا وجود اتنا بھی باقی نہیں رہتا۔

تو میں آپ کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا۔ اس کے دل میں آپ کے لئے بے انہما محبت پیدا کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعا کیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعا کیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہی توفیق دے گا کہ آپ کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور برشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں ہے اور خدا کا نوکر خدا کی رضا کے لئے ہی کام کرتا ہے۔ کسی پر احسان رکھنے کے لئے کام نہیں کرتا لیکن اس کا یہ حال اور اس کا یہ فعل اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہے اور آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کمزور نہیں، خدا کے لئے اس کی گردن اور کمر ضرور جھکی ہوئی ہے۔ لیکن خدا کی طاقت کے بل بوتے پر وہ کام کرتا ہے۔ ایک یا دو آدمیوں کا سوال ہی نہیں میں نے بتایا ہے کہ ساری دنیا بھی مقابلہ میں آجائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے ابتداء میں جب عظیم فتنہ نے سر اٹھایا اور اس لشکر کے بھجوانے یا نہ بھجوانے کا سوال پیدا ہوا جو نبی اکرم ﷺ نے تیار کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مدینہ کی

گلیوں میں مسلمان بچوں اور عورتوں کی لاشیں کتے گھستے پھریں تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا حکم ضرور جاری ہوگا۔

انہوں نے ایسا اس لئے کہا اور اس لئے کیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا ایسا جلوہ ظاہر ہو چکا تھا کہ ساری دنیا ان کے لئے مردہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اصل زندگی تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی دین اور عطا کے نتیجہ میں اصلی زندگی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام آپؐ کی عزت آپؐ کی عظمت اور جو آپؐ نے فیصلے فرمائے ہیں۔ ان کا قیام اہم ہے اس کے لئے ساری دنیا مر جائے، سارے مسلمانوں کو قربان ہونا پڑے تو ہو جائیں۔ لیکن جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ غنا کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنے عاجز بندوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ جس طرح خدا تعالیٰ غنی ہے۔ ان کو بھی وہ غنی بنادیتا ہے نہ پیسے کی پرواہ اور محبت اور نہ ہی دنیا کی کسی وجہت کی محبت ان کے دل میں باقی رہتی ہے وہ تو اپنے وجود سے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

تو کہیں غلطی کر کے کوئی شخص نقصان نہ اٹھائے !!! کوئی یہ نہ سمجھے کہ شاید یہ فروتنی اور عاجزی کہیں کمزوری کا نتیجہ ہے۔ کمزوری کہیں نہیں، کمزوری تو اس شخص میں ہو جس کی اپنی کوئی طاقت بھی ہو۔ جس کی اپنی کوئی طاقت ہی نہیں اس کی کمزوری کیسی !! اُس نے جو کچھ بھی لیا ہے، اُس نے جو کچھ بھی لینا ہے بہر حال آسمان سے لینا ہے اور آسمانی طاقت کے مقابلہ میں آپ زمین کی کون سی طاقت کو لا کر کھڑا کر دیں گے !!!۔

پس اپنے خدا سے ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے دن گزاریں اور سلسلہ عالیہ احمد یہ جو نظام بھی قائم کرتا ہے اس کی پابندی کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں کیونکہ اس میں برکت ہے۔ یہ برکت محض زبانی دعویٰ نہیں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہمیں بتا رہی ہے کہ اسی میں برکت ہے۔ ۱۹۳۲ء میں تحریک جدید کے لئے آپ نے کتنے پیسے دیئے تھے؟ ایک لاکھ !!! جتنے روپے آپ نے پہلے سال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دیئے تھے اس سے کہیں زیادہ آدمی اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی گود میں لا ڈالے ہیں۔

پس جو فرائض ہیں وہ ادا کرتے چلے جائیں جو خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں وہ آپ کے حق میں

پورے ہوتے چلے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے اباء و اشکبار اور بغاوت اور فسق کا طریقہ ہرگز اختیار نہ کریں۔ اور نہ ہی اس کے سلسلہ کے سامنے۔ بڑے بڑے تعلیٰ کرنے والے پیدا ہوئے۔

خدا تعالیٰ کے قہرے نے انہیں مسئلہ کر رکھ دیا۔ اور ان کا نام و نشان مٹا دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ بڑا مباہنا۔ بیرونی فتنے تو تھے ہی وقفہ وقفہ کے بعد اندر وہ فتنے بھی سراٹھاتے رہے لیکن وہ فتنہ پر داز کہاں ہیں؟ اور جماعت کا قدم کہاں تک جا پہنچا ہے کبھی دیکھا تو کرو!! وہ ناکامی نامرادی کے اندھیروں میں گم ہو گئے اور جماعت کے قدم آسامان فتح و نصرت کے ستاروں پر پڑنے لگ گئے۔

تو خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن کر زندگی کے دن گزاریں اور جو ذمہ داریاں آپ پر بھیثیت ایک احمدی کے عائد ہوتی ہیں۔ انہیں پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ اے خدا! ہم سے غفلت ہو جائے تو معاف کر دے اور ہمیں خودا پنے فضل سے توفیق دے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھا سکیں۔ کیونکہ اگر تو اپنے فضل سے ہمیں توفیق نہ دے گا۔ تو ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ان ذمہ داریوں کو نبھا سکیں جو تو نے ہم پر عائد کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھی ہوا اور آپ کے ساتھ بھی ہو۔ آمین۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۵)



ہر تنظیم کو اپنے دائرہ کے اندر کام کرنا چاہئے اور دوسری

تنظیموں سے بہر حال تعاون کرنا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ نومبر ۱۹۶۶ء بمقام احمدیہ ہال۔ کراچی)



حبل اللہ کی پُر معارف تفسیر۔ ☆

خلیفہ کی وفات کے وقت جماعت کی خوف کی حالت ہوتی ہے۔ ☆

خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اُس کے انتخاب میں کوئی نقش نہیں۔ ☆

تمام تنظیمیں خواہ وہ بنیادی ہوں یا ذیلی خلیفہ وقت کے اعضاء ہیں۔ ☆

ہر تنظیم میں طاقت اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی حدود کے اندر کام کر رہی ہو۔ ☆

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّقُوا صَوَادُكُرُوا نِعْمَتُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَخْدَأَهُ فَالَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِحُتُمْ بِنِعْمَتِهِ أَخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَانْقَذَكُمْ مِنْهَا طَكَذِيلَكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَيْمَهُ لَعَلَّكُمْ تَهَتَّدُونَ ۝

(آل عمران: ۱۰۳)

اس کے بعد فرمایا:-

جو آیت کریمہ میں نے ابھی پڑھی ہے اس میں وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کے ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین حکم دیئے ہیں۔

۱۔ حبل اللہ کے ایک معنی عہد کے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہاے مومنو! جنہوں نے خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے رسول کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے رب سے ایک عہد بیعت باندھا ہے تم اس عہد پر مضبوطی سے قائم رہنا کیونکہ جو لوگ خدا سے عہد باندھ کر بعد میں اسے بھول جاتے ہیں یا اسے توڑ دیتے ہیں اور اس عہد کی ذمہ وار یوں کو نہ جانتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک دن ان سے اس عہد کے توڑ نے یا اس کی ادائیگی میں غفلت برتنے کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔

۲۔ دوسرا حکم اس میں یہ ہے کہ حبل اللہ کے دوسرے معنی ہیں وہ تمام وسیلے اور ذرائع اور تداریج جن کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے چنانچہ مفردات راغب (کتاب الحاء صفحہ ۷۱) میں اس کے یہ معنی دیئے ہیں۔ الَّذِي مَعَهُ التَّوْصِلُ بِهِ إِلَيْهِ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْعُقْلِ وَغَيْرِ ذَلِيلَ مِمَّا إِذَا اعْتَصَمْتَ بِهِ إِذَا ثَلَى جَوَارِهِ كَوْهِ تَمَامٍ وسِيلَة اور تداریجیں جن کو جب مضبوطی سے پکڑا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچا دیتے ہیں۔ جس میں سے انہوں نے

بطور مثال کے قرآن کریم اور عقل انسانی کا ذکر کیا ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ بہت سی باتیں ہیں جو اس میں شامل ہیں وَغَيْرَ ذِلِكَ کے الفاظ رکھ دیئے ہیں۔ تین بڑی چیزیں ہیں جو قرب الہی کی راہوں کو ہم پر منکشf کرتی ہیں۔ سب سے پہلے سب سے اہم تو قرآن کریم ہے جس نے شریعت کی تمام باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں قرآن کریم کی تصویری کامل اور مکمل طور پر ہمارے سامنے پیش کی اور تیسری جگہ پر نبی کریم ﷺ کے اقوال اور احادیث ہیں۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے اس میں ایک تو وہ ابدی صداقتیں اور بنیادی ہدایتیں ہیں جو اس دن سے کہ قرآن کریم دنیا میں نازل ہوا قابل عمل ہیں اور اس وقت تک قابل عمل رہیں گی کہ دنیا پر قیامت آجائے۔ پھر وقت اُبھجنوں کو سلجنے کے لئے قرآن کریم بعض ہدایتیں دیتا ہے جو جزئیات سے تعلق رکھتی ہیں اور جو وقت کا مطالبہ ہوا سے پورا کرتا ہے۔ پہلے زمانوں میں بھی پورا کرتا آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی پورا کر رہا ہے اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں بھی پورا کرتا چلا جائے گا اور جیسا کہ پہلے ہوا اگر خدا نخواستہ کبھی خلافت کا سلسہ منقطع ہوا تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جو وقت کے تقاضوں کے مطابق قرآن کریم سے نور لے کر دنیا کے اندر ہیروں کو دور کرنے رہیں گے۔

تو پہلی چیز تو قرآن کریم ہے جس کے ذریعہ سے جسے پڑھ کے، جسے سمجھ کے، جس کی تفاصیل کا علم حاصل کر کے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ پس پہلے تو یہ بتایا کہ تم نے ایک عہد باندھا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور ساتھ ہی اسی لفظ میں ایک دوسرے معنی کے لحاظ سے ہمیں یہ بتایا کہ اس عہد کو مضبوطی سے کیسے پکڑا جا سکتا ہے (یعنی قرآنی ہدایت و شریعت پر عمل کر کے اور اسے حرز جان بنا کر)

۳۔ اور حبل اللہ کے تیسرے معنی ہیں وصل اور وصال کے، مقام قرب کے حصول کے۔ تو فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاؤ اور تمہیں اس کا قرب حاصل ہو جائے تو اس مقام قرب کی حفاظت کرتے رہنا اور صدق ووفا کے ذریعہ شیطانی حملوں سے اسے بچانا۔

تو پہلے یہ کہا کہ اپنے عہدوں پر مضبوطی سے قائم رہو۔ پھر یہ فرمایا کہ ان عہدوں پر مضبوطی سے قائم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ راستے وہ طریق جو قرآن کریم نے، نبی کریم ﷺ کے اسوہ نے اور آپ کے

ارشادات نے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے تمہیں بتائے ہیں ان کو لازم پکڑو۔ اس طرح تم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرلو گے۔ تیسرے یہ حکم دیا کہ جب تم مقام قرب کو پالو تو پھر بھی تم شیطان سے محفوظ نہیں جب تک کہ اسی حالت میں وفات نہ ہو جائے اور انسان کا انجام بخیر نہ ہو جائے۔ اس سے پہلے شیطان ساری زندگی میں انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ خدا کا وہ بندہ ہے جس نے اعمال صالحہ اور مجاہدات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے اس کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل کیا تھا وہ شیطان اس بندہ خدا کو اس مقام سے پرے ہٹادے۔ جیسا کہ مذہب کی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ خدا کے بعض بندوں نے اس کا قرب حاصل کیا۔ بعد میں شیطان نے ان پر کامیاب حملہ کیا اور مقام رفتت سے گرا کے انہیں نار جہنم میں دھکیل دیا۔ جیسا کہ خود حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بعض صحابہؓ کے متعلق کہیں گے کہ یہ میرے صحابہ تھے، جہاں تک میرا علم ہے انہوں نے میری باقتوں کو سننا اور ان پر عمل بھی کیا، ان کو جہنم کی طرف کیوں لے جایا جا رہا ہے۔ تو آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد جو بد اعمالیاں ان سے سرزد ہوئیں، آپ ان سے واقف نہیں اور یہ لوگ اس مقام رفتت کو قائم نہیں رکھ سکے، اس مقام سے گر گئے اور آج اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کا مورد بن گئے ہیں۔

تو تیسرا حکم ہمیں وَاغْتَصِّمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا میں اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ جب تم میری رضا کو اس دنیا میں حاصل کرو، میرے قرب کو پالو، تب بھی مطمئن نہ ہو جانا کہ تمہاری قربانیاں اور مجاہدات جو تم کر چکے ہو وہی کافی ہیں اور میری رضا کے مقام پر قائم رہنے اور اس میں مزید ترقی کرنے کے لئے تمہیں کچھ اور نہیں کرنا۔ اس وقت بھی آگے سے آگے تمہارا قدم جانا چاہئے۔ تمہاری پہلی قربانیاں بعد میں آنے والی قربانیوں کے مقابلہ میں یقین نظر آنے لگیں۔ پوری کوشش تمہیں کرنی پڑے گی کہ شیطان تم پر کامیاب حملہ نہ کر سکے حملہ تو وہ ضرور کرتا ہے اور کرتا رہے گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ انسان شیطان کے حملوں سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کے دام فریب میں اپنے آپ کونہ آنے دے۔

تو یہ تین معنی وَاغْتَصِّمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ کے ہیں اور معانی کی اس ترتیب سے جو میں نے بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے درجہ بدرجہ ہمیں تین سبق دیئے ہیں اور ہوشیار کیا ہے اور متنبہ کیا ہے اور ہمیں ڈرایا ہے اس بات سے کہ اگر تم عہد توڑو گے تب بھی بتاہی۔ عہد کے نباہتے وقت قرآن کریم سے منہ موڑو گے تب

بھی ہلاکت۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ اور آپؐ کے ارشادات کی عظمت قائم نہیں کرو گے تب بھی شیطان کا کامیاب وار تم پر ہو جائے گا اور پھر جب تم یہ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرلو گے تو اس وقت بھی مقام خوف رہے گا۔ جب تک تم اس دنیا میں زندہ ہو، جب تک تم اپنے انعام کو نہ پہنچ جاؤ اس وقت تک پوکس اور بیدار رہ کر اپنے مقام رفت اور مقام روحاںیت کی حفاظت کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ پس وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا میں اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا کہ اگر تم اس مفہوم کے مطابق جو عربی کے لحاظ سے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کا ہے۔ ہمارے حکم بجالا و گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے اندر کوئی ایسا تفرقہ پیدا نہیں ہو گا جو ملت کے شیرازہ کو بکھیر دے اور ترقی کی جو منازل امت مسلمہ طے کر رہی ہے اس میں تنزل کا کوئی رخنہ واقع ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَأَذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَالْفَلَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِحُتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام لانے سے قبل یا اسلام سے باہر رہتے ہوئے جو لوگ زندگی کے دن گزار رہے ہیں وہ تفرقہ کا شکار ہیں مذہبی اور روحانی لحاظ سے۔ اور ان میں سے کوئی جماعت یا فرقہ ایسا نہیں ہے کہ جو نیکی کے مقام پر کھڑا ہو یا نیکی کے مقام پر کھڑا رہ سکے۔ کیونکہ یہاں نفی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے عربی کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس کے مقابلہ میں الفت کا لفظ استعمال کیا ہے اور الفت کے معنی اکٹھے ہو جانے اور محض باہمی مودت اور پیارے کے نہیں بلکہ ایسے اجتماع اور ایسی محبت و پیار کے ہیں جو نیکیوں پر قائم ہو، جو بدیوں پر قائم ہو کر ایک جھنہ بنتا ہے۔ اسے عربی زبان الفت کے لفظ سے یاد نہیں کرتی یہاں الفت کے مقابلہ میں تَفَرَّقُوا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے اندر اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ تمام فرقے جو اسلام سے باہر ہیں یا وہ جو حقیقی اسلام سے باہر ہو جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو نیکی اور تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو۔ بلکہ سارے کے سارے بلا استثناء ضلالت پر قائم ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر إِعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا پر عمل کرو گے تو فرقہ فرقہ نہ بنو گے۔ اور جب بھی تمہارے اندر فرقے نظر آنے لگیں تو سمجھ لینا کہ قوم نے إِعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا پر عمل نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ إِعْتِصَامٌ بِحَبْلِ اللَّهِ کے نتیجہ میں ایک بڑا انعام جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ وہ باہمی مودت اور اخوت ہے دوسرا جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساری دنیا کی دولت بھی اگر خرچ

کی جاتی تو اس قسم کی الافت جو نیکی پر قائم ہوتی ہے اور نیکی پر قائم رکھتی ہے اس جماعت میں پیدا نہ ہو سکتی۔ یہ حض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے امت مسلمہ میں اس قسم کی محبت اور اخوت اور الافت کو پیدا کیا ہے **اعتصام بِحَبْلِ اللّٰهِ** کے نتیجے میں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَاعٍ حُفْرٌ مِّنَ النَّارِ فَانْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ چونکہ کوئی فرقہ بھی ہدایت پر اور صراط مستقیم پر قائم نہیں تھا اس لئے ان کی مثال ایسی تھی جیسے کہ ایک گڑھا ہو، اس میں بڑی تیز آگ جل رہی ہو اور اس کے کنارہ پر کوئی کھڑا ہو اور یہ خطرہ ہو کہ کہیں وہ اس کے اندر گرنہ جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس ہدایت عظیمی قرآن کونازل کیا اور اس کے نتیجے میں انسانوں میں سے ایک گروہ اس جماعت میں داخل ہو کر ایسا بن گیا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس جلتی ہوئی آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا اور اپنی محبت کی ٹھنڈی چھاؤں میں اسے لا بھایا اور رضاۓ کی جنتوں میں اسے داخل کیا۔

یہ واقعہ صرف اس شخص سے پیش نہیں آتا جو کفر سے اسلام لاتا ہے بلکہ امت مسلمہ میں شامل ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ امت کو ایسے امتحانوں میں ڈالتا رہتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت جب ابھی کسی امام کا انتخاب نہیں ہوا تھا اس وقت ساری امت مسلمہ اسی قسم کے ایک گڑھے کے کنارے پر کھڑی ہو چکی تھی جو خدا تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ سے پر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور پھر دنیا کو آنکھ دکھایا اور ان کے لئے اس آگ کے کنارے کی بجائے اپنے قرب کی راہوں کو کھول دیا۔

توجب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ وفات پاتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی حالت وہ ہوتی ہے جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کہ ایک گڑھا ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے اور وہ اس کے کنارے پر کھڑے ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آگ کے گڑھے میں گرجائیں گے یا اللہ تعالیٰ کا فضل آسمان سے نازل ہو گا اور ان کو اس آگ سے بچا لے گا۔

ایسے موقع پر (چند کھڑیاں ہوں یا چند گھنٹے ہوں یا چند دن ہوں) شیطان کی ساری طاقت اس کام میں صرف ہو رہی ہوتی ہے کہ خدا کی مقرب جماعت میں فتنہ پیدا کرے اور ان کو آگ میں دھکیل دے اور خدا کی لعنت کا انہیں مورد بنائے اور خدا کے پیار سے انہیں دور لے جائے۔ پس اس وقت شیطانی طاقتیں پورا زور لگا رہی ہوتی ہیں اور ہر قسم کے فتنے جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہیں

بدلٹنی کو ہوادے کر اور کمزور دل خوف سے بھر جاتے ہیں اور ہر تدبیر حس سے الہی سلسلہ میں کمزوری پیدا کی جاسکتی ہے وہ تدبیر شیطان اور اس کے ساتھی کر رہے ہوتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے ایک نہایت کمزور بندے پر نگاہ ڈالتا اور اپنے لئے اسے چنتا ہے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنالیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جس کے متعلق دنیا سمجھتی ہے کہ اسے کوئی علم حاصل نہیں، کوئی روحانیت اور بزرگی اور طہارت اور تقویٰ حاصل نہیں۔ اسے وہ بہت کمزور جانتے ہیں اور بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے۔ اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور نیستی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے اور اس کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرتوں میں وہ چھپ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بھالیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں کہتا ہے کہ مجھ سے لڑا اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے۔ یہ بندہ بے شک نحیف، کم علم، کمزور، کم طاقت اور تمہاری نگاہ میں طہارت اور تقویٰ سے عاری ہے لیکن اب یہ میری پناہ میں آ گیا ہے اب تمہیں بہر حال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس نے کہ خدا تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انتخاب خلافت کے وقت اسی کی منشاء پوری ہوتی ہے اور بندوں کی عقلیں کوئی کام نہیں دیتیں۔

اس آیت کا آیت استخلاف کے ساتھ بھی بڑا گہر اعلقہ ہے۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک اور نگ میں اسی تتمم کا مضمون بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ النور آیت ۵۶ میں فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ لَيُسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا
اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيَبْدِلَنَّهُمْ مِنْ مَ بَعْدِ
خَوْفِهِمُ أَمْنًا طَ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا طَ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ
الْفَسِقُونَ ۝ (النور: ۵۶)

اس وقت یہاں میں ساری آیت کی تفسیر میں نہیں جاؤں گا۔ البتہ یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ وَلَيُمَكِّنَنَ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ میں اعْتَصَمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کا مفہوم پایا جاتا ہے

کہ خلافت کے قائم ہونے پر اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اعتصام بحبلِ اللہ کیا تھا پھر اس کی آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اپنے عہد کو سمجھنے لگتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں اور اس کے مطابق خدا تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور جب ان کو خدا کا پیار مل جاتا ہے تو اگر دنیا کی ساری دولتیں اس کے عوض میں قربان ہو جائیں تب بھی وہ نہیں چاہتے کہ وہ پیار ان سے کھو جائے اور خدا ان سے ایک سینئڈ یا المحکم کے لئے بھی ناراض ہو۔ پھر وَلَيَسْدِلَنَّهُمْ مَنْ بَعْدَ حَوْفِهِمْ أَمْنًا میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے جو وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَانْقَذَكُمْ مِنْهَا میں بیان ہوا ہے تو جس خوف کا آیت استخلاف میں ذکر ہے وہ وہی خوف ہے جس کو یہاں یوں بیان کیا کہ ایک گڑھا ہے، آگ اس میں بھڑک رہی ہے اور اس کے کنارے پر وہ کھڑے ہیں۔ اس سے زیادہ اور خوف کیا ہو سکتا ہے جبکہ وہ آگ خدا تعالیٰ کی لعنت کی آگ ہے، اس کے قہر کی آگ، اس کی ناراضگی کی آگ ہے۔

تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت قوم پر ایک نہایت ہی خوف کا وقت ہوتا ہے کہ کہیں وہ اس کے گڑھے میں نہ گرجائیں۔ تب خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا ایک نظارہ دنیا کو دکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ غنی ہے، دنیا میں سب سے بڑا مطہر، دنیا میں سب سے بڑا عالم، دنیا میں سب سے بڑا عاشق قرآن اور عاشق رسول ﷺ کھلانے والے کا بھی خدا محتاج نہیں ہے بلکہ یہی شخص خدا کا محتاج ہے۔

پس اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا نظارہ اس طرح دکھاتا ہے کہ کبھی وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اس شخص کو پہن لیتا ہے جو قوم کی نگاہ میں بوڑھا ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو بہت دفعہ طعنہ دیا گیا کہ بوڑھا آدمی ہے، سمجھ کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ بوڑھا ہے یا نہیں ہے لیکن ہے میری پناہ میں، میری گود میں، اس واسطے تم اس کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتے۔

کبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا اس طرح مظاہرہ کرتا ہے کہ ایک بچے کو جن لیتا ہے۔ دنیا کہتی ہے کہ بچہ ہے، قوم تباہ ہو جائے گی، ناس مجھ ہے، کم علم ہے، کم تجربہ ہے مگر خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ بے شک بچہ ہے مگر میں تو بچہ نہیں ہوں۔ میں اپنی قدرت اس کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا۔ تب وہ قدرت ثانیہ کا مظہر ہو جاتا ہے اور پھر وہی بچہ ان لوگوں کا منہ بند کر دیتا ہے جو اسے بچہ سمجھنے والے اور بچہ کہنے والے ہوتے ہیں۔

کبھی وہ کسی ایسے دھیڑہ عمر انسان کو چن لیتا ہے جسے دنیا اپنی سمجھاو عقل کے مطابق قطعاً اہل سمجھتی ہے، کم علم سمجھتی ہے، وہ سمجھتی ہے کہ یہ کام اس کے بس کا ہے، ہی نہیں اور حقیقت بھی بھی ہوتی ہے کہ وہ کام اس کے بس کا نہیں ہوتا۔ لیکن کون سا کام ہے جو خدا تعالیٰ کے بس کا نہ ہو۔ پس خدا تعالیٰ اسے چلتا ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس کے نفس کو اپنی عظمت اور جلال کے جلوہ ساتھ کلی طور پر فنا کر دیتا ہے۔ ایسے لوگوں پر کبھی ایسی حالت بھی وارد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار میں بھی وہ اس طرح بھی محو اور گم ہو جاتے ہیں کہ ان کا دل چاہتا ہے کہ وہ ساری دنیا میں منادی کر دیں کہ مجھے تم میں سے کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے اور پھر خدا تعالیٰ ان سے جو اور جس قدر کام لینا چاہتا ہے اسی قدر ان کی مدد اور نصرت بھی کرتا چلا جاتا ہے اور اس طرح وہ دنیا پر ثابت کرتا ہے کہ خدا ہی حقیقتاً سب قدر توں والا اور سب طاقتُوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کام خلیفہ وقت کے سپرد کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک بڑا اہم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی گمراہی کریں کہ قوم ”اعتصام بِحَبْلِ اللَّهِ“ کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہے کہ نہیں۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ محض اپنی نعمت کے طور پر اور اپنے فضل اور برکت کے نتیجہ میں ان کے درمیان مودت اور الافت پیدا کرتا اور انہیں بنیان موصوص بنادیتا ہے۔

اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے خلفاء اُمّت محمد یہ نے مختلف تدابیر اختیار کیں ہمارے زمانہ میں ہمارے سلسلہ میں ایک تدبیر اس کے لئے یا اختیار کی گئی ہے کہ مختلف نظام قائم کر دئے گئے ہیں۔ ایک جماعتی نظام ہے جو سلسلہ کے تمام بنیادی کاموں پر حاوی ہے اور ان کو کما حقدہ ادا کرنے کی اس پر ذمہ داری ہے۔ ایک تحریک جدید کا نظام ہے جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس لئے جاری کیا تھا کہ غیر ممالک میں اسلام کی اشاعت کی جائے اور توحید کا جہنمڈا گاڑا جائے۔ ایک وقف جدید کی تنظیم ہے کہ جس کے سپرد اشاعت قرآن اور تربیت سلسلہ کا ایک محدود دائرہ کے اندر رکھ کام کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ ذیلی تنظیمیں ہیں۔ انصار اللہ ہے۔ لجنة اماء اللہ ہے، خدام الاحمد یہ ہے، ناصرات احمد یہ ہے، اطفال احمد یہ ہے اور بعض دفعہ وقت طور پر ہم کچھ کام کرتے ہیں یا ایسی کوئی تدبیر کرتے ہیں کہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ وقت ہے یا مستقل شکل اختیار کر جائے گی۔ مثلاً وقف عارضی کا نظام میں نے جاری کیا ہے اس کے نتائج خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے نکل رہے ہیں لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تحریک کیا رہا۔

اختیار کرے گی۔ جس رنگ میں اور جس طور پر اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوگا اور اس کی ہدایت ہوگی اس کے مطابق ہی وہ شکل اختیار کر لے گی۔ لیکن اس وقت ہم کچھ نہیں کہ سکتے۔

بہر حال یہ مختلف تدبیر اور ذرائع ہیں تا جماعت کو اعتماد صامِ بحبل اللہ کے مقام سے ہٹنے نہ دیا جائے اور یہ تمام تنظیمیں خواہ وہ نہیادی ہوں یا ذیلی ہوں خلیفہ وقت کے اعضا ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو بھی کمزور نہیں کیا جاسکتا نہ عقلانہ شرعاً۔ عقل بھی اس کی اجازت نہیں دیتی اور شریعت بھی اس کو برداشت نہیں کرتی کہ وہ ذرائع جو خلیفہ وقت کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں ان میں کسی کو کمزور کر دیا جائے اور ہر تنظیم میں سب سے زیادہ طاقت اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی حدود کے اندر کام کر رہی ہو اگر آپ ایک گز کپڑا میں اور سو گز جگہ میں اس کو بچانا چاہیں اور دو آدمی زور لگا کر اسے پھیلایں تو وہ تار تار ہو جائے گا اور اپنی افادیت کھو دے گا۔

تو ہر ذیلی تنظیم کا جہاں اپنے حدود کے اندر ہنا ضروری ہے وہاں دوسری تنظیموں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس میں کسی قسم کی کمزوری نہ پیدا ہونے دیں۔ دراصل کسی تنظیم کا بھی کسی دوسری تنظیم کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ سارے تعلق خلافت کے ذریعہ اور پر سے ہو کر یچے کی طرف آتے ہیں اور جب خلیفہ وقت سارے کاموں کی مگر انی کر رہا ہے تو جماعت کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ مثلاً خدام الاحمد یہ والے ان کے کام میں دخل دیں گے اور فتنہ پیدا کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو محض اپنے فضل کے ساتھ اعتماد صامِ بحبل اللہ کے مقام پر بڑی مضبوطی سے قائم کیا ہوا ہے اور یہ اس کی دین اور فضل ہے کہ خلیفہ وقت کا فیصلہ بثاشت سے قبول کیا جاتا ہے۔ ”مثلاً ایک قصبه ہے۔ وہاں جماعت کی کچھ زمین تھی۔ وہاں ایک مسجد تعمیر ہوئی مگر ایک حصہ زمین تعمیر مسجد سے باہر رہ گیا جو چند مرلوں کا تھا اسے وہاں کی مقامی جماعت نے باقاعدہ ریزو لیوشن کر کے ایک شخص کے پاس ساٹھ ستر روپے میں فروخت کر دیا۔ اس واقعہ کو دس بارہ سال ہو چکے تھے۔ چند ماہ ہوئے مجھے اس بات کا علم ہوا۔ میں نے اس شخص کو جس کے پاس یہ حصہ زمین فروخت کیا گیا تھا کہ نہ یچنے والے کو یچنے کا حق اور نہ خریدنے والے کو خریدنے کا حق۔ جو پیسے تم نے دیئے تھے وہ واپس لے لو اور زمین خالی کر دو کہ یہ تہاری زمین نہیں ہے۔ کہنے لگا بارہ سال ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ بارہ صدیاں ہو جائیں، کیا فرق پڑتا ہے؟ وقت گزر نے کے ساتھ غیر حق حق تو نہیں بن جاتا کہنے لگا میں نے وہاں کمرہ بنایا ہوا ہے جس پر چار سو روپیہ

خرچ ہوا ہے۔ میں نے کہا تم بلا اجازت کسی کی زمین پر مکان بنال تو اس کا میں ذمہ دار ہوں؟ تم ملبوہ اٹھوا لو۔ خیر وہ وہاں سے گیا۔ دو چار روز تک اس کے دل میں انقباض رہا لیکن جب میں نے اسے دوبارہ کھلا کے بھیجا تو اس نے ملبوہ اٹھا لیا اور روز میں ہمارے حوالے کر کے اپنے پیے وصول کرنے میری نیت پہلے ہی تھی کہ اس کا نقصان ذاتی طور پر پورا کر دوں گا۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ نظام کی پابندی کرتا ہے یا نہیں۔ خلیفہ وقت کا کہنا مانتا ہے یا نہیں اور اس کا ایمان کس حد تک مضبوط ہے۔ پس نیت تو پہلے ہی تھی کہ جو اس کا نقصان ہے وہ میں اس کو دے دوں گا اس لئے میں نے اسے خلط لکھا کہ میری نیت تو یہ تھی لیکن میں تمہیں ثواب سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لئے میں نے پہلے اس کا اظہار نہ کیا تھا۔ اب تم مجھے لکھو کہ تمہارا کتنا نقصان ہوا ہے۔ کچھ تو تم نے ملبوہ کی صورت میں اٹھا لیا ہے باقی جو تمہارا روپیہ رہ گیا ہے وہ میں تمہیں بھیج دیتا ہوں۔ لیکن اس کے اندر ایمان کا جذبہ تھا وہ جوش میں آیا اور اس نے مجھے لکھا کہ میں آپ سے روپیہ کیوں لوں؟ میں نے خدا کی خاطر ملبوہ اٹھایا ہے۔

بے شک بعض منافق بھی ہوتے ہیں اور بعض کمزور ایمان والے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ جماعت بڑی عجیب ہے!!! میں ذاتی طور پر اس کا تجربہ رکھتا ہوں۔ بڑی قربانیاں دینے والی، بڑا کام کرنے والی جماعت ہے اور جتنا آپ اے میرے بھائیو! پیار کرتے ہیں اور کہا مانتے ہیں اسے دلکش کر میرے جیسا انسان تو انہائی عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھک جاتا ہے دل چاہتا ہے کہ انسان سجدہ میں ہی پڑا رہے۔ یہی ایک جماعت ہے جس نے دنیا میں انقلاب عظیم برپا کرنا ہے۔ پس باہمی تصادم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بعض دفعہ مقامی طور پر بعض عہدیدار کمزوری دکھاتے ہیں۔ حالانکہ جس قوم کے اوپر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فعل اور فعل کے تیجہ میں ایک امام اور خلیفہ مقرر کر دیا ہو اس کے عہدیدار کو کمزوری دکھانے کا کوئی مطلب ہی نہیں اور ”کمزوری دکھانے“ سے میرا مطلب یہ نہیں کہ وہ سختی نہیں کرتے۔ میرا مطلب ”کمزوری دکھانے“ سے یہ ہے کہ بعض دفعہ وہ وقت سے پہلے سختی شروع کر دیتے ہیں۔ جس شخص کو طاقت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہمت دے تو وہ وقت سے پہلے ایسا کام نہیں کرتا۔ کوئی چیز اس کو گھبراہٹ میں نہیں ڈالتی اس کو پتہ ہوتا ہے کہ جب کسی نے کوئی غلطی کی تو اس کی اصلاح ہو جائے گی یا مجھ سے ہو جائے گی یا مرکز سے ہو جائیگی۔

پس ایک تو ہمت اور اعتماد کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ الہی سلسلوں میں سارے کام بثاشت

سے ہونے چاہئیں جی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں بثاشت ایمان پیدا ہو جائے۔ اسے شیطانی حملوں کا خطرہ اور خوف باقی نہیں رہتا اگر اتنی قربانی کرنے والے لوگ بھی بثاش نہ ہوں تو آپ عہدیداروں کا قصور ہے۔ ان کے ساتھ اس قدر محبت اور پیار کا سلوک کرو کہ ان کے دل بثاشت ایمانی سے بھر جائیں اور خدا اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے مذہب اور دین کے لئے محبت کا ایک سمندر ان کے دلوں میں موجود ہو جائے۔

میں ایک آپ جیسا ہی معمولی انسان تھا اور ہوں۔ بڑا ہی کمزور بڑا ہی بے ما یہ!! لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا تو اس وقت ایک سینئنڈ کے اندر اس نے میرے دل کی حالت بالکل بدلتی۔ کئی تھے جن سے شکوئے بھی تھے۔ رنجشیں بھی تھیں، جن سے اپنے خیال میں دکھ بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ لیکن یہ سب چیزیں ایک سینئنڈ کے اندر بلکہ ایک سینئنڈ کے ہزارویں حصہ کے اندر غائب ہو گئیں اور سوائے محبت کے اور کچھ نہیں رہا۔

یہی حال ہر عہدیدار کا ہونا چاہئے۔ اگر آپ خدا کے ان پیارے بندوں کو انتہائی محبت نہیں دے سکتے تو آپ عہدیدار رہنے کے قابل ہی نہیں۔ کسی شخص کے دل میں یہ وہم بھی پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی عہدیدار اس سے پیار نہیں کرتا، اس سے ہمدردی نہیں رکھتا، اس کی غنواری نہیں کرتا۔ وقت پر اس کے کام نہیں آئے گا۔

ہر عہدیدار کی پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ اپنی تکلیف بھول جائے اور اپنے بھائیوں کی تکلیف کا اسے خیال رہے اگر یہ کیفیت ہو تو پھر وہاں بثاشت کے نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جہاں عہدیدار ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہ کام کریں کہ کسی کو دوائی کی ضرورت ہے وہ دوائی پہنچائی جائے۔ کسی کی بیماری کے نتیجہ میں اس کے بعض کام رکے ہوئے ہیں۔ وہ کام کر دیئے جائیں، کسی کو مالی تکلیف ہے اسے اس تکلیف سے نکالا جائے۔

یہ صحیح ہے کہ ہم نے بادشاہتیں نہیں دینی ہیں۔ لیکن ہر احمدی کی کم سے کم ضرورت بہر حال ہم نے پوری کرنی ہے۔ اس سے وہ اس قدر سیکوریٹی اور اطمینان محسوس کرے گا کہ خود بخود اس کے دل میں بثاشت محسوس ہوگی۔

انفرادی طور پر ہی نہیں (گودہ بھی بہت ضروری ہے) انتظامی لحاظ سے بھی، ہر نظام کو خواہ وہ بنیادی

ہو یا ذلیل ہو یقین ہونا چاہئے کہ دوسرے نظام میرے ساتھ سو فی صدی تعاون کرنے والے اور میرے کاموں کو آگے سے آگے بڑھانے میں میرے مدد اور معاون اور ناصر ہیں۔ میرے راستے میں روکیں پیدا کرنے والے نہیں ہیں۔ جب ہر نظام اور ہر نظام کے عہدیداروں کے دماغ میں یہ بات آجائے گی اور یہ ذہنیت سب میں پیدا ہو جائے گی تو ہمارے یہ سارے نظام ایک جست میں ہی کہیں سے کہیں پہنچ جائیں گے۔

چھوٹی چھوٹی باتوں میں بعض دفعہ بدلتی پیدا ہو جاتی ہے۔ بدلتی تو کسی کے لئے بھی جائز نہیں لیکن عہدیداروں کے لئے تو بڑی ہی مہلک چیز ہے۔ جس طرح اگر کوئی کسی کے پیچھے سے السلام علیکم کہہ تو آپ کو خود کو اتنا بڑا نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ سلام آپ کو کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو پیچھے سے گالی دے رہا ہو اور آپ کے کان تک وہ آواز پہنچ تو آپ کو یہ بھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ گالی آپ کو دی جا رہی ہے یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اگر کوئی برا بھلا کہتا ہے تو غلطی کرتا ہے آپ یہی سمجھیں کہ وہ آپ کو نہیں کہہ رہا بلکہ کسی اور کو کہہ رہا ہے۔ آپ اپنا کام کئے جائیں اور یاد رکھیں کہ نظام کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ پورا تعاون اور اتفاق ہونا چاہئے خدام الاحمد یہ کی طاقت، انصار اللہ کی طاقت، لجنة اماء اللہ کی طاقت، ناصرات الاحمد یہ اور اطفال کی طاقت اس بات میں ہے کہ جو حدود خلیف وقت نے ان کے لئے مقرر کی ہیں وہ ان سے باہر نہ جائیں اور جس وقت دوسری تنظیموں کو ان کے تعاون کی ضرورت ہو جیشیت تنظیم بھی وہ اتنا تعاون کریں کہ دنیا میں اس کی مثال نہ ملتی ہو۔ اگر یہ حالات ہوں، یہ صورت ہو۔ تو ان حالات میں ہر تنظیم بنشاشت کے ساتھ اپنے کاموں میں لگی ہوئی ہوگی۔ اس کو یہ پتہ ہو گا کہ اپنے دائرہ کے اندر رہا تو ہر دوسری تنظیم میری مدد کو آئے گی۔ اور اگر میں نے اپنے دائرہ سے باہر قدم رکھا تو اپر سے تنپیہ ہو جائے گی اور جس کو یہ پتہ ہو کہ وہ اپنے دائرہ عمل سے باہر نہیں جا سکتا۔

میں نے بڑا المبا عرصہ خدام الاحمد یہ کی صدارت کی ہے اور اس عرصہ میں میری بیسیوں شاکایتیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچیں اور بیسیوں دفعہ مجھ سے جواب طلبی بھی ہوئی۔ مگر کبھی بھی میرے خلاف فیصلہ نہیں ہوا اور جب میں سوچتا ہوں تو خدام الاحمد یہ کے زمانہ صدارت کی یہی ایک چیز ہے جو مجھے بہت پیاری لگتی ہے۔ غلطیاں بھی ہوئی ہوں گی۔ بعض باتوں میں غفلت کی ہوگی اتنا کام نہ کر سکا ہوں گا جتنا کرنا چاہئے تھا مگر یہ ایک چیز ہے کہ جب میں سوچتا ہوں تو میرا دل اس کی وجہ سے خوشی سے

بھر جاتا ہے کہ میرے خلاف کبھی فیصلہ نہیں ہوا۔ کیونکہ میں نے کبھی کسی کے خلاف جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ جس کے خلاف میں ایکشن لیتا تھا کم از کم تین اور چھ مہینے کے درمیان اس کے متعلق تحقیقات کرتا۔ پہلے زعیم کو کہتا کہ اس کی اصلاح کرو پھر قائد کو کہتا کہ اس شخص کی اصلاح کی کوشش کرو وغیرہ۔ اس طرح اس کے فائل بنتے چلے جاتے۔ دو مہینے بعد، تین مہینے بعد، چار مہینے بعد، پانچ مہینے بعد، پھر میں اسے بلا تا اور پیار سے سمجھاتا۔ اگر پھر بھی اس کی اصلاح نہ ہوتی تو اپنی ڈیوٹی اور اپنے فرض کو ادا کرتا۔ بغیر یہ سوچ کے کہ یہ شخص یا اور کوئی شخص مجھے بُرا سمجھے گا بُرا بھلا کہے گا۔ اگر کوئی کچھ کہتا تو میں خیال کرتا کہ کہتا رہے میں تو اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔

اور ایسی بھی مثالیں ہیں کہ چار مہینے یا پانچ مہینے یا چھ مہینے فائل بتا رہا اور جس وقت وہ فائل مکمل ہو گیا اور میں نے سمجھا کہ اس شخص نے مجھ سے اب ضرور سزا لینی ہے اور پھر میں نے اسے سمجھانے کے لئے بلا یا تو مجھے پتہ چلا کہ یہ خدام الاحمد یا کاباغی نہیں ہے بلکہ اپنے باپ کا بااغی ہے، نفسیاتی الجھنوں کا بیمار ہے۔ اور پھر سارا فائل دھرا کا دھرا رہ گیا اور مجھے اسے کہنا پڑا کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو اور ضرورت ہو تو میرے پاس آؤ میں تمہارا باپ ہوں تمہارے کام آؤں گا۔ خدا کے فضل سے اس طرح ایک آدھ گھنٹے کے اندر بڑا اچھا خادم بن کر میرے پاس سے واپس گیا۔ اور اس کے بعد اس کی اس قسم کی کوئی شکایت میرے پاس نہیں آئی۔

پس جب یا ایک ایسا نظام ہے کہ ذیلی تفظیلیں ہوں یا بنیادی سب کی سب خلیفہ وقت کے ماتحت ہیں تو تصادم کا کوئی خطرہ نہیں۔ عہدیداروں کو چاہئے کہ وہ پیار سے کام لیں۔ اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ ہماری جماعت قرآن کریم کے احکام کی پابند ہے۔ اس لئے جب خدا یا رسول یا تمہارا امیر کوئی فیصلہ کرے تو کوئی بات اپنے دل میں نہ لایا کرو چاہے تمہیں سمجھا آئے یا نہ آئے۔ ”مثلاً ابھی جو ز میں کے غلط سودے کے متعلق میں نے مثالی دی ہے ہمارے پاس اس بھائی کے دماغ میں یہ بات نہ آئی ہو گی کہ وہ مکان جس پر اس نے چار سرو پیچہ خرچ کیا تھا اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ مجھے یقین ہے کہ پہلے یہ بات انہیں سمجھ نہیں آئی تھی لیکن یہ بات انہیں ضرور سمجھ آ رہی تھی کہ فیصلہ میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے میں اسے ضرور مانوں گا اور یا ایسی چیز ہے کہ جب کسی جماعت میں پیدا ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے مٹا سکے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت قرآن کے سلسلہ میں اور

تو حید خالص کے قیام کے سلسلہ میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے سلسلہ میں خدام الاحمد یہ کو جو یہ فرمایا کہ جو قوم ایک ہاتھ کے اٹھنے سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور ایک ہاتھ کے نیچے اشارہ کرنے سے بیٹھ جاتی ہے وہ اپنے اندر بڑی طاقت رکھتی ہے اسے مثانا آسان کام نہیں، وہ بالکل حق ہے۔

وہ ہاتھ صدر مجلس خدام الاحمد یہ کا ہاتھ نہیں، وہ ہاتھ مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھا، وہ ہاتھ خلیفہ وقت کا ہاتھ ہے۔ اور یہ اس کا کام ہے۔ پس جدھروہ اشاعت اسلام کی مہم میں اور استحکام اسلام کے لئے جماعت کو لے جانا چاہے ہم سب نے آنکھیں بند کر کے (سمجھ آئے یانہ آئے) اس کی اطاعت کرنی ہے اور اس کے پیچے پل پڑنا ہے اس میں بہت برکت ہے کئی آدمی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ جی! بڑے چندے ہو گئے ہیں۔ تحریک جدید کا، وقف جدید کا، خدام الاحمد یہ کا، ناصرات کا، مساجد کا، لیکن وہ یہ چندے دے بھی رہے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ دے نہیں رہے ہوتے لیکن بعض دفعہ ایسی بات بھی کہہ دیتے ہیں ”ایک دفعہ حضرت مصلح موعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا تھا اور بات وہی تھی ہے کہ الہی سلسلوں اور خدا تعالیٰ کی مقرب جماعتوں کی قربانی کے معیار کو بڑا ہاتے رہنا چاہئے ورنہ اس میں تنزل شروع ہو جاتا ہے اسی واسطے وقفہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی نہ کوئی نئی سکیم جاری کرتے رہتے تھے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس زمانہ میں مثلاً ایک چونی دی تھی انہوں نے ابدی زندگی حاصل کر لی کیونکہ آپ نے ان کا نام اپنی کتب میں لکھ دیا۔ جب آہستہ ان کی تربیت ہو چکی تو وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنی ساری دولت احمدیت اور اسلام کے لئے لٹادی اور اس پر فخر کیا اس بات پر فخر نہیں کیا کہ انہوں نے مال خدا کی راہ میں دیا بلکہ اس بات پر فخر کیا کہ خدا اور اس کے رسول نے ان کے مال کو قبول کیا۔ دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے!!! اس فخر سے تکبر پیدا نہیں ہوتا بلکہ عاجزی پیدا ہوتی ہے ہمیں خوف رہتا ہے کہ پتہ نہیں خدا تعالیٰ ہماری قربانیوں کو قبول کرے گا یا نہیں ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ وہ نماز میں قبول ہوتی ہیں کہ نہیں پس نماز پڑھنا کافی نہیں۔ ہماری نجات کے لئے نماز کا قبول ہونا ضروری ہے اور قبولیت کا ہمیں پتہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ڈرتے ڈرتے زندگی کے دن گزار و جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ خلیفہ وقت کا ایک اہم فرض یہ ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کرے کہ جماعت اعتصام بحبل اللہ کے مقام سے نیچے نہ گرے۔ اور اسی غرض

کے لئے یہ مختلف تنظیمیں قائم کی گئی ہیں اور ہر ایک تنظیم کو اپنے دائرہ کے اندر کام کرنا چاہئے اور دوسرا تنظیموں سے بہر حال پورا تعاون کرنا چاہئے تب جماعت کا قدم تیز سے تیز تر ہوتا چلا جائے گا۔ اور جیسا کہ ہماری دلی آرزو ہے اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب ہو جائے گا۔ ہر گھر میں تلاوت قرآن کریم ہو گی۔ اور وہ گھر ایسے گھر بن جائیں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فِی بُیُوْتِ اَذْنَ اللَّهِ اَنْ تُرْفَعَ (النور: ۳۷) جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کافی صلہ ہے کہ وہ انہیں روحانی رفتیں عطا کرے گا یہ مطلب نہیں کہ انہیں اٹھا کر پہاڑوں پر رکھا جائے گا۔ دراصل یہ بات مکینوں کے متعلق ہے کہ ایسے لوگ ان مکانوں میں اور گھروں میں بسیں گے کہ جو روحانی رفتتوں کو عبور کرتے ہوئے کہیں کے کہیں نکل جائیں گے بلکہ سات آسمانوں کو بھی پھلانگ جائیں گے۔

خدا کرے کہ تمام بُنی نوع انسان اس نور کو پہنچانیں۔ اور اس سے حصہ لیں جو خدا تعالیٰ سے نکلا اور بُنی نوع انسان کو روحانی ترقی دینے کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے توفیق بخشے۔ آمین۔
(روزنامہ افضل ربوہ ۱۱ مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۶)



خطبہ جمعہ ۲ دسمبر ۱۹۶۶ء



علالت طبع کے باعث سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف نہ لاسکے۔

(افضل ۳ دسمبر ۱۹۶۶ء)



خطبہ جمعہ ۹ دسمبر ۱۹۶۶ء



حضرت امیر المؤمنین ایہ اللہ تعالیٰ عالالت طبع باعث نماز جمعہ پڑھانے تشریف نہیں لاسکے۔
(الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۶ء)



تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان ہر عمل محس رضائے الٰہی کی خاطر کرے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ تقویٰ کا مقام حاصل کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے غیر محدود فضلوں کا وارث ہو جاتا ہے۔
- ☆ تقویٰ کی راہوں پر چلنا ایک امتیازی اور ممتاز زندگی ہے۔
- ☆ تقویٰ کے نتیجہ میں ان کی کمزوریاں دور کر دی جاتی ہیں۔
- ☆ تقویٰ سے تم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکتے ہو۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر تقویٰ کا حصول بھی ممکن نہیں۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ پڑھی۔

يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَقْوَى اللَّهُ يَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتُكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ طَوَّالَ اللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الانفال: ۳۰)

اس کے بعد فرمایا گز شستہ پندرہ سو لے دن سے مجھے گردوں میں انٹیکشن (Infection) اور سوزش کی تکلیف رہی ہے۔ ایک تو خود یہ بیماری ضعف پیدا کرتی ہے۔ دوسرا آج کل جوادو یہ اس بیماری میں دی جاتی ہیں ان کے نتیجہ میں ضعف قلب اور ضعف دماغ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے کہ بیماری بہت حد تک دور ہو چکی ہے اور قابو میں ہے۔ لیکن قارورہ کا جو آخری ٹیسٹ ہوا ہے اس میں بھی پس سیلز (Puss Cells) اور ریڈ سیلز (Red Cells) پائے گئے ہیں (دوائی چھوڑنے کے بعد انٹیکشن کچھ زیادہ ہو گئی ہے۔ آج بھی میں بہت ضعف محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن اس خیال سے کہ رمضان شروع ہو چکا ہے مجھے اپنے بھائیوں اور دوستوں سے ایک دو باتیں بطور یاد ہانی اور ذکر کے کہنی چاہئیں میں ضعف کے باوجود یہاں اپنے بھائیوں سے ملنے اور کچھ کہنے کے لئے حاضر ہو گیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں، نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادات میں اور پھر اپنے عملی نمونہ سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریریوں اور ملفوظات میں اسلام کی جس بنیادی چیز کی طرف ہمیں متوجہ کیا اور بڑے زور اور شدت سے جس کی ہمیں تلقین کی اور جس کے متعلق فرمایا کہ اسلام کی روح اس میں ہے اسے چھوڑنا نہیں۔ اسے بھول نہ جانا۔ اسے ترک نہ کر دینا اس کی حفاظت میں کوئی دیققة فروگز اشت نہ کرنا وہ چیز تقویٰ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نشر میں اور نظم میں اور اپنی تقاریر اور ملفوظات میں اور اپنی کتب میں۔ غرض ہر موقعہ اور ہر مقام پر ہر جگہ اس بات پر بڑا ہی

زور دیا ہے کہ اسلام کی روح تقویٰ میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک شر میں فرماتے ہیں۔

سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ

(درمیں اردو نیا ایڈیشن صفحہ ۳۹ بشیر احمد شریف اور مبارکہ کی آمین مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

یعنی اسلام کا نچوڑ اور لب اور حاصل اسلام تقویٰ ہے اور تقویٰ کی مثال اسلام میں ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ شراب اور صراحی کی مثال ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ کا عشق تقویٰ کی صراحی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا تقویٰ ہی ہے جو خدا کے عشق کو اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ثابت کرتا، دکھاتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ کسی کا تقویٰ ہی ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ انسان واقع میں اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والا۔ اس سے تعلق رکھنے والا اور اس سے محبت رکھنے والا ہے۔ کیونکہ یہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرتا ہے۔

اسلام کی اصطلاح میں تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کی اس رنگ میں اور اس طور سے حفاظت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نارانگی مول نہ لینے والا ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا ہو۔ اس کا ”کرنا“ اور اس کا ”ترک کرنا“ ہر دو اس بات پر منحصر ہوں کہ آیا اس چیز کے کرنے سے میرا رب راضی ہو گا۔ آیا اس چیز کو ترک کر دینے کے نتیجہ میں میں اپنے مولیٰ اور اپنے پیدا کرنے والے کی محبت حاصل کر لوں گا۔ اگر اس کا علم اگر اس کی فراست اس کو یہ کہے کہ اگر تم نے یہ چیز چھوڑ دی تو تمہارا پیدا کرنے والاتم سے خوش ہو جائے گا۔ اگر تم نے ان باتوں کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لے گا تو وہ اسے کرنے لگ جائے گا یا ترک کر دے گا۔ غرض اس اصول کے مطابق وہ بعض چیزوں کو ترک کرتا ہے اور بعض چیزوں کو اختیار کرتا ہے۔ پھر تقویٰ ہی یہ بتاتا ہے کہ نیکی اور بدی کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں بلکہ جو چیز اور جب میرا رب کہے کہ کرو، مجھے کرنی چاہئے اور جب اور جس چیز کے متعلق وہ کہے کہ نہ کرو مجھے وہ نہیں کرنی چاہئے اسلام کی روح اور حقیقت یہ ہے اور اگر آپ غور کریں تو آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس مقام کو حاصل کر لینے کے بعد انسان پر کلی فناوارد ہو جاتی ہے۔ اس کا اپنا کچھ بھی باقی

نہیں رہتا۔ اس کی ہر حرکت اور اس کا ہر سکون اپنے مولیٰ کے لئے ہو جاتا ہے۔ وہ کسی چیز سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ اس کی طبیعت یا اس کی عقل اس چیز کو بُرَّ سمجھتی ہے بلکہ وہ صرف اس وقت ان چیزوں اور ان اعمال سے نفرت کرتا اور ان سے پر ہیز کرتا ہے۔ جب وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا خدا یہ کہتا ہے یہ چیزیں یہ اعمال قابل نفرت ہیں۔ اور یہ کہ ان کے قریب بھی تمہیں نہیں جانا چاہئے۔ وہ یہ ایمان رکھتا ہے کہ مجھے اس بات کی سمجھ آئے یانہ آئے کہ یہ چیزیں کیوں قابل نفرت ہیں لیکن چونکہ وہ میرے رب کو پسند نہیں اس لئے مجھے بھی پسند نہیں۔ غرض جب وہ کسی چیز کو اچھا سمجھتا اور محبت اور شوق کے ساتھ اس سے کرتا اور اس پر عمل پیرا ہو کر ہر فتح کی دنیوی تکالیف اپنے اوپر لیتا ہے تو اس لئے نہیں کہ دنیا اس چیز کو اچھا سمجھتی ہے یا اس کا نفس اس چیز کو اچھا سمجھتا ہے بلکہ صرف اور صرف اس وجہ سے کہ وہ اس یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میرے محبوب رب کی نگاہ میں ایسا کرنا محبوب اور پیارا ہے اور اگر میں یہ اعمال بجالا دوں تو میرا خدا مجھ سے خوش ہو جائے گا۔ کوئی مقصد اس کے سامنے نہیں ہوتا۔ سوائے اپنے رب کی رضا کے اور اسے کسی چیز کی تلاش نہیں ہوتی سوائے اپنے بیدا کرنے والے کی محبت کے۔

اللہ تعالیٰ اس مختصر سی آیت میں جو میں نے پڑھی ہے بڑا ہی لطیف مضمون بیان کرتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہو۔ جو یہ کہتے ہو کہ ہم نے اپنے رب کو ان پا کیزہ اور مقدس اور کامل اور مکمل صفات کے ساتھ مانا ہے جو اسلام نے اس کی پیش کی ہیں اور جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ اس کی بھی ہوئی آخری شریعت پر ہم ایمان لائے۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم اس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور حقانیت کو تسلیم کرنے والے ہیں اور اس پر پختہ ایمان رکھنے والے ہیں۔ ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ یہ سلوک ہو گا کہ وہ تمہیں فرقان عطا کرے گا ان تَتَقْوُا اللَّهُ يَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی تقویٰ پر قائم ہونا اور تقویٰ کی را ہوں پر چلنا اور تقویٰ کے نور میں لپٹ کر اپنی زندگی کو گزارنا یہ ایک امتیازی اور ایک ممتاز زندگی ہے۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی خاطر دنیا کو چھوڑ کر اس کی رضا کی جستجو میں ایک ممتاز زندگی کو اختیار کرو گے تو تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہارے مولیٰ کا تمہارے ساتھ سلوک بھی بڑا ممتاز ہو گا اور اللہ تعالیٰ بڑے امتیاز کے سامان

تمہارے لئے پیدا کرے گا تم انسان ہو گے لیکن دوسرے انسانوں سے ممتاز ہو گے۔ خدا تعالیٰ ہزاروں را ہیں تمہارے امتیاز کے اظہار کے لئے دنیا پر کھو لے گا۔ وہ دنیا کو یہ بتائے گا کہ یہ میرا بندہ ہے۔ اس نے میری خاطر دنیا کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ ہر قسم کی تکلیف اور ہر قسم کی ایذار سانی میرے لئے بیشاست کے ساتھ قبول کرنے والا ہے، ساری دنیا اسے ذلیل کرنے کے لئے تیار ہو جائے، ساری دنیا اسے رسوا کرنے کے درپے ہو جائے، ساری دنیا اسے ہلاک کرنے پر تملیٰ ہوئی ہوت بھی یہ دنیا کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ جب میری آنکھ میں پیارہ دیکھتا ہے تو ساری دنیا کے ڈکھرے بھول جاتا ہے۔ جب اسے میری رضا کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے تو دنیا کی کوئی تکلیف اس کے لئے تکلیف نہیں رہتی۔ یہ میرا بندہ ہے اس نے میرے لئے ایک امتیازی زندگی کو اختیار کیا ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ ایک جدا گانہ سلوک اختیار کروں گا اور اس کے امتیاز کے بڑے سامان پیدا کروں گا۔

یَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہونے والوں کو میں ایک نور عطا کروں گا اور انہیں اس نور کے ذریعہ یہ توفیق دوں گا کہ وہ حق اور باطل میں فرق کرنے لگیں۔ سچی بات دنیا پر مشتبہ ہو تو ہو لیکن میرے ان بندوں کے لئے حق و باطل سچی اور جھوٹی بات میں اتنا فرق ہو گا کہ کبھی بھی انہیں کوئی دھوکہ نہیں لگے گا۔ تقویٰ کے نتیجے میں ان کے لئے ایک نور آسمان سے نازل ہو گا وہ نور ان کے آگے آگے چلے گا اور روشنی اور انہیں یہ میں فرق کرتا چلا جائے گا، ان کے عمل بھی نور بن جائیں گے، ان کے اقوال بھی نور بن جائیں گے، ان کے خیالات بھی نور بن جائیں گے، ان کی زندگی سراپا نور بن جائے گی کیونکہ انہوں نے میرے لئے تقویٰ کی راہوں کو اختیار کیا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کی کمزوریاں دور کر دی جائیں گی اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرنے کے دن سے اور وقت سے پہلے جو غفلتیں اور کوتا ہیاں ان سے سرزد ہوئی ہوں گی اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا۔ وہ ان کے اوپر اپنی مغفرت کی چادر ڈال دے گا اور ایک معصوم کی سی زندگی انہیں عطا کرے گا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے بندے کو بڑے پیار سے فرمایا کہ یہیں پربس نہیں بلکہ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمُ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اندازہ لگانا بھی تمہارے لئے ممکن نہیں ہے اس لئے ہم ان فضلوں کو بیان نہیں کرتے۔ لیکن اصولی طور پر

تمہیں یہ بتا دیتے ہیں کہ اللہ بڑا ہی فضل والا ہے وہ تم پر اپنے اتنے فضل کرے گا کہ جب تم ان فضلوں کے وارث ہو گے۔ صرف اس وقت تمہیں ان کی حقیقت محسوس ہو گی اور تب تمہیں ان کی لذت اور سرور ملے گا تب تمہیں معلوم ہو گا کہ خدا کس قدر فضل کرنے والا ہے۔ پھر یہیں پربس نہیں ہو گی بلکہ فضل کے بعد فضل تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا چلا جائے گا اس لئے کہ تم نے اس کی خاطر تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کیا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے بھی اور آپ کو بھی تقویٰ عطا کرے کہ اس کے فضل کے بغیر تقویٰ کا حصول بھی ممکن نہیں۔

(مطبوعہ روز نامہ الفضل ربوہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۶ء)



ہم ہر کام اس کی رضا اور خوشنودی کیلئے کرنے والے ہوں
اور شیطان کا کوئی حصہ بھی ہمارے اعمال میں نہ ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک -ربوہ)

(غیر مطبوعہ)



☆ خدا تعالیٰ کا لگایا ہوا درخت شیطانی طاقتوں اور طاغوتی تدبیروں کے نتیجہ میں مرانہیں کرتا۔

☆ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کی نصرتوں کو جذب کر کے خدا تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنے والی ہے۔

☆ جلسہ سالانہ ہماری جماعت کی تدریجی ترقی کا ایک پیانا ہے۔

☆ اگر کسی وقت ایک کروڑ سے زیادہ مہمان آئیں گے تو خدا تعالیٰ انتظامات کر دے گا ہر احمدی کو اس یقین سے پُر ہونا چاہئے۔

☆ جلسہ سالانہ پر ضیاع کا ہر سوراخ بند کر دو اور خدا تعالیٰ کے کھانے میں سے ایک لفہ بھی ضائع نہ ہو۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسان جب درخت لگاتا ہے۔ تو اس کے لگائے ہوئے درختوں میں سے بہت سے درخت مر جاتے ہیں۔ بعض دفعہ باغوں میں سو میں سے نوے درخت مر جاتے ہیں۔ اور باغبان کو پھر نئے سرے سے محنت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے کوئی درخت لگاتا ہے۔ تو وہ درخت مر انہیں کرتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات اور ان صفات کے جلوے اس کی حفاظت کے لئے آسمان سے اُترتے ہیں اور اسے ہر ایسی بیماری سے محفوظ رکھتے ہیں جو اس قسم کے درختوں کے لئے مہلک ہوتی ہے۔ جب تک کہ وہ درخت اپنی عمر کو پورا نہیں کر لیتا۔ جس عمر کا فصلہ آسمانوں میں خدا تعالیٰ کی اُمّۃ الکتاب میں موجود ہوتا ہے جب وہ مقررہ گھڑی آتی ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کے لگائے ہوئے درخت مرا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے الہی جماعتوں اور سلسلوں کی شکل میں جو درخت لگائے ہیں اگرچہ وہ اپنی مدت معینہ تک زندگی اور بہار کے جلوے دکھاتے رہتے ہیں۔ لیکن ان درختوں کی بھی بعض ٹہنیاں خشک ہو جایا کرتی ہیں جیسا کہ قانون قدرت ہمیں دکھاتا ہے کہ دنیا میں زندہ درختوں کی بعض ٹہنیاں خشک ہو جاتی ہیں اور وہ خشک ٹہنیاں ہی دراصل ان کی زندگی کا ایک بین ثبوت ہوتی ہیں۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کے لگائے ہوئے درختوں کی بعض ٹہنیاں اپنی بد قسمی کے نتیجہ میں خشک ہو جاتی ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کا لگایا ہوا درخت شیطانی طاقتوں اور طاغوتی تدبیروں کے نتیجہ میں مرانہیں کرتا اس زندگی کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے معیار اور پیمانے بتائے ہیں۔

ایک پیاناہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لگائے ہوئے درخت کی زندگی (جو اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق ایک معینہ وقت تک ہوتی ہے) اور اس کی بقاء کا یہ بتایا ہے کہ

اَنَّا نَاتِی الْأَرْضَ نَقْصُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَلِبُونَ۔ (النیاء: ۲۵)

یعنی جو پودے اللہ تعالیٰ کے لگائے ہوئے ہوتے ہیں ان میں تدریجی ارتقا اور تدریجی کامیابی اور تدریجی ازیاد مفاد اور تدریجی حسن اور خوبصورتی میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ ایسے درختوں کے متعلق میرا یہ قانون ہے کہ میں دنیا (مخالف دنیا) کو بتدربن کم کرتا چلا جاتا ہوں اور اپنے قائم کردہ سلسلہ کو آہستہ آہستہ اور بتدربن بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت اس بات کی ہیں دلیل ہوتی ہے۔ کہ یہی سلسلہ اور یہی جماعت غالب آنے والی ہے۔ عقل بھی اسی نتیجہ پر پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی یہی ہے اس لئے فرمایا ان حالات میں اگر وہ اپنی عقل سے کام لیں تو کیا وہ اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ **اَفَهُمُ الْغَلِبُونَ کہ وہ غالب آ جائیں گے۔** عقل اس نتیجہ پر نہیں پہنچتی اس کے بر عکس اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے اپنی عمر گزار رکھتے ہیں۔ تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک اس کے بالکل بر عکس ہو جاتا ہے۔ یعنی ان پر تدریجی ترقی، تدریجی بڑھاؤ اور تدریجی نشوونما کے مقابلہ میں تدریجی تنزل اور تدریجی ہلاکت کا قانون لا گو ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَصَاعُوا الصَّلُوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيَّاً۔

(مریم: ۶۰)

کہ ایک مدت کے بعد الہی سلسلوں میں ایک ایسی نسل پیدا ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے ذکر کو اس کی یاد کو اور اس کی عبادت کو بھول جاتی ہے اور دنیا کے کیڑے بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان حالات میں اس نسل پر ہمارا یہ قانون لگتا ہے۔ کہ **فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيَّاً** ("غیّاً") کے ایک معنی ہلاکت کے بھی ہیں) انہیں تدریجی ہلاکت کا منہد پکھاڑتا ہے۔

آپ دوست اگر اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے بلکہ جو شخص بھی سوچے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچ گا کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہے کہ

اَنَّا نَاتِی الْأَرْضَ نَقْصُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَلِبُونَ۔ (النیاء: ۲۵)

کہ کناروں سے زمین کو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے چھوٹا کرتا چلا جاتا ہے اور اس جماعت کے اندر اس نسبت کے ساتھ وسعت پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور یہ بچتہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ جماعت مغلوب

ہونے والی نہیں۔ بلکہ غالب ہونے والی اور فاتح ہونے والی اور خدا تعالیٰ کی نصرتوں کو جذب کر کے خدا تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنے والی اور بنی نوع انسان کے دلوں کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد رسول ﷺ) کے لئے جیتنے والی ہے۔

اس مدرسی ترقی کا ایک پیمانہ ہمارا جلسہ سالانہ ہے جب تک افسر جلسہ سالانہ کے طور پر کام کر رہا تھا، تو میں نے پہلے جلسے سے لے کر اس وقت تک کے تمام جلسوں کی حاضری کا ایک چارٹ یعنی گراف بنایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سوائے اس کے کوئی سال خاص طور پر اس جماعت کو عام رفتار کی نسبت اپنی طرف زیادہ متوجہ کرنے والا ہوا اس سال جلسہ سالانہ میں آنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہو مثلاً حضرت مصلح موعودؒ کی جوبلی کا جلسہ تھا یہ جوبلی ہم نے دعاوں کے ساتھ گریہ وزاری کے ساتھ اور مبارک مقامات پر مبارک اجتماع کے ساتھ منائی تھی اس میں آنے والوں کی تعداد خاص طور پر اس سے پہلے سال کی نسبت سے بھی اس کے بعد جو سال آیا اس کی نسبت بھی بہت بڑھ گئی۔ چند استثنائی سالوں کو چھوڑ کر میں نے دیکھا کہ گراف کی لکیر مدرسی طور پر اپر چڑھتی چلی جاتی ہے اور آج تک ہمارے جلسوں کا یہی حال ہے۔

غرض جلسہ سالانہ ہماری جماعت کی مدرسی ترقی کا ایک چھوٹا سا پیمانہ ہے اور بھی بہت سے پیمانے ہیں لیکن چونکہ اس وقت میں اپنے دوستوں کو جلسہ سالانہ کے متعلق توجہ دلانا چاہتا ہوں، اس کے لئے میں نے اسی ایک پیمانہ کا ذکر کیا ہے۔ دوستوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اس سال جلسہ سالانہ پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے (جیسا کہ میں نے بتایا ہے) ضرور پورے ہوتے ہیں۔ لیکن ان وعدوں کا پورا ہونا انسان کو غافل نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ جس طرح اس دنیا کے درختوں کے اندر ہمیں سوکھی ٹہنیاں نظر آتی ہیں۔ اسی طرح الہی مسلموں کے اندر بھی ہمیں کچھ خشک ٹہنیاں نظر آتی ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اس بات سے خوف کھاتے رہنا چاہئے اور ڈرتے رہنے چاہئے کہ کہیں اپنی بدشمتی اور اپنی غفلت اور اپنے گناہ اور اپنی بے پرواہی کے نتیجہ میں ہم ہی وہ خشک ٹہنیاں نہ بن جائیں اس کے لئے ہر فرد بشر کو جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتا ہے کوشش کرنی چاہئے کہ وہ ان مبارک ایام میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہرجوں کا خیال نہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؐ محمدؐ قرار دیا ہے۔ جلسہ سالانہ میں زیادہ سے زیادہ شمولیت کریں۔ محمد رسول

اللہ ﷺ جس طرح تمام انبیاء کو اپنے وجود میں لئے ہوئے تھے اسی طرح تمام انبیاء کا وجود مختلف و قوتیں میں ایک ایک دو دونبیوں کی شکل میں بطور ظل کے امت محمدیہ میں پیدا ہوتا رہا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کامل ظل تھے۔ اس لئے آپ کے وجود میں تمام انبیاء کی شکل ہمیں نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے الہامات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف انبیاء کا نام دیا ہے۔ اور یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی خلیل کے طفیل ہے آپ کو ابراہیم بھی کہا گیا ہے اور جس طرح ہم آپ کو مسیح محمدی کہتے ہیں اسی طرح ہم آپ کو ابراہیم محمدی بھی کہہ سکتے ہیں لیں اے ابراہیم محمدی کے پرندو! تمہارا وہ زبردست امام جس نے نبی کریم ﷺ کی تعلیم پر پورے طور پر عمل کرتے ہوئے اور آپ میں کلی طور پر نہاں ہو کر آپ ہی کی چادر اور ڈھنپی اور خدا تعالیٰ کے الہامات میں اسے مختلف انبیاء کے ناموں سے پکارا گیا ہے آپ کو آواز دے رہا ہے کہ اس جلسے میں جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق اعلائے فلمہ اسلام کے لئے جاری کیا گیا ہے شمولیت کے لئے اپنا ہرج کر کے بھی مرکز میں آؤ۔ جماعت کے دوستوں کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ حضورؐ کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے زیادہ تعداد میں جلسہ میں شمولیت کریں۔

اس میں شک نہیں کہ رمضان کی وجہ سے ہمیں جلسہ سالانہ کی تاریخیں بدلتی پڑتی ہیں اور تاریخوں کی اس تبدیلی کے نتیجہ میں بعض دوستوں کے لئے پہلے کی نسبت رخصت حاصل کرنے میں زیادہ وقتیں ہوں گی یہ صحیح ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ہمارے راستہ میں روکیں خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ آواز جو ہمارے کانوں میں اپنے امام اپنے مهدی، اپنے مسیح، اپنے ابراہیم محمدی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فرزند جلیل کی گونج رہی ہے کہ یہ جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ نے خود جاری کیا ہے اور تمہیں اس میں اپنے ہر جوں کی پروافہ نہ کرتے ہوئے شامل ہونا چاہئے یہ روکیں اس پیاری آواز کے مقابلہ میں کوئی مشیت نہیں رکھتیں دنیا اس پیانہ سے بھی آپ کو دیکھتی ہے اور دیکھتی رہے گی۔

کئی دفعہ ہم سوچتے ہیں کہ جب جلسہ سالانہ پر ایک لاکھ نہیں ایک کروڑ اور پھر کسی وقت اس سے بھی زیادہ آدمی آئیں گے تو ان کے کھانے کا کیا انتظام ہو گا ان کے رہنے کا انتظام کیا ہو گا۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ وہ انتظام کس شکل میں ظاہر ہو گا لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے انتظام کے کوئی سامان پیدا کر دے گا ہمیں اس کی فکر کرنے اور گھر انے کی ضرورت نہیں یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور یہ ہوتا رہے گا ہر احمدی کو اس یقین سے پر ہونا چاہئے۔

ایک دفعہ جب میں افسر جلسہ سالانہ تھا۔ ہمارا ایک ٹھیکیدار جو جلسہ سالانہ کے موقع پر ناجائیوں کا ٹھیکیلہ لیا کرتا تھا۔ میرے پاس آیا ہم غالباً اجرت پر متفق نہیں ہورہے تھے وہ زیادہ اجرت مانگ رہا تھا اور میں اتنی اجرت دینا نہیں چاہتا تھا۔ یا شاید وہ سارے لئگروں کا ٹھیکہ مانگ رہا تھا اور میں ٹھیک مختلف آدمیوں کو دینا چاہتا تھا بہر حال کوئی اس قسم کی بات تھی۔ وہ کہنے لگا میاں صاحب! پھر تسلیم چاولوں کا انتظام کر چھوڑنا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں ایسا فتنہ پیدا کروں گا کہ کوئی ناجائزی جلسہ سالانہ ربوبہ میں نہیں آئے گا مجھے غصہ بھی آیا لیکن میری توجہ اپنے رب کی طرف مبذول ہوئی اور میں نے اسے کہا ٹھیک ہے، تم سے جو ہو سکتا ہے کرو اگر جلسہ سالانہ پر کوئی ناجائزی نہ آیا تو ہم یہ نظارہ دیکھیں گے کہ آسمان سے فرشتے اُتریں گے اور وہ روٹیاں پکائیں گے اس لئے مجھ کوئی فکر نہیں تم یہاں سے چلے جاؤ اور جلسہ سالانہ کے دنوں میں بھی تم ربوبہ آنا بلکہ باہر کے ناجائزوں کو روکنے کے لئے جو مدد یہی تم کر سکتے ہو کرنا۔

غرض فرشتے تو بہر حال ہمارے لئے آسمانوں سے نازل ہوتے ہیں لیکن چونکہ یہ تدبیر کی دنیا ہے اس لئے وہ ہمارے لئے تدبیر کرتے ہیں اس ٹھیکیدار نے غصہ کا اظہار بھی کیا ہو گا اور ممکن ہے اس نے ناجائزیوں کو روکنے کی کوشش بھی کی ہو یا ممکن ہے فرشتوں نے آ کراس کے دل کو پکڑ لیا ہوا اور اسے کہا ہو کہ اس قسم کی بیہودہ بات تمہارے منہ سے نکلی ہے تم توبہ واستغفار کرو ورنہ ہم تمہیں پکڑتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے کبھی ہمارے راستے میں اس قسم کی روک نہیں پیدا کی کہ ہمارا کام ناکام ہو جائے یہ صحیح ہے کہ بعض دفعہ ہمیں تکلیف الٹھانی پڑتی ہے بعض دفعہ ہم اپنے عزیز بھائیوں سے یہ درخواست کیا کرتے ہیں۔ کہ جلسہ سالانہ کے دنوں میں ذرا اختیاط برتو۔ کھانے کا زیادہ ضیاع نہ ہو یا تم تین روٹیوں کی بجائے اڑھائی روٹیاں کھالو۔ وقت طور پر اس قسم کی تکلیف ہو جاتی ہے کہ روٹیوں میں کچھ کمی ہو جاتی ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ کام بند ہو جائے اور کسی کو کچھ سمجھنا آئے کہ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں اس وقت تفصیل میں نہیں جانا چاہتا یہ ایک علیحدہ تفصیل ہے کہ ان چند دنوں میں اتنی روٹی کے پک جانے کا انتظام ہی بڑا زبردست مجزہ ہے میں اس وقت اپنے دوستوں سے ایک بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ تمام روکوں کے باوجود اور تمام تکالیف کے باوجود جلسہ سالانہ کے موقع پر مرکز میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں تاکہ دنیا خدا تعالیٰ کی یہ بات اور یہ بشارت پھر پوری ہوتی دیکھے۔ کہ آنَا نَاتِي الْأَرْضَ نَفْصُلُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغَلِبُونَ یعنی اس سال بھی جماعت کا قدم ترقی اور رفتہ کی طرف اٹھا ہے۔

تنزل اور پستی کی طرف نہیں اٹھا۔

دوسری بات جو میں اس وقت دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا تھا۔ وَسِعُ مَکَانَكَ اس الہام کی بہت سی تفاصیل اور تشریحیں اور معانی ہمارے مختلف دوستوں کے ذہنوں میں آتے رہتے ہیں اور جماعت کے دوستوں کے سامنے بھی بیان ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جب میں اس سلسلہ میں کل سوچ رہا تھا تو میری توجہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف گئی

إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسُحُوا يَفْسَحَ اللَّهُ لَكُمْ (المجادلہ: ۱۲)

فَسَعَ کے مصدر اور ف س ح کے مادہ کے معنی بھی لغوی لحاظ سے وسعت کے ہیں اور یہاں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ تم اپنی مجلس میں وسعت پیدا کرو تو تم اپنی مجلس میں وسعت پیدا کر دیا کرو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رحم اور اپنے فضل سے تمہارے لئے حقیقی وسعتیں پیدا کرتا چلا جائے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام وسیع مَکَانَكَ میں ایک زبردست بشارت بھی پائی جاتی ہے اور اس آیہ کریمہ کی روشنی میں اس الہام کے یہ معنی ہوں گے کہ جس وقت خدا تعالیٰ یا خدا تعالیٰ کے سلسلہ کو ضرورت ہو اس وقت اے مرکز کے رہنے والو! اے وہ لوگو! جن کے مکانات مرکز میں ہیں۔ تم اس قسم کی وسعت اپنے گھروں میں پیدا کر لیا کرو جس قسم کی وسعت مجلس میں پیدا کرنے کا اس آیہ کریمہ میں کہا گیا ہے اب اس آیہ کریمہ میں جس وسعت کا ذکر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجلس پہلے 20×20 فٹ کے ایریا اور جگہ میں ہو رہی تھی اب وہ 50×50 فٹ کے ایریا میں ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے 20×20 فٹ کے ایریا میں آدمی بیٹھے گئے پس تَفَسَّحُوا کھل جاؤ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تنگ ہو کر بیٹھو تو دوسرا لوگ بھی بیٹھ جائیں دوسرا ہے آنے والوں کے لئے جگہ کھوں دیں قرآن کریم نے ہمیں یہاں بتایا ہے کہ جگہ دو طرح کھلتی ہے۔ ایک تو اس طرح کہ جس شخص کے مکان میں تین کمرے ہیں۔ وہ تین کمرے اور بنائے اور اگر تین کمروں کی بجائے چھ کمرے ہو جائیں تو اس جگہ میں وسعت پیدا ہو جائے گی یعنی پہلے تین کمرے تھے اب چھ کمرے ہو گئے اور ایسے موقع پر مکان میں وسعت اس طرح بھی پیدا ہوتی ہے کہ پہلے اس شخص نے تین کمروں کی

میں سے دو کمرے اپنے گھر کے لئے رکھے تھے اور ایک کمرہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے دیا تھا لیکن اب جس وقت جماعت کو زیادہ ضرورت پڑی تو اس نے تین کمروں میں سے دو کمرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کے لئے جماعت کو دے دیئے اور ایک کمرہ اپنے لئے رکھا تو جہاں تک سلسلہ کی ضرورت کا تعلق ہے وہ مکان وسیع ہو گیا کیونکہ اس شخص نے ایک مزید کمرہ جماعتی اغراض کے لئے پیش کر دیا بالکل اسی طرح مجلس میں وہ لوگ آرام سے بیٹھنے ہوئے تھے انہوں نے تین سارے تین یا چار سو کی جگہ لی ہوئی تھی لیکن جب کہا گیا کہ جگہ یا زیمن تگ ہو گئی ہے اور نئے آ کر بیٹھنے والے خدا تعالیٰ کے فضل سے زائد ہو گئے ہیں اس لئے کھل جاؤ اور ان نئے آنے والوں کے لئے جگہ بناؤ۔ تو وہ سمٹ گئے۔

اور اس طرح اسی جگہ میں مزید کچھ آدمیوں کے لئے بیٹھنے کے لئے گنجائش نکل آئی اور اس طرح ایک قسم کی وسعت پیدا ہو گئی۔ غرض وَسِعُ مَكَانَكَ میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ ضرورت کے مطابق تم سمٹ جاؤ اور جماعتی کاموں کے لئے اپنے مکانوں میں وسعت پیدا کرو۔ پہلے تم جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک کمرہ جماعت کو دیتے تھے اب ایک سے زائد کمرے دو۔ پس کل جب میں اس الہام کے متعلق سوچ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اس طرف پھیری کہ دراصل اسے قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں کہنا چاہئے جو میں نے ابھی پڑھی ہے اور اسی وجہ سے میں نے کہا ہے کہ اس الہام میں بھی ایک بشارت ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جب تمہیں یہ کہا جائے کہ مجلس میں اور آدمی آگئے ہیں تم ان کے لئے جگہ بناؤ۔ فَافْسُحُوا تُمْ تُنَّگٌ هو کر بیٹھو اور آنے والوں کو جگہ دو۔ يَفْسَحَ اللَّهُ لَكُمْ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت کے سامان پیدا کر دے گا۔ اس آیت کا جو مفہوم ہے اس سے یہ معلوم ہو گا کہ یہاں کوئی معین وسعت مراد نہیں۔ بلکہ وسعت مکان کی بھی ہوتی ہے۔ وسعت اولاد کی بھی ہوتی ہے، وسعت اولاد سے خوشی میں بھی ہوتی ہے قرآن کریم کہتا ہے تم اپنی اولاد کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں تمہاری آنکھوں کے لئے ”قرۃ العین“، یعنی ٹھنڈک بنائے اب اگر اس ٹھنڈک میں زیادتی ہو جائے تو یہ بھی ایک وسعت ہے۔ پھر وسعت دل کے حوصلہ میں بھی ہوتی ہے وسعت نیکیوں کی توفیق میں بھی ہوتی ہے۔ وسعت خدا تعالیٰ کے فضل میں بھی ہوتی ہے اس کی برکت میں بھی ہوتی ہے اس کی رحمت میں بھی ہوتی ہے یہ ہر قسم کی وسعتیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور پھر اس رسول کے نائب امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی مخلسوں میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کے مطابق اپنے مکانوں میں وسعت پیدا کرو گے۔ یعنی خود سمت جاؤ گے تاکہ وسیع ترایریا جماعتی اغراض کے لئے پیش کیا جا سکے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فضل اور رحم کر کے ہر لحاظ سے وسعت کے سامان پیدا کر دے گا۔ تمہارے مکانوں میں بھی زیادہ کمرے بن جائیں گے۔

اب دیکھ لو جماعت احمد یہ ایک چھوٹی سی اور غریب جماعت ہے لیکن جب ربوہ دنیا کے لئے حسد اور حیرت کا نشان چھوڑتا ہوا آباد ہوا۔ تو لوگ سمجھنہیں سکتے تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت نے اپنے لئے ایک مرکز، ایک قصبہ کیسے آباد کر لیا۔ جس میں کئی کالج ہیں کئی سکول ہیں، ایک بڑا اچھا ہسپتال ہے۔ ان کے علاوہ ہزار ہفتھم کے خرچ ہیں جو جماعت نے کئے اور ہر قسم کی سہولت یہاں بہم پہنچائی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ اب سینکڑوں خاندان ایسے ہیں کمانے والے یہاں نہیں رہتے ان کے بیوی اور بچے یہاں رہتے ہیں وہ انہیں یہاں چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہے کہ جتنی حفاظت ان کی بیویوں اور بچوں کی ان کی اپنی موجودگی میں کی جاسکتی ہے ان سے زیادہ محفوظ وہ اس وقت اس فضائیں ہیں کیونکہ ساری جماعت کی حفاظت انہیں حاصل ہے اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو جماعت کو اس کا دکھ پہنچتا ہے۔ لیکن لا ہو رجیسے بڑے شہر میں کسی کو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ اس کے ہمسایہ میں کون بس رہا ہے اور اسے کوئی تکلیف یا کوئی ضرورت ہے یا نہیں۔ لیکن یہاں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یہاں ہر ایک کی تکلیف اور دکھ کا جماعت کو احساس ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ قصبہ آباد ہو گیا اور اس کی آبادی میں ایک حصہ اس چیز کا بھی ہے کہ یہاں کے مکینوں نے ہمیشہ جماعتی ضرورت کے وقت اپنے اوپر تنگی وارد کرتے ہوئے بھی اپنے مکانوں کے بعض حصے پیش کر دیئے خصوصاً جلسہ سالانہ کے موقع پر۔

جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہم کھانا کے سلسلہ میں افراد کی تعداد کو چیک کرتے ہیں میں اس بات کا خود شاہد ہوں کہ بعض دفعہ ہمیں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص جو پچاس آدمی کا کھانے لے جا رہا ہے۔ اس کے پاس تو ایک کمرہ ہے۔ پھر پچاس مہماں کھانا ہوں گے کہیں کھانا تو ضائع نہیں ہو رہا لیکن جب وہاں جا کے دیکھا تو واقعی پچاس مہماں موجود ہوتے ہیں۔ اب حیرت انگیز بات ہے کہ اس چھوٹے سے کمرے میں پچاس آدمی رات کیسے بسر کرتے ہیں۔ شاید رات کو فرشتے آ جاتے ہیں اور وہ اس کمرے میں اس

قد رچک پیدا کر دیتے ہیں کہ عارضی طور پر اس میں پچاس آدمی سما جاتے ہیں اور ہمیں تسلی ہو جاتی ہے کہ گو استثناء ہر جگہ ہوتا ہے اور منافق بھی ہر جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہماری جماعت دیانتداری کے بلند مقام پر قائم ہے چیک کرنے والوں کو شرمند ہونا پڑتا ہے کیونکہ بہر حال شرمندگی کا سامان تو پیدا ہو جاتا ہے کہ ایک شخص پر انہوں نے اعتبار نہ کیا اور خیال کر لیا کہ ممکن ہے اس کے ہاں اتنے مہمان نہ ٹھہرے ہوں لیکن چیک کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ واقعی طور پر اس کے ہاں اتنے مہمان ہیں سمجھنے نہیں آتا کہ اتنی چھوٹی سی جگہ میں اتنے مہمان کس طرح گزارہ کر لیتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے علاوہ اس جگہ میں پچاس آدمی تو کیا چالیس آدمی بھی نہیں ٹھہر سکتے لیکن جلسہ سالانہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ ایسا فضل کرتا ہے۔ کہ ان مکانوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

پس اس سال جلسہ سالانہ پر پہلے کی نسبت زیادہ آدمیوں کو آنا چاہئے اور اگر اس سال پہلے کی نسبت انشاء اللہ زیادہ مہمان یہاں آئیں گے تو اس کے نتیجے میں ربود کے رہنے والوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پہلے کی نسبت زیادہ کمرے اور زیادہ مکانیت سلسلہ کے نظام کو جو جلسہ سالانہ کے دنوں میں جاری ہوتا ہے پیش کریں تاکہ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی رہائش کا انتظام کیا جاسکے۔ پس میں اہالیان ربود سے یہ درخواست کروں گا اور اگر آپ ان فضلوں کے وارث بننا چاہتے ہیں جن فضلوں کی طرف قرآنی آیت کا ٹکڑا یقیناً سچے اللہ لکُم اشارہ کرتا ہے اور جن فضلوں کی قرآنی آیت کا ٹکڑا باثارت دے رہا ہے تو پھر تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے دین کی خاطر صوبیتیں اٹھا کر اور ہر قسم کا ہر ج کرتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی آواز پر لبکیں کہتے ہوئے آپ کے جو بھائی یہاں آئیں ان کی رہائش کے انتظام کے لئے آپ زیادہ سے زیادہ مکانیت سلسلہ کو پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں آپ کے مکانوں میں بڑی برکت ڈالے گا۔ اگر آپ سوچیں اور دعا کیں کریں اور اپنی نیتوں کو خالص رکھیں تو آپ خود اپنی زندگیوں میں ہی دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مکانوں کی وسعت کے سامان پیدا کر دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تمیری بات جو میں اس وقت کہنی چاہتا ہوں یہ ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں جیسا کہ حکومت کی طرف سے بار بار اعلان ہو رہا ہے غذائی بحران پایا جاتا ہے جہاں تک حکومت سمجھتی ہے اور جہاں تک

میں نے غور کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ صحیح نتیجہ پر پہنچی ہے حالانکہ ہمارے ہاں غذا کی اتنی زیادہ قلت نہیں لیکن ایک تقسیم میں بعض روکیں ہیں اور دوسرے بعض اور مسئلے بھی ہیں مثلاً بعض لوگ اپنے بجل کی وجہ سے اپنی حرص کی وجہ سے اور لاچ کی وجہ سے جنسوں کو دبائے رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت ساری اور بھی چیزیں ہیں جن کے نتیجہ میں ملک کے اندر وقتی طور پر غذائی قلت پیدا ہو گئی ہے۔ ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ بعض دوسرے ملکوں کی طرح جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کو یہ کہیں کہ اس سال تھوڑا کھانا بلکہ جہاں تک کھانے کی تعداد اور کھپٹ کا سوال ہے۔ اور جہاں تک کھانے کی کیفیت کا سوال ہے یعنی یہ کہ کھانا اچھا پا ہوا ہو اس میں کمی نہیں آنی چاہئے بلکہ اگر ممکن ہو تو اس میں ہر سال زیادتی ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ ہمارا قدم ترقی کی طرف ہے اور ہر میدان میں ہمارا قدم ترقی کی طرف جانا چاہئے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس سال خاص طور پر احتیاط بر تی جائے کہ کھانا ضائع نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے تو اس بات پر اتنا زور دیا ہے۔ کہ آپ اس بات کو بھی ناپسند فرماتے تھے۔ کہ کوئی شخص اپنی پلیٹ میں اتنا سالن ڈال لے کہ ایک لقمہ کے برابر سالن فج جائے اور اس کا پیٹ بھر جائے۔ کیونکہ اس طرح وہ لقمہ ضائع ہو جائے گا آپ فرماتے ہیں یہ لقمہ بھی کیوں ضائع ہو گیا کیونکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے اس کی رحمت ہے جو غذا کی شکل میں ہمارے سامنے آئی ہے اور تم اس کو ضائع کر کے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والے بنتے ہو۔ تم اپنی پلیٹ میں اتنا سالن ہی ڈالو جتنا تم کھا سکو اور پلیٹ میں کچھ بھی نہ بچے۔ کیونکہ جو سالن پلیٹ میں فج جاتا ہے وہ ضائع چلا جاتا ہے اسی طرح اپنے گھر میں بھی اتنا ہی پکاؤ جتنے کی ضرورت ہو گو ہماری جماعت میں تو بہت کم ہیں لیکن دنیا میں ایسے گھرانے بھی ہیں اور گھرانے کیا؟ دنیا کی بعض قویں ایسی ہیں۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر ان کے دستخوان کے ٹکڑے اکٹھے کئے جائیں تو گاندھی جی کی قوم کا پیٹ بھر جائے اور ان کو کوئی فکر نہ رہے۔ غرض وہ خوارک کو اس قدر ضائع کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر قوم کو ابتلاؤں سے محفوظ رکھے ہندوستان کی جو حالت اس وقت ہے۔ ہم اس سے خوش نہیں ہیں ہمیں ان کی یہ حالت دیکھ کر دکھ ہوتا ہے ہمیں ان پر حرم آتا ہے۔ ہم انہیں خمارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ انہیں رحم کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ مجھے تفصیل کا تعلم نہیں لیکن بعض اخباری خبروں میں یہ تھا۔ (واللہ اعلم وہ خریں ٹھیک بھی ہیں۔ یا نہیں) یا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات ایسے کر دیئے ہیں کہ بعض لوگوں نے میں سیر چاول کے بدلا اپنے بچے فروخت کر دیئے ہیں۔ یعنی میں سیر چاول لے

گئے اور پچھے فروخت کر دیا۔ غرض ہندوستان کے بعض حصوں میں اس حد تک غذا کی قلت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے۔ کیونکہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہ شیطانوں کے چیلوں کو بھی کھلاتا ہے اس نے ابو جہل کی روزی پر بھی کوئی پابندی نہیں لگائی تھی اور دنیا میں جتنے انبیاء بھی گزرے ہیں وہ ان کے اشد ترین مخالفوں کو بھی اس وقت تک روزی دینا چلا گیا جب تک کہ اس نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ نہ کر لیا الاماشاء اللہ بعض دفعہ قحط کی شکل میں بھی دنیا پر عذاب نازل ہوا ہے۔ لیکن عام طور پر ایسا ہی عذاب نازل ہوا ہے جس کے نتیجہ میں کفار بھوکے نہیں مرے بلکہ جب خدا تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا تو اس کی کسی اور قہری تجلی نے انہیں کلیتاً ہلاک کر دیا اور ان کا نام و نشان بھی نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی سب قوموں کو اپنی اس قسم کی قہری تجلی سے محفوظ رکھے۔ بہرحال اس وقت ہندوستان میں بھی غذا کی قلت ہے۔ ان کے لئے بھی دعا میں کرنا چاہئے اور ہمارے ملک میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس قسم کی غذا کی قلت تو نہیں ہے لیکن بہرحال ایک غذا کی بحران ضرور ہے۔ بعض دفعہ کہہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ بجلی نہیں ہے اس لئے ملیں پوری طرح آٹا نہیں پیں رہیں اور ہم پورا آٹا نہیں دے سکتے یہ ٹھیک ہے بہرحال اس قسم کی تنگیاں ہمیں نظر آ رہی ہیں۔ میں یہاں کے رہنے والوں کو جو مہمانوں کے لئے اپنے گھروں میں کھانا لے کر جاتے ہیں یا جو جماعتی قیام گا ہوں میں مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور جو میرے باہر سے آنے والے بھائی اور دوست ہیں انہیں بھی میں خاص طور پر نصیحت کروں گا۔ کہ اس سال یہ خیال رکھیں کہ کھانا کسی رنگ میں اور کسی شکل میں بھی ضائع نہ ہو۔ اگر ہم اس سال ضیاع میں سات آٹھ یا دس فیصدی بھی کمی کر لیں تو ہم اس سال زائد آنے والے مہمانوں کی غذا کی ضرورتیں اس مقدار اغذیہ میں پوری کر لیں گے جو مقدار اغذیہ یہ پچھلے سال استعمال ہوئی تھی کیونکہ کچھ کھانا بہرحال بے احتیاطی سے ضائع ہو جاتا ہے مثلاً چھوٹے بچے کھانا لینے آتے ہیں وہ کوئی روٹی زمین پر گردیتے ہیں یا وہ کسی روٹی کو اس طرح توڑ دیتے ہیں کہ وہ کھانے والی نہیں رہتی یا کسی گھر والے نے بے احتیاطی کی اور کھانا زیادہ منگوا لیا۔ مہماں آدھا کھانا کھا سکے اور آدھا نہ کھا سکے بہرحال ضیاع کی بہت سی وجوہات ہیں اور بہت سے سوراخ ہیں۔ جن کے اندر سے ضیاع گھستا ہے اور جماعت کو نقصان پہنچتا ہے میں کہوں گا کہ ضیاع کا ہر سوراخ بند کر دو اور خدا تعالیٰ کے کھانے میں سے ایک لقمہ بھی ضائع نہ ہو رہا ہے اس بات کا خیال رکھیں اور باہر سے آنے والے دوست بھی اس بات کا خیال رکھیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کا اس رنگ میں شکر

ادا کریں گے تو میں سمجھتا ہوں وہ ہمارے گھروں کے کھانوں میں بھی بڑی برکت دے گا اور اس وقت جو غذائی بحران ہے۔ اس سے بھی ہمیں بہت حد تک محفوظ رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہر کام اس کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے کرنے والے ہوں اور شیطان کا کوئی حصہ بھی ہمارے اعمال میں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ الحض اپنے فضل اور حرم سے ہماری ان کوششوں کو قبول کرے جو ہم اپنے خیال میں اس کے لئے کر رہے ہیں اگر کوئی رخنہ، اگر کوئی گناہ، اگر کوئی کمزوری، اگر کوئی نقص اگر کوئی کوتا ہی ان میں رہ جائے تو وہ ان تمام کوتا یوں کو اپنی مغفرت کی چادر کے نیچے ڈھانپ لے اور ہم معصوم تو نہیں ہوں گے لیکن وہ ہماری زندگیوں کو ایسا بنادے کہ اس کی نگاہ میں اس کی رحمت کی نگاہ میں اس کی مغفرت کی نگاہ میں ہماری زندگیاں معصومانہ زندگیاں ہی بن جائیں اور ہم ان تمام فضلوں کے وارث بنیں جن فضلوں کے وہ سب انبیاء و اوصیا و ائمہ بنے رہے ہیں جو حقیقتاً اس کی نگاہ میں اور دنیا کی نگاہ میں اور اپنے نفسوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے معصومانہ زندگی گزارتے رہے ہیں۔ (آ مین ثم آ مین)



عمل کرو، عمل کرو، عمل کرو مگر سب کچھ کرنے کے بعد

بھی یہی سمجھو کہ ہم نے کچھ نہیں کیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ ربیعہ ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ تقویٰ کی سب را ہوں کو اختیار کریں تا جہنم کا کوئی دروازہ بھی کھلا نہ رہے۔
- ☆ رمضان کے مہینے میں آسمانی رحمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔
- ☆ خدا تعالیٰ کی رحمت کا ایک دروازہ ”وقف جدید“، بھی ہے۔
- ☆ وقف جدید معلمانہ کلасс کے لئے کم از کم ایک سو آدمی بھجوائیں۔
- ☆ خدا کرے کہ نیا سال ہمارے لئے لیلة القدر لانے کا موجب بنے۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آیات
 نَسِيْءُ عِبَادِيْ اِنَّى اَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَانَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيمُ (الجُرْجُونَ: ۵۰، ۵۱)
 پڑھیں۔ پھر فرمایا۔

ان دو مختصر آیات قرآنی سے قبل اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ میری طرف آنے کا یہی
 ایک سیدھا راستہ یہی ایک صراطِ مستقیم ہے یعنی وہ راستہ جسے اسلامی شریعت دنیا کے سامنے پیش کرتی
 ہے۔ جسے قرآن کریم کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے اور جو شریعت تلقیامت دنیا میں رکھی جائے گی اور اس
 کی حفاظت کی جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ فرمایا کہ جو لوگ حقیقتاً میرے بندے ہیں۔ ان پر شیطان کا کسی قسم کا
 کوئی تسلط نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ میری پناہ میں ہیں۔ میں انہیں شیطان سے دور رکھتا ہوں اور نیکیوں کی انہیں
 توفیق عطا کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی انسان کو آزادی ضمیر بھی عطا کی گئی ہے۔ اس لئے وہ جو میری
 بندگی سے باہر نکلنا چاہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اور ایسے گمراہ لوگوں پر ہی شیطان اپنا تسلط جاتا ہے۔ فرمایا
 کہ وہ لوگ جو اپنی مرضی سے صداقت اور ہدایت کی را ہوں کو چھوڑ کر گمراہی اور ضلالت کی را ہوں کو جو
 جہنم کی طرف لے جانے والی ہیں اختیار کریں گے تو وہ جہنم میں ہی گریں گے۔ وہ جہنم جسے خدا کے غضب
 اور قہر نے بھڑکایا ہے۔ اسی جہنم سے قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے اول انہیں بتایا جاتا ہے
 کہ اَنَّ بَطْشَ رَبِيلَ لَشَدِيدٌ۔ (البروج: ۱۳) جب خدا کسی پر اس کی غفلت، کوتا ہی، یا گناہ یا ظلم کی
 وجہ سے گرفت کرتا ہے۔ تو خدا کی وہ گرفت بڑی ہی سخت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے انہیں خدا سے ڈرتے
 ڈرتے اپنی زندگی کے دن گزارنے چاہیں اور انہیں چاہئے کہ تقویٰ کی سب را ہوں کو اختیار کریں تا جہنم
 کا کوئی دروازہ بھی ان کے لئے کھلانہ رہے۔ جہنم کے سب دروازے ان کے لئے بند ہو جائیں۔ اس

لئے کہ تقویٰ کی سب را ہوں کو انہوں اختیار کیا تھا۔

پھر فرمایا کہ جو لوگ تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرتے ہیں۔ انہیں جان لینا چاہئے کہ تقویٰ کی یہ را ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے باغوں اور اس کی رحمت کے چشمتوں تک لے جاتی ہیں۔ جہاں وہ بے خوف و خطر سلامتی کی فضائیں سانس لیں گے۔ ان کے سینوں میں سے سب کینے نکال باہر پھینکے جائیں گے اور ان کو مقامات رفت اور مقامات قرب، اخوت کا باعث بنیں گے۔ باہمی جھگڑے اور فساد کا باعث نہیں بنیں گے۔ ان مقامات رفت اور ان مقامات قرب میں مزید رعنیوں کے حصول کے لئے ان کی جو بھی جدوجہد ہو گی (وہ ایک عظیم جدوجہد ہو گی) انہیں تھکائے گی نہیں بلکہ مزید روحانی سرور کے حصول کا ذریعہ ان کیلئے بنے گی۔

اس مضمون کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نَبِيٌّ ءِ عَبَادِيٌّ أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ میرے بندوں کو کھول کر یہ بات بتاؤ کہ میری صفات میں سے دو صفات یہ بھی ہیں کہ میں غفور بھی ہوں اور میں رحیم بھی ہوں اگر وہ میری طرف رجوع کریں گے اگر وہ میری طرف آئیں گے اگر وہ میری طرف جھکیں گے اگر وہ توبہ کی را ہوں کو اختیار کریں گے اگر وہ استغفار کو اپنا شعار بنا لیں گے۔ اگر وہ مجھ سے مغفرت چاہیں گے تو اپنی تمام کوتا ہیوں کے نتیجہ میں اور غفلتوں کے نتیجہ میں اور گناہوں کے نتیجہ میں وہ جس سزا کے مستحق اور سزاوار بنے تھے میں اس سزا سے انہیں محفوظ کرلوں گا اور بچالوں گا اور انہیں اپنی حفاظت میں لے لوں گا کیونکہ میں خدا نے غفور ہوں نیز میری رضا کے حصول کے لئے اگر وہ جدوجہد کریں گے۔ میرے بتائے ہوئے راستوں پر اگر وہ اخلاص اور نیک نیقی کے ساتھ چلیں گے۔ اگر ان کے دلوں میں اور ان کی روحوں میں مجھ سے ملنے اور میرا قرب حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو گی اور اگر اس کے لئے وہ اعمال صالحہ بجا لائیں گے۔ اس کے لئے وہ قربانیاں دیں گے۔ اس کے لئے وہ اخلاص کا نمونہ میرے اور دنیا کے سامنے پیش کریں گے تو انہیں تم یہ بھی بتاؤ کہ میں خدا نے رحیم ہوں۔ میں بار بار رحم کرنے والا خدا ہوں اور نیک اعمال کی بہتر اور احسن جزادینے والا خدا ہوں۔

لیکن اس کے ساتھ میرے بندوں کو تم یہ بھی بتاؤ۔ أَنَّ عَذَابِيٌّ هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ۔ اگر کوئی عذاب، عذاب کہلانے کا مستحق ہے۔ اگر کوئی عذاب اس بات کا مستحق ہے کہ کہا جائے کہ یہ بڑا کھدینے والا، بڑا انکلیف دینے والا، زندگی سے بیزار کر دینے والا، موت کی خواہش دلوں میں پیدا کر دینے والا یہ

عذاب ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نارِ ضمکی اور اس کے قہر کا ہی عذاب ہے۔ یہ ایسا عذاب ہے کہ جن پر وارد ہوتا ہے وہ نہ زندوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں کیونکہ حقیقی زندگی کی کوئی رمق ان کے اندر باتی نہیں چھوڑتا اور نہ وہ مردوں کے اندر شمار کئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ اس عذاب کے چکنے کے لئے خدا کی طرف سے انہیں زندہ رکھا جاتا ہے ورنہ ان کے دل تو یہی چاہتے ہیں کہ اس عذاب سے نجات اور چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ان پر موت وارد ہو جائے مگر خدا کہتا ہے کہ نہیں۔ مروہیں بلکہ میرے عذاب کو چکنے۔ تو فرمایا کہ میرے بندوں کو یہ بھی بتا دو اور کھول کر بتا دو کہ میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب، بڑا کہ دینے والا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے اس مہینہ میں اپنی مغفرت اور اپنی رحمت کے دروازے کھولے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں آسمانی رحمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آسمانی غصب اور آسمانی نارِ ضمکیوں اور آسمانی لعنتوں کے دروازے بھیڑ دیئے جاتے ہیں۔ اگر خدا کے بندے خدا کی خاطر خدا کے بتائے ہوئے طریق کو اختیار کریں تو وہ ہنسی خوشی بنشاشت کے ساتھ چھلانگیں لگاتے ہوئے خدا کی جنت میں داخل ہو سکتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں اور خود اپنے ہاتھوں سے جہنم کے ان دروازوں کو کھولیں جن کو خدا تعالیٰ نے بھیڑ دیا تھا تو پھر ان کی بدستی ہے کہ وہ مغفرت اور رحمت کی بجائے خدا کی لعنت کو اختیار کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صرف بھوکار بننے سے خدا خوش نہیں ہوتا نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صرف راتوں کو جانے سے صرف قیامِ لیل یا احیاءِ لیل سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ بہت سے وہ بھی ہیں جو بھوکر رہتے ہیں مگر روزے کا ثواب حاصل نہیں کر سکتے۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو راتوں کو جانے ہیں مگر ان پر ملائکہ کا نزول نہیں ہوتا۔ جونزدہ ان بندوں پر ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے لئے اخلاص کے ساتھ، فروتنی اور عاجزی کے ساتھ راتوں کو جاگ کر اس کے حضور جھک کر اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور سب کچھ کرنے کے بعد بھی اسے وہ مبھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم تھیں دست ہیں کیونکہ جو کچھ ہم تیرے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کے اندر کوئی ایسا کیڑا تو نہیں جو تیری نارِ ضمکی کا موجب ہو۔ پس بجائے اس کے ہم یہ کہیں کہ ہم تیرے حضور اپنے اس عمل کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ ہم آج تھے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جو کچھ پیش کر رہے ہیں اسے نظر

انداز کر دے۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہمیں اپنی مغفرت اور اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے۔ ہمیں نہ کسی عمل کا دعویٰ نہ ہم اس کا انعام تجھ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ دعویٰ ضرور کرتے ہیں کہ تو نے اپنی ذات کو غفور بھی کہا ہے اور حیم بھی کہا ہے۔ پس تجھے تیرے غفور ہونے کا واسطہ، تجھے تیرے حیم ہونے کا واسطہ، ہمیں اپنی مغفرت کی چادر کے نیچے چھپا لے اور ہمیں اپنی رحمتوں سے نواز کہ اگر تو ہمیں محض اپنے فضل سے اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے، اگر تو اپنی صفت حیم کو جوش میں لا کر ہم پر اپنی رحمت کا سایہ کر دے تو یہ ناقص عمل ہم نے کیا کرنے ہیں؟ اور ان کا ہمیں کیا فائدہ؟ عمل تو ہم نے اس لئے کئے تھے کہ ہم تیری خوشنودگی، تیری رضا کو حاصل کر لیں۔ جب تیری مغفرت کے ذریعہ، جب تیری رحمت کے ذریعہ وہ ہمیں مل گئی تو ہم یہ کیوں کہیں؟ کہ اے خدا! ہم نے کچھ نیک کام کئے تھے ان کی جزا ہمیں دے۔

اس کے ساتھ ہی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص خدا کی راہ میں اعمال صالح بجالانے سے گریز کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں بغیر کسی عمل کے اس کی خوشنودی کو حاصل کر لوں گا وہ بھی غلطی پر ہے وہ بھی خدا کو ناراض کرنے والا ہے۔

تودر میانہ راستہ جو نبی کریم ﷺ نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعمال میں کوتا ہی نہ کرو اور نیک اعمال بجالانے میں غفلت نہ برو جس حد تک ممکن ہو سکے دن اور رات اعمال صالح بجالاتے ہوئے اپنی زندگی کی گھریلوں کو گزارو لیکن اس کے ساتھ ہی یہ نہ سمجھو کہ تم اپنے عمل کے نتیجہ میں کچھ بن گئے۔ یا تمہارے عمل کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ تم سے خوش ہو جائے گا اور راضی ہو جائے گا کیونکہ تم نہیں کہہ سکتے کہ تمہارے اعمال میں ریاء کے، تمہارے اعمال میں تکبر کے، تمہارے اعمال میں خود نمائی اور خود پسندی کے، تمہارے اعمال میں دوسروں کے لئے حقارت کے ایسے جرا شیم نہیں پائے جاتے جو خدا کو ناراض کر دیتے ہیں۔

پس عمل کرو، عمل کرو اور عمل کرو لیکن سب کچھ کرنے کے بعد یہ سمجھو کہ تم خالی ہاتھ اور تہی دست ہو۔ جب تک خدا کی مغفرت جب تک خدا کی رحمت تمہیں حاصل نہ ہو تم خدا کے قہر اور اس کے غصب اور اس کی لعنت سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

تو میں آج اپنے دوستوں سے کہوں گا کہ اے میرے پیارے بھائیو!! یہ مہینہ رحمتوں کے لٹانے کا

ہے خدا آسمان سے زمین پر اس لئے آیا ہے کہ اس کے بندے اس کے سامنے جھولیاں پھیلائیں اور اس کی رحمت کو اس کی مغفرت کو، اس کے فضلوں کو، اس کی برکتوں کو اور اس کی رضا کو پائیں۔ اس کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس کے نور سے اپنے سینہ و دل کو منور کریں۔

پس اس مہینے سے جتنا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکتے ہوا ٹھاؤ۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی جتنی رضا تم پاسکتے ہو۔ اس کے پانے کی کوشش کرو۔ اپنے دنوں کو بھی اپنی راتوں کو بھی ایسے دن اور ایسی راتیں بناؤ کہ جو دن اور جو راتیں تمہارے خدا کو محبوب بن جائیں۔ پھر عاجزی کے ساتھ دعا میں کرتے رہو کہ اے خدا۔ ان کا موس کی ہمیں توفیق دے جن کے نتیجہ میں تو خوش ہو جائے۔ اور ان کا موس سے ہمیں بچا جن کا موس کے نتیجہ میں تو ہم سے ناراض ہوتا ہے۔ شیطان تیرے در کا کتا ہے۔ تو خود اس کو زنجیر ڈال کوہ ہم پر حملہ آور نہ ہو اور ہمیں نقصان نہ پہنچائے کہ اپنی طاقت اور اپنے زور کے ساتھ ہم اس کے حملوں سے اپنے کو محفوظ رکھ سکتے۔

خدا تعالیٰ کی رحمت کے بہت سے دروازوں میں سے رحمت کا ایک دروازہ جو ہم پر کھولا گیا ہے۔ وہ وقف جدید کا دروازہ ہے۔ اس نظام کے ذریعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے نیکیاں کرنے اور رحمتیں کمانے کا سامان پیدا کر دیا وقف جدید کا سال کیم جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ آج ۳۰ دسمبر ہے کل کا ایک دن بیچ میں رہ گیا ہے اس طرح نیا سال پرسوں شروع ہو گا۔ ہر نیا سال جو چڑھتا ہے وہ کچھ نئی ذمہ داریاں لے کر آتا ہے اور کچھ نئی قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے، یا قربانیوں میں کچھ زیادتی کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے مقابلہ میں خدا کی نئی رحمتوں کے دروازے بھی وہ کھولتا ہے۔

ہر تحریک جو اعلانے کلمۃ اللہ اور غلبہ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ میں جاری کی گئی ہے وہ اس آیت کے ماتحت جاری کی گئی ہے۔ نَبِيٌّ عَبْدًا إِنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ کسی طرح افراد جماعت اور ہماری آئندہ نسلیں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے والی بنیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ جدوجہد یا اجتہاد یا مجاہدہ ہم کریں تاکہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکیں اور پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ایک مومن بندہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو تھی دست پاتا اور تھی دست سمجھتا اور یقین رکھتا ہے۔ ”وقف جدید“ کی تنظیم جماعت کی تربیت کے لئے بڑی اہم تنظیم ہے۔ اس کی اہمیت کو پوری طرح ابھی تک جماعت نے نہیں سمجھا کیونکہ اگر وہ سمجھتے تو اس

سے وہ بے انتہائی نہ بر تھے جو آج بر رہے ہیں۔ وقف جدید کو جاری ہوئے ۹،۸ سال گذر چکے ہیں۔ اور ابھی تک اس کا چندہ ڈیڑھ لاکھ تک بھی نہیں پہنچا۔ حالانکہ تربیت کے جو کام اس تنظیم کے سپرد کئے گئے ہیں۔ وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے لئے ڈیڑھ لاکھ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ پھر اس کے لئے جس تعداد میں واقفین آئے ہیں وہ تعداد بھی (جیسا کہ میں نے پہلے بھی اپنے ایک خطبہ میں بتایا تھا) ناکافی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آئندہ سال جماعت کو یہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ وہ کم از کم ایک سو واقف وقف جدید کے انتظام میں پیش کرے۔ مجھے بتایا گیا ہے اور اخبار الفضل میں بھی بعض نوٹ چھپے ہیں کہ ابھی تک بہت کم نوجوانوں نے یا جوان دل ادھیر عمر کے احمدیوں نے اس کلاس کے لئے وقف جدید میں نام پیش کئے ہیں۔ جو کم جنوری سے یا جنوری کے پہلے ہفتہ میں شروع ہو رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نے اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرف متوجہ کرنے کے لئے وقف جدید کی تنظیم بڑی اہم ہے اور اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور جماعت کو بھی متوجہ کرنا چاہئے۔ میرے دل میں یہ القا کیا کہ میں وقف عارضی کی تحریک جاری کروں کیونکہ وقف عارضی کے جو اچھے اور خوبصورت نتائج کل رہے ہیں اور جو فوائد ہم اس سے حاصل کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک فائدہ جو ہمیں وقف عارضی سے حاصل ہوا۔ وہ یہ ہے کہ جو رپورٹیں سینکڑوں جماعتوں میں وقف عارضی کے واقفین نے کام کرنے کے بعد ہمیں دیں ان میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جماعتوں میں وقف جدید کے معلمین کی اشہد ضرورت ہے۔

تو جو چیز چھپی ہوئی تھی اور وقف جدید کی جو اہمیت ہماری نظروں سے او جھل تھی وہ وقف عارضی کے واقفین کی روپرٹوں سے ہماری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور ہم میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے کہ ہم نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وقف جدید کے مطالبات پورا کرنے میں اتنی کوشش اور محنت نہیں کی جتنی ہمیں کرنی چاہئے تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو مقصد وقف جدید کے قیام کا تھا وہ پوری طرح حاصل نہیں کیا جاسکا۔

پس ایک تو آج میں وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرتا ہوں اور دوسرے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس اعلان کا یہ مطلب نہیں کہ بس میں نے ایک آواز اٹھائی اور وہ آواز اخبار میں چھپ گئی۔ لوگ خاموش ہو گئے اور سو گئے۔ بلکہ سال نو کے اعلان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ نیا سال

آرہا ہے۔ مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے نئی ذمہ داریوں اور نئی قربانیوں کو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے لا سکتے ہیں اور ان میں سے ایک ذمہ داری وقف جدید کی ہے۔ اس ذمہ داری کو اپنے سامنے رکھیں جتنے روپے کی ہمیں ضرورت ہے وہ مہیا کریں اور بطور معلمین جتنے آدمیوں کی ہمیں ضرورت ہے ہمیں دیں اور مخلاص واقف دیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت رکھنے والے اور اس کی خاطر تکالیف برداشت کرنے والے، اس کے عشق میں سرشار ہو کر اس کے نام کو بلند کرنے والے، مسح موعود علیہ السلام پر حقیقی ایمان لانے کے بعد اور آپ کے مقام کو پوری طرح سمجھنے کے بعد جو ایک احمدی کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہونی چاہئے کہ تمام احمدی اس روحانی مقام تک پہنچیں جس مقام تک حضرت مسح موعود علیہ السلام انہیں لے جانا چاہئے تھے۔ اس تڑپ والے واقفین ہمیں وقف جدید میں چاہئیں۔

تو ایک تو وقف جدید کے چندوں کی طرف متوجہ ہوں۔ دوسرے وقف جدید کے لئے جتنے اور جس قسم کے احمدیوں کی ضرورت ہے۔ بطور معلم کے وہ آدمی اتنی تعداد میں مہیا کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری جماعت میں سے سو آدمی کا مہیا ہو جانا کوئی مشکل نہیں ہے۔ بشرطیکہ ہم اس طرف توجہ کریں۔ بعض جماعتوں کے عہدیداروں نے جیسا کہ رپورٹوں سے پتہ لگتا ہے جماعتوں کو بتایا ہی نہیں کہ مرکز سے کیا آواز اٹھ رہی ہے، کیا مطالبہ ہو رہا ہے اور کیا ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اور اس کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر اور کس شان کے ساتھ رحمتیں نازل ہو رہی ہیں۔ ایسی جماعت کے دوست نیم بیہو شی کی سی حالت میں یہ سمجھتے ہیں (ایمان تو ہے۔ ایمان کی چنگاری تو سلگ رہی ہے) کہ ہم اسی طرف چل رہے ہیں جس طرف ہمیں حضرت مسح موعود علیہ السلام چلانا چاہئے تھے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم اس رفتار سے نہیں چل رہے جس رفتار سے مسح موعود علیہ السلام ہمیں چلانا چاہئے تھے۔ نہ اس بثاشت کے ساتھ ان را ہوں پر چل رہے ہیں۔ نہ اتنے اخلاص کے ساتھ ان را ہوں پر چل رہے ہیں۔ نہ اتنی قربانیوں کے ساتھ ان را ہوں پر چل رہے ہیں جس بثاشت جس اخلاص اور جن قربانیوں کا ہمارا بیعت کا عہد ہم سے مطالکہ کرتا ہے۔

پس چست ہونے کی ضرورت ہے اخلاص میں برتر ہونے کی ضرورت ہے۔ قربانیوں میں تیزتر ہونے کی ضرورت ہے۔ جس مقصد کے لئے ہمیں قائم کیا گیا اور زندہ کیا گیا اور منظم کیا گیا ہے اس مقصد کے قریب تر ہونے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے کی توفیق

عطا کرے۔ نَبِيُّ عِبَادِيْ اَنِيْ اَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ میں جس بشارت کی طرف ہمیں متوجہ کیا گیا ہے۔ وَأَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيمُ میں جس شدید عذاب سے بچنے کے لئے ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ اس کے پیش نظر میری توجہ اس طرف بھی پھری کہ یہ سال وہ ہے کہ جو رمضان کے مہینے میں ختم ہو رہا ہے اور رمضان کے مہینے سے ہی نیا سال شروع ہو رہا ہے تو اس میں شاید اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تمہاری قربانیوں کا زمانہ، خدا کے لئے، خدا کی خاطر بھجو کے رہنے کا زمانہ، خدا کی رضا کی خاطر راتوں کے آرام کو قربان کرنے کا زمانہ مسلسل چلنے والا ہے کہ ایک سال انہی قربانیوں پر ختم ہو رہا ہے اور دوسرا سال انہی قربانیوں سے شروع ہو رہا ہے لیکن اس میں خوشی کی بات یہ ہے کہ جن قربانیوں سے ہمارا سال شروع ہو رہا ہے یہ وہ قربانیاں ہیں جن میں رمضان کا آخری عشرہ بھی ہے جس میں لیلۃ القدر پائی جاتی ہے۔

تو خدا کرے کہ نیا سال جو ہم پہ چڑھ رہا ہے وہ ہمارے لئے لیلۃ القدر لانے کا موجب بھی بنے۔ ایسے وہ وعدے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہمیں دیئے گئے۔ (غلبة اسلام کے وعدے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت تمام بنی نوع انسان کے دلوں میں پیدا ہو جانے کے وعدے اور توحید خالص کے قیام کے وعدے) ان وعدوں کے پورا ہونے کا ان وعدوں کے متعلق قضاء و قدر کے نزول کا زمانہ، خدا کرے، اس نئے سال سے شروع ہو جائے اور خدا کرے کہ اتنی عظیم بشارتوں کے نتیجہ میں جواہم ذمہ داریاں خدا کے نیک بندوں پر عائد ہوتی ہیں۔ وہ ہمیں محض اپنے فضل اور رحم سے توفیق دے کہ ہم ان ذمہ داریوں کو نبانہنے والے ہوں اور فرشتے تمام عالمیں میں یک زبان ہو کر اس صدائے بند کریں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برگزیدہ جماعت ہے جن پر خدا تعالیٰ کی ابدی شریعت کی یہ آیت پوری ہوتی ہے نَبِيُّ عِبَادِيْ اَنِيْ اَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ اور خدا کی مغفرت اور خدا کی رحمت کے یلوگ وارث ہوئے ہیں۔

خدا کرے کہ خدا کے فضل سے ایسا ہو ورنہ ہم انفرادی طور پر اور جماعتی لحاظ سے بھی بڑے کمزور ہیں۔ ہم جب اپنے رب کے حضور جھکتے ہیں تو شرمندگی کے آنسوؤں سے ہمارے دامن تر ہوتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی راہ میں جو ہمیں کرنا چاہئے تھا وہ ہم نہیں کیا اور تھی دست ہی خدا کے سامنے پیش ہو رہے ہیں۔ دعائیں کرتے ہوئے کہ اے خدا! ہم کمزور ہی سہی مگر تیری صفات تو کمزور نہیں۔ تو تمام

قدرتوں والا تمام طاقتلوں والا تو ہر قسم کی رحمتوں والا ہے، تمام رحمتوں اور برکات کا سرچشمہ اور منبع تو ہے۔ ہم بخوبی میں ہی سہی مگر جس بخوبی میں پر تیری رحمتوں کے چشمے بھیں گے وہ یقیناً یقیناً جنت کے باغات بن جائیں گے۔

پس اے خدا! اپنی رحمت کے چشمتوں سے ہماری بخوبی میں کو سیراب کر۔ اے خدا! ہمارے ذریعہ سے ان وعدوں کو پورا کر جو تو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیے تھے۔ اے خدا! ہمیں یہ توفیق عطا کر کہ ہم ان قربانیوں کو تیرے حضور پیش کریں جو تو اپنی اس جماعت سے چاہتا ہے۔ اور اے خدا! ہماری زندگیوں میں وہ دن لاجب ہم یہ دیکھیں کہ تیری توحید دنیا میں قائم ہو چکی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اسلام نے تمام ادیان باطلہ کو شکست دے دی ہے۔ اے خدا! تیرے نور سے یہ دنیا بھر جائے اور تیری نورانی تجلی سے ہمارے سینے منور ہو جائیں۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ / جنوری ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۵)



تمہاری ہر رات لیلۃ القدر کی کیفیت رکھتی ہو اور ہر دن

جمعۃ الوداع کا رنگ رکھتا ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوبہ)



- ☆ اس زمانہ کا انسان سعی، کوشش، اجتہاد اور مجاہدہ کی بجائے تعویذ گند کی طرف متوجہ ہے۔
- ☆ اگر اپنے رب کے دیدار اور زیارت کی خواہش ہے تو انتہائی کوشش اور سعی کرو۔
- ☆ لیلۃ القدر اور جمعۃ الوداع کے حصول کیلئے انتہائی قربانی اور مجاہدات کی ضرورت ہے۔
- ☆ ہر وہ دن جو خدا کی یاد میں خرچ ہو جمعۃ الوداع کا ہی رنگ رکھتا ہے۔
- ☆ روحانی ترقیات کے لئے ضروری ہے کہ تمہاری ہر رات لیلۃ القدر کی کیفیت رکھتی ہو۔

تشہد، تعوداً و رسورَه فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت پڑھی۔
 یَا إِيَّاهَا إِلَّا نَسَانٌ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَذُّحاً فَمُلْقِيْهِ (الانشقاق: ۷)
 پھر فرمایا:-

بیماری اور ضعف ابھی جاری ہے۔ بھائیوں سے درخواست ہے کہ دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ
 کامل صحت عطا کرے تا پورا کام کرنے کے میں قابل ہو سکوں۔

اس آیہ کریمہ سے پہلے سورہ انشقاق میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان
 اپنی مادی ترقیات کے لئے انتہائی کوشش کرے گا پانی کی طرح وہ اپنا روپیہ بھائے گا۔ مادی ترقیات کے
 لئے وہ جس قدر بھی ضرورت ہو گی جان تلف کرنے میں بھی دریغ نہیں کرے گا۔ زمین اور آسمان کے راز
 دریافت کرنے کی انتہائی کوشش بھی کرے گا اور ایک حد تک کامیاب بھی ہو گا اور اس کثرت سے نئی
 دریافتیں ظاہر ہوں گی کہ انسان یہ سمجھنے لگے گا کہ شائد اس نے خدائی کے سارے ہی راز معلوم کر لئے ہیں
 اور اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی کہ جس کے دریافت کرنے کی اسے ضرورت ہو زمین کو چھوڑ کر اور
 زمین کی وسعتوں میں تنگی محسوس کرتے ہوئے وہ آسمان کی طرف رجوع کرے گا۔ اور زمین کے ان
 ٹکڑوں تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ جو کسی وقت اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت زمین سے علیحدہ ہوئے
 اور علیحدہ کرے انہوں نے بنائے۔ جن کا تعلق نظامِ شمسی سے ہے اور جس طرح زمین کی مختلف اشیاء سے
 وہ فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اسی طرح اس کی یہ کوشش ہو گی کہ وہ آسمان کے ان ستاروں سے بھی فائدہ اٹھائے
 اور اس طرح اپنی زمین میں ایک وسعت پیدا کرے اور اس کو پھیلادے۔

پس انسان کا دماغ اس وقت اس کام میں لگا ہوا ہو گا کہ وہ زمین کے راز بھی زیادہ سے زیادہ حاصل
 کرے اور زیادہ سے زیادہ ان رازوں سے فائدہ اٹھائے اور آسمان کے ستاروں پر بھی وہ کمنڈا لے گا

اور ان تک پہنچنے کی کوشش کرے گا اور ان سے اسی طرح فائدہ اٹھانے میں مشغول ہو گا جس طرح کہ زمین کی مختلف چیزوں سے فائدہ اٹھار ہا ہے۔

پھر یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں نبی اکرم ﷺ کے ایک فرزند حلیل مامور اور مبعوث کئے جائیں گے۔ اور نبی اکرم ﷺ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اور تو حید خالص کے قیام کے لئے آسمان سے بڑی کثرت کے ساتھ نشان ظاہر ہوں گے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایک دنیا خدا کو بھول چکی ہو گی۔ خدا کی منکر ہو گئی ہو گی۔ دہریت کو انہوں نے اختیار کر لیا ہو گا۔

چونکہ دلائل کے مقابلہ میں آسمانی نشان دہری قسم کے لوگوں پر زیادہ اثر کرتے ہیں اور جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی آسمان سے نازل کرتا ہے۔ تو جہاں یہ فرمایا کہ کثرت کے ساتھ آسمان سے نشان ظاہر ہوں گے وہاں اس طرف بھی متوجہ کیا کہ انسان کثرت سے مذہب کو چھوڑ کے دہریت کی طرف مائل ہو جائے گا۔ اور خدا کا منکر ہو جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مادی ترقیات کے لئے تو اتنی جبجو، اتنی قربانیاں مالی بھی اور جانی بھی، کہ کسی چیز کے خرچ کرنے سے دربغ نہیں کیا جائے گا۔ لاکھوں آدمیوں کی جان بھی قربان کرنی پڑے تو کسی نہ کسی بہانے وہ قربان کر دی جائیں گی تاکہ زیادہ سے زیادہ آسمانی اور زمینی رازوں کو اس زمانہ کے سامنے دان حاصل کر سکیں اور اس زمانہ کی قومیں ان رازوں سے فائدہ اٹھا سکیں لیکن دوسرا طرف جہاں تک دین اور مذہب اور روحانیت کا سوال ہے اس زمانہ کے انسان کی خوبیہ نہ جو ہو گی۔ وہ سعی کرنے کی بجائے، کوشش کرنے کی بجائے اور اجتہاد اور مجاہدہ کرنے کی بجائے تعلیم گندے کی طرف، جماعت الوداع کی طرف، لیلۃ القدر کے غلط تصور کی طرف متوجہ ہو گا اور سمجھئے کہ بغیر کسی قربانی کے میں مادی ترقی تو نہیں حاصل کر سکتا۔ لیکن بغیر کسی قربانی کے میں اپنے رب کو اور اس کے فضلوں کو پاسکتا ہوں۔

یہ ذہنیت اس وقت انسان میں پیدا ہو چکی ہو گی! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نہیں! یَا إِيَّاهَا إِلَٰهُنَا إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلْقِيْهُ اَگر تو اپنے رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اگر تیرے دل میں یہ خواہش کرو ٹیں لے رہی ہے کہ تو اپنے رب کا دیدار کرے اور اس کی زیارت کرے تو پھر تجھے کسدح کرنی پڑے گی۔ کسدح عربی زبان میں ایسی کوشش کے ہوتے ہیں جو انسان کو تھکا دے اور کَادِحٌ كَدْحًا میں انتہائی کوشش کی طرف اشارہ ہے تو فرمایا پوری کوشش، انتہائی سعی کرو گے تب تم اپنے

رب کوں سکو گے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ دنیا کی تلاش ہو تو ہر قسم کی قربانیاں تم پیش کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اپنے رب کی تلاش ہو تو کسی قسم کی قربانی پیش کرنے کی طرف تمہاری طبائع مائل نہ ہوں تم تعویذ اور گندے کی طرف بھجنے لگ جاؤ۔ تم جماعتہ الوداع کے ساتھ مذاق کرنے لگ جاؤ کہ سارا سال جو مرضی کرتے رہے جماعتہ الوداع آیا جا کے نماز پڑھی سارے گناہ معاف کروائے یا تم لیلۃ القدر کا سہارا ڈھونڈنے لگ جاؤ کہ بس ایک رات کا قیام جو ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ باقی جو سال بھر کی راتیں ہیں اس میں غفلت کی نیند اگر ہم سوئے بھی رہے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ نہیں اگر تمہیں خدا کی تلاش ہے اگر تم اس کا مقرب بننا چاہتے ہو اگر تمہارے دل اور تمہاری روح اس ترپ میں بتلا ہیں کہ تمہارے رب کا تمہیں دیدار ہو جائے تو تمہیں انتہائی کوشش سے کام لینا پڑے گا۔

إِنَّكُمْ كَادِحُ إِلَى رَبِّكُمْ كَمَدَحًا فَمُلْقِيْهُ أَكْرَمُ خَدَّا عَالِيٍّ كَيْ رَاهَ مِنْ اِنْهَايَيْ كُوشش نَهَكَرُو گے اور مجاهدہ کے حقوق ادا نہ کرو گے اور اپنی طاقت کا آخری حصہ تک اس کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاؤ گے۔ اگر تم اپنے سارے اموال قربان کر کے، اگر تم اپنی ساری لذات قربان کر کے، اگر تم دنیا کی تمام خواہشات قربان کر کے، اگر تم اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو اور ان کی محبوتوں کو قربان کر کے اس کی طرف آنے کی کوشش نہیں کرو گے تو وہ تمہیں نہیں ملے گا۔ وہ تمہیں صرف اس وقت مل سکتا ہے جبکہ تم جتنی کوشش اور جتنی قربانی دنیا کے حصول اور دنیا کی ترقیات اور دنیا کے رازوں کو معلوم کرنے کے لئے دے رہے ہو اس سے زیادہ قربانیاں اپنے خدا کی تلاش میں اس کے حضور پیش کرو۔ ہاں! پھر وہ تمہیں مل جائے گا۔

اگر ہم سوچیں تو یہ ”جماعتہ الوداع“ (اگر اس پر صحیح نقطہ نگاہ سے نگاہ ڈالیں) اور یہ ”لیلۃ القدر“ ہمارے لئے بطور ایک سبق کے ہے بات یہ ہے کہ وہ انسان جو بہانہ تلاش کرتا ہے اور بغیر قربانی کے اپنے رب کو پالینے کی امید رکھتا ہے وہ تو ایک رات اور ایک دن کی تلاش میں ہے۔ اور اگر ہم سوچیں تو وہ دن کا گناہ بھی کر رہا ہے اور رات کا گناہ بھی کر رہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ سارے سال میں ایک دن (جماعتہ الوداع) کی عبادت میرے لئے کافی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ سارے سال کی راتوں میں سے ایک رات (لیلۃ القدر) کا قیام میرے لئے کافی ہے حالانکہ اگر صحیح نقطہ نگاہ سے ہم اس دن اور اس رات کو دیکھیں تو

ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر وہ دن جو خدا کی یاد میں خرچ ہو وہ تجمعۃ اللوادع کا ہی رنگ رکھتا ہے جس میں انسان سارے دنیوی علاائق کو چھوڑ کر اور دنیا کے کاموں کو چھوڑ کر اور پوری تیاری کرنے کے بعد اور کثرت کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کرنے کے بعد (اور پھر جمعہ کے بعد بھی تلاوت قرآن کر کے) اور تمام آداب جمعہ کو بجا لے کر خدا کی رضا کو تلاش کرتا ہے تو ہمیں یہ بتایا کہ تمہارا وہ دن جو خدا کو پیارا ہو سکتا ہے اور جس کے نتیجہ میں خدا کا قرب تم حاصل کر سکتے ہو۔ اور جس کی وجہ سے خدا کا دیدار تمہیں نصیب ہو سکتا ہے۔ وہ تو وہ دن ہے جو جمعۃ اللوادع کی طرح دنیا اور اس کی لذتوں سے بیزار اور کلکیہ اپنے رب کے حضور جھکا ہوا ہو۔ پس سال کے ہر دن کو اس معنی میں جمعۃ اللوادع بناؤ۔ اگر تم خدا کو پانا چاہتے ہو۔

”لیلۃ القدر“، ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا کی تقدیریں تمہارے حق میں اور تمہارے فائدہ کے لئے اس وقت حرکت میں آئیں گی جب تم راتوں کو اپنے رب کے لئے زندہ کرو گے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہر روز تمہارا خدا تمہارے لئے اپنی تقدیری کی تاریخ ہلائے تو تمہیں ہر رات کو لیلۃ القدر بنا ناپڑے گا۔ اگر تم اپنی ہر رات کو لیلۃ القدر نہیں بناتے۔ بلکہ غفلت میں اور سوتے ہوئے سارے سال کی راتوں کو گزار دیتے ہو تو ایک لیلۃ القدر سے تمہیں کیا فائدہ؟ پس اگر میرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر روحانی ترقیات چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تمہاری ہر رات لیلۃ القدر کی کیفیت رکھتی ہو۔ اور تمہارا ہر دن جمعۃ اللوادع کی کیفیت رکھتا ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ کی رضا کو نہیں پاسکو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ را ہیں دکھائے جن پر چل کر ہم اس کے قرب اور اس کی رضا اور اس کے دیدار کو حاصل کر سکیں۔ آمین۔

(مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۶۷ء صفحہ ۳۶۲)



احباب رب وہ محبت اور خلوص کے ساتھ مہمانوں کی ہر ممکن خدمت کرنے کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ جنوری ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ رب وہ)



- ☆ جلسہ سالانہ میں اپنا حرج کر کے بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہوں۔
- ☆ ان فیوض اور برکات کے وارث بنیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا۔
- ☆ جلسہ سالانہ کے ایام میں ہمارے ماحول کی پاکیزگی کے نظارے غیروں کو بھی نظر آنے چاہئیں۔
- ☆ جلسہ سالانہ کے ایام میں کھانے کے لقمه لقمه اور ذرہ ذرہ کی حفاظت کریں اور ہر قسم کے ضیاع سے بچیں۔
- ☆ رضا کار محبت، اخلاص، فدائیت، قربانی اور تکلیفیں اٹھا کر خدا کے پاک مسیح کے مہمانوں کی خدمت کریں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج میں دوستوں سے جلسہ سالانہ کے متعلق بعض باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ باہر کی جماعتوں سے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں ان وعدوں کو یاد رکھتے ہوئے اور ان دعاوں کو ذہن میں حاضر رکھتے ہوئے کہ جو وعدے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس با برکت جلسہ کے متعلق کئے اور جو دعا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسہ کو با برکت بنانے کے لئے اپنے رب کے حضور کیں۔ زیادہ سے زیادہ اس با برکت جلسہ میں انہیں شمولیت اختیار کرنی چاہئے ان کو بھی جو عادۃ جلسہ میں شامل ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا ایک ضروری جز جلسہ کی شمولیت بھی بنی ہوئی ہے اور سوائے اشد مجبوری کے وہ جلسہ سے غیر حاضر ہنا کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور ان لوگوں کو بھی اس جلسہ میں شامل ہونے کے لئے یہاں تشریف لانا چاہئے۔ جو اس وقت تک اس معاملہ میں مستقیم دکھاتے آ رہے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی دیہاتی جماعتیں ہیں۔ جہاں سے کم دوست جلسہ میں شامل ہونے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ اگرچہ بہت سی ایسی دیہاتی جماعتیں بھی ہیں کہ جہاں سے بڑی کثرت سے دوست آتے ہیں اور جلسہ میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت میں ان دیہاتی جماعتوں کو مخاطب کر رہا ہوں جہاں سے بہت کم احمدی جلسہ میں شامل ہوتے ہیں اور میں ان کی توجہ ان کے ضلع کے امیر اور ان کے ضلع کے مرتبی کی وساطت سے اس طرف پھیرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس غفلت اور سستی کو ترک کر دیں اور جو جلسہ اب آ رہا ہے۔ اس میں شامل ہونے کی نیت بھی کریں اور تیاری بھی کریں کہیں کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا کرے کہ وہ اس جلسہ میں شامل ہوں اور ان فیوض اور برکات سے حصہ لیں جن فیوض اور برکات کی دعا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیں۔ جن فیوض و برکات کے وعدے

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیئے۔

اس کے بعد میں ربوبہ کے دوستوں سے بھی کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ باہر سے آنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہونے کی وجہ سے ہمارے بڑے ہی باعزت اور قابل صد احترام مہمان ہیں۔ ان کی عزت کا ان کے احترام کا خیال رکھنا اور ان کے آرام کا خیال رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ایک طرف اس کی ذمہ داری جلسہ سالانہ کے انتظام پر ہے کہ وہ جس حد تک ممکن ہو سکے اچھا اور سترھرا کھانا تیار کریں۔ جس حد تک ممکن ہو سکے نہایت عزت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کاپا ہوا کھانا پیش کریں اور کھلائیں اور جس حد تک ممکن ہو ان کی تکالیف کا خیال رکھیں۔ کسی قسم کی کوئی تکلیف جسمانی یا ذہنی انہیں پہنچنے نہ دیں۔

دوسری طرف تمام اہل ربوبہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان دونوں میں خاص طور پر اس بات کا خیال رکھیں کہ ربوبہ کا ماحول ظاہری طور پر بھی اور باطنی لحاظ سے بھی ہر طرح پاک صاف اور سترھرا رہے۔ گھروں میں گندنہ ہو، گھروں سے باہر گندنہ پھینکا جائے، سڑکوں اور گلیوں کو صاف رکھا جائے، باطنی طہارت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیں کہ وہ اہل ربوبہ کو اس بلند اور ارفع مقام پر قائم رکھے۔ جس بلند اور ارفع مقام پر باہر سے آنے والے دوست انہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔

پھر دو کانداروں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اچھی اور سترھری چیز رکھیں اور مناسب نرخوں پر انہیں فروخت کریں اور بیچ و شراء میں کسی قسم کا جھگڑا نہ ہونے دیں۔ قول سدید سے کام لیں کوئی بیچ بیچ میں نہ ہو، جو بعد میں کسی قسم کی بد مرگی یا بد ظنی کا باعث بنے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اشیاء دونقطہ ہائے نگاہ سے سترھری اور عمدہ کہلاتی ہیں، ایک وہ جو ظاہر میں سترھری ہوں اور ایک وہ جو اپنے اثر کے لحاظ سے صحیت مند ہوں۔ ایسی غذا میں (کھانے پینے کی چیزیں) جن کا صحت پر اچھا اثر نہیں پڑتا، ربوبہ کے دو کانداروں کو نہیں لانی چاہئیں نہیں پہنچنی چاہئیں۔ پس صحت مندا غذیہ ہماری دو کانوں پر بکنی چاہئیں۔

اہل ربوبہ اور کارکنان جلسہ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان دونوں میں خاص طور پر یہ دعا کیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور جیسا کہ محس اپنے فضل سے وہ پہنچتا آیا ہے کہ با وجود اس قدر عظیم اجتماع کو اور باوجود اس کے کہ صحت جسمانی کا عام معیار اتنا بھی نہیں ہوتا جتنا بعض دوسرے میلیوں پر ہوتا ہے۔ باوجود ان ساری چیزوں کے اللہ تعالیٰ نے اس اجتماع کو ہر قسم کی بیماری اور

وباء سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ پس دعا کرنی چاہئے کہ جیسا وہ پہلے محفوظ رکھتا چلا آیا ہے اس جلسے پر بھی اور آئندہ جلسوں پر بھی وہ احباب جماعت کو خواہ باہر سے آنے والے مہمان ہوں یا ربوہ میں بننے والے ہوں۔ ہر قسم کی وباء اور بیماری سے محفوظ رکھے اور اس طرح اپنے فضل اور رحمت کو ہم پر نازل کرے کہ دیکھنے والی نگاہ میں یہ بھی ایک مجذہ سے کم نہ ہو جیسا کہ حقیقتاً یہ ایک مجذہ ہے۔

ایسے بڑے اجتماعات پر جہاں مرد بھی کثرت سے شامل ہوں اور مستورات بھی کثرت سے شامل ہوں اس بات کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو احکام اسلام نے غض بصر وغیرہ کے متعلق دیئے ہیں۔ ان کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ہمارے اس جلسے میں باہر سے بڑی کثرت سے مستورات بھی (احمری بھینیں بھی) آتی ہیں اور مرد بھی آتے ہیں (شہری بھی اور دیہاتی بھی پڑھے ہوئے بھی) اور ان پڑھ بھی مختلف عادتوں والے جو مختلف روایات میں سے گزر کر جوان ہونے والے) ہمارے ماحول کی پاکیزگی کے نظارے جب غیر دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ عورتیں ایک طرف چل رہی ہیں اور مرد ایک طرف چل رہے ہیں۔ ہر ایک کامنہ اپنے سامنے ہے۔ اور ہر ایک عورت کو بھی شیطان سے امن حاصل ہے اور ہر ایک مرد کو بھی شیطان سے امن حاصل ہے بڑی پاکیزہ فضائے ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ لڑائی اور جنگ اہر وقت اور ہر مقام پر برآ ہے لیکن جہاں اس قسم کے مقدس دینی اجتماعات ہوں وہاں جنگ لے اور فساد سے بہر حال بچنا چاہئے اور اس طرف عام حالات کی نسبت بھی زیادہ توجہ دینی چاہئے۔

اس قسم کے عظیم اجتماعات میں جہاں ۸۰۔ ۹۰ ہزار مرد وزن دین اسلام کی باتیں سننے کے لئے جمع ہوں یہ خطرہ بھی ہوتا ہے کہ وہاں شیطان اپنے بعض چیلے بھی بھیجتا ہے۔ جو بے دینی اور نافرمانی کی باتیں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جہاں اس قسم کے دینی اجتماع ہوں۔ وہاں خاص طور پر ہر قسم کی نافرمانی اور فتن و فجور سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر کوئی ایسا شخص نظر آئے جو اس نیت سے اس اجتماع میں شامل ہوا ہے کہ وہ فتن اور اباء کی باتیں پھیلائے۔ تو فوراً نظام کو مطلع کیا جانا چاہئے تاکہ ایسے لوگوں کے فتنے کو شروع سے ہی دبا دیا جائے اور کوئی بد مرگی پیدا نہ ہو۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت تقویٰ کے ایک بلند معیار پر قائم ہے۔ محض اس کے فضل سے اور

نبی اکرم ﷺ کی وقت قدسیہ اور اس وقت قدسیہ کو حاصل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے جو فیضان جاری ہوا اس کے نتیجے میں۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور پھر ان دو پاک وجودوں کی سب تعریف ہے کہ جو ایک استاد کی حیثیت سے دنیا میں نازل ہوا اور مبعوث کیا گیا صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک وہ جو بہترین شاگرد کی حیثیت سے دنیا میں پیدا ہوا اور اس مقدس استاد سے شاگرد نے ہر فیض پایا اور ہر فیض پھر آگے جاری کیا۔

پس جماعت بحیثیت جماعت ایک بلند معیار پر قائم ہے۔ فتن و فجور کی ایسی باتوں سے ہمیں یہ خطرہ یا اندر یشہ نہیں ہوتا کہ کسی شخص کو وہ گمراہ کر دیں گی یا ان کی ٹھوکر کا باعث بنیں گی۔ ہمارے دل میں جو خطرہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ (خدا خواستہ) بعض جو شیلے آدمی شاکندا پہنچ جو شکنیں اور لڑائی جھگڑے کی کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جو اس قسم کے مقدس اجتماع میں ہم نہیں پسند کرتے۔

پس اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت بڑے بلند معیار پر قائم ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ایسے مقدس اجتماع میں کسی خناس کی شرارت کے نتیجے میں کسی ایک آدمی کی بھی دلآلی زاری ہو اور اس کی توجہ دعاوں سے اور عاجزانہ خشونع و خضوغ سے بٹ کے ایسی ناوجہ باتوں میں اُلْجَہ جائے۔

پس اگر باہر سے کوئی ایسے لوگ آ جائیں جو یہ سمجھتے ہوں کہ اس اجتماع میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے جاری کیا ہے اور جو بڑی برکات اور فیوض کا حامل ہے اس میں وہ فاسقانہ اور شر انگیز باتوں کو پھیلا سکتے ہیں اور اسی نیت سے وہ یہاں آئے ہوں، تو آپ کا فرض ہے کہ آرام کے ساتھ، بغیر کسی قسم کی بد مرگی پیدا کئے ایسے لوگوں کو نظام کے سپرد کر دیں۔ نظام ان کو تمہارا بھاکے ایسا انتظام کر دے گا کہ دلآلی زاری کا باعث نہ بنیں۔

یہاں چونکہ اب ماحولِ ربوبہ سے بھی بہت سے لوگ آنے لگے ہیں۔ عام حالات میں بھی آتے ہیں مگر اجتماعات میں تو بڑی کثرت سے آتے ہیں اور اس دفعہ تو چونکہ آٹے وغیرہ کی بہت قلت ہے اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگ جلسہ پر باہر سے صرف کھانا کھانے کے لئے آ جائیں۔ اگر ہمارے پاس توفیق ہوتی تو ہم خود بلا کران کو کھانا کھلادیتے۔ لیکن جماعت غریب ہے اور اس پر جو ذمہ دار یاں عائد کی گئی ہیں وہ بڑی اہم ہیں اس لئے اس قسم کے لوگوں کو کھانا کھلانے سے ہم معذور ہیں۔ ہمیں اصولی حکم یہ ملا ہے کہ

تمہیں خدا دیتا تو بہت ہے اشاعت اسلام کے لئے اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے لیکن ہمیشہ یہ یاد رکھنا کہ تمہارا ایک دھیلا بھی ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ ہم دھیلے دھیلے کی حفاظت کر کے ان برکتوں کو جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں سمیٹے ہوتے ہیں اور دھیلے دھیلے کی ہمیں حفاظت کرتے رہنا چاہئے۔ میں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی تھی کھانا یا کوئی اور چیز کسی صورت میں بھی ضائع نہیں ہونی چاہئے۔ ایک ایک روٹی ایک ایک لقمہ کا بھی صحیح استعمال ہونا چاہئے ورنہ وہ برکت جاتی رہے گی جو ہماری روٹی میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور میں یہاں کے رہنے والوں کو تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے اس طرف توجہ نہ دی۔ اگر آپ نے اس بات کا خیال نہ رکھا اور غفلت مجرمانہ کے نتیجہ میں یا جان بوجھ کر آپ نے ہماری کوئی روٹی یا سالم کی کوئی بوٹی ضائع کر دی تو آئندہ سارا سال آپ کو فدائی قلت اور تکلیف میں گزارنا پڑے گا۔

پس خدائی رحمتوں سے اپنے کو اور اپنے خاندانوں کو محروم نہ کریں بلکہ پوری کوشش کریں کہ جماعتی روٹی جو آسمان سے فرشتے لے کر آئے وہ ضائع نہ ہو۔ بلکہ اس کے لقمہ لقمہ ذرہ ذرہ کی حفاظت کی جائے اور اس کا صحیح استعمال کیا جائے۔ کیونکہ اس روٹی کے ہر ذرہ میں آسمان کی ایک برکت ہے اور کون بے وقوف ہے جو آسمانی برکتوں کو ضائع کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ پس اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں یہ قلت اور مہنگائی کا زمانہ ہے اس زمانہ میں ہم پر بڑا ہی اہم فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ ہر قسم کے ضیاع سے بچیں اور جماعتی پیسہ کو بچائیں اور ذرہ ذرہ کی حفاظت کریں اس سلسلہ میں میں اس طرف بھی احباب ربوہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہاں چونکہ امن کا ماحول ہے ہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور شفقت سے اور بڑی کثرت سے ملتے ہیں۔ کثرت کے ساتھ ایک ایک دوسرے کے گھروں میں جاتے ہیں گویا ایک ہی برادری ہے جو یہاں بس رہی ہے۔ اس فضائے غلط فائدہ اٹھا کر بعض چور قسم کی عورتیں اور مردابہر کے دیہات سے یہاں آ جاتے ہیں اور آرام سے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور چوری کر کے چلے جاتے ہیں یاد رکھیں مومن حسن ظن تو رکھتا ہے لیکن وہ یہ یقوف نہیں ہوتا اور کسی بھی شر سے مغلوب نہیں ہوتا۔ اگر شر ہم پر غالب آ جائے تو ہم پر الرا م آئے گا کہ خدا نے تمہیں ایمان دیا، تقویٰ دیا، اپنے قرب کی باریک را ہیں تم پر کھولیں، فراست دی، ذہانت اور عقل دی پھر بھی ایک چور جانگلن تمہارے گھر میں آ کر چوری کر کے لے جاتی ہے اور تمہیں خبر تک نہیں ہوتی۔

اس گندے ماحول میں ہمارے بعض بچوں کو بھی اپنی ناگنجی کی وجہ سے یہ عادت پڑ گئی ہے کہ مسجد

میں سے جو تی وغیرہ اٹھا کر لے گئے۔ (مردوں والے حصہ میں سے یا عورتوں والے حصہ میں سے) اگرچہ چودہ پندرہ ہزار کی آبادی میں دو یا چار ایسے کا ہونا جماعت پر کوئی الزام ثابت نہیں کرتا لیکن ہمیں اس قسم کا ایک آدمی بھی برداشت نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ تدایر اور دعا سے کامیاب اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔

چند ہفتوں کی بات ہے اس سلسلہ میں مجھے بعض مردوں کی طرف سے بھی اور بحمدہ امام اللہ کی طرف سے بھی یہ تحریک کی گئی کہ سختی کے ساتھ اس چیز کو دبانا چاہئے اور کوئی بڑا ہی سخت اقدام کرنا چاہئے ایسے خاندانوں کے خلاف جنہوں نے اپنے بچوں کی صحیح تربیت نہیں کی اور انہیں سننجالا نہیں۔ اس وقت میرے دل نے یہ فیصلہ کیا مجھے دعا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اپنے رب سے ہدایت لینی چاہئے کہ وہ کیا چاہتا ہے کہ میں اس معاملے میں کیا کروں؟ تب ایک خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اس جماعت کے بچے بھی اور بڑے بھی مرد بھی اور عورتیں بھی اطاعت کے ایسے مقام پر قائم ہیں کہ ان پر کسی قسم کی سختی کرنے کی ضرورت نہیں پیار سے ان کو سمجھاؤ یہ سمجھ جائیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کی روشنی میں بڑے درد کے ساتھ اور انتہائی پیار کے ساتھ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ اگر بودہ میں ایک بچہ بھی ایسا ہے جو اس گند میں ملوث ہے۔ اگر بودہ میں ہماری ایک بچی بھی ایسی ہے جو ایسی گندی عادت میں مبتلا ہے تو خدا کے لئے آپ اس کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں اور اس کو بھی دیانت کے اس بلند مقام پر کھڑا کریں دیانت کے جس بلند مقام پر اللہ تعالیٰ جماعت احمد یہ کو کھڑا کرنا چاہتا ہے۔

پھر ان ایام میں اس قسم کے سہو بڑی کثرت سے ہوتے ہیں کسی کا ہٹا کہیں رہ گیا، وضو کرنے لگے گھٹری اُتاری، نہیں یاد رہا، کوئی دوست آگیا با تین شروع ہو گئیں چلے گئے بعض دفعہ بسترے گاڑی میں رہ جاتے ہیں اور بعض دفعہ جلسہ پر آنے والا ہمارا احمدی بھائی گاڑی میں بستر اکھد دیتا ہے خود سوار نہیں ہو سکتا۔ بعض دفعہ خود سوار ہو جاتا ہے اور سامان پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ عام طور پر ۹۹۹/۱۰۰۰ یہی ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کا سامان یا اشیاء ہٹا یا روپیہ جو اس کی جیب سے گرد جاتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ مل جاتا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے، اس فضل کو اپنی جماعت میں قائم رکھئے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ دعاوں کے ساتھ بھی اور تدبیر کے ساتھ بھی۔ ویسے تو ہر وقت ہی مومن کا یہ فرض ہے کہ اس ماحول کو پیدا

کرے۔ لیکن اس بابرکت اجتماع کے موقع پر خاص توجہ ہمیں اس طرف دینی چاہئے کہ اگر کسی کی جیب سے ایک لاکھ، دس لاکھ کروڑ روپیہ بھی گر جاتا ہے۔ تو ایک ایک پائی اور ایک ایک پیسے اسے واپس مل جائے اور کسی شخص کے دل میں شیطان یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ ”شیطان تیر ارزاق ہے خدا تیر ارزاق نہیں“ موقع ہے شیطان کی بات مان اور اس مال پر قبضہ کر لے۔ بلکہ ہر احمدی اس مقام پر کھڑا ہو کہ رزق دینا خدا کا کام ہے اور اگر ہم ناجائز ذرائع سے رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تب بھی اس خدا میں طاقت ہے کہ اس رزق کو بھی ہم سے چھین لے اور اس کے علاوہ وہ جو جائز طور پر ہم نے کمایا ہوا ہے اس کو بھی بطور سزا کے ہم سے واپس لے لے۔

پس ہم تو خدا نے رزاق کو مانے والے ہیں ہم اس گلی کی پرستش نہیں کرتے جس گلی میں ہمارا کوئی مہمان غلطی سے اپنا بٹو اپھینک جاتا ہے اور اس میں دس یا بیس ہزار روپیہ ہوتا ہے۔ ہم اس دیوار کے پرستار نہیں ہیں جس پر ہمارا ایک بھائی وضو کرتے وقت اپنی گھٹری یا کوئی اور چیز رکھ دیتا ہے۔ ہم ان مقامات کی پرستش نہیں کرتے جہاں نماز کے وقت جوتیاں اُتار کر رکھی جاتی ہیں۔ ہم تو اپنے خدا کی پرستش کرنے والے ہیں جو جب چاہتا ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جتنا چاہتا ہے دیتا ہے اور اس کے بہت سے ایسے بندے ہیں جنہیں وہ اس دنیا میں بھی بغیر حساب کے دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ دیتا ہے تو بندہ آرام پاتا ہے اور سرور بھی حاصل کرتا ہے اور لذت بھی حاصل کر رہا ہوتا ہے وہ خدا کی شان کو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں کس طرح یہ دنیوی سامان ہیں اور کس طرح وہ ان کو تقسیم کرتا ہے اور کس طرح جب وہ رحم کرنے پر آتا ہے تو اتنا رحم کرتا ہے اتنا رحم کرتا ہے کہ اس کا بندہ شکر کے جذبات تلتے دب جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں تھا دیکھو میرا خدا اکتا رحم کرنے والا، کتنا رزق دینے والا، کتنا خیال رکھنے والا اور دنیا کے اموال میں بھی روحانی سرور اور روحانی لذت پیدا کرنے والا ہے۔

تو اس اجتماع کے موقع پر خاص طور پر اس بات کا خیال رکھیں کہ ہمارے کسی بھائی کی خواہ وہ باہر سے آیا ہو یا یہاں کا رہنے والا ہو کوئی چیز ضائع نہ ہو اس کا کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے جماعت ایک بلند معیار پر قائم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جلسہ کے دونوں میں گمشدہ چیزوں سے جس دفتر کا تعلق ہوتا ہے وہ چوبیں گھنٹے مصروف رہتا ہے اسی لئے کہ جہاں بھی گری پڑی کوئی چیز مل گئی وہ وہاں

پہنچا دی گئی۔ پھر ان کو مالک کی تلاش ہوتی ہے دوسرے اجتماعات میں تو مالک کو چور کی تلاش ہوتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے اس اجتماع میں ہمارے اس دفتر کو مالک کی تلاش ہوتی ہے۔ چیز اس کے پاس آ جاتی ہے پتہ نہیں چلتا کون مالک ہے ایک آدمی کی جیب سے مثلاً بٹاؤ اگر گیا اس کو ضرورت نہیں پیش آئی وہ جلسہ پر جا رہا تھا جلسہ سنتا رہا شام کو چار بجے فارغ ہوا پانچ بجے آیا کسی چائے کی دکان پر گیا چائے پی، جیب میں ہاتھ ڈالا، بٹاؤ غائب! مگر صبح دس بجے سے دفتر والے اس آدمی کی تلاش میں ہیں جس کا بٹاؤ اگر گیا تھا۔ ان کو پانچ بجے تک انتظار کرنا پڑا تو یہ صحیح ہے کہ بڑا خوشکن ناظراہ ہم جلسہ کے مقدس ماحول میں دیکھتے ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو اپنے اندر قائم رکھنے کی ہر وقت کوشش کرتے رہیں تاکہ میں ایسا نہ ہو کہ ہماری غلطتوں اور کوتا ہیوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنی یہ برکتیں ہم سے واپس لے لے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ باہر سے جو مہمان آتے ہیں ان کے لئے میزبان چاہئیں سارا ربہ ہی میزبان ہے اور ربہ کے مکینوں پر پہلا فرض ہے کہ رضا کارانہ طور پر ان احباب کی خدمت کریں جلسہ کے انتظام کے ماتحت!!! اور پھر اگر بعض کو سہولت کے ساتھ فارغ کیا جا سکتا ہو تو صرف اس صورت میں یہ بھی ان کو حق دیا جاتا ہے کہ اپنے ایک بچہ کو یا بعض رشتہ داروں کو اپنے گھر کے کام کے لئے یا اپنی دکان پر کام کرنے کے لئے فارغ کروالیں۔ مگر بغیر اجازت کے کسی شخص کو ذاتی کام نہیں کرنا چاہئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے رضا کار بہت کثرت سے مل جاتے ہیں تو جو جائز ضرورت ہے وہ افسر صاحب جلسہ سالانہ پوری کر دیں گے۔ مثلاً اگر کسی کے چار بچے ہیں اگر وہ کہے کہ یہ تین بچے آپ خدمت مہماناں پر لگائیں اور اگر آپ فارغ کر سکتے ہوں تو ایک بچے کو فارغ کر دیں تاکہ یہ میرے ذاتی کاموں میں میرا ہاتھ بٹا سکے یا جو میرے گھر میں مہمان ٹھہرے ہیں ان کی خدمت کر سکے۔

در اصل تو یہاں مہمان کوں اور میزبان کوں۔ آنے والے بھی مہمان اور ہم بھی مہمان میزبان تو ہمارا رب یا اس کے مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور ایک لحاظ سے ہم سارے ہی میزبان ہیں۔ بطور خادم کے جو لوگ اپنے آپ کو مسیح موعود علیہ السلام کے خادم سمجھتے ہیں وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مہمان ہوا اور وہ میزبان نہ ہوا اور خادم نہ ہو تو ہم ایک دوسرے کے میزبان اور خادم بھی ہیں اور ایک دوسرے کے مہمان بھی ہیں۔

پس جس قدر رضا کار چاہئیں اتنے رضا کار نظام کو ملنے چاہئیں اور میں رضا کاروں کو کہوں گا کہ جس محبت اور اخلاص کے ساتھ اور فدائیت کے ساتھ قربانی کے ساتھ اور تکلیفیں اٹھا کر خدا کے مسح کے ایک خادم کو خدا کے مسح کے ایک مہمان کی خدمت کرنی چاہئے۔ اس طرح آپ خدمت کریں تا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض کی ادائیگی کی توفیق عطا کرتا رہے۔

آمین۔

(الفضل ۲۲ ربیع الاول ۱۹۶۷ء صفحہ ۳۴)



تمہارا بچاؤ اس چیز میں ہے کہ خدا تعالیٰ کی عطا کو اس کی رضا کے حصول کیلئے خرچ کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ جنوری ۱۹۶۷ء، مقام مسجد مبارک - ربوہ)

(غیر مطبوعہ)



- ☆ جب خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے میدانِ حرث میں جلوہ فگن ہو رہے ہیں
ہونگے انسان تو انسان فرشتے بھی لرز رہے ہوں گے۔
- ☆ ہماری نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ ہمیں بے حساب بخش دے۔
- ☆ اے خدا! تو ہمیں توفیق دے کہ ہم خلوص نیت کے ساتھ محض تیری خاطر
تیرے احکامات بجالانے والے ہوں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے جو طاقتیں، وسائل اور سامان تمہیں دیئے ہیں ان کو
ہماری رضا کی خاطرا پنے بھائیوں پر خرچ کرو۔
- ☆ تمہارا بچاؤ اسی میں ہے کہ قرآن کریم کی شریعت قائم کرو۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

قُلْ لِعَبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقْيِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَ عَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمَ لَآيَعُّ فِيهِ وَلَا خَلْلٌ۔ (ابراهیم: ۳۲)

اس کے بعد فرمایا:-

یہ آیت قرآنیہ جو میں نے اس وقت پڑھی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جب تمہارے تکبر، تمہارے فخر، تمہاری مباهات، تمہاری ریا، تمہارے نفاق، تمہاری منافقانہ اور فتنہ انداز باتیں، نمازوں میں تمہاری سستیاں، دیگر اعمال بجا لانے میں تمہاری غفتیں غرضیکہ تمام کوتاہیاں اور خطائیں تمہارے بُرے اعمال کے بدنتائج تمہارے سامنے نہایت ہولناک شکل میں کھڑے ہوں گے اور تم میں سے ہر ایک یہ چاہے گا (جب وہ اپنے اعمال کے بدنتائج کو اپنے سامنے دیکھے گا) کہ کاش اگر زمین بھر سونا بھی میرے پاس ہوتا، تو آج میں اپنے رب سے یہ سودا کرتا کہ اے میرے رب! مجھ سے یہ سونا لے اور مجھے ان اعمال بد کے برے نتائج سے بچا لے۔ تم میں سے بہت سے اپنے اعمال کے برے نتائج دیکھ کر سوچ رہے ہوں گے کہ اگر تمام دنیا اور اس کی تمام چیزیں میرے پاس ہوتیں تو آج میں اپنے رب سے یہ سودا کرتا کہ ساری دنیا اور اس دنیا کی تمام چیزیں تو مجھ سے لے لے اور مجھے اس سزا سے بچا لے جو مجھے اس وقت نظر آ رہی ہے کہ میرے گناہوں اور بدیوں اور برائیوں اور خطاؤں کے نتیجہ میں مجھے ملنے والی ہے۔ تم میں سے بعض اس سوچ میں ہوں گے کہ اگر دنیا و ما فیہا ہی نہیں بلکہ اتنی ہی اور چیزیں بھی ہمارے پاس ہوتیں تو ہم اپنے رب کے حضور اس سودا کی پیشکش کرتے کہاے خدا یہ ساری دنیا اور اس کی ساری چیزیں اور اتنی ہی اور ہم سے لے لے لیکن ہمیں اپنے اس تہکی نگاہ سے بچا لے۔ جو نیری آنکھوں میں ہمیں چھلتا نظر آ رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن کسی

نقع کی اجازت نہیں دی جائے گی اگر تمہارے پاس یہ سب کچھ ہوتا بھی تب بھی تم خدا کے قہر سے اس دن بچ نہیں سکتے۔

وَلَاَخِلْلُ وہ دن ایسا بھی ہے کہ اس دن میں غلط راہ پر چلانے والے دوست اپنی دوستیاں چھوڑ جائیں گے شیطان جس کا کام ہی خدا کے بندوں کو مگراہ کرنا ہے وہ ایک کونہ میں دبکا بیٹھا ہو گا اس کو اپنی فکر پڑی ہوئی ہوگی۔ اس وقت وہ اپنے چیلوں (اوْلِياء الشَّيْطَان) کی طرف توجہ نہیں دے سکتے گا اور وہ غلط قسم کے مذہبی راہ نما جو بعض دفعہ اس دن میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہارے جنت میں جانے کی ذمہ داری لیتے ہیں تم یہ کام کر دوان کے سر بھکے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنے منہ سے شفاعت کا ایک لفظ بھی نکالنے کی جرات نہیں کر رہے ہوں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا ایک دن تم نے دیکھنا ہے لَأَبْيَعُ فِيهِ وَلَاَخِلْلُ اس دن نہ تو کوئی سودا ہو سکے گا اور نہ کسی کی دوستی کام آ سکے گی وہ دن تو ایسا ہے جب خدا تعالیٰ جو مالک حقیقی ہے جب خدا تعالیٰ جو قادر حقیقی ہے جب خدا تعالیٰ جو رفتقوں اور عظمتوں کا مالک ہے اور جبروت حقیقی طور پر اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اس کی صفات کے جلوے اس میدان حشر میں اس طرح جلوہ فَلَنْ ہو رہے ہوں گے کہ انسان تو انسان فرشتے بھی لرز رہے ہوں گے۔ ہر ایک کو نظر آ رہا ہو گا کہ آج ہم اپنے مالک حقیقی رب کے سامنے پیش ہیں۔ ہماری نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ ہمیں بخش دے وہ ہمیں اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے وہ ہم سے محاسبہ نہ کرے۔ کیونکہ اگر اس نے ہم سے محاسبہ کیا تو ہم یقیناً ہلاک ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے محبوب رسول! تو ان لوگوں پر جو تجھ پر ایمان لائے ہیں یہ بات کھوں کر بیان کر دے کہ ایک دن ایسا بھی تھیں دیکھنا نصیب ہے تم اس کے لئے تیاری کرو اور چونکہ خدا تعالیٰ رحیم ہے۔ اس لئے ہم اس دن میں انہیں وہ راہ بتاتے ہیں کہ جس راہ پر چل کر (اگر وہ خلوص نیت سے چلیں) وہ حشر کے دن اس قسم کے عذاب سے بچ سکتے ہیں اور وہ راہ اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ اے میرے رسول تو میرے ان بندوں پر جو تجھ پر ایمان لا کر میرے حقیقی بندے بننے کی خواہش رکھتے ہیں یہ کھوں کر بیان کر دو کہ وہ "صلوٰۃ" کو اپنی پوری شرائط کے ساتھ قائم کریں۔

عربی زبان میں "صلوٰۃ" کے وہ معنی جو ہم سب سے پہلے اس قسم کی آیات میں کرتے ہیں۔ شریعت کے ہیں اس کے معنی اس نماز کے بھی ہیں کہ جو ہم ہر روز پانچ وقت ادا کرتے ہیں لیکن جہاں اس لفظ کے معنی ہوں۔ وہاں سیاق و سبق سے اس کا پتہ لگ جاتا ہے لیکن جہاں سیاق و سبق سے اس بات کا پتہ نہ

لگے کہ اس لفظ کے معنی اس نماز کے ہیں۔ جو ہم ہر روز پانچ وقت ادا کرتے ہیں وہاں اس کے پہلے معنی ”شریعت“ کے ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہ اس ”شریعت“ کے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کی شکل میں نازل ہوئی ہے تمام احکام کو پوری شرائط کے ساتھ قائم کریں اور پوری شرائط کے ساتھ انہیں ادا کریں۔

پھر ”صلوٰۃ“ کے ایک معنی (جبیسا کہ میں نے بتایا ہے) اس نماز کے بھی ہیں جو ہم پانچ وقت ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے **يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَهُنَّ مُنْذَهُونَ** اس نماز کو بھی اس کی پوری شرائط سے ادا کریں۔

پھر ”صلوٰۃ“ کے تیرے معنی دعا کے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ اگر تم شریعت کے قیام اور نماز کو اس کی پوری شرائط کے ساتھ ادا کرنے میں محض اپنی طاقت پر توکل رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ممکن نہیں اگر تم شریعت کا قیام چاہتے ہو، اگر تم نماز کو اس کی پوری شرائط کے ساتھ ادا کرنا چاہتے ہو، تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم دعاؤں کے ذریعہ میری مدد کو حاصل کرو۔ جب تک تمہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا نہ کرے تم اس وقت تک شریعت کو قائم نہیں کر سکتے تم اس وقت تک نماز کو اس کی پوری شرائط کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے تم اپنے خدا سے اس کی توفیق چاہئے کہ ہم اس سے مدد اور نصرت مانگو۔

”صلوٰۃ“ کے چوتھے معنی مغفرت چاہئے کے ہیں۔ ان معنوں کے رو سے اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے تم مجھ سے دعا کرو کہ اے ہمارے رب! ہم اپنی بساط کے مطابق تیرے احکام کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے لیکن تو نے شیطان کو کھلا چھوڑ رکھا ہے وہ بعض دفعہ ہمارے دلوں میں وسو سے ڈالتا ہے اور بعض دفعہ وہ ہمارے اعمال میں رخنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اور ہمارے اعمال میں رخنے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم اپنے زور سے تو اس سے نجی نہیں سکتے اس لئے تو ہماری مدد فرما اور ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم خلوص نیت کے ساتھ محض تیری خاطر تیرے احکام کو بجالانے والے ہوں اور اس بجا آوری میں ہمیں دنیا، دنیا کی عزت یاد دنیا کی کوئی وجہت مطلوب نہ ہو پھر اے ہمارے خدا اگر ہم تیری توفیق پا کر اعمال صالحہ بجالائیں گے تو بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اندر کوئی رخنہ رہ جائے اور ایسا رخنہ رہ جائے۔ جس کا ہمیں بھی علم نہ ہو۔ اس لئے ہماری تجھ سے آخری استدعا یہ ہے کہ تو ہمیں اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے تو ہماری

کمزوری کو نیگاہ کر تو ہمارے نگ کو ظاہرنہ کر۔ غرض اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ اے میرے رسول! تو ان لوگوں پر جو میری آواز پر بلیک کہتے ہوئے اور تیرے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور شریعت قرآنیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ کھول کر بیان کردے کہ وہ ”صلوٰۃ“ کو قائم کریں اور ”صلوٰۃ“ کے جو معنی ہیں وہ میں نے اس وقت آپ کے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيُنِفِّقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ لِيَنِي وَهُوَ عَطَاءُ إِلَهٍ كُو رضاۓ الٰہی کی راہ میں خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس کو اس طرح خرچ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا انہیں حاصل ہو۔ رَزَقْ کے معنی میں ایک تصور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو یعنے والا ہے اس کی ضرورت کو پورا کیا گیا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ جب ہم تمہیں دینے لگے تھے۔ تو ہم نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ تمہاری ضرورتیں (جو بھی ہیں) پوری کرتے چلے جائیں۔ ہماری عطا اس رنگ کو اختیار کرے ہماری عطا اس شکل میں ہو کہ تمہاری طاقت اور استعداد اور قوت کی وجہ سے تمہاری جو ضرورتیں بھی ہوں۔ (جن کے بغیر تم ترقی نہیں کر سکتے) ان کا خیال رکھا جائے اس لئے تم اب ان لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھو جنہیں اب تم دے رہے ہو۔

اس وقت مثلاً سب سے بڑی ضرورت ہمارے بھائیوں کی ”کھانا“ ہے کیونکہ ہمارے ملک میں غذا کی قلت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور رَزَقْ کے ان معنوں کے رو سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق دیا تھا تو اس نے ہماری ساری ضروریات کا خیال رکھا تھا جب ہم اپنے بھائی کی مدد کو آئیں گے تو ہم اس کی ساری ضرورتوں کا خیال رکھیں گے جس طرح ایک دینے والا کسی کو گرمیوں میں گرم کپڑے اور سردیوں میں ممل نہیں دیا کرتا کیونکہ گرم کپڑے کی ضرورت سردیوں میں ہوتی ہے اور ممل کی ضرورت گرمیوں میں ہوتی ہے اسی طرح جب ان دونوں میں کوئی اپنے بھائی کی مدد کو آئے گا تو وہ اسے کھانا مہیا کرے گا کیونکہ اس وقت اس چیز کی اسے ضرورت ہے۔ یہ ایک موٹی مثال ہے۔ جو میں نے اس وقت دی ہے اور ہر عقلمند انسان ایسی باتوں کا خیال رکھتا ہے لیکن بعض باتیں باریک ہوتی ہیں انسان کی توجہ ان کی طرف نہیں ہوتی اس لئے ان کی طرف خلیفہ وقت کو توجہ دلانی پڑتی ہے اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ اتفاق فی سبیل اللہ کی بہترین شکل یہ ہے کہ ان اخراجات کے بعد جو ہم اشاعت اسلام کے سلسلہ میں کرتے ہیں۔ ہم اپنے بھائیوں کی بھوک کو دور کریں۔ چونکہ روح کی حفاظت بہر حال جسمانی حفاظت سے پہلے ہے وہ جسمانی

حافظت سے ارفع اور اعلیٰ ہے اس لئے اس کی طرف سب سے پہلے توجہ دینا ضروری ہے۔ اشاعت اسلام اس معنی میں ضروری ہے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ بنی نوع انسان خدا تعالیٰ کے غصب کے مورد ہو کر اس کی بھڑکتی ہوئی جہنم کے اندر دھکیل دیئے جائیں۔ اس کے بعد جہاں تک اس دنیا کی ضرورتوں کا سوال ہے جہاں تک اپنے بھائیوں کی ضرورتوں کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضاۓ کے حصول کا سوال ہے بھوکوں کو کھانا کھلانا اس وقت سب سے اہم ہے۔ کیونکہ اغذیہ اس وقت بہت مہنگی ہو گئی ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ایک طرف میری شریعت کو پوری طرح قائم کرو اور دوسری طرف شریعت کے وہ احکام جو فرائض میں شامل نہیں بلکہ نوافل ہیں۔ ان کی اطاعت کرو تم ایسا انتظام کرو کہ جو طاقتیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں ہم نے جو سامان اور وسائل تمہیں دیئے ہیں۔ ان کو ہماری رضاۓ کی خاطر اپنے بھائیوں پر خرچ کرو اور یہ کام اس دن سے پہلے کرو جس کا ذکر میں نے اپنے خطبہ کے شروع میں کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم ایسا کرنے میں سستی کرو گے تو یاد رکھو کہ تمہیں ایک دن میرے سامنے پیش ہونا ہے اس دن تمہارے اعمال اپنی نہایت بھیانک شکل میں تمہارے سامنے ہوں گے وہ سزا کی شکل میں تمہارے سامنے ہوں گے۔ اس دن میں کہوں گا کہ میرے نزدیک ریا کی یہ سزا ہے میرے نزدیک تکبر کی یہ سزا ہے میرے نزدیک نفاق کی یہ سزا ہے میرے نزدیک فتنہ پردازی کی یہ سزا ہے۔ تم میرے رسول پر ایمان لائے تھے۔ اس لئے تمہیں ان باتوں سے بچنا چاہئے تھا آج میرے سامنے کوئی سودا نہیں ہو سکتا (روحانی یا مذہبی تجارت جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اس کا تعلق اخروی زندگی سے ہے) دنیا میں تمہاری جو دوستیاں تھیں وہ بھی آج تمہارے کام نہیں آ سکتیں۔ آج صرف میری دوستی تمہارے کام آ سکتی ہے آج صرف میری رحمت اور میری مغفرت کام آ سکتی ہے۔

غرض وہ دن تمہیں پیش آنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس دن سے پہلے تم اپنے بچاؤ کے سامان کرلو کیونکہ اس دن تم سے کچھ نہیں ہو سکے گا اور تمہارا بچاؤ اس چیز میں ہے کہ قرآن کریم کی شریعت کو قائم کرو۔ تمہارا بچاؤ اس چیز میں ہے کہ خدا تعالیٰ کی عطاۓ کو اس کی رضاۓ کے حصول کے لئے خرچ کرو اور جب تم اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھائیوں والا سلوک کرو تو اس بات کا خیال رکھو کہ جس چیز کی انہیں زیادہ ضرورت ہے وہ چیز انہیں پہلے دی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں محض اپنے فضل سے ”صلوٰۃ“ کے قائم کرنے کی اُس کے ہر اس معنی کے لحاظ سے

جو اس کے علم غیب میں ہیں اور علم کامل میں ہیں، تو فتن عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ہمیں یہ تو فتن عطا کرے کہ ہم اس کی منشاء کے مطابق اس طور پر اپنی طاقتتوں اور اپنے سامانوں کو اس کی راہ میں خرچ کریں کہ ہم اس کی رضا کو حاصل کر لیں اور ان بندوں میں شامل نہ ہوں۔ جن کو حشر کے دن سودا بازی کی طرف توجہ ہوگی یا وہ اپنے دوستوں کی تلاش میں ہوں گے بلکہ اس وقت ہمارے دل یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ ہمارا خدا ہمارا ولی ہے اور آج وہ اپنی تمام عظمت اور جبروت کے ساتھ ہم پر جلوہ گر ہے ہمیں کسی شیطان سے یا کسی شیطانی طاقت سے اپنے اپنے بچنے کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ ہم اپنے رب کی رضا کی گود میں بیٹھے ہیں۔ خدا کرے کہ ہم اُس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں اور آپؐ کی امت میں شامل ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں کھڑے ہوں اور ہم پر خدا تعالیٰ کا کوئی الزام نہ ہو اور ہر اس کمزوری یا غفلت یا کوتا ہی کو جو ہم بطور انسان اس دنیا میں کر چکے ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر ڈھانپے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے لئے جوش میں آ رہی ہو اللہ تعالیٰ کے فضل کے دروازے اس دن ہمارے لئے ہکلیں۔ جنت کے سب دروازے ہمارے لئے کھولے جائیں اور کہا جائے کہ جس دروازے سے بھی تم چاہو داخل ہو سکتے ہو۔ خدا تعالیٰ اس دن ہم سے کہے میری طرف آؤ اور میری رضا کی جنت میں داخل ہو جاؤ اور خدا کرے کہ ہم اس دن اس گروہ میں نہ ہوں جو دنیا بھر سونا، دنیا کے تمام اموال اور متاع اور اس سے دگنے اموال اور متاع پیش کر کے خدا تعالیٰ کی ناراضی کی بجائے اس کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آج اس زندگی میں ہمیں جو تنبیہ کی ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں خدا کرے کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس پیار کا اظہار اس آیہ کریمہ میں کیا ہے۔ ہم اس دن اس کی نگاہ میں اس پیار کے مستحق ٹھہریں۔ اللہ ہم آمین



دنیا کی اشیاء اس ثواب کے مقابلہ میں جو نیک اعمال کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے تمباً قلیلاً کی حیثیت رکھتی ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ ربیعہ ۱۴۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد پر مضبوطی سے قائم رہو۔
- ☆ ابدی حیات اور ابدی انعامات کے مقابلہ میں فانی زندگی اور فانی اشیاء کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔
- ☆ نیک اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں بھی اور اُس جہان میں بھی ملتا ہے۔
- ☆ اُخروی جنت کے مقابلہ میں دنیا کے تمام اموال اور متعار اور تمہاری جانوں کی کوئی حیثیت نہیں۔
- ☆ فانی چیز کے مقابلہ میں ابدی حیات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پر نور نے یہ آیات پڑھیں۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثُمَّا قَلِيلًا إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
مَا عِنْدَكُمْ يُفْدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بِأَقِيرٍ ۖ وَلَنْجُزِينَ الَّذِينَ صَرَبُوا أَجْرَهُمْ بِإِحْسَانٍ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ۝ (النّحل : ۹۶، ۹۷)

پھر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنی جانوں سے محبت رکھتے ہو۔ تم اپنی بیوی بچوں سے محبت رکھتے ہو تم اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے محبت رکھتے ہو۔ تمہیں دنیا کے مال و اسباب اچھے لگتے ہیں اور تم انہیں اپنے لئے مفید اور بہتر سمجھتے ہو۔ دنیا کی دولت کی طرف تم سمجھتے ہو جو مکان تم تعمیر کرتے ہو ان کے لئے تمہارے دلوں میں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور تم انہیں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ تمہاری تجارتیں تمہیں بڑی محبوب اور پیاری ہیں۔ اسی طرح تمہاری زرعی زینیں بھی تمہیں اتنی اچھی لگتی ہیں کہ بعض دفعہ تم ان کے کناروں پر اپنے کسی بھائی کا خون کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہو۔ مگر یہ سب چیزیں اس کے مقابلہ میں جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے عہد بیعت کے بعد دینے کا وعدہ کیا ہے شمن قلیل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تم نے اپنے رب کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم دین کو دنیا پر مقدم رکھو گے اس لئے جب تم سے تمہارے نفسوں کی قربانی مانگی جائے، جب تم سے تمہارے بیوی بچوں کی قربانی مانگی جائے، جب تم سے تمہارے رشتہ داروں اور دوستوں کی قربانی مانگی جائے، جب تم سے تمہارے دنیوی سامان اور مال و اسباب کی قربانی مانگی جائے تو تمہیں چاہئے کہ تم اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے کہ خدا کی جزا اور اس کے ثواب کے مقابلہ میں یہ سب چیزیں شمن قلیل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تم اپنے نفسوں کو بھی تم اپنے بیوی اور بچوں کو بھی، تم اپنے عزیز واقارب کو بھی، تم دنیا

کے قریم کے متاع کو بھی قربان کر کے خدا کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کیا کرو۔ اور عہد بیعت کو اپنے ہاتھ سے دے کر ثَمَنِ قَلِيلٍ لینے کی کوشش نہ کیا کرو۔

اس سارے سلسلہ اشیاء کو جو اللہ تعالیٰ نے ثَمَنِ قَلِيلٍ قرار دیا ہے اس کی دو دلیلیں بھی ساتھ ہی بیان کردیں تاکہ ہم اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ پہلے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کا بھی تم سے اس دنیا میں مطالیہ کیا جاتا ہے وہ فانی ہے اور جس چیز کا بھی اس کے بدله میں تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ باقی ہے ہمیشہ رہنے والی ہے تو عقل اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ فانی کے مقابلہ میں جو باقی رہنے والی چیز ہے اور جس پر فنا نہیں وہ بہتر اور اچھی ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر وہ چیز جس کی قربانی تم سے چاہی جاتی ہے، فنا پذیر ہے اور ہر وہ چیز جو اس قربانی کے بعد تمہیں ملنے والی ہے وہ باقی رہنے والی ہے۔

تو فانی چیز کے مقابلہ میں ایک ابدی حیات والی چیز تمہیں دی جاتی ہے۔ اگر تم ابدی زندگی کو چھوڑ کر چند گھنٹوں، چند دنوں یا چند سالوں کی زندگی اور اس کی خوشیوں کو ترجیح دو گے تو تم دنیا میں بیوقوف سمجھے جاؤ گے۔ پس جو باقی رہنے والی اشیاء ہیں جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے تم ان کی تلاش کرو اور ان کے حصول کی کوشش کرو۔ دوسری دلیل اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ دی کہ جو تمہارے دنیا کے اموال اور اسباب ہیں ان کے ساتھ تمہارے دلوں میں ایک جیسی محبت نہیں ہوتی اور نہ ایک جیسا لگاؤ ہوتا ہے نہ تم ان میں سے ہر ایک چیز کو ایک جیسی مفید سمجھتے ہو مثلاً تمہیں روپے پیسے سے بڑا اپیار ہے۔ لیکن جب بچہ بیمار ہو جائے یا جب تمہاری بیوی بیمار ہو جائے یا جب تم خود بیمار ہو جاؤ تو ساری دنیا کی دولت قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہو اپنے بچے کی جان کی حفاظت کیلئے یا اپنی بیوی کی جان کی حفاظت کیلئے یا خود اپنی جان کی حفاظت کیلئے۔

پس اس دنیا کی ہر چیز جو ہے اس کو تم نے ایک ترجیحی سلسلہ کی کڑی میں پر دیا ہوا ہے یا اچھی چیز ہے اس سے بھی اچھی یہ ہے اس سے بھی اچھی یہ ہے اور اس سے بھی اچھی یہ ہے۔ اور ایک انسان اپنی جان سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور عام طور پر لوگ دنیا کی اشیاء کو اپنے نفس پر قربان کر دیتے ہیں مگر اپنی جانوں کو دنیوی سامان پر قربان نہیں کرتے یا بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی جانوں کو اپنے بچوں پر قربان کر دیتے ہیں تو ان کے نزدیک ان کے بچے کی قیمت سب سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ان کی اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔

پس مجموعی طور پر جب ہم دنیا کی تمام اشیاء پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی ہمیں اوسط نکالنی پڑتی ہے۔

مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک چیز کی قیمت سو یونٹ ہے ایک اور چیز ہے اس کی اتنی ۸۰ ہے ایک اور چیز ہے اس کی پچاس ہے، ایک اور چیز ہے اس کی چالیس ہے، ایک اور چیز ہے اس کی قیمت اس کی نگاہ میں تمیں یونٹ ہے، ایک اور ہے اس کی بیس ہے، ایک اور ہے اس کی دس ہے۔ تو ساری اشیاء کی مجموعی قیمت اس کی نگاہ میں ان اشیاء کی اوسع قیمت ہو گی۔ جس طرح اگر آپ بازار میں جائیں اور آپ بیس چیزیں خریدیں تو اگر ایک کی قیمت مثلاً سو ہو اور ایک کی پچاس ہو اور ایک کی تیس ہو اور مجموعی طور پر آپ نے بیس چیزیں پر چار سو روپیہ خرچ کیا ہو تو وہ چیزیں جو ہیں ان کی مجموعی قیمت چار سو روپیہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو جنت میں تمہیں ملے گا اس کے لئے ہمارا یہ قانون ہو گا کہ تمہارے بہترین عمل کا جو بدلہ تمہیں ملنا چاہئے تمہارے کثر اعمال کا بھی ہم اتنا ہی بدلہ دیں گے۔

اس اصول کے مطابق ہماری مثال میں جو چیزیں خریدی گئی ہیں ان کی قیمت چار سو ہیں رہتی بلکہ دو ہزار بن جاتی ہے۔ دنیا میں یہ قانون نہیں چلتا اس دنیا میں دنیا کا قانون چلتا ہے مگر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قانون بنایا ہے کہ وہاں تمہارے بہترین عمل کی بہترین جزا تمہیں ملے گی اور بہترین عمل کی بہترین جزا کے مطابق تمہارے باقی اعمال کی جزا بھی تمہیں دی جائے گی۔ اس طرح جو کچھ تمہیں وہاں ملے گا اس کے مقابلہ میں دنیا کے تمام اموال اور متاع، تمہاری اپنی جانیں اور تمہارے اپنوں کی جانیں کوئی قیمت نہیں رکھتیں پس یہ ثمن قلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ یہاں ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ اس ثمن قلیل کو خریدنے کے لئے تم ایسی چیزیں پر مقدم کرو جو ابدی سرو والی چیزیں ہیں اور جو بہترین جزا کی شکل میں اور بہترین بد لے کی صورت میں تمہارے سامنے آئیں گی۔ لَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَّا قَلِيلًا۔ جو عہد تم نے اپنے خدا سے باندھا ہے کہ تم دین کو دنیا پر مقدم رکھو گے اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنی کسی غفلت یا کوتا ہی کے نتیجہ میں دنیا کو دین پر مقدم نہ کرنے لگ جاؤ کہ دنیا دین کے مقابلہ میں اور دنیا کی یہ اشیاء اس ثواب کے مقابلہ میں جو نیک اعمال کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں بھی اور اس جہان میں بھی ملتا ہے۔ ثمن قلیل کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ خدا کی جزا جو ہے وہ ابدی ہے اور اس کی قیمت جو ہے وہ ”بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ کے اصول پر طے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بہترین جزا کا حقدار قرار دے اور اسی کے مطابق ہم سے معاملہ کرے۔ آمین (الفضل ربوہ مورخہ ۹ ربیعہ ۱۴۶۷ء صفحہ ۳۲۷)

خطبہ جمعہ ۳ فروری ۱۹۶۷ء



ربوہ ۳ / فروری: سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کل علالت طبع کے باعث نماز جمعہ پڑھانے کیلئے تشریف نہیں لاسکے۔

(افضل ۵ فروری ۱۹۶۷ء)



جلسہ سالانہ کے ایام میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی

انوار و برکات کا مشاہدہ کیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۶۷ء، مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ جلسہ سالانہ کے ایام میں دوستوں نے خورد و نوش کو ضیاء سے بچانے کا خاص خیال رکھا۔
- ☆ تمام روکوں کے باوجود احباب پہلے سے زیادہ تعداد میں جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے۔
- ☆ ان سب چیزوں کو دیکھ کر ہمارے دل حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہیں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کی حقیر کوششوں کے عظیم الشان نتائج پیدا کر رہا ہے۔
- ☆ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش دیکھ کر ہمارا سراس کے آستانہ پر جھک جاتا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دوست جانتے ہیں کہ جلسہ سالانہ کے بعد مجھے بڑا شدید انفلو انزرا کا حملہ ہوا تھا۔ پہلے دو دن اس تکلیف میں باوجود بخار اور شدید نزلہ اور کھانی کے میں کام کرتا رہا اور کثرت سے ملاقا تیں اس خیال سے کرتا رہا کہ باہر سے دوست تشریف لائے ہوئے ہیں اگر میں نہ ملاؤ ان کو بڑی جذباتی تکلیف اٹھانی پڑے گی لیکن دو دن کے بعد جسم نے جب جواب دے دیا تو مجھے بستر میں لینڈا پڑا اور اس کے بعد کافی بیماری کی تکلیف رہی۔ گذشتہ جمعہ بھی دل تو چاہتا تھا کہ میں خود بیباں آ کر حمد کے ان جذبات کا اظہار کرتا جن جذبات نے میرے وجود کو کلیّہ گھیرا ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں کو دیکھ کر لیکن بیماری کی وجہ سے میں بیباں نہ آ سکا۔ آج بھی گوکافی تکلیف ابھی باقی ہے لیکن بیماری کی شدت ٹوٹ چکی ہے میں نے مناسب سمجھا کہ میں خود آؤں خواہ چند منٹ کے لئے ہی اپنے جذبات کا اظہار اپنے بھائیوں کے سامنے کروں۔

جیسا کہ میں نے ایک نقرہ گذشتہ جمعہ لکھ کر بھجوادیا تھا کہ دل خدا کی حمد سے معمور ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جلسہ سالانہ سے قبل میں نے اپنے بھائیوں اور بہنوں کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ عام طور پر بھی خدا تعالیٰ کے مال کا کوئی پیسہ ضائع نہیں ہونا چاہئے صرف جان بوجھ کر ہی نہیں بلکہ غفلت اور کوتا ہی کے نتیجہ میں بھی جو ضیاء ہوتے ہیں ان سے بھی بچنا چاہئے لیکن موجودہ حالات میں تو خصوصاً کھانے پینے کی چیزوں کو ضیاء سے بچانا اشد ضروری ہے اور میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ ہمارے رزق سے برکت کو واپس لے لے گا۔ جس کا میں نے اپنے خطبہ میں اظہار بھی کیا تھا اور اس کے بعد دعائیں بھی بڑی ہی کی تھیں کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی ایمانہ ہو کہ جو اپنی غفلت یا کوتا ہی یا سستی یا بے پرواہی کے نتیجہ میں ان برکتوں کو ضائع کر بیٹھے جو اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی کے رزق میں رکھی

ہیں اللہ تعالیٰ نے ہذا ہی فضل کیا آپ بھائیوں کے ذریعہ سے خصوصاً اور باہر سے آنے والے دوستوں کے ذریعہ سے عموماً خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بے حد اور بے انہما مسرت پہنچائی۔ جب جلسہ سالانہ کے بعد یہ رپورٹ ملی کہ امسال دوستوں نے خورد و نوش کو ضیاع سے بچانے کا جو خیال رکھا ہے وہ غیر معمولی ہے اور بڑا نمایاں ہے اس کو دیکھ کر دل خدا کی حمد سے بھر گیا کہ اس کی توفیق کے بغیر نہ کوئی فرد، نہ کوئی جماعت نیکی کے کوئی کام کر سکتی ہے نہ نیکی کی راہوں کو اختیار کر سکتی ہے۔

اس کے علاوہ بعض اور باتیں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل پر ایک نمایاں شہادت پیش کر رہی ہیں مثلاً یہ کہ جلسہ سالانہ رمضان کی وجہ سے اپنی مقررہ تاریخوں پر نہیں ہوا۔ یعنی ان تاریخوں پر جس کی جماعت کو عادت پڑ چکی تھی رمضان کی وجہ سے ہم نے اس سال جلسہ سالانہ کو ان تاریخوں سے بدلت کر پیچھے کیا (گذشتہ سال پہلے ہوا تھا) اس سال قریباً ایک ماہ بعد جلسہ ہوا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جلسہ سے معاً پہلے عید کے اخراجات بھی کرنے پڑے کیونکہ عید کی خوشیوں میں ان بچوں کو بھی شامل کرنا پڑتا ہے جو بلوغت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حقیقی خوشی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور دلوں کو سکینت بخشتی ہے لیکن ایک خوشی کا ماحول ان ناس بھجوں کے لئے پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے دماغ عید کے ساتھ خوشیوں کو ہمیشہ دیکھنے کے عادی ہو جائیں یا عادی رہیں۔ پس عید کی وجہ سے بھی زیادہ خرچ آج ہوئے۔ دوسرے یہ کہ غذائی قلت کے نتیجہ میں کھانے پینے کی چیزوں پر معمول سے بہت زیادہ خرچ آج کل کرنا پڑ رہا ہے تو ہزاروں خاندان ایسے ہوں گے کہ جن کے سامنے یہ مسئلہ درپیش تھا کہ وہ کچھ دن یا ہفتے نیم بھوکارہ کر گزارنے کے لئے تیار ہیں یا جلسہ چھوڑنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ جلسہ پر بھی جود و سوت باہر سے آتے ہیں ان کا بہر حال کچھ نہ کچھ خرچ ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر (جو میں نے اندازہ لگایا ہے کہ) اگر بیس روپے فی کس اوسط رکھی جائے اگرچہ مثلاً کراچی سے آنے والے اور پشاور سے آنے والے دوست اس سے زیادہ خرچ کرتے ہوں گے لیکن اگر اوسط بیس روپے بھی رکھی جائے تو جلسہ پر آنے والے احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لیک کہتے ہوئے، خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کم و بیش دس اور پندرہ لاکھ کے درمیان خرچ کیا ہے اگر یہ دوست اور بھائی جلسہ پر نہ آتے تو جماعت کے ان خاندانوں کے پاس کم و بیش دس پندرہ لاکھ روپے کی ایسی رقم ہوتی جسے وہ مہنگائی کے زمانہ میں گندم آٹا چاول وغیرہ چیزیں خرید سکتے تھے۔

تو جماعت نے خدا کی خاطر بڑی قربانی پیش کی ہے۔ جیسا کہ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی اس بات کی توفیق دی ہے کہ وہ اس قسم کی قربانیاں اس کے حضور پیش کرتی جائے لیکن یہ کوئی معمولی بات نہیں بڑی بات ہے۔ ہزار ہا خاندانوں کا یہ فیصلہ کرنا کہ ہمیں نیم بھوکار ہنا منظور لیکن جلسے سے غیر حاضری منظور نہیں ہے۔

ایک اور روک یہ تھی کہ ان دونوں سکولوں اور کالج میں چھٹیاں نہیں تھیں اور بہت سے بچے یا نوجوان یا بہت سے ماں باپ بھی اپنے بچوں کی وجہ سے جلسے میں شمولیت نہیں کر سکتے تھے سوائے خاص کوشش اور غیر معمولی قربانیوں کے وہ جلسے پر نہ آ سکتے تھے۔

پس ان تمام روکوں کے باوجود گذشتہ جلسے کے موقع پر پرچمی کے لحاظ سے بھی اور جو گاڑیوں اور بسوں پر سے مسافراتے اور ان کی گنتی ہوتی ہے (گوسارے مسافروں کی گنتی نہیں ہو سکتی لیکن بہر حال ہر سال ہوتی ہے اس سے ہمیں پتہ چلتا رہتا ہے کہ اس سال آنے والوں کی تعداد میں زیادتی ہوئی ہے یا کی) ہر دو لحاظ سے چند ہزار کی زیادتی ہوئی۔

ان سب چیزوں کو دیکھ کر خدا کی حمد سے (دل) اتنا معمور ہوا کہ انگریزی میں کہتے ہیں۔ Over flow کر گیا یعنی حمد اتنی شدت اختیار کر گئی کہ دل اور روح میں سما نہیں سکتی تھی باہر نکل رہی تھی یہ حمد کے جذبات اور شکر کے خیالات جو ہیں یہ میرے اکیلے کے جذبات نہیں بلکہ میرے ہر بھائی کے جذبات ہیں کہ بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ اس جماعت پر کتنے فضل، کتنے رحم کرنے والا ہے اور ان کو قربانی کے کس قدر بلند مقام پر پہنچنے کی اس نے توفیق دی ہے اور اس معیار کو قائم رکھنے بلکہ بڑھاتے چلے جانے کی توفیق وہ دیتا چلا جاتا ہے۔

پچھلے جمعہ تو میری یہ کیفیت تھی کہ میرے روئیں روئیں سے الْحَمْدُ لِلّٰهِ ہی نکل رہا تھا اور زبان پر بھی الْحَمْدُ لِلّٰهِ ہی جاری تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ جماعت کے سامنے بھی یہ باتیں رکھوں تاکہ وہ بھی اپنے رب کے شکر گزار بندے بنیں اور خدا کی حمد کے ترانے گائیں کہ اس نے اپنے فضل کے ساتھ ان کو ان تمام روکوں کے باوجود اس کی رضا کے حصول کے لئے یہ کام کرنے کی توفیق عطا کی ہے اور اس رنگ میں کہ دنیا کی نگاہ میں اس کا جواب اور اس کی مثال نہیں۔

پھر خشک سالی کی وجہ سے علاوہ اور تکلیفوں کے نزلہ کھانسی وغیرہ کی تکلیف بھی وباً صورت میں پھیلی

ہوئی ہے وہ بھی دوستوں نے برداشت کی اگرچا کثر دوستوں کو ان ایام میں جلسہ میں اللہ تعالیٰ نے عام طور پر محفوظ رکھا اور وہ جلسہ کے دنوں میں اپنے رب سے توفیق پاتے رہے کہ تقاریرِ سُن لیں اور ان سے فائدہ حاصل کریں اور آئندہ بھی فائدہ کے حصول کے لئے نیت کر کے ان کو یاد رکھیں اور ان باتوں کو دنیا میں جا کر بتائیں۔

جلسہ کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی انوار نازل ہوتے رہے ہیں۔ بڑی ہی برکات کا نزول ہوا ہے۔ اپنے تو محسوس کرتے ہی ہیں اور اس پر شکر بھی بجا لاتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے ایسی چیزوں کا پیچانا اور سمجھنا اور ان کو انوار الہی اور برکات سماؤی یقین کرنا مشکل ہوتا ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ ہمارے چند غیر مبالغ دوست بھی یہاں تشریف لائے تھے اور ان میں سے چند ایک نے تو یہیں بیعت کر لی اور ایک کے منہ سے تو انکلا کہ ہم تو کچھ اور ہی سمجھتے تھے لیکن یہاں آ کر کچھ اور دیکھا سمجھتے تو وہ وہی تھے نا!! جوان کو بتایا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کا فضل مبایعین کی جماعت کے ساتھ نہیں ہے بلکہ غیر مبایعین کی جماعت کے ساتھ ہے سنی سنائی باتوں پر وہ یقین رکھتے تھے لیکن جو آنکھ نے دیکھا اس نے کان کو جھٹلا دیا اور انہوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار قسم کے فضل اور اس کی رحمتیں اس جماعت پر نازل ہو رہی ہیں اور خصوصاً جلسہ کے ایام میں تو اللہ تعالیٰ دلوں پر تصرف کر کے ایک خاص کیفیت روحانی پیدا کر دیتا ہے اس سے وہ متاثر ہوئے اور یہیں انہوں نے بیعت کر لی۔

ایک دوست تھے وہ کسی وجہ سے بیعت تو نہیں کر سکے لیکن ان کا تاثر یہ تھا کہ وہ ایک دوست سے ۲۸ رجنوری کی صبح کو کہنے لگے کہ میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ یہ تقریر (جو غیر مبایعین کے متعلق تھی ۷۲ تاریخ کو) ساری الہامی تھی تقریر الہامی تو نہ تھی اگرچہ اس کے خاص فضل کی حامل تھی مگر اس قسم کا اثر اللہ تعالیٰ نے ان کے دماغ پر ڈال لیکن اس کے باوجود ابھی انہوں نے بیعت کر کے اپنے اس عہد بیعت کی جوانہوں نے یا ان کے بڑوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا تھا اس کی تجدید نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں بھی اور ان کے دوسرے بھائیوں کو بھی توفیق عطا کرے کہ وہ ایک ایک کر کے اس جماعت کے ساتھ آشماں ہوں۔ جس جماعت کے ذریعہ اب اللہ تعالیٰ تمام دنیا میں غلبہ اسلام کے سامان پیدا کر رہا ہے اور ان فضلوں کے وارث ہوں جو فضل اللہ تعالیٰ اس جماعت کی حقیر

کوششوں کے نتیجہ میں آسمان سے نازل کر رہا ہے اور ان کوششوں کے وہ متاج نکال رہا ہے کہ کوشش اور نتیجہ کے درمیان کوئی نسبت ہی ہم نہیں دیکھتے یہ بھی نہ بھولیں کہ آپ بازار میں جائیں تو آپ کو آج کل کنڑوں پر بھی روپیہ کا دوسیرا پونے دو سیر آتا ملے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سلوک کیا تھا کہ آٹے کا مقررہ کوٹھ بھی ان کو دے دیا تھا اور روپے بھی ان کو واپس دے دینے تھے تو دیکھنے والا اس بات پر بھی حیران ہوتا ہے حالانکہ یہ چند اونٹ گندم تھی جو عطا کی گئی اور جس کی قیمت بھی واپس کر دی گئی لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے قیمت تو ضرور لیتا ہے اور کہتا ہے کہ قربانیاں کرواؤ گام تم سے لیکن اس کے بعد وہ ہمیں تھوڑا سا آٹا یا گندم یا چاول یا گھی یا شکر نہیں دیتا بلکہ دنیا جہاں کی نعمتیں ہمیں دیتا ہے اور قربانیوں کی شکل میں جو قیمت اس نے لی ہوتی ہے وہ بھی واپس کر دیتا ہے۔

پس ہمارا رب بڑا ہی پیار کرنے والا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جماعتؤں اور الہی سلسلوں کا کثر حصہ ایمان کی پختگی رکھنے والا ہوتا ہے۔ وہ لوگ ”عَرَضًا قَرِيبًا“ سے پیار نہیں کرتے نہ یہ دیکھتے ہیں ”سفرًا فاًصَدًا“ کہ ایک سیدھا اور سہل سفر اختیار کیا اور منزل مقصود تک پہنچ گئے بلکہ وہ محبت رکھتے ہیں شُقَّةُ کے ساتھ اور اس کی راہ میں تکلیف برداشت کرنے کو مجبوب سمجھتے ہیں اور اسی میں لذت حاصل کرتے ہیں اور اسی میں وہ اپنی راحت پاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان پر اتنا فضل کرتا ہے کہ قربانیوں کی شکل میں جو قیمت انہوں نے دی ہوتی ہے جیسا کہ میں نے ایک مثال کے رنگ میں اسے بیان کیا ہے اس سے کہیں زیادہ سرمایہ بھی واپس کر دیتا ہے جو چیز لینے کی انہوں نے خواہش کی ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ وہ اپنے بندوں کو دے دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے کہ جس کے قطروں کا گناہنسانی طاقت میں نہیں ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ہم اس کے عاجز بندے ہمیشہ اس کی حمد سے معمور رہتے ہیں اور ہمیشہ ہمارا سراس کے آستانہ پر جھکار ہتا ہے اس خیال سے کہ وہ کتنا ہم سے پیار کرتا ہے کتنا ہم سے محبت کا سلوک کرتا ہے کتنی نعمتوں سے ہمیں وہ نوازتا ہے کتنی رضا اور سرور کے سامان اس نے ہمارے لئے مقدر کر رکھے ہیں۔ دنیا جو چاہے ہے سوچتی رہے جس رنگ میں چاہے ہمیں دکھ پہنچانے کی کوشش کرتی رہے۔ دنیا کے سارے دکھ، دنیا داروں کی پہنچائی سب تکالیف اس کی رضا کے ایک سینئڈ کے سکھ اور چین اور سکینیت کے اوپر قربان ساری عمر کے آرام! یہ عمر ہے کیا؟ عارضی

چیز ہے اور جو یہاں دنیوی آرام اور آسائشیں ہیں وہ بھی ”عَرَضاً قَرِيئَاً“ ہی ہے کہ فانی ہیں جن کا ثواب کوئی نہیں۔ لیکن اگر ہم خدا تعالیٰ کے لئے انہیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے بد لے میں اس دنیا میں بھی اور پھر یہاں سے گزرنے کے بعد ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنی رضا کی جنتوں میں اپنے بندوں کو رکھتا ہے یہ دلکش کروں وہ بد بخت دل ہو گا جو اس کے سامنے حمد کے ساتھ نہیں جھکے گا؟ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق ہے کہ اس نے ہمیں حمد کرنے والے اور شکر کرنے والے، اس کی نعمتوں کو پہچاننے والے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دینے والی جماعت کے افراد بنایا ہے وہ ہمیشہ ہی ہمیں اپنے شکر گزار بندے بنائے رکھے۔ آمین۔

(الفضل ۲۲ افروری ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۳)



خطبہ جمعہ ۱۹۶۷ء فروری



حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ارشاد نہیں فرمایا۔
(انضل ۲۱ فروری ۱۹۶۷ء)



رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے کثرت سے دعائیں کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ فروری ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ اپنے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے ہمیشہ اسوہ حسنہ بنائیں۔
- ☆ بنی نوح انسان سے سب سے بڑھ کر محبت اور شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔
- ☆ آج دنیا کو تہام کوششوں اور تدایر کے علاوہ ہماری دعاؤں کی بڑی ہی ضرورت ہے۔
- ☆ اس وقت بنی نوع انسان کو ہلاکت کے شدید خطرات درپیش ہیں۔
- ☆ احباب بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے بڑی کثرت سے دعائیں کریں۔

تشہد تعوداً وَ سُورۃٌ فاتحۃٌ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جلسہ کے بعد جب دوسری دفعہ انفلوئنزا کا تھملہ ہوا اور بخار رہنے لگا تو اس کے نتیجے میں ایک تو جیسا کہ آپ سن رہے ہیں گا، بہت بیٹھ گیا ہے اس کے علاوہ ضعف کی شکایت بھی پیدا ہو گئی ہے اور بلڈ پر یش بھی معمول سے نیچے گرا ہوا ہے لیکن دل نہیں چاہا کہ دوستوں سے ملے بغیر یہ جمعہ بھی گزر جائے اس لئے طبیعت نے یہی فیصلہ کیا کہ خواہ چند فقرے ہی میں اپنے بھائیوں کے سامنے کہوں جمعہ کی ملاقات کا جو اللہ تعالیٰ نے ایک موقع بھم پہنچایا ہے اس سے فائدہ اٹھالوں بھائیوں کو نہ دیکھنے سے طبیعت ملوں ہو جاتی ہے اور دوست بھی خواہش رکھتے ہیں کہ جمعہ کے روز ہی ملاقات ہو جائے اس لئے میں اپنی تکلیف کے باوجود آج یہاں حاضر ہو گیا ہوں۔

ہم نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا ہادی اور رہبر تسلیم کیا ہے اور اپنے ربِ رحیم کے حکم کے ماتحت اور اس کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لئے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اپنے محبوب آقا محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے لئے ہمیشہ اسوہ حسنہ بنائے رکھیں گے اور وہی رنگ اپنی طبیعتوں پر اور اپنی زندگیوں پر چڑھانے کی کوشش کرتے رہیں گے جس رنگ کو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی فطرت صحیح پر چڑھایا تھا اور یہ صفات باری کے انوار کا حسین رنگ تھا۔

ایک بڑی نمایاں خصوصیت جو ہمارے آقا میں پائی جاتی تھی اور جو اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی اور جس کے نتیجے میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقام کے لئے منتخب کیا تھا اور چنا تھا کہ آپ تمام دنیا کے لئے اور تمام جہانوں کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے ابدی شریعت لے کر آئیں اور قرآن کریم کے حامل ہوں جس کے اندر کبھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی اور جس کا کوئی لفظ اور کوئی حرفاً اور کوئی زبر اور زیر بھی کبھی منسون نہیں ہوئی وہ ”رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ“ ہونے کی خصوصیت ہے۔

بُنی نوع انسان سے کسی انسان نے اس قدر شفقت اور محبت نہیں کی جتنی شفقت اور محبت کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے بھائی انسانوں سے کی، نہ صرف ان انسانوں سے جو آپ کے سامنے تھے نہ صرف ان انسانوں سے جو آپ کے ملک میں رہنے والے تھے، نہ صرف ان انسانوں سے جو آپ کی زندگی میں ساری دنیا اور دنیا کے ہر ملک کو آبادر کئے ہوئے تھے بلکہ تمام ان انسانوں سے بھی جو آپ سے پہلے گزر چکے تھے اور تمام ان بُنی نوع انسان سے بھی جنہوں نے آپ کے بعد پیدا ہونا تھا آپ نے سب سے ہی اس محبت کا اس رحمت اور شفقت کا سلوک کیا۔ اور یہ جذبہ اللہ تعالیٰ نے اس شدت سے آپ کے دل میں پیدا کیا تھا جس کی مثال انسان کو کہیں اور نظر نہیں آتی۔ یہ ایک بڑی نمایاں صفت تھی جو ہمارے آقا میں پائی جاتی تھی اور یہی وہ صفت ہے جس کی طرف میں بڑے اختصار کے ساتھ اپنے بھائیوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

آج دنیا کو ضرورت ہے اس رَحْمَةٌ لِّلْعَلَّمِينَ کے جاں ثاروں کی جو دنیا کی بہتری کے لئے اپنی زندگیاں قربان کر رہے ہوں۔ ہمارا جو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں ویسے تو ہر کام ہی، ہر منصوبہ ہی، ہر کوشش ہی اور ہر جدوجہد ہی بُنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے ہے لیکن ان تمام کوششوں اور ان تمام تذکیرے کے علاوہ اس وقت دنیا کو ہماری دعاوں کی بڑی ہی ضرورت ہے۔

دور حاضر کا انسان بڑا مغرور ہو گیا ہے اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو عطا کی تھیں اس علم اور فراست کے نتیجے میں جو آسمان سے ہی آتا ہے اسے وہ اپنی بھلائی کے لئے اور بُنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے خرچ کرنے کی بجائے اس پر اترانے لگا اور مغرور ہو گیا ہے اس حد تک کہ اسے یہ بھی پسند نہیں کہ اس کے لئے اس کا خدا فیصلہ کرے۔ وہ چاہتا ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ہی اپنے فیصلے کرے۔ اگر وہ اپنے رب کے فیصلے پر راضی ہو جاتا تو آج اس تباہی کی طرف درجہ اس کی حرکت نہ ہوتی جس تباہی کی طرف ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ جارہا ہے۔

پس اس انسان کو جسے اللہ تعالیٰ نے طاقت دی اور اپنی عطا سے نوازا اور جس کی آواز اور جس کے فیصلے میں اثر رکھا اور جس کا صحیح فیصلہ بُنی نوع انسان کو ترقی کی را ہوں پر لے جاسکتا ہے لیکن جس کا غلط فیصلہ تمام بُنی نوع انسان کے لئے ہلاکت کا خطرہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ وہ خود فیصلہ کرنا چاہتا ہے اپنے رب کا فیصلہ اسے منظور نہیں کیونکہ اگر اسے اپنے رب کا فیصلہ منظور ہوتا تو آج وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے آج ہوتا جو رَحْمَةٌ لِّلْعَلَّمِینَ کا جھنڈا ہے اور جہاں جمع ہو کر وہ اس فیصلے کی طرف کان

دھرتا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں دیا تو ہلاکت اس کے سامنے منڈلانہ رہی ہوتی بلکہ اس کے ساتھ سب مسائل کا حل ہو جاتا۔

دوسری طرف وہ خود کو بے بس اور لا چار بھی پاتا ہے اور عطااءُ الہی کو اپنی ہلاکت کے لئے استعمال کرنے پر تلا ہوا ہے اسے کچھ سمجھنہیں آ رہی کہ میں کیا کروں اور کس طرح فیصلہ کروں کہ عالمگیر تباہی سے خود بھی بچوں اور بنی نوع انسان کو بھی بچالوں۔

پس خدائی فیصلے کی طرف کا ان دھرنے کے لئے تیار نہیں خود کو صحیح فیصلے تک پہنچنے کے وہ قابل نہیں پاتا ہلاکت اس کے سامنے ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل آسمان سے نازل نہ ہو تو اس وقت انسانیت اس قسم کے خطرات سے گھری ہوئی ہے کہ اس قسم کے خطرات میں آج سے پہلے وہ کبھی نہ گھری تھی۔

پس ضرورت ہے انسان کو ایک ایسی جماعت اور ایک ایسے الہی سلسلہ کی جو بنی اکرم ﷺ کے وجود کو اور آپ کے اعمال کو اور آپ کی زندگی کو اپنے لئے بطور نمونہ کے بنائے اور اس رَحْمَةً لِلْعَلَمِيْنَ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہی رنگ اپنے پر چڑھاتے ہوئے، انہی کے اشاروں پر اپنے فیصلے کے دھاروں کو موڑتے ہوئے بنی نوع انسان کے لئے بڑی کثرت کے ساتھ دعا میں کرنے والا ہو۔

میں آج اپنے بھائیوں اور جماعت کو جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی بھلائی اور خیر کے لئے قائم کیا ہے اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بڑی کثرت کے ساتھ دعا میں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اقوام کو ہدایت عطا کرے کہ جن کے غلط فیصلے آج تمام بنی نوع انسان کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں اور خدا کرے کہ ان میں یہ فراست پیدا ہو جائے کہ خود فیصلے کرنے کی بجائے اپنے رب کے فیضوں پر راضی ہو جائیں اور اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کے جہنڈے تمل جمع ہو جائیں اور اس طرح وہ بنی نوع انسان کو ہلاکت سے بچانے میں کامیاب ہو جائیں ورنہ سوچ کے بھی رو نگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ انسان خود اپنے ہی ہاتھ سے خدا کی عطا کو غلط استعمال کرتے ہوئے کس قدر ہلاکتوں کے دروازے اپنے پر کھوں رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو ہلاکت اور تباہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۲، ۳)

ہماری مستورات یہ عزم اپنے دلوں میں پیدا کر لیں کہ ہم

نے ہر قسم کی رسوم کو ترک کر دینا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء بمقام۔ مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اقوام عالم پر اسلام کی برتری ثابت کرنا ہے۔
- ☆ غلبہ اسلام کے لئے وقت لگے گا اور یہ غلبہ بڑے لمبے عرصہ تک دنیا میں قائم رہے گا۔
- ☆ غلبہ اسلام کیلئے قربانیوں کی توقع مردوں اور عورتوں دونوں سے کی جاتی ہے۔
- ☆ عورت کی ایک بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ آئندہ نسل کی صحیح تربیت کرے۔
- ☆ مستورات کا فرض ہے کہ وہ خالص توحید کے ماحول میں اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت کرنے والی ہوں۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ویسے تو طبیعت پہلے سے بہتر ہے مگر کھانی ابھی چل رہی ہے اور جو ٹھٹ کروایا گیا تھا اس میں دو قسم کے کیڑے نکلے ہیں اور انہوں نے سنسنی ٹوئی ٹسٹ (Sensitivity Test) کر کے دو تین دوائیں بھی معلوم کی ہیں جو ان کیڑوں کو مارتی ہیں مگر چونکہ نئی دوائیں کمزوری بہت پیدا کر دیتی ہیں اس لئے میں نے ان کا استعمال ابھی مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اس کے نتیجہ میں ضعف پیدا ہو گا اور میں آج جماعت کے لئے نہیں آسکوں گا بلکہ دو ایک روز بھی مشغولیت اسی قسم کی ہے کہ کام چھوڑ کر چار پانی پر لیٹا نہیں جا سکتا۔ اس لئے خیال ہے کہ دو تین دن کے بعد ان دواؤں میں سے کوئی ایک شروع کی جائے گی۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بیماری کو کلکیڈا دور کر دے اور کام کی زیادہ سے زیادہ توفیق اپنے فضل سے عطا کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض یہ ہے کہ تمام اقوام عالم پر اسلام کی برتری ثابت کر کے اسلام کو دنیا میں اس معنی میں غالب کیا جائے کہ تمام اقوام عالم اسلام کی صداقت کی قائل ہو جائیں اور اس کی برکات اور اس کے انوار سے حصہ لینے والی ہوں۔ بعثت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے دو پیشگوئیاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے کیں ایک تو یہ کہ غلبہ اسلام فوری طور پر یا چند سالوں میں نہیں ہو گا بلکہ دنیا میں اسلام کو غالب کرنے پر ایک وقت لگے گا اور دوسرے یہ بشارت دی کہ اسلام کا یہ غلبہ بڑے لمبے عرصہ تک دنیا میں قائم رہے گا اور بنی نوع انسان نسلًا بعد نسلِ اسلام کی برکات اور اس کے فیوض سے حصہ لیتے رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں ایک طرف غلبہ اسلام کے لئے ہماری قربانیوں میں دوام پایا جانا چاہئے اور دوسری طرف دعاؤں اور جدوجہد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کچھ اس طرح جذب کرنے کی ضرورت ہے کہ جو جنت اس دنیا میں ہمیں اس کی طرف سے عطا ہو وہ

بھی قائم رہنے والی ہو جدی خزاں نہ آجائے۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بڑے زور سے ایک تحریک پیدا کی ہے اس کے متعلق میں ابھی غور کر رہا ہوں۔ آج اصل مضمون کے متعلق تو میں کچھ کہنا نہیں چاہتا لیکن تمہید کے طور پر میں آج اپنی بہنوں کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ رحمٰن میں چار جنتوں کے وعدے ایک مسلمان کو دیے ہیں دو کا متعلق آخر وی زندگی کے ساتھ ہے اور دو جنتوں کا متعلق اس دنیا کے ساتھ ہے۔ دراصل تو آخر وی زندگی کی جنت یا اس دنیا کی جنت ایک ہی جنت ہیں لیکن چونکہ ہم دونوں نقطے ہائے نگاہ سے، دوزاویوں سے اس کو دیکھ سکتے ہیں اور ان دو نقطے ہائے نگاہ کو ہی اللہ تعالیٰ نمایاں کرنا چاہتا تھا اس لئے ایک کی بجائے دو جنتوں کا ذکر سورۃ رحمٰن میں کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ رحمٰن میں ہماری توجہ اس طرف پھیرتا ہے کہ اگر اس جنت کو تم حاصل کرنا چاہتے ہو جس کو دوام حاصل ہو اور جوابدی جنت کے نام سے پکاری جاسکے، جس کے متعلق یہ فقرہ صحیح ثابت ہو کہ **خَلِدِينَ فِيهَا** ایک لمبا عرصہ یہ قوم دنیا کی اس جنت کے اندر رہے گی تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ دو زاویوں سے تم اس جنت پر نگاہ ڈالو اور دو طرف کوشش کے ذریعہ سے حاصل کرو اور یہ کوشش کرو کہ دوچشمے تمہاری قوم اور امت میں پھوٹیں کیونکہ صرف ایک چشمہ اسے سیراب کر کے اُسے ابدیت عطا نہیں کر سکتا۔ اگر اس دنیوی جنت نے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے دوام حاصل کرنا ہے اور ابدیت کا مقام حاصل کرنا ہے تو ضروری ہے کہ دوچشمے اس کے باعث کو سیراب کر رہے ہوں ایک تو وہ چشمہ محبت الہی کا، ایک تو وہ چشمہ بنی کریم ﷺ کے عشق کا، ایک تو وہ چشمہ اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی اور ایثار کے نمونے ظاہر کرنے کا جو مرد کے دل سے پھوٹتا ہے اس کی ضرورت ہے اور دوسرے اس چشمہ کی ضرورت ہے جو ایک عورت کے دل سے پھوٹے اور اس چشمہ کے پانی سے باعث (اس جنت) کی نزدیکی کو سیراب کیا جائے اس لئے **مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٌ** کے آگے دوچشمیں کا بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اے مردو! اگر خدا کی رضا کو حاصل کر بھی لو اور اگر تمہاری نیکی اور تقویٰ کے نتیجہ میں اور ان قربانیوں کی وجہ سے جو تم اس کی راہ میں دے رہے ہو اور اس موت کی وجہ سے جو تم نے اپنے خدا کی رضا کے حصول کے لئے اپنے پروار دی کی ہو اور اس اثر کے نتیجہ میں جس سے تمہاری بیویاں

ایک حد تک متاثر ہوتی ہیں اس دنیا میں خدا کی رضا کی جنت کو حاصل بھی کر لوت کون کہ سکتا ہے کہ یہ جنت ہمیشہ رہنے والی ہے جب تک کہ مستقل طور پر امت مسلمہ کی ہر عورت ان قربانیوں کو بجانہ لائے جن قربانیوں کی توقع مردوں اور عورتوں ہر دو سے کی جاتی ہے اور جب تک عورت اپنی ذمہ داریوں کو بنا ہے والی نہ ہو جیسا کہ اس کے خاوند اور اس کے باپ اور اس کے بھائی اور اس کے دوسرے رشتہ دار اور تعلق رکھنے والے مرد اپنی ذمہ داریوں کو بنا ہے والے ہیں اس وقت تک اس جنت کو دوام حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ عورت کی ایک بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ آئندہ نسل کی صحیح تربیت کرے اور آئندہ نسل میں ان نقوش کو ابھارے جو نقوش اسلامی انوار سے بنے ہوئے ہوں جو نقوش قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجے میں اُبھرتے ہیں تو جب تک عورت اپنی اس ذمہ داری کو نہیں بنا ہے گی وہ عورت جو ایثار پیشہ مرد کی پیوں اور اس اسلامی جنت کی نرسی کی ماں ہے اس وقت تک اس جنت کو دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک نسل خدا کی رحمتوں کے سایہ کے نیچے اپنی زندگی کے دن گذار کے اس دنیا سے رخصت ہو جائے گی اور اگر اگلی نسل کی تربیت صحیح نہ ہوئی تو پہلی نسل کے اس دنیا سے گزر جانے کے ساتھ ہی خدا کی رحمت کا سایہ بھی اس قوم سے اٹھ جائے گا اور خدا کی رحمت کے سایہ کی بجائے شیطانی تماثل کے اندر اگلی نسلیں جھلسے لگیں گی۔

اللہ تعالیٰ سورہ نساء میں اس طرف مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو موتوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّتٍ تَحْرِيُّ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهُرُ خَلِدِينَ

فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظَلَالًا ظَلِيلًا۔ (النساء: ۵۸)

اس آیہ کریمہ میں ایک مضمون یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان پر چلتی سے قائم رہتے ہیں اور ایسے اعمال صالح بجالاتے ہیں جن میں فساد کی کوئی ملوثی نہیں ہوتی اور وہ لوگ جن کے سارے کام اور سارے اعمال اپنے خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہوتے ہیں، جن کا نفس مر جاتا ہے اور اس فانی انسان میں خداۓ ذوالجلال کی ایک تجلی کے نتیجہ میں ایک نئی روح پھونکی جاتی ہے اور اس نئی روح کے آرام اور آسائش کے لئے اس دنیا میں ایک جنت کو قائم کیا جاتا اور پیدا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جنت اس قوم کے لئے اور اس امت کے لئے ابدی ہے اس وجہ سے لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ کہ ان کی بیویاں جو مُطَهَّرَةٌ ہیں۔

مُطَهَّرَةٌ کے ایک معنی ہیں گناہ سے بچنے والیاں۔ **مُطَهَّرَةٌ** کے ایک دوسرے معنی ہیں اعمال

صلح کو بجالانے والیاں یعنی ایسے اعمال جن میں کوئی فساد نہ ہو اور **مُطَهَّرَةٌ** کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ عورتوں کا وہ گروہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قسم کا ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بد رسم اور مشرکانہ بدعتوں سے محظوظ کھا ہوا ہے اور ان کا وجود دنیا کے وجود سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے بلکہ اس دنیا میں رہتی ہوئی بھی وہ جنت کی حوروں کی مانند بن گئی ہیں یعنی وہ ہر اس گند سے اور شنیع اور فتنج فعل سے پاک ہیں کہ جن میں کافرات ملوث ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں ہیں کہ جن کے گھروں میں کسی قسم کی بد رسم نظر نہیں آتی یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے گھر اور اپنے ماحول سے مشرکانہ بدعتوں کو دور کرنے والی ہیں چونکہ یہ ازواج مطہرات ان لوگوں کو ملی ہیں اور چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تو حید خالص کے ماحول میں تربیت کر سکیں اور ایک سچا اور پاک اور موحد مسلمان بنا سکیں اور اس لئے اگلی نسل شیطان سے محفوظ رکھنے میں یہ عورتیں کامیاب ہو جاتی ہیں اس لئے اس جنت کو دوام مل جاتا ہے اس لئے یہ جنت ایک نسل کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اگلی نسل کے لئے اور پھر اس سے اگلی نسل کے لئے بھی یہ دنیا کی جنت قائم رہتی ہے اور جو بشارتیں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان بشارتوں کی روشنی میں یہ جنت ہمارے لئے صدیوں تک قائم رہنی چاہئے۔ اگر ہم اپنی ذمہ داری کو نبایہنے والے ہوں ہم مرد بھی اور ہماری ماں کیں اور ہماری بیویاں اور ہماری بیٹیں اور ہماری دوسری رشتہ دار عورتیں بھی تو اللہ تعالیٰ کا ہم سے یہ وعدہ ہے کہ وہ اس جنت کو اس دنیوی جنت کو بھی ہمارے لئے ایک قسم کی ابدی جنت بنا دے گا لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ عورت اپنے بچوں کی صحیح تربیت کی طرف پوری طرح متوجہ رہے۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اس معنی میں مطہرہ ہوں کہ کوئی بد رسم ان کے گھروں میں نہ ہو اور کسی مشرکانہ بدعت کے ساتھ ان کو کوئی تعلق باقی نہ رہے خالص تو حید کا ماحول پیدا کرنے والی ہوں اور اس خالص تو حید کے ماحول میں اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت کرنے والی ہوں۔

اگر ہماری مستورات اپنی اس ذمہ داری کو نبایہ لیں تو ہمارے لئے وہ بشارت جو ہے وہ قائم رہے گی اور ہماری نسلیں صدیوں تک اس دنیوی جنت میں آسائش اور آرام کی زندگی بس رکنے والی ہوں گی کسی قسم کا دکھا نہیں نہیں پہنچے گا کوئی تکلیف ان کو نہیں ڈرانے گی تو جس امر کی طرف میرے خدا نے میری توجہ کو پہنچرا ہے اس سے پہلے بطور تمہید کے آج میں اپنی بہنوں سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت سے اس لمحے سے یہ عزم اپنے دلوں میں وہ پیدا کریں کہ ہم نے ہر قسم کی رسم کو ترک کر دینا ہے اور مشرکانہ

بدعتوں کا قاتل بن جانا ہے اُن سے اثر قبول نہیں کرنا بلکہ انہیں اپنی روحانیت کے اثر کے نتیجہ میں ہلاک کر دینا ہے اور اپنے بچوں کو شیطان کے ہر قسم کے اثر سے محفوظ رکھنا ہے اور انہیں اس قابل بنانا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی اس قائم کردہ، خدا تعالیٰ کی اس پیدا کردہ جنت کے ایسے درخت بنیں کہ جن سے دنیا شیریں پھل حاصل کرے۔ وہ جھاڑیاں نہ بنیں جن کے کانٹوں میں دنیا الجھے اور شیطان کی طرف پھر متوجہ ہو جائے اور ہم میں سے ہر مرد کو اسی لمحہ یہ عزم کر کے یہاں سے اٹھنا چاہئے کہ ہمارے گھر میں وہی یوں رہ سکے گی جو خدا کی مطہر عورت ہوگی رسوم کو پسند کرنے والی، دنیا کی شیخیوں پر اپنے اوقات اور اموال کو قربان کرنے والی، مشرکانہ بدعتوں سے محبت کرنے والی وہ عورت نہیں ہوگی جو ہمارے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر سکے گی۔ ہمیں اپنے گھروں کو اور اپنے ماحول کو اور اپنے علاقہ کو خالص توحید کے ماحول والا علاقہ اور گھر بنانا ہے تاکہ ہم اس ذمہ داری کو بناہئے میں کامیاب ہو جائیں جس ذمہ داری کی طرف مجھے متوجہ کیا گیا ہے اور جس کے متعلق انشاء اللہ اسی کی توفیق سے آئندہ کسی وقت میں اپنے دوستوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔

(الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۴)



رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ پر عمل کرنا ضروری ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ سورۃ الحزاب میں اُمہات المؤمنین کی بے مثال قربانیوں کا تذکرہ۔
- ☆ احمدی مستورات کو اُمہات المؤمنین کے نمونہ پر چلتے ہوئے بے نظیر قربانیاں پیش کرنا ہو گئی۔
- ☆ تربیت اولاد کی ذمہ داری کو خاص طور پر محبت اور اخلاص کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کریں۔
- ☆ اسلام کی روشنی اور قرآن کریم کے نور کے ذریعہ بچوں کی تربیت کریں۔
- ☆ اپنے بچوں اور بچیوں کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سپاہی بن کر اسلام کو دنیا میں غالب کرنے والے ہوں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

يَا إِيَّاهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا زُوْجٍ لَكَ إِنْ كُنْتَنَ تُرْدُنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَّةٌ عَمَّا
وَأَسَرَّ حُكْمُنَ سَرَا حَا جَمِيلًا ۵ وَإِنْ كُنْتَنَ تُرْدُنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْأُخْرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ
أَعْدَلُ الْمُحْسِنِينَ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۵ يَنْسَاءُ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ يُضَعَّفُ لَهَا
الْعَذَابُ ضَعْفَيْنِ طَوَّكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۵ وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلُ
صَالِحًا حَوْنُتْهَا أَجْرَهَا مَرْتَبَيْنَ لَا وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا۔ (الاحزان: ۲۹-۳۲)

پھر فرمایا:-

میرا آج کا خطبہ گزشتہ خطبہ کے تسلسل میں ہی ہے۔ پہلی مخاطب تو میری بھینیں ہیں لیکن میرے بھائیوں کے لئے بھی ان آیات کے مضمون میں بڑے سبق ہیں اور وہ سابق انہیں حاصل کرنے چاہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنتے چلے جائیں۔

جن آیات کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے وہ سورہ احزاب کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیوی سامان دے دیتا ہوں اور تمہارے حقوق ادا کر کے تم کوئی طریق سے رخصت کر دیتا ہوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری زندگی کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے پوری طرح اسلام پر قائم رہنے والیوں کے لئے بہت بڑا انعام تیار کیا ہے۔ اے نبی کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی اعلیٰ ایمان کے خلاف بات کرے تو اس کا عذاب دگنا کیا جائے گا۔ اور یہ بات اللہ پر آسان ہے اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے فرمانبرداری کرے گی اور اس فرمانبرداری کی شان کے مطابق عمل بھی کرے گی۔ تو ہم اسے انعام بھی دگنا دیں گے اور ہم نے ہر ایسی بیوی کے لئے معزز رزق تیار کیا ہوا ہے۔

سورہ احزاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویاں مومنوں کی ماں میں ہیں۔ فرمایا آزوْ اجْهَةُ أُمَّهَاتُهُمْ اور آگے جا کر اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو اس طرف بھی متوجہ کیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ تمام اُمت کے لئے اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے اُسوہ حسنہ ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل ہی نہیں کر سکتے اس کی محبت اور پیار کو پا ہی نہیں سکتے جب تک کہ نبی کریم ﷺ سے پیار کر کے، آپ کو اپنے لئے بطور نیک نمونہ سمجھتے اور یقین کرتے ہوئے آپ کے نمونہ کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالو گے۔ جیسا کہ فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ تو نبی کریم ﷺ کو اُمت محمدیہ کے لئے اسوہ حسنہ قرار دینے کے بعد اور آپ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی ماں میں قرار دینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ بیویاں جو نبی کریم ﷺ کے گھر میں ہیں نکاح کے وقت ان کے ساتھ کوئی ایسا سمجھوٹہ نہیں تھا کہ وہ اُمت محمدیہ کے لئے اسوہ حسنہ نہیں گی اور اس بھاری ذمہ داری کو اٹھائیں گی جیسا کہ مومنوں کی ماں میں۔ بہر حال مومنوں کے لئے اسوہ حسنہ اور تربیت کا ایک مرکزی نقطہ (آنحضرت ﷺ کے بعد) بنتی ہیں اور کوئی کہہ سکتا تھا کہ ان کو جبراً اس مقام پر لاکھڑا کیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ تمہیں ضرور تنگی ترشی کو اختیار کر کے اور ہر قسم کی قربانی دے کر اور اس دنیا سے منہ موڑ کر اپنے نفس پر فنا طاری کر کے اُمت کے لئے ایک اسوہ بننا پڑے گا۔ ورنہ ہم تمہیں سزادیں گے چونکہ مذہب میں خصوصاً مذہب اسلام میں جرجاہز نہیں ان کے لئے کوئی راہ نکالنی ضروری تھی اور اگر چچ جیسا کہ عملاد کیختے میں آیا ہماری یہ ماں میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اُمہات المؤمنین قرار دیا ہے (سورہ احزاب میں) اس قدر تربیت یافتہ تھیں کہ جو اختیار ان کو ان آیات میں دیا گیا۔ اس کے بعد ان کے فیصلے نے یہ بتا دیا کہ واقعی وہ اُمہات المؤمنین بننے کی اہل تھیں۔ لیکن بہر حال دنیا کو بھی یہ بتانا تھا کہ جب سے کام نہیں لیا گیا بلکہ اپنی مرضی سے انہوں نے اس اہم اور مشکل ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔

ان آیتوں کو اختیار دینے کی آیات بھی کہا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب ان کو اُمہات المؤمنین اور اُمت محمدیہ کی مسلمان عورتوں کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا تو ان کے سامنے آنحضرت ﷺ نے ان آیات کی روشنی میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی آپ پر نازل ہوئیں۔ یہ بات پیش کی جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔

ان آیات کے نزول کے بعد سب سے پہلے آپ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اے عائشہ! میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں لیکن قبل اس کے کہ میں وہ بات تمہارے ساتھ کروں تمہیں یہ تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ جواب دینے اور فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا اور جواب دینا بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے والدین سے بھی اس کے متعلق مشورہ کر لواور پھر مجھے جواب دو۔

اس تمہید کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیات نازل کی ہیں اور ان کو یہ آیات پڑھ کر سنادیں اور مشورہ دیا کہ تم والدین سے مشورہ کر کے اور خوب سوچ سمجھ کر مجھے بتاؤ کہ تمہیں حیات دنیا اور اس کی زینت چاہئے یا تمہیں خدا اور اس کا رسول چاہئے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے امہات المؤمنین بڑی تربیت یافتہ تھیں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس معاملہ میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ مجھے خدا اور اس کا رسول چاہئے دنیا اور اس کی زینت نہیں چاہئے۔ اس کے بعد آپ اپنی دوسری بیویوں کے پاس گئے اور ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ہمیں خدا اور اس کا رسول چاہئے دنیا اور اس کی زینت نہیں چاہئے۔ موئین اور مفسرین کہتے ہیں کہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی نوبیویاں زندہ موجود تھیں جن کو یہ اختیار دیا گیا تھا جن میں سے پانچ تو قریش مکہ کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور چار مختلف قبائل اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی تھیں اور ساری کی ساری ایسی تھیں کہ جو اس قدر تربیت یافتہ تھیں کہ ایک سینڈ کے لئے انہیں سو چنانہیں پڑا فیصلہ ان کے دماغوں میں گویا پہلے ہی حاضر تھا۔ انہوں نے کہا سوچنا کیسا؟ اور مشورہ لینا کیسا؟ ہمیں خدا اور اس کا رسول محبوب اور پیارے ہیں ہم اس ذمہ داری کو نباہئے کے لئے تیار ہیں کہ اُمت محمدیہ کے لئے ہم بطور اسوہ حسنہ اپنی زندگیاں گزاریں تو جس چیز کا ان کو ان آیات میں اختیار دیا گیا تھا وہ یہ نہیں تھا کہ چاہو تو قوت طلاق لے لو چاہو تم بیویاں بن کے رہو۔ میرے نزدیک اس اختیار کے یہ معنی بھی نہیں تھے کہ چاہو تو تم دنیا لے لو اور چاہو تو خدا کے راستے میں فقر کو اختیار کرو بلکہ ان کو اختیار اس بات کا دیا گیا تھا کہ چاہو تو ان ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر قبول کرو جو اُمت مسلمہ کے لئے اور اُمت مسلمہ کی مستورات کے لئے اسوہ حسنہ بننے پر تمہارے کندھوں پر پڑنے والی ہیں اور چاہو تو ایک عام مسلمان عورت کی طرح اپنی زندگیوں کو گزارو اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے یہ عہد کرنے کے بعد وعدہ خلافی کی

او رفیض عہد کے فاحشہ مبینہ میں تم پڑ گئیں اور بتلا ہو گئیں اور اپنے وعدے کو نہ بنا ہیا تو پھر دوسری عورتوں کو ان معاصی پر جس قسم کی سزا مل سکتی ہے اس سے دو چند سزا تمہیں بھگلتی پڑے گی اور اگر تم نے اس عہد کو نبایا تو تمہارا اجر بھی دوسری عورتوں سے دگنا ہو گا۔

یہ جو ”اجر“ ہے یہ حدود کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا ضعفین کا اور مرتین کا تعلق حدود کے ساتھ نہیں اور نہ آپس کے جو حقوق ہیں ان کے ساتھ یہ تعلق رکھتا ہے یعنی یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر تم واقعہ میں اُسوہ حسنہ بن گئیں تو اگر تم نے کسی سے پانچ روپے لینے ہوں گے تو تمہیں دس روپے دلوائے جائیں گے اسی طرح اگر بفرض محال تمہارا کوئی گناہ ہو گا جس پر حدگ سکتی ہو تو یہ مطلب نہیں کہ حد گنی کر دی جائے گی حدود ایک مخصوص اور محدود دائرہ کے اندر چکر لگاتی ہیں اور جو ثواب ہے وہ بڑے وسیع معنی رکھتا اور اس کا تعلق اس دنیا کی جنت سے بھی ہے اور آخر دی جنت سے بھی ہے اور اس کے مقابل میں جو سزا ہے اس کا تعلق بھی اس دنیا کے جہنم اور اگلے جہان کے جہنم سے ہے۔

تو یہاں یہ فرمایا کہ ہم تمہیں اس موقع پر کہ تمہیں امہات المؤمنین قرار دیا گیا ہے اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام امت کے لئے اور ہر زمانہ کے لئے بطور اُسوہ حسنہ کے ہیں اور آپ کی پیرودی کرنے اور آپ کی اتباع کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا نے اب صرف نبی اکرم ﷺ کی طرف ہی نہیں دیکھنا بلکہ اے ازواج مطہرات! دنیا کی عورتوں نے تمہاری طرف دیکھنا ہے اور تمہاری انہوں نے نقل کرنی ہے اگر تم نے صحیح نمونہ پیش کیا تو نیکی کے ایک تسلسل کو تم جاری کرنے والی ہو گی اگر تم نے بر انسونہ پیش کیا تو بدی کے ایک تسلسل کو تم جاری کرنے والی ہو گی۔ تو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص نیکی کی بنیاد ڈالتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ نیکی کرنے لگ جاتے ہیں تو اس کو اپنی نیکی کی بھی جزاء ملے گی اور جن لوگوں نے اس کے کہنے کے مطابق یا اس کی نقل کرتے ہوئے نیکیاں کی ہیں ان کے ثواب میں بھی وہ حصہ دار ہو گا۔ پس یہ ہے مرتین والی جزاء اور جو شخص بدی کی بنیاد ڈالتا ہے اور بدی کی طرف لوگوں کو بلا تا ہے اور بدروں کا سردار بنتا ہے تو اس کو اپنے کئے کی سزا بھی بھگلتی پڑے گی اور لوگوں کو گراہ کرنے کے نتیجہ میں بھی اس کو ایک سزا دی جائے گی۔ اور یہ ہے (عذاب ضعفین) دگنا عذاب جو ایسے لوگوں کو ملتا ہے۔

اگلی دو آیات میں وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اختیار دیا کیوں گیا تھا؟ فرمایا کہ چونکہ ہم نے ان کو اس

مقام پر لا کھڑا کیا تھا کہ وہ اُسوہ بنیں اور ایک نیک نمونہ قائم کریں اور جس شخص کو اس مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے اور جس کے اعمال کے متعلق یہ امید رکھی جاتی ہے کہ بعد میں آنے والے اس کی نقل کریں ان کو اجر بھی دگنا دیا جاتا ہے اور ان کے اوپر ذمہ داری کے نتیجہ میں عذاب بھی دو چند نازل ہوتا ہے جیسا کہ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے دوسری آیات میں کئی جگہ کی ہے مثلاً ایک جگہ آتا ہے۔ **رَبَّنَا إِنَّا أَطْعَنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا** (الاذداب: ۲۸) ہم نے اپنے بڑوں کی ان کے کہنے کے مطابق نقل کی۔ انہوں نے کہا ہم تمہارے لئے بطور نمونہ کے ہیں تم ہمارے پیچھے آؤ ہم تمہارے ذمہ دار ہیں۔ (کہنے والے تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جنت میں جانے کے لئے ایک سڑی فلکیت دے دیں گے تمہیں کوئی فرشتہ نہیں روکے گا وہاں تک پہنچ جاؤ گے۔ ہم ذمہ داری لیتے ہیں تم یہ کام کرو تمہیں کوئی گناہ نہیں ہو گا اور کروار ہے ہوتے ہیں ان سے گناہ کی بات) تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن کہیں گے کہاے خدا! **أَطْعَنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا** ہم نے اپنے بڑوں اور سرداروں کی، لیڈروں کی اور قائدوں کی اتباع میں اور بڑے بڑے مجتہدوں اور علماء کھلانے والوں کے کہنے کے مطابق یہ اعمال کئے تھے آج ہمیں پتہ لگ رہا ہے کہ یہ اعمال تو تیری نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے ان کو دگنا عذاب دے اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ** (العنکبوت: ۱۲) کہ ایسے لوگوں کے متعلق ہی جن کو اللہ تعالیٰ نمونہ بناتا ہے اور وہ نیک نمونہ پیش نہیں کرتے۔ بدی کی راہیں اپنے متعلقین پر کھولتے ہیں اور خدا کی طرف بلانے کی بجائے شیطان کی طرف ان کو بلا تے ہیں اور ان کو صراط مستقیم پر قائم کرنے کی بجائے راہ ضلالت کی طرف لے جاتے ہیں اور ان کی نشان دہی کرتے ہیں جو شیطان کی طرف جانے والی ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور یقیناً وہ ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جن کو انہوں نے گمراہ کیا جو گمراہ ہوئے ان کو تو بہر حال سزا ملے گی یہ نہیں کہ ان کی سزا معاف ہو جائے گی لیکن ان آئمۃ الکفر کا عذاب دگنا کر دیا جائے گا اسی طرح جو نیک نمونہ بناتا ہے اس شخص کی وجہ سے یا ان اشخاص کی وجہ سے یا اس گروہ اور جماعت کی وجہ سے جو نیکیاں قائم ہوتی ہیں اور بہت سے ان کی نقل کر کے خدا تعالیٰ کی قرب کی راہوں پر چلنے لگتے ہیں تو وہ شخص یا اشخاص جو بطور نمونہ کے دنیا میں زندگی گزارتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دہرے وارث ہوتے ہیں اور ان کو ان کا اجر

(مرتین) دو دفعہ ملتا ہے ایک اپنے اعمال صالحہ کے نتیجہ میں ایک اس وجہ سے کہ وہ نمونہ بنے اُسوہ ہھرے اور بہتوں کی ہدایت کا موجب بنے۔

تو یَنِسَاءُ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ اورَ مَنْ يَقْنُتُ مِنْكُنَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلُ صَالِحًا ثُوَرَتْهَا أَجْرَهَا مَرَّتِينَ میں وجہ بتائی گئی ہے کہ ہم نے ان اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ کو یہ اختیار کیوں دیا!! اس لئے دیا کہ ہم نے ان کو نمونہ بنایا تھا اور دنیا کو ہم بتانا چاہتے تھے کہ یہ اس مقام کے اوپر قائم اور فائز جو کی گئی ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جبر کر کے انہیں اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ان کی تربیت اس رنگ میں ہوئی ہے کہ واقعہ میں یہ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ بنے کے قابل ہو گئی ہیں۔ اس کے ہم یہ معنی بھی کر سکتے ہیں کہ آؤ دیکھو! ہم اپنے نبی کو کہتے ہیں کہ ان ازواج کو جا کے یہ کہو کہ اگر چاہتی ہو حیات دنیا اور اس کی زینت کو تو سَرَاحَ حَمِيلًاً بغیر کسی ناراضگی کے، (نہ رسول کی ناراضگی اور نہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی) میں تمہیں تمہارے دنیوی حقوق ادا کر دیتا ہوں، عام مومنات کی عام مسلمات کی صفائی میں جا کے کھڑی ہو جاؤ (یا اگر چاہو تو اسلام کو بھی چھوڑ دو کوئی جرتو نہیں ہے) اور اگر چاہو تو اپنی مرضی اور رضا سے اس نہایت ہی اہم ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر لو اور ساری اُمت کے لئے اُسوہ حسنہ بننے کے لئے تیار ہو جاؤ اس وعدہ کے ساتھ کہ اگر تم سے کوئی غفلت اور سستی سرزد ہوئی اور کہیں تم نے غلطی کی اور اس کے نتیجہ میں دوسرے گمراہ ہوئے تو اس گناہ کی سزا دو چند ہوگی۔

اور جب ان کے سامنے یہ بات پیش کی گئی تو ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ یہ راہ تنگ ہے مگر یہی راہ ہمیں پیاری ہے ہم اسے چھوڑ کے ادھر ادھر ہونا نہیں چاہتیں ہمیں خدا کی رضا اور رسول کا پیار چاہتے ہمیں دنیا کی زندگی اور اس کی زینت نہیں چاہتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اُمت مسلمہ کے لئے اُسوہ بنانا چاہتا ہے تو خدا کے فضل اور نبی اکرم ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ بھی دکھائے گا کہ ہم دنیا کے لئے اور اُمت محمد یہ کے لئے اُسوہ بن جائیں گی۔

پھر ان کی زندگی کو دیکھو ان میں سے ہر ایک نے اپنے اموال کو اور دنیوی سامانوں کو اور اپنے اوقات کو اور اپنے جذبات کو خدا اور اس کے رسول کے لئے خرچ کیا۔ کبھی ان کے قدم میں لغزش نہیں آئی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوحات کے نتیجہ میں بڑے اموال آنے شروع ہو گئے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے بڑے وظائف امہات المؤمنین کے مقرر کئے۔ پس یہاں
یہ مراد نہیں کہ دنیا کے اموال لینے نہیں مراد یہ ہے کہ دنیا کے اموال دنیا کے آرام اور دنیا کی زینت پر خرچ
نہیں کرنے بلکہ خدا اور اس کے رسول کی راہ میں خرچ کرنے ہیں اگر یہ مفہوم نہ لیا جائے تو پھر تو حضرت
ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کے متعلق ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ آپ نے غلطی کی کہ سب سے بڑے وظائف امہات
المؤمنین کے لئے مقرر کر دیئے۔ بعد میں تو یہ وظائف بہت بڑھ گئے تھے لیکن شروع میں بھی دس ہزار درہم
ایک ایک بیوی کو ملتا تھا ان کے اپنے رشتہ دار لاکھ لاکھ روپیہ تک ایک وقت میں لا کران کو دے دیتے
تھے۔ حضرت عائشہؓ بیویوں سینکڑوں غلام خرید کر ایک وقت میں آزاد کر دیا کرتی تھیں۔ ایک دن جب ان
کو ایک لاکھ روپیہ ملا تو بڑی خوش ہوئیں کہ مجھے دو ہر بلکہ چو گنا ثواب ملے گا وہرے اجر کا انہیں وعدہ تھا
وہ نمونہ اور اُسوہ بھی انہوں نے دکھایا پھر یہ سوچ کر بھی خوش ہوئیں کہ ایک تو میں لاکھ روپیہ تقسیم کروں گی
دوسرے سارا دن میرا اس تقسیم میں گزرے گا یہ بھی ایک ثواب ہے سارا دن ذرہ بھی آرام نہیں کیا صبح سے
جو بیٹھیں تقسیم کرنے کے لئے شام کر دی سارے دن کا ایک ایک منٹ اور اس مال کا ایک ایک روپیہ غرباء
میں تقسیم کر دیا یہی حال تمام ازواج مطہرات کا تھا۔

پس دنیا کو اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ ہم ان پر جبر نہیں کر رہے دنیا کو اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ نبی
اکرم ﷺ کو جو ایک حسین اُسوہ بنایا گیا ہے اس کا اثر سب سے پہلے خود آپ کے گھر میں رہنے والوں پر
ہے اور ایک شدید محبت نیکی کے ان کاموں سے پیدا ہو گئی ہے آپ کی ازواج مطہرات کے دلوں میں کہ
دنیا کا کوئی لائق، یادِ دنیا کا کوئی طبع یادِ دنیا کا کوئی آرام یادِ دنیا کی کوئی آسائش اس صحبت کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی۔
تفسیرِ روحِ البیان میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب دنیا کی رغبت اور دنیا سے محبت کے
نتیجہ میں ازواج مطہرات کا جسمانی اور مادی تعلق نبی کریم ﷺ سے قطع ہو سکتا ہے تو دنیا کی اس رغبت
اور محبت کے نتیجہ میں امتِ محمدیہ کا تعلق بھی نبی کریم ﷺ سے قطع ہو جائے گا یعنی اگر وہ حیاتِ دنیا اور
زینتِ دنیا کو ترجیح دیں گے خدا اور اس کے رسول پر اور اپنے اوقات کو اور اپنی ملکیتوں کو اپنے ذاتی
آسائش اور آرام پر خرچ کریں گے اور اس نظام کی مضبوطی اور استحکام کے لئے خرچ نہیں کریں گے جو
اسلام نے قائم کیا ہے تو ان کا تعلق بھی نبی کریم ﷺ سے یقیناً قطع ہو جائے گا وہ لکھتے ہیں

فِي إِيَّاحَابِ الْمُفَارَقَةِ عَنْ صُحبَةِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا مَهِلَّةٌ لَأَنَّ أَرْحَامَ الْقُلُوبِ هُمْ مَهَلُّ

النُّطْفَةُ الرُّوْحَانِيَّةُ الرَّبَّانِيَّةُ فَيَنْبُغِي أَنْ يَكُونَ أَطْيَبُ وَأَزَكَى لِا سْتِحْقَاقِ تِلْكَ النُّطْفَةِ الشَّرِيفَةِ فَإِنَّ الطَّيِّبَاتِ لِلظَّيِّبِينَ۔ (روح المعانی سورۃ الحزاب زیر آیت: ۳۰)

یعنی مسلمانوں کے دل رحم کی طرح ہیں روحانی لحاظ سے اور دلوں کے اس رحم میں نبی اکرم ﷺ کی پاک ربانی روحانیت کا نطفہ داخل ہوتا ہے اور وہاں سے ایک روحانی بچہ پیدا ہوتا ہے تب وہ پکے مسلمان بنتے ہیں۔

تو مردوں کو بھی جیسا کہ میں نے شروع میں اشارہ کیا تھا ان آیات سے سبق لینا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ کا قرب ہرگز ہرگز حاصل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ روحانی طور پر اس اختیار کے ملنے کے بعد جوان آیات میں دیا گیا ہے آپ کی طرف منسوب ہونے والی حیات دنیا اور اس کی زینت پر خدا اور اس کے رسول کی رضا اور اس کی محبت کو مقدم نہ رکھیں۔ اگر وہ حیات دنیا اور اس کی زینت میں موجود ہو گئے اس میں رغبت انہوں نے کی اور اس سے محبت کی اور اپنے تمام دل اور تمام توجہ اور تمام محبت کے ساتھ وہ دنیا ہی کے ہو گئے اگر انہوں نے اپنے اموال کو، اگر انہوں نے دینیوں سامانوں کو، اگر انہوں نے اس دینیوی زندگی کے اوقات کو، اگر انہوں نے دینیوی محبوتوں کو، اگر انہوں نے دینیوی تعلقات کو خدا اور اس کے رسول پر قربان نہ کیا تو وہ یقیناً خدا اور اس کے رسول کی محبت اور قرب اور صحبت کو حاصل نہیں کر سکیں گے۔ ان آیات میں جہاں یہ بیان ہوا ہے کہ ازواج مطہرات ایک ایسے مقام پر ہیں کہ دنیا نے ان کی نقل کرنی ہے اگر وہ نیک نمونہ پیش نہیں کریں گی تو ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا اگر وہ نیک نمونہ پیش کریں گی تو ان کو مرتبین جزا دی جائے گی۔

وہاں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوسری عورتیں جن کا تعلق اُمت محمدیہ سے ہے اگر وہ حیات دنیا اور اس کی زینت پر دین کو قربان کر دیں گی اور خدا کی رضا کے حصول کی طرف متوجہ نہیں ہوں گی بلکہ دنیا کے عیش اور اس کے آرام میں پڑ جائیں گی تو ان کو بھی سزا دی جائے گی گو وہ سزا مَرَّةٌ ہو گی لیکن سزا ان کو ضرور دی جائے گی ان کو چھوڑا نہیں جائے گا پھر ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمان عورت اپنے گھر کا ماحول ایسا نہیں بنائے گی کہ اس ماحول میں تربیت پانے والے بچے خدا کی آواز کو سننے کے بعد دنیا کی کسی آواز پر کان نہ دھریں اور دنیا کی طرف پیٹھ پھیر کر اپنے پورے زور کے ساتھ اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس طرف دوڑنے نہ لگ جائیں جس طرف

سے کہ خدا کی آواز آ رہی ہوتا ایسی مائیں بدی کا نمونہ قائم کرنے والی ہیں اور ان کو بھی دوہرا عذاب ملے گا اور اس طرح اگر وہ اپنے گھروں کے ماحول کو اس قدر حسین بنائیں گی اسلام کی روشنی اور قرآن کریم کے نور کے ذریعہ کہ جو بچے وہاں پر درش پائیں گے ان کے دل کچھ اس طرح خدا اور اس کے رسول کی محبت میں محو ہوں گے کہ دنیا کی طرف ان کی نگاہ بھی نہیں اٹھے گی تو الہی وعدہ کے مطابق ایسی مسلمان عورت کو دو گناہ ثواب ملے گا۔

تو جیسا کہ میں نے گذشتہ جمعہ میں مختصر آپیان کیا تھا کہ ایک اہم مضمون کی طرف اللہ تعالیٰ نے میری توجہ کو پھیرا ہے بطور تمہید کے میں نے یہ دو خطبے دیئے ہیں اور ان خطبوں میں میں نے کوشش کی ہے کہ میں اپنی بہنوں پر اس بات کی اچھی طرح وضاحت کر دوں کہ بڑی اہم ذمہ داریاں ان کے لئے ہوں پر عائد ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اگر نبی امت میں زندہ موجود ہو یا اس کے خلفاء کے ذریعہ اگر نبی کے وصال کے بعد قدرت ثانیہ کا دور شروع ہو چکا ہو۔ جب کسی ذمہ داری یا ذمہ داریوں کی طرف جماعت کے مردوں اور ان کی عورتوں کو متوجہ کرے تو ان کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ خدا کی رضا کے حصول کے لئے اس کے رسول یا اس کے خلیفہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایسی قربانیاں دنیا کے سامنے پیش کریں جو بے نظیر ہوں اور دنیا کو حیرت میں ڈالنے والی ہوں اور دنیا یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے کہ عام عورتیں تو اور بھی بستی ہیں اس دنیا میں مگر ان کا ان کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں وہ تو ایسی عورتیں ہیں احمدی مستورات اور احمدی بہنوں کے سوا کہ جو حیات دنیا میں کھوئی گئی ہیں اور زینت دنیا کو ہی انہوں نے سب کچھ سمجھ لیا ہے اور یہاں وہ ہیں کہ جو خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ میں دنیا کے آرام اور دنیا کی آسائشیں اور دنیا کے فخرانہ لباس اور دنیا کے قیمتی زیورات اور دنیا کے چمکتے ہوئے ہیرے اور جواہرات کی کوئی پرواہ نہیں کرتیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے نام کو بلند کرنے کے لئے اور اس کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے کے لئے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت دلوں میں گاڑنے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً تربیت اولاد کی جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں ان کو وہ محبت اور اخلاص کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ بنا ہتی ہیں وہ اس یقین پر قائم کی گئی ہیں کہ اگر ہم نے کوئی بد نمونہ اس دنیا میں چھوڑا تو خدا تعالیٰ جس نے امہات المومنین کو بھی یہ کہا تھا کہ اگر تقضی عہد کرو گی تو دنی سزادوں گا وہ ہمیں کب چھوڑ رے گا وہ ہماری غلطی کے نتیجہ میں یقیناً ہم پر

ایک کے بعد دوسرا قہر نازل کرے گا اور اس قہر کی ہمیں برداشت نہیں ہے اس قہر سے ہم ترساں ولزماں ہیں اس قہر سے بچنے کے لئے اور اس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے ہم اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ہم اپنے بچوں کی اور اپنی بچیوں کی اس رنگ میں تربیت کریں گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سپاہی بن کر اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی جو ہم جاری ہے اس مہم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو بھی اور ہماری بہنوں کو بھی یہ توفیق عطا کرے کہ ہم سب ان ذمہ داریوں کو پوری توجہ اور بثاشت کے ساتھ بناہئے والے ہوں جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے آج ہمارے کندھوں پر ڈالی ہیں۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۹ اپریل ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۵)



اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق ہمیں ایک ایسی
قوم بنایا ہے جو اپنے اموال خدا تعالیٰ کی راہ میں پانی کی
طرح بہاتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ مارچ ۱۹۶۷ء، مقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ جنہیں آسمان سے نور ملتا ہے اور عرفان دیا جاتا ہے وہ دنیا اور اس کے اموال کو محض کھیل اور تماشہ جانتے ہیں۔
- ☆ تقویٰ کی باریک را ہوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی را ہوں کوڈھونڈو۔
- ☆ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اپنے مالوں کی قربانیاں دو اس سے کہیں زیادہ میں واپس لوٹاؤں گا۔
- ☆ تم فی سبیل اللہ خرچ کرو فانی چیزوں کو دے کر ابدی سرور کے وارث بنو۔
- ☆ اللہ تعالیٰ بڑا پیار کرنے والا ہے جو مخلوق لاکھ سال بعد دس لاکھ سال بعد یا کروڑ سال بعد پیدا ہونی تھی اس کی ضروریات کا بھی خیال رکھا۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعْبٌ وَلَهُو طَوَّانٌ تُؤْمِنُوا وَتَنَقْوُا يُؤْتُكُمْ أُجُورُكُمْ وَلَا يَسْتَلِكُمْ أَمْوَالُكُمْ ۝ إِنَّ يَسْتَلِكُمْ هُوَ فِي حِفْكُمْ بَخْلُوا وَيُخْرِجُ أَصْغَانَكُمْ ۝ هَانُتْهُمْ هُوَ لَاءٌ تُدْعُونَ لِتُسْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۝ فَمِنْكُمْ مَنْ يَسْخَلُ وَمَنْ يَسْخَلُ فَإِنَّمَا يَسْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ ۝ وَاللَّهُ الْغَيْرُ وَأَنْتُمُ الْفَقَرَاءُ ۝ وَإِنْ تَتَوَلُوا يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (حمد: ۳۶ تا ۳۷)

اس کے بعد فرمایا:

کھانسی کو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت آرام ہے لیکن جودوائی تجویز کی گئی تھی اور جس کا میں نے استعمال کیا اس کے نتیجہ میں ضعف کافی ہو گیا تھا جو بھی باقی ہے دوائی تواب میں نہیں کھارہا اس کا کورس ختم ہو گیا ہے لیکن اس نے ضعف بہت کر دیا ہے۔ دعا کریں اور میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ اور طاقت کے ساتھ اپنے سلسلہ کی اور اپنے بھائیوں کی خدمت کی توفیق عطا کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنہیں آسمان سے نور ملتا ہے اور عرفان عطا کیا جاتا ہے وہ جانتے ہیں کہ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعْبٌ وَلَهُو كَدُنْيَا او را س کے اموال او رآ رام او را س کی آسائشیں باطل ہیں۔ محض کھیل کا سامان ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں اور جن کو کوئی ثابت نہیں۔ چند دن کی فانی لذات کے سوا کچھ بھی نہیں پھر یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کو اس مقصد حیات سے پرے ہٹادیئے والی ہیں جس کی خاطر اس کے رب نے اسے پیدا کیا تھا۔ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَنَقْوُا اس کے مقابل اگر تم اپنے رب کی آواز پر لبک کہتے ہوئے ایمان لاو اور حقیقت کو سمجھنے لگو اور تم سے جو مطالبے کئے جاتے ہیں تم ان کو پورا کرو اور تقویٰ کی باریک را ہوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی را ہوں کوڑھوڑ تو جو بطور قربانی تم سے لیا جاتا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ يُؤْتِكُمْ أُجُورُكُمْ تمہارے اجر اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے (نہ کہ تمہارے کسی استحقاق کے نتیجہ

میں تمہیں عطا کرے گا۔ اور یہ اجر جو ہے وہ اس شکل میں ہو گا کہ وہ باقی رہے گا اور جو ثواب تمہیں ملے گا وہ بھی باقی اور دائم رہنے والا ہو گا تمہیں باقیات الصالحات دیئے جائیں گے اور تم اللہ تعالیٰ کی حقیقی نعمتوں اور ابدی حیات کے وارث بن جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن چیزوں کا تم سے مطالبہ کیا جاتا ہے ان میں تمہارے اوقات بھی ہیں، ان میں تمہاری عزتیں بھی ہیں، ان میں تمہاری لذتیں اور آرام بھی ہیں، ان میں تمہاری وجہتیں بھی ہیں، ان میں تمہارا وقار بھی ہے اور ان میں تمہارے اموال بھی ہیں اور چونکہ اموال کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس لئے شیطان فوراً تجھ میں آ کو دتا ہے اور انسان کو بہکانے لگتا ہے لیکن **وَلَا يَسْأَلُكُمْ أَمْوَالَكُمْ وَهَا مَا لَكُمْ** حقیقی جو تمہیں بہترین اجر دینے والا ہے وہ (نحوذ باللہ) ایک سائل کے طور پر، وہ ایک بھیک منگے اور فقیر کے طور پر تو تمہارے دروازے کے آگے کھڑا نہیں ہوتا انصاف فی سیل اللہ کے مطالبہ کے وقت تمہارا رب بطور سائل، فقیر اور بھیک منگے کے طور پر تمہارے دروازہ پر نہیں آتا وہ تو ایک غنی اور ایک سخن اور ایک دیالو ہستی کی حیثیت میں تمہارے دروازے پر آتا ہے اور اپنی رحمت کے جوش میں خود چل کر تمہارے پاس آتا ہے وہ اس لئے آتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے ان بندوں کو اپنے قرب اور اپنی رضا کے لئے پیدا کیا تھا اس لئے اب میں ان کو وہ رستے بھی دکھاؤں گا کہ جن پر چل کر وہ میری رضا کو حاصل کر سکیں اور میرے قرب کو پا سکیں اس غرض سے وہ تمہارا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے شیطان کہتا ہے کہ خدا فقیر ہے وہ تمہارے اموال مانگنے آیا ہے لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے میں سخنی ہوں، میں غنی ہوں، میں دیالو ہوں، میں اس لئے آیا ہوں کہ میں تمہیں کچھ دوں میں اس لئے نہیں آیا کہ تم سے تمہارے اموال جس طرح ایک فقیر لیتا ہے اس طرح لے لوں۔ تو اللہ تعالیٰ جب ہمارا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے مالوں کی قربانیاں میری راہ میں دو تو ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے کہیں زیادہ میں تمہیں واپس لوٹاؤں گا۔ میں تمہیں **أَضْعَافًا مُضَاعِفةً** دوں گا۔ تم دنیا کی فانی چیزیں جو میری ہی عطا ہیں میرے قدموں میں لارکھو ابدی نعمتیں ان کے بدله میں تمہیں دی جائیں گی، میری رضا تمہیں ملے گی اور میری جنت میں تم داخل ہو گے، تمہارا ثواب اور تمہارا اجر اپنی کیمت اور کیفیت میں اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو وہ تم سے اموال کی شکل میں لیتا ہے۔ پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ جو کچھ وہ ہم سے لیتا ہے وہ ہم اپنے گھر سے تو نہیں لاتے بلکہ وہ بھی تو اس کی عطا ہے۔ اس نے ہی وہ اپنے فضل سے ہمیں دیا ہوتا ہے اور وہی اپنے

فضل سے ہمیں دنیا کے اموال کا مالک اور وارث بناتا ہے اور پھر ہمیں کہتا ہے کہ جو میں نے تمہیں دیا ہے اس میں سے تھوڑا سا مجھے واپس دے دو کیونکہ جو میں نے اس دنیا میں تمہیں دیا تھا وہ فانی ہے اور ضائع ہونے والا ہے اس کے ایک حصہ کا میں مطالبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ مجھے لوٹا دوتا وہ ذریعہ بن جائے ان ابدی اور غیر فانی نعمتوں کا جو تمہیں اخروی زندگی میں ملنے والی ہیں۔

إِنَّ يَسْأَلُكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَهَا إِيكَ لَدَأَكَارُ بَهِيكَ مَنْجَكِي حِشِيتَ سَتَهَارَادَرَوازَه
نَهِيَنَ كَلَكَهَتَاتَاءَ وَهَا إِسَ فَقِيرَكِي طَرَحَ مَانَگَنَےَ وَالاَنْبِيَاءَ جَسَكَ مَتَلَقَّعَ تَمَ حَقَ رَكَّتَهَ ہُوكَ اَسَےَ كَهُوبَابَا جَاؤَهُمَ
تَهَارَےَ كَشَکَوَلَ مَیِنَ بَهِيكَ نَهِيَنَ ڈَالَتَےَ بَلَکَهَ وَهَا توَآقاَ ہُوتَےَ ہوَئَ بَھِي، وَهَا توَغَنَیَ ہُوتَےَ ہوَئَ بَھِي اَپَنَیَ
رَحْمَتَ کَجَوشَ مَیِنَ تَهَارَےَ ہِیَ فَانَدَهَ کَلَتَےَ تَهَارَےَ درَوازَهَ پَرَآتَاَ ہِیَ اَوَرَآیَکَ سَچَا اَوَرَسَتَا سَوَادَتَمَ
سَےَ كَرَنَا چَاهَتَاَ ہِیَ۔ وَهَا توَیَہَ كَهَمَرَہَ ہِیَ کَهَنَیَ دَوَارَبَاقَیَ پَاؤَ۔ وَرَلِی زَندَگِیَ کَهُوَٹَےَ سَکَےَ اَوَرَمَصَنَوَعِیَ پَتَھَرَ
دَےَ دَوَارَکَھَرَےَ سَکَےَ اَوَرَاصَلِیَ لَعَلَ وَجَوَاهَرَلَےَ لَوَوَہَ توَکَہَتَاَ ہِیَ بَخَلَ چَھُوَڑَوَ، ہَاںَ بَخَلَ چَھُوَڑَوَ کَهَوَهَا تَهَارَےَ
لَتَےَ نَقْصَانَ دَهَ ہِیَ۔ اللَّهُ تَعَالَیٰ فَرَمَاتَ ہِیَ وَيُخْرِجُ أَخْسَغَانَكُمْ اَسَکَ مَخْلُصِينَ مَعَانِی تَفَاسِيرَ مَیِنَ کَنَےَ گَنَےَ
ہِیَ۔ اَیَّكَ مَعْنَیَ تَوَسَّکَ کَیِہِاںَ یَہِرِیاَ کَہَنَگَلَ کَاطَرِیَقَ تَمَ اَسَ الَّهِیَ سَلَسلَهَ مَیِنَ اَخْتِیَارَ کَرَوَگَےَ توَ
اَسَ سَتَهَارَےَ کَچَھَ اَوَرَگَنَدَ بَھِیَ ظَاهِرَ ہُوَنَگَےَ کَیُونَکَہَ تَهَارَاَ بَخَلَ سَےَ کَامَ لِینَا بَتَارَہَا ہوَگَا کَتَهَارَےَ دَلَ مَیِنَ
مَخْلُصِینَ کَلَتَےَ کَینَہَ مَوْجُودَ ہِیَ اَوَرَتَمَ خَدَا اَوَرَاسَ کَرَسَوَلَ اَوَرَاسَ پَرَایَمَانَ لَانَےَ وَالَّوَنَ کَسَاتَھَ دَشْنَیَ
کَجَذَبَاتَ رَكَّتَهَ ہُوتَمَ مَالَ اَسَ لَتَنَہِیَنَ دَیَتَےَ کَتَهَارَےَ بَعْضَ بَحَائِیوَنَ کَضَرُورَتِیَنَ پُورِیَ ہُوَنَگَیَ یَا
اللَّهُ تَعَالَیٰ کَدِینَ کَیِ یَضَرُورَتَ پُورِیَ ہُوَنَگَیَ کَتَهَارَےَ وَهَا بَھَائَیَ جَوَانِیَ زَندَگِیَانَ خَدَالَتَعَالَیَ کَرَاهَ مَیِنَ
وَقَفَ كَرَرَہَ ہِیَںَ وَهَا جَهَادَ کَمِیدَانَ مَیِنَ نَکَلِیَنَ گَےَ اَوَرَانَ مَالَوَنَ کَوَوَهَا خَرَچَ کَرِیَنَ گَےَ یَحْضُنَ بَخَلَ ہِیَ نَہِیَنَ
ہِیَ بَلَکَہَ اَسَ کَپِیَچَھَ کَینَہَ، اَسَ کَپِیَچَھَ خَدَا اَوَرَاسَ کَرَسَوَلَ اَوَرَمَخْلُصِینَ سَلَسلَهَ کَسَاتَھَ، مَخْلُصِینَ
اَمَّتَ مُسْلِمَهَ کَسَاتَھَتَهَارَیَ دَشْنَیَ ہِیَ توَیَہَ بَخَلَ جَوَهَ ہِیَ یَہَا تَهَارَےَ گَاتَهَارَےَ اَسَ کَینَہَ کَوَوَرَتَهَارَیَ جَوَقَبِیَ
بَیَارِیَاَنَ ہِیَنَ کَرَنَےَ کَاَیَہَ ذَرِیعَهَ بَنَ جَائَےَ گَاَ۔

دوسرے اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ دراصل اللَّهُ تَعَالَیٰ تین زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کر رہا ہے ان آیات میں تو یہاں یہ بتایا کہ اللَّهُ تَعَالَیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ جن لوگوں کے دلوں میں تربیت کی کمی کی وجہ سے اور ایمان کی کمزوری کے نتیجہ میں بخُل پایا جاتا ہے وہ بخُل ان کا دور ہو جائے گا اور اخلاص میں

وہ ترقی کریں گے اور ایثار میں وہ اور بھی آگے بڑھ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے بن جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے والے ہو یا اس زمانہ میں رہنے والے ہو یعنی پہلی تین صدیاں جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے وضاحت سے یہ بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں میرے تبعین میں بڑے مغلص لوگ پیدا ہوں گے اور خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کی را ہیں ان پر کھوی جائیں گی اور اسلام کی روشنی کو دنیا کے کناروں تک پہنچادیں گے تو بیان ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تربیت کا سامان پیدا کر دیا ہے، تمہارے دل کے اندر جواضفان ہیں اور مختلف قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں صحت عطا کرے گا اور تمہارے دل کی ان بیماریوں کو وہ دور کر دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **هَاتُّنَمْ هَؤُلَاءِ تُدْعُونَ لِتُتَفَقُّوَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ** سنوا اور ہوشیار ہو تو مودہ لوگ ہو جن کو اس بات کی طرف بلا یا جاتا ہے کہ تم ان را ہوں میں خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جاتی ہیں۔ تم فی سبیل اللہ خرچ کرو، تم کو اس بات کی طرف بلا یا جاتا ہے کہ تم فانی چیزوں کو دے کر ابدی سرور کے وارث بنو تم کو اس لئے بلا یا جاتا ہے کہ تم اپنے اموال کا ایک حصہ کاٹ کر اشاعت قرآن کے لئے، اشاعت اسلام کے لئے، استحکام اسلام کے لئے اور تعلیم اسلام کو فروغ دینے کے لئے الہی سلسلہ کے خزانہ میں آ کر جمع کرو مگر **فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ** تم میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں لیکن جب دنیا کے کھلیل کو دکا معاملہ ہو اور ایسے اخراجات ہوں جن کے نتیجہ میں انسان لازماً خدا تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے تو اس وقت بخل کا نام و نشان باقی نہیں رہتا بڑی دلیری سے خرچ کرتے ہیں۔ دنیا کی رسوم ہیں، رواج ہیں، بیاہ شادی کے اوپر وہ لغویات کی جاتی ہیں اور ان لغویات پر وہ خرچ کیا جاتا ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ ان آدمیوں کی عقولوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی بساط اور استطاعت سے آگے نکلتے ہوئے یہ خرچ کر رہے ہیں۔ اپنے لئے بھی دنیا میں ایک مصیبت پیدا کر رہے ہیں لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ آؤ غلبہ اسلام کے لئے مالی قربانیاں دیں تو کہتے ہیں کہ بڑی مجبوری ہے، بڑی ذمہ داریاں ہیں، بچوں کو پڑھا رہے ہیں، رشتہ داروں کو پال رہے ہیں اس میں ہمیں رعایت ملنی چاہئے لیکن بچوں کی پڑھائی اور رشتہ داروں کا خیال بد رسم کی ادائیگی کے وقت ان کے دماغوں میں نہیں آتا تو جب دنیا کے لئے وہ خرچ کرتے ہیں، دنیا کے کھلیل کو دا اور دنیا کے لہو کے لئے تو

بے دریغ خرچ کر جاتے ہیں اور اموال کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَنْ يَبْخَلُ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ تم آزاد ہوتم پر کوئی جرم نہ ب نے عامد نہیں کیا اس لئے جو چاہو کرو لیکن یہ یاد رکھو کہ وَ مَنْ يَبْخَلُ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص بھی انفاق فی سبیل اللہ میں بخل سے کام لیتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے کیونکہ انفاق کا فائدہ اسے ہی ملتا تھا۔ اس کا ثواب اگر زید خرچ کرنے والا ہے تو بکر کو نہیں ملتا اگر زید بخل کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں جو محرومیاں اس کو حاصل ہوئی ہیں وہ محرومیاں بکر کو حاصل نہیں ہوتیں تو اس بخل کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ثواب سے محروم کرتا ہے۔ اپنے نفس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے کسی اور کوئی فائدہ تھا انفاق سے، نہ ہی اس بخل کے نتیجہ میں کسی کو نقصان پہنچے گا خود اپنے نفس کو ہی ایسا شخص نقصان پہنچانے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ غنی ہے اور تم فقراء ہو خدا تعالیٰ کو تو کسی مال کی ضرورت نہیں وہ ہمیشہ سے غنی ہے وہ اس دن سے غنی ہے جب اس نے تم کو سورج کی روشنی سے فائدہ پہنچانے کے لئے اس کو پیدا کیا سورج کی پیدائش سے اس کو کوئی ذاتی نفع نہیں تھا یا اگر وہ اسے پیدا نہ کرتا تو اسے کوئی ذاتی نقصان نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ سے غنی ہے لیکن ہمیشہ سے وہ سختی بھی ہے وہ بڑا دیوالو بھی ہے وہ بڑا رحم کرنے والا بھی ہے وہ بڑا خیال رکھنے والا بھی ہے۔

وہ بڑا پیار کرنے والا بھی ہے جو مخلوق لاکھ سال کے بعد یاد اس لاکھ سال کے بعد یا کروڑ سال کے بعد پیدا ہوئی تھی اس کا اس نے کروڑ سال پہلے یاد اس لاکھ سال پہلے یا لاکھ سال پہلے سے خیال رکھا باوجود غنی ہونے کے تو جہاں اس کی صفت غناء ازلي ہے وہاں اس کی رحمت بھی ہر وقت جوش میں رہتی ہے تو تمہیں کس نے کہا کہ وہ فقیر بن کر تمہارے دروازہ پر آیا اور اس نے تمہارا دروازہ کھلکھلایا فقیر تو تم ہوم اپنی پیدائش سے پہلے بھی فقیر تھے کہ اگر تمہاری ضرورت کو اس وقت پورا نہ کیا جاتا تو آج سورج کی روشنی تمہارے اوپر نہ چلتی تو تم بہت ساری چیزوں سے محروم رہ جاتے مثلاً آنکھ کی بینائی سے تم محروم رہ جاتے تم اپنی پیدائش سے بھی پہلے فقیر تھے اور تمہارا رب تو ہمیشہ سے، ازل سے غنی ہے اور ابد تک غنی رہے گا لیکن کسی زمانہ کو بھی کیوں نہ لو تمہارا فقر، تمہاری احتیاج اپنے رب کی طرف تمہیں لاحق رہتی ہے تو جب تمہارا غنی، جب تمہارا سختی، جب تمہارا دیوالو، جب تمہارا بخشش ہار رب تمہارے دروازہ پر آ کر تمہارے اموال کا مطالبہ کرتا ہے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ اسے منظر ہوتا ہے اس کا اپنا کوئی فائدہ اس کے اندر نہیں

ہوتا اور اگر تم اس آواز پر بلیک نہ کہو اور قربانیوں کو دینے کے لئے اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو اس میں تمہارا اپنا نقصان ہے اور کسی کا نقصان نہیں ہے۔ اور وَإِنْ تَتَوَلُّوْا يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَ كُمْ یاد کھو گرتم ایمان اور تقویٰ کو اختیار کرنے سے اعراض کرو اور انفاق فی سبیل اللہ کی طرف متوجہ نہ ہوت بھی اللہ تعالیٰ اسلام کی حمایت تو ضرور کرے گا اور اسلام کی حمایت میں اس دنیا میں جو اسباب کی دنیا ہے بہر حال غلبہ اسلام کے سامان وہ پیدا کرے گا اگر تم بخل سے کام لو گے تو وہ ایسی قوم پیدا کر دے گا جن کے دلوں میں بخل نہیں ہو گا خدا اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لئے وہ اپنے مالوں کی قربانیاں کچھ اس طرح دیں گے کہ دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیں گے۔

اسلام کی حفاظت کا تو اس نے وعدہ کیا ہے وہ حفاظت تو اسلام کو ملتی رہے گی تم نے اس مہم میں حصہ لے کر خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنا ہے یا نہیں کرنا یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ اگر اللہ کی آواز پر بلیک کہو گے تو اس کی رضا تمہیں مل جائے گی اور وہ نعمتیں تمہیں میسر آئیں گی کہ آج اس دنیا میں تمہارے تخلی میں بھی وہ نہیں آسکتیں۔ تمہارا ذہن بھی ان اشیاء تک نہیں پہنچ سکتا جن سے تمہاری جھولیاں اخروی زندگی میں بھر دی جائیں گی تمہیں روحانی سیری نصیب ہو گی تمہارے دل میں جو خواہش پیدا ہو گی وہ نیک ہو گی اور وہ پوری کردی جائے گی۔ تمہیں اپنے رب سے کبھی غلط قسم کا گلہ بھی پیدا نہیں ہو گا لیکن اگر تم اعراض کر جاؤ پہنچ پھیر جاؤ تو ایک اور قوم اللہ تعالیٰ پیدا کر دے گا۔ ثُمَّ لَا يَكُونُوْا أَمْثَالَكُمْ پھر وہ تمہارے جیسے نہیں ہوں گے۔

وَإِنْ تَتَوَلُّوْا يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَ كُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوْا أَمْثَالَكُمْ اس حصہ آیت میں ایک پیشگوئی ہوئی ہے جو بڑی شان سے پوری ہوئی اور جیسا کہ میں نے بتایا اس آیت میں تین زمانے مخاطب ہیں پہلی تین صدیاں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عام طور پر اکثریت ایسے لوگوں کی ہو گی جو دین کے معاملہ میں بخل نہیں ہوں گے دوسرے پہنچ کا زمانہ وہ ہزار سال کہ جن میں بخل کرنے والے بھی ہوں گے سختاً کرنے والے بھی ہوں گے، وہ خدا تعالیٰ کا قرب پانے والے بھی ہوں گے اور خدا سے دور رہنے والے بھی موجود ہوں گے مگر اکثریت جو ہے وہ اس اعلیٰ مقام کو کھو چکی ہو گی اور ایک تنزل کے دور میں سے اسلام گزر رہا ہو گا تیرسے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی پیشگوئی ہے وَإِنْ تَتَوَلُّوْا يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَ كُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوْا أَمْثَالَكُمْ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہزار

سالہ دور تنزل کے آخر پر جب مسلمانوں کی اکثریت خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرنے والی ہوگی تَنَوَّلُوا ان پر صادق آرہا ہوگا ایک اور قوم اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جو ان جیسی نہیں ہوگی یعنی یہ تو انفاق سے گریز کرنے والے ہوں گے اور وہ جماعت احمد یہ انفاق کرنے کے بعد بھی یہ سمجھنے والے ہوں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے حضور کچھ بھی پیش نہیں کیا بالکل لفڑا ہو گا دو قوموں کے کیریکیٹر میں اور ان کی ذہنیت میں۔

تفسیر روح البیان زیر سورۃ محمد آیت ۳۹ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہاں وَإِن تَنَوَّلُوا يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ میں جس قوم کا ذکر ہے یہ کون سی قوم ہے آنحضرت ﷺ کے پہلو میں اس وقت سلمان فارسی یہی ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا یہ اور اس کی قوم اور پھر آگے وہ حدیث آتی ہے کہ اگر ثریا پر بھی ایمان چڑھ گیا ہو گا تو فارسی الاصل مسح موعود وہاں سے بھی ایمان کو لا کر قرآن کریم کے معانی اور اس کے معارف کو زمین پر قائم کرے گا تو نبی کریم ﷺ نے اس روایت کے مطابق بڑی وضاحت سے بتا دیا کہ جس قوم کا اس آیت میں ذکر ہے وَإِن تَنَوَّلُوا يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وہ جماعت احمد یہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اسلام پر انتہائی تزلیل کا زمانہ آئے گا اور مسلمان کھلانے والے دین کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرنے لگ جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت اور اس وقت سے اب تک جو زمانہ گذر رہے اس میں آپ تمام مسلمانوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں خواہ وہ پاکستان اور ہندوستان کے رہنے والے ہوں خواہ وہ دوسرے ملکوں کے رہنے والے ہوں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اُمت مسلمہ کی انفاق فی سبیل اللہ کے لحاظ سے بالکل وہی حالت تھی جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ سے اعراض کرنے والے ہوں گے إِلَامَاشَاءُ اللَّهُ اس میں شک نہیں کہ بعض بڑے نیک آدمی بھی تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل لیکن بڑی بھاری اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو شاید انفاق فی سبیل اللہ کے نام سے بھی آشنا نہ تھے دین کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کرنے میں انہیں موت نظر آتی تھی دوسرے یہ پیشگوئی فرمائی کہ حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمائروہ ایک اور قوم پیدا کرے گا جو اس کی راہ میں اپنے اموال پانی کی طرح بھا دیں گے۔

شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ڈالنی پڑی تو آئے

آنہ دودو آنہ لے کر یہ عادت ڈالی پھر بعد میں وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا لیکن وہ ان لوگوں میں سے اس جماعت میں داخل ہو رہے تھے جن کے لئے خدا کی راہ میں ایک آنہ خرچ کرنا بھی دو بھرتا پھر جب انہوں نے ایک آنہ پھر دو آنہ پھر چار آنہ پھر آٹھ آنہ پھر روپیہ پھر دس روپیہ دیا اور آخر وہ اتفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ سے مست رہنے لگے اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ قوم بنادی یَسْتَبِدِلْ قَوْمًا غَيْرَ كُمْ کہ جو اتفاق فی سبیل اللہ بناشت سے کرتے چلتے جاتے ہیں۔

جس قوم نے اپنی یہ روایت بنائی ہے کہ اتفاق فی سبیل اللہ کی راہ میں ان کا ہر سال پہلے سے آگے ہو گا اور ان کا ہر قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا کبھی ایک جگہ کھڑا نہیں رہے گا پیچھے ٹھیک سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ وہ قوم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ ثُمَّ لَا يُكُوُنُوا أَمْثَالَكُمْ پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے جن کا تَتَوَلَُّوا میں ذکر ہے بلکہ یہ ایک کنٹرast (Contrast) ہو گا ایک نمایاں چیزان کے اندر ایسی پائی جائے گی جو ان کو تم سے علیحدہ کر دے گی۔

ایک غریب چھوٹی سی جماعت ہے ہماری جیسا کہ ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے اور غیر بھی جانتے ہیں پھر یہ تو فیق ایک غریب جماعت کو کہاں سے ملی اور کس نے دی کہ وہ اسلام کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کر دیں اور پھر وہ کوئی ہستی ہے جس نے ان کے اموال میں اتنی برکت ڈالی کہ اگر آج ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت کرنے والی کوئی جماعت ہے تو یہی غریب اور چھوٹی سی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنی برکت ڈالتا ہے اس جماعت کی مالی قربانیوں میں کہ ہماری عقلیں بھی اسے سمجھنے سے قاصر ہیں لیکن وہ ہمارے اموال میں برکت پر برکت ڈالتا چلا جاتا ہے آپ ایک دھیلہ دیتے ہیں اور ایک پہاڑ اس کا نتیجہ نکل آتا ہے جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ پر بھی بتایا تھا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب تحریک جدید کا اجراء کیا تو پہلے سال قریباً ستائیں ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا تھا اور دس سال کے بعد جو اثر اور نتیجہ پیدا ہوا اس کا دنیا میں وہ یہ تھا کہ دس سالہ اس حقیر کوشش کے نتیجہ میں وہ زمانہ آیا کہ ۲۵ء سے ۲۶ء تک قریباً ۲۱ سال میں قریباً تین کروڑ روپیہ غیر ملکوں کی آمد تحریک جدید کو ہوئی یعنی یہ ”قوم“ غیر ملکوں میں بھی پیدا ہونی شروع ہو گئی (یَسْتَبِدِلْ قَوْمًا غَيْرَ كُمْ) تو صرف مرکز میں ہی ایسی قوم پیدا نہیں ہوئی بلکہ ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا ایک نمونہ بنی نوع انسان کو دکھایا کہ دیکھو تم نے بجل سے کام لیا تمہیں کیا ملا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بناشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال کو قربان کیا

دیکھو یہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے کیا وہ ایک بدی ہوئی قوم نہیں ہے کیا یہ وہ قوم نہیں ہے جن کے اعمال کے نتائج کو دیکھ کر انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ قوم ہے اس کی پیدا کردہ جماعت ہے یہ وہ جماعت ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے کہا یا سُتْبَدِلْ قُوْمًا غَيْرَ كُمْ کہ وہ تم میں سے ہوں گے وہ تم میں ہوں گے لیکن وہ اپنے اشیار میں تم سے علیحدہ ہوں گے وہ اسلام کی ہی ایک جماعت ہو گی لیکن جہاں تک ان کی قربانیوں کا تعلق ہو گا جہاں تک ان کی قربانیوں کے پھل اور شمرہ کا تعلق ہو گا جو آسمانی حکم کے نتیجہ میں پیدا ہو گا تم میں اور ان میں کوئی ممائش نہیں ہو گی تو اس قوم کو جس نے اپنے لئے یہ روایت قائم کر لی ہے کہ ان کا قدم ہر میدان قربانی میں (انفاق فی سبیل اللہ کے میدان میں بھی) آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اس قوم کے عزیزوں اور بھائیوں کو میں بطور یادداہی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سال روں صدر ان جمن احمد یہ کے چندوں کا قریباً ختم ہو رہا ہے اور اس سال میں سے ویسے تو ایک مہینہ اور تیرہ چودہ دن باقی رہ گئے ہیں لیکن چونکہ چندے لوگ ماہ بماہ دیتے ہیں ہر ماہ کی آمد وصول ہونے پر انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں اس لئے سال گذرنے میں دو ماہ باقی رہ گئے ہیں لیکن جہاں تک وصولی کا سوال ہے وہ اس نسبت سے کم ہے یعنی سارے سال کا بجٹ اگر بارہ مہینوں پر پھیلایا جائے تو دو مہینہ کی جو رقم باقی رہ جانی چاہئے تھی اس سے زیادہ رقم باقی رہ گئی ہے یہ تو مجھے پتہ ہے کہ خدا کے فضل سے محض خدا کے فضل سے (اپنی کسی خوبی کے نتیجہ میں نہیں) آپ اپنی ذمہ داریوں کو ضرور بھائیں گے اور آپ کا قدم سال گذشتہ سے پچھنہمیں رہے گا لیکن میں نے سوچا کہ میں اپنے بھائیوں کو اس طرف متوجہ کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھوں کہ وہ مجھے اس یادداہی کا ثواب عطا کرے گا۔

جو گوشوارہ میرے سامنے پیش کیا گیا ہے اس کی رو سے جو تریجی بجٹ اور جو تریجی آمد ہے اس میں دولاکھ اسی ہزار روپیہ کا فرق ہے اور جو گل بجٹ ہے اس میں غالباً پانچ چھ لاکھ کی کمی ہے لیکن اگلے دو مہینہ میں معمول کے مطابق آمد آنی ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مثلاً دوسرے تیرے مہینہ میں انہیں کوئی ضرورت پیش آئی تو وہ کہتے ہیں اب ہم اپنی ضرورت پوری کر لیتے ہیں اور سال کے اندر اندر ہم بہر حال خدا کی ضرورت کے پورا کرنے کے لئے جو وعدے ہم نے دیئے ہیں وہ پورا کر دیں گے تو آخری مہینہ میں آمد جو ہے وہ مہینہ کی نسبت سے کہیں بڑھ جاتی ہے اول تو میری طبیعت پر یہ چیز بھی گراں گذرتی ہے کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شروع سال میں ہمیں خواہ وہ اپنی ہی بعض دوسری ریز رو

مددوں میں سے رقم لینا پڑے مانگ کر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے تو کوئی تکلیف نہیں لیکن غیرت مجھے ضرور آتی ہے کہ وہ قوم جن کا اللہ تعالیٰ نے اس شان کے ساتھ اپنے کلام مجید میں ذکر کیا ہے وہ اگر اپنے چندے شرح کے ساتھ ماہ بہاہ دینا شروع کر دیں تو کسی ماہ بھی کسی مد سے ہمیں مانگنا نہ پڑے إلا مَا شَاءَ اللَّهُ بِهِ حَالٌ ابْ تَحْوِرُ اوقْتَ رَهْ گیا ہے اور ذمہ داری بڑی ہے خصوصاً اس قوم کے لئے کہ جو یہ دیکھ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں میں کس قدر برکت ڈالتا ہے اور کیسے اعلیٰ اور شامدرا اور نتائج اس کے نکالتا ہے اور جہاں تک ذاتی طور پر ہمارا تعلق ہے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کسی کا قرض اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ بہت سے خاندانوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اٹھنی یا بارہ آنے یا روپیہ ماہوار چندہ دیا اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو اس دنیا میں بھی اس سے کہیں بڑھ کر واپس کیا ان میں سے ایسے خاندان بھی ہیں جن کی ماہوار آمد میں پچپیں یا تمیں ہزار روپیہ ماہوار ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کسی کا قرض اپنے ذمہ نہیں رکھتا اصل نعمت تو وہ ہے جو مرنے کے بعد ہمیں ملنی ہے لیکن اس دنیا میں بھی وہ اپنے فدائی اپنے جاں ثارا پنی راہ میں خرچ کرنے والے جو اسے غنی اور خود کو فقیر سمجھتے ہیں اور ہر دم اپنے دل میں اس کی احتیاج پاتے ہیں ان کو مایوس نہیں کرتا بلکہ اتنا دیتا ہے کہ لینے والا ہیران ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کرتا رہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو اس رنگ میں نبھاتے رہیں جس کے نتیجہ میں وہ ہم سے خوش ہو جائے اور اس کی رضا کو ہم حاصل کر لیں۔ اللہ ہم امین
(افضل ۲۶ / مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۲)



جماعت احمدیہ کا قیام غلبہ اسلام اور اشاعت اسلام کی تکمیل کے لئے کیا گیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ مارچ ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک -ربوہ)

(غیر مطبوعہ)



- ☆ ہم نے عام ظاہری سامان استعمال کرتے ہوئے انتہائی کوشش حقیقی اسلام پھیلانے کی کریں لیکن یہ دنیا ہماری طرف متوجہ نہیں ہو رہی۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زبردست دلائل اسلام کے حق میں عطا کئے گئے ہیں۔
- ☆ جن ممالک میں احمدیت کو فروغ اور کامیابی حاصل ہو رہی تھی ان ممالک میں بھی سیاسی بے چینی اور بد امنی پیدا ہو رہی ہے۔
- ☆ جب سب حربے نا کام ہو جائیں اور سب تدبیریں بے نتیجہ ہوں تو ایک ہی دروازہ کھٹکھٹانا ہمارے لئے ضروری ہے اور وہ دعا کا دروازہ ہے۔
- ☆ دوستوں کو دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بے اطمینانی سے اطمینان کی کوئی صورت پیدا کر دے۔

تشہد تعوداً وَ سُورَةٌ فَاتِحَةٌ كَيْ تَلَوْتَ كَيْ بَعْدَ فَرَمَيْتَ:-

میرا ارادہ تو اس مضمون کے تسلسل میں خطبہ دینے کا تھا جسے میں نے دو خطبوں کی تمہید کے بعد عید الاضحیہ کے خطبہ کے موقع پر شروع کیا تھا لیکن چونکہ موسم کی وجہ سے اہل ربوہ جمعہ میں شامل نہیں ہو سکے اور اس کی انہیں اللہ تعالیٰ نے اسلامی شریعت میں اجازت بھی دی ہے اسی لئے یہاں آنے کے بعد میں نے اپنا یہ ارادہ اس خیال سے ترک کر دیا ہے کہ میرے پہلے مخاطب جماعت میں چونکہ اہلیانِ ربوہ ہیں ان میں سے اگر اکثر شامل نہ ہوں جمعہ کے موقعہ پر تو بہتر یہی ہے کہ اس مضمون کو میں آئندہ جمعہ پر ملتوی کر دوں اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہوئے کہ وہ مجھے بھی توفیق عطا کرے گا اپنے اس مضمون کی تکمیل کے لئے اور اہلیانِ ربوہ کو بھی زیادہ ان باتوں کے سنبھل کی تو توفیق عطا کرے گا کیونکہ یہ مضمون جماعت کی تربیت کے لئے میرے نزدیک نہایت ہی اہم ہے۔

اس وقت میں اپنے بھائیوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد بار یہ فرمایا ہے کہ ہم نے جتنے ظاہری سامان ہمیں ملے ہیں ان کو استعمال کرتے ہوئے اپنی انتہائی کوشش حقیقی اور صحیح اسلام کو قائم کرنے اور پھیلانے کے لئے صرف کردی ہے لیکن یہ دنیا اس طرف متوجہ نہیں ہو رہی اس لئے اب ایک ہی حریب باقی رہ گیا ہے اور وہی کارگر ہے اور انشاء اللہ کارگر ہو گا اور وہ دعا کا حریب ہے۔

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر زبردست دلائل اسلام کے حق میں اور ان کے غلط عقائد کے بطلان میں عطا کئے ہیں کہ جو بھی ان میں سے خلوص نیت کے ساتھ اور اس عہد کے ساتھ کہ اگرچاپی اسے مل گئی تو وہ اسے قبول کر لے گا ان دلائل پر غور کرے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ اسلام کی حقانیت کا قائل نہ ہو جائے اور حلقة بگوش اسلام ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ پر درود نہ

پڑھنے لگے۔

جہاں تک ہمارے مسلمان بھائیوں کا تعلق ہے انہیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تم امن کی فضائیں ہر قسم کے تعصبات کو چھوڑتے ہوئے محض خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے میری باتوں کو اور ان دلائل کو سنو جو آسمان سے میرے لئے تیار کئے گئے اور مہیا کئے گئے ہیں تا اللہ تعالیٰ تم پر یہ حق کھول دے کہ جماعت احمدیہ کا قیام غلبہ اسلام کے لئے اور اشاعت اسلام کی تکمیل کے لئے کیا گیا ہے۔ جب تک سارے مسلمان اکٹھے ہو کر ان را ہوں کو اختیار نہ کریں جو راہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے لئے مقرر کی ہیں اس وقت تک ہمیں اس میں صحیح معنی میں کامیابی نہیں ہو سکتی لیکن انہوں نے ابھی اس طرف توجہ نہیں دی اور آخر ایک ہی دروازہ رہ گیا جسے کھٹکھٹانا ہمارے لئے ضروری ہو گیا اور وہ دعا کا دروازہ ہے جب سب حربے ناکام ہو جاتے ہیں، جب سب تذمیر جو ہیں وہ بے نتیجہ ثابت ہو جاتی ہیں اور کچھ نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور عاجمی اور اکسار کے ساتھ جھکیں اور اس کی ذاتی محبت میں سرشار ہو کر اس کے لئے ایثار کے وہ نہ موئے بنی نوع انسان کے سامنے پیش کریں کہ جن کی مثال سوائے صحابہ کرامؐ کی زندگیوں کے اور کہیں ہمیں نہ ملتی ہو۔

اس وقت ان بہت سے ملکوں میں بھی جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کو ترقی اور فروغ اور کامیابی حاصل ہو رہی تھی سیاسی بے چینی اور بد امنی پیدا ہو رہی ہے مثلاً انڈونیشیا (جاوا سماڑا وغیرہ) ہے وہاں کے سیاسی حالات بھی ابھی س्टبل (Stable) نہیں ہوئے، لوگوں کو اطمینان نہیں نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا، کیا حالات پیدا ہوں گے، کب انہیں امن اور سکون کی زندگی ملے گی۔ کب وہ اپنی زندگیوں کو معمول کے مطابق گزار نے لگیں گے۔ مغربی افریقہ میں نایجیریا میں بھی بد امنی کے سے حالات ہیں۔ غالباً میں بھی پوری طرح ابھی شبکی (Stability) قائم نہیں ہوئی۔ اطمینان نہیں گو حالت بہت حد تک بہتر ہیں نایجیریا کے مقابل میں اور ابھی پچھلے دو چار روز میں سیرالیون میں بھی سیاسی فساد اور فتنہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ وہاں اسی ماہ کی سترہ تاریخ کو انتخابات ہوئے تھے لیکن جیسا کہ آج کی خبروں سے پتہ چلتا ہے قبل اس کے کو انتخابات کا نتیجہ لکھتا وہاں کے گورنر جزل نے حزب مخالف کو دعوت دی کہ وہ حکومت بنائیں یعنی ابھی سارے نتائج بھی نہیں نکلے تھے کسی وجہ سے، جس کا ہمیں علم نہیں ہوسکا،

حزب مخالف کو دعوت دی گئی اس پروہاں کی حکومت نے بغاوت کر دی اور حزب اختلاف کا جو قائد تھا اور جس نے وزارت عظمی کا عہدہ سنبھالا تھا اور حلف لی تھی اس حلف کے معاً بعد ہی فوج نے اسے حرast میں لے لیا اور اعلان کیا کہ قبل اس کے کہنے تک میں گورنر جنرل کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ وہ حزب اختلاف کو حکومت بنانے کی دعوت دے۔ بہر حال بڑا پدر امن ملک تھا اس وقت تک لیکن اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہاں کیا حالات پیدا ہوں اور خصوصاً یہ ملک اور اسی طرح مشرقی افریقہ میں (پہلے جو ایک ملک تھا اب تین ملک ہو گئے ہیں یعنی) کینیا یونگڈا اور ٹانگانیکا (اور اب تزاں نیہ کہلاتا ہے کیونکہ زنجبار کے ساتھ ان کی فیدریشن قائم ہو گئی ہے اور نام انہوں نے ٹانگانیکا سے بدل کر اپنا تزاں نیہ رکھ لیا ہے تو ان ملکوں) کے سیاسی حالات بھی اطمینان پیدا کرنے والے نہیں بلکہ تشویش پیدا کرنے والے ہیں اور یہ وہ ممالک ہیں جہاں (افریقہ کے اور ممالک میں بھی اس میں شک نہیں جماعتیں قائم ہیں) جماعت احمدیہ کو نسبتاً بہت زیادہ اقتدار اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو چکا ہے دوستوں کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس بے اطمینانی میں سے اطمینان کی کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ وہ اسلام کے لئے مفید ہو اور جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ پہلے سے بھی زیادہ مستحکم ہو جائے کہ سب طاقتیں اور قدرتیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

(آمین)



حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ بیت اللہ کی از سرِ نو

تعمیر کے تینیں عظیم الشان مقاصد

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ مارچ ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ اور ان کی نسل خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیوں کو وقف کرے۔
- ☆ تعمیر بیت اللہ کے ساتھ بہت سی اغراض اور مقاصد وابستہ ہیں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے آدم پر وحی فرمائی کہ بیت اللہ کی تعمیر کروائی۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے روحانی اور ذہنی نشوونما کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قوم اور ہر خطہ میں نبی بھیجے۔
- ☆ بیت اللہ کی آبادی کا اس لئے انتظام کیا گیا کہ اس کے ذریعہ عشاق الہی کی ایک جماعت پیدا کی جاتی رہے۔

تشہد و تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بِبَكَةَ مُبَرَّكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ إِيْثُ مَبْيَنٌتْ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِّنَا ۝ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (آل عمران: ۹۷، ۹۸)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا طَوَّا تَحْمِلُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى طَوَّا عَهْدَنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهَرَا بَيْتَيِ الْطَّائِفَيْنِ وَالْعَكْفِيْنِ وَالرُّكْعَ السُّجُودُ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا اِمِّنَا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَرَاتِ مَنْ امَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ طَقَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأَمْتَعْنَاهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرْهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ طَوَّا بَسْسَ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلَ طَرَبَنَا تَقْبَلَ مِنَاطِ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمَنْ ذُرِّيَّتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ صَوَّرَنَا مَنَا سِكَانًا وَتُبْ حَلَيْنَا حَإِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَنْتَلُو عَلَيْهِمُ اِيْشَتَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُرِيكُمُ طَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرة: ۱۲۶ تا ۱۳۰)

اس کے بعد فرمایا:-

میں نے اپنے اس مضمون کو عید الاضحیہ کے روز شروع کیا تھا اور بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ بیت اللہ کی ازسرنو تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ اور ان کی نسل ایک لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیوں کو وقف کر کے ان ذمہ داریوں کو نباہیں گے جو بیت اللہ کی تعمیر سے تعلق رکھتی ہیں اور تدبیر اور دعا سے یہ کوشش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو توفیق عطا کرے کہ جب خدا تعالیٰ کا آخری شارع نبی دنیا کی طرف مبعوث ہو تو وہ اسے قبول کریں اور

اسلام کے قبول کرنے کے بعد جو انہیٰ قربانی اس قوم کو خدا تعالیٰ کے نام کے بلند کرنے کیلئے دینی پڑتے وہ قربانی خدا تعالیٰ کی راہ میں دیں۔

میں نے بتایا تھا کہ بیت اللہ کے ساتھ بہت سی اغراض اور بہت سے مقاصد وابستہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اور جن کا تعلق حقیقتاً نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے ہے۔ یہ آیات جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں جب ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں مندرجہ ذیل مقاصد نظر آتے ہیں جن مقاصد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کروائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل سے قریباً اڑھائی ہزار سال تک وہ قربانیاں لیتا چلا گیا۔ پہلی غرض وضع للنّاس بیان ہوئی ہے۔ دوسری مُبِرَّگاً تیرے هُدَى لِلْعَلَمِیْنَ میں ایک مقصد بیان ہوا ہے۔ چوتھے ایٹ بیٹت پانچویں مقام اِبْرَاهِیْمَ چھٹے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمَّا سَاقِیْسَ وَلَلَّهُ عَلَیْ النَّاسِ آٹھویں جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِلنّاسِ نُویں وَأَمْنًا دُویں وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلَّی گیارہواں مقصد طَهِّرَ ایبیتی میں بیان کیا گیا ہے۔ بارہواں مقصد لِلْطَّافِیْفِینَ تیرہواں عَکِفِیْنَ کے لفظ میں بیان ہوا ہے۔ چودھواں مقصد الرُّكْعَع السُّجُودِ کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ پندرہواں مقصد رَبِّ اجْعَلْ هڈا بَلَدًا اِمَّا میں بیان کیا گیا ہے۔ سولہواں مقصد وَأَرْزُقُ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَرَاتِ میں بیان کیا گیا ہے۔ سترہواں مقصد رَبَّنَا تَقَبَّلِ مِنَا میں بیان کیا گیا ہے۔ اٹھارہواں مقصد السَّمِیْعُ کے اندر بیان ہوا ہے۔ ایکیساواں مقصد الْعَلِیْمُ کے اندر بیان ہوا ہے۔ بیسہواں مقصد وَمِنْ ذِرَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ میں بیان ہوا ہے۔ اکیساواں مقصد وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا میں بیان ہوا ہے باکیساواں مقصد وَتُبْ عَلَيْنَا میں بیان ہوا ہے اور تیسہواں مقصد رَبَّنَا وَأَبْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضْعَ لِلنّاسِ

وہ پہلا گھر جو للنّاسِ وضع کیا گیا ہے بنا یا گیا ہے مکہ میں ہے۔ مختلف روایات اور قرآن کریم کی آیات میں جو مفہوم مختلف جگہوں میں بیان ہوا ہے۔ اس سے میرے ذہن نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جب ہمارے آدم کی پیدائش اور بعثت ہوئی (میں نے ہمارے آدم کے الفاظ اس لئے استعمال کئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ لاکھ کے قریب آدم اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں جو آدم پہلے گذرے تھے۔ ان کی اولاد میں سے بعض کو اولیائے امت نے اپنے کشف میں دیکھا بھی ہے۔ جس کا انہوں نے

اپنی کتب میں ذکر کیا ہے) اس وقت دنیا ایک مختصر سے خطہ میں آباد تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے سب انسانوں کے لئے اپنی حکمت کاملہ سے آدم پر یہ وحی فرماء کہ بیت اللہ کی تعمیر کروائی ایک گھر بنوایا اور اس گھر کو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ متعلق کر دیا جو اس آدم کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن بعد میں جب یہ نسل بڑھی اور پھیلی اور دنیا کے مختلف خطوں کو انہوں نے آباد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحانی اور ذہنی نشوونما کو منظر رکھتے ہوئے ہر قوم اور ہر خطہ میں علیحدہ علیحدہ نبی بھیجنے شروع کئے تا ان کو ان را ہوں پر چلانے کی کوشش کریں جن را ہوں پر چل کر خدا تعالیٰ کا ایک بندہ اپنی استعداد کے مطابق عبودیت کی ذمہ دار یوں کو نباہ سکتا ہے اور احادیث سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اس دنیا میں ایک لاکھ سے اوپر انبویاء گذرے ہیں تو جس آدم کی اولاد اس طرح منتشر اور متفرق ہو گئی تھی علیحدہ علیحدہ قوم بن گئی تھی جن کے اپنے اپنے نبی تھے انہوں نے اس گھر کی طرف توجہ دینی چھوڑ دی جو خدا کا گھر اور تمام بنی نوع انسان کے لئے کھڑا کیا گیا تھا اور اس سے اس قدر بے توہینی برتری کہ حادث زمانہ کے نتیجہ میں اور مرمت اور آبادی نہ ہونے کی وجہ سے اس گھر (بیت اللہ) کے نشان تک مت گئے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا یہ نشان پورا ہونے کا وقت آیا کہ پھر تمام دنیا علی دین وَاحِدِ جم جمع کر دی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اس نو تعمیر کرنے اور اس گھر کی حفاظت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کو وقف کر دینے کا فیصلہ کیا تا ایک قوم اس بیت اللہ سے تعلق رکھنے والی ایسی پیدا ہو جائے جن کے اندر وہ تمام استعدادیں پائی جاتی ہوں جو اس قوم میں پائی جانی چاہئیں جو محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کی پہلی مخاطب ہو۔ چنانچہ اڑھائی ہزار سال تک دعاؤں کے ذریعے سے اور وقف کے ذریعے سے ایک ایسی قوم تیار ہوئی جو اگر خدا تعالیٰ کی بن جائے تو اس کے اندر تمام وہ استعدادیں پائی جانی تھیں جو روحانی میدانوں میں بنی نوع انسان کی راہنمائی اور قیادت کر سکے اور چونکہ یہ استعدادیں اور قوتیں اپنے کمال کو پہنچ چکی تھیں ان کے غلط استعمال سے فتنہ عظیمہ بھی پیدا ہو سکتا تھا۔ اس لئے جب تک وہ گمراہ رہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شدت سے مخالفت کی اور نبی اکرم ﷺ کو اتنی ایڈا پہنچائی کہ پہلی کسی امت نے اپنے نبی کو اس قسم کی ایڈا نہیں پہنچائی غرض ان کے اندر استعدادیں بڑی تھیں ایک ایک وقت تک وہ چھپی رہیں۔ ایک وقت تک شیطان کا ان پر قبضہ رہا لیکن جب وہ سوئی ہوئی استعدادیں بیدار ہوئیں اور انہوں نے اپنے رب کو پہنچانا تو دنیا نے وہ نظارہ دیکھا کہ اس سے قبل کبھی بھی انسان نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اس قسم کی قربانیوں کا نظارہ نہیں دیکھا تھا۔

غرض یہ وہ قوم تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں اور ان کی دعاؤں اور ان کی نسل کی قربانیوں اور ان کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔

غرض وَضْعِ النَّاسِ کا مفہوم حقیقی معنی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ تمام اغراض و مقاصد جو بیت اللہ سے متعلق ہیں وہ حقیقی طور پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ میں اس گھر کی جو میرا گھر ہے از سر نو تعمیر ان اغراض کے پیش نظر کروار ہا ہوں اور اس کے لئے تمہیں قربانیاں دینی پڑیں گی۔

غرض پہلا مقصد جس کا تعلق بیت اللہ سے ہے یہ ہے کہ یہ بیت اللہ وہ سب سے پہلا خدا کا گھر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے دینی اور دینیوی فوائد کر کے ہوئے ہیں۔ وَضْعِ النَّاسِ یعنی تمام لوگوں کی بھلانی کیلئے اس کی تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں سے دنیا کی اقوام بلا امتیاز رنگ، بلا امتیاز نسل اور قطع نظر ان امتیازات کے جو ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر دیتے ہیں تمام اقوام عالم اس گھر سے دینیوی فوائد بھی حاصل کریں گی اور دینی فوائد بھی حاصل کریں گی۔ یہ پہلی غرض ہے اس گھر کی از سر نو تعمیر سے۔ دوسری غرض بیت اللہ کی تعمیر سے یہ ہے کہ ہم ایک اپنے گھر کو (بیت اللہ کو) ”مُبَارَّکًا“ بنانا چاہتے ہیں اور ”مُبَارَّکًا“ اس مقام کو کہتے ہیں جو شیب میں ہو اور اگر بارش ہو تو چاروں طرف کا پانی وہاں آ کر جمع ہو جائے۔ چونکہ یہاں بارش کے موضوع پر اللہ تعالیٰ بات نہیں کر رہا۔ بلکہ انسان کی دینی اور دینیوی ترقیات اور بہبود کے متعلق بات ہو رہی ہے اس لئے یہاں ”مُبَارَّکًا“ کے معنی دو ہیں۔ ایک یہ کہ تمام اقوام عالم کے نمائندے اس گھر میں جمع ہوتے رہیں گے اور دوسرے یہ کہ ہم نے بیت اللہ کو اس لئے تعمیر کروایا اور اسے معمور رکھنے (آبادر کھنے) کا فیصلہ کیا ہے کہ یہاں ایک ایسی شریعت قائم کی جائے گی یہاں ایک ایسا آخری شریعت والا نبی مبعوث کیا جائے گا کہ جس کی شریعت میں تمام ہدایتیں اور صداقتیں (روحانی) جو مختلف اقوام کی شریعتوں میں متفرق طور پر پائی جاتی تھیں پھر اکٹھی کر دی جائیں گی اور کوئی ایسی صداقت نہ ہو گی جو اس شریعت سے باہر رہ گئی ہو۔

پس فرمایا کہ روحانی لحاظ سے ہم اس ”بیت اللہ“ کو ”مُبَارَّکًا“ بنانا چاہتے ہیں اور ہماری یہ غرض ہے کہ یہ مولد ہو گا ایک ایسی شریعت کا کہ تمام انبیاء کی شریعتوں میں جو ہدایتیں متفرق طور پر پائی جاتی ہوں گی وہ اس میں اکٹھی کر دی جائیں گی اور اس کے ساتھ برکت بھی ہو گی یعنی وہ تمام چیزیں جو پہلوں

کے لئے ضروری نہیں تھیں اور وہ انہیں بروادشت نہیں کر سکتے تھے وہ صداقتیں بھی اس میں بیان ہوں گی اور ایک کامل اور مکمل شریعت ہو گی جو تمام قوم کے فائدہ کے لئے قائم کی جائے گی اور یہ جو گھر ہے اور یہ جو بیت اللہ ہے یہ اس کامل اور مکمل اور ابدی شریعت کے لئے اُمُّ الْقُرَىٰ ٹھہرے گا۔

تیسرا غرض بیت اللہ کے قیام کی ہُدَیٰ لِلْعَالَمِینَ میں بیان کی گئی ہے۔ آپ اس بات کو مد نظر رکھیں کہ ان آیات کے شروع میں بیان کیا گیا تھا۔ وُضُعَ لِلنَّاسِ کہ تمام دنیا، تمام اقوام اور تمام زبانوں کے لئے ہم اس گھر کو بنا رہے ہیں تمام اقوام کے ساتھ اس کا جو تعلق ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بار بار دہرا یا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیسرا غرض اس گھر کی تعمیر سے یہ ہے کہ ہُدَیٰ لِلْعَالَمِینَ تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا موجب یہ بنے۔ لفظ ہُدَیٰ کے معنوں میں بھی عَالَمِینَ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کیونکہ عقل اور فراتست اور علم اور معارف جو مشترک طور پر سارے انسانوں کا حصہ ہیں ان کو ہدایت کہتے ہیں۔ اس کے بغیر آگے روحاںی علوم چل ہی نہیں سکتے کیونکہ جس میں مثلاً عقل نہ ہو وہ پاگل ہو جائے اس کو مرفوع القلم کہتے ہیں یعنی اب اس کے اوپر شریعت کا حکم نہیں رہا غرض عقل بنیاد ہے شریعت کی اور ان معانی کی جو اس لفظ ہدایت کے اندر پائے جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہم اس گھر کے ذریعہ سے ثابت کریں گے کہ تمام اقوام عالم عقل کے لحاظ سے اور فراتست کے لحاظ سے اور معارف کے لحاظ سے اور علوم کے لحاظ سے ایک چیزی قابلیت رکھتے ہیں۔ کسی قوم کو اس لحاظ سے کسی دوسری قوم پر برتری نہیں ہے۔

اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں حقیقتاً ہُدَیٰ لِلْعَالَمِینَ کا جلوہ دنیا پر ظاہر ہو گا یعنی نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد اس وقت بعض قویں دنیا میں ایسی بھی پیدا ہو جائیں گی جو یہ کہنے لگیں گی کہ ہم زیادہ عقل مند ہیں۔ ہمارے اندر زیادہ فراتست اور علوم حاصل کرنے کی زیادہ قابلیت ہے اور بعض قویں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی اس غرض سے ہے کہ وہ ہماری حکوم رہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس گھر کے ذریعہ سے ہم ثابت کریں گے کہ اپنی عقل اور فراتست اور بنیادی علوم کے لحاظ سے قوم قوم میں تمیز نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بني نوع انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے جس عقل کی، جس فراتست کی، جس معارف کی اور جن علوم کی ضرورت تھی وہ سب اقوام کو برابر دے ہیں یعنی ان کے اندر برابر کی استعداد ہیں۔ فرد فرد کی استعداد میں تفرقہ ہو

سکتا ہے لیکن کسی ایک قوم کو دوسری قوم پر برتری حاصل نہیں۔

دوسرے معنی **ہدئی لِلْعَالَمِينَ** کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بیت اللہ کے مقام سے قرآن کریم کا نزول شروع کرے گا کیونکہ مفردات راغب میں ہے کہ **ہدائیہ** کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ آسمانی ہدایت کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ اور پھر قرآن کریم کے نزول کے ساتھ بُنی نوع انسان کو بلا یا ہو کہ ادھر آؤ یہ ہدایت کے راستے ہیں ان پر چلوتی مجھ تک پہنچ سکتے ہو۔ تو ہدایت کے معنی میں تو محمد رسول اللہ ﷺ اور پہلے تمام انبیاء ایک سے شریک ہیں لیکن **ہدئی لِلْعَالَمِينَ** کے معنی حقیقی طور پر سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کسی نبی پر چسپا نہیں ہوتے کیونکہ باقی تمام انبیاء اپنے زمانوں اور اپنی اقوام کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ پس یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بیت اللہ قرآن کریم کے نزول کی جگہ ہے یہاں سے قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوگا۔ اس غرض سے ہم اس کی حفاظت کر رہے ہیں اور اس کی تطہیر وغیرہ کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔

ہدئی لِلْعَالَمِینَ کے تیسرا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بیت اللہ ایک ایسا مقام ہے کہ یہاں اس شریعت کی ابتدا ہوگی جو انسان پر غیر متناہی ترقیات کے دروازے کھولے گی کیونکہ ہدایت کے تیسرا معنی امام راغب کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک شخص جب ہدایت کی راہوں پر چل کر بعض اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو مزید ہدایت کی توفیق عطا کرتا ہے تو ہر عمل صالحہ کے نتیجہ میں بہتر اور جو اللہ تعالیٰ کو نسبتاً زیادہ محظوظ عمل صالحہ ہے اس کی توفیق اس کو مل جاتی ہے یعنی تدریجی طور پر انسان کو روحانی ترقیات کے مدارج پر چڑھاتی چلی جائے گی اور اس امت پر اس کے ذریعہ سے غیر متناہی ترقیات کے دروازے کھولے جائیں گے اور پھر یہ فرمایا کہ بیت اللہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ **ہدئی لِلْعَالَمِینَ** (اپنے چوتھے معنی کے لحاظ سے) ایک ایسی امت مسلمہ پیدا کی جائے گی جس کو اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات ملیں گے جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں ملے اور قیامت تک بنی نوع انسان کو اس قسم کے کامل اور اکمل اور مکمل ثواب اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمتیں ملتی چلی جائیں گی کیونکہ ہدایت کے چوتھے معنی امام راغب نے یہ لکھے ہیں۔

الْهِدَىٰ يَهُدِّي إِلَى الْجَنَّةِ

چونکہ ان کے نزدیک صرف آخرت میں ہی جنت ملتی ہے اس لئے انہوں نے ”فِي الْآخِرَةِ“ کے

الفاظ (میرے نزدیک) اپنے اس عقیدے کی وجہ سے زائد کر دے۔ ورنہ لغوی لحاظ سے اس کے یہی معنی ہیں الہدایۃ الرحمۃ یعنی جس غرض کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے وہ غرض اسے حاصل ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ یہ جنت صرف آخری زندگی میں ہی نہیں بلکہ اس دنیوی زندگی میں بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا تھا کہ بیت اللہ کو ہم اس لئے کھڑا کر رہے ہیں اور اس کی حفاظت کے ہم اس لئے سامان پیدا کر رہے ہیں کہ یہاں ایک ایسی امت جنم لے گی جو ثواب اور جزا ان کو ملے گی اور خدا تعالیٰ کی رضا کی جو جنت ان کے نصیب میں ہو گی وہ پہلی قوموں کے نصیب میں نہیں ہوئی ہو گی یعنی بہترین نتیجہ جو انسانی روحانی عمل کا نکل سکتا ہے وہ اس امت کے اعمال کا نکلے گا کیونکہ جو شریعت ان کو دی گئی ہے وہ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے۔ پہلوں کی شریعتیں چونکہ نسبت طور پر ناقص تھیں۔ اگر ان پر پورے طور پر عمل بھی کیا جاتا تو ان کا نتیجہ عقلًا بھی وہ نہیں نکل سکتا تھا جو نتیجہ اس عمل کا نکل سکتا ہے جو ایسی شریعت کے مطابق ہو جو پورے طور پر کامل ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہدیٰ لِلعلَّمِینَ اس گھر سے جس عالمگیر شریعت کا چشمہ پھوٹے گا اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں "الْجَنَّةُ" ایک کامل جنت انسان کو ملے گی اس دنیا میں بھی اور آخری دنیا میں بھی۔ پس تیری غرض (جو آگے بعض ذیلی اغراض میں تقسیم ہو جاتی ہے) بیت اللہ کے قیام کی ہدیٰ لِلعلَّمِینَ ہے۔

چوتھا مقصد اس گھر کی تعمیر کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایت بیان ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم خاص قسم کی آیات بیانات کا وعدہ انسان کو دیتا ہے یا ان کے متعلق پیشگوئیاں بیان کرتا ہے تو یہاں میرے نزدیک آیات بیانات کے عام معنی نہیں ہیں بلکہ یہاں وہ آیات بیانات مراد ہیں جو اس پہلے گھر سے تعلق رکھتی ہیں جو "وضع للناس" ہے، جو مبارکاً ہے اور جو "ہدیٰ لِلعلَّمِینَ" ہے۔ اس مفہوم کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا فیہ ایت بیان ہے اور اس کے معنی یہاں یہ ہیں کہ اس گھر سے تعلق رکھنے والی ایسی آیات اور بیانات ہوں گی اور یہ گھر ایسے نشانات اور تائیدیات سماوی کا منبع بنے گا جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گی۔ جو آیات اور بیانات پہلے انہیاں یا ان کی قوموں کو دیئے گئے وہ اپنے وقت پر ختم ہو گئیں اور پہلی امتیوں میں سے ہر ایک نے کوئی نہ کوئی منطقی اور غیر تسلی بخش دلیل ڈھونڈ کر یہ دعویٰ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق قائم نہیں ہو سکتا کہ انسان اس کے قرب کو، اس کی وجہ کو، سچے روایا اور کشوف کو اور آئندہ کے متعلق پیشگوئیوں کو حاصل کر سکے تو فرمایا کہ ان

دروازوں کو پہلی ہر امت نے اپنے پر بند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک ایسی امت مسلم کا قیام بیت اللہ کی تعمیر سے منظر ہے کہ قیامت تک ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے نشانات ظاہر ہوتے رہیں گے اور اپنے نشانات اور استجابت دعا اور قربانیوں کا دنیا میں پھل پانے کے نتیجہ میں وہ امت دنیا پر یہ ثابت کرتی رہے گی کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ایک زندہ خدا ہے۔ ایک طاقت ور خدا ہے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا اور پیار کرنے والا خدا ہے وہ ایسے بندوں کو جو اس کے سامنے جھکتے ہیں ضائع نہیں کرتا بلکہ ان سے تعلق کو وہ قائم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اور دنیا کو یہ بتانے کے لئے کہ یہ میرا محبوب بندے ہیں وہ اس پر وحی کرتا ہے کشووف و روایا نہیں دکھاتا ہے وہ اس کی دعاوں کو قبول کرتا ہے اور ایسے بندے اس امت میں پیدا ہوتے رہیں گے جو قیامت تک یہ ثابت کرتے رہیں گے کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے اور اس سے تعلق رکھنے والے آیات بینات کو حاصل کرتے ہیں۔

پانچوں غرض اس کا تعلق بیت اللہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ یہ مقام ابراهیم ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ دیکھو ہمارے بندے ابراہیم (علیہ السلام) نے اور بہتوں نے اس کی نسل میں سے انقطاعِ نفس کر کے اور عشق باللہ اور محبت الہی میں غرق ہو کر سچے عاشق اور محبت کی طرح اَسْلَمَتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ کا نعرہ لگایا اور دنیا کے لئے ایک نمونہ بنایا۔ ہم نے اس بیت اللہ کی آبادی کا اس لئے انتظام کیا ہے کہ اس کے ذریعے عشاقد الہی کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جاتی رہے جو تمام جا بوس کو دور کر کے اور دنیا کے تمام علاقوں سے منہ موڑ کر خدا تعالیٰ کے لئے اپنی مرضات سے بُنگے ہو کر اور تمام خواہشات کو قربان کر کے فنا فی اللہ کے مقام کو حاصل کرنے والے ہوں اور اس عبادت کو احسن طریق پر اور کامل طور پر ادا کرنے والے ہوں جس کا تعلق محبت اور ایثار سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ عبادت و فتنم کی ہوتی ہے ایک وہ عبادت ہے جو تذلل اور انکسار کی بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہے اور ایک وہ عبادت ہے جو محبت اور ایثار کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ہماری نماز جو ہے یہ اس فتنم کی عبادت ہے جو تذلل اور انکسار کے مقام پر کھڑی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ نماز دعا ہے اور دعا کے لئے انتہائی تذلل اور انکسار کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ جس شخص کے دماغ میں اپنے رب کے مقابلہ میں ایک ذرۂ بھی تکبر ہو اس کی دعا کبھی قبول نہیں ہو سکتی۔ پس ہماری نماز یہ صرف اس صورت میں عبادت بنتی ہیں کہ جب وہ حقیقتاً تذلل اور انکسار کے مقام پر کھڑی ہوں۔ اس کے مقابلہ

میں دوسری عبادت وہ ہے جو محبت اور ایثار کی بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عبادت جس کا تعلق تعمیر کعبہ سے ہے۔ جس کا تعلق حفاظت کعبہ سے ہے اور جس کا تعلق بیت اللہ کے لئے خود کو اور اپنی اولاد کو وقف کر دینے کے ساتھ ہے اور اس کے لئے دعائیں کرنے کا تعلق ہے یہ محبت والی عبادت ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت اور خدا تعالیٰ کے عشق کا جو مظاہرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا وہ عدیم المشال تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مقام ابراہیم ہے اس مقام سے ہم ایک ایسی امت پیدا کریں گے جو لاکھوں کی تعداد میں ہوگی اور ہر زمانہ میں پائی جاتی ہوگی اور اس امت کے کسی فرد کا اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کے ساتھ مقابله کرو گے تو اس کو ان سے کم نہیں پاؤ گے۔

نبی کریم ﷺ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اس قوم نے پیدا ہونا تھا لیکن اس قوت قدسیہ کے جو اثرات ہیں ان کو دنیا میں موثر طریق پر پھیلانے کے لئے قریباً اڑھائی ہزار سال پہلے خانہ کعبہ کی بنیاد از سر نور کھی گئی تھی تو یہاں یہ فرمایا کہ ظاہری شکل حج کے ارکان کی، اس عبادت کی خود ہی ایسی ہے جس کا تعلق محبت سے ہے۔ مثلاً طواف کرنا ہے۔ اب یہ تخيّل قریباً ساری اقوام میں پایا جاتا ہے کہ جب کسی کے لئے جان کی قربانی دینا ہوتی ہے تو اس کے گرد گھومتے ہیں۔ ہمارے بعض بادشاہوں کے متعلق بھی آتا ہے کہ ان میں سے کسی کا بچہ بیمار تھا۔ اس نے اس کا طواف کیا اور دعا کی میری زندگی اس کو مل جائے۔ پس جان قربان کرنے کا جو تخيّل ہے وہ طواف کے ساتھ گھراً تعلق رکھتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ یہاں سے ایک ایسی قوم پیدا کی جائے گی جو ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی رہے گی اور اس کے آستانہ کا بوسہ لیتی رہے گی۔ ایک طرف وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد کوتازہ رکھنے والی ہوگی اور دوسری طرف وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کو نہایت شان کے ساتھ ظاہر کرنے والی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس فقہ کی ایک قوم پیدا کر دی۔ صرف پہلے زمانہ میں ہی نہیں صرف عرب میں بننے والوں میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں اور قیامت تک ہر زمانہ میں جو ابراہیمی عشق اور جو ابراہیمی محبت اپنے رب کے لئے رکھیں گے وہ اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں دینے والے ہوں گے۔

(روزنامہ الفضل ۲۳ اپریل ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۷)

بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ تعلق رکھنے والے مقاصد کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے گہرا تعلق ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۶۷ء / اپریل ۱۹۶۷ء، مقام مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ بیت اللہ کی ازسرنو تعمیر کے تنیس عظیم الشان مقاصد۔
- ☆ بیت اللہ کی حفاظت اور عظمت کے قیام کیلئے یہ انتظام کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کو خانہ خدا کی خدمت کیلئے وقف کریں۔
- ☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر بیت اللہ کے وقت ہی اس کے اغراض و مقاصد بتا دیئے گئے تھے۔
- ☆ کوئی ایسا حملہ جو خانہ کعبہ کو مٹانے کیلئے کیا جائے گا وہ کامیاب نہیں ہوگا۔
- ☆ خانہ کعبہ کے قیام کے نتیجہ میں خدائے سمیع اور علیم کی معرفت دنیا حاصل کر سکے گی۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بِبَكَةَ مُبَرَّكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ أَيُّثُمْ بَيْنَتْ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِّنَا ۝ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (آل عمران: ۹۷، ۹۸)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا طَوَّرَهُمْ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى طَوَّرَهُمْ وَعَهَدْنَا إِلَيْهِمْ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِرَا بَيْتَيِ الْلَّطَائِفِينَ وَالْعَكْفِينَ وَالرُّكْعَ السُّجُودِ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيْ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا اِمِّنَا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَرَاتِ مَنْ امَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ طَقَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأَمْتَعْهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرْهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ طَوَّرَهُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلَ طَرَبَنَا تَقْبَلَ مِنَاطِ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمَنْ ذُرِّيَّتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ صَوَّرَنَا مَنَا سِكَانًا وَتُبْ حَلَيْنَا حَتَّىَ أَنَّكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَنْتَلُو عَلَيْهِمُ اِيْشَتَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُرِيكُمُ طَرَبَنَا أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرة: ۱۲۶ تا ۱۳۰)

اور فرمایا:-

ایک اہم موضوع پر میں بعض خطبے پڑھ چکا ہوں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گھر تمام بني نوع انسان کے فائدہ کے لئے بنایا مگر انہوں نے اس کی عظمت کو نہ پہچانا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بر باد ہو گیا اور اس کا نام و نشان مٹ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ نشان دہی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے اسے از سر نو تعمیر کر دیا اور اس کی حفاظت کیلئے اور اس کی عظمت کے قیام کیلئے یہ انتظام کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کو اس خانہ خدا کی خدمت کیلئے وقف کریں۔ چنانچہ آپ کی اولاد

ایک لمبا عرصہ اس خدمت پر لگی رہی اور دو ہزار پانچ صد سالہ خدمت اور دعاوں کے نتیجہ میں وہ قوم تیار ہوئی جو کامل اور مکمل اور عالمگیر شریعت کی ذمہ داریوں کے بارگراں کو اٹھانے کی قوت اور استعداد اپنے اندر رکھتی تھی۔

پھر میں نے بتایا تھا کہ یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں اللہ تعالیٰ نے ان تینیں اغراض و مقاصد کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق تعمیر بیت اللہ سے ہے اور ان تمام مقاصد کے حصول کا تعلق بعثت نبوی ﷺ سے ہے۔ ان اغراض میں سے پانچ کے متعلق میں نے گذشتہ خطبہ میں آپ دوستوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا اول یہ کہ یہ گھروضع للنّاسِ تمام بُنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے تعمیر کروایا جا رہا ہے دوسرا یہ کہ مُبَرَّ گا اس کے اندر مبارک ہونے کی صفت پائی جاتی ہے۔ مادی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی تیسرا یہ کہ ہُدَیٰ لِلْعَلَمِیْنَ تمام جہانوں کے لئے اسے ہم موجب ہدایت بنانا چاہتے ہیں اور ہدایت کے لئے ہر چہار معنی کی رو سے اسے اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لئے ہدایت کا مرکز بنایا ہے چوتھے یہ کہ فِیْهِ ایٰتٌ بَیِّنَاتٌ۔ یعنی آسمانی نشانات کا ایسا سلسہ یہاں سے جاری کیا جائے گا جو قیامت تک زندہ رہے گا اور ایک ایسا چشمہ آسمانی تائید کا یہاں سے پھوٹے گا جو کبھی خشک نہیں ہو گا۔ اور پانچویں مَقَامُ ابْرَاهِیْمَ کے الفاظ میں یہ بتایا کہ وہ عبادت جو محبت اور ایثار کی بنیادوں پر استوار کی جاتی ہے اس عبادت کا یہ مرکزی نقطہ ہو گا اور ایک قوم جو آئندہ ہو گی تمام اقوام کی اور نمائندہ ہو گی ہر زمانہ کی، پیدا کی جائے گی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے گناہ سوز عشق سے سرشار ہو گی اور خدا تعالیٰ کے قرب کی را ہیں اس پر ہمیشہ کھلی رہیں گی۔

یہ پانچ مقاصد تھے جن کے متعلق میں نے گذشتہ جمعہ میں تفصیل سے بیان کیا تھا کیونکہ مجھے ان مقاصد میں سے ہر ایک کی طرف پھر واپس آنا ہے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ان میں سے ہر ایک کا تعلق نبی کریم ﷺ کی بعثت سے ہے اور یہ کہ وہ کس طرح اور کس شکل میں حاصل ہوا۔ اس لئے آج میرا رادہ یہ ہے کہ میں بڑے ہی اختصار کے ساتھ ان مقاصد کو بیان کروں اور کوشش کروں کہ تینیں مقاصد میں سے جو باقی رہ گئے ہیں ان سب کو آج کے خطبہ میں بیان کر دوں آگے جو خدا کو منظور ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِّنَّا بَيْتَ اللّٰهِ الْعَمَرِ کی چھٹی غرض یہ ہے کہ جو بھی اس کے اندر داخل ہو گا یعنی ہر وہ شخص جو ان عبادات کو بجالائے گا جن کا تعلق بیت اللہ سے ہے دنیا اور آخرت

کے جہنم سے وہ خدا کی پناہ میں آجائے گا اور اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ پس چھٹی غرض بیت اللہ کی تعمیر کی یہ ہے کہ اللہ کا ایک ایسا گھر بنایا جائے کہ جس کے ساتھ بعض عبادات تعلق رکھتی ہوں اور جو شخص بھی خلوص نیت کے ساتھ اور کامل اور مکمل طور پر ان عبادات کو بجا لائے گا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے۔ کہ اس کے تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور نا یہ جہنم سے وہ محفوظ ہو جائے گا۔

ساتویں غرض بیت اللہ کی اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتائی ہے کہ وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد یا اہل عرب پر ہی یہ فرض نہیں کہ وہ بیت اللہ کا حج کریں بلکہ بیت اللہ کی تعمیر کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ اقوام عالم بیت اللہ کے حج کے لئے اس مقام پر جمع ہوں (میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام اغراض مقاصد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کے وقت ہی بتادیجے گئے تھے جیسا کہ بہت سے قوی قرآن اس کے متعلق قرآن کریم سے ملتے ہیں) غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہا کہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک ایسا گھر ہے کہ تمام اقوام عالم پر جو مجھ پر ایمان لا نہیں گی اور میرے رسول ﷺ پر بھی ایمان لا نہیں گی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر میری اطاعت کا جو آپنی گرونوں پر رکھیں گی ان کے لئے حج بیت اللہ فرض قرار دیا جائے گا اور اس طرح اس جگہ کو مرجع خلائق اور مرجع عالم بنادیا جائے گا۔

آٹھویں غرض یا آٹھواں مقصد بیت اللہ کی تعمیر کا یہ بتایا کہ یہ مَشَابَةً ہے۔ اس لفظ میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ دنیا کی اقوام فرقہ فرقہ بن گئی ہیں اور جس وقت یہ فرقہ بندی اپنی انہتا کو پہنچ جائے گی اس وقت ایک ایسا رسول مبعوث کیا جائے گا جو بیت اللہ کی اس غرض کو پورا کرنے والا ہو گا اور ان متفرق اقوام کو ایک مرکز پر لاجع کرے گا۔ وہ سب کو عَلَى دِينٍ وَاحِدٍ لے آئے گا۔ پس یہاں بتایا کہ باوجود اس کے تفرقہ ایک وقت پر اپنی انہتا کو پہنچ جائے گا اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ اس وقت ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمائے جو تمام اقوام کو اُمَّةً وَاحِدَةً بنادے۔

نواں مقصد یہاں یہ بیان کیا کہ اَمْنَأَ لِعِنْيَ یہ گھر جو ہے یہ اَمْنًا لِلنَّاسِ ہے۔ یہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے اپنے اس گھر کو ایسا بنانا چاہا ہے کہ اس کے ذریعہ اور صرف اس کے ذریعہ دنیا کو امن نصیب ہو گا کیونکہ صرف یہ ایک گھر ہو گا جسے بیت اللہ کہا جا سکتا ہے اس کو چھوڑ کر اور ان تعلیمیں کو نظر انداز کر کے

جن کا تعلق اس گھر سے ہے دنیا کی کوئی تنظیم امن عالم کے لئے کوشش کر کے دیکھ لے وہ کبھی اس میں کامیاب نہیں ہوگی۔ حقیقی امن دنیا کو صرف اس وقت اور صرف اسی تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجے میں مل سکتا ہے جو تعلیم وہ نبی دنیا کے سامنے پیش کرے گا جو خانہ کعبہ سے کھڑا کیا جائے گا۔

امن کے ایک دوسرے معنی کے لحاظ سے **آمنا للناس** کے معنی یہ بھی ہیں کہ دنیا روحاںی طور پر اطمینان قلب صرف مکہ مעתظمہ اور صرف اس آخری شریعت کے ساتھ پختہ تعلق پیدا کرنے کے نتیجے میں حاصل کر سکے گی جو آخری شریعت مکہ میں ظاہر ہوگی اور تمام اقوام عالم کو پکار رہی ہوگی اپنے رب کی طرف اور چونکہ اطمینان قلب ہر انسان کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کے فطری تقاضوں کو وہ تعلیم پورا کرنے والی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جتنی قوتیں اور استعدادیں پیدا کی ہیں ان سب کی راہ نمائی اور نشوونما کرنے کے قابل ہو پس یہاں یہ فرمایا کہ مکہ گھر ہو گا ایک ایسی تعلیم کا جو حقیقی طور پر دنیا کو اطمینان قلب پہنچانے والی ہوگی یعنی ہر دو معنی یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو اگر امن نصیب ہو سکتا ہے تو وہ مکہ کی وساطت سے دوسرے یہ کہ دنیا کی ارواح اگر اطمینان قلب حاصل کر سکتی ہیں۔ دنیا کی عقلیں اگر تسلی پا سکتی ہیں تو صرف اس تعلیم کے نتیجے میں جو مکہ میں نازل ہوگی۔

دسویں غرض اور دسوائیں مقصد ان آیات میں خانہ کعبہ کا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ **إِنْخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلَّى** اس سے پہلی ایک آیت میں **مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ** کا ذکر تھا۔ اس سے مراد یہ تھی کہ یہ مقام ایسا گھر ہے جہاں بنیاد ڈالی گئی ہے اس حقیقی عبادت کی جو محبت اور ایثار اور عشق الہی کے چشمہ سے بہہ لکھتی ہے اور **إِنْخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلَّى** میں اس عبادت کا ذکر ہے جو تزلیل اور انکسار کے منع سے پھوٹتی ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ بیت اللہ کی تعمیر کی ایک غرض یہ ہے کہ ایک ایسی قوم پیدا کی جائے جو تزلیل اور انکسار کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرنے والی ہو اور جو تزلیل اور انکسار کی عبادت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام کے ظل ساری دنیا میں قائم کرے اور انشاعت اسلام کے مرکز کو قائم کرنے والی ہو۔

گیارہویں غرض تعمیر بیت اللہ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ **طَهِّرَ رَأْبَيْتَ** اور اس میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ خانہ کعبہ کو ظاہری صفائی اور باطنی طہارت کا سبق سکھنے کے لئے ساری دنیا

کے لئے بطور ایک جامعہ اور یونیورسٹی اور ایک مرکز کے بنایا جائے۔

بارھویں غرض تعمیر کعبہ کی یہ بتائی گئی ہے کہ للطائفین یعنی اقوام عالم کے نمائندے بار بار یہاں جمع ہوا کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قریباً اڑھائی ہزار سال پہلے یہ بتایا تھا کہ تمام اقوام عالم کے نمائندے بار بار یہاں آئیں گے طواف کرنے کے لئے بھی اور دوسری ان اغراض کے پورا کرنے کے لئے بھی جن کا تعلق خانہ کعبہ سے ہے۔

تیزھوں مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ وَالْعَكْفِينَ خانہ کعبہ اس غرض سے از سر نو تعمیر کروایا جا رہا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایک ایسی قوم پیدا کی جائے جو اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرنے والے ہوں اور اس طرح بیت اللہ کے مقاصد کو پورا کرنے والے ہوں۔

چودھوں مقصد یہاں یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وَالرُّكْعَ السُّجُودُ ایک ایسی قوم پیدا کی جائے جو تو حید باری پر قائم ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے اپنی زندگیوں کو گزارنے والی ہو۔

پندرھوں مقصد یہ بیان ہوا ہے کہ بَلَدًا اِمْنًا۔ امن کا لفظ ان آیات میں تین مختلف مقاصد کے بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس گھر کو دنیا کے ظالمانہ حملوں سے اپنی پناہ میں رکھیں گے اور کوئی ایسا حملہ جو خانہ کعبہ کو مٹانے کے لئے کیا جائے گا وہ کامیاب نہیں ہو گا بلکہ حملہ آور رتبہ و بر باد کر کے رکھ دیئے جائیں گے تا دنیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ وہ نبی ہے ہم یہاں سے مبعوث کرنا چاہتے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کی پناہ میں ہو گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کی ذات کو ہلاک یا اس کے مشن کو ناکام نہیں کر سکے گی اور تا دنیا یہ بھی نتیجہ نکالے کہ جو شریعت نبی مصوص کو دی جائے گی وہ ہمیشہ کے لئے ہو گی اور خدا تعالیٰ اس کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہو گا۔

سو ہویں غرض جو خانہ کعبہ سے وابستہ ہے وہ یہ ہے کہ وَارْزُقْ أَهْلَةٌ مِنَ الشَّمَرَاتِ اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا کہ میں بہت اللہ کو از سر نو تعمیر کروارہا ہوں اس غرض سے بھی کہ تا بیت اللہ اور اس کی برکات کو دیکھ کر دنیا اس نتیجہ پر پہنچ کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے پرموت وارد کرتے ہیں اور اس کے ہو کر اس کی راہ میں قربانی دیتے ہیں اور دنیا سے کٹ کر صرف اسی کے ہی ہوتے ہیں ان کے اعمال ضائع نہیں ہوتے بلکہ شیریں پھل انہیں ملتا ہے اور عاجزانہ اور عاشقانہ اعمال کے بہترین نتائج ان

کے لئے مقدار کئے جاتے ہیں۔

ستھوں غرض بیت اللہ کے قیام کی یہ بتائی کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا بَیْتُ اللَّهِ کی تعمیر کی ایک غرض یہ ہے کہ تادنیا یہ جانے اور پہچانے کہ روحاںی رفتتوں کا حصول دعا کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے۔ جب دعا میں انسان کا تصرع اور ابہال انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور موت کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو فضل الہی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور معرفت کی راہیں بندہ پر کھولی جاتی ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں بیت اللہ کے قیام کی غرض بتائی کہ یہاں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو دعا اپنی تمام شرائط کے ساتھ کرے گی اور دعا میں ان پر ایک موت کی سی کیفیت وارد ہوگی اور ان کا وجود کلیٰ فنا ہو جائے گا اور پانی بن کر آستانہ رب پر بہہ نکلے گا اور وہ جانتے ہوں گے کہ ہم اپنے اعمال کے نتیجے میں (محض اعمال کے نتیجے میں) کچھ حاصل نہیں کر سکتے جب تک ہم دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب نہ کریں اس لئے انتہائی قربانیاں دینے کے بعد بھی وہ اپنی قربانیوں کو کچھ چیز نہ سمجھیں گے اور ہر وقت اپنے رب سے ترساں اور لرزائ رہیں گے اور انتہائی قربانیوں کے باوجود دان کی دعا یہ ہوگی کہ جو کچھ ہم تیرے حضور پیش کر رہے ہیں وہ ایک حقیر ساختہ ہے۔ تیری شان تو بہت بلند ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ تیرے حضور ہمارا یخحفہ قبول ہونے کے لاکن نہیں لیکن توڑا رحم کرنے والا رب ہے ہمارے اس حقیر تھہ کو قبول فرمایا اور ہماری غفلتوں اور ہماری حقیر مساعی کو چشم مغفرت سے دیکھو اور رحمت کے سامان پیدا کرتا کہ ہماری مساعی اور کوششیں تیرے حضور قبول ہو جائیں۔ غرض اس قسم کی قوم پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر سے اٹھا رہاں مقصد یہ ہے کہ دنیا یہ جانے کے جلوگ خدا تعالیٰ کے حضور اس رنگ میں دعا نہیں کرتے ہیں وہی ہیں جو اپنے رب کی صفت سمیع کا نظارہ دیکھتے ہیں اور پھر دنیا دیکھتی ہے کہ ہمارا رب جو ہے وہ سننے والا ہے۔ وہ ہماری دعاوں کو سنتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری دعاوں کو سنا۔ پس خانہ کعبہ کے قیام کے نتیجہ میں خداۓ سمیع کی معرفت دنیا حاصل کرے گی۔

انیسوں مقصد یہ ہے کہ دنیا اس کے ذریعہ سے خداۓ علیم کی معرفت حاصل کرے گی یہ نہیں ہوگا کہ بندہ نے اپنے علم ناقص کے نتیجہ میں جو دعا کی اسے اللہ تعالیٰ نے اسی رنگ میں قبول کر لیا بلکہ بندہ دعا کرے گا اور دعا کو انتہاء تک پہنچائے گا تو اس کا رب اس کی دعا کو سننے کا اور قبول کرے گا مگر قبول کرے گا اپنے علم غیب کے تقاضا کو پورا کرتے ہوئے یعنی جس رنگ میں وہ دعا نہیں قبول ہوئی چاہئیں اس رنگ

میں بعض دعاؤں کا رد ہو جانا یا بعض دعاؤں کا اس شکل میں پورا نہ ہونا جس رنگ میں کوہ کی گئی ہیں یہ ثابت نہیں کرے گا کہ خدا سمیع نہیں ہے یا قادر نہیں ہے بلکہ وہ یہ ثابت کرے گا کہ خدا تعالیٰ ہی کی ذات علام الغیوب ہے۔ تو خانہ کعبہ کی بنیاد اس لئے رکھی گئی کہ خدا تعالیٰ کے بندے خدائے علیم سے متعارف ہو جائیں اور اس کو جانے لگیں اور پہچانے لگیں۔

بیسویں غرض یہاں یہ بیان کی گئی ہے کہ وَمِنْ ذُرِّيَّتَنَا أُمَّةٌ مُسْلِمَةٌ لَكَ يُعْنِي أُمَّتُ مُسْلِمِهِ ہماری ذریت میں سے بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا ہے کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جس وقت محمد ﷺ دنیا کی طرف مبعوث ہوں تو آپ کی قوم "أُمَّةٌ مُسْلِمَةٌ" بننے کی اہلیت رکھتی ہو اور ابراہیمی دعاؤں کے نتیجہ میں وہ أُمَّةٌ مُسْلِمَةٌ بن بھی جائے گی اور اس کے بھی معنی ہیں کہ وہ نبی جس کا وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ مکہ میں پیدا ہو گا مگر تم دعا کرتے رہو کہ اے خدا! ہماری اور ہماری نسلوں کی کسی غفلت اور کوتا ہی کے نتیجہ میں کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے نزدیک ہم اس قابل ندر ہیں کہ وہ وعدہ ہمارے ساتھ پورا ہو بلکہ کسی اور قوم میں وہ نبی مبعوث ہو جائے تو فرمایا میری اولاد کو ہی اُمَّتُ مُسْلِمِہ بنانا۔ پہلے مخاطب وہی ہوں اور سب کے سب قبول کرنے والے بھی وہی ہوں۔

پس یہاں یہ بتایا ہے کہ وہ اُمَّت جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام) کی ذریت سے پیدا ہونے والی ہے وہ اُمَّت مُسْلِمِہ بنے۔ اس نبی کا انکار نہ کرے۔ اس نبی پر ایمان لا کر جو ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر پڑیں وہ ان کو نباہنے کی قوت اور استعداد رکھنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ان کو ایسی ہی قوم بنانا چاہتے ہیں اور اسی غرض سے ہم نے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کروائی ہے۔

اکیسوائیں مقتضد یہاں یہ بیان فرمایا کہ أَرِنَا مَنَّا سِكَنًا اس میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ مکہ معظمه سے ایک ایسا رسول ﷺ پیدا ہو گا جو دنیا کی طرف اس وقت آئے گا جب وہ اپنی روحانی اور ذہنی نشوونما کے بعد ایسے مقام پر پہنچ چکی ہو گی کہ وہ کامل اور مکمل شریعت کی حامل بن سکے۔ ایسی شریعت جس میں پہلی شریعتوں کے مقابلہ میں چک ہے۔ ایسی شریعت جس میں مناسب حال عمل کرنے کی تعلیم دی گئی ہو اور ایسی شریعت جو ہر قوم اور ہر زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہو۔ أَرِنَا مَنَّا سِكَنًا ہمارے مناسب حال جو کام اور جو عبادتیں ہیں جو ذمہ داریاں ہیں وہ ہمیں دکھا اور سکھا۔ یعنی قرآنی شریعت کو ہم پر نازل فرم۔

پس أَرِنَا مَنَّا سِكَنًا میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب وہ رسول آئے گا اس کا تعلق دنیا کی ساری اقوام

سے ہوگا اور ہر زمانہ سے ہوگا۔ پس دعا کرتے رہو کہ اے ہمارے ربِ قوم کی ضرورتوں اور طبیعتوں میں فرق اور زمانہ زمانہ کے مسائل میں فرق کے پیش نظر شریعت ایسی کامل اور مکمل بھیجنما کہ جو ہر قوم کے فطرتی تقاضوں کو پورا کرنے والی ہو اور ہر زمانہ کے مسائل کو وہ سلیمانی والی ہو۔ قیامت تک زندہ رہنے والی ہوتا جس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی ہے وہ پوری ہو۔

باہمیوں غرض اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ **تُبْ عَلَيْنَا**۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو آخری شریعت یہاں نازل کی جائے گی اس کا بڑا گھر اعلق رَبِّ تَوَابٍ سے ہوگا اور اس شریعت کے پیروں اس حقیقت کو پہچاننے والے ہوں گے کہ توبہ اور مغفرت کے بغیر معرفت کا حصول ممکن نہیں ہے اس لئے وہ بار بار اس کی راہ میں قربانیاں بھی دینے والے ہوں گے اور بار بار اس کی طرف رجوع بھی کرنے والے ہوں گے اور کہیں گے کہ اے خدا! ہماری خطاؤں کو معاف کر دے۔ وہ ایسی قوم ہوگی کہ جو نیکی کرنے کے بعد بھی اس بات سے ڈر رہی ہوگی کہ کہیں ہماری نیکی میں کوئی ایسا رخنہ نہ رہ گیا ہو جس سے ہمارا رب ناراض ہو جائے وہ ہر وقت استغفار اور توبہ میں مشغول رہنے والی قوم ہوگی۔

تینیوں مقصد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْهُمْ** کہ ہم محمد (رسول اللہ ﷺ) کا مولد اسے بنانا چاہتے ہیں ہم اسے ایسا مقام بنانا چاہتے ہیں کہ جس کے ماحول میں تضرع اور ابہتاں کے ساتھ، عاجزی اور انکسار کے ساتھ، عشق اور محبت کے ساتھ کی گئیں دعاؤں کے نتیجے میں ہم اپنے ایک عبد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو محمدیت کے مقام پر کھڑا کریں گے اور اس کے ذریعہ سے ایک ایسی شریعت کا قیام ہوگا اور ایک ایسی امت کو جنم دیا جائے گا کہ جو زندہ نشان اپنے ساتھ رکھتی ہوگی **يَسْلُوا عَلَيْهِمْ أَيْثِكَ** اور زندہ خدا کے ساتھ اور زندہ نبی کے ساتھ اور زندہ شریعت کے ساتھ ان کا اعلق ہوگا اور ان کو کامل شریعت کا سبق دیا جائے گا لیکن ناس بھجوں کو جس طرح کہا جاتا ہے ان سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہم کہتے ہیں اور تم مانو۔ اللہ تعالیٰ ان کی عقل اور فراست کو تیز کرنے کے لئے اپنے احکام کی حکمت بھی ان کو بتائے گا اس نبی کے ذریعہ اور اس طرح وہ کچھ ایسے پاک کر دئے جائیں گے کہ اس قسم کی پاکیزگی کسی پہلی قوم کو حاصل نہ ہوئی ہوگی اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہماری عقل بھی تسلیم کرتی ہے کیونکہ اگر پہلی امت توں پر نسبتاً ناقص شریعتوں کا نزول ہوا اور اس ناقص راہ نمائی کے نتیجے میں ان کا ترکیہ ہوتا ہے وہ ترکیہ کامل نہیں وہ ان کی فطرت کے مطابق ان کی استعداد کے مطابق، ان کی قوت کے مطابق تو ہے

لیکن وہ کامل تر کیہ نہیں ہے کیونکہ جو تعلیم انہیں دی گئی ہے وہ کامل نہیں کیونکہ ان کی استعداد ابھی کامل نہیں۔ پھر جب وہ قوم پیدا ہو گئی جو کامل شریعت کی حامل ہونے کی استعداد رکھتی تھی تو ان میں سے جن لوگوں نے انتہائی قربانیاں دے کر اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے تمام احکام پر عمل کر کے اور تمام نواہی سے بچتے ہوئے اس کے حضور گریہ وزاری میں اپنی زندگی گزاری ان کو جو تزکیہ نفس حاصل ہو گا (محض خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ کہ ان کے اعمال کے نتیجہ میں) وہ ایک ایسا کامل تر کیہ ہو گا۔ وہ ایک ایسی مکمل طہارت اور پاکیزگی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی خوشنودی اور رضا ہو گی کہ اس قسم کی رضا پہلی قوموں نے حاصل نہیں کی ہو گی۔

پس اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ تمہیں میں غرض بیت اللہ کے قیام کی یہ ہے کہ ایک خیر ارسل ﷺ دنیا کی طرف مبعوث کیا جائے اور پھر انسان کو اس ارفع مقام پر لاکھڑا کیا جائے جس ارفع مقام پر کھڑا کرنے کے لئے ہم نے اسے پیدا کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اپنے فضل سے ان بندوں میں شامل کرے کہ ہم تو انتہائی طور پر کمزور اور نالائق اور خطا کار اور گنہگار اور ناسمجھ اور شہوات افسانیہ میں بچنے ہوئے ہیں لیکن اگر وہ چاہے اور اس کا فضل ہم پر نازل ہو تو ہر قسم کے گند سے وہ ہمیں اٹھا کر پا کیزگی کی ان رفتتوں تک پہنچا سکتا ہے جن کا وعدہ اس نے امت مسلمہ سے کیا ہے۔

آئندہ خطبات میں انشاء اللہ میں ان تینیں مقاصد اور اغراض کو بنی کرم ﷺ کے ذریعہ جس طرح پورا کیا گیا ہے اس کی تفصیل بیان کروں گا۔ آہستہ آہستہ میں آپ کو اس طرف لا رہا ہوں جس کی طرف میں نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے کہ ایک اہم امر کی طرف اللہ تعالیٰ نے میری توجہ کو پھیرا ہے اور جماعتی تربیت کے لئے وہ پروگرام بڑا ہی اہم ہے۔

بہر حال میں کوشش کر رہا ہوں آپ کو ڈھنی طور پر تیار کرنے کی مگر میں کیا اور میری زبان میں اثر کیا؟ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے میری زبان میں اثر پیدا نہ کرے اور آپ کے دلوں کو اس اثر کے قبول کرنے کی توفیق عطا نہ کرے۔ اس لئے آپ دعائیں کرتے رہیں میں بھی دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری جماعت سے وہ کام لے جس کام کے لئے اس نے اسے قائم کیا ہے (آ میں)

(روزنامہ افضل ۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۷)

خطبہ جمعہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۷ء



حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ الرسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نماز جمعہ کے لئے مسجد مبارک میں تشریف
لائے۔ ناسازی طبع کے باعث حضور نے محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کو خطبہ پڑھنے اور نماز
پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔

(لفظ ۱۲ اپریل ۱۹۶۷ء)



تمام اقوام عالم کے دینی اور دُنیوی فوائد بیت اللہ کے ساتھ وابستہ کر دیئے گئے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ اپریل ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ قرآن کریم انسان کی روحانی جسمانی، معاشرتی، اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی ضروریات پوری کرنے والی کتاب ہے۔
- ☆ قرآن کریم کے دلائل، فضائل اور بے نظیر تعلیمات اس کو پہلی کتب پر افضل ثابت کرتی ہیں۔
- ☆ کسی کو بھی یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ سورہ فاتحہ کے مقابلہ میں اپنی کتب سماوی سے دلائل نکال کر پیش کر سکے۔
- ☆ قرآن کریم پہلی تمام شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل اور اتم، کامل اور مکمل ہے۔
- ☆ اسلام نے اپنی بنیادی تعلیم کو تین بڑے ستونوں عدل، احسان اور ایتاء ذی القربی پر قائم کیا ہے۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَرَّكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ أَيُّثْ مَبْيَنٌتْ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ إِمَّا طَوَّلَهُ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَا عَلَيْهِ سَبِيلًا ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (آل عمران: ۹۷، ۹۸)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمَّا طَوَّلَهُ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلَّى طَوَّعَهُنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهَرَا بَيْتَيِ الْلَّطَائِفَيْنِ وَالْعَكْفِيْنِ وَالرُّكْعَ السُّجُودَ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا إِمَّا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَرَاتِ مِنْ أَمَّنْ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ طَقَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأَمْتَعْهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرْهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ طَوَّبَسِ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلَ طَرَبَنَا تَقْبَلَ مِنَاطِ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمَنْ ذُرِّيَّتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ صَوَّرَنَا مَنَا سِكَانًا وَتُبَّعَ عَلَيْنَا حَإِنَّكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَنْتَلُو عَلَيْهِمُ اِيْشَتَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُرِيكُمُ طَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرة: ۱۳۰ تا ۱۲۶)

پھر فرمایا:

میں نے گذشتہ و خطبات میں بتایا تھا کہ ان آیات میں جو میں نے ان خطبات سے پہلے بھی تلاوت کی تھیں اور آج بھی تلاوت کی ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے تنبیس مقاصد کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق بیت اللہ سے ہے اور جن مقاصد کا حصول بعثت نبوی سے ہے اور اگرچہ یہ سب وعدے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قریباً اڑھائی ہزار سال پہلے دیئے گئے تھے۔ لیکن یہ باتیں، یہ وعدے اور یہ پیشگوئیاں حقیق طور پر اس وقت پوری ہوئیں اور یہ سب مقاصد اس وقت حاصل ہوئے

جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی طرف مبouth ہوئے اور قرآن کریم کی شریعت آسمان سے نازل ہوئی۔

بیت اللہ کے قیام کی پہلی غرض اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جیسا کہ میں نے اپنے پہلے ایک خطبہ میں بیان کیا تھا یہ بتائی ہے کہ وُضُعَ لِلنَّاسِ یہ اللہ کا گھر اس لئے از سر نو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے تعمیر کروایا جا رہا ہے کہ تمام اقوام عالم کے دینی اور دنیوی فوائد اس بیت اللہ سے وابستہ کر دیے جائیں اور ظاہر ہے کہ یہ اڑھائی ہزار سالہ زمانہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے درمیان گزر اس زمانہ میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بیت اللہ سے تمام اقوام عالم دینی اور دنیوی فوائد حاصل کر رہی ہیں۔ بہت سی قومیں اس وقت ایسی بھی تھیں جو بیت اللہ یا مکہ کے جغرافیہ سے بھی واقف نہیں تھیں۔ اکثر اقوام عالم وہ تھیں کہ جن کے دلوں میں بیت اللہ کی کوئی محبت نہیں تھی۔ وہ اس کی طرف کھپٹے ہوئے نہیں آتے تھے۔ ان کی نگاہ میں اس کی کوئی عزت اور احترام نہیں تھا اور انہیں یہ یقین نہیں تھا کہ بیت اللہ سے بعض ایسی برکات اور فیوض بھی وابستہ ہیں کہ اگر ہم ان کو جانیں اور پہچانیں تو ہم ان برکات اور فیوض سے حصہ لے سکتے ہیں لیکن جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو یہی گھر جسے دنیا بھول چکی تھی دنیا نے اس کو پہچان لیا اور اس کی برکات کو جان لیا اور دنیا کے دل میں اکناف عالم میں بننے والی اقوام کے سینہ میں اس کی محبت پیدا ہو گئی اور وہ تمام وعدے پورے ہونے لگے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب نے محمد رسول اللہ ﷺ کے رب نے اور ہمارے رب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئے تھے۔

اب میں یہ بتاؤں گا کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ یہ وعدہ (وُضُعَ لِلنَّاسِ کا) کس طرح اور کس شکل میں پورا ہوا ظاہر ہے کہ چونکہ وعدہ تمام اقوام کے لئے تھا اور وعدہ یہ تھا کہ تمام نبی نوع انسان مکہ سے برکت حاصل کریں گے اور عقلائی ممکن نہیں کہ شریعت کاملہ کے نزول کے بغیر ایسا ہوا س لئے قرآن کریم کی کامل شریعت کا نزول اس وعدہ کے پورا ہونے سے قبل ضروری تھا۔ قرآن کریم نے دعویٰ کیا ہے کہ **ذَلِكَ الْكِتَبُ لَا رَيْبَ فِيهِ** (البقرہ: ۳) یہ قرآن ایک کامل اور کامل شریعت ہے اور اس دعویٰ کے دلائل قرآن کریم نے یہ دیئے کہ **لَا رَيْبَ فِيهِ** رَيْبَ کے چار معنی جو یہاں چسپاں ہوتے ہیں ان کی رو سے یہاں ہمارے سامنے چار دلائل بیان کئے گئے ہیں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کوئی

میں یہ قرآن، یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل کامل اور کامل اور اتم ہے۔

ریب کے ایک معنی کی روح سے قرآن کریم کی تعریف یہ نکتی ہے کہ انسان کی روحانی اور جسمانی اور معاشرتی اور اخلاقی اور اقتصادی اور سیاسی ضرورتوں کو پورا کرنے والی صرف یہی ایک کامل کتاب ہے اور یہی ایک کامل کتاب ہے جو نظرت انسانی کے سب حقیقی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ اپنے ذاتی کمالات اور فضائل اور بے نظیر تعلیمات کے ساتھ اپنی ضرورت اور صداقت کو ثابت کرتی ہے۔ اگر میں اس دلیل کو پھر ایک دعویٰ قرار دے کر اس کے دلائل بیان کرنے لگوں تو اس ایک دلیل پر ہی بڑا وقت خرچ ہو جاتا ہے قرآن کریم کو ایک حد تک سمجھنے والے بھی یہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے دلائل اور فضائل اور بے نظیر تعلیمات اس قسم کی ہیں کہ جو تمام پہلی کتب پر اس کو افضل ثابت کرتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب بنی اسرائیل کی الہامی کتب کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ ان کے ہوتے ہوئے قرآن کریم کی کیا ضرورت تھی؟ تو آپ نے یہ جواب دیا کہ سارے قرآن کریم کا نام نہ لودہ تو بہت وسیع کتاب ہے بڑے علوم اس کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اس کے شروع میں سورہ فاتحہ ہے اور سورہ فاتحہ میں جو معارف اور حقائقی دلائل بیان ہوئے ہیں ان معارف اور دلائل کے مقابلہ پر اپنی تمام روحانی کتب سے اگر تم وہ دلائل اور معارف نکال کر دکھا دو تو ہم سمجھیں گے کہ تمہاری کتابیں قرآن کریم کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اس دعوتِ مقابلہ پر ایک لمبا زمانہ گذر چکا ہے اور کیتھولک ازم میں کئی پوپ کیے بعد دیگرے پیدا ہوئے اور کیتھولک چدق کی سربراہی انہیں حاصل ہوئی۔ اسی طرح دوسرے فرقے تھے عیسائیوں کے ان میں سے کسی ایک کے سربراہ کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ سورہ فاتحہ کے مقابلہ میں اپنی کتب سماوی سے اس قسم کے دلائل نکال کر پیش کر سکے۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا کہ ہم اس سورہ سے نکال کر تمہارے سامنے رکھیں گے۔

پس لا ریب فیہ کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ کتاب جو اپنے ذاتی کمالات اور فضائل اور بے نظیر تعلیمات کے ساتھ اپنی ضرورت اور صداقت کو ثابت کر سکتی ہے اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ قرآن کریم کی ضرورت کیا ہے تو اس کا جو جواب دیا گیا اور اس جواب میں جس دعوت فیصلہ کی طرف بلا یا گیا اس کو آج تک عیسائی فرقوں کے سربراہوں نے قبول نہیں کیا اور اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ وہ سورہ فاتحہ کے مضامین کے مقابلہ میں اپنی کتب سماوی کے مضامین کو پیش نہیں کر سکتے۔

الْكِتُبُ کامل کتاب ہونے کی دوسری دلیل لا رَيْبَ فِيهِ میں اللہ تعالیٰ نے یہ دی ہے کہ قرآنی تعلیم انسان کو ظن اور گمان کے بے آب و گیاہ ویرانوں سے اٹھا کر دلائل اور آیات پیش کے ساتھ یقین کی رفتتوں تک پہنچاتی ہے اور یہ خوبی ہمیشہ اس میں قائم رہے گی۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ کیا ہوا ہے رَيْبَ کے ایک معنی کے لحاظ سے یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ شیطانی دجل اس میں راہ نہیں پاسکتا۔ اس لئے اس کا جواہر انسان کی روح پر آج پڑ رہا ہے وہی اثر اس کا قیامت تک انسان کی روح پر پڑتا چلا جائے گا۔ اس لئے یہ الْكِتُبُ ایک کامل کتاب ہے۔ لا رَيْبَ فِيهِ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ کوئی ایسی ہدایت اور صداقت جو ایک کامل کتاب میں ہوئی چاہئے وہ اس سے باہر نہیں رہی اس کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد مقامات پر غیر ادیان کو فیصلہ کی طرف بلا یا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا کہ ہستی باری تعالیٰ کے متعلق کوئی ایسی سچی اور حقیقی دلیل تم اپنی کتابوں سے نکال کر دکھادو جو میں قرآن کریم سے نکال کرنے دکھا سکوں۔ پس ہر وہ صداقت جس کا کوئی دوسری کتاب دعویٰ کر سکتی ہے وہ اس کے اندر پائی جاتی ہے اور بہت سی ایسی صداقتیں بھی اس میں پائی جاتی ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتیں اس لئے یہ کتاب ایک کامل کتاب ہے۔

لا رَيْبَ فِيهِ کے چوتھے معنی کی رو سے یہاں یہ دلیل دی گئی ہے کہ اس پر عمل کر کے تو دیکھو تم ہر قسم کے مصائب اور آفات سے محفوظ ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ گے پھر دنیا کا کوئی دجل یا دنیا کی کوئی طاقت یادنیا کی کوئی سازش تمہارا حقیقی اور واقعی نقصان نہیں کر سکتی۔ نقصان تو اس وقت ہوتا ہے جب کوئی چیز حقیقتاً ضائع ہو جائے لیکن اگر کسی کے پانچ روپے گم ہو جائیں اور اس کا والد اس کو کہے کہ پانچ روپے تو تمہارے پانچ روپے کے بدله میں میں دیتا ہوں اور یہ دس روپے اس تشویش کے بدله میں ہیں جو تم کو اٹھانی پڑی ہے اور اس طرح اسے پندرہ روپے مل جائیں تو دنیا کا کوئی عقلمند یہ نہیں کہے گا کہ اس کا پانچ روپے کا نقصان ہوا ہے جبکہ اس کے بدله میں اس کو پندرہ روپے مل گئے ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ دعویٰ کیا کہ تم اس پر عمل کر کے کسی نقصان یا مصیبت میں نہیں پڑو گے۔

یہ نہیں کہا کہ تمہیں کوئی دکھنہیں دے سکے گا کیونکہ ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دینیں پڑتی ہیں لیکن حقیقی مومن اس چیز کو جسے دنیا تکلیف سمجھتی ہے اپنے لئے راحت سمجھتا ہے اور اس کا خدا اور اس کا رب اور وہ جو اس کا مالک ہے اور جس کی خاطروہ یہ تکالیف برداشت کر رہا ہوتا ہے اس کے سرور

کے، اس کی صرفت کے اور اس کے آرام کے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دکھدینے والے نے مجھے تھوڑا دکھدیا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اگر وہ اس سے زیادہ دکھدیتا تو میرے رب کا مجھے اس سے بھی زیادہ پیار حاصل ہو جاتا۔ تو چونکہ یہ ایسی کتاب ہے جس پر عمل کرنے والا حقیقی مومن کبھی بھی گھاٹے میں نہیں رہتا اور اس کے مقابلہ میں جود و سری کتب ہیں ان کا یہ حال نہیں اس لئے یہ ثابت ہوا کہ یہی کتاب الْكِتَبُ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا کہ

يَا إِيَّاهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمْنُوا خَيْرًا لَّكُمْ۔

(النساء: ۱۷)

اے تمام بني نواع انسان سنو کہ ایک کامل رسول کامل صداقت لے کر تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ تمہارا رب جس نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا تھا نشوونما اور ارتقاء کے مختلف مدارج میں سے تمہیں گزارتا ہوا وہ اس مقام پر تمہیں لے آیا ہے کہ اپنی کامل جنتوں میں تمہیں داخل کرے۔ سن لو کہ یہ رسول آگیا فَأَمْنُوا جو وہ کہتا ہے اس پر ایمان لاوزبان سے بھی، دل سے بھی اور اپنے جوارج سے بھی تم اسے مانو اور اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تم اس کامل رسول پر ایمان لاوے گے اور جو اکمل شریعت ہے اس کے مطابق تم اپنی زندگیاں گزارو گے تو تم خیرامت بن جاؤ گے اور جب تم خیرامت بنو گے اور صرف اس وقت جب تم خیرامت بنو گے تو تم اس قابل ہو گے کہ تمام بني نواع انسان کو فائدہ پہنچا سکو تمہارے ذریعہ سے تمام اقوام اور ہر زمانہ کے لوگ دینی اور دینیوی فوائد حاصل کریں گے جب تک تم اس مقام کو نہیں پاتے ساری دنیا اور دنیا کے ہر حصہ میں بسنے والی اقوام تم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتیں اور جب تک تم سے ساری اقوام عالم فائدہ نہ اٹھا سکتیں اس وقت تک نہیں کہا جائے گا کہ تم کو (اُخْرِجَتِ لِلنَّاسِ) تمام دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور جب تک تمہارے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ تمہیں تمام دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس وقت تک وہ وعدہ نہیں پورا ہو گا کہ اِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضُعَ لِلنَّاسِ

اس واسطے اِمْنُوا تم اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے قرآنی شریعت پر ایمان لاوے۔ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالو۔ تم خیرامت بن جاؤ گے۔

پس نزول قرآن کے ذریعہ ”وُضُعَ لِلنَّاسِ“ کا مقصد حاصل ہوا اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں

فرماتا ہے کہ

**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَلَوْا مَنْ أَهْلُ الْكِتَبِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ۔ (آل عمران: ۱۱۱)**

اس آیت میں دراصل یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ابراہیم پیشگوئی اور وعدہ کے مطابق امت محمد یہ بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کر دی گئی ہے اور ایک امت ایسی تیار ہو چکی ہے جو اخراجت لِلنَّاسِ ہے۔ وہ تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور اس کی دلیل یہاں یہ دی ہے کہ یہ خیر امت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اخراجت لِلنَّاسِ ہے تمام دنیا کی بھلائی کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور یہ دلیل یوں ہے کہ اگر آپ تمام دنیا کی شریعتوں پر غور کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تمام شریعتیں اس قوم کی استعداد کے مطابق نازل ہوتی رہی ہیں جس قوم کی طرف ان کو نازل کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرف جو شریعت بھیجی گئی اس شریعت سے ہمیں پہنچتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی روحانی استعدادیں اور صلاحیتیں کیا تھیں جو شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی اس سے ہمیں پہنچتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کی روحانی صلاحیتیں اور استعدادیں کیا تھیں۔ باقی سارے انبیاء کی قوموں کا بھی یہی حال تھا بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شریعت بھی جس قوم کی طرف نازل کی جاتی ہے وہ اس قوم کی روحانی صلاحیتوں اور استعدادوں کو مد نظر رکھ کر نازل کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی فرد یا کسی قوم پر وہ بوجنہیں ڈالتا جس کو وہ برداشت نہ کر سکے۔

دوسری حقیقت جو بڑی واضح ہے وہ یہ ہے کہ قرآنی شریعت پہلی تمام شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل اور اتم اور کامل اور مکمل ہے۔ اگر آپ پہلی شرائع کے احکام (اوامر و نواہی) کو قرآن کریم کے احکام کے مقابلہ پر رکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ قرآن کریم میں چھ سات صد سے زائد احکام (اوامر و نواہی) اس امت کے لئے نازل کئے گئے ہیں ان کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پرمددودے چند احکام کا نزول ہوا۔ پھر سینکڑوں ایسے احکام قرآنیہ ہیں جو پہلی کسی شریعت میں بھی ہمیں نظر نہیں آتے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی شرائع کے احکام اوامر و نواہی (محدود تھے بجہ اس کے کہ اس قوم کی استعدادیں محدود تھیں جس کی طرف انہیں نازل کیا گیا تھا اور قرآن کریم کا ایک کامل اور مکمل شریعت ہونا یہ ثابت

کرتا ہے کہ بنی نوع انسان اس زمانہ میں جب قرآن کریم نازل ہوا کامل روحانی استعدادوں کے حامل تھے ورنہ قرآن کریم ان کی طرف نازل نہ ہوتا۔

پس قرآنی تعلیمات کے کمالات خاصہ اس امت کے استعدادی کمالات پر شاہد ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کے جو کمالات ہیں اور ان کی جو وسعت ہے اور اس کی جوشان ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرآن کریم کے مخاطب اپنی استعدادوں میں پہلی تمام امتوں سے بڑھے ہوئے ہیں ورنہ وہ قرآن کریم کے حامل نہیں ہو سکتے تھے یعنی قرآن کریم کے مخاطب اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں میں پہلی سب امتوں سے افضل اور برتر اور بزرگ تر ہیں اور پھر جب یہ استعدادیں اور صلاحیتیں قرآنی تعلیم کی تربیت کے نیچے آئیں تو روح القدس کی معرفت اور آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اور آپ کی متابعت کی برکت سے ایسے روحانی وجود پیدا ہوئے جو اپنی کیمیت اور کیفیت اور صورت اور حالت میں تمام پہلے انبیاء کے روحانی بچوں سے اکمل اور اتمم ٹھہرے اور جب تک یہ خیر امت پیدا نہ ہو جاتی کہ کوئی پہلی امت اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکتی اور یہ سب سے آگے نہ نکل جاتی اور آئندہ کوئی ایسی امت پیدا نہ ہو سکتی جو اس سے آگے بڑھ جائے یعنی وہ اپنے عروج اور کمال کو پہنچی ہوئی ہو اس وقت تک وُضُع لِلنَّاسِ کا وعدہ پورا نہیں ہوتا تھا کیونکہ ناقص شریعت کے نتیجہ میں اور ناقص تربیت سے یہ امید نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ تمام اکناف عالم کو فائدہ پہنچانے والی ہو۔ غرض افاضہ خیر میں نہ کسی امت نے آج تک امت مسلمہ کا مقابلہ کیا اور نہ کوئی ایسی امت قیامت تک پیدا ہو سکتی ہے جو امت مسلمہ کے مقابلہ میں آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ گُنْتُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ اسی ابراہیمی وعدہ کے مطابق تمہیں لِلنَّاسِ پیدا کیا گیا ہے تمام دنیا تم سے فیوض حاصل کرے گی تم سے برکات پائے گی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تم خیر امت ہو ہر دلخواست سے استعداد کے لحاظ سے بھی اور تربیت کے نتیجہ میں جو رنگ اسوہ رسول ﷺ اور اخلاق حسنہ کا تم نے اپنے اوپر چڑھایا ہے اس کے لحاظ سے بھی اور تم ہی وہ ہو سکتے ہو جن سے ساری دنیا فائدہ اٹھا سکے۔ پس تمہارا خیر امت ہو جانا تمہاری صلاحیتوں اور استعدادوں کا اپنے کمال تک پہنچ جانا اور پھر ان صلاحیتوں اور استعدادوں کی تربیت کا اپنے کمال تک پہنچ جانی یہ بتاتا ہے کہ وہ وعدہ پورا ہو گیا کہ بیت اللہ کو وُضُع لِلنَّاسِ تمام اقوام عالم کے فائدہ اور بہبود کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ انسان تمام بنی نوع انسان کو صرف اسی صورت میں فائدہ پہنچا سکتا ہے جب وہ تمام بنی نوع انسان کو خوت اور مساوات کے مقام پر لاکھڑا کرے اور کسی امتیاز یا تفریق کو جائز نہ سمجھے۔ چنانچہ تمام باتیں جو انسانی عزت اور احترام کو قائم کرنے والی تھیں وہ امت مسلمہ کی شریعت میں قرآن کریم یا بنی کریم ﷺ کے اسوہ یا احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام نے انسان انسان کے درمیان ہر امتیاز اور ہر تفریق کو مٹا کر رکھ دیا ہے اور اس طرح پر انسان کی عزت اور تو قیر کو قائم کیا ہے۔

جیہے الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے جو خطبہ دیا اس میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ الٰہ ہوشیار ہو جاؤ اور کان کھول کر سنو کہ تمہارا رب ایک ہے وہ ایک ذات ہے جس کی ربویت کے نتیجہ میں تمام اقوام مختلف فاصلے طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئی ہیں کہ ان تمام اقوام کی روحانی اور اخلاقی استعدادیں اور صلاحیتیں ایک جیسی ہو گئی ہیں اور اب وہ آخری شریعت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئی ہیں۔ تمہارا پیدا کرنے والا ایک ہے اس نے تمہاری جسمانی اور روحانی استعدادوں کو ایک جیسا پیدا کیا ہے۔ قوم قوم میں اس نے فرق نہیں کیا۔ یہ صحیح ہے کہ افراد کا اپنا اپنا ایک ترقی کا دائرہ ہوتا ہے لیکن قوم قوم میں کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی۔ یہ نہیں کہ ایک قوم ذلیل یا حقیر ہے یا اس کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ وہ جسمانی یا روحانی یا علمی یا اخلاقی یا معاشرتی یا اقتصادی ترقی نہیں کر سکتی پس فرمایا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ کان کھول کر سنو کہ تمہارا رب جس نے تمہیں پیدا کیا، جس نے تمہارے قوی کو پیدا کیا، جس نے تمہاری صلاحیتوں کو پیدا کیا، جس نے تمہاری استعدادوں کو پیدا کیا پھر ان کی ربویت کی اور ارقاء کے مدارج میں سے تم کو گذارا اور تمہاری نشوونما کو کمال تک پہنچایا وہ پاک ذات واحد ہے ایک ہے اور تم یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا باپ بھی ایک ہے لیکن تم سب آدم کی نسل سے ہو غرض تمہارا رب پیدا کرنے والا ہے تمہارا باپ آدم ایک ہے۔ اگر تم مختلف باؤپوں کی اولاد ہوتے تو تم کہتے ہم نے اپنے باؤپوں سے ورثہ حاصل کیا ہے اور ہمارا باپ بزرگ تر اور برتر تھا اس کے ورثہ میں ہمیں از خود یہ برتر تربیل گیا ہے مگر ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ باپ ایک ہے۔ پھر اگر مختلف خدا ہوتے۔ مختلف رب ہوتے تو کوئی قوم کہہ سکتی تھی کہ جس رب نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ زیادہ طاقت و را اور زیادہ عالم اور زیادہ قادر اور زیادہ شفقت کرنے والا اور زیادہ رحم کرنے والا تھا اس نے ہمیں زیادہ دے دیا۔ دوسروں کو پیدا کرنے والا رب علم میں زیادہ نہیں تھا اس کی قدرت زیادہ نہ تھی اس میں رحم زیادہ نہ تھا اس کو اپنی مخلوق کے ساتھ وہ محبت نہیں تھی جو ہمارے رب نے ہم سے کی اس

لئے ان کو کم چیزیں ملی ہیں اس لئے یہ اس لحاظ سے کم تر ہو گئے ہیں۔ مگر جب تمہارا رب ایک، جب تمہارا باپ ایک تو تمہیں یہ جان لینا چاہئے کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے نہ کسی سیاہ کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور ایک اور جگہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ نہ کسی سرخ رنگ والے کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سفید فام کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل ہے فضیلت کا معیار تمہارے رب کی نگاہ میں اور ان استعدادوں کے نتیجے میں جو تمہارے اندر اس نے پیدا کی ہیں ایک ہی ہے اور وہ ہے تقویٰ۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی نگاہ کا تو تمہیں پتہ نہیں۔

فَلَا تُنْزِّكُوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى (النجم: ۳۳)

جب بزرگی کا انحصار اللہ تعالیٰ کی نگاہ پر ہوا اور ہمیں اس نگاہ کا پتہ نہیں کہ وہ پیار کی ہے یا غصب کی ہے تو پھر ایک دوسرے پر بزرگی نہ جتایا کرو۔ یہ ایک مثال ہے جو میں نے دی ہے ورنہ اسلامی تعلیم ایسے احکام اور تعلیمات سے بھری پڑی ہے مثلاً اقتصادی لحاظ سے اسلام کسی کی برتری کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ امیر کو کہتا ہے کہ جب تک غربت قائم ہے تیرا تیرے مال پر کوئی حق نہیں۔ جیسے فرمایا:-

وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلْسَائِلِ وَالْمُحْرُومُم (الذریت: ۲۰)

میرے نزدیک اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک ضروریات زندگی ہر فرد کو نہیں مل جاتیں کسی مالدار کا اپنے مال پر حق باقی نہیں رہتا جب ضروریات زندگی پوری ہو جائیں پھر جو باقی پچتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اسے جائز رہوں پر خرچ کرنے سے اسلام نہیں روکتا۔ لیکن اگر ہمسایہ بھوکا ہو اور تم پانچ یا سات کھانے کھاؤ تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ پس کسی لحاظ سے بھی کسی قوم کو بحیثیت قوم کسی دوسری قوم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مثلاً علم کے میدان میں سب دماغ ایک جیسے ہیں، ہر قوم میں بڑے اچھی صلاحیت والے اور جینیس (Genius) قسم کے دماغ بھی ہیں اور ہر قوم میں دماغی لحاظ سے خرد ماغ بھی ہیں۔ ان کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کہ کوئی قوم ساری علم کے میدان میں خرد ماغ ہو اور ایک دوسری قوم ساری علم کے میدان میں جینیس (Genius) ہو۔ یہ صحیح ہے کہ جو حاکم قومیں ہیں وہ اپنے گدھوں کو بھی رفتت کے مقام پر لے جاتی ہیں۔ مثلاً میرے ساتھ ایک

طالب علم آسکس فورڈ میں پڑھا کرتا تھا وہاں طریق یہ ہے کہ جو طالب علم پڑھائی میں چل نہ سکے اس کا روپیہ ضائع نہیں کرتے بلکہ ایک ٹرم (Term) کے بعد جب وہ اپنے گھر جاتا ہے اور اس ٹرم کا نتیجہ نکلتا ہے تو اسے گھر میں خط بھیج دیتے ہیں کہ تمہیں واپس تشریف لانے کی ضرورت نہیں تم وہیں کام کرو۔ انگریزی میں اسے کہتے ہیں Sent Home گھر بھیج دیا گیا۔ اتفاقاً میرے گروپ کا ایک لڑکا دوسرا ٹرم میں واپس نہ آیا۔ مجھے اس وقت ان کے طریق کا علم نہیں تھا اس لئے میں نے دوستوں سے پوچھا کہ فلاں طالب علم کیوں نہیں آیا؟ کیونکہ مجھے یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ بعض موئیں بھی ہو جاتی ہیں اور پھر حادثات بھی ہو جاتے ہیں پتہ نہیں کیا بات ہے کہ وہ لڑکا واپس نہیں آیا۔ تو مجھے ایک دوست نے بتایا کہ اس کو انہوں نے فارغ کر دیا ہے۔ 1944ء میں جب میں دہلی گیا تو پیٹھ فارم پر اتفاقاً ایک شخص پر نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ یہ وہی لڑکا ہے وہ اس وقت انگریزی حکومت کا ایک بڑا افسر تھا اس نے مجھے پہچان لیا اور میں نے اس کو پہچان لیا۔ ہم ایک دوسرے سے ملے میں نے دل میں کہا کہ چونکہ اس قوم کو دنیوی اقتدار حاصل ہے اس لئے یہ ہمارے ملک کے محاورہ کے مطابق اپنے گدھوں کو بھی افسر بنادیتے ہیں اور افسر بھی ہمارے اوپر۔ غرض ہر قوم میں اچھے دماغ بھی ہیں اور مردے دماغ بھی ہیں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں آپ کو یہ چیز نہ ملے۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے سارے دماغ اچھے ہوں اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے سارے دماغ بُرے ہوں۔ اچھے اوسط درجہ کے اور مردے سب ہی ہر قوم میں پائے جاتے ہیں غرض اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی امتیاز قائم رکھا جائے۔ بلکہ وہ مساوات قائم کرتا ہے مثلاً تعلیم کے میدان میں دیکھو اسلام علم سیکھنے پر بہت زور دے رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا جتنا علم کوئی سیکھ سکے جتنی جتنی کسی کے اندر صلاحیت اور استعداد ہو اس کو علم سکھانا چاہئے اور اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ کوئی تھرڈ کلاس لڑکا جو رعایتی پاس ہونے والا ہو اس کو وظیفہ نہیں دینا چاہئے کیونکہ یہ ضیاء ہے۔ لیکن جو ہوشیار طالب علم ہے اس کے دماغ کو ضائع کرنا اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور قوم کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے غرض اسلام نے انسان انسان میں مساوات کو اور اس کے بعد ان خوت کو قائم کر دیا ہے۔ اس نے دل کے سارے کینوں اور بغضوں کو نکال کر باہر پھینک دیا ہے اور اس نے کہا ہے تم بھائی بھائی کی طرح ایک دوسرے سے پیار کر کر وہ پھر اپنی بنیادی تعلیم کوئی بڑے ستونوں پر قائم کیا ہے اور وہ تین ستون عدل احسان اور ایتساء ذی القربی ہیں۔ ہر وہ قوم جو بین

الا قوامی حیثیت کی مالک ہو یا وہ رشتہ اور تعلقات جو بین الا قوامی ہوں وہ اگر عدل کے اصول پر قائم ہوں اور اس سے بڑھ کر احسان کے اصول پر قائم ہوں اور پھر اس سے بھی بڑھ کر ایتساء ذی القربی کے اصول پر قائم ہوں تو آج دنیا کے سارے فسادات مت جاتے ہیں اور دنیا ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانے لگتی ہے بجائے اس کے کوہ یہ سوچتی رہے کہ ہم دوسروں کو کس طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ بنیادی حکم دے کر ہمیں بتایا ہے کہ تم میں سے بعض طبائع عدل سے آگے نکل سکیں گی۔ انہیں ہم کہتے ہیں کہ تم عدل کے مقام کو چھوڑ کر نیچے نہ گرنا اور نہ تم مسلمان نہیں رہوں گے۔ بعض طبائع ایسی ہوں گی جو عدل کے مقام سے اوپر پرواز کریں گی اور احسان کے مقام پر پہنچ جائیں گی لیکن اس سے آگے نہیں جا سکیں گی ان کو ہم کہتے ہیں کہ اگر تم نے احسان کے مقام کو چھوڑ دیا اور باوجود اپنی استعداد کے تم گر کر عدل کے مقام پر آگئے تو یاد رکھو تم اللہ تعالیٰ کی بہت سی ایسی نعمتوں سے محروم ہو جاؤ گے کہ جنہیں تم اس مقام پر قائم رہتے ہوئے حاصل کر سکتے تھے اور یہ کوئی معمولی خسارا نہیں ہے بلکہ یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ پھر تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو ان ہر دو مقام سے اوپر ہو کر ایتساء ذی القربی کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور پہنچ سکتے ہیں۔ ان کو ہم کہتے ہیں کہ تم احسان کے مقام پر راضی نہ ہو جانا اور نہ تم خدا تعالیٰ کی نبی نظیر اور بے مثال نعمتوں اور فضلوں اور برکتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ غرض اسلام نے انسان انسان کی مساوات اور اخوت اور پیار کو ان تین ستونوں پر قائم کیا ہے۔

اس وقت کافی دیر ہو گئی ہے۔ مگر میں یہ چاہتا تھا کہ اس مقصد پر تفصیل سے بات ہو جائے کیونکہ یہ مقصد تینیں مقاصد میں سے ایک بنیادی چیز ہے۔ آخر مقصد بھی ایسا ہی اہم ہے نیچے میں سے ہم جلدی نکل جائیں گے۔ اس سلسلہ میں ایک دوست نے خواب بھی دیکھی ہے۔ (انہیں تو اس کی تعبیر سمجھنہ نہیں آئی تھی) چند دن ہوئے انہوں نے مجھے لکھا کہ میں نے دیکھا کہ میں (اور میرے ساتھ کچھ دوست اور بھی ہیں) قادریان کے اسی چوک میں ہوں جس میں مسجد مبارک کے اس حصہ کی سیڑھیاں اترتی ہیں جو بعد میں بڑھایا گیا تھا (یہاں بہت سارے عزیز بچے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے قادریان دیکھا ہی نہیں اور وہ سمجھہ ہی نہیں سکتے لیکن جنہوں نے قادریان دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد مبارک کے اس حصہ کو جو نیا بنا تھا سیڑھیاں ایک چوک میں اترتی تھیں۔ اس دوست نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم اس چوک میں کھڑے ہیں) آپ بڑی تیزی سے آئے ہیں۔ آپ کے چہرے پر بشاشت اور رونق ہے۔

آپ کچھ سیرھیاں چڑھتے ہیں اور پھر ہماری طرف دیکھتے ہیں پھر کچھ اور سیرھیاں چڑھتے ہیں اور ہماری طرف دیکھتے ہیں۔ دو دفعہ آپ نے ایسا کیا ہے اور پھر آپ ساری سیرھیاں چڑھ گئے ہیں۔ پھر آپ نے اذان دی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ عصر کی نماز کا وقت ہے اس لئے آپ نماز عصر پڑھائیں گے۔ لیکن نماز سے پہلے جواز ان آپ نے دی ہے ہم نے محسوس کیا کہ وہ معمول سے زیادہ بُھی ہے اور یہ حصہ مضمون جو میں بیان کر رہا ہوں ایک خاص پروگرام کی طرف بلانے کا ہی رنگ رکھتا ہے۔ تاکہ جس وقت میں اس پروگرام پر آؤں تو آپ پس منظر سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنے کے نتیجہ میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے لگیں۔ (اور اذان کا زیادہ لمبا ہونا اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے)

غرض و وضع لِلنَّاسِ ایک مقصد بیت اللہ کی تعمیر کا تھا اور چونکہ یہ اس لحاظ سے بڑا ہی اہم ہے کہ باقی سارے مقاصد کا اس پہلے مقصد کے ساتھ یا پھر جو آخری مقصد رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْهُمْ يَسْلُوْا عَلَيْهِمْ اِيْشَ ک میں بیان ہوا میرا اس کے ساتھ گہر اعلق ہے اور میں چاہتا تھا کہ اس مقصد کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ جائیں کہ وضع لِلنَّاسِ کی پیشگوئی پوری نہیں ہو سکتی تھی جب تک ایک ایسی امت دنیا میں پیدا نہ ہو جائے جو خیر الامم ہو اور وہ امت پیدا نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ قرآن کریم کی شریعت جو کامل اور مکمل ہے اس کا نزول نہ ہو جائے اور ہر شریعت کا نزول قوم کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے قرآن کریم کی شریعت چونکہ ہر پہلو اور ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے اس لئے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں (اور اس کے علاوہ کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے) کہ وہ اقوام جو اس زمانہ میں اور پھر قیامت تک اس کی مخاطب تھیں اور مخاطب رہیں گی وہ اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے قرآن کریم کی حامل ہو سکتی تھیں اور قرآن کریم کی تربیت کو قبول کرنے کے بعد اور آنحضرت ﷺ کے فیوض اور برکات سے حصہ لینے کے بعد ان کی شکلیں ان کے حلیے کچھ اس طرح بدلتے کہ ایک حقیقت بین نگاہ میں وہ نئے انسان بن گئے یعنی ان کی جو پہلی شکل تھی یا جو پہلے نقوش تھے ان کا کوئی حصہ باقی نہ رہا بلکہ نئے نقوش ابھر آئے جس طرح ریشم کا کیڑا جب ریشم بنا چکتا ہے تو اگر انسان اس کو موقع دے اور ریشم کا وہ جال جو اس نے اپنے اردو گرد بنا یا ہوا ہوتا ہے اس میں سے باہر نکل آئے تو وہ پہلا کیڑا نہیں رہتا بلکہ اس کا پہلا سر۔ پہلی آنکھیں اور پہلا حلیہ بالکل بدلتا ہے پہلے اس کے پر نہیں ہوتے لیکن ۲۸ یا ۲۲ گھنٹوں کے اندر اندر اس کے پر نکل آتے ہیں۔ نیا سر پیدا ہو جاتا ہے، نئی آنکھیں پیدا

ہو جاتی ہیں بالکل یہی مثال ان لوگوں کی ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے پہلے وہ زمین کے کیڑے تھے اور بعد میں ان کو اللہ تعالیٰ نے نئی بصارت دی، نئی آنکھیں دیں، نئے دماغ دیئے۔ پرواز کی نئی قوت عطا کی پھر وہ آسمان کی وسعتوں میں اڑنے لگے اور جب یہ قوم پیدا ہو گئی تو وُضُع لِلنَّاسِ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔

اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اس قوم پر جس کو قرآن کریم خیرامت کہہ رہا ہے دنیا کی خدمت کرنے کے سلسلہ میں یہ کس قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوبہ، ربیعہ مئی ۱۹۶۷ء صفحہ ۵)



خطبہ جمعہ ۲۸ اپریل ۱۹۶۷ء



شعبہ زادنویسی کے ریکارڈ کے مطابق حضور نے خطبہ جمعہ ارشاد نہیں فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ کعبۃ اللہ کی عالیٰ سکیر برکات کا ظہور

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ ربیعی ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ انسانی نفس کو کمال تک پہنچانے کیلئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ قرآن میں پائی جاتی ہے۔
- ☆ تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور بنیادی صداقتیں قرآن کے اندر آگئی ہیں۔
- ☆ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا جلالی ظہور ہوا ہے۔
- ☆ انسانی نفس کو روحانی کمالات تک پہنچانے کے لئے جس ہدایت اور صداقت کی ضرورت تھی وہ سب قرآن کے اندر پائی جاتی ہے۔
- ☆ جو بھی قرآن کریم کی اتباع کرتا اور اس کی ہدایت کے پیچھے چلتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی انتہائی برکتوں کا حصہ لیتا اور اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پر نور نے آیت ان اول بیت و وضع للنّاس لَلَّذِي بِسْكَةٍ مُبِرَّگاً وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ (آل عمران: ۹۷) کی تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا۔ میں بتارہوں کہ ان آیات کریمہ میں تمہیں مقاصد تعمیر بیت اللہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بعثت نبی ﷺ سے کس طرح پورے ہوئے پچھلے ایک خطبہ میں وضع للنّاس کی تفسیر اس پس منظر میں میں نے پیش کی تھی۔

دوسرा مقصد جوان آیت میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ مبارک ہے میں نے بتایا تھا مبارک کا لفظ یہاں دو معنوں میں لیا جا سکتا ہے۔ اول یہ کہ خانہ کعبہ اقوام عالم کے نمائندوں کی قیام گاہ بنے گا اور تمام اقوام سے ایسے لوگ یہاں جمع ہوتے رہیں گے جو روحانی میدانوں کے شیر ہوں گے۔ بہادری کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے ابطال کی یہ قیام گاہ ہوگی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اس معنی میں بیت اللہ ساری دنیا کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مبارک کبھی نہیں ہوا یعنی اقوام عالم کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل خانہ کعبہ کی، اس بیت اللہ کی محبت اس رنگ میں کبھی پیدا نہیں ہوئی کہ یہ اس کی طرف کچھ چلے آتے اور خانہ کعبہ میں کوئی ایسا سامان بھی نہ تھا کہ اگر اقوام عالم کے نمائندے وہاں پہنچتے تو ان کے دلوں کی تسکین کا وہ باعث بنتا۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد اس لحاظ سے دنیا کا نقشہ بدل گیا اقوام عالم کے دلوں میں ایک طرف بیت اللہ کی محبت پیدا ہوئی تو دوسری طرف ایسے سامان بھی پیدا ہو گئے کہ لوگ وہاں جائیں اور روحانی یا منقولی یا عقلی یا دینی علوم سیکھیں اور وہ ایسے علوم ہوں جو تمام قوموں کو ہر زمانہ کے رہنے والوں کو دینی اور دینی فوائد پہنچاسکیں اس معنی کے لحاظ سے تاریخی ثبوت اتنا واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ اس غرض کو پورا کیا گیا ہے کہ اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

دوسرے معنی مبارک کے جو یہاں چپاں ہوتے ہیں یہ ہیں کہ مکہ کو مولد بنایا جائے گا ایک ایسی شریعت کا جس میں وہ تمام بنیادی صداقتیں اور ہدایتیں جمع کر دی جائیں گی جوانبیاء سابقین کی شریعون میں متفرق طور پر پائی جاتی تھیں۔ صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی شریعت ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں نے تمام پرانی صداقتیں کو اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے۔ قرآن کریم سے قبل کسی شریعت نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا اور نہ وہ ایسا دعویٰ کر سکتی تھے۔ کیونکہ ان کو نازل کرنے والا خدا جانتا تھا کہ ان شرائع کا نزول خاص قوموں اور ایک خاص زمانہ تک کے لئے ہے۔

قرآن کریم نے یہ دعویٰ مختلف آیات میں کیا ہے۔ جن میں سے بعض میں اس وقت اپنے دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبِرَّكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا الْعَلَّمُونَ ۝ (الانعام: ۱۵۶)

یعنی یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے اور ایک ایسی شریعت ہے جو مبارک ہے تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور ان کی بنیادی صداقتیں گویا بہہ کر اس کے اندر آگئی ہیں۔ اب تم اس کتاب مبارک کی کامل پیروی کرو (اتباع) اس سے تمہیں دوفائدے پہنچیں گے۔ ایک تو یہ کہ تم خدا کی پناہ میں آجائے گے خدا تمہاری ڈھال بنا جائے گا اور وہ تمام شیطانی و ساویں سے تمہیں بچائے گا کیونکہ اس کتاب مبارک کی اتباع کے بغیر تقویٰ کی صحیح را ہوں کا عرفان بھی حاصل نہیں ہوتا اور ان پر چل کر اللہ تعالیٰ کی کامل حفاظت کے اندر بھی انسان نہیں آ سکتا اور دوسرا نتیجہ اس کا یہ نکل گا کہ تُرَحَمُونَ اللہ تعالیٰ کے رحم کے تم مستحق ٹھہر دے گے اور اس کے انعامات بے پایاں کے نتیجہ میں جسمانی اور روحانی آسودگی حاصل ہوگی۔

اسی طرح دوسری جگہ (سورۃ الانعام میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبِرَّكٌ مُصَدِّقُ الْدِيْنِ بَيْنَ يَدِيهِ وَلِتُسْدِرَ أَمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا۔

(الانعام: ۹۳)

یعنی یہ قرآن عظیم الشان کتاب ہے جسے ہم نے اتنا را ہے پہلی تمام امتوں کی ہر قسم کی برکات کی جامع ہے۔ (مبارک) اور ان بشارتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق نازل ہوئی ہے، جو اس کتاب کے متعلق پہلی کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ نیزان تمام شرائع سابقہ کی بنیادی صداقتیں اور ہدایتوں پر مہر

تصدیق ثبت کرنے والی ہے (اس کے اندر ان کو جمع کر دیا گیا ہے) اسی طرح ابراہیمؑ کو فربانیوں اور دعاوں کا یہ شہرہ ہے اس لئے تم اہل مکہ اور اہل عرب کو خبردار کرو کہ جس اکمل شریعت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہوا اور موجودہ شریعت تم پر نازل ہو گئی۔ اگر تم اس سے منہ پھیرو گے تو جیسا کہ ابراہیمؑ علیہ السلام کے ذریعہ تمہیں پہلے سے خبردار کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے غضب کے تمور دنونگے اور عَذَابُ النَّارِ کی طرف گھینٹ کر تمہیں لے جایا جائے گا۔

اس آیت میں بڑی وضاحت سے یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ مُبَارَكُ کا تعلق نبی اکرم ﷺ کی ذات اور ابراہیمؑ کی پیشگوئیوں کے ساتھ ہے لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا میں یہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

تو ہر دو معنی کے لحاظ سے یہ خانہ خدامبے سارَكُ اس وقت بنایا جائے گا۔ وقت آنحضرت ﷺ مبوعہ ہوئے دنیا کے دل میں مکہ کی محبت پیدا کی گئی اور دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مکہ میں شریعت اسلامی کا نزول ہوا۔

تیسرا غرض تعمیر کعبہ کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ هُدًی لِلْعَالَمِينَ تمام جہانوں کے لئے اسے ہدایت کا مرکز بنایا جائے گا۔ یعنی یہاں ایک ایسی شریعت نازل ہو گی جس کا تعلق کسی ایک قوم یا کسی ایک زمانہ کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ عَالَمِينَ کے ساتھ ہوگا۔ تمام اقوام کے ساتھ ہوگا۔ تمام اکنافِ عالم کے ساتھ ہوگا تمام جہانوں کے ساتھ ہوگا اور تمام زمانوں کے ساتھ ہوگا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ پہلی کتب سماوی کے نزول کے وقت انسان کی کمزور استعداد میں اس لائق نہ تھیں کہ وہ کامل اور مکمل شریعت کی متحمل ہو سکتیں۔ اس لئے ان میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہ تھا کہ وہ تمام اقوام عالم اور ہر زمانہ کے لئے ہیں لِلْعَالَمِينَ ہونے کا دعویٰ قرآن سے پہلے کسی شریعت نے نہیں کیا۔ صرف قرآن کریم نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ نے ہی دنیا کو پکار کر کہا کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر چند ایک یہاں بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْنَا الْكِتَبَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔ (الحل: ۹۰)

یعنی ہم نے تیرے پر وہ کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز اور ہر ایک تعلیم کو بیان کر دیا گیا ہے،

جو ہم بنی نوع انسان کی روحانی ترقیات کے لئے بیان کرنا چاہتے تھے یعنی ہمارے علم کامل میں جو تعلیمیں بنی نوع انسان کی اعلیٰ روحانی ترقیات کے لئے ضروری تھیں وہ ہم نے اس کتاب میں بیان کر دی ہیں اور دوسری جگہ فرمایا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: ۳۹) بنی نوع انسان کی کامل استعدادوں کی صحیح نشوونما کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت تھی وہ اس میں بیان ہو گئی ہے اور کوئی تعلیم اس کے باہر نہیں رہی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ دعویٰ کیا آتَيْوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَّمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ: ۲) یعنی قرآن کریم کے ذریعہ دین اپنے کمال اور روحانی نعمتیں اپنے انہا کو پہنچ گئی ہیں۔ اب صرف اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

”اس آیت میں صرتوں کی بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا۔ یہ اُسی کا حق تھا۔ اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ تورات اور انجیل دونوں اس دعویٰ سے دستبردار ہیں۔“
(دیباچہ برائین احمد یہ حصہ پنجم روحانی خزانہ جلد ۲۱ صفحہ ۲)

آپ نے تورات اور انجیل کے متعلق جو دعویٰ کیا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تورات نے تو یہ کہا کہ تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا وہ خدا کا کامل کلام تمہیں سنائے گا اور جو اس کی نہیں سنے گا اور اس کی اتباع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے مواخذه ہو گا۔ اگر تورات کامل ہوتی تو تورات کے بعد کسی ایسی شریعت کے نزول کا امکان بھی نہ رہتا جس کے نہ مانے پر اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے انسان آ جاتا۔

اور انجیل نے یہ کہہ کر دستبرداری کا اعلان کیا کہ بہت سی باتیں قبل بیان ہیں مگر تم ان کی ابھی برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ تمہاری استعدادوں ابھی کامل نہیں ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رو سے ہر

ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔“۔
(براہین احمد یہ حصہ پنجم روحانی خزانہ جلد نمبر ۲۱ صفحہ ۲)

کیونکہ ہر مذہب کو قرآن کریم اور اسلام فتح کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا۔ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوفًا (بنی اسرائیل: ۸۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں الْحَقُ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا وجود بھی ہے اور قرآن کریم بھی ہے تو اس آیت کے معنی یہ ہے کہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا جلالی ظہور ہوا اور اس جلالی ظہور کے نتیجہ میں شیطان میں اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا اور اس کی تعلیمیں ذلیل اور حیرت انداز ہو گئیں اور اس کی قائم کردہ بدروم اور بدعات شنیعہ کا گند طاہر ہو گیا اور اس کے گروہ کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔

پس قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ اسی غرض کے لئے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا چنانچہ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- هُوَالَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْدِيُّنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهُ الْمُمْشِرُ كُوْنَ (توبہ: ۳۳)

ضمیماً میں یہ بتا دوں کہ اس آیت میں عَلَى الْدِيُّنِ کُلِّهِ تک کا جو لکڑا ہے قرآن کریم میں تین مختلف جگہوں پر آیا ہے اور ہر سہ جگہ علیحدہ معانی اور مضمون کو بیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ وہ خدا ہی ہے جو اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں کامل ہے اس نے اس رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور اس بعثت اور اس ظہور کی غرض یہ ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْدِيُّنِ کُلِّهِ کہ تمام ادیان پر اس شریعت کی اور اس رسول ﷺ کی برتری کو وہ ثابت کرے۔ دین حق کی برتری ثابت ہو گی تو دین لانے والے کی برتری خود بخود ثابت ہو جائے گی۔ یہاں لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْدِيُّنِ کُلِّهِ کہا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمام ادیان جو آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں موجود تھے لیکن ان کے حلیے اور شکلیں بگڑ چکی تھیں۔ جب بھی وہ اسلام کے مقابلہ پر آئیں گے شکست کھائیں گے۔ قرآن کریم میں ایسے سامان اللہ تعالیٰ نے رکھ دیئے ہیں اور اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسلامی شریعت کے بعد اگر کوئی جھوٹا دین قائم ہو گا تو اس کے اوپر بھی یہ غالب آ جائے گا۔ کیونکہ یہاں دین کے ساتھ سابقہ ادیان کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی مثلاً بھائی ہیں انہوں نے اپنا نیا دین بنایا قرآن کریم کے مقابلہ میں۔

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ ایسے ادیان جو شریعت اسلامیہ کے بعد پیدا ہوں ان کا سر کچلنے کی بھی قرآن میں طاقت ہے۔ کیونکہ یہ اس خدا کا کلام ہے جو عَلَامُ الْغُیُوبِ ہے جس کے علم میں ہیں وہ تمام ہاتھیں جو آئندہ ظہور میں آنے والی ہیں تو دین اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کے مقابلہ میں نہ اگلے نہ پچھلے کوئی دین بھی ٹھہر نہیں سکتے وہ ہر ایک پر اپنے عقلیٰ دلائل کے ساتھ اور اپنی روحانی صداقتوں اور ہدایتوں کے ساتھ اپنی آسمانی تائیدات اور نصرتوں کے ساتھ غالب آنے کی طاقت رکھتا ہے تو ہدایت لِلْعَالَمِیْنَ تمام جہانوں کے لئے ہدایت ہونے کا دعویٰ صرف قرآن کریم نے کیا اور عملاً اسے ثابت بھی کیا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ہدایت کے چار معنی لغت میں بیان ہوئے ہیں۔ پہلے معنی کے متعلق جو خطبہ چھپا ہے اس میں کچھ تھوڑا سا بہام ہے۔ اس کی میں وضاحت کر دیتا ہوں۔ ہدایت کے پہلے معنی یہ ہیں کہ عقل اور فراست کو جس راہنمائی کی ضرورت ہے اسے بھی ہدایت کہتے ہیں۔ یعنی عقل اور فراست میں اور علوم کے حصول میں اور اس کی تحقیق میں بھی انسان میں جو طاقتیں ودیعت کی گئی ہیں محض وہ کافی نہیں بلکہ ان کے لئے بھی آسمان سے کسی ہدایت کی ضرورت ہے۔

تو یہ ہدایت قدرِ مشترک ہے تمام انسانوں میں، اس کا کسی مذہب کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اس قدرِ مشترک کی راہنمائی بھی قرآن کہتا ہے کہ میں کرتا ہوں اور عقل تو خود انہی ہے اگر نیر الہام اس کے ساتھ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بتانے کے لئے کہ جسمانی قابلیتیں اور روحانی استعدادیں کافی نہیں ہوتیں جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو کر آسمان سے اس کی ہدایت کا سامان پیدا نہ کیا جائے۔ بہت سی مثالیں قرآن کریم میں دی ہیں مثلاً ایک مثال یہ دی ہے کہ شہد کی مکھی کو ہم الہام کرتے ہیں اور قرآن کریم کا محض یہ ایک دعویٰ ہی نہیں بلکہ الہی تصرف کے ماتحت انسانی تحقیق نے نہایت لطیف رنگ میں اور بڑی شان کے ساتھ قرآن کریم کے اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔ چنانچہ شہد کی مکھی کے متعلق جوئی تحقیق ہوئی ہے اس میں ایک یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ان مکھیوں کی ملکہ (Queen) جب انڈے دے رہی ہو تو انڈادیتے وقت اسے یہ الہام ہوتا ہے کہ اس انڈے میں نزپچے پیدا ہو گا یا مادہ بچی ہو گی۔ چھتے میں مختلف جگہیں مقرر ہیں۔ ایک حصہ میں ماں وہ انڈے رکھتی ہے جن میں سے مادہ بچے پیدا ہونے ہوں تو سینکڑوں ہزاروں انڈے ایک مکھی جسے ملکہ کہتے ہیں دیتی ہے اور ہر موقعہ پر جب وہ انڈادے رہی

ہواں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں سے زرنکے گایا مادہ نکلے گی۔

تو اس قسم کی بہت سی مثالوں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ سمجھایا ہے کہ محض اپنی طاقتون اور قوتون اور محض اپنی عقل اور فراست اور محض اپنے علم اور محض اپنی تحقیق پر بھروسہ نہ کرنا جب تک آسمان سے تمہارے لئے ہدایت نازل نہ ہوتا کسی میدان میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے اور چونکہ عقل تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور وہ جو خداۓ تعالیٰ کے بتائے قوانین پر عمل پیرا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو الہام کرتا ہے اور نئے سے نئے مضامین ان کے دماغ میں ڈالتا ہے عقلی میدان میں، علم کے میدان میں، خواہ کوئی مسلمان ہو یا عیسائی ہو یا دہریہ ہو یا کسی مذہب کے ساتھ یا کسی بد مذہبیت کے ساتھ یا لاذہبیت کے ساتھ اس کا تعلق ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے عقل کو مشترک ورثہ بنانا کر انسانوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ علاوہ بعض دوسری ہدایتوں کے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں، ہم عقل کی بھی راہنمائی کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بڑے لطیف پیرا یہ میں بیان کیا ہے کہ وحی والہام کے ذریعہ انسانی عقولوں کو اللہ تعالیٰ تیز کرتا ہے اور پھر ذہن رسم سے جو علوم پر درosh پاتے ہیں قرآن کریم ان سے خادموں کی طرح خدمت لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

”خد تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اس کی تو حید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہاں تک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اس استدلال کے ضمن میں تمام علوم کو نہایت لطیف و موزوں طور پر بیان کیا ہے اور علوم مذکورہ سے ایک ایسی شاستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں لی،۔“

(سرمه چشم آریه، روحانی خزانہ جلد ۲ صفحه ۲۷، ۳۷ حاشیه)

اور یہ قرآن کریم کا کمال ہے کہ باقی ادیان تواریخِ اوقات علوم کے سامنے دب سکتے ہیں لیکن اسلام یہ ایک ایسا دین ہے اور قرآن یہی ایک ایسی کتاب ہے جو کسی عقلی علم کے سامنے دمکتی نہیں بلکہ اس کو خادم تسبیح حقیقتی اور اس سے خدمت لیتی ہے۔

ہدایت کے دوسرے معنی شریعت کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو۔

تو ہدای لِلْعَالَمِینَ کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شریعت جو عالَمِینَ کے لئے، تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے اور صرف قرآن کریم ہی ہدای لِلْعَالَمِینَ ہے اسی لئے رسول کریم ﷺ نے دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا اِنَّی رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ (الاعراف: ۱۵۹) قرآن کریم بھرا پڑا ہے اس مضمون سے کہ وہ تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ یہ صرف ایک دعویٰ نہیں بلکہ ایک ناقابل تردید صداقت ہے جس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں سنئے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:-

”جس قدر معارف عالیہ دین اور اس کی پاک صداقتیں ہیں اور جس قدر نکات و لطائف علم الہی ہیں جن کی اس دنیا میں تکمیل نفس کے لئے ضرورت ہے۔ ایسا ہی جس قدر نفس اماراتہ کی بیماریاں اور اس کے جذبات اور اس کی دوری یا دامگی آفات ہیں یا جو کچھ ان کا علاج اور اصلاح کی تدبیریں ہیں اور جس قدر تزکیہ اور تصفیہ نفس کے طریق ہیں اور جس قدر اخلاق فاضلہ کے انہائی ظہور کی علامات و خواص و لوازم ہیں یہ سب کچھ باستیفادے تام قرآن مجید میں بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الہی یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الہی کا نکال نہیں سلتا جو اس پاک کلام میں درج نہ ہو۔“

(سرمه چشم آریہ۔ روحانی خزانہ جلد ۲ صفحہ ۷ حاشیہ)

اس کی تفصیل آگے حضورؐ نے بیان فرمائی ہے۔ پس قرآن کریم کا ہی یہ دعویٰ ہے کہ انسانی نفس کو روحانی کمالات تک پہنچانے کے لئے جس جس ہدایت اور صداقت کی ضرورت تھی وہ سب میرے اندر پائی جاتی ہے، اگر تم میری ایجاد کرو گے تو روحانی بیماریوں سے محفوظ ہو جاؤ گے اور روحانی ترقیات کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے اور تم اپنے نفس کا کمال حاصل کرلو گے۔

اور ہر وہ شریعت جس کا یہ دعویٰ ہو عقلاء اس کا یہ دعویٰ بھی ہونا چاہئے کہ غیر مقناہی رفتاروں کے دروازے میں تم پر کھول رہا ہوں اور قرآن کریم نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کیونکہ قرآن کریم کے شروع میں ہی کہا کہ ہدای لِلْمُتَّقِیْنَ (البقرہ: ۳) کہ کوئی تقویٰ کے کسی بلند اور ارفع مقام تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے قرآن کریم اس پر تقویٰ کی مزید را ہیں کھولاتا ہے۔ پھر وہ آگے جاتا ہے پھر وہ مزید بلندیوں کو حاصل کرتا ہے پھر اس سے بلند تر روحانی رفتاریں اس کے سامنے آتی ہیں۔ پھر وہاں تک پہنچنے کی خواہش

اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور قرآن کریم اس کی انگلی پکڑتا ہے اور کہتا ہے تم میری اتباع کرو میں تمہیں ان مزید رفتتوں تک بھی لے جاؤں گا اسی طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور اس کی انتہا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو دو طرح بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فیوض ہیں ان فیوض کی حد بندی نہیں کی جا سکتی اور چونکہ آنحضرت ﷺ پر فیضان حضرت احادیث کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھینجنے والوں کو جو ذاتی محبت سے آنحضرت ﷺ کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔

اسی ضمن میں آپ ایک دوسری بُجھہ فرماتے ہیں کہ

”میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں،“ -

(اخبار الحکم ۲۸، رفروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷، بحوالہ تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۳۸۳)

تو قرآن کریم یا اسلام کا یہ دعویٰ کہ میں ہُدّیٰ لِلْمُتَّقِینَ ہوں انسانی نفس کو اس کے کمالات تک پہنچانے والا ہوں، یہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وجود خداۓ تعالیٰ کی نگاہ میں ایک ایسا پاک وجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمتیں آپ پر نازل ہوتی رہتی ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے آپ پر ہر آن ظاہر ہوتے رہتے ہیں تو جو شخص بھی آپ سے محبت کرے گا اور آپ کے لئے برکت اور رحمت اور سلام چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ذاتی محبت کے بدله کے طور پر ان تمام فیوض سے حصہ رسدی دیتا چلا جائے گا اور جب وہ شخص آنحضرت ﷺ کے طفیل کچھ حاصل کر لے گا اس عرفان کے ساتھ کہ یہاں سے غیر محدود برکتیں حاصل کی جا سکتی ہیں تو مزید برکتیں آپ سے حاصل کرنے کے لئے اس کے دل میں خواہش پیدا ہوگی اور وہ زیادہ جوش کے ساتھ اور زیادہ قلبی محبت کے ساتھ آپ پر درود بھینجنے لگے گا اور پھر زیادہ برکات کا اس پر زوال شروع ہو جائے گا۔

اور دوسرے قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ قرآن کریم کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ میں غیر محدود انوار کے، میں غیر محدود برکات کے، میں غیر محدود مقامات قرب کے دروازے اپنے ماننے والوں اور قرآن کریم کی اتباع کرنے والوں اور آنحضرت ﷺ سے پیار کرنے

والوں پر کھوتا ہوں چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ حُنُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمُمْ لَنَا نُورَنَا
وَاغْفِرْنَا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (التحریم: ۹)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی اتباع اور نبی کریم ﷺ کی متابعت کے نتیجہ میں اس دنیا میں نور عطا ہوتا ہے، وہ نور جس طرح اس دنیا میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا ہے اور ان کی راہنمائی کرتا ہے اور روحانی را ہوں کو ان پر روشن کرتا رہتا ہے اسی طرح دوسری دنیا میں بھی یہ نور مومن سے جدا نہیں ہو گا اور یہ نہ سمجھ لینا کہ قرآن کریم کی کامل اتباع کے نتیجہ میں صرف اس دنیا میں غیر محدود رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی ان رحمتوں پر کوئی حد بندی نہیں لگائی جاسکتی۔ اس وقت بھی رحمتوں کے یہ دروازے کھلے رہیں گے کیونکہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ جو اس دنیا میں اندھا ہو گا وہ اس دنیا میں بھی بینائی کے بغیر ہو گا۔ یہاں اس کے مقابل یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ جو اس دنیا میں روشنی اور نور رکھتا ہو گا وہ نور اس دنیا میں بھی اس کے ساتھ جائے گا اور یہ نہیں کہ اس دنیا میں روحانی ترقی کے دروازے تو ایسے شخص پر کھلے رہیں گے اور وہاں جا کے صرف فصل کٹنے کے بعد جو اس کے پھلوں کے کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ صرف ویسا ہی وقت ہو گا پھر اور مزید ترقی اسے نہیں ملے گی۔ جو پہلے اس نے حاصل کر لی ان نعمتوں سے صرف وہی حظ اور سرور حاصل کرتا رہے گا۔ یہ بات نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے انسانی روح کے لئے ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں کہ جو نور وہ قرآن کریم کی متابعت اور آنحضرت ﷺ کے طفیل اس دنیا میں حاصل کرتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس کی ترقیات کے دروازے کھوتا رہے گا اور اس کی را ہوں کو روشن کرتا چلا جائے گا اور کہیں بھی اس راہ نے ختم نہیں ہونا۔ کیونکہ بندے اور خدا کے درمیان جو فاصلے ہیں ان کی انتہاء نہیں۔ پس بندے اور خدا کے درمیان جو مقامات قرب ہیں ان کی حد بندی اور تعین کیسے کی جاسکتی ہے؟ حضرت مسح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

”اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا

یہ ترقیات غیر تناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہو گا، پھر دوسرا

کمال نظر آئے گا اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے پس کمال ثانی کے حصول کے لئے

الجیا کریں گے اور جب وہ حاصل ہو گا تو ایک تیر امرتہ کمال کا ان پر ظاہر ہو گا پھر اس کو دیکھ کر پہلے کمالات کو بیچ سمجھیں گے اور اس کی خواہش کریں گے۔ یہی ترقیات کی خواہش ہے جو آنہم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے۔ غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائے گا۔ تزلیک بھی نہیں ہو گا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزانہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۳-۳۲۴)

تو قرآن کریم نے ایسا دعویٰ بھی کیا، قرآن کریم نے ایسا کر کے بھی دکھایا یعنی ہزاروں لاکھوں مقدس بندے خدا تعالیٰ کے اسلام میں ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام سے نور حاصل کر کے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی محبت سے روشنی حاصل کر کے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عشق سے ایک چنگاری لے کر ایسا نور حاصل کیا کہ وہ اس دنیا میں غیر متناہی ترقیات کے حامل ہوئے اور جو انہیں اخروی زندگی میں ملے گا جس کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ وہ ایسی عجیب نعمتیں ہیں کہ ان کا تصور بھی انسان یہاں نہیں کر سکتا۔

ہدایت کے چوتھے معنی جیسا کہ میں نے بتایا تھا۔ انجام بخیر ہونے کے ہیں یعنی جنت کے مل جانے کے اور مقصد حیات کے حصول کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولیٰک علیٰ ہُدًی مَنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل بقرہ: ۶۰) کہ وہ لوگ جو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں اس پر وہ مضبوطی سے قائم ہیں اور ان کے رب کی ربویت کاملہ نے جس کا مل ہدایت کو نازل کیا وہ اس ہدایت کے اوپر قائم ہیں۔ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَهی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ فلاح کا لفظ عربی زبان میں کامل کامیابی کو کہتے ہیں کہ جس کے مقابلہ میں کوئی کامیابی کامیابی نہیں رہتی جس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ ہو جس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہ ہو جو بھرپور کامیابی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب کی (جو انسان کی ربویت کرتا ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ایک خاص بلند مقام پر ان کو لے آیا اور کامل استعدادیں اور کامل صلاحیتیں ان کو عطا کیں) ہدایت پر قائم ہیں۔ وہ ایک حقیقی اور کامل فلاح اور کامیابی کو پاتے ہیں اور پہلی تمام امتیوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔

تو اس وقت اس خطبہ میں میں نے تعمیر کعبہ سے تعلق رکھنے والے دو مقاصد کے متعلق کچھ بیان کیا ہے۔ ایک یہ کہ (مبارک گا) اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ کعبہ کو مبارک بنائے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے ساتھ

ہر دو معنی میں بیت اللہ مبارک بن گیا اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ یہاں ایک ایسی ہدایت بھیج جو ہدایتِ لِلْعَالَمِینَ ہو۔ شریعت کے کمال کی وجہ سے بھی اور اپنے افاضہ کے لحاظ سے بھی اور یہ وعدہ بھی قرآن کریم کے ذریعہ پورا ہوا ہے۔ ورنہ مکہ میں تو کوئی اور شریعت تھی ہی نہیں لیکن جو دوسری شریعتیں ہیں انہوں نے بھی نہ یہ دعویٰ کیا۔ اور نہ وہ یہ دعویٰ کر سکتی تھیں قرآن کریم نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے اور قرآن کریم نے اس دعویٰ کو عملی میدان میں ثابت بھی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام میں ہزاروں لاکھوں ایسے مقدس وجود پیدا ہوئے جن کی زندگیاں دلیل ہیں اس بات پر کہ جو بھی قرآن کریم کی اتباع کرتا اور اس ہدایت کے پیچھے چلتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایتِ لِلْعَالَمِینَ قرار دیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی انتہائی برکتوں سے حصہ لیتا اور اس کا انجام بخیر ہوتا ہے اور انسانی نفس کو کمال تک پہنچانے کے لئے اور اس کے تزکیہ کو پورا کرنے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ قرآن کریم میں پائی جاتی ہے کیونکہ ان لوگوں نے قرآن کریم پر عمل کیا اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان کا وجود مبارک اور کامل وجود بنا اور اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اس بات پر گواہ ہے کہ فی الواقع یہ لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں اور روحانی میدانوں میں ہر لمحہ اور ہر آن ان کا قدم آگے ہی آگے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس گروہ میں شامل کرے۔

(روزنامہفضل ربوہ ۱۳ ربیعہ ۱۴۲۷ھ صفحہ ۱۵)



بیت اللہ الیسی آیاتِ بینات اور تائیداتِ سماوی کا منبع ہے

جو ہمیشہ زندہ رہیں گے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ ربیعی ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صداقت ثابت کرنے کیلئے زمین اور آسمان اور ہر زمانہ کو نشانوں سے بھر دیا ہے۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تازہ بتازہ نشان آسمان سے بارش کی طرح اُترتے رہے۔
- ☆ آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ نشانوں کا یہ سلسلہ جاری ہے۔
- ☆ خلیفہ راشد فنا اور نیستی کے مقام پر ہوتا ہے اس لئے عام طور پر وہ ایسی باتوں کا اظہار نہیں کرتا۔
- ☆ جو شخص اپنے پرموت وارد کر کے نیستی کا لبادہ اُوڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذابوں سے محفوظ کر دیتا ہے۔

تشہد، تقدیم اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پر نور نے آیت

فِيهِ ایٰثٌ بَیِّنَاتٌ مَّقَامُ ابراہِیم وَمَنْ دَخَلَهُ کَانَ امِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران: ۹۸) تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا۔

میں اپنے خطبات میں ان تینیں مقاصد کے متعلق بیان کر رہا ہوں جن کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اٹھوا�ا تھا اور یہ بتارہا ہوں کہ کس طرح نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ ان اغراض کو پورا کیا گیا۔ تین مقاصد کے متعلق میں اپنے پچھلے خطبات میں اپنے دوستوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔

چوتھی غرض تعمیر کعبہ سے یہ تھی یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا چوتھا وعدہ یہ تھا کہ فِيهِ ایٰثٌ بَیِّنَاتٌ میں نے بتایا تھا کہ اس فقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ خدا کا یہ گھر ایسی آیات و بیانات اور ایسے نشانات اور تائیدات سماوی کا منبع بنے گا جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گی یعنی اس تعمیر سے ایسی امت مسلمہ کا قیام مدنظر تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نشان قیامت تک دنیا پر ظاہر ہوتے رہیں۔

قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صرف اسی کی اتباع کے نتیجہ میں قیامت تک کے لئے یہ دروازہ کھولا گیا ہے اور یہ کہ ہر قوم اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو اس کی برکتوں سے حصہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا رہے گا۔

”آیات بنیات“ پہلے انہیاً کو بھی دیئے گئے تھے لیکن وہ ایسی ”آیات بینات“ تھیں جن کا تعلق صرف ان کی قوم اور ان کے زمانہ سے تھا۔ تمام بنی نوع انسان سے ان کا تعلق نہ تھا اور ہر زمانہ سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا لیکن ان آیات میں تو مضمون ہی یہ بیان ہوا ہے کہ یہ وہ مقاصد ہیں جن کا تعلق تمام بنی

نوع انسان کے ساتھ ہے ہر قوم اور ہر زمانہ کے ساتھ ہے اسی لئے اس مضمون کی ابتداء ہی ان اول بیتِ وضع للنَّاسِ (آل عمران ۹۷) میں لِلنَّاسِ کے ساتھ کی گئی ہے تو اگرچہ آیات بینات پہلی امتوں کو بھی دیئے گئے لیکن ایسی آیات بینات جن کا تعلق ہر قوم اور ہر زمانہ سے تھا وہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کو دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے بلْ هُوَ أَيْتُ بِيَنَتٍ فِي صُدُورِ الْأَذْنِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاِيَّتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ (العنکبوت: ۵۰) اس آیہ کریمہ میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قوٰت قدسیہ سے ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جنہیں کامل علم اور کامل معرفت عطا ہوتی رہے گی اور اس کامل معرفت کے نتیجہ میں ان کے دلوں میں اپنے رب کے لئے کامل خوف بھی پایا جائے گا اور اس کے نتیجہ میں ان کے دلوں میں اپنے رب کے لئے کامل محبت بھی پیدا کی جائے گی اور وہ اپنے رب کی قدر کرنے والے ہوں گے تو ایسے لوگ چونکہ پیدا ہوتے رہیں گے اس لئے وہ آیات بینات جن کا قرآن کریم کے ساتھ بڑا گہر تعلق ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم مجسم ہے آیات بینات سے۔ وہ ان کے سینوں سے نکلتے رہیں گے۔ اور اس روشنی سے دنیا ہمیشہ منور ہوتی رہے گی لیکن کچھ لوگ امت مسلمہ میں ایسے بھی پیدا ہوں گے جو ظالم ہوں گے اور قرآن کریم کے فوض کے ان دروازوں کو اپنے پر بند کرنے والے ہوں گے ایسے لوگوں کے ذریعہ سے بے شک اللہ تعالیٰ کی آیات بینات ظاہر نہیں ہوں گی لیکن اُوتُوا الْعِلْمَ یعنی وہ لوگ جنہیں کامل علم عطا کیا جائے گا وہ ہمیشہ امت مسلمہ میں پیدا ہوتے رہیں گے اور آیات بینات کا دروازہ قیامت تک امت مسلمہ پر کھلارہ ہے گا۔

یہ صرف ایک دعویٰ نہیں ہے بلکہ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سچائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے زمین اور آسمان اور ہر زمانہ کو نشانوں سے بھر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دوسری علامت پچھے مذہب کی یہ ہے کہ مردہ مذہب نہ ہو بلکہ جن برکتوں اور عظمتوں کی ابتداء میں اس میں تھم ریزی کی گئی تھی وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوع انسان کی بھلائی کے لئے اس میں اخیر دنیا تک موجود رہیں تا موجودہ نشان گزشتہ نشوں کے لئے مصدق ہو کر اس سچائی کے نور کو قصہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں۔ سو میں ایک مدت دراز سے لکھ رہا ہوں کہ جس نبوت کا ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے دعویٰ کیا تھا اور جو دلائل آسمانی نشانوں

کے آنحضرت نے پیش کئے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور پیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں تا وہ معرفت کے مقام تک پہنچ جائیں اور زندہ خدا کو راہ راست دیکھ لیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ”تصدیق النبی“، مسمیٰ ہے ”ایک عیسائی عبد اللہ جیمز کے تین سوال اور ان کے جوابات“ میں فرماتے ہیں۔

”چو تھا مجذہ قرآن شریف کا اس کی روحانی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ اس میں محفوظ چلی آتی ہیں یعنی یہ کہ اس کی پیروی کرنے والے قبولیت الٰہی کے مراتب کو پہنچتے ہیں اور مکالمات الہی سے مشرف کئے جاتے ہیں خدا تعالیٰ ان کی دعاوں کو منتا اور انہیں محبت اور رحمت کی راہ سے جواب دیتا ہے اور بعض اسرار غیبیہ پر نبیوں کی طرح ان کو مطلع فرماتا ہے اور اپنی تائید اور نصرت کے نشانوں سے دوسری مخلوقات سے انہیں ممتاز کرتا ہے۔ یہ بھی ایسا نشان ہے جو قیامت تک امت محمدیہ میں قائم رہے گا اور ہمیشہ ظاہر ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی موجود اور تحقیق الوجود ہے۔“ (ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب: ۲۳)

اسی طرح ”کتاب البریہ“ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”جس قدر اسلام میں اسلام کی تائید میں اور آنحضرت ﷺ کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس امت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہورہے ہیں ان کی نظیر دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی ترقی آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور اس کے بے شمار انوار و برکات نے خدا تعالیٰ کو فریب کر کے دھکلادیا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اسلام اپنے آسمانی نشانوں کی وجہ سے کسی زمانہ کے آگے شرمندہ نہیں۔“

(کتاب البریہ۔ روحانی خزانہ جلد ۱ صفحہ ۹۲)

اس کے بعد اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا وجود دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کی تعداد میں ان آیات بینات کو ظاہر فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی صداقت پر ایک زندہ گواہ تھا۔ تازہ تازہ نشان آسمان سے بارش کی طرح اتر رہے تھے اور صرف وہ آنکھ جس پر تعصّب کی پٹی بندھی

ہوئی تھی ان نشانوں کے دیکھنے سے محروم تھی۔ ذرا سی عقل رکھنے والا سمجھ رکھنے والا، جو بے تعصب تھا وہ ان نشانوں سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ان آیاتِ بینات کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ بلکہ احیاء دین کے نتیجہ میں ایک تازگی اسلام کے اندر پیدا ہوئی اور وہ دروازہ جو بعض لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے پر بند کر دیا تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ثابت کیا کہ وہ کھلا ہے بند نہیں ہے۔ آپ کے بعد آپ کے خلافاء کے ذریعہ نشانوں کا یہ سلسلہ جاری رہا ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زندگی ان لوگوں کی زندگی تھی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اُوْتُوا الْعِلْمَ آیہ مذکور میں بیان کیا ہے۔ یہی حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بینکڑوں اور ہزاروں نشان دنیا نے آپ کے ذریعہ دیکھے اور اب بھی یہ دروازہ بند نہیں ہے ابھی چند دن کی بات ہے نماز فجر سے قبل میں استغفار میں مشغول تھا ایک خوف سامنے پر طاری تھا اور میں اپنے رب سے اس کی مغفرت کا طالب ہو رہا تھا۔ اس وقت اچانک میں نے محسوس کیا کہ ایک غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے ”قیام دین“ اور پھر ایک دھکے کے ساتھ جس نے میرے سارے جسم کو ہلا دیا میں پھر بیداری کے عالم میں آگیا۔ اور اس کی تفہیم مجھے یہ ہوئی کہ موجودہ سلسلہ خطبات کے ذریعہ جو پروگرام میں جماعت کے سامان پیدا کرے گا انشاء اللہ۔ تو ہزاروں نشانات ہیں جن کا سلسلہ خلافت مسیح محمدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہے کہ چونکہ خلیفہ راشدنا کے اوپر نیستی کے مقام پر ہوتا ہے اس لئے عام طور پر وہ ایسی باتوں کا اظہار نہیں کیا کرتا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کے اظہار کی باتیں ہوتی ہیں۔ سوائے ایسی باتوں کے جن کا تعلق سلسلہ کے ساتھ ہو اور جن کا بتایا جانا ضروری ہو۔ بلکہ اپنے تحریب کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ خلافائے راشدین کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ منع کرتا رہا ہے کہ اپنے مقام قرب کا کھل کر اظہار نہ کیا کریں اور اپنے ذاتی تحریب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان اور تاریخی گواہیوں کے پیش نظر میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے تاریخ نے خلافاء راشدین سابقین کی صرف چند آیات بینات“ محفوظ کی ہیں۔ مثلاً میرے خیال میں پانچ دس سے زیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نشانات میان نہیں کئے۔ یعنی جو پیش خبریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئیں یا جو بشارتیں آپ کو دی گئیں ان میں سے چند ایک تاریخ میں محفوظ ہیں زیادہ نہیں ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا ہے کہ ہزار ہاپیش بخیریاں اور مکالمے مخاطبے ان بزرگ خلفاء راشدین سے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان تو حق اور صداقت ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن تاریخ خاموش ہے نتیجہ یہ نکالنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ ان باتوں کا پیلک میں اظہار نہیں کیا کرتے تھے۔ سوائے ضرورت کے وقت کے سوائے ان باتوں کے جن کا سلسلہ کے نظام سے تعلق ہوا اور ان کا تابیا جانا ضروری ہو۔ مثلاً ایک وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الشانی رضی اللہ عنہ نے جب جماعت کے خلاف بہت فتنہ و فساد تھا فرمایا تھا کہ جن باتوں کا مجھے علم ہے اگر میں تمہیں بتادوں تو تمہارا زندہ رہنا ہی مشکل ہو جائے گا (الفاظ مجھے یاد نہیں مفہوم اسی قسم کا تھا)

میں بتا یہ رہا ہوں کہ فیہ ایٹ بیت کا جو وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اس وعدے کو پورا کرنے والے ہیں اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دنیانے اللہ تعالیٰ کے لاکھوں نشانات کا مشاہدہ کیا ہے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے بھی اور دوسرے جو بزرگ جماعت احمد یہ میں پائے جاتے ہیں ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نشان ظاہر کرتا رہتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت کے طفیل آپ کے ماننے والوں پر یہ حقیقت بھی وضاحت کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے کہ اس قسم کی باتیں عام طور پر ظاہر نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ ان کے نتیجے میں انانیت پیدا ہوتی ہے اور بعض دفعہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو انسان مول لینے والا نہ ہو جائے۔

تو قرآن کریم سے نیز جو نمونہ اولیاء امت کا تاریخ میں محفوظ ہے اور جو سلوک نبی کریم ﷺ کے عشق اور اپنی رضاۓ کی را ہوں میں فدا ہونے والوں سے اللہ تعالیٰ کرتا رہا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تمام اقوام میں اور ہر زمانہ میں آیات بینات موجود ہیں اور ان کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے۔ دوسرے مذاہب نہ ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں اور نہ اسے ثابت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

پانچویں غرض تعمیر کعبہ سے یہ بتائی گئی تھی۔ مقامِ ابراهیم اور یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اس ابراہیمی مقام کے ذریعہ سے عشقاء الہی کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جاتی رہے گی جو تمام دنیوی علاقے سے منہ موڑ کر خدا کی رضاۓ پر اپنی تمام خواہشات کو قربان کر کے مقام فنا کو حاصل کرنے والی ہو گی۔ سوچا جائے تو

ایاٹ پیناٹ کے نتیجہ میں ہی مقام ابراہیم کا حصول ممکن ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ ایاٹ پیناٹ اور ”مقامِ ابراہیم“ کا آپس میں بڑا گہر اعلق ہے۔ تو چونکہ امتِ محمد یہ میں ایاٹ پیناٹ کا ایک سمندر ہمیشہ موجود رہتا ہے اس لئے امتِ محمد یہ میں ممکن ہو گیا ہزاروں لاکھوں ایسے بزرگوں کا پایا جانا کہ جو مقامِ ابراہیم کو حاصل کرنے والے ہوں دراصل مقامِ ابراہیم مقامِ محمدیت کا ظلن ہے۔ عین اس مقام تک پہنچ جانا جو محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام ہے یہ تو ممکن نہیں لیکن اس کے بعد جو دوسرا مقام ہے وہ مقامِ ابراہیم ہے۔ ایک ظل کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان ایاٹ پیناٹ سے حصہ لیا ہے۔ قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرے ماننے والوں میں ایسے لوگ کثرت سے پیدا ہوں گے جو فنا کے اس مقام کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔ یہ مقام فنا کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”ایک مقام محبت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل تبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے رگ و ریشه میں اس قدر محبت الہی تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ ان کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوب حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت انس اور شوق ان کے قلوب صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے جو غیر سے بلکل منقطع اور گلستہ کردیتا ہے اور آتش عشق الہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقات خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے..... اور سب سے بزرگ تر ان کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں اور اگر آلام اس کی طرف سے پہنچیں تو محبت ذاتی کے غلبے سے بر نگ انعام ان کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربتِ عذب کی طرح سمجھتے ہیں کسی تواریکی تیز دھاران میں اور ان کے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتی اور کوئی بلیہ عظیمی ان کو اپنے اس پیارے کی یادداشت سے روک نہیں سکتی اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذت پاتے ہیں اور اسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اسی کو، اگر آرام پاتے ہیں تو اسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہور ہتے ہیں۔ اسی کے لئے جیتے ہیں اور اسی کے لئے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخود ہو کر پھر بے خود ہیں۔ نہ عزت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام

سے بلکہ سب کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کے لئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لایہ رک آتش سے جلتے جاتے ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں۔ اور تفہیم اور تفہیم سے صشم و بُلُم ہوتے ہیں اور ہر یک مصیبت اور ہر یک رسائی کے سہنے کو تیار رہتے ہیں اور اس سے لذت پاتے ہیں۔“

(براہین احمد یہ ہر چہارم حصہ۔ روحانی خزانہ جلد اصحح ۵۳۹، ۵۰۵ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳۳)

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مقدس جماعت کا نقشہ یوں کھینچا اور بیان فرمایا ہے کہ ابراہیم و عدو کے مطابق اور ان بشارتوں کے مطابق جو محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دی تھیں۔

”لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اتباع سے برکاتِ الہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے اور ایک لذیذ محبتِ الہی جو لذتِ وصال سے پروارش یا بہ ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے اگر ان کے وجودوں کو ہاونِ مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بخوبیِ الہی کے اور کچھ نہیں۔ دنیا ان سے ناقص اور وہ دنیا سے دور تر اور بلند تر ہیں۔“

(سرمهہ چشم آریہ، روحانی خزانہ جلد ۲ حاشیہ صفحہ ۷)

یہ وہ مقامِ ابراہیم ہے جس کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا۔ اس کی بشارت اپنے رب کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ نے پائی اور خدا تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اس نے اپنے اس وعدے کو سچا ثابت کر دکھایا اور امت مسلمہ میں لاکھوں وجوداً یسے پیدا کئے جو مقامِ ابراہیم تک پہنچنے والے تھے۔

چھٹا وعدہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا وہ ان آیات کے اس مکملے میں بیان ہوا ہے ”وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمِنًا“ میں نے بتایا تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو بیت اللہ میں داخل ہوگا یعنی ان عبادات کو بجا لائے گا جن کا تعلق خدا تعالیٰ کے اس گھر سے ہے۔ دنیا اور آخرت کے جہنم سے خدا کی پناہ میں آجائے گا اور اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردئے جائیں گے اور نارِ جہنم سے وہ محفوظ ہو جائے گا ”وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمِنًا“ جو اس گھر میں داخل ہوگا اس آگ سے محفوظ ہو جائے گا (جو خدا تعالیٰ نے منکروں کے لئے بھڑکائی ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نمل میں فرماتا ہے وَهُمْ مِنْ فَزِعٍ يَوْمَئِدٍ امُونَ (آیت: ۹۰) یعنی اسلامی ہدایت کے مطابق اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو اللہ تعالیٰ بہتر اور احسن بدلہ

دے گا اور نجھ صور کی گھری میں ایسے لوگ خوف جہنم سے محفوظ رہیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو یہ بشارت دے گا کہ تمہیں نار جہنم کی طرف نہیں لے جایا جائے گا بلکہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا اس واسطے کسی قسم کا خوف نہ کرو۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَّعِيُونَ ۝ أُدْخِلُوهَا بِسَلَامٍ اِمْنِينَ (الحج: ۳۶، ۳۷)
متقیٰ لوگ یقیناً باغنوں اور حشموں والے مقام میں داخل ہوں گے انہیں کہا جائے گا کہ تم سلامتی کے ساتھ بے خوف و خطر ان میں داخل ہو جاؤ تو یہ امن ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ سے اس کے کامل تبعین کو ملتا ہے۔

فرمایا تھا ”مَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِّنًا“ عین یہی الفاظ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمائے اور فرمایا کہ ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ لَتَدْخُلُنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ اِمْنِينَ (الفتح: ۲۸) کہ تم مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے اور وہ وعدہ پورا ہوا۔
ایک تو اس کی ظاہری تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے سامان پیدا کئے اور بغیر جنگ کے کفار مکہ نے (جنہوں نے اپنی ساری عمریں اسلام کو مٹانے کے لئے صرف کر دی تھیں) ہتھیار ڈال دیئے اور فرشتوں نے جن کا آسمان سے نزول ہوا ان کے دلوں میں اس قدر خوف پیدا کر دیا کہ لڑائی کی ان کو ہمت ہی نہ پڑی۔

لیکن اس کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ تم ہی وہ امت ہو جو اس وعدہ کو پورا کرنیوالی ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان الفاظ میں کیا گیا تھا کہ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِّنًا جو اس میں داخل ہو گا وہ امن میں آجائے گا تمہارے ذریعہ سے وہ وعدہ پورا ہوا میں اس کی وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ تمام وعدے وہ ہیں جن کا تعلق تمام بني نواع انسان سے ہے۔ ہر قوم اور ہر زمانہ کے ساتھ کسی خاص قوم یا کسی خاص زمانہ کے ساتھ یہ مخصوص نہیں ہیں تو مَنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمِّنًا کے معنی یہ ہوئے کہ خواہ دنیا کی کسی قوم سے ہی تعلق نہ رکھتا ہو یا کسی زمانہ میں ہی رہنے والا کیوں نہ ہو جو شخص بھی مناسک حج خلوص نیت سے ادا کرے گا وہ نار جہنم سے محفوظ ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفَثْ وَلَمْ يَفْسُقْ غُرَفَلَةً مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنِبِهِ (ترمذی کتاب الحج باب ماجاء

فی ثواب الحج و العمرۃ) یا درھیں کہ بُرْفَث اور بِرْفَث اور بِفُسْق اور بِفُسْق اور بِفُسْق دونوں طرح عربی زبان میں یہ الفاظ بولے جاتے ہیں) کہ جو شخص گندی اور فرش باتوں سے پر ہیز کرے یعنی جو شخص حج کرے اور مناسک حج ادا کرتے ہوئے فخش کلامی سے بچتا رہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اندر وہ اس قدر پاکیزہ ہو کہ فخش بات اس کی زبان پر آہی نہ سکتی ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ باقی گیارہ ماہ کچھ دن تو ہر قسم کی فخش کلامی کرتا رہے صرف ان دونوں رفت سے بچے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس کا اندر وہ اتنا پاک ہو چکا ہوا اور گندگی اس کے سینہ سے اتنی دور ہو چکی ہو کہ فخش بات، گندی بات اس کے منہ پر آہی نہ سکے اور جو حق اور صلاح کے طریق سے خروج نہ کرے یعنی شرعی حدود سے باہر نہ ہوان کی پابندی کرنے والا ہو اور اطاعت کا حق ادا کرنے والا ہو۔ تو جو شخص اس خالص نیت کے ساتھ اور ان خالص اعمال کے ساتھ اور ان پاکیزہ آداب کے ساتھ حج بیت اللہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے وہ یقیناً نار جہنم سے بچا لیا گیا۔ ایک اور طرح بھی انسان اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی نار جہنم سے بچ جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ ”مَنْ دَخَلَهُ“ جو مقام ابراہیم میں داخل ہو ”كَانَ أَمِنًا“ اللہ تعالیٰ کی امان میں اور امن میں آ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”خدا میں بے انتہاء عجیب قدر تیں ہیں مگر اس کی یہ عجیب قدر تیں ان ہی پر کھلتی ہیں جو اس کے ہی ہو جاتے ہیں اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اس کے لئے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اس کے آستانے پر گرتے ہیں اور اس قطرے کی طرح جس سے موئی بنتا ہے صاف ہو جاتے ہیں اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پکھل کر اس کی طرف بہنے لگتے ہیں تب وہ مصیبتوں میں ان کی خبر لیتا ہے اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انہیں بچایتا ہے اور ذلت کے مقاموں سے انہیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ ان کا متولی اور متعهد ہو جاتا ہے۔ وہ ان مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا ان کی مدد کرتا ہے اور اس کی فوجیں اس کی حمایت کے لئے آتی ہیں۔ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا، کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑو گے؟ کیا اپنے نفس ناپاک کے لئے اس

کی حدود کو توڑو گے؟ ہمارے لئے اس کی رضامندی میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ہے۔“
 (ایامِ اصلاح۔ روحانی خواہان جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳)

یہ وہ امن ہے جو اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اپنے پر ایک موت وار درکر کے نیستی کا الباہدہ اوڑھتا اور مقامِ ابراہیم میں داخل ہوتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کی فوجیں آسمان سے نزول کرتی ہیں اور اس کو ہر قسم کے عذابوں سے محفوظ کر لیتی ہیں، خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر دو آگوں کو مسلط نہیں کرتا۔ ایک تو اس کے وہ بندے ہیں جو محبت کی آگ میں جل کر فنا کا مقام حاصل کرتے ہیں تب دوسری آگ کے دروازے ان پر بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک وہ اس کے بندے ہیں جو اس کی محبت کا خیال نہیں رکھتے جو اس کے پیار پر شکر کرنے والے نہیں جو اس کی رحمتوں پر کفر کر نیوالے ہیں جو اس سے منہ موڑ کر دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس سے پیار کرنے کی بجائے دنیا سے پیار کرتے ہیں وہ اسے محبوب بنانے کی بجائے دنیا کے علاقت کو اور دنیا کے رشتتوں کو اپنا محبوب بنالیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر خدا کی حفاظت نازل نہیں ہوتی اور نہ اس کی فوجیں نازل ہو کر اس کو امن دیتی ہیں۔ بلکہ دوزخ کے دروازے ان لوگوں پر کھولے جاتے ہیں اور نار جہنم ان کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔

پس خدا کے بندوں پر دو آگیں وار نہیں ہوتیں۔ اب یہ ان کی مرضی ہے کہ محبت کی آگ کو پسند کریں اور گندگی کو جلا کر خاک کر دیں اپنے نفس کو بھی، اور اپنی خواہشات کو بھی، اپنے وجود کو بھی، اپنی ساری محبتوں کو بھی اپنے سارے رشتتوں کو بھی، اپنے تعلقوں کو بھی اور یادوں خدا کی محبت پر دنیا کی محبت کو ترجیح دیں اور اپنے لئے خود اپنے ہاتھ سے جہنم کے دروازے کھولیں۔

ساتوں وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہا گیا تھا کہ صرف تیری نسل پر ہی یہ حج فرض نہ رہے گا بلکہ ایک ایسا نبی یہاں مبعوث کیا جائے گا جس کی شریعت عالمگیر ہوگی اور اس شریعت کے نزول کے بعد اقوام عالم پر حج کو فرض کر دیا جائے گا اور اس طرح اس خاتمة خدا کو مرجع خلافت اور مرجع عالم بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہ وعدہ پورا نہیں ہوا۔ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور قرآنی شریعت آپ ﷺ پر نازل ہوئی تب اس شریعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمام بني نواع انسان پر حج کو فرض کر دیا۔ چنانچہ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الحَجَّ أَشْهُرٌ مَعْلُومٌ۝ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَأَرَفَكَ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا جِدَالٌ فِي الْحَجَّ وَمَا

تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ (ابقرہ: ۱۹۸) کماے بنی نوع انسان! تم یاد رکھو کہ حج کے مہینے سب کے جانے پہچانے ہیں پس جو شخص حج کو اپنے پر فرض سمجھتے ہوئے حج کرنے کا پختہ ارادہ کرے وہ حج کے ایام میں (جیسا کہ دوسرے دنوں میں) کوئی شہوت کی بات یا کوئی نافرمانی کی بات یا کسی قسم کے جھگڑے کی بات نہ کرے یا اس کے لئے جائز نہ ہوگا اور پھر فرمایا کہ جو کام بھی تم کرو گے اللہ ضرور اس کی قدر کو پہچان لے گا۔ وہ نہیں دیکھے گا کہ تمہارا تعلق سفید نسل سے ہے یا تمہارا تعلق سیاہ نسل سے ہے۔ بلکہ خواہ تم کسی بھی قوم کے فرد کیوں نہ ہو، کسی بھی خطہ زمین کے رہنے والے کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لیک کہتے ہوئے حج کو خدا کے کہنے کے مطابق اپنے لئے ضروری عبادت سمجھو گے اور جب وہ شرائط تمہارے حق میں پوری ہو جائیں گی جن کا تعلق حج کرنے کے ساتھ ہے اور اس فریضہ کو فریضہ جانتے ہوئے تم حج کرو گے اور حج کے دوران بھی ان تمام ہدائیتوں کا پاس کرو گے جو ہدائیں اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں تمہیں دی ہیں تو پھر اے تمام بنی نوع انسان! یہ سن لو کہ نیکی کا جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمہاری قدر قائم ہو جائے گی۔ وہ تمہاری نیکی کو پہچانے گا۔ کوئی چیز اس کی نظر سے غائب نہیں ہے اور اس قدر کے نتیجے میں اس کی بیشمار نعمتوں کے تم وارث ہو گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حج بیت اللہ صرف ظاہری مناسک حج کا ہی نام نہیں بلکہ ہر عبادت اسلامی کے پیچھے اس کی ایک روح ہے ظاہری عبادت جسم کا رنگ رکھتی ہے۔ اس کے پیچھے ایک روح ہے جو شخص روح کا خیال نہ رکھے اور صرف جسم پر فریفته ہو وہ ایک مردہ کی پرستش کرنے والا ہے۔ اس کو ان عبادات کا جن کی روح کا خیال نہیں رکھا گیا۔ کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ اس کے ساتھ اس کے رب کا وہی سلوک ہوگا جو ایک مردہ پرست کے ساتھ ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج کے متعلق فرمایا ہے:-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج کے متعلق فرمایا ہے:-

”اصل بات یہ ہے کہ سالک کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ وہ انقطاع نفس کر کے تعشق بالله اور محبت الہی میں غرق ہو جاوے۔ عاشق اور محبت جو سچا ہوتا ہے وہ اپنی جان اور اپنا دل قربان کر دیتا ہے اور بیت اللہ کا طواف اس قربانی کے واسطے ایک ظاہری نشان ہے۔ جیسا کہ ایک بیت اللہ نیچے زمین پر ہے ایسا ہی ایک آسمان پر بھی ہے۔ جب تک آدمی اس کا طواف نہ کرے اس کا طواف بھی نہیں ہوتا۔ اس کا طواف کرنے والا تو تمام کپڑے اتار کر ایک کپڑا

بدن پر رکھ لیتا ہے۔ لیکن اس کا طواف کرنے والا بالکل نزع ثیاب کر کے خدا کے واسطے نگاہ ہو جاتا ہے۔“

(مِرْءَةُ اُمّةِ الْحَقَائِقِ، مجموع فتاویٰ احمد یہ جلد سوم مرتبہ محمد فضل صاحب چنگوی صفحہ ۲۶)

طواف عشقِ الہی کی ایک نشانی ہے عاشق اس کے گرد گھومتے ہیں گویا ان کی اپنی مرضی باقی نہیں رہی وہ اس کے گرد اگر دقر بان ہو رہے ہیں (مرأۃ الحقائق جلد ۳ صفحہ ۲۶۔ مجموع فتاویٰ احمد یہ مرتبہ محمد فضل چنگوی) تو یہ آسمانی حج ہے۔ جب تک کوئی شخص اس بیت اللہ کا حج نہیں کرتا زمین کا حج بھی قبولیت حاصل نہیں کرتا تو حج کرنے والوں حج کی نیت رکھنے والوں کو یہ نکتہ بھولنا نہیں چاہئے۔ ظاہری عبادتیں جو ہیں وہ ہم نے کر لیں اور جو باطنی عبادت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہوتا ہے اس کے متعلق ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ قبول ہوئے یا نہیں ہوئے تو اس ظاہری عبادت کے بعد کسی قسم کا فخر اور عجب اور خودی اور انانیت کیوں پیدا ہو۔ اس سے تو اور بھی دوری اپنے رب سے پیدا ہو جاتی ہے شکر کا مقام ہوا اور حمد کے گیت گائے جائیں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ بھی اس طرح جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس وقت خدا کا ایک پیارا بندہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہوتا ہے اور عاجزی اور انکسار اور گریہ وزاری کے ساتھ سجدہ ریز ہوتا ہے اگر اس وقت کوئی دوسرا شخص اسے دیکھ لے تو اپنے دل میں اسے اتنی ہی شرمندگی محسوس ہوتی ہے جس طرح اس شخص کو شرمندگی محسوس ہوتی ہے جو دنیا کے تعلقات میں محبوہ اور کوئی شخص آ کے اس کو دیکھے۔

پس یہ پیار کی باتیں ظاہر کرنے والی نہیں ہوتیں۔ محبت کی یہ باتیں تو بندے اور رب کے درمیان ایک راز ہوتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دنیا ان سے واقف نہیں کیونکہ وہ دنیا سے دور ہیں اور دنیا سے بلند ہیں لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کے قریب آنا چاہتا ہے اور رفتاؤں اور بلند یوں کو چھوڑ کر خُلُوٰ دالیا لارض کرتا ہے تاکہ اسے دنیا میں شاخت کیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے تو وہ دنیا کے تو قریب آ گیا مگر خدا تعالیٰ اس سے دور ہو گیا اور بلند یوں اور روحانی رفتاؤں سے وہ ہاتھ دھو بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کو ہم میں سے اس سے محفوظ رکھے اور جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وعدے دیئے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے لئے بشارتیں دیں ان

بشارتوں کے موافق لاکھوں مقدس جو پیدا ہو چکے ہیں اور ہورہے ہیں اور آئندہ ہوں گے ان مقدسوں کے گروہ میں ہمیں شامل کرے اور شامل رکھے ہم دنیا کی تعریف نہیں چاہتے۔ لیکن خدا یسے سامان پیدا کر دے کہ وہ ہمارے دل کی کسی نیکی کی خواہ وہ رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو شناخت کرنے لگے اور اس رائی کے دانہ کے برابر نیکی کا بدلہ پیار و محبت سے دے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو (آمین)

(روزنامہ الفضل مورخہ ۲۱ ربیعی ۱۹۶۷ء ص ۱۵)



اقوامِ عالم کو ایک مرکزِ توحید پر جمع کر کے بین الاقوامی وحدت قائم کرنے کا وعدہ الٰہی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ ربیعی ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ روحانی اور جسمانی پاکیزگی کا حصول اور مرکز میں بار بار آنابھی بیت اللہ کی اغراض میں شامل ہے۔
- ☆ گزشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مختلف دعوت ہائے فیصلہ مبین نے بھی دنیا کے سامنے رکھی تھیں۔
- ☆ جو وعدے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے ان کے پورا ہونے کا وقت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے۔
- ☆ قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ بین الاقوامی معاہدات میں کسی قوم کو کسی دوسری قوم پر ترجیح نہ دو۔
- ☆ قرآن کریم کی شریعت بین الاقوامی امن کی ضمانت دیتی ہے۔

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ وَرَسُورَةً فَاتِحَةً کی تلاوت کے بعد حضور نے آیت وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا طَ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلَّی (سورۃ البقرہ: ۱۲۶) تلاوت فرمائی۔ اور پھر فرمایا۔ ان تکیس مقاصد میں سے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ان آیات میں کیا ہے جن کا ایک نکٹڑا اس وقت بھی میں نے تلاوت کیا ہے سات کے متعلق میں اس سے قبل اپنے خطبات میں بیان کر چکا ہوں اور بتاچکا ہوں کہ وہ مقاصد نبی کریم ﷺ کی بعثت سے کس طرح حاصل ہوئے۔

آٹھواں مقصود جس کا ذکر بیہاں ہے مَثَابَةً کے لفظ میں بیان ہوا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی یہ آٹھویں غرض ہے اور وہ یہ ہے کہ بیہاں ایک ایسا رسول میبعوث ہو گا جو تمام اقوام عالم کو اُمَّةٌ وَاحِدَةٌ بنادے گا اور ایک الی شریعت نازل ہو گی جس کے ذریعہ سے تمام منتشر اور پرا گنہ اقوام کو ایک مرکز تو حیدا اور مرکز پا کیزگی پر لاجمع کیا جائے گا۔

یہ مقصود بھی نبی کریم ﷺ کی بعثت سے ہی حاصل ہوا۔ مَثَابَةً کے لغوی معنی ایک تو یہ ہیں۔ مُجْتَمِعُ النَّاسِ بَعْدَ تَفْرِقَتِهِمْ (القاموس الحجیط) انتشار اور تفرقہ کے پیدا ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ جس جگہ وہ اکٹھے ہوں اسے مَثَابَةً کہتے ہیں۔

اور ایک دوسرے معنی اس کے یہ ہیں۔ مَكَانًا يُكْتَبُ فِيهِ الشَّوَّابُ وہ جگہ جہاں لوگوں کے لئے ثواب اور بدلہ اور جزا کے احکام جاری ہوتے اور لکھتے جاتے ہیں۔

بیہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم اس بیت اللہ کو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ایک ایسا مرکزی نقطہ بنانے والے ہیں کہ جہاں دنیا کی تمام منتشر اور پرا گنہ اقوام پھر سے جمع ہوں گی اور ان کے لئے کوئی اور جگہ باقی نہ رہے گی جہاں سے انہیں اپنے رب کے ثواب کے حصول کے لئے امید اور موقع ہو۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو میبعوث

فرمایا اور اسلامی شریعت کو نازل کیا اور جس طرح ابتداء میں خانہ کعبہ انسانیت کا مرکز تھا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ایک ہی نبی تھا اور ایک ہی قوم تھی اور ایک ہی شریعت تھی، ابھی انسان دنیا میں نہیں پھیلا تھا اور قوم میں تقسیم نہیں ہوا تھا تو ابتداء میں خانہ کعبہ ہی انسانیت کا مرکز تھا روحانی طور پر۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام کی نسل دنیا میں پھیلنی شروع ہوئی اور دور دراز کے علاقوں میں آباد ہو گئی۔ آپس کے تعلقات قائم نہ رہے ان کی روحانی ترقی اور نشوونما کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں عیحدہ علیحدہ نبی اور رسول بھیجنے شروع کئے اور اس طرح روحانی طور پر وہ ایک قوم نہ رہے بلکہ منتشر ہو گئے اور تفرقہ پڑ گیا اور نسل آدم قوم میں بٹ گئی۔

تو جس طرح ابتداء میں خانہ کعبہ انسانیت کا مرکز تھا۔ آخری اور اکمل دور میں بھی خدا کا یہ گھر وحدت انسانی کا مرکز بننا مقصود تھا اور انیاء کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے لئے بیت اللہ کو منتخب کیا گیا تا وحدت انسانی کا نبی اور وحدت انسانی کا قبلہ دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے میں اس وقت حضور کے دو اقتبات جو اس مضمون سے تعلق رکھتے ہیں اپنے دوستوں کو سنا تا ہوں حضور فرماتے ہیں۔

”ابتدائے زمانہ میں انسان تھوڑے تھے اور اس تعداد سے بھی کم تر تھے جو ان کو ایک قوم کہا جائے۔ اس لئے ان کے لئے صرف ایک کتاب کافی تھی۔ پھر بعد اس کے جب دنیا میں انسان پھیل گئے اور ہر ایک حصہ زمین کے باشندوں کا ایک قوم بن گئی اور بیانوت دور دراز مسافتوں کے ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے بالکل بے خبر ہو گئی ایسے زمانوں میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے جدا جا رسول اور الہامی کتاب میں دی جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر جب نوع انسان نے دنیا کی آبادی میں ترقی کی اور ملاقات کے لئے راہ کھل گئی اور ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے سامان میسر آگئے اور اس بات کا علم ہو گیا کہ فلاں فلاں حصہ زمین پر نوع انسان رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان سب کو پھر دوبارہ ایک قوم کی طرح بنادیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر ان کو جمع کیا جاوے تب خدا تعالیٰ نے تمام ملکوں کے لئے ایک کتاب بھیجی اور اس کتاب میں حکم فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے

ان کا فرض ہو گا کہ ان کو قبول کر لیں اور اس پر ایمان لاویں اور وہ کتاب قرآن شریف ہے جو تمام ملکوں کا باہمی رشتہ قائم کرنے کے لئے آتی ہے۔ قرآن سے پہلی سب کتابیں شخصِ القوم کہلاتی تھیں یعنی صرف ایک قوم کے لئے ہی آتی تھیں..... مگر سب کے بعد قرآن شریف آیا جو ایک عالمگیر کتاب ہے اور کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام قوموں کے لئے ہے ایسا ہی قرآن شریف ایک ایسی امت کے لئے آیا جو آہستہ آہستہ ایک ہی قوم بننا چاہتی تھی۔ سواب زمانہ کے لئے ایسے سامان میسر آگئے ہیں جو مختلف قوموں کو وحدت کا رنگ بخشنے جاتے ہیں۔ باہمی ملاقات جو اصل جڑ ایک قوم بننے کی ہے ایسی سہل ہو گئی ہے کہ رسول کی راہ چند دنوں میں طے ہو سکتی ہے اور پیغام رسانی کے لئے وہ سبیلیں پیدا ہو گئی ہیں کہ جو ایک برس میں بھی کسی دور دراز ملک کی خبر نہیں آ سکتی تھی وہ اب ایک ساعت میں آ سکتی ہے۔ زمانہ میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہو رہا ہے اور تمدنی دریا کی وھار نے ایک ایسی طرف رخ کر لیا ہے جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ تمام قوموں کو جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ایک قوم بنادے اور ہزار ہا برسوں کے پھٹرے ہوؤں کو پھر باہم ملا دے۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزانہ جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۷)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

”چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدتِ اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی، یعنی شبہ گذر تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس کی تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ

وحدث اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَهُ عَلَى الِّدِيْنِ كُلِّهِ** (القاف: ۱۰) یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قوم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہوا س لئے اس آیت کی نسبت ان سب متفقہ میں کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا کیونکہ اس عالمگیر غلبہ کے لئے تین امر کا پایا جانا ضروری ہے جو کسی پہلے زمانہ میں وہ پائے نہیں گئے۔

(۱) اول یہ کہ پورے اور کامل طور پر مختلف قوموں کے میل ملاقات کے لئے آسانی اور سہولت کی راہیں کھل جائیں اور سفر کی ناقابل برداشت مشقتیں دور ہو جائیں۔.....

(۲) دوسرا امر جو اس بات کے سمجھنے کے لئے شرط ہے کہ ایک دین دوسرے تمام دینوں پر اپنی خوبیوں کے رو سے غالب ہے یہ ہے جو دنیا کی تمام قومیں آزادی سے باہم مباحثات کر سکیں اور ہر ایک قوم اپنے مذہب کی خوبیاں دوسری قوم کے سامنے پیش کر سکے اور نیز تالیفات کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی خوبی اور دوسرے مذاہب کا نقضی بیان کر سکیں اور مذہبی کشتمی کے لئے دنیا کی تمام قوموں کو یہ موقع مل سکے کہ وہ ایک ہی میدان میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے پر مذہبی بحث کے حملے کریں..... اور یہ مذہبی کشتمی نہ ایک دو قوم میں بلکہ عالمگیر کشتمی ہو.....

(۳) تیسرا امر جو اس بات کو تمام دنیا پر واضح کرنے کے لئے شرط ہے کہ فلاں دین بمقابلہ دنیا کے تمام دینوں کے خاص طور پر خدا سے تائید یافتہ ہے..... وہ یہ ہے کہ بمقابلہ دنیا کی تمام قوموں کے ایسے طور سے تائید الہی کے آسانی نشان اس کے شامل ہوں کہ دوسرے کسی دین کے شامل حال نہ ہوں..... اور دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی مذہب نشان آسانی میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے باوجود اس بات کے کہ کوئی حصہ آبادی دنیا کا اس دعوت مقابلہ سے بے خبر نہ ہو۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزانہ جلد ۲۳ صفحہ ۹۰ تا ۹۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

اب دنیا میں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب کی دین اور روحانیت کے میدان میں کشتی ممکن ہو گئی ہے۔ تمام اقوام اپنے نمائندوں کو ایک جگہ جمع کر کے دوسرے مذاہب سے مقابلہ کر سکتے ہیں اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دین کے میدان میں سب دنیا کے مذاہب کو پکارا، یہ مقابلہ آپؐ کے زمانہ میں شروع ہو گیا گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مختلف دعوت ہائے فیصلہ میں نے بھی دنیا کے سامنے رکھی تھیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی سفر یورپ کی تو میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہاں کے ملکوں میں جو عیسائی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں ان دعوت ہائے فیصلہ کو دہراوں اور امن اور صلح کی فضای میں اسلام کے مقابلہ میں انہیں دعوت دوں کہ اپنی حقانیت کو (اگر وہ اپنے مذاہب کو حق سمجھتے ہیں) ثابت کریں اور میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ اگر وہ میدان فیصلہ میں آئے تو اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ دنیا کے سامنے انہیں اپنی شکست کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو آٹھواں مقصد ساری دنیا کی اقوام کو وحدت کے سلسلہ میں مسلک کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کا وعدہ دیا ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ اس مقصد کے حصول کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ پر بڑی ہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کی طرف مجھے اور آپ سب کو توجہ دینی چاہئے۔

تو آٹھواں مقصد مشابہہ میں بیان ہوا ہے اور ظاہر ہے یہ مقصد سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی اور کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ کسی اور نبی کو ایسی شریعت نہیں دی گئی جو مختص القوم نہ ہو جس کا تعلق صرف اس کی قوم اور اس کے زمانہ کے ساتھ نہ ہو۔ صرف آنحضرت ﷺ کی ذات ہے جن کو ایک ایسی شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی جو انسان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی اور جس کا تعلق دنیا کی ہر قوم اور قیامت تک کے ہر زمانہ کے ساتھ ہے۔ اور وہ وعدے جو ہے اس کے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دئے گئے وہ اپنے وقت پر پورے ہوتے رہے ہیں۔ یہ وعدہ جو ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے پورا ہونے کا وقت مسیح موعود کا زمانہ ہے اور اس کے پورا کرنے کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نوال مقصود جس کا ان آیات میں ذکر ہے وہ امناً کے لفظ میں بیان ہوا ہے۔ مَنَابَةً میں بین الاقوامی تعلقات کے مضبوط بنیادوں پر مستحکم ہونے کا ذکر تھا اور بین الاقوامی رشیۃِ اخوت کے استحکام کے لئے یہ ضروری ہے کہ بین الاقوامی امن کے قیام اور قوموں کے باہمی تعلقات میں تسلیم قلب کے سامان پیدا کئے جائیں اور ذرا رائج مہبیا کئے جائیں۔ وعدہ یہ دیا گیا تھا کہ مَنَابَةً کا وعدہ بھی پورا ہو گا اور اس کے لئے جو ضروری چیز ہے کہ بین الاقوامی امن کا ماحول پیدا کیا جائے وہ وعدہ بھی پورا ہو گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ دنیا کو جو شریعت دی جائے گی اس میں بین الاقوامی امن کے قیام کی تعلیم دی جائے گی اور وعدہ دیا گیا تھا کہ حقیقی امن دنیا کو صرف اس تعلیم پر عمل کرنے سے مل سکتا ہے جو تعلیم کہ مکہ سے مبعوث ہونے والا خاتم النبین ﷺ سلم دنیا کے سامنے پیش کرے گا کیونکہ اس آخری شریعت میں تمام فطری قوتوں اور استعدادوں کی صحیح نشوونما کے سامان رکھے جائیں گے اور انسانی عقل ان ہدایات سے تسلی پائے گی اور اس کا دل اطمینان حاصل کرے گا۔

امن عالم کے قیام کے متعلق جو تعلیم قرآن کریم میں پائی جاتی ہے وہ بڑی مفصل ہے اور اس وقت میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ اس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ”احمدیت یعنی حقیقی اسلام“ اور نظام نو، میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ ان کتب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا ہے کہ پانچ بنیادی باتیں امن عالم کے قیام کے لئے قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں، جب تک ان اصولوں پر دنیا عمل نہیں کرے گی دنیا کی کوئی بین الاقوامی تنظیم کا میاب نہیں ہو گی۔ پہلے لیگ آف نیشنز ناکام ہوئی پھر اب جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں یو۔ این۔ اونا کامی کی طرف جاری ہی ہے اور اس کی بڑی وجہ یا یوں کہنا چاہئے کہ ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم نے بین الاقوامی امن کے قیام کے لئے دنیا کو جو تعلیم دی تھی یہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور اس کو نہیں اپنایا ان اصولوں کو ٹھکرانے کے نتیجہ میں وہ ناکامیوں کے منہ دیکھتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے کہ صرف بین الاقوامی معاهدہ (قرآن کریم کے باتے ہوئے اصول پر) کی بجائے ایک ہی وقت میں دنیا و قوم کے معاهدے کر لیتی ہے۔ ایک تو تعلق رکھتے ہیں تمام اقوام کے ساتھ اور ایک وہ معاهدے ہوتے ہیں جو بڑی بڑی قومیں آپس میں کر لیتی ہیں اور چونکہ دو کشتیوں میں ان کا پاؤں ہوتا ہے اس لئے وہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ خود یو۔ این۔ او میں جو

معاہدہ ہوا اس کے اندر ہی ایک اور معاہدہ مغم کر دیا گیا۔ بجائے اس کے یہ خالص بین الاقوامی معاہدہ ہوتا انہوں نے اس کے اندر ویٹو کو اپنالیا یعنی بعض قوموں کو بیو۔ این۔ اونے یہ فضیلت عطا کی کہ ان کی رائے کے بغیر بعض معاملات طنہیں ہو سکیں گے حالانکہ جس طرح وہ قانون جو افراد پر لا گو ہوتا ہے اس میں امیر اور غریب، طاقت و را اور کمزور میں فرق نہیں کیا جاسکتا نہ کیا جانا چاہئے۔ اگر قانونی حکومت کو ملک میں راجح کرنا ہو۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بین الاقوامی معاہدات میں کسی قوم کو کسی دوسری قوم پر ترجیح نہ دی جائے۔ اگر ترجیح دی جائے گی تو وہ بین الاقوامی قانون لازماً ناکام ہو جائے گا۔

قرآن کریم نے یہ تعلیم دی تھی کہ کسی قوم کو کسی قوم پر ترجیح نہ دینا۔ انہوں نے سمجھا کہ ہم بڑے طاقت ور ہیں۔ اپنے زور سے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ویٹو کے حقوق بعض قوموں کو دیدے یا بعض قوموں نے اپنے لئے یہ حقوق لے لئے اور بڑی وجہ اس وقت یو۔ این۔ اوکی ناکامی کی یہی ہے کہ انہوں نے معاہدہ کرتے وقت صرف ایک قسم کا معاہدہ نہیں کیا جو صرف بین الاقوامی حیثیت کا ہوتا بلکہ اس کے اندر انفرادی معاہدے بھی شامل کر دئے گئے۔ جو صرف بعض اقوام سے تعلق رکھتے تھے۔ دنیا کی سب اقوام سے ان کو تعلق نہیں تھا۔

قرآن کریم نے دوسری ہدایت یہ دی تھی (بین الاقوامی امن کے قیام کے متعلق) کہ جس وقت جھگڑا ہوا سی وقت فیصلہ کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ لیکن آج دنیا کا دستور اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر یہ بن گیا ہے کہ وہ جھگڑے کو لمبا ہونے دیتے ہیں لمبا کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ بعض ذاتی مفاد کو حاصل کر سکیں اس طرح دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر تیسرا ہدایت یہ تھی کہ بین الاقوامی معاہدہ میں علاقائی تعصب مضر ہے بلکہ مہلک ہے لیکن بین الاقوامی معاہدہ جو بیو۔ این۔ اوکی شکل میں دنیا کے سامنا آیا اس کے باوجود ان قوموں نے جو اس کی ممبر نہیں بلکہ بازو بنیں علیحدہ علیحدہ معاہدے کرنے شروع کر دئے اور جن قوموں سے ان کے ذاتی تعلقات تھے ان کے حق میں تعصب اور جنبہ داری کے طریق کو اختیار کرنا شروع کر دیا۔

پس قرآن کریم نے کہا ہے کہ بین الاقوامی امن صرف اس صورت میں قائم کیا جاسکتا ہے جب قوم قوم کے درمیان جنبہ داری کے سلوک کو اختیار نہ کیا جائے اور کوئی ایک قوم دوسری قوم کی ناجائز حمایت کرنے پر نہ تلے۔

چونھی چیز جس کے خلاف ہے قرآن۔ مگر جس کے حق میں ہو گئی ہے یہ ظالم دنیا وہ یہ ہے کہ جب جھگڑا ہو جائے تو باہمی صلح کروانے کی بجائے بعض قوموں کو تعصب کی بناء پر سزا دینے کی تجویز کرتے ہیں اور جب اور جہاں بھی موقع ملتا ہے قوموں کے حصے بختر کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ جرمی کے دو حصے کردئے گئے کو ریا اور ویٹ نام کا بھی یہی حال ہے یو۔ این۔ او کی موجودگی میں اور یو۔ این۔ او کے تمام دعاویٰ کے ہوتے ہوئے کہ وہ امن عالم کو قائم کرنے والی تنظیم ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ میرے سایہ تلے چلو گے تو امن کو دنیا میں قائم کر سکو گے میرے سایہ سے باہر نکلو گے تو شیطانی دھوپ کی تمازت تھیں تنگ کرے گی اور چین نہیں لینے دے گی۔

اور پانچویں تعلیم قرآن کریم نے یہ دی تھی کہ اگر بین الاقوامی امن کو قائم کرنا ہو تو پھر اس کے لئے ہر قوم کو قربانی دینی پڑے گی لیکن اب یہ حال ہے کہ بعض قومیں قربانی دیتی ہیں اور بعض انکار کر دیتی ہیں۔ تو صرف قرآن کریم کی ہی ایسی تعلیم ہے جس پر عمل کر کے دنیا میں بین الاقوامی امن قائم کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب ”احمدیت یعنی حقیقی اسلام“ میں نتیجہ اس ساری بحث کا یہ نکالتے ہیں کہ:-

”ان پانچوں ناقص کو دور کر دیا جائے تو قرآن کریم کی بتائی ہوئی لیگ آف نیشنز بنیت ہے اور اصل میں ایسی ہی لیگ کوئی فائدہ بھی دے سکتی ہے، نہ وہ لیگ جو اپنی ہستی کے قیام کے لئے لوگوں کی مہربانی کی نگاہوں کی جگہ تو میں پڑھی رہے۔“ (احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ ۲۳۰)

پھر آپ نے ”نظام نو“ میں فرمایا:-

”لیگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ وہی لیگ کامیاب ہو سکتی ہے جو قرآن شریف کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق قائم ہو۔“ (نظام نو صفحہ ۸۵)

جبیسا کہ میں نے بتایا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ یہ کیا کہ تمام اقوام عالم کو ایک سلسلہ میں پروردیا جائے گا بین الاقوامی وحدت کو قائم کیا جائے گا۔

پھر یہ فرمایا کہ بین الاقوامی وحدت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ بین الاقوامی امن کی ضمانت دی جائے اور دعویٰ کیا کہ قرآن کریم کی شریعت بین الاقوامی امن کی ضمانت دیتی ہے اس شریعت کے احکام پر عمل کرو تو تمام دنیا کی اقوام میں اگر جھگڑے پیدا ہو بھی جائیں تو یہ انصاف اور عدل کے اصول پر طے ہو

جائیں گے اور امن کو کسی قسم کا دھکا نہیں لگے گا پس قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے یہ تعلیم دی جس کے نتیجہ میں دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ چونکہ مَشَابَةً کے مقصد کے حصول کی ذمہ داری جماعت احمد یہ پر ہے اس لئے اس کی ذمہ داری بھی جماعت احمد یہ پر ہے کہ وہ دنیا میں کثرت کے ساتھ اس تعلیم کی اشاعت کرے جو قرآن کریم نے دنیا میں قوموں کے درمیان امن قائم کرنے کے لئے ہمیں دی ہے کیونکہ اگر دنیا اندر ہیرے میں رہے تو قیامت کے روز کہہ سکتے ہیں کہ اے خدا! ہمیں تو علم نہیں تھا جن کو علم تھا اور جن کے کندھوں پر تو نے یہ ذمہ داری رکھی تھی کہ وہ ہمیں علم دیں انہوں نے ہم تک یہ علم نہیں پہنچایا اس لئے ہمیں بے قصور قرار دے اور جن کا قصور ہے ان پر اپنے غصب کا اظہار کر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غصب سے محفوظ رکھے۔

دسوائیں مقصد بیت اللہ کی تعمیر کا یہ بیان ہوا تھا۔ اِتَّخِذُو مِنْ مَقَامِ اَبْوَاهِيْمُ مُصَلَّی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ مکہ کے ذریعہ بیت اللہ کے ذریعہ اور اس میں مبوعت ہونے والے عظیم الشان نبی کے طفیل اقوام عالم مقام عبودیت کا عرفان حاصل کریں گی اور اس حقیقی عبادت کی بنیاد یہاں ڈالی جائے گی جو تذلل اور فروتنی اور انکسار کے منع سے پھوٹی ہے اور اس طرح قوم قوم میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل پیدا ہوں گے اور زمین کے خطہ خطہ پر اشاعت اسلام کے لئے مرکز قائم کئے جائیں گے جہاں عاجز اہ دعاوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اقرار کیا جائے گا اور اظہار کیا جائے گا اور اس عاجزی اور تذلل کے نتیجہ میں جو حضن خدا کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لئے اختیار کیا جائے گا وہ اقوام آسمانی برکات حاصل کریں گی اور بخشش کی مستحق ٹھہریں گی۔

تو فرمایا تھا کہ یہاں مکہ کے ذریعہ اس شریعت کے طفیل جو یہاں نازل ہو گی صلوٰۃ کو اپنے تمام معانی اور تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنے والی امت پیدا ہو جائے گی جو مقام عبودیت پر مضبوطی سے قائم ہو گی۔

در اصل اس کا تعلق بھی پہلے دو مقاصد سے ہے کیونکہ آٹھواں وعدہ یہ تھا کہ تمام اقوام کو ایک امت مسلمہ بنادیا جائے گا ایک قوم بنادیا جائے گا یہ ہونہیں سکتا جب تک امن عالم کا قیام نہ ہو تو پہلے وعدہ دیا اور پھر اس وعدہ کو قرآن کریم کی شریعت کے رنگ میں پورا کیا کہ وہ کامل تعلیم امن جو اقوام عالم کے درمیان امن کو قائم کرنے کے لئے تھی وہ انسان کو دی گئی اور اب دسویں مقصد میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے

کاس تعلیم پر عمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ امت محمدیہ یا موعودہ امت تذلل اور عاجزی کو اختیار کرنے والی نہ ہو۔ اس واسطے کہا اتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ أَبْرَاهِيمَ مُصَلَّیٰ اس کے بغیر تم غالباً امن کو دنیا میں قائم نہیں کر سکتے تو یہاں وعدہ دیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ ایک ایسی امت پیدا کی جائے گی جو مقام عبودیت پر مضبوطی سے قائم ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”قرآن کریم کے کامل تبعین جو اپنے مقام عبودیت کو پہچانتے ہیں اور مضبوطی سے اس پر قائم ہیں۔ وہ ہیں جو شہود کبریٰ حضرت باری تعالیٰ ہمیشہ تذلل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت کو ذلت اور مغلی اور ناداری اور پر تقصیری اور خطواری سمجھتے ہیں اور ان تمام کمالات کو جوان کو دئے گئے ہیں اس عارضی روشنی کی مندرجہ سمجھتے ہیں، جو کسی وقت آفتاب کی طرف سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباس مستعار کی طرح معرض زوال میں ہوتی ہے۔ پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں کا چشمہ اسی کی ذات کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفات الہیہ کے کامل شہود سے ان کے دل میں حق الایقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں اور عظمت الہی کا پر جوش دریا ان کے دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزار ہاٹوڑ کی نیستی ان پر وارد ہو جاتی ہے اور شرک خنثی کے ہر یک رُگ و ریشہ سے بکلی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں۔“

(براہین احمدیہ ہر چہار حصہ روحانی خزانہ جلد اصفہن ۵۲۳، ۵۲۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دوسری بجگہ فرمایا ہے:-

”نماز کے اجزاء اپنے اندر ادب، خاکساری اور انکساری کا اظہار رکھتے ہیں قیام میں نمازی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ ایک غلام اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے طریق ادب سے کھڑا ہوتا ہے رکوع میں انسان انکسار کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ سب سے بڑا انکسار سجدہ میں ہے جو بہت بھی عاجزی کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔“

(مرآۃ الحقائق، مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد سوم مولوی محمد فضل صاحب چنگوی صفحہ ۱۵)

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہم اپنے فضل سے نبی کریم ﷺ کے تبعین میں ایک ایسی جماعت پیدا کرتے رہیں گے جو انصار اور تذلل اور فروتنی اور تواضع کے مقام کو مضبوطی سے پکڑے اور اس تذلل اور انصار کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس امن کے قیام کے امکانات پیدا کرے گا جو امناً میں بیان ہوئے ہیں اور جس کی تعلیم قرآن کریم نے تفصیل سے ہمیں دی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقی عبادت (۱) محبت و ایثار اور (۲) تذلل و انصار ہر دو کے خیر سے پرورش پاتی ہے لیکن کبھی محبت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور کبھی تذلل اور فروتنی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا حسن اور اس کا احسان جلوہ گلن ہوتا ہے تو انسان کا دل اپنے رب کی محبت سے بھر جاتا ہے اور ایک عاشق زار کی طرح وہ اس کی ہر آواز پر بلیک کہتا ہے وہ اس کے گرد گھومتا ہے وہ نیستی کا لبادہ پہن کر اسی میں کھوجاتا ہے اور اس کے اپنے وجود پر کلیتہ ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی اس کے رب کی طرف سے اسے عطا ہوتی ہے۔ مگر دنیا اسے نہیں پہچانتی اور وہ اس کی کچھ پرواہ بھی نہیں کرتا۔

لیکن جب خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا جلوہ اس پر ظاہر ہوتا ہے تو اس کا دل خوف و رجاء اور امید و نیم سے لبریز ہو جاتا ہے عظمت الہی اور جلال الہی کے اس جلوہ کے بعد اس کی اپنی کوئی بزرگی اور عظمت باقی نہیں رہتی وہ فروتنی کا جامہ پہن لیتا ہے انصار کو اپنا شعار بناتا ہے اور تذلل کی گرد سے غبار آ لو اور اُغْبَرُ نظر آتا ہے وہ عاجز نہ راہوں کو اختیار کرتا ہے اور عاجزی کے ساتھ اور خوف زده دل کے ساتھ لرزائی اور ترساں اپنے رب کے حضور جھلتا ہے اور جلال کا اقرار کرتا ہے اس کے جسم کا ہر ذرہ اور اس کی روح کا ہر پہلو اپنے رب کے خوف سے کانپ رہا ہوتا ہے اور عظمت و جلال کا یہ جلوہ اسے اس حق الیقین پر قائم کر دیتا ہے کہ اس عظمت کے مقابلہ میں سب مخلوق مردہ اور لاشے مخفی ہے اور ان سے کسی بھلائی کی امید نہیں رکھی جاسکتی اور نہ وہ بذات خود اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر امید وابستہ کی جاسکتی ہے تو صرف ذوالجلال والا کرام سے۔ تب خوف کے ساتھ ایک امید و رجاء بھی اس کے سینے صافی میں پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنی سب امیدوں کو اپنے رب سے ہی وابستہ کر دیتا ہے اور صرف اس پر توکل رکھتا ہے اور حاجت برداری کے لئے صرف اس کے دروازہ کو ٹکٹکھاتا ہے اور اس کا دل اس یقین سے پر ہوتا ہے کہ جو کچھ ملنا ہے صرف اسی درسے ہی ملتا ہے جوئی کا ایک تسمہ ہو۔ یاد دنیا جہان کی عزتیں۔

جس شخص پر عظمت و جلال کا یہ جلوہ ظاہر ہو وہ یہ نہیں کیا کرتا کہ کشوہ و رویا کا ایک کشکول بنائے اور

قویلیت دعا کے واقعات سے اسے سجا کر دو رپھرے اور دنیا والوں سے دنیا کی عزت اور احترام اور تو صیف اور تحسین کی بھیک مانگے اور دنیا کی نگاہوں میں اپنے لئے کسی احترام کا مثلاشی ہوا یک مردہ سے اسے کیا لینا ہے؟ اور ایک لا شہ نے اسے کیا دینا ہے؟ جس کی عظمت اور جلال کے خوف نے اور جس کی بے پایاں رحمت کی امید نے جس در کافقیر اسے بنادیا وہ اسی در پر دھونی رمائے امید و یہم کے درمیان زندگی کے دن پورے کر دیتا ہے، تب اس کا رب اس سے راضی ہوتا ہے اور محبت سے اپنی گود میں اسے بھالیتا ہے اور دنیا اور آخرت کی جنتیں اسے مل جاتی ہیں۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک ایسی امت کے معرض وجود میں آنے کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی اور خدا کی تسمیہ اس نے اپنے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸ ربیع‌الثانی ۱۴۲۷ء صفحہ ۱۵)



بیت اللہ روحانی اور جسمانی پاکیزگی کے حصول اور اُس کی ترویج کا مرکز ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ ربیعی ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ قرآن کریم ظاہری اور باطنی صفائی اور پاکیزگی کی تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔
- ☆ قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ دین سیکھنے ہر ملک اور ہر قوم کی نمائندہ جماعت مرکز میں آنی چاہئے۔
- ☆ یہ معلوم کریں کہ امام وقت کن کاموں کی طرف اور کن منصوبوں کی طرف انہیں بلا تا ہے۔
- ☆ امت مسلمہ پر ایسی کوئی مصیبت نہیں آسکتی جو صفحہ ہستی سے ان کو مٹا دے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی لفظی اور معنوی حفاظت کا بھی وعدہ کیا ہے۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے خطبات میں میں نے تعمیر بیت اللہ کے متعلق دس مقاصد کا ذکر کیا تھا اور ان پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جو آیات میں ان خطبات کے شروع میں پڑھتا رہا ہوں ان میں میں نے بتایا تھا کہ ان میں تین مقاصد کا ذکر ہے دس کے متعلق میں اس سے پہلے کچھ کہہ چکا ہوں۔

گیارہواں مقصد یا گیارہویں غرض تعمیر بیت اللہ کی طہریٰ را کے الفاظ میں بیان ہوئی تھی کہ تم اس بیت اللہ کی تطہیر کا انتظام کرو، اس کو پاکیزہ رکھنے کا انتظام کرو، اس کی صفائی کا انتظام کرو اور اس میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ اس گھر کو ظاہری صفائی اور باطنی پاکیزگی اور طہارت کا مرکز بنانا چاہتا ہے یہ غرض بھی خاتم الانبیاء اور افضل الرسل محمد رسول ﷺ کی بعثت سے پوری ہوئی۔ آپ کی شریعت میں ظاہری اور جسمانی صفائی اور روحانی پاکیزگی کے حصول کے متعلق ایک اکمل اور مکمل تعلیم ہمیں عطا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ کی آیات ۱۵۱ اور ۱۵۲ میں فرماتا ہے کہ جہاں کہیں بھی تم ہو جو کام بھی اسلامی شریعت کی ہدایات کے مطابق تم کرو اس میں اس بات کا خیال رکھو کہ تمہیں خاص مقاصد اور اغراض کے پیش نظر پیدا کیا گیا ہے اور تم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تم ان مقاصد کو پورا کرو اور تمام دنیا میں، اقوام عالم میں شریعت اسلام میں کو قائم کرو اور اسے زندہ رکھو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں جو اس طرف توجہ دلارہا ہوں کہ تم بیت اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے مقاصد کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کرو۔ یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت کو تم پر پورا کرنا چاہتا ہوں وَلَا إِنْ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ۔ اتمام نعمت کی غرض سے یہ مقاصد میں نے تمہارے سامنے رکھے ہیں اگر تم ہماری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق ان مقاصد کے حصول کے لئے سعی کرو گے اور خلوص نیت سے ہمارے احکام بجالاؤ گے تو تم پر ہماری جو نعمتیں ہوں گی وہ اس طور کی ہوں گی اور اس نوعیت اور قسم کی

ہوں گی کہ ان کے متعلق اتمام نعمت کا فقرہ بولا جاسکے گا۔ اور **وَلَا تِمْ نَعْمَتِي عَلَيْكُمْ** کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا (آیت ۱۵۲) میں کہ ایک رسول تمہاری طرف بھیجا گیا ہے جو پاکیزگی کی تعلیم تمہیں دیتا ہے۔ چونکہ طبعاً سوال پیدا ہوتا تھا کہ اے خدا! مقاصد کا تو ہمیں پتہ چل گیا، مگر ہماری کوششوں کی راہوں کی ابھی تعین نہیں کی گئی، اگر تعین ہو جاتی تو ہمارے لئے سہولت ہوتی اس لئے دوسری آیت (۱۵۲) میں بتا دیا کہ جو راہ تمہیں میرا پیارا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتائے وہی وہ راہ ہے جو پاکیزگی کی طرف لے جاتی ہے اور جس راہ پر چل کر تم مقاصد تعمیر بیت اللہ کو حاصل کر سکتے ہو فرمایا کہ **يَسْلُو اَعْلَيْكُمْ اِيْشَا وَيُزَّكِّيْكُمْ** کہ تمہارے تزکیہ کے سامان اس رسول کے ذریعہ سے ہم نے مہیا کر دیئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ آیات پڑھ کر سنا تا ہے کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی حکمتیں بیان کرتا ہے۔ پس طہرہ میں جو غرض بیان کی گئی تھی اور جس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا تھا، اس کو پورا کرنے والے ہیں، کیونکہ یہاں مسجد حرام، مقاصد کا سامنے رکھنا، اتمام نعمت اور تزکیہ نفوس اور اس کے طریق یہ تمام باتیں ان دو آیتوں میں الٹھی کر دی گئی ہیں۔

سورہ بقرہ کی آیات میں عام پاکیزگی کا ذکر تو ہے لیکن زیادہ زور رو حانی اور دینی پاکیزگی پر ہے سورہ مائدہ کی آیت سات میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اگر تم جنبی ہو تو نہالیا کرو۔ اس میں یہ تعلیم دی کہ اسلام میں جسموں کو پاک اور صاف رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے بنی کریم ﷺ نے بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ جسم کی صفائی اور کپڑوں کی صفائی اور گھر کی صفائی اور ماحول کی صفائی اور مساجد کی صفائی اور ان کی پاکیزگی اور طہارت کا خیال رکھنا اور زبان کی صفائی اور کان کی صفائی اور آنکھ کی صفائی اور ناک کی صفائی کے بارے میں بڑی شرح کے ساتھ تعلیم بیان کی ہے۔ اس تعلیم کی تفصیل میں میں اس وقت نہ جانا چاہتا ہوں اور نہ میرے لئے اس کی تفصیل میں جانا ممکن ہے بہر حال قرآن کریم پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ (جس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا) کہ قرآنی شریعت میں جتنا زور ظاہری اور باطنی صفائی اور پاکیزگی پر دیا گیا ہے اس کا سواں حصہ، شاید ہزاروں حصہ بھی پہلے کسی مذہب نے ان بالوں پر زور نہیں دیا تو جو مقصود طہرہ کے اندر بیان ہوا تھا اس کو پورا کرنے کے لئے بنی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور آپ نے اس مقصد کا حصول اُمت مسلمہ کے لئے ممکن بنادیا کیونکہ صفائی کی ہر شاہراہ کی

طرف ہمیں ہدایت دی اور ہر تعلیم جو صفائی سے تعلق رکھنے والی اور پاکیزگی اور طہارت سے تعلق رکھنے والی تھی کھول کر ہمارے سامنے بیان کر دی اور ان ہدایات پر عمل کرنے کی راہیں ہم پر آسان کر دیں۔ اس سے پہلے کسی نبی نے ان میدانوں میں اتنا عظیم کام نہیں کیا پس مقصد ہے پاکیزگی اور طہارت اور اس کے حصول کا ذریعہ بنے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ اور اس کے حصول کی ذمہ داری پڑتی ہے اُمت مسلمہ پر اور اس زمانہ میں مسلمانوں میں سے اس جماعت پر جن کو حضرت مسح موعود علیہ السلام کی بعثت سے از سر نو خدا اور اس کے رسول کے لئے زندہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تم پر کسی قسم کی تنگی اور سختی کرنا نہیں چاہتے۔ تمہیں پاک کرنا اور تم پر اپنے احسان کو پورا کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اگر روحانی پاکیزگی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی صفائی ور پاکیزگی کی تعلیم نہ دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان اُدھوارہ جاتا گرلیتُمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ۔ اس نے وہی پسند کیا کہ وہ اپنے احسان کو پورا کرے اور اتمام نعمت کرے۔ اس نے یہ تعلیم اس لئے دی ہے تا تھمارے اندر کوئی گند باقی نہ چھوڑے اور کامل اور مکمل طور پر تمہیں پاک اور مطہر بنادے۔

اسی طرح قرآن کریم نے پانی کے متعلق فرمایا کہ اس کے بہت سے فوائد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم ظاہری صفائی کرتے ہو، کپڑے دھوتے ہو، برتن دھوتے ہو، گلیاں صاف کرتے ہو، مکانوں کو دھوتے ہو، جسموں کو دھوتے ہو۔ ہزار پاکیزگیاں ہیں جو پانی کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہیں ماءٰ لَيْطَهِرَ كُمْ بِهِ (الانفال: ۱۲) تو قرآن کریم ظاہری اور باطنی صفائی اور پاکیزگی کی تعلیم سے بھرا پڑا ہے اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہے جن کے ذریعہ تعمیر بیت اللہ کا یہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔

خانہ خدا کی تعمیر کی بارہویں غرض لِطَّائِفَيْنَ میں بتائی گئی تھی اور اس لفظ میں اس طرف اشارہ تھا کہ اقوام عالم کے نمائندے بار بار یہاں اس لئے جمع ہوں گے کہ وہ پاکیزگی اور طہارت کی تعلیم حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے علاقہ میں جا کر اس تعلیم کو پھیلا دیں اور اس کی اشاعت کریں۔ یہ غرض بھی حقیقی طور پر صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ پوری ہوئی ہے قرآن کریم نے اسی مقصد کے پیش نظر یہ حکم دیا۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لَيَتَفَهَّمُوْا فِي

الَّذِينَ وَلَيْسُوا بِهِمْ أَذْرَجُوا إِلَيْهِمْ لَعْنَهُمْ يَحْذَرُونَ۔ (توبہ: ۱۲۲)

یعنی مونوں کے لئے یہ تمکن نہیں کہ وہ سارے کے سارے مرکز اسلام میں اکٹھے ہو جائیں۔ کیونکہ اسلام کے مخاطب اقوام عالم ہیں اقوام عالم مرکز اسلام میں کسی وقت بھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں لیکن مرکز کے ساتھ اقوام عالم کا پختہ تعلق قائم رہنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تمہیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ چونکہ سب کا اکٹھا ہونا یہاں ممکن نہیں اس لئے کیوں نہ ہوا کہ ان کی جماعت میں سے ایک گروہ نکل پڑتا تاکہ وہ دین کو پوری طرح سکھتے اور واپس لوٹ کر اپنی قوم کو بے دینی سے بچاتے اور اس طرح گمراہ ہونے سے ان کو بچائیتے۔ انذار کے ذریعہ اور تحویف کے ذریعہ۔

تو یہاں قرآن کریم نے امت مسلمہ کو جو اقوام عالم پر مشتمل اور اکناف عالم میں پھیلی ہوئی ہے یہ حکم دیا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک کی ایک نمائندہ جماعت مرکز میں آتی ہوئی چاہئے تاکہ وہ دین پکھے اور ضروریات وقت سے آگاہ ہو اور اس بات کا علم حاصل کرے کہ اسلام کے لئے موجودہ زمانہ میں کسی قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور ان کو معلوم ہو کہ ان کا امام وقت کن کا موسیٰ کی طرف اور کن منصوبوں کی طرف انہیں بلا تا ہے اور تاکہ وہ ان کی حکومتوں کو سمجھیں تا جب وہ واپس جائیں تو اپنے اپنے علاقہ میں اپنے دوسرے بھائیوں کو یہ بتائیں کہ اس وقت اسلام پر مشتمل فلاں فلاں طرف سے حملہ ہو رہا ہے اس کے جواب کے لئے تم تیار ہو جاؤ۔ اسلام کے خلاف دجل کے یہ طریق استعمال کئے جا رہے ہیں اور اس وجہ سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی بقا کے لئے اور اسلام کی ترقی اور استحکام کے لئے جماعت کے سامنے یہ منصوبہ رکھا جا رہا ہے۔ ان قربانیوں اور ایثار کے نمونوں کو پیش کرنے کے لئے ڈھنی طور پر تیار ہو جاؤ اور عملی طور پر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں قبیلوں کے نمائندے مدینہ میں آپ کے پاس جمع ہوتے رہتے تھے علم دین سکھتے اور علم قرآن سکھتے قرآن کریم کے بعض حصوں کو یاد کرتے تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ حاصل کرتے اور پھر وہ اپنی قوم میں واپس جاتے اور اس طرح احیاء دین اسلام کے سامان پیدا کرتے۔ جو لوگ وہاں مدینہ میں آتے وہ بھی اپنے وقت کی قربانی دیتے علم دین سکھنے کے لئے بھی اور علم دین سکھانے کے لئے بھی اور ان سے علم دین سکھنے والے بھی اپنے وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے، اگر وہ ایمانہ کرتے تو مدینہ میں آنے کا ان کے نفسوں کو تو فائدہ پہنچ جاتا ان سے دوسروں کو کوئی فائدہ نہ پہنچا لیکن اس سکیم اور اس

منصوبہ کی اصل غرض تو تھی ہی یہ کہ لوگ باہر سے مرکز میں آئیں دین سیکھیں ضروریات اسلام کا علم حاصل کریں پھر واپس جائیں اور یہ باتیں اپنے دوسرے بھائیوں کو بتائیں۔

پس ”طواف“ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا جب تک یہ طائفہ و طائفیں اور یہ لوگ وقت کی قربانی دینے والے نہ ہوں اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے پاکیزگی اور طہارت کی تعلیم دی ہے اور خدا تعالیٰ نے ایسی امت پیدا کر دی ہے جو اپنے وقتوں کو قربان کر کے خدا اور اس کے رسول کے لئے مرکز میں جمع ہوتے ہیں اور واپس جا کر خدا اور رسول کی رضا کے لئے اپنے بھائیوں کو علم قرآن سکھاتے علم دین ان کو بتاتے۔ جو مداری اختیار کی جا رہی ہیں اسلام کی حفاظت یا اسلام کی اشاعت کے لئے۔ وہ باتیں ان کے سامنے رکھتے اور ان کے دل میں خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے کے لئے بشاشت پیدا کرتے۔

اس حکم کو اس وقت کی قوموں اور قبائل نے خوب اچھی طرح سمجھا تھا۔ چنانچہ ابن عباس کی روایت ہے۔

كَانَ يَنْطَلِقُ مِنْ كُلِّ حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ عِصَابَةً فَيَأْتُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْأَلُونَهُ عَمَّا يُرِيدُونَ مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ وَيَتَفَقَّهُونَ فِي دِينِهِمْ

(تفسیر ابن کثیر سورۃ توبہ آیت و ما کان المونون)

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ عرب کے ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور جن باتوں کا انہیں پہلے علم نہ ہوتا ان کے متعلق وہ پوچھتے بصیرت حاصل کرتے مسائل کی حکمتیں معلوم کرتے اور پختہ ہو جاتے، اپنے دین پر اور تفہیقہ فی الدین کو حاصل کرتے، پھر وہ واپس جاتے اور دوسروں کو جا کر وہ سکھاتے تھے۔ چنانچہ بہت تفصیل کے ساتھ ان وفود کا ذکر ہماری تاریخ میں پایا جاتا ہے جو اس غرض کے لئے اور اس حکم کو پورا کرنے کے لئے مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور دین سیکھنے کے لئے وہاں ٹھہر تے تھے ایک گروہ کے بعد دوسرا اگر وہ پھر تیسرا اگر وہ پھر ایک اور گروہ آ جاتا تھا۔ ایک تسلسل جاری تھا اور اس تسلسل میں دین کی بقاء کے سامان رکھنے کے تھے مثلاً تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایک وقت میں بحرین سے چودہ (۱۳) نمائندے آئے تھے اور اسی طرح حضرموت (بین) سے اسی (۸۰) نمائندے آئے تھے اور اسی طرح ستر (۷۰) اسی (۸۰) افراد پر مشتمل ایک وفد بنویم کا دین سیکھنے کے لئے آیا اور یہ وفد بَقَوْا بِالْمَدِینَةِ مُدَّةً يَعْلَمُونَ

الْقُرْآنَ وَالدِّينَ ثُمَّ خَرَجُوا إِلَى قَوْمِهِمْ دِين سکھا پھر اپنی قوم میں گئے اور انہیں دین سکھلا یا۔ میں نے یہ چند مثالیں صرف اس لئے بیان کی ہیں تاکہ ہماری جماعتوں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ اب تو وہ شاید ایک نمائندہ بھی نہیں دیتیں ان کلائز کے لئے جو یہاں جاری کی جاتی ہیں لیکن اس طرح کام نہیں بنے گا بلکہ کافی تعداد میں لوگوں کو یہاں آنا پڑے گا تب ہم دین اسلام کی خدمت کا حقہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال اس کی تفصیل تو میں اس وقت بتاؤں گا جب میں ان مقاصد پر بطور وعدہ کے بیان کو ختم کر چکوں گا اور ان وعدوں پر بطور ذمہ داری کے اپنے بیان کو شروع کروں گا کیونکہ یہ ساری ذمہ داریاں ہیں جو مسلمانوں پر اور خصوصاً اس وقت میں ہم احمد یوں پر عائد ہوتی ہیں۔

تیرھواں مقصد و العکفیفین میں بیان ہوا تھا اور بتایا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے ایک ایسی قوم پیدا کی جائے گی جو اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرنے والی ہوگی اور واقفین کے اس گروہ میں قوم قوم اور ملک ملک کے نمائندے شامل ہوں گے یہ غرض بھی صرف آنحضرت ﷺ کے وجود سے پوری ہوئی ہے اس سے پہلے اس کے پورا ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کیونکہ قوم قوم کے نمائندے وہاں آہی نہ سکتے تھے کہ کانہ انہیں علم تھا نہ اس کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں تھی۔ میں نے بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقاصد کو پورا کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ** (البقرة: ۱۸۸) اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم تم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھا کرو۔ دنیا کے تمام تعلقات سے منہ موڑ کر خالصہ خدا کے لئے اپنی زندگی کے چوبیں گھٹنے چندا یام کے لئے گزارو تاکہ وقف کی روح کو زندہ کیا جائے اور چونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنایا گیا ہے۔ اس لئے **وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ** (البقرة: ۱۸۸) کے معنی یہ ہوئے کہ میری خاطر تمہیں خطہ خطہ میں میں بطور واقف کچھ وقت گزارنا پڑے گا کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی اشارہ بتایا تھا خانہ کعبہ یا بیت اللہ ایک مرکزی نقطہ ہے اور ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمہیں اس کے اٹھاٹ بھی بنانے پڑیں گے یعنی اسی کی نقل میں انہی مقاصد کے حصول کے لئے اسی قسم کی پاکیزگی اور طہارت کو پیدا کرنے کے لئے جگہ جگہ پر ایسے مرکز کھولنے پڑیں گے جو بیت اللہ کے ظل ہوں گے اور ان کے قیام کی غرض وہی ہوگی جو بیت اللہ کے قیام کی غرض ہے۔

الله تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا کہ **وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ** ہر اس جگہ پر جہاں امت مسلمہ

تفوی کی بنیادوں پر بیت اللہ کا ظل قائم کرے گی۔ تمہیں بطور واقف کے بیٹھنا پڑے گا ورنہ یہ مقصد پورا نہیں ہو گا اس کے متعلق بھی میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، لیکن مجھے خیال آیا کہ اگر خانہ کعبہ کی تعمیر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ واقفین اُمّہم یعنی ہر مقام اور قبائل کے جو واقف ہیں وہ مرکز یا اس کے ظل میں آ کر جمع ہوں اور وہاں بیٹھیں تو وقف اور ہجرت میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ صرف مکہ سے ہی نہیں بلکہ دوسرے علاقوں سے بھی قبائل کے بعض نمائندے اپنے علاقہ کو چھوڑ کے اور اپنے قبیلے کو چھوڑ کر مدینہ میں آ کے دھونی رما کے بیٹھ گئے تھے اور پھر وہیں بیٹھے رہے۔ ان کی جو ہجرت تھی اپنی قوم یا اپنے ملک سے وہ اس قسم کی نہیں تھی جو مکہ سے ہجرت تھی بلکہ اس قسم کی تھی جو ایک واقف کی ہجرت ہوتی ہے جو اپنا علاقہ چھوڑ کے، اپنی رشتہ داریاں چھوڑ کے، اپنے گھر بار کو چھوڑ کے، اپنی جانیداد کو چھوڑ کے خدا کے لئے مرکز میں آ جاتا ہے اور پھر مرکز کی ہدایت کے مطابق دنیا کے مختلف حصوں میں کام کرتا ہے۔ مثلاً یمن میں ایک قبیلہ اشعریین کا تھا وہاں کے ابو موسیٰ اشعری بڑے مشہور بزرگ صحابی ہیں ان کے ساتھ اسی (۸۰) نفوس ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے اور اسی طرح اور بہت سے قبائل ہیں تاریخ میں جن کا ذکر آتا ہے کہ وہ مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے استفادہ کے لئے وہاں آ گئے تھے جن میں سے ایک ابو ہریرہ بھی ہیں رضی اللہ عنہ۔

چودھواں مقصد و الرُّكْعَيْ السُّجُودِ میں بیان ہوا تھا اور بتایا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے اقوام عالم ذات باری اور صفات باری کا کامل عرفان حاصل کریں گی اور اس کے نتیجہ میں اطاعت، فرمان برداری، ایثار اور فدائیت اور قربانی کے وہ نمونے دکھائیں گی کہ جن کی مثال دنیا میں کوئی اور مذہب پیش نہ کر سکے گا اور جنہیں دیکھ کر دنیا ہجرت میں ڈوب جائے گی۔

یہ مقصد بھی نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے پورا ہوا اور آپؐ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں نہ صرف آپؐ کے زمانہ میں بلکہ بعد میں بھی ہر صدی میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو اس مقصد کو پورا کرنے والے تھے اس کی تفصیل میں بھی میں اس وقت جانہ نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ نے تو فیں عطا کی توجیب میں ذمہ دار یوں کی طرف دوستوں کو توجہ دلاؤں گا اس وقت میں اس کی تفصیل میں جاؤں گا۔ انشاء اللہ۔

پندرہواں مقصد بیلداً ایناً میں بیان ہوا تھا اور وعدہ دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس گھر کو دنیا کے ظالمانہ حملوں سے اپنی پناہ میں رکھے گا اور اس کے مٹانے کی ہر کوشش ناکام کر دی جائے گی بلکہ حملہ آور رتبہ اور

بر باد ہوں گے اور اس میں اس طرف اشارہ ہتا کہ ہم نے مکہ کی حفاظت ایک خاص غرض کے ماتحت کی ہے اور بتایا تھا مکہ کی حفاظت اس لئے کی جائے گی تا دنیا پر یہ بات واضح کریں کہ جس نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم اس مقام سے مبعوث کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری حفاظت میں ہو گا اور تا دنیا یہ جان لے کہ جو شریعت ہم یہاں نازل کرنا چاہتے ہیں اس کے بھی ہم ہی محافظ ہوں گے۔

تو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خدا کی پناہ میں ہونا اور اس نبی معصوم پر جو شریعت نازل ہوئی ہے اس کا پوری طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہونا۔ خانہ کعبہ کی حفاظت میں ان ہر دو کی حفاظت کا وعدہ دیا گیا تھا چنانچہ قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا کہ جو وعدہ کیا گیا تھا اس وعدہ کے مصدق محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور فرمایا **وَاللَّهُ يَعِصِمُكُمْ مِنَ النَّاسِ**۔ اس آیت کی ابتداء یوں ہوتی ہے۔ **إِيَّاهَا الرَّوْسُولُ تَبَلَّغُ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ** (المائدہ: ۲۸) کہ جو ہدایت اور جو تعلیم اور جو شریعت تم پر نازل کی گئی ہے تم بلا خوف اور بغیر خطرے کے دلیری کے ساتھ اس کی تبلیغ کرو اور اس آب حیات کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤ، لیکن ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ اس تبلیغ پر دنیا راضی نہیں ہو گی اور خوش نہیں ہو گی بلکہ وہ ہزار منصوبے بنائے گی تمہیں قتل کرنے کے تمہیں ہلاک کرنے کے، تمہیں مٹا دینے کے، تمہاری تنظیم کو مٹا دینے کے۔ لیکن تم دنیا اور اس کے منصوبوں اور سازشوں کی پرواہ نہ کر، کیونکہ ہمارا تم سے یہ وعدہ ہے کہ تم ہماری پناہ میں ہو، ہماری حفاظت میں ہو دنیا جو چاہے کرے، دنیا کی سب طاقتیں بھی اکٹھی ہوں چاہتی ہوں، ہو لیں تمہیں تباہ نہیں کر سکتیں تمہیں ہلاک نہیں کر سکتیں اس لئے تم بغیر کسی خوف اور خطرے کے اپنی تبلیغ میں لگے رہو کیونکہ ہم تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہمارے فرشتے آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہیں ہلاکت سے بچائیں گے اور محفوظ رکھیں گے۔

اس آیت کو شروع کیا گیا ہے تبلیغ پر زور دینے سے اور پھر تسلی دلائی گئی ہے کہ جب تم تبلیغ کرو گے تو تمہارے خلاف فتنے تو کھڑے ہوں گے مگر تم ہلاک نہیں ہو گے۔ تکنیفیں تو دنیا میں دنیا والوں سے خدا تعالیٰ کے لئے خدا کے بندوں کو پہنچتی ہیں لیکن تم خدا تعالیٰ کی پناہ میں ہو اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تمہیں کوئی طاقت ہلاک نہیں کر سکتی، مٹا نہیں سکتی۔ اگر یہ وعدہ امت محمدیہ کو نہ دیا جاتا تو **بَلَغَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ** کا جو فریض تھا وہ کبھی ادا نہ کر سکتی کیونکہ نہیں یہ فکر ہوتی کہ اگر دشمن نے ہمیں ہلاک کر دیا تو تبلیغ کا راستہ کلیٰ منقطع ہو جائے گا خدا تعالیٰ نے کہا تم میں سے بعض مارے جاسکتے ہیں، تم میں

سے بعض ہلاک کئے جاسکتے ہیں، تم میں سے بعض قید کئے جاسکتے ہیں۔ تم میں سے بعض تبلیغ کے لحاظ سے پابند کئے جاسکتے ہیں تم میں سے بعض کی زبان بندی کی جاسکتی ہے۔ تم میں سے بعض کی قلم بندی کی جاسکتی ہے لیکن بھیثیت جمیع امت مسلمہ اس قسم کے ابتلاء اور اس قسم کے مصائب سے خدا تعالیٰ کی پناہ میں ہے اور اس قسم کی کوئی مصیبت اس پر نہیں آسکتی جو صفحہ ہستی سے ان کو مٹا دے۔

اگر آپ غور کریں تو ایک وقت وہ بھی تھا کہ اگر نبی اکرم ﷺ خدا کی حفاظت میں نہ ہوتے تو مکہ کا ایک سر پھرا آدمی آپ کو قتل کر دیتا یعنی اسلام کو مٹانے کے لئے صرف ایک آدمی کی ضرورت تھی پھر ایک وقت وہ آیا کہ اگر تین ہزار آدمی مرنے کے لئے تیار ہو جاتے تو بظاہر اسلام کو مٹا دیتے، لیکن خدا نے کہا کہ میں اتنے آدمی اور اتنی طاقت اسلام کے خلاف کو نہیں دوں گا کہ وہ اسلام پر کاری ضرب لگا سکے چنانچہ بدر کے میدان میں قریباً تین گنا طاقت کے ساتھ وہ آئے تھے۔ بعض صحابہ شہید بھی ہوئے لیکن انہیں مٹنے نہیں دیا گیا۔ پھر جب تک مکہ میں اور عرب میں اسلام مضبوط نہیں ہو گیا، قیصر اور کسری کو خدا نے اجازت نہیں دی کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر دیکھیں۔ لیکن جب اسلام ملک عرب میں مضبوط ہو گیا تو قیصر و کسری کو بھی اجازت دی گئی کہ وہ اسلام کے خلاف جس قدر چاہیں زور لگالیں اور جو کچھ ان سے بن آیا اسلام کی مخالفت میں انہوں نے کیا مگر ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھا اور سب سے بڑا مجرم جو ہمیں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی وقت بھی مخالفین کو اتنی طاقت نہیں دی گئی کہ وہ امت مسلمہ کو کلیّہ مٹا دیں۔

ایک حصہ نے قربانی دی ایک حصہ سے اللہ تعالیٰ نے قربانی یعنی چاہی اور بیشاشت سے اس کی راہ میں انہوں نے مصائب کے پھاڑ جھیلے لیکن امت مسلمہ بھیثیت ایک امت کے ہمیشہ خدا کی پناہ میں رہی اب مثلاً ہمارے زمانہ میں دجالی طاقتوں نے اس قدر قوت حاصل کر لی ہے کہ اگر وہ چاہتے یا اگر وہ چاہیں تو دنیا کے سارے مسلمانوں کو قتل کر سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے جہاں پہلے دوسری قسم کے مجرمے دکھائے اب یہ مجرمہ دکھایا کہ انسان کی عقل پر فرشتوں کا پھرا ٹھادا دیا اور ان کو کہا کہ یہ زمانہ تلوار کے ساتھ مذہب کو مٹانے کا نہیں دلائل سے مقابلہ ہونا چاہئے۔ ان کے پاس طاقت تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ کو اس طرف سے ہٹا دیا کہ وہ طاقت کے ذریعہ مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کریں۔ پس آج اگر دجال مادی طاقت کو استعمال کر کے ہر مسلمان کو قتل کرنا چاہے تو اس کے اندر یہ طاقت تو ہے لیکن خدا نے کہا کہ طاقت تو دے دی ہے لیکن اس کے استعمال کی اجازت نہیں دوں گا، اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف۔

جس طرح نبی اکرم ﷺ کو وعدہ دیا گیا خصوصی حفاظت کا اسی وجہ سے اور اسی غرض کے پیش نظر اُمت مسلمہ کو بھی خصوصی حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہے اور عملاً دنیا میں کبھی بھی خدا تعالیٰ نے مخالفین کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اُمت مسلمہ کو کلیّۃ دنیا سے مٹا دیں۔ اپنے ہی حالات دیکھ لواںک وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے ایک آدمی کافی تھا کوئی جماعت آپ کے اردوگر نہیں تھی ایک بار صرف بارہ آدمی آپ کے ساتھ تھے، ملی کے سفر میں بڑا بلوہ ہوا بابر کی دیوار یا دروازہ توڑ کے مخالف صحن میں لکھس آئے اور اندر کے دروازے کو توڑ رہے تھے کہ پتہ نہیں کیوں؟ وہ وہاں سے بھاگ اٹھے اور واپس چلے گئے وہ کیوں بھاگے؟ اس سوال کا جواب اس آیت میں ہے جو شخص خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو یا جو قوم خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو، دنیا کا کوئی مکر، دنیا کا کوئی منصوبہ اور دنیا کی کوئی طاقت اسے یا انہیں مٹا نہیں سکتی اور یہ وعدہ جو ہے یہ دلوں کو مضبوط کرنے والا اور قربانیوں پر ابھارنے والا ہے۔

دوسرے اس میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ جو شریعت دی جائے گی اس نبی کو وہ بھی محفوظ ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **إِنَّا هُنَّ نَزَّلْنَا الِّدِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفْظُونَ** (الحجر : ۱۰) کہ اس ذکر اور اس قرآن کریم کو ہم نے اتارا ہے اور اس کی حفاظت کے سامان مہیا کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے جس طرح چاہا اس نے حفاظت کی اور کرتا چلا آ رہا ہے۔ جب کثرت کے ساتھ کاغذ پر قرآن کریم لکھا جا کر اس کی اشاعت کے ذریعہ اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں ذہنوں کو اس بات کے لئے تیار بھی کیا اور اس کی طاقت بھی دی کہ وہ قرآن کریم کو حفظ کر لیں اور ان میں سے ہزاروں ایسے بھی پیدا ہوئے جن کا حافظہ اتنا اچھا تھا کہ وہ زیر وزبر کی غلطی بھی کبھی نہیں کرتے تھے لیکن سارے مل کے تو ایسا حافظہ رکھنے والے تھے کہ اگر کوئی غلطی کر جاتا تھا تو دوسرا فوراً اس کی تصحیح کرنے والا بھی موجود ہوتا تھا یعنی بحیثیت مجموعی حافظ قرآن غلطی نہیں کر سکتے تھے۔

پھر یہ بتانے کے لئے کہ حفاظت کی یہ کثرت اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت کے ماتحت پیدا ہوئی تھی جب قرآن کریم کا غذ کے اوپر شائع ہونا شروع ہو گیا تو حفاظت کی تعداد کم ہونی شروع ہو گئی اور اس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ تھا۔ انسانی تدبیر کا اس میں داخل نہ تھا معانی کے لحاظ سے ہر صدی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے بزرگ اور اولیاء پیدا کئے صدی کے شروع میں بھی صدی کے وسط میں بھی اور صدی کے آخر میں بھی کہ جو خدا تعالیٰ کی توفیق سے خدا تعالیٰ کا اس قدر قرب حاصل کرنے

واليے تھے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کو علم قرآن سکھاتا تھا خود ان کا معلم تھا اور اپنے وقت کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے اور اپنے وقت کے مسائل کو وہ حل کرنے والے اور اپنے وقت کی الجھنوں کو وہ سل جھانے والے تھے۔

پھر اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی زبردست تحریک دنیا میں جاری کی ہے تمام اکناف عالم میں اسلام کو غالب کرنے کی اور اسلام کے نور کو پھیلانے کی اور ہمیں اس نے محض اپنے فضل سے یہ توفیق عطا کی ہے کہ ہم آپ کی جماعت میں شامل ہوں اور ہمارے لئے یہ موقع مہیا کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو وہ قربانیاں دے کر جو خدا تعالیٰ ہم سے لینا چاہتا ہے ہم اس کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں اور خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس کی رضا کو حاصل کرنے والا بنے۔ تو لفظی حفاظت بھی اور معنوی حفاظت بھی قرآن کریم کی اللہ تعالیٰ نے کی ایسے حالات میں ایسے طریق پر یہ حفاظت کی کہ کوئی عقل مند شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو قرآن کریم کی حفاظت کی گئی ہے وہ کسی انسانی تدبیر کا نتیجہ نہیں ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ اور خاص اس کی حفاظت کی وجہ سے ہے جس کا اس نے وعدہ دیا تھا وہ اپنے وعدوں کا سچا، اپنے قول کا صادق ہے اس نے اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ ہمیں بھی وہ ان بندوں میں شامل کر لے کہ جن کے ذمہ وہ یہ لگائے کہ قرآن کریم کی معنوی حفاظت کرو یعنی صحیح علم قرآن وہ حاصل کرنے والے ہوں۔ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے نہ ہوں اپنے دنیوی مطلب کے حصول کے لئے قرآن کریم کو استعمال کرنے والے نہ ہوں۔ بلکہ قرآن کریم کے حقیقی علوم وہ اپنے رب سے سیکھنے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کے ان پیاروں میں شامل ہوں جن پر خدا تعالیٰ اپنا فضل کرتا اور ان کے ذریعہ سے اس عظیم کتاب مکنون کے علوم ضروریہ کے چہرہ سے پردوں کو ہٹاتا ہے اور وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کر لے جن کی زبان پر تو قرآن ہوتا ہے لیکن جن کا دل قرآن کے نور سے خالی ہوتا ہے۔

(روزنامہ لفضل ربوہ ۲۸ ربیون ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۵)

اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے قربانیاں دیتے والوں کے اعمال ضائع نہیں جاتے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ جون ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیکھایا۔
- ☆ جب تک اللہ تعالیٰ کی مغفرت نہ ہو شرات تمہارے اعمال کے نتیجہ میں نہیں مل سکتے۔
- ☆ روحانی رفتگوں کا حصول صرف دعاوں کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔
- ☆ اعمال کوئی شے نہیں جب تک مقبول نہ ہوں۔
- ☆ سب بزرگیاں اور ساری "ولایت" خلافت راشدہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

خانہ کعبہ کی تعمیر کا سلیہ وال مقصود وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَرَاتِ میں بیان ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ کے فیوض اور برکات کو دیکھ کر دنیا اس نتیجہ پر پہنچ گی کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انتہائی قربانیاں دیتے ہیں اور دنیا سے منہ موڑ کر صرف اور صرف اُسی کے ہو رہتے ہیں ان کے اعمال ضائع نہیں جاتے بلکہ انہیں ان اعمال مقبولہ کا بہترین بدله اور شیریں پھل ملتا ہے اور ان کے عاجزانہ اور عاشقانہ اعمال کے بہترین نتائج نلتے ہیں۔

قرآن کریم نے خود یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ مقصود بھی نبی کریم ﷺ کی ذات اور قرآنی شریعت سے پورا ہوا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ سورہ قصص میں فرماتا ہے۔

وَقَالُوا إِنَّنَا نَتَبِعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ تُتَحَطَّفُ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَماً إِمَّا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَنَا وَلِكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (القصص: ۵۸)

یہاں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب جب قرآن کریم کی شریعت قرآن کریم کی ہدایت اور تعلیم ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم اس ہدایت کی جو تو لے کے آیا ہے اگر اتباع کریں تو اپنے ملک سے اُچک لئے جائیں گے، دنیا ہماری دشمن ہو جائے گی اور ہماری مخالف ہو جائے گی ہمیں تباہ و بر باد کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہم اس ہدایت پر ایمان لا کر اپنی تباہی کے سامان کیوں پیدا کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَماً اِمَّا کیا وہ جانتے نہیں کہ ہم نے اس نبی کا اور اس شریعت کا تعلق حرم کے ساتھ رکھا تھا اور بیت اللہ کو ایک علامت بنایا تھا اس بات کی کہ یہ نبی اور اس کے ماننے والے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں گے اور

جو شریعت اس پر نازل ہوگی اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی محض اور محض اللہ تعالیٰ کے اوپر ہوگی۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم کعبہ کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا مجملہ آور ہمیشہ منہ کی کھاتے رہے اور ناکام ہوئے اور دنیا اس بات پر بھی گواہ ہے اور گواہ بنتی رہے گی کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے مقصد کو دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کا کوئی منصوبہ، دنیا کی کوئی سازش بھی تباہ نہیں کر سکتی اور نہ کوئی دجل قرآن کریم کی شریعت میں دخل پاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کو محفوظ اور امن والے مکان میں جگہ دی ہے۔ حرم کعبہ میں بھی، حرم عصمت نبی اکرم ﷺ میں بھی اور حرم شریعت اسلامیہ یعنی قرآن کریم میں بھی۔ یہ تمام محفوظ چیزیں ہیں۔ محفوظ ہستیاں ہیں، محفوظ مقام ہیں، اگر تم اس حرم کے ساتھ اپنے تعلق کو قائم کرو گے تو جس طرح حرم خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہے، اسی طرح تم بھی اس کی حفاظت میں آ جاؤ گے اور یہ بات غلط ہوگی کہ نَسْخَطْفَ مِنْ أَرْضِنَا دنیا کی کوئی طاقت تمہیں برباد کر سکے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يُجْبِي إِلَيْهِ شَمَرَاثٌ كُلُّ شَيْءٍ کہ اس حرم کے ساتھ ہم نے یہ بات بھی لگادی ہے کہ ہر قسم کے پھل یہاں لائے جاتے ہیں یعنی اس سے تعلق قائم کر کے ہر قسم کے اعمال صالحہ بجالا نامکن بھی ہو جاتا ہے۔ اس کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ سے انسان پاتا ہے اور اس کے بہترین نتائج کا وعدہ بھی دیا گیا ہے پس جو بھی خلوص نیت رکھتا ہو اور اس کے اندر کسی قسم کا فساد نہ ہو وہ ان پھلوں کو حاصل کرتا ہے تو یہاں يُجْبِي إِلَيْهِ شَمَرَاثٌ كُلُّ شَيْءٍ کو حرم کے ساتھ اور حرم کو ان کے موقف وَقَالُوا إِنَّ نَتَّبِعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَسْخَطْفَ مِنْ أَرْضِنَا کی تردید میں ایک دلیل ٹھہرا کر اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ابراہیمی دعا میں جن پھلوں کا جن جزاں کا ذکر تھا، ان کا تعلق حقیقی طور پر نبی کریم ﷺ اور اُمت محمدیہ کے ساتھ تھا اور ہے اور قائم رہے گا۔

یہ شرات جو ہیں (من الشَّمَرَاتِ) اس کی تفسیر قرآن کریم میں سورہ محمد ﷺ میں بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَثُلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ طِفِيْهَا اَنْهَرٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ اسِنٍ وَانْهَرٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَقْمُهُ وَانْهَرٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٌ لِلشَّرِيفِينَ وَانْهَرٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفَّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الشَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ۔ (سورہ محمد: ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ متقدی جو اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ هُدَیٰ لِّمُتَّقِینَ (سورہ بقرہ کے شروع میں ہی) ان کا پختہ ایمان اور ان کے صحیح اعتقادات جو ہیں ان کو ایک باغ کی شکل میں درختوں کی شکل میں پیدا کر دیا جاتا ہے اس دنیا میں بطور مجاز کے اور اس دنیا میں حقیقی طور پر وہ درختوں کی شکل کو اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہماری ہدایت پر عمل کر کے جو لوگ حقیقی معنی میں متقدی بن جاتے ہیں ان کو ایک جنت دی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے درخت لگے ہوئے ہوتے ہیں اور فِیْهَا أَنْهَرٌ مِّنْ مَاءٍ غَيْرِ اسْنِ ان کو اعمال صالح کی توفیق عطا کی جاتی ہے اور ان کو بثاشت قلبی عطا کی جاتی ہے کہ اس کے مزے کو چکھ کرو وہ ان اعمال کو چھوڑنے کے لئے کسی قیمت پر بھی تیار نہیں ہوتے پس فرمایا کہ ان اعمال صالح کو ایسی نہروں میں تبدیل کر دیا جائے گا، اس زندگی میں بھی اس دنیا میں بھی کہ جس میں ایسا پانی ہو جو خراب ہونے والا نہ ہو یعنی ایک دفعہ اعمال صالح کا چسکہ پڑ جانے کے بعد پھر یہ چسکہ بھی چھوٹے گا نہیں پھر جب بختہ ایمان کے نتیجہ میں ان ہدایتوں کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ہیں وہ صحیح معنی میں خلوص دل کے ساتھ اعمال صالح بجا لانے لگیں گے تو مزید روحانی ترقیات کے دروازے ان کے اوپر کھولے جائیں گے وہ با تین جو پہلے بطور اسرار کے تھیں اور جو راز تھا روحانی، وہ ان پر مکشاف اور ظاہر ہو جائے گا اور اس کے نتیجہ میں مومن کی روحانیت ترقی کرے گی اور یہ کیفیت أَنْهَرٌ مِّنْ لَبِنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ایک ایسے دودھ کی شکل اختیار کر جائے گی جس کے خراب ہونے کا کوئی اندریشہ نہیں ہو گا پھر ان روحانی علوم کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حقیقی اور گناہ سوز عشق ان میں پیدا ہو جائے گا اپنے وجود پر وہ ایک موت وارد کر لیں گے۔

خدا تعالیٰ کی محبت میں کھوئے جائیں گے اس کے عشق میں ہمیشہ مست رہیں گے اور ان کیفیات کو وَأَنْهَرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٌ لِّلشَّرِبِينَ کی شکل دے دی جائے گی یہاں یہ بھی بتایا کہ جو اس کا تجربہ نہیں رکھتا وہ اس کی لذت کو کیا جانے اور اسی وجہ سے ایسے لوگ عشق الہی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کیونکہ بہت سے ابتلاؤں کے کائنے بھی اس نہر کے گرد بوئے گئے ہیں لیکن جو ایک دفعہ اس کو چکھ لے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اسے حاصل ہو جائے وہی بتا سکتا ہے کہ وہ لذت جو عشق الہی میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں اور پھر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا ہو جائے اور اس کے مقدار میں أَنْهَرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُضَفَّیٌ ہیں وہ تمام بیکاریوں سے شفا حاصل کر لیتا ہے پھر کوئی بیماری اس کے اوپر حملہ آؤ نہیں ہو سکتی کلی شفا وہ پالیتا ہے تمام

شیطانی حملوں سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے گویا کہ وہ خدا کی گود میں آ گیا اور کسی قسم کا کوئی خطرہ اس کو نہ رہا۔ یہ کیفیت ہے جو وَإِنَّهُرُ مِنْ عَسَلٍ مُصَفَّى کی شکل میں اس دنیا میں بھی ایک رنگ میں اور اس دنیا میں بھی اس دنیا کے رنگ میں پیدا ہو جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الشَّمَرَاتِ کہ یہ پھل جو ہیں اسلام سے تم پاؤ گے یعنی ہر قسم کے پھل تمہیں دیئے جائیں گے ہر قسم کے درخت ہوں گے جو صحیح عقائد ہوں گے وہ درخت کی شکل اختیار کریں گے۔ پھر ایسا ایمان تمہیں دیا جائے گا کہ تم شوق و بشاشت کے ساتھ ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کر کے اعمال صالحہ مجاہد گے اور ان اعمال صالحہ کو پانی کی نہروں کی شکل میں بنادیا جائے گا جن سے وہ باغ پرورش پائیں گے پانی کے بغیر باغ پرورش نہیں پاسکتا۔ اعمال صالحہ کے بغیر صحیح اعقادات پر انسان قائم نہیں رہ سکتا۔ جب عمل صالحہ نہ رہے تو پھر اعتماد بھی بدناپڑتا ہے۔ وُعِدَ الْمُتَّقُونَ میں اسی طرف اشارہ ہے اس واسطے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآنی شریعت سے اور خرابی پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن کریم کے اندر کوئی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی لیکن اس عقیدہ کے نتیجہ میں عمل کرنا ہے انسان نے۔ تو فرمایا کہ وہ اعمال صالحہ کی اللہ تعالیٰ سے توفیق پائے گا۔ اور ایسی توفیق پائے گا۔ کہ غَيْرِ اسِنِ پھر اس کوی خطرہ نہیں ہو گا کہ بھی شیطان بھاک کر اسے دوسرا طرف لے جائے۔

پھر اس کے بعد روحانی علوم اور اسرار اس پر کھلیں گے اور دودھ کی شکل اختیار کر لیں گیا اور پھر ان روحانی اسرار کے اکتشاف سے اس کے دل میں بے انتہا محبت اپنے رب کے لئے پیدا ہو گی اور یہ محبت الٰہِ إِنَّهُرُ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٌ لِلشَّرِّبِينَ کی شکل اختیار کر جائے گی۔ پھر اس کے نتیجہ میں وہ ہر قسم کی روحانی بیماری سے محفوظ ہو جائے گا یعنی انہرُ مِنْ عَسَلٍ مُصَفَّى اسے میرا جائیں گی۔ پس یہ پھل ہیں جو اسلام اسے دیتا ہے، یہ وہ پھل ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وَأَرْزَقَ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَرَاتِ

وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمُ اللَّهُتَعَالَیٰ فرماتا ہے کہ یہ پھل صرف تمہارے اعمال کے نتیجہ میں نہیں مل سکتا تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مغفرت حاصل نہ ہوتی پس اس مغفرة کا وعدہ بھی تمہیں اسلام میں ہی دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آیت کی طرف اشارہ تو نہیں کیا لیکن میں نے غور کیا اور اگر آپ بھی غور کریں تو اسی نتیجہ تک پہنچیں گے کہ اسی آیت کا مفہوم اس اقتباس میں حضرت مسیح

موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے جو میں آپ کو ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئینے کمالاتِ اسلام میں فرماتے ہیں:-

”اب ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالبِ کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناؤٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہ ہوں میں ہر ایک قوت اس کے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کی اعلیٰ تجلیات تمام جب سے مبراہو کراس کی طرف رخ کرتی ہیں اور طرح طرح کی برکات اس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفاتِ صحیح اور الہاماتِ یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور مغلقات شرع اور دین کے اور اسرار سرستہ ملکتِ حیفیہ کے اس پر مشفق ہو جاتے ہیں اور ملکوتِ الہی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے، تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کمال حاصل کرے اور اس کی زبان اور اس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکاتِ سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے جوابوں کی تنگ دلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور ردائیت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکھی اس سے دور کر کے اس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکھی مبدل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرا یہ پہن لیتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے سنتا اور خدائے تعالیٰ سے دیکھتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اس کا غصب خدائے تعالیٰ کا غصب اور اس کا رحم خدائے تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعا میں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلاء کے اور وہ زمین پر حُجّت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے اور آسان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اس کو عطا ہوتا ہے مکالماتِ الہیہ اور مناطقیاتِ حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاشہد لذت اپنے

ساتھ رکھتے ہیں اور طمانتی اور سکینیت بخشتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۲۲۶، ۲۳۱)

یہ وہ ثمرات ہیں جن کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور یہ وہ ثمرات ہیں جو امت محمدیہ کو کثرت کے ساتھ عطا ہوئے کہ دیکھنے والی آنکھ انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔

ستر ہوں غرضِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَ میں بیان ہوئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ اعمال کوئی شے نہیں جب تک مقبول نہ ہوں اس لئے روحانی رفتوں کا حصول صرف دعا کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے اور اس میں اشارہ تھا کہ ایک عظیم نبی یہاں مبعوث ہو گا اور اس کے فیوض روحانی کے طفیل ایک ایسی امت جنم لے گی جو اس حقیقت کو سمجھنے والی ہو گی کہ انتہائی قربانیاں بھی بے سود اور بے نتیجہ ہیں جب تک عاجزانہ دعاوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب نہ کیا جائے پس دعاوں کے ذریعہ ہی معرفت کے بلند مقام کو وہ حاصل کرے گی اور دعاوں کے طفیل ہی اپنے اعمال کے بہترین پھل وہ پائے گی۔

قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ ان تین مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دعا اور قبولیت دعا پر اسلام نے جو روشنی ڈالی ہے کسی اور مذہب نہیں ڈالی کوئی اور مذہب اس کے مقابلہ میں پیش ہی نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ سورۃ فرقان کے آخر میں عباد الرحمن کا ذکر کرتا ہے کہ عباد الرحمن وہ ہیں جو یہ اعمال بجالاتے ہیں یا ان اعمال سے پر ہیز کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ الرَّحْمَنُ کے معنی ہیں وہ پاک ہستی (اللہ) جو بغیر کسی عمل کرنے والے کے عمل اور بغیر کسی استحقاق حق کے اپنا احسان اس پر کرتی ہے۔ آگے عبادُ الرَّحْمَنِ کے سارے اعمال کا ذکر ہے جس کا بظاہر صفتِ رحمیت کے ساتھ تعلق ہے۔

پس یہاں مضمون یہ بیان ہوا ہے کہ تم نیک اعمال جتنے چاہو بجالا و، جب تک رحمیت کے ساتھ رحمانیت کا فیض شامل نہیں ہو گا تمہیں کوئی بدل نہیں مل سکتا۔ اسی لئے جب یہ مضمون ختم کیا تو آخر میں بڑے پروشوکت الفاظ میں یہ فرمایا قُلْ مَا يَعْبُدُ أَكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاءُ كُمْ فَقَدْ كَذَبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَاماً (الفرقان: ۸۷) یعنی یہ تو صحیح ہے کہ اعمال صالحة بجالانا بھی ضروری ہے اور بد اعمال سے بچنا بھی انسان کے فائدہ کی چیز ہے لیکن یہ یاد رکھو تمہاری اور تمہاری نیکیوں کی تمہارے خدا کو کیا پرواہ ہے لَوْلَا دُعَاءُ كُمْ ہاں اگر تم اس کی پرواہ کرتے ہو تو اپنی دعاوں سے اس کے فضل کو جذب کرو۔ جب تم اپنی دعاوں کے ساتھ اس کے فضل کو جذب کرو گے تو تمہارے یہ اعمال تمہیں فائدہ پہنچا سکیں گے۔ پھر دعا

بھی ہے معنی ہے جب دعا کے ساتھ قبولیت دعا حاصل نہ کی جائے۔ دعا کی قبولیت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہی چاہئے اور اس کے لئے بھی دعا کرنی پڑتی ہے لیں ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اے خدا ہم کچھ کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہم اعمال صالح کی قبولیت کے لئے جو دعا میں کرتے ہیں وہ بھی تجوہ تک تبھی پہنچ سکتی ہیں کہ جب تو ہماری دعاؤں کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لے تو قبولیت دعا کے لئے پھر آگے دعا کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ خدا کو تمہاری کوئی پروا نہیں، تمہارے اعمال کی کوئی پروا نہیں، تمہاری قربانیوں کی کوئی پروا نہیں، جو تم صدقہ و خیرات اس کی راہ میں دیتے ہو اس کو ان کی کیا پروا ہے۔ اس کے خزانے کیا خالی ہیں کہ تمہارے مال کی اس کو پروا ہو؟ تم اس کے احکام بجالاتے ہو، انتہائی طور پر مجاہدہ کرتے ہو، کوشش کرتے ہو اس کی راہ میں، پھر بھی اسے تمہاری کوئی پروا نہیں تمہیں ان تمام چیزوں کا فائدہ اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب تم دعا کے ذریعہ اس کے فضل کو جذب کرو۔ جب رحمیت کے جلوہ کے ساتھ رحمانیت کا جلوہ بھی شامل ہو جائے تب تمہاری حقیر کو ششیں بھی تمہیں ساتویں آسمان تک پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن اگر تم یہ سمجھو کہ اس کے فضل کے بغیر تم پہنچ سکتے ہو، شیطان کی گود میں تو تم جاسکتے ہو لیکن رحمان اس کے فضل کے بغیر تھُثُث الشَّرِّی تک تو تم پہنچ سکتے ہو، شیطان کی گود میں تو تم جاسکتے ہو لیکن رحمان خدا کی گود میں اس کے فضل اور رحم کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا۔ فَقَدْ كَذَّبُتُمْ تم اس حقیقت کو جھلاتے ہو تم میں سے بعض بظاہر بڑے متقی اور پرہیزگار ہیں لیکن وہ اپنے اعمال پر اپنی دعاؤں پر اور اپنی شب بیداری پر اور دنیا کے لوگوں کی خدمت جو وہ کرتے ہیں اس پر فخر کرنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں ہے جب تک کہ وہ دعا کو اپنی تمام شرائط کے ساتھ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کر کے رحمانیت کے جوش میں ان کے اعمال کو قبول نہ کر لے۔

فَسُوفَ يَكُونُ لِزَاماً اب تمہارے جھٹلانے کے بد نتائج تمہارے ساتھ لگے رہیں گے۔ اب دیکھو اس وقت مسلمانوں کے بعض فرقوں میں انتہائی مجاہدہ کرنے والے لوگ بھی ہیں لیکن ان کے مجاہدات کا کیا نتیجہ ان کے حق میں نکل رہا ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں وہ نتیجہ نہیں نکل رہا جو ایک متقی کے ایسے ہی اعمال بلکہ اس سے ہزارویں حصہ اعمال کا نتیجہ نکلا کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام برائیں احمد یہ میں فرماتے ہیں:-

”حقیقت میں انہی دو چیزوں کا تصور دعا کے لئے ضروری ہے۔ یعنی اول اس بات کا

تصور کہ خداۓ تعالیٰ ہر یک قسم کی ربویت اور پروش اور رحمت اور بدله دینے پر قادر ہے اور اس کی یہ صفات کاملہ ہمیشہ اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں دوسرے اس بات کا تصور کہ انسان بغیر توفیق اور تائید الہی کے کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتا اور بلاشبہ یہ دونوں تصور ایسے ہیں کہ جب دعا کرنے کے وقت دل میں جنم جاتے ہیں تو یہاں یک انسان کی حالت کو ایسا تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک منتکبر ان سے متاثر ہو کر روتا ہوا زمین پر گرد پڑتا ہے اور ایک گردن کش سخت دل کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی گل ہے جس سے ایک غافل مردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ انہیں دو باتوں کے تصور سے ہر یک دل دعا کرنے کی طرف کھینچا جاتا ہے غرض یہی وہ روحانی وسیلہ ہے جس سے انسان کی روح رو بخدا ہوتی ہے اور اپنی کمزوری اور امداد ربانی پر نظر پڑتی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے انسان ایک ایسے عالم بے خودی میں پہنچ جاتا ہے جہاں اپنی مکدر ہستی کا نشان باقی نہیں رہتا اور صرف ایک ذات عظیم کا جلال چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور وہی ذات رحمت کل اور ہر یک ہستی کا ستون اور ہر یک درد کا چارہ اور ہر یک فیض کا مبداء دکھائی دیتی ہے آخر اس سے ایک صورت فنا فی اللہ کی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جس کے ظہور سے نہ انسان مخلوق کی طرف مائل رہتا ہے، نہ اپنے نفس کی طرف، نہ اپنے ارادہ کی طرف اور بالکل خدا کی محبت میں کھو یا جاتا ہے اور اس ہستی حقیقی کی شہود سے اپنی اور دوسری مخلوق چیزوں کی ہستی کا عدم معلوم ہوتی ہے۔ (براہین الحمد یہ روحانی خزانہ جلد اصفہ ۲۷۵ تا ۳۷۵ حاشیہ نمبر اطیع اول)

اٹھار ہویں غرض یہ بتائی گئی تھی کہ خانہ کعبہ کے قیام کے نتیجہ میں خداۓ سمیع کی معرفت دنیا حاصل کر لے گی ایک ایسی امت یہاں پیدا کی جائے گی جو دنیا کو خداۓ سمیع سے متعارف کرائے گی اور دنیا اس حقیقت سے انکار نہ کر سکے گی کہ تضرع اور ابہتال سے دعاؤں میں مشغول رہنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع کے جلوے دیکھا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ مومن میں فرماتا ہے۔ وَقَالَ رَبُّكُمْ أَذْعُونُنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الظَّالِمِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدُ الْخُلُقُونَ جَهَنَّمَ ذَاخِرِينَ (سورہ المومن ۲۱) کہ تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنوں گا لیکن وہ لوگ جو تکبر کرتے ہوئے میری حقیقی عبادت سے منہ پھیر لیتے ہیں یعنی ایسی عبادت سے جسے میں قبول کیا کرتا ہوں اور جس کے متعلق میں دوسری جگہ قرآن کریم میں کہہ چکا ہوں کہ تمہاری عبادتوں کے ساتھ تمہاری دعاؤں کا ہونا ضروری

ہے اور جو لوگ تکبر سے اپنی عبادت کو عبودیت کے اس مقام پر نہیں لا سکیں گے میں انہیں جہنم کی سزا دوں گا اور وہ ناکامی اور میرے قہر اور غصب کی جہنم میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادٍ يَعْنِي فَإِنَّيْ قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلَيَسْتَجِيبُوا إِلَى وَلَيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (سورۃ البقرۃ: ۱۸)

اے رسول! اگر میرے بندے میرے متعلق تجویز سے سوال کریں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا کیا ثبوت ہے؟ اور اس کی صفات کا علم ہم کیسے حاصل کریں تو تو ان کو جواب دے کہ خدا تو تمہارے قریب ہی ہے تم اس کے درکوٹکھٹا وہ تمہارے لئے کھولا جائے گا اور تم اس سے دعا سکیں کرو (اس کی بتائی ہوئی شرائط کے مطابق) تمہاری دعا سکیں قبول ہوں گی اور قبولیت دعا کے نتیجہ میں تم ذات باری اور صفات باری کا علم حاصل کرو گے اور اس معرفت اور عرفان کے بعد تمہارے دل اس کی محبت میں گم ہو جائیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو چاہئے وَلَيُؤْمِنُوا بِي کہ مجھ پر ایمان لا سکیں میری ذات پر اور میری صفات پر، تا وہ ہدایت پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق ”برکات الدعا“ میں فرماتے ہیں:-

”اور دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذب ہے۔
یعنی پہلے خدائے تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدائے تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر کھینچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدائے تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھلتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیڑتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے، پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدائے تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب

پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔“

(برکات الدعا و حانی خزانہ جلد ۶ صفحہ ۹)

انیسوں مقصد یہ بیان ہوا تھا کہ صفتِ سمیع کے ہی نہیں بلکہ صفتِ علیم کے جلوے بھی دنیا اس امت کے ذریعہ دیکھے گی بعض دعاؤں کا رد ہو جانا یا بعض دعاؤں کا اس رنگ میں پورا نہ ہونا جس رنگ میں وہ مانگی گئی تھیں، یہ ثابت نہیں کرے گا کہ ہمارا خدا اعز و جل سمیع نہیں ہے یا تمام قدر توں اور طاقتون کا مالک نہیں ہے بلکہ یہ ثابت کرے گا کہ جہاں وہ قادر و توانا سمیع ہے وہاں وہ علیم بھی ہے اور قبولیت دعا کا اس کی صفتِ علیم کے ساتھ بڑا گہر اتعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

”اور یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الہی بھی نہ ہو کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الہی ہوتی ہے اور اس کے پورا کرنے میں خیر نہیں ہوتی۔“ (برکات الدعا و حانی خزانہ جلد ۶ صفحہ ۱۳)

یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبولیت دعا کے لئے جن شرائط کا ذکر کیا ہے یعنی تقویٰ، طہارت، کامل یقین، کامل محبت وغیرہ یا اس قبولیت دعا سے متعلق ہیں جو اصطفاء کے رنگ میں ہو لیکن جو قبولیت دعا ابتلاء کے رنگ میں ہو اس کا ان شرائط سے تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ کنجیوں کو بھی اللہ تعالیٰ سچا خواب دکھاتا ہے۔ تاکہ ان کی ہدایت کے سامان پیدا کرے تا وہ ان کے دل میں یہ خیال پیدا کرے کہ وہ اس گند سے باہر نکلیں اور پاکیزگی کے منبع اور سرچشمہ کی طرف بھاگیں اور اپنے آپ کو پاک کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر دعا کرنے والے کا دل تقویٰ کے نور سے منور نہ ہو یا اس کا سینہ پاکیزگی کی خوبصورتی سے خالی ہو یا اس کی زبان راست گوئی کا طریق اختیار کرنے والی نہ ہو اور اس کا دل کامل یقین اور کامل محبت سے پر نہ ہو۔ اس کا ذہن کامل توجہ سے اپنے رب کی طرف جھکنے والا نہ ہو یا جو چیز مانگی گئی ہے وہ **حَلَامُ الْغُيُوبِ** کے نزدیک اس شخص کے لئے جس کے لئے وہ مانگی گئی خیر کا موجب نہ ہو تو تمام حالتوں میں دعا کو رد کر دیا

جاتا ہے مگر آخري صورت میں اللہ تعالیٰ کسی اور رنگ میں ایسی دعا کا انسان کو بدلہ دے دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”کیا یہ تسلی بخش ثبوت نہیں ہے کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک روحانی قانون قدرت ہے کہ دعا پر حضرت احادیث کی توجہ جوش مارتی ہے اور سکینت اور طمیان اور حقیقی خوش حالی ملتی ہے اگر ہم ایک مقصد کی طلب میں غلطی پرستہ ہوں تو وہی مقصد مل جاتا ہے اور اگر ہم اس خطہ کا رپھ کی طرح جو اپنی ماں سے سانپ یا آگ کا لکڑا مانگتا ہے اپنی دعا اور سوال میں غلطی پر ہوں تو خدا تعالیٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے اور باس یہ ہم دونوں صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے کیونکہ ہم دعا کے ذریعہ سے پیش از وقت خدا تعالیٰ سے علم پاتے ہیں اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہیں اور دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے کہ ابتداء سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ابر چلا آتا ہے جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے۔ تب اس مرد فانی کی دعا نہیں فیوض الہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ جن سے کام بن جائے۔“

(ایام اصلح روحانی خزانہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹)

تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دعا کے متعلق تین بنیادی باتیں ہمیں بتاتا ہے۔

ایک یہ کہ جب تک ہم دعا کے ذریعہ سے مقبول دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب نہ کریں اس وقت تک اپنے اعمال پر ہم خوش نہیں ہو سکتے۔ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ ان کو قبول کرے گا بھی یا کہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف اور پُر شوکت الفاظ میں ہمیں بتا دیا ہے قُلْ مَا يَعْبُدُوا إِلَّا كُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاءُكُمْ (الفرقان: ۸۷) تمہاری کیا پروادا ہے تمہاری نیکیوں کی کیا پروادا ہے۔ تمہارے اعمال کی کیا پروادا ہے میرے رب کو، اگر دعا کے ساتھ تم اس کی طرف جھکونہ۔

لیکن ہمیں تو اس کی پروادا ہے اور اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی محبت کے جلوے ظاہر کرتا رہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم دعاوں کے ذریعہ سے ان دعاوں کے ذریعہ سے جن میں تمام شرائط دعا

پائی جاتی ہوں، اس کے فضل کو جذب کرنے والے ہوں اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہمارے اعمال کی اتنی بھی قیمت نہیں جتنا کیڑی کے ایک پاؤں کی قیمت دنیا کی نگاہ میں ہے۔

دوسرے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اسلام نے ایسی تعلیم ہمیں عطا کی ہے کہ اگر ہم اس تعلیم کو پیش نظر رکھیں اور اسلام کی ہدایات پر عمل کریں تو ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ ہمارا خدا جو سمجھ ہے ہماری دعاؤں کو سنے گا اور قبول فرمائے گا اور ہمارے لئے اپنی رحمت کے سامان پیدا کرے گا۔

اور تیسرا بات ہمیں یہ بتائی کہ خدا تعالیٰ بے شک السَّمِينُ ہے لیکن وہ عَلِيُّ بھی ہے ایک انسان دنیا کو دھوکا دے سکتا ہے وہ ظاہر میں بزرگی کا جب پہن سکتا ہے وہ ہزار تکلف کے ساتھ اپنی بزرگی کا اعلان کر سکتا ہے لیکن اپنے رب کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ پس وہی شخص خدا کے نزدیک مقبول ہے اور اسی کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں جس کے دل میں کسی قسم کا فساد اور گند اور ناپاکی نہ ہو کبر، تکبر، نجوت، خود پسندی خود رائی، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا اور دنیا کو حقیر سمجھنا یہ باتیں نہ ہوں، بلکہ خدا تعالیٰ کے حقیقی عشق سے جو گناہ سوز ہے اس کی تمام کمزوریاں اور گناہ خاک ہو گئے ہوں اور وہ ایک پاک دل کے ساتھ اور ایک مطہر سینہ کے ساتھ اور آنسو بہانے والی آنکھ کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکنے والا ہوتا ہے اس کی دعا کو قبول کیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارا خدا (نعوذ باللہ) جاہل نہیں ہے کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے وہ جیسا کہ قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ جانتا ہے کہ کون متقدی ہے اور کون نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ کون ہمارا دشمن ہے اور کون دوست۔ وہ جانتا ہے کہ کس چیز میں ہماری بھلاکی ہے اور کس چیز میں ہمارا نقصان ہے پس ہماری دعاؤں کو علیم ہونے کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔ وہ (نعوذ باللہ) بے وقوف ماں کی طرح نہیں ہے کہ اگر بچہ آگ کا انگارہ اس سے مانگے تو بعض دفعہ چڑچڑے پن میں وہ آگ کا انگارہ اس کے سامنے رکھ دیتی ہے اور بچ کے ہاتھ کو جلا دیتی ہے وہ ماں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے وہ باپ سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے وہ جب دعاؤں کو قبول کرنے پر آتا ہے تو انہی دعاؤں کو اور اسی رنگ میں قبول کرتا ہے جو دعائیں جس رنگ میں ہمارے فائدہ کے لئے ہیں۔

لیکن جب دعا میں جو چیز مانگی گئی ہے وہ ہمارے فائدہ کے لئے نہ ہو تو وہ اسے رد کر دیتا ہے اور اس

کی بجائے محض اپنے فضل اور حرم سے کسی اور شکل اور رنگ میں اپنی رحمت کو ظاہر کرتا ہے وہ بڑا ہی پیار کرنے والا وہ بڑی ہی محبت کرنے والا رب ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گذاریں اور جماعت کے اندر اتحاد اور اتفاق کو ہمیشہ قائم رکھیں اور اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہ کریں کہ سب بزرگیاں اور ساری "ولایت" خلافت را شدہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ جو شخص اس سے باہر اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اس کی دعائیں اگر قبول بھی ہوں تو وہ قبولیت اصطفاء کی نہیں وہ قبولیت ابتلاء اور امتحان کی ہے پس اپنے رب سے ڈرتے رہنا چاہئے۔
 (روزنامہ افضل ربوہ ۱۱ جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۵)



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ

امتِ مسلمہ کا قیام

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ ربیون ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں کو چھوڑ کر خدا کی رضا پر راضی رہنے کیلئے
ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔
- ☆ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ قرآنی تعلیم کے مطابق امن کی فضا کو قائم
رکھنے کیلئے انہائی کوشش کرے۔
- ☆ توبہ اور استغفار کے بغیر، معرفت الہی اور رضا الہی کا حصول ممکن نہیں۔
- ☆ قرآن کریم نے موقع اور محل کے مطابق احسن عمل پر بہت زور دیا ہے۔
- ☆ اپنی کوششوں اور مجاہدہ اور قربانیوں کو رخنه سے خالی اور خطاء سے مبرانہ
سمجھیں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ دُرِّيَتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرَانَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا
إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتَلَوَّا عَلَيْهِمْ إِيْشَكَ وَيَعْلَمُهُمْ
الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرۃ ۱۲۹، ۱۳۰)

پھر فرمایا۔

تعیر کعبہ سے تعلق رکھنے والے ائمہ مقاصد کے متعلق میں پہلے بتاچا ہوں میسوں غرض و میں
دُرِّيَتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ میں بیان ہوئی تھی اور وعدہ دیا گیا تھا کہ موعدہ ہادی عالم ﷺ کی روحانی
تاشریف اور قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اقوام عالم کی سعید روحلیں حقیقتہ امت مسلمہ بن جائیں گی اور عرب
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے مطاب ہوں گے ان کے سب گندھوڑیے جائیں گے اور پاک اور صاف
ہو کروہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے سایہ تلے اپنے خالق حقیقی اور مالک حقیقی کے دربار میں آجع
ہوں گے اور پھر دنیا کے ہادی بینیں گے اور اُسوہ رسول ﷺ کو ساری دنیا میں قائم کریں گے۔
ابراہیمی دعاوں اور ان پیشوں یوں کے مطابق جو پہلی کتب میں پائی جاتی تھیں اللہ تعالیٰ نے
نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ ایک امت مسلمہ کو قائم کیا۔ جیسا کہ قرآن کریم سورہ حج میں فرماتا ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقًّا جَهَادِهِ هُوَاجْتَبَيْكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيَنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَةٌ
إِيْكُمْ إِنْرَاهِيْمَ هُوَ سَمُّكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلٍ وَفِي هَذَا لَيْكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ
وَتَكُونُوا شَهَادَةً عَلَى النَّاسِ فَاقْتِمُوا الصَّلْوةَ وَأَتُوا الزَّكُوْةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَكُمْ
فَيَعْمَلُ الْمَوْلَى وَيَنْعَمُ النَّصِيرُ (سورۃ الحج ۷۹)

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اپنی تمام قوت اور اپنی تمام طاقت اور اپنی تمام استعداد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اور اس کوشش اور جہاد کو اپنے کمال تک پہنچاؤ (حَقُّ جِهَادِه) اس کے حق کو پورا کرو کیونکہ اس نے تمہیں مجتبی بنایا ہے اور تمہیں بزرگی بخشی ہے اور کامل دین تمہیں دیا ہے۔ بہترین احکام تمہارے لئے نازل کئے ہیں اور ان احکام کی پیروی کرنے کے لئے جن قوتوں اور طاقتوں کی ضرورت تھی وہ بھی ساتھ ہی تمہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس لئے ان حکام کی پیروی کرنے سے تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا تمہارے باپ ابراہیم کی ملت! اللہ نے تمہیں الْمُسْلِمِینَ کا نام دیا ہے۔ امت مسلمہ قرار دیا ہے تمہارے متعلق یہ نام پہلی کتب میں بھی استعمال ہوا تھا اور قرآن کریم بھی تمہیں اُمَّةً مُسْلِمَةً۔

الْمُسْلِمِینَ کے نام سے یاد کرتا ہے اور یہ نام ان دعاویں کے نتیجہ میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھیں کہ ایک امت مسلمہ دنیا میں قائم کی جائے (اس افضل الرسل کی بعثت کے ساتھ) اور ان کی اولاد بھی امت مسلمہ میں شامل ہو پس خانہ کعبہ کے مقاصد کے ساتھ تعلق رکھنے والی جو آیات ہیں ان میں وَمِنْ ذُرِّيَّتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ کی جو دعا تھی۔ قرآن کریم سورہ حج کی اس آیت میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ دعا قبول ہو گئی اور جو پیشگوئیاں پہلی کتب میں دی گئی تھیں ان کے پورا ہونے کا وقت آ گیا آنحضرت ﷺ مبouth ہو چکے ہیں اور امت مسلمہ قائم ہو گئی ہے اور اس لئے قائم ہوئی ہے کہ انسان کے اندر جور و حانی اور اخلاقی قوتیں اور طاقتیں و دیعت کی گئی تھیں ان کے اظہار کا وقت آ گیا ہے۔ اب دنیا یہ دیکھے گی کہ انسان اپنے رب کی راہ میں اپنی طاقتوں کو کس طرح خرچ کرتا ہے اور اپنی استعدادوں کو وہ اپنے کمال تک کس طرح پہنچاتا ہے۔

اسلام کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے، اپنے رب کے سامنے اپنی گردن کو قربان کرنے کے لئے رکھ دینا۔ اپنے تمام ارادوں کو چھوڑ کر اپنی تمام خواہشوں کو چھوڑ کر خدا کی رضاۓ پر راضی رہنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا یعنی اپنا کچھ بھی باقی نہ رہے سب کچھ خدا کو دے دیا جائے اور پھر خدا سے ایک نئی زندگی حاصل کر کے ایک خیر امت کی شکل میں اس دنیا میں زندگی کے دن گزارے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مضمون کے متعلق فرماتے ہیں۔

”اور اصطلاحی معنی اسلام کے وہ ہیں جو اس آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی یہ کہ بَلِی مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرٌهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا حُوقٌ

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزُنُونَ (آل بقرہ: ۱۱۳) یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے۔ یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جاوے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔ ”اعتقادی“ طور پر اس طرح سے کہا پہنچنے والا تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور ”عملی“ طور پر اس طرح سے کہ خالصہ اللہ تھقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خداداد تو فیق سے وابستے ہیں بجالا وے۔ مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمان برداری کے آئینہ میں اپنے معبد حقيقة کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۵۸)

ایکسوائی مقصد اُرنا مَنَاسِكَنا میں بیان ہوا تھا اور بتایا گیا تھا کہ اس نبی موعود پر ایک ایسی شریعت نازل ہوگی جو انسانی فطرت کے سب سچے اور حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے والی ہوگی۔ ہر استعداد اس سے فیض یاب ہوگی اور ہر فطرت صحیح اپنے ظرف کے مطابق اس سے حصہ لے لگی ہر زمانہ کے مناسب حال، ہر قوم کے مناسب حال، ہر فرد کی استعداد کے مناسب حال اس میں تعلیم موجود ہوگی اور موجود رہے گی۔ **الْمَنَاسِكُ، الْمَنْسَكُ اور الْمُنْسِكُ** کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں زہد و عبادت، وہ کام جو حصول قرب الہی کے لئے کئے جاتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اُرنا **الْمَنَاسِكُ** عبادت کے کامل طریقہ ہمیں بتا بلکہ یہ فرمایا ہے اُرنا مَنَاسِكَنا ہمارے مناسب حال جو کامل طریق عبادت کے ہیں وہ ہمیں سکھا اور یاد رہے کہ صرف قرآنی شریعت ہی ایسی ہے جس میں یہ گنجائش موجود ہے پہلی شرائع میں یہ گنجائش موجود نہیں تھی جب اُمت مسلمہ کا وجود قائم ہو گیا اور قرآن کریم کی شریعت ان پر نازل ہو چکی۔ تب اُرنا مَنَاسِكَنا کی دعا یہ ابرا ہی کی قبول ہوئی تو اُرنا مَنَاسِكَنا میں یہ دعا کی گئی ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں موقعہ اور محل کے مطابق احسن عمل کے انتخاب کی ہمیں توفیق عطا کر چنا نچہ قرآن کریم نے بہت

زور دیا ہے اس بات پر کہ قرآنی تعلیم کے مختلف پہلو ہوتے ہیں یعنی ہر حکم کے مختلف پہلو ہوتے ہیں، جو قرآن کریم نے دیا ہے تو جو پہلو موقعہ اور محل اور تمہاری اپنی استعداد کے مطابق ہے اس پہلو سے اس عمل کو اختیار کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ اپنی استعداد سے بڑھ کر عبادتوں میں مجاہدہ کا رنگ اختیار کرتے ہیں، بہت لمبا عرصہ روزے رکھتے ہیں یا نیند کو بہت کم کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے جسم اس کی برداشت نہیں کر سکتے اور نتیجہ اس کا یہ نہیں نکلتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کر لیں بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ پاگل ہو جاتے ہیں یا ان کو بعض اور عوارض لاحق ہو جاتے ہیں کسی کو سل ہو جاتی ہے دق ہو جاتی ہے بعض اور بیماریاں ہیں جو ان کو لگ جاتی ہیں۔

دعایہاں یہ سکھائی گئی ہے وَ أَرِنَا مَنَاسِكَنَا هر قوم ہر زمانہ کے لحاظ سے اور پھر ہر قوم اور ہر زمانہ کے ہر فرد کے لحاظ سے جو مناسب عبادتیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے جو مناسب طریق ہیں وہ ہمیں سکھاتا کہ ہم ہر قسم کی بیماری سے اور ضعف سے اور لغرض سے اور بدالی سے محفوظ ہو جائیں اور تیرے قرب کو حاصل کر لیں۔

اخْسَنُ پر، یعنی جو بہتر پہلو ہے اس کے اختیار کرنے کی طرف بڑے زور سے اور بڑی کثرت سے قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے مثلاً فرمایا ہے جَادِلُهُمْ بِالْتَّيْ ہیَ أَخْسَنُ (انخل: ۱۲۶) دوسرا کے ساتھ تبادلہ خیالات کرتے ہوئے تم مختلف پہلوؤں کو اختیار کر سکتے ہو تو جو أَخْسَنُ پہلو ہے اس کو اختیار کرو ایک شخص ہے جو محبت سے بات سننے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تم اسے ڈراؤ نہیں۔ ایک موقعہ ایسا آتا ہے کہ مخالف سمجھتا ہے کہ اگر میں نے ان کو فساد کی طرف آمادہ کر لیا تو ان کو نقصان ہو گا ہمیں فائدہ ہو گا اس وقت ایک احمدی کا فرض ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم کے مطابق امن کی فضیلہ کو قائم رکھنے کے لئے انہائی کوشش کرے اور جَادِلُهُمْ بِالْتَّيْ ہیَ أَخْسَنُ میں جو احسن طریق اختیار کرنے کا حکم ہے اس پر عمل پیرا ہو، تا امن میں رختہ نہ پیدا ہو۔ بہت سے احکام میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہئی طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں ایک حکم کی بجا آوری میں۔ تو جو احسن طریق ہے اس کو تم اختیار کرو۔ اصولاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّبِعُوا أَخْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (الزمر: ۵۶) قرآن کریم کی کامل او مکمل شریعت تم پر اُتاری گئی ہے اور تمہیں حکم یہ دیا جاتا ہے کہ وَاتَّبِعُوا أَخْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (الزمر: ۵۶) تمہارے رب نے جو تمہاری ربوبیت کرنا چاہتا ہے اپنی اس صفت کے تقاضا سے

ایک ایسی شریعت نازل کی ہے جو مختلف پہلووں کی ہے اور ہر آدمی، ہر فرد، ہر قوم، ہر زمانہ کی ربویت کا تقاضا یہ ہے کہ مختلف پہلووں سے اس پر عمل کیا جاسکے تو ہر پہلو اس کے اندر آ گیا ہے اس شریعت کا نزول رب کریم کی طرف سے ہے اس لئے قیامت تک محفوظ ہے جو احسن طریق ہے اس کو تم اختیار کرو اور ہر حکم کو اس احسن طریق پر بجا لو جو تمہارے مطابق حال ہو، جو زمانہ کے مناسب حال ہو۔ جس کے نتیجے میں تمہارے قوی اور تمہاری استعداد میں صحیح نشوونما اور ربویت کو حاصل کر سکیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے فَبَشِّرْ عَبَادَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقُوْلَ فَيَتَبَعُّونَ أَحْسَنَهُ (الزمر: ۱۸، ۱۹) کہ میرے ان بندوں کو جو (الْقُوْل) اس بہترین شریعت کو سنتے ہیں فَيَتَبَعُّونَ أَحْسَنَهُ اس میں جو احکام انہیں سنائے جاتے ہیں ان میں سے وہ أَحْسَنُ کی پیروی کرتے ہیں ان کو تم بشارت دو، أُولُئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ (الزمر: ۱۹) کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے سامان کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہی لوگ أُولُوا الْأَلْبَاب (الزمر: ۱۹) ہوں گے عقلمند سمجھے جائیں گے اس میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو أُولُوا الْأَلْبَاب میں اس لئے شامل کیا ہے اور عقل اس لئے دی ہے کہ وہ اس کو اسلامی شریعت کے احکام کی بجا آوری میں استعمال کرے اور اگر وہ اپنی عقل سے کام لے اور موقع کو پہچانے اور محل کی شناخت رکھے مثلاً اگر کسی سے تبادلہ خیال کرے تو اس کی سایہ کا لو جی کو وہ پہچانے اور اپنی عقل سے وہ فیصلہ کرے کہ اس رنگ میں میں بات کروں گا تو میری بات کا میرے خاطب پر اثر ہو گا۔

پس یہاں بڑی وضاحت سے اللہ کے ان بندوں کو بشارت دی گئی ہے جو قرآن کریم کی شریعت کو سنتے اور أَحْسَنُنَ پر عمل کرتے ہیں۔ بشارت ان لوگوں کو نہیں دی گئی جو قرآن کریم کو سنتے تو ہیں مگر اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے اور أَحْسَنُنَ کی بجائے کسی اور پہلو کو اختیار کرتے ہیں۔ پس ایسے بندوں کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہدایت کی بشارت نہیں دیتا یعنی انجام بخیر ہونے کی بشارت نہیں دیتا تو یہاں ایک معنی یہ ہوں گے کہ میرے وہ بندے جو القول کو سنتے اور ان میں سے أَحْسَنُنَ کی پیروی کرتے ہیں ان کا انجام بخیر ہو گا جو ایسا نہیں کرتے ان کا انجام بخیر نہیں ہو گا۔

باقی مسوال مقصد تُبْعَلَيْنَا میں یا ان ہوا تھا اور اس میں اشارتاً بیان کیا گیا تھا کہ جو آخری شریعت یہاں نازل ہو گی اس کا گہر اتعلق رَبِّ تَوَّاب سے ہو گا اور اس کے پیرو، اس کے قبیل اس

بنیادی حقیقت کو بیچا نہیں گے کہ توہہ اور استغفار کے بغیر، معرفت الہی اور رضاء الہی کا حصول ممکن نہیں، پس جہاں وہ بار بار اس کی راہ میں قربانیاں دیں گے وہاں وہ بار بار استغفار کے ساتھ اس سے قوت حاصل کریں گے اور توہہ کے ساتھ اس کی طرف رجوع بھی کرنے والے ہوں گے، اپنی کوشش اور مجاہدہ اور قربانیوں کو رخنے سے خالی اور خطاء سے مبرانہ سمجھیں گے۔

تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ کے معنی میں قبل توبۃ منہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے بندہ کی جو توہہ کرنے والا ہے توہہ کو قبول کر لیا۔ یہاں یہ دعا ہے وَتُبْ عَلَيْنَا اور بتایا گیا ہے کہ اس حقیقت کو جو توہہ اور استغفار کے اندر پائی جاتی ہے صحیح طور پر اور حقیقی معنی میں وہ امت سمجھنے والی ہو گی اور ان کو ایک ایسی شریعت دی جائے گی جو ان باتوں کو کھول کر بیان کرے گی۔

شرع میں اور اسلامی اصطلاح میں توہہ کے معنی میں چار باتیں پائی جاتی ہیں:-

(۱) گناہ کو ترک کر دینا۔ مثلاً جس شخص کو جھوٹ کی عادت ہو وہ ایک گناہ کر رہا ہے تو جھوٹ کو چھوڑ دینے کا نام توہہ ہے۔ یہ اس کا ایک پہلو ہے۔

(۲) یہ کہ گناہ پر ندامت کا احساس پیدا ہو جانا۔ ہر آدمی ہر وقت تو جھوٹ نہیں بولتا لیکن ایک شخص ایک لمبے عرصہ تک جھوٹ نہیں بولتا مثلاً چھ مہینے اس نے کوئی جھوٹ نہیں بولا تو ترک گناہ تو ہوا (اس چھ ماہ میں) لیکن توہہ نہیں کیونکہ ترک گناہ کے علاوہ توہہ میں گناہ پر ندامت کے احساس کا پیدا ہو جانا بھی ضروری ہے۔

(۳) یہ کہ عزم یہ ہو کہ میں اس گناہ کی طرف لوٹوں گا نہیں، پورے عزم کے ساتھ گناہ کو چھوڑنے والا ہوا اور

(۴) یہ کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کا تدارک بھی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی کے سور و پے مارے ہوئے ہیں تو توہہ کے صرف یہ معنی نہیں ہوں گے کہ آئندہ لوگوں کا مال مارنے سے توہہ کر لی احساس ندامت کے ساتھ اور اس عزم کے ساتھ کہ میں کبھی بھی ایسے گناہ کی طرف نہیں لوٹوں گا لیکن قوت ہونے کے باوجود وہ سور و پیہ ادا نہ کرے حالانکہ وہ اتنا غریب نہیں کہ سور و پیہ ادا نہ کر سکے تو پھر بھی وہ توہہ نہیں ہے۔

ان ہر چہار باتوں کے کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے سے قوت حاصل کریں کیونکہ گناہ کا چھوڑنا خدا تعالیٰ سے حاصل کردہ قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ گناہ پر ندامت کے احساس

کا پیدا ہونا اس کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے باقی رہا عزم! تو انسان کے اندر کیسے یہ ہمت ہو سکتی ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بغیر، اللہ تعالیٰ سے طاقت حاصل کئے بغیر یہ عزم کر سکتا ہوں، پختہ ارادہ کر سکتا ہوں کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ پس اس کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی توفیق کی ضرورت ہے۔ اور جس حد تک ممکن ہوتا رک کرنا، اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے قوت اور طاقت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

تو یہ طاقتیں اور قوتیں استغفار کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہیں۔ خدا کا بندہ اپنے رب کو تمام طاقتوں اور قتوں کا سرچشمہ سمجھتا ہے اور اپنے اندر کوئی اپنی طاقت اور قوت نہیں پاتا اور نہ دیکھتا ہے اس لئے ہر کام کے کرنے سے پہلے وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا اور استغفار کرتا ہے اور اپنے رب سے کہتا ہے کہ اے خدا جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے اور تمام قتوں کا منع ہے مجھے وہ قوتیں اور استعدادیں عطا کر کہ میں برائیوں کو کلیّہ چھوڑ دوں اور نیکیوں پر حقیقتاً قائم ہو جاؤں۔ تو اس معنی میں پہلے استغفار ہے اور بعد میں توبہ۔ توبہ استغفار کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اس مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی بسط سے روشنی ڈالی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم ہے کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا اور پھر اس قوت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا۔ اور نیکیوں کو کرنے کے لئے اس میں ایک قوت پیدا ہو جاوے گی۔ جس کا نام **تُوبُوا إِلَيْهِ** ہے۔ اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کے لئے رکھا ہے کہ سالک ہر حالت میں خدا سے استمداد چاہے سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوت نہ پائے گا کیا کر سکے گا؟؟ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مر جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہو گا **يَمْتَعُكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَى أَجَلٍ مُسَمَّى** (ھود: ۳۲) سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے تو اپنے مراتب پالو

گے ہر ایک شخص کے لئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارج ترقی کو حاصل کرتا ہے۔

(ملفوظات جلد اول۔ الحکم جلد ۶ نمبر ۲۲۰۲ مئو رخہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰)

آپ نے فرمایا کہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے جس حد تک تمہارے لئے ممکن ہے روحانی رعتوں کو حاصل کرو اور استغفار اور توبہ کے ذریعہ سے ان کو حاصل کرو۔
دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے کہ استغفار کی درخواست کے اصل معنی یہی ہیں کہ وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ کوئی حق فوت ہو گیا ہے بلکہ اس خواہش سے ہوتی ہے کہ کوئی حق فوت نہ ہو اور انسانی فطرت اپنے تین کمزور دلکھ کر طبعاً خدا سے طاقت طلب کرتی ہے..... اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان اعلیٰ درجہ کے مقام عصمت پر اور مرتبہ شفاعت پر تب ہی پہنچ سکتا ہے کہ جب اپنی کمزوری کے روکنے کے لئے اور نیز دوسروں کو گناہ کی زہر سے نجات دینے کے لئے ہر دم اور ہر آن دعا مانگتا رہتا ہے اور تضرعات سے خدا تعالیٰ کی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس طاقت سے دوسروں کو بھی حصہ ملے جو بوسیلہ ایمان اس سے پیدا کرتے ہیں مخصوص انسان کو خدا سے طاقت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی قوت نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے قوت پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی کمال روشنی نہیں رکھتی بلکہ خدا سے اُس پر روشنی اُترتی ہے اس میں اصل راز یہ ہے کہ کامل نظرت کو صرف ایک کشش دی جاتی ہے تاکہ وہ طاقت بالا کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ مگر طاقت کا خزانہ محض خدا کی ذات ہے اس خزانہ سے فرشتے بھی اپنے لئے طاقت کھینچتے ہیں اور ایسا ہی انسان کامل بھی اس سرچشمہ طاقت سے عبودیت کی نالی کے ذریعہ سے عصمت اور فضل کی طاقت کھینچتا ہے..... پس استغفار کیا چجز ہے؟ یہ اس آلس کی مانند ہے جس کی راہ سے طاقت اُترتی ہے تمام راز تو حید کا اسی اصول سے وابستہ ہے کہ صفت عصمت کو انسان کی ایک مستقل جائیداد قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کے حصول کے لئے محض خدا کو سرچشمہ سمجھا جائے۔“

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول صفحہ ۱۸۹-۱۹۰)

جب اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے انسان طاقت حاصل کر لیتا ہے، تب وہ توبہ کی توفیق پاتا ہے اور تب اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی لئے فرماتے ہیں:-

”پس اُٹھو! اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے تب وہ خدا کی سزا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا سوا پنے خدا کو جلد راضی کرلو اور قبیل اس کے کوہ دن آوے..... تم خدا سے صلح کرلو۔ وہ نہایت درجہ کریم ہے ایک دم کے گدراز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ تو بہ منظور نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ اے خدائے کریم و رحیم! ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین،“

(یکچھ لا ہور۔ روحانی خزانہ جلد ۲۰ صفحہ ۷۱)

آج مجھے گرمی کی وجہ سے تکلیف رہی ہے اور یہاں مسجد میں بھی بڑی گرمی ہے دوستوں کو بھی لمبے خطبے سے تکلیف ہوگی اس لئے آج میں صرف اسی پر بس کرتا ہوں اور باقی مضمون اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔

(روزنامہ الفضل ۱۸ ربیعہ ۱۴۲۷ء صفحہ ۳۷)



تعمیر بیت اللہ کے تمام مقاصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ پورے ہوئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جون ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ ابراہیمی دعاوں کے نتیجہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کے قرب، طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے تمہیں کوشش اور مجاہدہ کرنا پڑے گا۔
- ☆ موجودہ نسل کا صحیح تربیت پاناغلبہ اسلام کے لئے اشد ضروری ہے۔
- ☆ آئندہ میں پچھس سال اسلام کی نشاة ثانیہ کیلئے بڑے ہی اہم اور انقلابی ہیں۔
- ☆ پہلے بڑوں کی تربیت کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے ذریعہ چھوٹوں کی تربیت کی جاسکے۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کل قریباً سارادن شدید دروس رکا دورہ رہا اور اس وقت میں کافی ضعف محسوس کر رہا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ جن تینیس (۲۳) مقاصد کے متعلق (جن کا تعلق بیت اللہ سے ہے) میں نے سلسلہ خطبات شروع کیا ہے اس کو جاری رکھوں اور جو آخری غرض اور مقصد بیان ہونا رہ گیا تھا اس کے متعلق آج کے خطبے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔

تعمیر بیت اللہ کی تینیوں غرض رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمُ الْبَيِّنَاتُ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَرِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (آل بقرہ: ۱۳۰) میں بیان ہوئی تھی اور اس آیت میں بتایا گیا تھا کہ ایک ایسا نبی یہاں مبعوث کیا جائے گا جو قیامت تک زندہ رہے گا اور اپنے فیوض کے ذریعہ اور افاضہ روحانی کی وجہ سے اس پر بھی موت واردنہ ہوگی، ہمیشہ کی زندگی اس کو عطا کی جائے گی اور اسے ایک ایسی شریعت دی جائے گی جو ہمیشہ رہنے والی ہوگی، منسوخ نہیں ہوگی کیونکہ وہ الْكِتَابُ (ایک کامل اور مکمل شریعت) ہوگی اور ایک ایسی امت پیدا کی جائے گی جو بصیرت پر قائم ہوگی۔ حکمت اسے سمجھائی جائے گی اور دلائل اسے عطا کئے جائیں گے اور زندہ خدا اور زندہ نبی اور زندہ شریعت سے اس کا تعلق ہوگا۔

یہ مقصد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پورا ہوا ہے جیسا کہ خود قرآن کریم نے اس کا دعویٰ کیا ہے جس پر میں ابھی روشنی ڈالوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی

ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہو گئی؟ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ

دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۹۶۔ الحکم جلد نمبر ۸ صفحہ ۲۸۔ رفروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲)

اس آیہ کریمہ میں پانچ باتوں کا ذکر ہے:-

اول:- عبد کامل کے ظہور کا۔

دوسرے:- آیات بینات کے لامتناہی سلسلہ کا۔

تیسرا:- کامل شریعت کے نزول اور قیامت تک اس کے قائم رہنے کا۔

چوتھے:- احکام شریعت کی حکمت بیان کرنے کا..... اور

پانچویں:- یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں قدوسیوں کی ایک جماعت قیامت تک پیدا ہوتی رہے

گی۔

قرآن کریم کے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان ابراہیمی دعاؤں کے نتیجہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ اس وقت میں سورہ نحل کی چند آیات اپنے دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّمَا أُمْرُتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلْدَةَ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمْرُتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ وَأُنْ أَتْلُو الْقُرْآنَ فَمَنْ اهْتَدَ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ وَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيِّرْنِيْكُمْ أَيْتِهِ فَتَعْرُفُونَهَا وَمَا رَأَيْتَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (النمل: ۹۲ تا ۹۳)

جب ہم اس بات کا جو پہلی آیت میں بیان ہوئی ہے (یعنی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ) تجزیہ کرتے ہیں اور سیاق و سبق کو سامنے رکھ کر اور ضمیر کو ظاہر کر کے دیکھتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہماری سمجھ میں آتے ہیں کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ کا یہ مفہوم ہے کہ اے ابراہیم اور اسماعیل کے رب جن کے ذریعہ سے تو نے از سر نو تعمیر کعبہ کروائی ہے اور اپنے معزر گھر کی حرمت کا اعلان کیا ہے تو اس بیت حرام میں رہنے والوں میں سے ایک عظیم روح کو کھڑا کر۔ اس کو اپنی ربویت میں لے۔ اسے مصطفیٰ اور مجتبیٰ بننا اور اپنے انتہائی قرب سے اس کو نواز اور ایک کامل اور مکمل شریعت دے کر اپنے رسول اور کامل مقتدا کی حیثیت میں اسے دنیا کی طرف بھیج تا وہ بنی نوع انسان کو

اللہ رب العالمین کی طرف بلائے اور تو حیدر خاصل پر انہیں قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے دنیا میں یہ منادی کروائی کہ

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا

ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی دعا قبول ہوئی اور مجھے رب العالمین نے حکم دیا ہے کہ میں اس بدلہ حرام، اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کو اپنے کمال تک پہنچا کر ایک عبد کامل کی شکل میں ظاہر ہو کر بنی نوع انسان کو واللہ، رب کعبہ، رب بدلہ حرام کی طرف بلااؤ۔ اس ہستی کی طرف (وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ) جو کامل قدر توں والی ہے اور تمام اسماے حسنی سے متصف ہے۔ جو چاہتی ہے وہ ہستی کرتی ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کے مقابل نہیں ٹھہر سکتی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں الْمُسْلِمُونَ کے گروہ میں شامل ہو کر ایک مسلم کا کامل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کروں۔ غرض وہاں ابراہیم اور اران کی نسل کے منہ سے یہ دعا نکلوائی اور قرآن کریم نے اسے محفوظ کیا اور یہاں نبی اکرم ﷺ کے منہ سے دنیا میں یہ منادی کروائی کہ اس بدلہ حرام کے رب کی عبادت کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور ابراہیمی دعاوں کے نتیجہ میں میں آج دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا ہوں۔

دوسری اور تیسرا اور چوتھی بات جو یہاں بیان ہوئی تھی، وہ يَسْلُوْا عَلَيْهِمْ أَيْثَكَ وَيُعَلَّمُهُمْ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ میں بیان ہوئی تھی یعنی ایک عبد کامل ظاہر ہوگا اور عبد کامل کے ظہور کے ساتھ دنیا آیات بیانات کا ایک لاتناہی سلسلہ مشاہدہ کرنے لگے گی۔ وہ الْكِتَبَ کی تعلیم دے گا اور جواحیم و اس کامل اور مکمل کتاب سے بیان کرے گا ان کی حکمت بھی ساتھ ہی ساتھ انہیں بتائے گا دیکھو وَأَنْ أَتُلُّوْ الْقُرْآنَ میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں آیات کا بیان کرنا کتاب کا سکھانا اور حکمت اور وجہ کے متعلق تفصیلی روشنی ڈالنا یہ تینوں چیزیں جو اس دعا میں شامل تھیں وہ أَنْ أَتُلُّوْ الْقُرْآنَ میں پائی جاتی ہیں کیونکہ قرآن کریم کے محاورہ میں تلاوت کا لفظ آیات کے بیان کرنے اور ان کے سیکھنے سکھانے اور ان سے اثر قبول کرنے اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھانے کے متعلق بھی بولا جاتا ہے اور کتاب اور اس کی حکمت کو پڑھنے، سنانے اور اس پر عمل کرنے اور کروانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے مفردات راغب میں تِلَاؤْةٌ کے لغوی معنی یہ کئے گئے ہیں کہ

الْتِلَاؤْةٌ تَخْتَصُ بِتَابَاعٍ كُتُبِ اللَّهِ الْمُنَزَّلَةِ تَارَةً بِالْقِرَاءَةِ

وَتَارَةً بِالْأُرْتِسَامِ لِمَا فِيهَا مِنْ أَمْرٍ وَنَهْيٍ وَتَرْغِيبٍ وَتَرْهِيبٍ

(مفردات راغب کتاب القاء زیر تلائی)

کہ تلاوت خاص طور پر مخصوص ہے اس معنی کے ادا کرنے میں کہ ان کتب کی اتباع کی جائے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں اور یہ اتباع دو طریق سے ہوتی ہے، قراءت کے ساتھ اور احکام پر عمل پیرا ہو کر (حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے اندر جو اوامر و نواہی ہیں ان پر عمل پیرا ہونا بھی تلاوت کے اندر شامل ہے) اور ترغیب و ترهیب کے ذریعہ سے وہ کتاب جواز ڈالنا چاہتی ہے اس اثر کو قبول کرے یعنی حکمتیں بیان کی گئی ہوں ان حکموں سے متاثر ہونا یہ معنی بھی تلاوت کے اندر پائے جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَإِذَا تُلِيَتِ عَلَيْهِمْ أَيْتُهُمْ زَادُهُمْ إِيمَانًا (الانفال: ۳)

یعنی کہ مومن وہ ہیں کہ جب آیات آسمانی ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی زیادتی ایمان کا باعث بنتی ہیں۔ میں یہاں یہ بتا رہا ہوں کہ آیات کے متعلق بھی تلاوت کا لفظ قرآن کے محاورہ میں استعمال ہوا ہے اسی طرح کتاب کے پڑھنے اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اس پر عمل کرنے اور دنیا کے لئے اپنا اسوہ پیش کرنے کے متعلق بھی تلاوت کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:
 اُتُّلُّ مَا آُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَبِ (عنکبوت: ۳۶) کما پنے رب کی کتاب میں سے جو وحی تیرے پر نازل ہو رہی ہے (وہی کا سلسلہ اس وقت جاری تھا) اس کی تلاوت کر، یعنی اس پر عمل پیرا ہوا اور اسے پڑھ (آدمی جو کچھ پڑھتا ہے وہ دوسروں کو سنانے کے لئے بھی پڑھتا ہے اور اپنے لئے بھی اور چونکہ پہلے مخاطب اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ عمل پیرا ہو کر ان لوگوں کے لئے قبل تقلید نمونہ بن جا) انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن کریم نے ہمیشہ یہ فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ اور ندایہ ہوتی ہے کہ میں اُوْلُ الْمُسْلِمِينَ ہوں یعنی سب سے پہلے میں ہی ان احکام اور نواہی پر عمل کرنے والا ہوں، میں اپنی گردن خدا کے حکم کے نیچے رکھتا ہوں اور اس رنگ میں تمہارے لئے بطور قائد کے ایک نمونہ پیش کرتا ہوں میں یہ نہیں کہتا کہ یہ راستہ اللہ تک پہنچاتا ہے تم اس پر چلو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ راستہ خدا کی طرف پہنچانے والا ہے، میں اس پر چل رہا ہوں میرے پیچھے پیچھے آؤ تا کہ تم بھی خدا تک پہنچ جاؤ۔ پس لغوی معنی کے لحاظ سے علم و عمل سے اس کی اتباع کرنا مفردات راغب

کے نزدیک تلاوت کے معنی میں شامل ہے، علم سے اتباع کرنا حکمت کی باتیں بتا کر اور عمل سے اتباع کرنا ان باتوں کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر۔ غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ کہلوایا کہ وَأَنْ أَتُلُّو الْقُرْآنَ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ میں یہ قرآن تمہیں پڑھ کے سناؤں۔ قرآن کا لفظ خود قرآن کریم نے آیات کیلئے بھی استعمال کیا ہے۔ فرمایا بَلْ هُوَ أَيْتُ بَيِّنَاتٍ (عنکبوت: ۵۰) کہ یہ آیات بینات ہیں اور اس لئے أَنْ أَتُلُّو الْقُرْآنَ کے معنی یہ ہوں گے کہ میں آیات بینات تمہارے سامنے پڑھ کے سناؤں۔ اسی طرح قرآن کریم کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ایک کامل شریعت ہے۔ اس لئے أَنْ أَتُلُّو الْقُرْآنَ کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے کامل شریعت کتاب کی شکل میں بھی اور أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ کی شکل میں بھی رکھوں کیونکہ جب آپ کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم قرآن کو پڑھ لو (کانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)

پس دعا یہ تھی کہ يَتَلَوُ عَلَيْهِمْ إِيْشَكَ وَ نَبِيَّ آیات بینات دنیا کے سامنے پیش کرتا چلا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دعا قبول ہوئی اور خدا کے حکم سے میں أَتُلُّو الْقُرْآنَ قرآن کریم کی آیات و بینات دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

پھر دعا یہ تھی کہ يُعِلِّمُهُمُ الْكِتَبَ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَتُلُّو الْقُرْآنَ میں کامل شریعت اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

پھر دعا یہ تھی کہ وہ حکمت کی باتیں سکھائے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَتُلُّو الْقُرْآنَ میں یہ قرآن جو حکمت سے پُر اور بھرا ہوا ہے اور حِكْمَةٌ بِالْغَةُ ہے اسے دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں تو ان تینوں دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ایک دو فنی فقرہ کہلوایا اور تینوں باتوں کی طرف اشارہ کر دیا اور ان معنی کی لغت بھی تقدیق کرتی ہے۔

پانچویں چیز یہ تھی کہ يُنَزِّكِيهِمْ وہ ان کا تزکیہ کرے۔ نبی کریم ﷺ نے يُنَزِّكِيهِمْ کے مقابلہ میں ان آیات میں یہ فرمایا کہ فَمَنِ اهْتَدَی فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ (یونس: ۱۰۹) یعنی ابراہیمی دعا کے مفہوم سے زائد مفہوم دنیا کے سامنے رکھا۔ فَمَنِ اهْتَدَی میں یہ اعلان کیا کہ میں تزکیہ نفس کے سارے سامان لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس لئے يُنَزِّكِيهِمْ والی دعا پوری ہو گئی۔ لیکن میں تمہیں یہ

بتابا ہوں کہ تمہارا ترکیہ نفس کسی جر کے نتیجہ میں نہیں کیا جائے گا۔ ترکیہ نفس کے یہ سامان ہیں اور میں ان سامانوں کو تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔

فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ

اب تمہیں خود مجاہدہ کر کے، اب تمہیں خود قربانیاں دے کر، اب تمہیں خود خلوص نیت کا اظہار کرتے ہوئے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لٹا کر اپنے لئے ترکیہ نفس پیدا کرنا ہو گا سامان میں لے آیا ہوں مگر یہ ترکیہ نفس جبراً تم پر ٹھونسا نہیں جائے گا بلکہ آزادی ضمیر ہے اور ترکیہ کے سامان ہیں ان کا استعمال کرنا، ان سے فائدہ اٹھانا اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنا اور طہارت اور پاکیزگی کامل جانا اس کیلئے تمہیں کوشش کرنی پڑے گی کوئی غیر یا بالائی طاقت تمہیں مجبور کر کے تمہارا ترکیہ نفس نہیں کرے گی اور نہ کر سکتی ہے۔ تو فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ہدایت کا سامان آگیا ہے ترکیہ نفس کا سامان آگیا ہے جو شخص اس ترکیہ نفس کے سامان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے ہدایت کی راہ ڈھونڈھ لیتا ہے وہ اپنے نفس کو فائدہ پہنچانے والا ہے۔ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضْلُلُ عَلَيْهَا (یونس: ۹۰) اور جو ترکیہ نفس کے سامانوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور ہدایت کی راہوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہدایت کی راہوں کی بجائے مظلالت کی راہوں پر چل پڑتا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے رب کی بجائے شیطان کی طرف منہ کر کے اس کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ تو میں اسے یہ بتادیتا ہوں کہ تمہیں اس گمراہی سے روکنے کے لئے بھی جر سے کام نہیں لیا جائے گا۔ إِنَّمَا آنَا مِنَ الْمُمْنَدِرِينَ (سورہ نمل: ۹۳) میں توڑانے والے منذر رسولوں میں سے ایک رسول ہوں یہ صحیح ہے کہ سب سے بڑا ہوں، سب سے افضل ہوں، سب سے اعلیٰ ہوں اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوں لیکن میری حیثیت منذر کے علاوہ اور کچھ نہیں میں نے تم پر جرنہیں کرنا میں نے جر سے مظلالت کی راہوں سے تمہیں ہٹانا نہیں اور ہدایت کی راہوں کی طرف تمہیں لانا نہیں۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ يٰ كَمَدَے كَمَالَهِ هِيَ كَمَالُ الْعِزَّةِ اور کامیابی کی سب تعریف ہے جس نے اسلام میں آیات بینات اور الْكِتَابُ اور الْحِكْمَةُ اور ترکیہ کے سامان پیدا کر دیئے اور ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمایا جس نے کامل نمونہ دنیا کے سامنے رکھا جس کی پیروی اور اتباع کے نتیجہ میں انسان اپنے رب کی محبت کو پالیتا ہے اور اس کے انعامات کا وارث بن جاتا ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفوں کا مستحق ہے وہ خدا سَيِّرِيْكُمْ ایتھے فَتَعْرُفُونَهَا جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے وقت پھر اپنی آیات بینات اور

قرآن کریم کے علوم کو ظاہر کرے گا اس کی حکمتوں کو بیان کرے گا اور ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ دنیا کے لئے دین کی راہوں پر چلنا آسان ہو جائے گا اور بیشتر قلب کے ساتھ اور اپنے رب کے لئے قربانیاں دینے لگیں گے اور تکمیل اشاعت دین کے وقت یعنی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے زمانہ میں ایک عالم کا عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں آپ کی رحمت کے سایہ میں آجائے گا اور اس وقت خدا تعالیٰ کے وہ وعدے بھی پورے ہوں گے جو اس نے ابتداء ہی میں دئے تھے کہ تمام بُنی نوع انسان اللہ کی محبوب امت واحدہ بنادیئے جائیں گے۔

غرض اس آیہ کریمہ میں یعنی **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ** میں پانچ باتیں بیان ہوئی تھیں ایک مقصد اور دعا تو یقینی کہ ان میں ایک ایسا رسول مبعوث ہو، جس کی یہ صفات ہوں جو یہاں بیان کی گئی ہیں، جو کامل اسوہ حسنہ ہو جس کے ذریعہ سے ہمیشہ روحانی فیض جاری رہے اور دوسرا آیات بیانات کا لامتناہی سلسہ دنیا کو مل جائے تیرے ایک ایسی کامل شریعت ہو کہ جس میں قیامت تک کوئی رخنہ اور فساد داخل نہ ہو سکے اور چوتھے انسانی عقل جو اپنے عروج اور کمال کو پہنچ پہنچی ہو گی اس وقت ان کو حکمت کی باتیں وہ بتائے، وجہ بتائے اور دلیل دے کہ یہ حکم اس وجہ سے دیا جا رہا ہے اور پانچویں اس کے نتیجہ میں ان کے تزکیہ نفوس کے سامان پیدا کر دے۔

در اصل تزکیہ نفوس آیات بیانات کے بغیر اور شریعت کے احکام جو کھول کر بیان کئے گئے ہوں جن کی حکمتیں بیان کی گئی ہوں، ان کے بغیر ممکن ہی نہیں اور اصل مقصد یہ تھا کہ امت محمدیہ کی پیدائش کی اور قیام کی جو بنیادی غرض ہے وہ پوری ہوا اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ حسنہ سمجھتا اور اس کی پیروی کرتا ہے، جو شخص آیات بیانات سے فائدہ اٹھاتا ہے جو شخص کامل شریعت کے احکام اور نواہی کا علم حاصل کرتا ہے اور اس کی حکمتوں سے واقف ہو جاتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے اور اس طرح پروہ تزکیہ نفس حاصل کر لیتا ہے، وہ شخص اور وہ قوم وہ ہے جس کے متعلق ان آیات کی ابتداء میں یہ کہا گیا تھا۔ کہ ”وَضَعَ لِلنَّاسِ“ اور فرمایا تھا: **كُنْتُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ** تو ان آیات کی ابتداء ان اَوَّلَ بَيْتٍ وَضَعَ لِلنَّاسِ سے ہوئی تھی اور انہا جو ہے وہ **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ** میں بیان کی گئی ہے در اصل **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ** میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان کے بغیر وہ باکیس مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے جن کا ذکر ان آیات میں ہے اور جن پر میں کچھ روشنی پہلے ڈال پکا ہوں

اور جب تک وہ مقاصد حاصل نہ ہوں اس وقت تک اُمّت مسلمہ خیر امت نہیں بن سکتی قرآن کریم کے الکتب ہونے کے متعلق اور قرآن کریم کے شریعت کی حکمتوں کے بیان کرنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو اقتباسات بھی اس وقت میں دوستوں کو سنانا چاہتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے..... جس کے عقاید ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو برائین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق مغض پر قائم ہیں..... جس میں یہ خوبی ہے کہ..... کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرنا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجود ہات پہلے دکھلایتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعاعو نج اور برائین سے ثابت کرتا ہے اور ہر یک اصول کی حقیقت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روش برائین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے۔“

(برائین احمد یہ حصہ دوم (مقدمہ) روحانی خزانہ جلد اصفہان ۹۲، ۹۱)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”وَهِيَ مَعْارِفٌ دَقِيقَةٌ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے نام سے موسم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا

ہے:

يُوتى الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتَى خَيْرًا كَثِيرًا
(البقرہ: ۲۷۰) یعنی خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی ہے یعنی حکمت خیر کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیر کثیر کو پالیا۔
 سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل

ہونے کی وجہ سے بحر محيط کے رنگ میں ہیں جو کلام الہی کے تابعین کو دے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ درجہ کے حلقہ حقہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشf ہوتی رہتی ہیں۔“

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ روحانی خزانہ صفحہ ۵۳۳)

غرض یہ تینیس مقاصد ہیں جن کا تعلق بیت اللہ کی از سر نو تعمیر سے ہے اور اس کے بیان کی ضرورت یہ پڑی کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے بڑے زور کے ساتھ مجھے اس طرف متوجہ کیا کہ موجودہ نسل کا جو تیسرا نسل احمدیت کی کھلا سکتی ہے۔ صحیح تربیت پا نا غلبہ اسلام کے لئے اشد ضروری ہے یعنی احمدیوں میں سے وہ جو ۲۵ سال کی عمر کے اندر اندر ہیں یا جن کو احمدیت میں داخل ہوئے ابھی پندرہ سال نہیں گزرے، اس گروہ کی اگر صحیح تربیت نہ کی گئی تو ان مقاصد کے حصول میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی جن مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جَوْزِ اللَّهِ فِي حُلُلِ الْأَنْبِيَاءِ کی شکل میں دنیا کی طرف مبعوث فرمایا اور جن مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اس طرف پھیری کہ اس گروہ کی تربیت کے لئے جو طریق اختیار کرنے چاہئیں ان کا بیان ان آیات میں ہے جن کے اوپر میں خطبات دیتا رہا ہوں اور اگر ان مقاصد کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے اور ان کے حصول کی کوشش کی جائے تو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہماری یہ پودھجی رنگ میں تربیت حاصل کر کے وہ ذمہ داریاں نباہ سکے گی جو ذمہ داریاں عتقیریب ان کے کندھوں پر پڑنے والی ہیں۔ کیونکہ میری توجہ کو اس طرف پھیرا گیا تھا کہ آئندہ میں پچیس سال اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے بڑے ہی اہم اور انقلابی ہیں اور اسلام کے غالبہ کے بڑے سامان اس زمانہ میں پیدا کئے جائیں گے اور دنیا کثرت سے اسلام میں داخل ہوگی یا اسلام کی طرف متوجہ ہو رہی ہوگی۔ اس وقت اسی کثرت کے ساتھ ان میں مرتبی اور معلم چاہئیں ہوں گے وہ معلم اور مرتبی جماعت کہاں سے لائے گی اگر آج اس کی فکر نہ کی گئی اس لئے اس کی فکر کرو اور ان مقاصد کو سامنے رکھو جو ان آیات میں بیان ہوئے ہیں اور ان مقاصد کے حصول کے لئے جس رنگ کی تربیت کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی روشنی میں اسی قسم کی تربیت اپنے نوجوانوں کو دو۔ تاجب وقت آئے تو بڑی کثرت سے ان میں سے اسلام کے لئے بطور مرتبی اور معلم کے زندگیاں وقف کرنے والے موجود ہوں تا وہ مقصد پورا ہو جائے کہ تمام بُنی نوع

انسان کو علیٰ دین و احیٰ جمع کر دیا جائے گا۔

ان خطبات کے دوران ایک بزرگ نے مجھے لکھا کہ آپ کے جو خطبات ہو رہے ہیں ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام سے بھی ہے جو ”تذکرہ“، ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۰ پر درج ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:-

”جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الہی کا مسئلہ سمجھتا ہے، وہ بڑا عقائد ہے کیونکہ اس کو اسرارِ ملکوتی سے حصہ ہے۔“

پس میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو میری توجہ کو اس طرف پھیر اخدا یہ چاہتا ہے کہ قوم کے بزرگ بھی اور قوم کے نوجوان بھی اور قوم کی عورتیں بھی اس حکمت الہی کو سمجھنے لگیں جس حکمت الہی کا تعلق خانہ کعبہ کی بنیاد سے ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزد یک اُلوٰ الاباب ٹھہریں اور اس کی آواز کو اور اس کے احکام کو اور احکام کی حکمت کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور ان قدوسیوں کے گروہ میں شامل ہوں کہ جن پر اللہ تعالیٰ کے ہر آن فضل ہوتے رہتے ہیں۔ اگرچہ جو منصوبہ یا سکیم میں جماعت کے سامنے رکھوں گا اس کا اصل مقصد ان نوجوانوں کی تربیت ہے جن کی عمر اگر وہ احمدیت میں پیدا ہوئے ہیں تو ابھی ۲۵ سال تک کی ہے یا ان کی عمر اگر وہ جماعت میں نئے داخل ہونے والے ہیں تو ۵ سال کی ہے لیکن اس تربیت کے لئے جوان بچوں کی ہم نے کرنی ہے ان کے بڑوں کی تربیت کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اس نسل کی تربیت کر سکیں۔ پس دوسرے نمبر پر مخاطب جماعت کے سب مردا اور جماعت کی سب بہنیں ہیں جن کی عمر اس وقت ۲۵ سال سے اوپر ہے کیونکہ ان لاکھوں نوجوانوں کی تربیت جو ۲۵ سال سے کم عمر یاد دوسرے لحاظ سے پندرہ سال سے کم عمر کے ہیں صرف میں اکیلا یا میرے چند ساتھی نہیں کر سکتے ہمیں ہر گھر کی تطہیر کرنی پڑے گی تاکہ ہر گھر میں پروش پانے والا، خدا کا سپاہی بنے اور اس کی رضاکو حاصل کرنے والا ہو۔ ہمیں ہر محلہ، ہمیں ہر قصبہ، ہمیں ہر شہر کی پاکیزگی کے سامان پیدا کرنے پڑیں گے تاکہ اسی ماحول میں وہ نسل پیدا ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس پر اپنی جانیں اور اپنے اوقات اور اپنی عزتیں اور اپنے اموال خرچ کرنے والے ہوں اور قربان کرنے والے ہوں۔

شاید مجھے یوں کہنا چاہئے کہ پہلے بڑوں کی تربیت کرنا ضروری ہے تا ان کے ذریعہ سے ان چھوٹوں کی تربیت کی جاسکے جن پر بڑی ہی اہم ذمہ داریاں غفریب پڑنے والی ہیں۔ یاد رکھیں اگر ہم نے اس

میں غفلت بر تی تو ہم پر تو خدا کا غضب نازل ہو گا اور ایک اور قوم پیدا کی جائے گی جو خدا کے وعدوں کی وارث بنے گی پس اپنی جانوں کی فکر کرو اور ان ذمہ داریوں کے نباہنے کے لئے تیار ہو جاؤ جو الٰہی منشا کے مطابق ایک سکیم کے ماتحت میں آپ پر ڈالنے والا ہوں اور جن کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی کی توفیق سے آئندہ خطبات میں میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۶۷ء)



میں بدر سوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہر احمدی گھرانہ میرے ساتھ اس میں شریک ہو گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ ربیعہ الاول ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک -ربوہ)



- ☆ تمام احباب میرے مجوزہ دورہ یورپ کی کامیابی کیلئے دعاً میں کریں۔
- ☆ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنی مضبوط ہے کہ وہ منافق طبع لوگوں کے فتنوں سے متاثر نہیں ہوتی۔
- ☆ جب تک کسی قوم پر اتمام جحت نہ ہوانڈاری پیشگوئیاں پوری نہیں ہوا کرتیں۔
- ☆ جماعت احمدیہ کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ تو حید خالص کو اپنے نفسوں میں اور اپنے ماحول میں قائم کریں۔
- ☆ میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر گھر ان کو مخاطب کر کے بدر سوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے چند دن سے دوران سر اور بلڈ پریشر کی زیادتی اور گرمی اور ڈپریشن کی وجہ سے مجھے تکلیف رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے اور بہت سا افاقت ہو چکا ہے لیکن ابھی تکلیف کا ایک حصہ باقی ہے۔ آج گرمی بڑی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جس حد تک ممکن ہو آج کے خطبہ کو مختصر کروں۔

قبل اس کے کہ میں اپنے اصل مضمون کی طرف آؤں۔ میں احباب سے دعا کی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ دوست جانتے ہیں کہ یورپ میں انگلستان کے علاوہ ہماری پانچویں مسجد پائیہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے اور ۲۲ رجولائی کا دن اس کے افتتاح کے لئے مقرر ہوا ہے۔ وہاں کے دوستوں کی یہ خواہش تھی کہ میں خود اس مسجد کا افتتاح کروں اور جب ہم اس تجویز پر غور کر رہے تھے۔ تو دوسرے ممالک جو یورپ میں ہیں جہاں ہمارے مبلغ ہیں اور مساجد ہیں انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر افتتاح کے لئے آپ نے آنا ہے تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام مشترکہ دورہ بھی کریں حالات کو دیکھیں تو ضرورتوں کا پتہ لیں اور اس کے مطابق سکیم اور منصوبہ تیار کریں۔ پھر انگلستان والوں کا یہ مطالبہ ہوا کہ اگر یورپ میں آنا ہے تو انگلستان کو بھی جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئی ہے اپنے دورہ میں شامل کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے صرف لندن میں قرباً پانچ سوا ہزاری موجود ہیں تو بڑی جماعت تو لندن میں پائی جاتی ہے لیکن بعض دوسرے مقامات پر خاصی بڑی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔

اس سلسلہ میں بعض دوستوں کو دعا کے لئے اور استخارہ کے لئے میں نے لکھا تھا بہت سی خوابیں تو بڑی مبشر آئی ہیں بعض خوابیں ایسی بھی (جن میں سے بعض تو میں نے دیکھی ہیں) جن سے معلوم ہوتا ہے کہ واپسی پر راستہ میں شائد کچھ تکلیف بھی ہو لیکن وہ قادر تو ان جو وقت سے پہلے اس تکلیف کے متعلق اطلاع

دے سکتا ہے وہ اگر چاہے تو ان تکالیف کو دور بھی کر سکتا ہے اور اسی سے نصرت اور مدد کے ہم طالب ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ تمام دوست اس سفر کے متعلق دعا نہیں کریں اور خدا تعالیٰ سے خیر کے طالب ہوں اگر یہ سفر مقدر ہو تو اسلام کی اشاعت اور غلبہ کے لئے خیر و برکت کے سامان پیدا ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ سیر و سیاحت کی کوئی خواہش دل میں نہیں نہ کوئی اور ذاتی غرض اس سے متعلق ہے۔ دل میں صرف ایک ہی تڑپ ہے اور وہ یہ کہ میرے رب کی عظمت اور جلال کو یہ قومیں بھی پہچانے لگیں جو سینکڑوں سال سے کفر اور شرک کے اندر ہیروں میں بھکتی پھر رہی ہیں اور انسانیت کے محسن اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں قائم ہو جائے تاکہ وہ ابدی زندگی اور ابدی حیات کے وارث ہونے والے گروہ میں شامل ہو جائیں، تا ان کی بد بختنی دور ہو جائے تا شیطان کی لعنت سے وہ چھکارا پالیں تا شرک کی نحوس سے وہ آزاد ہو جائیں تا بدر سوم کی قیود سے وہ باہر نکالے جائیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کی محبت اور اس کے حسن اور اس کے احسان اور اس کے نور کے جلوے وہ دیکھنے لگیں، تا وہ وعدہ پورا ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا نے دیا تھا کہ میں تیرے فرزند جلیل کے ذریعہ سے تمام قوموں کو تیرے پاؤں کے پاس لاجمع کروں گا، تا وہ دل جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے نآشنا ہیں اور وہ زبانیں جو آج آپ پر طعن کر رہی ہیں وہ دل محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے بھر جائیں اور ان زبانوں پر درود جاری ہو جائے اور تمام ملکوں کی فضان گزہ ہائے تکبیر اور درود سے گونجنے لگے اور وہ فیصلے جو آسمان پر ہو چکے ہیں زمین پر جاری ہو جائیں۔

پس میری درخواست ہے تمام احباب جماعت سے اپنے بھائیوں سے بھی اور بہنوں سے بھی، بڑوں سے بھی اور چھوٹے بچوں سے بھی کہ وہ ان دونوں خاص طور پر دعا کریں کہ اگر یہ سفر مقدر ہو تو اللہ تعالیٰ پوری طرح اسے با برکت کر دے اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اسلام کو اس سفر کے ذریعہ سے ہو اور اس عاجز اور کم مایہ انسان کی زبان میں ایسی برکت اور تاثیر رکھے کہ خدا کی توحید کے جو بول میں وہاں بولوں وہ لوگوں کے دلوں پر اثر کرنے والے ہوں اور میری ہر حرکت اور سکون کا اثر ان کے اوپر ہو اور ان کے دل اپنے رب کی طرف اور قرآن کریم کی طرف اور محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف اور اسلام کی طرف متوجہ ہونے لگیں اور غفلت کے جو پردے ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں اور ان کی عقولوں پر پڑے ہوئے ہیں خدا ان پر دوں کو اٹھا دے اور خدا کا حسن اور اس کا جلال نمایاں ہو کر ان کی آنکھوں کے

سامنے، بصارت اور بصیرت کے سامنے چمکنے لگے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا حسین چہرہ ان کے سامنے کچھ اس شان کے ساتھ ظاہر ہو جائے کہ وہ تمام دوسرے صفوں کو بھول جائیں اور اسی کے ہو کر رہ جائیں۔ پس بہت دعائیں کریں کہ اس سفر کو مبارک کرے اور اللہ تعالیٰ میری غیر حاضری میں بھی جماعت کو ہر فتنے سے محفوظ رکھے وہی سب کام بنانے والا ہے۔ لیکن دل جہاں آپ کی جدائی سے غم محسوس کرتا ہے وہاں یہ خیال بھی آتا ہے کہ ایسے موقع پر بعض منافق فتنے بھی پیدا کیا کرتے ہیں تو جماعت کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے منافقوں کو فرار ادا بادے۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر بعض منافق طبع فتنے پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر شروع میں یہی ان کو اس رنگ میں سمجھایا جائے کہ یہ جماعت خدا کے فضل سے اتنی مضبوط ہے کہ تمہارے فتنوں سے متاثر نہیں ہو گی، اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں سزاد ہیں والے بھی یہاں موجود ہیں تو پھر یہاں تک نوبت نہیں پہنچتی کہ ضرور ایسے لوگوں کو سزا دی جائے ان کو سمجھ آ جاتی ہے کہ ہماری دال اس قوم میں گلتی نہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے چوکس جماعت ہے قربانی کرنے والی جماعت ہے حالات کو سمجھنے والی جماعت ہے شیطان جن را ہوں سے دل کے اندر گھس کے وسو سے پیدا کرتا ہے ان را ہوں کو پہچانتی ہے اور شیطان کی جو دھیمی آواز ہے اس سے اچھی طرح واقف ہے کیونکہ وہ اس پُر شوکت آواز سے واقف ہے جو خدا کی طرف سے آتی ہے تو جس آواز میں وہ شوکت نہ ہو، وہ عظمت نہ ہو، وہ سرور اور لذت نہ ہو، اس کو یہ جانتے ہیں کہ یہ ہمارے خدا کی آوازنہیں ہے، یہ صرف شیطان کی آواز ہے۔ اگر یہ چیزیں ایسے لوگوں پر ظاہر ہو جائیں تو پھر بہت سے فتنوں سے جماعت بچ جاتی ہے۔

تو اس خیال سے بھی تشویش پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہئے، یہ طبعی چیز ہے۔ لیکن جو علم میں ذاتی مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کے سمجھانے پر اس جماعت کے متعلق رکھتا ہوں۔ اس سے مجھے یہ تسلی ہے کہ خواہ کتنا ہی بڑا فتنہ ہو انشاء اللہ اسی کے فضل کے ساتھ یہ جماعت اس قسم کی باتوں سے متاثر ہونے والی نہیں لیکن بہر حال چوکس اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

تو یہ سوچ کے کہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور اس سفر میں اس نے برکت مقدر کی اور اس کے سامان پیدا کر دیئے کم و بیش ایک ماہ کے لئے آپ سے دور ہنا پڑے گا۔ طبیعت میں ایک اداسی بھی ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے ایک تشویش کا رنگ کا بھی ہے گواں کے ساتھ امید بھی ہے کہ جماعت اس قسم کی باتوں کو

کبھی پینے نہیں دے گی جو فتنے کی ہوں۔

بہر حال میں درخواست کرتا ہوں آپ سب سے بھائیوں سے بھی، بہنوں سے بھی، بڑوں سے بھی اور چھوٹوں سے بھی، کہ ان ایام میں خاص طور پر بہت دعائیں کریں، ایک یہ کہ اگر یہ سفر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے اظہار کا موجب بننا ہو اور اسلام کی شوکت اس سے ظاہر ہونی ہو تبھی مجھے اس سفر پر جانے کی توفیق ملے اور جب میں جاؤں تو اللہ تعالیٰ الحضور اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دے کہ وہ پیغام جو حقیقتاً خدا کا پیغام ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کی طرف لے کے آئے جسے دنیا بھول پکجی تھی اور اب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرزند جلیل کی حیثیت سے دنیا پر ظاہر ہوئے وہ پیغام دنیا کو پہنچایا اسی غرض سے آپ کی بعثت ہوئی تو یہ پیغام صحیح طور پر اور ایسے رنگ میں کہ وہ تو میں پیغام کو سمجھنے لگیں ان تک پہنچانا اس سفر کی غرض ہے اور یہی ایک مقصد ہے تو اللہ تعالیٰ اگر توفیق دے تو ایسے رنگ میں ان کو پیغام پہنچا دیا جائے کہ ان پر اتمام جحت ہو جائے کیونکہ جب تک کسی قوم پر اتمام جحت نہ ہو وہ انذاری پیشگوئیاں پوری نہیں ہو اکر تین جوان کے انکار کی وجہ سے ان کے حق میں خدا تعالیٰ نے قبل از وقت اپنے رسول کو دی ہوں۔ تو خدا کرے کہ وہ انذار وہ تنبیہ وہ چھجوڑ نامیرے لئے ممکن ہو جائے یعنی محمد ﷺ کے پیغام کا پہنچانا صحیح رنگ میں اور موثر طریق پر ممکن ہو جائے تاکہ یا تو وہ اسلام کی طرف مائل ہوں ایک خدا کو مانے لگیں، تو حید کو پہنچانے لگیں، اللہ تعالیٰ کو ایک اپنی ذات میں اور ایک اپنی صفات میں سمجھنے لگیں، جس رنگ میں کہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور یا پھر ایسے رنگ میں ان پر اتمام جحت ہو جائے کہ وہ انذاری پیشگوئیاں جن کو پڑھ کے رو گئے کھڑے ہوتے ہیں اور جن کا تعلق تمام ممکرین اسلام سے ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی ہیں، وہ اتمام جحت کے بعد ان کے حق میں پوری ہوں تا اسلام اور مذاہب عالم کے درمیان جو فیصلہ ہو نا مقدار ہے وہ جلد ہو جائے اور دنیا یا تو محمد رسول اللہ ﷺ کے رحمت کے سامنے میں آ کر رنج جائے یا خدامی قہر کی تپش میں جا کر ہلاک ہو جائے اور اس قضیہ کا فیصلہ ہماری زندگی میں ہی ہو جائے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے

پھر میں تاکیداً کہتا ہوں کہ ان دونوں میں دوست دعائیں کریں اس سفر کے باہر کت ہونے کے لئے اور اسلام کے غلبہ کے لئے اور توحید باری کے قیام کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے ان

قوموں پر ظاہر ہونے کے لئے اور اس بات کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اصلاح کا موقع دے اور ان پر فضل کرتے ہوئے انہیں اس بات کی توفیق دے کہ وہ اسے اور اس کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے لگیں۔

اب میں اختصار کے ساتھ اصل مضمون کی طرف آتا ہوں میں نے اس سلسلہ خطبات کے پہلے دو خطبے اپنی بہنوں کو مخاطب کر کے دیئے تھے اب میں اپنی سکیم میں بھی پہلے انہیں ہی مخاطب کرتا ہوں پچھلے خطبوں میں میں نے بتایا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی نسل میں اس عظیم عبد کو پیدا کرے جو کامل عبد کی شکل میں دنیا پر ظاہر ہو اور جس کی تعلیم کے نتیجہ میں دنیا میں خالص توحید قائم ہو۔

بات یہ ہے کہ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ كی شہادت ہم صرف اس صورت میں ہی دے سکتے ہیں جب ہمیں مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کی پوری معرفت اور عرفان حاصل ہو تو نبی اکرم ﷺ ایک عبد کامل کی صورت میں دنیا میں ظہور پذیر ہوئے تا توحید خالص دنیا میں قائم ہو۔

ہماری جماعت کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ توحید خالص کو اپنے نفسوں میں بھی اور اپنے ماحول میں بھی قائم کریں اور شرک کی سب کھڑکیوں کو بند کر دیں ہمارے گھروں میں صرف توحید کے دروازے ہی کھلے رہیں اور شرک کی سب را ہوں کو ہم کلیّۃ چھوڑ دیں اور توحید کی را ہوں پر بثاشت کے ساتھ چلنے لگیں ہم بھی اور ہمارے بھائی بھی اور نوع انسان کے رشتہ سے جو ہمارے بھائی ہیں وہ بھی اس توحید خالص کی تعلیم پر قائم ہو جائیں۔

توحید کے قیام میں ایک بڑی روک بدعوت اور سرم ہے یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر بدعوت اور ہر بدرسم شرک کی ایک را ہے اور کوئی شخص جو توحید خالص پر قائم ہونا چاہے وہ توحید خالص پر قائم نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام بدعتوں اور تمام بدرسم کو مٹانے دے۔

ہمارے معاشرے میں خاص طور پر اور دنیا کے مسلمانوں میں عام طور پر بیسیوں، سینکڑوں شائد ہزاروں بدرسمیں داخل ہو چکی ہیں احمدی گھرانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ تمام بدرسم کو جڑ سے اکھیڑ کے اپنے گھروں سے باہر پھینک دیں چونکہ بدرسم کا مسلم معاشرہ میں داخلہ زیادہ تر عورتوں کی راہ سے ہوتا ہے اس لئے آج میری پہلی مخاطب میری بہنیں ہی ہیں گو عام طور پر تمام احباب جماعت اور افرادِ جماعت

مرد ہوں یا عورتیں وہ میرے خاطب ہیں میں نے بتایا ہے کہ سینکڑوں ہزاروں بدرسم ہمارے معاشرہ میں ہماری زندگی میں داخل ہو چکی ہیں کچھ پنجاب میں ہوں گی، کچھ دوسری سرحد میں ہوں گی، کچھ سندھ میں ہوں گی۔ کچھ مصر میں کچھ انڈو ٹیشین احمد یوں میں آگئی ہوں گی ہم نے ہر گھر اور ہر مقام اور ہر شہر اور ہر ملک کے احمدی گھرانوں سے ان بدرسم کو باہر نکال کے پھینکنا ہے یہ ہمارا مقصد ہے اس کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جاسکتا کیونکہ مجھے تکلیف بھی ہے اور گرمی بھی بہت ہے۔ لیکن میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو اے میری محترم بہنو!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار پڑھ کر سناؤں ایک ایسا اشتہار جو حضور نے ۱۸۸۵ء میں دیا تھا اس کے بعض حصے میں سنانا چاہتا ہوں آپ غور سے سنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ“

اشتہار بغرض تبلیغ و انذار

چونکہ قرآن شریف و احادیث صحیح نبوی یہ سے ظاہر و ثابت ہے کہ ہر ایک شخص اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے سوال کیا جائے گا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے ان کو سمجھایا اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں۔ اس لئے میں نے قیامت کی باز پرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان مستورات و دیگر متعلقین کو (جو ہمارے رشتہ دار واقارب واسطہ دار ہیں) ان کی بے راہیوں و بدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے انہیں خبر دار کروں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسیمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے، گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بری رسیوں اور خلاف شرع کا ملوں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہئے۔ ہر چند سمجھایا گیا، کچھ سنتے نہیں ہر چند رایا گیا، کچھ ڈرتے نہیں اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بُر امانے اور بُر اکہنے اور ستانے اور دکھ دینے سے بالکل لاپرواہ ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پورا کرنے کے لئے

بذریعہ اس اشتہار کے ان سب کو اور دوسرے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا تا
ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں
سمجھایا اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھول کر باؤاڑ بلند کہدیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے
انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین
اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ، نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس
کے رسول ﷺ نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں اور ٹھیک
ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ لیکن ہمارے گھروں
میں جو بد رسمیں پڑ گئی ہیں اگرچہ وہ بہت ہیں مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں تا
نیک بخت عورتیں خدا تعالیٰ سے ڈر کران کو چھوڑ دیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوح یعنی سیاپا کرنا اور چینیں مار کر رونا اور بے صبری
کے کلمات منہ پر لانا یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا ندیشہ ہے
اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور
ہندوؤں کی رسمیں پکڑ لیں کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے
قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کہیں یعنی ہم خدا کا مال اور
ملک ہیں اسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے
آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں
میں سیاپا کرنا اور با ہم عورتوں کا سرٹکرا کر چلا کر رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس
تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برا دری میں ماتم ہو گیا ہے یہ
سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پر ہیز کرنا چاہئے۔

(۳) سوم سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں حرام خور عورتیں
شیطان کی بھینیں جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر اور فریب سے منہ کو
ڈھانک کر اور بھینیوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چینیں مار کر روتی ہیں ان کو اچھے اچھے

کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اگر مقدور ہوتا پنی شخص اور بڑائی جانے کے لئے صد ہاروپیہ کا پلاو اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے اس غرض سے کہتا لوگ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(۲) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گودہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا برا جانتی ہے جیسا کوئی بڑا بھارا گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈرہ کریہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوی ہو گئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہیں خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے جس عورت کو اللہ اور رسول پیارا ہے اس کو چاہئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صد ہارجہ بہتر ہے۔.....

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوع لینا بھی پسند نہیں کرتے یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں بیتلانہیں جو موجب فتنہ ہو اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتُقْنَمُ (الحجرات: ۱۳) یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیز گار ہے۔

(۹) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ شادیوں میں صد ہاروپیہ کا فضول خرچ ہوتا

ہے سو یاد رکھنا چاہئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عند الشرع حرام ہیں اور آتش بازی چلوانا اور کھروں اور ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے ناقص روپیہ ضائع جاتا ہے گناہ سر پر چڑھتا ہے صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلادیو۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سنتی ہے (یہ ایک بنیادی چیز ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے) بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق اور بہت سازیوران کے پاس ہے وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نمازو زوہ کے ادا کرنے میں بہت کوتا ہی رکھتی ہیں بعض عورتیں شرک کی رسمنیں بجالاتی ہیں جیسے چیپک کی پوجا بعض فرضی یو یوں کی پوجا کرتی ہیں بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حقہ نوش نہ کھاوے بعض جعرات کی چوکی بھرتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈر و رونہ مرنے کے بعد ذلت اور رسولی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غصب الہی میں بتلا ہو جاؤ گے جس کا انہا نہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ۔ خاکسار غلام احمد از قادیان،

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۶۱ تا ۶۷)

بعض حصے اس میں سے میں نے چھوڑ دیئے ہیں بہر حال اس وقت جیسا کہ میں نے بتایا ہے رسوم تو بہت سی دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں سے بعض احمدی گھرانوں میں بھی گھس گئی ہیں یا گھس رہی ہیں اور اس تفصیل میں جانا میرے لئے ممکن نہیں میں نے چند مہینے ہوئے مختلف علاقوں سے مریبوں کے ذریعہ بدعاات کے متعلق اور بدرسوم کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں اور کسی وقت اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی تو بعض رسوم کے متعلق تفصیل سے بھی بیان کروں گا لیکن اس وقت اصولی طور پر ہر گھرانے کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانے کو مخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں۔ اور جو احمدی گھرانے بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوشش کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہو گا وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسول اور اس

کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے وہ اس طرح جماعت سے نکال کے باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی پس قبل اس کے کہ خدا کا عذاب کسی قہری رنگ میں آپ پرواہ دہو یا اس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیر کے رنگ میں آپ پرواہ دہو اپنی اصلاح کی فکر کرو اور خدا سے ڈرو اور اس دن کے عذاب سے بچو کہ جس دن کا ایک لختہ کا عذاب بھی ساری عمر کی لذتوں کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے کہ اگر یہ لذتیں اور عمر میں قربان کر دی جائیں اور انسان اس سے نج سکتے تو تب بھی وہ مہنگا سودا نہیں ستا سودا ہے۔

پس آج میں اس مختصر سے خطبہ میں ہر احمدی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور جماعت احمدیہ میں اس پاکیزگی کو قائم کرنے کیلئے جس پاکیزگی کے قیام کیلئے محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبوث ہوئے تھے ہر بدعت اور بد رسم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے اور اپنے گھروں کو پاک کرنے کے لئے شیطانی وسوسوں کی سب را ہوں کو اپنے گھروں پر بند کر دیں گے دعاوں کے ذریعہ اور کوشش کے ذریعہ اور جدوجہد کے ذریعہ اور حقیقتاً جو جہاد کے معنی ہیں اس جہاد کے ذریعہ اور صرف اس غرض سے کہ خدا تعالیٰ کی توحید دنیا میں قائم ہو، ہمارے گھروں میں قائم ہو، ہمارے دلوں میں قائم ہو، ہماری محورتوں اور بچوں کے دلوں میں قائم ہو اور اس غرض سے کہ شیطان کے لئے ہمارے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ہر قسم کی نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفصل ۲ جولائی ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۵)



والدین کو چاہئے کہ وہ چندہ وقفِ جدید کی اہمیت پر بچوں پر واضح کریں تاکہ ہر احمدی بچہ شوق سے اس میں حصہ لے

(خطبۃٰ جمعہ فرمودہ ۳۰ / جون ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ احمدیت کی ترقی اس بات پر مختصر ہے کہ ہم خود بھی اور اپنے ماحول کو بھی قرآن کریم کے انوار سے منور کریں۔
- ☆ بہترین تفسیر اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی تفسیر ہے۔
- ☆ احمدی مستورات پر بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔
- ☆ تحریک جدید دفتر سوم کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی ذمہ وار یوں کو نبھانے کی کوشش کریں۔
- ☆ وقفِ جدید کا سارا مالی بارہمارے بچے بڑی آسانی سے اپنے کندھوں پر اٹھاسکتے ہیں۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

وہ سیکم جس کی طرف میں جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا تھا اور جو جماعت میں جاری کرنا چاہتا ہوں وہ قریباً ساٹھ ستر حصوں پر منقسم ہے۔ اگر میں اس مضمون کو آج کے خطبے میں شروع کروں تو پہلے حصے اور بعد کے حصوں میں کئی ہفتواں کا فرق پڑ جائے گا اس لئے میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یورپ کے سفر سے واپسی پر جماعت کے سامنے میں اپنی سیکم کورکھوں گا وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ اسوقت میں بعض دیگر نہایت ضروری امور کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔

میں نے جماعت کی توجہ اس طرف پھیری تھی اور تلقین کی تھی کہ وہ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کی طرف بہت توجہ کریں جماعت کو یہ پادرکھنا چاہئے کہ احمدیت کی ترقی اور اسلام کا غلبہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم خود کو بھی اور اپنے ماحول کو بھی قرآن کریم کے انوار سے منور کریں اور منور رکھیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک طرف ہم اپنے نفوذ پر اور اپنی نسلوں پر ظلم کر رہے ہوں گے اور دوسری طرف ہم عملاً اس بات میں شیطان کے مدد بن رہے ہوں گے کہ اسلام کے غلبہ میں التوا پڑ جائے۔ پس یہ ایک نہایت ہی اہم فریضہ ہے جسے ہم میں سے ہر ایک نے ادا کرنا ہے۔

باہر سے جو اطلاعات آ رہی ہیں ان سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ بعض جماعتوں اور بہت سی جماعتوں کے بعض افراد قرآن کریم کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور قرآن کریم کی عملاؤہ قدر کر رہے ہیں جو قرآن کریم کا حق ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بعض جماعتوں کے متعلق یہ روپورٹ ہے کہ وہ اس اہم فریضہ کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے اور قریباً ہر جماعت کے بعض افراد کے متعلق یہ اطلاع ہے کہ وہ اس فریضہ کی اہمیت کو ابھی تک سمجھ نہیں رہے اس لئے میں آج مختصر الفاظ میں پھر اپنے بھائیوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اس بات کی طرف کہ یہ کوئی معمولی چیز نہیں یہ کوئی معمولی کام نہیں، یہ کوئی معمولی فریضہ نہیں جو

میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے اور جس کی طرف آپ کو میں نے توجہ دلانی ہے بلکہ فرائض میں سے ایک بنیادی فریضہ ہے۔ اگر ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی شریعت آخری شریعت ہے ایک کامل اور مکمل شریعت ہے جس کے بعد کسی دوسری شریعت کی ضرورت ہمارے لئے باقی نہیں رہتی تو پھر ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں جو ہمیں اپنے رب کی طرف سے ملنا تھا وہ مل چکا۔ اگر ہم خدا کے اس عطیہ کی قدر نہ کریں تو ہم بڑے ہی ظالم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے غصب کو اپنے اوپر واحد کرنے والے ہوں گے۔ پس اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے خود بھی قرآن پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی قرآن پڑھائیں۔ خود بھی قرآن کریم کے معنی سیکھیں اور آئندہ نسل کو بھی قرآن کریم کے معنی سکھائیں۔ خود بھی قرآن کریم کی تفسیر سیکھنے کی کوشش کریں اور بہترین تفسیر اس وقت ہمارے ہاتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلافاء کی تفسیر ہے تو خود بھی قرآن شریف کی تفسیر سیکھنے کی کوشش کریں اور اپنے بچوں کے دل میں بھی یہ محبت پیدا کریں کہ وہ قرآن کے علوم اور اس کے معارف اور اس کے دلائل اور اس کی برکات سے آگاہ ہوں اور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں میں سمجھتا ہوں کہ احمدی مستورات پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ چھوٹے بچوں کی مگر انی کا کام ان کے ذمہ ہے پھر وہ ماں جو قرآن کریم پڑھنا جانتی ہے مگر اپنے بچے کو پڑھاتی نہیں وہ ایک ظالم ماں ہے اور ہر وہ ماں جو قرآن کریم کے معنی جانتی ہے مگر اپنے بچوں کو وہ معانی نہیں سکھاتی وہ قرآن کریم کی قدر نہیں کر رہی قرآن کی قدر کو پہچانتی نہیں اور ان روحانی نعمتوں اور برکات سے خود کو بھی محروم کر رہی ہے اور اپنی نسل کو بھی آگے محروم کر رہی ہے اور ہر وہ ماں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن کریم کے اسرار روحانی سمجھنے کی توفیق عطا کی ہے۔ اگر وہ ان اسرار روحانی کو اپنی نسل میں آگئے نہیں چلاتی اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والی کوئی ماں نہیں ہے۔

دوسری اور تیسری چیز جس کی طرف آج میں دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ تحریکِ جدید کا دفتر سوم اور وقفہِ جدید میں جو بچوں میں تحریک کی گئی تھی یہ دو باتیں ہیں۔

دفتر سوم کی طرف بھی جماعت نے ابھی پوری توجہ نہیں دی ہزاروں احمدی ایسے ہیں جو تحریکِ جدید میں حصہ نہیں لے رہے اور ان میں سے بڑی بھاری اکثریت ہماری احمدی مستورات کی ہے جیسا کہ دفتر کی طرف سے مجھے بتایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جماعت میں ہزاروں احمدی بھیں ایسی ہیں اور

ہزاروں احمدی بچے اور نوجوان ایسے ہیں اور ہزاروں احمدی بالغ مرد ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک تحریکِ جدید کی اہمیت کو سمجھا ہی نہیں اور اس کی برکات سے وہ واقف ہی نہیں اسلام کی ضرورتوں سے وہ آگاہ ہی نہیں ان ضرورتوں کے پیش نظر ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اس سے غافل ہیں۔

پس تحریکِ جدید کے دفتر سوم کی طرف خصوصاً احمدی مستورات اور عموماً وہ تمام احمدی مرداور بچے اور نوجوان جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی وہ اس طرف متوجہ ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی کوشش کریں۔

میں نے یہ کہا تھا کہ وقفِ جدید میں اگر ہمارے بچے دلچسپی لینے لگیں اور صحیح معنی میں دلچسپی لینے لگیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وقفِ جدید کا سارا مالی بارہمارے بچے بڑی آسانی سے اپنے کندھوں پر اٹھا سکتے ہیں لیکن بچے اپنی ناجھی کی وجہ سے کیونکہ ان میں سے بہتوں کی عمر ہی ایسی ہے جو اس ذمہ داری کو سمجھا ہی نہیں سکتی لیکن بہت سی مائیں اپنی جہالت کی وجہ سے بچوں کو اس طرف متوجہ نہیں کر رہیں۔ لجنة کی یہ رپورٹ ہے کہ بہت سی مائیں ربوبہ میں بھی ایسی اپنی جاتی ہیں جن کو احساس ہی نہیں ہے کہ ان کے بچوں کو وقفِ جدید کے مالی بارکے اٹھانے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ جو بچہ روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ یا اٹھنی یا چونی گندی چیزوں کے کھانے پر صرف کرتا اور صحت کو خطرہ میں ڈالتا ہے اگر اس کو اس طرف متوجہ کیا جائے کہ یہ چند آنے تم وقفِ جدید میں دو اور اس طرح اپنی روحانی صحت کے بنانے کی کوشش کرو اور وقفِ جدید کی اہمیت ان پر واضح کی جائے اور احمدی بچے کی جو شان ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جس مقام پر دیکھنا چاہتا ہے وہ شان اور وہ مقام اسے اچھی طرح سمجھایا جائے اس زبان میں جس زبان میں کہ بچہ سمجھ سکتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی اگر اس کی زبان میں بات کی جائے تو بڑی گہری باتوں کو بھی سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اس کی زبان میں بات کی جائے سادہ طریقہ سے اس کو سمجھایا جائے تو وہ سمجھ سکتا ہے بلکہ بعض بوڑھوں سے بعض دفعہ بعض بچے زیادہ جلدی سمجھ جاتے ہیں اور زیادہ شوق سے اپنی ذمہ داری کو نبنا بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نہ مائیں اس طرف متوجہ ہیں اور نہ باپوں کو کچھ خیال ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری کو نبنا ہیں۔

اس وقت تک میں سمجھتا ہوں کہ جو ذمہ داری میں نے وقفِ جدید کے سلسلہ میں احمدی بچوں پر ڈالی تھی جماعت کے احمدی بچوں میں سے ابھی (۲۰) فیصدی بمشکل ایسے ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داری کو

سمجھا ہے اور اس کی ادائیگی کی کوشش کر رہے ہیں باقی اسی (۸۰) فیصلہ نے مجتمع کے جماعت کے ایسے ہیں کہ جو اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھ رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اس کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے اسی (۸۰) فیصلہ باپ اور جماعت کی اسی (۸۰) فیصلہ مائنے ایسی ہیں جنہیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کے لئے خدا کی رضا کی جنت کو کس طرح پیدا کرنا ہے کیا آپ اس بات کو پسند کریں گی اے احمدی بہنو! اور کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے اے احمدی بھائیو! کہ آپ کو تو خدا کی رضا کی جنت نصیب ہو جائے لیکن آپ کے نے اس جنت کے دروازے سے دھنکارے جائیں اور دوزخ کی طرف ان کو بھیج دیا جائے یقیناً آپ میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند نہیں کرے گا جب آپ ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے تو پھر آپ ان ذمہ دار یوں کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے۔ پس اپنی ذمہ دار یوں کو سمجھیں اور بچوں کے دلوں میں دین کی راہ میں قربانیاں دینے کا شوق پیدا کریں۔

ہماری جماعت میں امیر بھی ہیں اور غریب بھی ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ہر بچہ اٹھنی دے مگر میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ ہر بچہ جتنا دے سکتا ہے ضرور دے اگر وہ دھیلا دے سکتا ہے، اگر وہ ایک پیسہ دے سکتا ہے، اگر وہ ایک آنہ دے سکتا ہے، چونی دے سکتا ہے تو اتنا اس کو ضرور دینا چاہئے ورنہ آج اس کے دل میں اسلام کی محبت کا وہ بیچ نہیں بویا جائے گا جو بڑے ہو کر درخت بنتا اور شیریں پھل لاتا ہے۔

پس اپنی نسلوں پر حرم کرو اور اپنے بچوں سے اس محبت کا اظہار کرو جو ایک مسلمان ماں اپنے بچے سے کرتی ہے اور اس پیار کا اس سے سلوک کرو جو ایک مسلمان باپ اپنے بچے سے کرتا ہے اور ان بچوں کے دل میں سلسلہ کے لئے قربانیوں کا شوق پیدا کرو اور ان کے دل میں یہ احساس پیدا کرو کہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے انسان کو ہر حال جد و جہاد اور کوشش کرنی پڑتی ہے اس کے بغیر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔ اگر انسان خدا کی راہ میں قربانیاں نہ دے تو اس کے نتیجہ میں شیطان تو خوش ہو سکتا ہے مگر خدا خوش نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ دار یوں کے سمجھنے اور ان کے نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آ میں

(الفضل ۹ جولائی ۱۹۶۷ء صفحہ ۳، ۲)

غلبہ اسلام خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق اس دنیا میں ضرور
ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اُس کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی
(خطبہ جمعہ فرمودہ رجولائی ۱۹۶۷ء بمقام کراچی)

(غیر مطبوعہ)



- ☆ مسجد کو پن ہیگن ڈنمارک کے افتتاح کی غرض سے پہلے سفر یورپ پر
روانگی۔
- ☆ حضرت مسح موعود علیہ السلام کی آئندہ زمانہ کے بارہ میں پیشگوئیوں کا
تذکرہ
- ☆ میری طبیعت پر اثر ہے کہ ہم پیشگوئیوں کے انذاری حصہ کو نمایاں نہیں
کرتے۔
- ☆ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے آسمانی پانی کی ضرورت ہے۔
- ☆ ایک نہایت ہی مبشر خواب کا تذکرہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

دوست جانتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل صحیح اُداس مگر پُر امید اور پُر یقین دل کیسا تھوڑا پُر کے سفر پر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہو رہا ہوں۔

اس سفر کی وجہ تو یہ بنی کہ کوپن ہیگن میں ہماری احمدی بہنوں کے چندہ سے ایک مسجد تیار ہو رہی ہے جو قریباً مکمل ہو گئی ہے۔ اس مسجد کے افتتاح کے لئے بعض دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ مجھے وہاں جانا چاہئے مسجد کے افتتاح کا تو ایک بہانہ ہے۔ کیونکہ خدا کے گھر کا انسان نے کیا افتتاح کرنا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ یہ ایک تقریب باہر سفر کی پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ وہاں جانے کا پروگرام بنایا، ایسے وقت میں بنایا کہ جب مشرق و سطی کے حالات ابھی پوری طرح خراب نہ ہوئے تھے۔ لیکن آثار سے یہ ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ وہاں جنگ غالباً شروع ہو جائے گی۔ اس لئے ہم نے راستہ لیا ہے۔ طهران، ماسکو، فریٹکوفورٹ کا۔ اس وقت بھی میں نے ہدایت دی تھی کہ یہ راستہ اختیار کیا جائے مشرق و سطی کے بعض ملکوں میں جو فلائٹس (Flights) اُترتی ہیں وہ راستہ نہ لیا جائے اب تو بعض ایروڈرم اسلامی ملکوں کے پھر کھل گئے ہیں (ہوائی جہازوں کیلئے) لیکن ایک عرصہ بند سمجھی رہے ہیں۔ اب بھی بعض ملک ایسے ہیں کہ وہاں کی فلائٹس (Flights) ابھی جاری نہیں ہوئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی شاید اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے۔ اس لئے کہ جب یہ سفر سامنے آیا اور پھر ہم نے غور کیا اور پھر فیصلہ کیا کہ ہم روانہ ہوئے۔ تو اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعدد الہامات کے متعلق غور کرنے کا موقع ملا اور بعض ایسی باتیں توجہ کے سامنے آئیں۔ پڑھتے تو ہم پہلے بھی تھے۔ لیکن

توجه خاص طور پر ان کی طرف مبذول ہوئی جو اس طرح نمایاں طور پر نظر کے سامنے نہیں تھیں۔ مثلاً ایک بڑی نمایاں چیز ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن پانچ عالمگیر تباہیوں کے متعلق خبر دی ہے جن میں سے دو جو ہیں وہ پہلی عالمگیر جنگ اور دوسرا عالمگیر جنگ کی شکل میں ظاہر ہو چکی ہیں بڑی تباہی ان کی وجہ سے دنیا میں ہوئی اور لاکھوں اموات انسانوں کی ہوئیں ایک تیسرا عالمگیر تباہی (پانچ میں سے تیسرا) قریب ہمیں نظر آ رہی ہے۔ توجہ ان تینوں کے متعلق اور ان الہامات پر سوچا گیا اور غور کیا گیا تو بعض نئی باتیں سامنے آئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں ان عالمگیر تباہیوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں بڑی تفصیل کے ساتھ ان کی علامات بھی بتائی ہیں جو چیز سامنے آئی اور بڑی دلچسپ تھی وہ یہ کہ بعض ایسی علامتیں بتائی گئیں ہیں جو پہلی جنگ پر تو چسپاں ہوتی ہیں لیکن دوسری بعد میں ہونے والی کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے۔ بعض ایسی علامتیں ہیں جو پہلی اور دوسرا عالمگیر تباہی جو دنیا پر آئیں ان پر تو چسپاں ہی نہیں ہوتیں نہ ہو سکتی تھیں۔ اس وقت ایسے حالات ہی نہیں تھے۔ کہ وہ واقعہ جس کا تعلق موجودہ تباہی کے ساتھ ہے وہ واقعہ ان عالمگیر تباہیوں کے حالات میں ہو ہی نہیں سکتا تھا ناممکنات میں سے تھا۔ مثلاً ایک بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی ایک عالمگیر تباہی کے متعلق یہ بیان فرمائی ہے کہ اس موقع پر علاقے کے علاقے ایسے ہوں گے جہاں سے زندگی ختم ہو جائے گی یہ نہیں کہ انسان مر جائے گی یا بعض چرند اور پرند جو ہیں اس کی پیٹ میں آ جائیں گے بلکہ وہاں لائف (Life Exist) نہیں رہے گی۔ لائف ایگزیست (Life Exist)

نہیں کرے گی۔ (اس علاقے میں) بڑی وضاحت کے ساتھ واضح الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو بیان کیا ہے۔ پہلی عالمگیر تباہی اور دوسرا عالمگیر تباہی کے موقع پر کوئی علاقہ ایسا نہیں تھا۔ جہاں زندگی ختم ہو گئی ہونے ایسا ہونا ممکن تھا سوائے ایک نمونہ کے جو دوسرا عالمگیر تباہی کے آخر میں دنیا کو دکھایا گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں دنیا کو یہ سبق لینا چاہئے جو انہوں نے نہیں لیا کہ جو تیسرا عالمگیر تباہی ہے۔ اس تباہی کے موقع پر اس قسم کے حالات پیدا ہونے لئے جو اٹیم بم امریکے نے جاپان پر پھینکا وہ ایک چھوٹا سا علاقہ تھا۔ جس میں زندگی ختم ہو گئی انسان کی زندگی نہیں، پرند کی زندگی نہیں، چوپا یوں کی زندگی نہیں بلکہ کوئی کیڑا اکوڑا بھی وہاں زندہ نہیں رہا۔ صحیح طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس جگہ سے زندگی ختم ہو گئی ہے۔ تو اس قسم کی تباہی جو ہے اس کی خبر دی گئی ہے دنیا کو۔ جس وقت یہ خبر دی گئی تھی۔ اس

وقت کسی انسان کو بھی وضاحت کے ساتھ یہ علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایم کے اندر اس قدر رتواناً کر دی ہے۔ ایک انہوںی بات تھی۔ اس واسطے ہم پڑھتے تھے اور گزر جاتے تھے۔ کوئی کچھ خیال کرتا ہو گا کوئی کچھ!! یہ چیز سمجھ میں نہ آ سکتی تھی۔ لیکن اب ہماری سمجھ میں آنے لگ گئی ہے ایک اور ایسی چیز جو بالکل ناممکن ہے اس وقت۔ اس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ:-

”میں اپنی جماعت کو رشیا کے علاقہ میں ریت کی مانند دیکھتا ہوں۔“

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۹۱)

ایسی زبردست پیشگوئی ہے کہ عقل کے نزدیک انہوںی بات ہے خدا کے نزدیک تو ہونی بات ہے ہو کر رہے گی۔ لیکن عقل کے نزدیک یہ انہوںی بات ہے اس قوم کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ قوم یہ دعویٰ لے کر کھڑی ہوئی ہے کہ ہم زمین سے خدا تعالیٰ کے نام کو اور آسمان سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے اور اس قوم کے متعلق یہ پیشگوئی کی جا رہی ہے کہ وہ نہ صرف اپنے اس دعویٰ میں ناکام ہو گی بلکہ بتایا یہ جا رہا ہے کہ یہ قوم جو دنیا میں دعویٰ کے ساتھ کھڑی ہوئی کہ مذہب ہے، ہی سارا دھوکا بازی اور نہ خدا اور نہ اس فتنہ کی ہستی ممکن ہو سکتی ہے نہ یہ مذاہب خدا کی طرف سے ہیں۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار یا چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آیا۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مقدس وجود جنہوں نے نہ صرف دلائل کے ساتھ بلکہ آسمانی نشانوں کے ساتھ اپنی صداقت دنیا کے سامنے پیش کی تھی سارے فراؤ تھے۔

تو اس قوم کے متعلق دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور بظاہر وہ دونوں ہی انہوںی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر یہ ایٹا مک ورلڈ ہوئی ایم کی جنگ کے اندر یہ ملوث ہوئے اور دوسرا گروہوں کے ساتھ لڑ پڑے، تو جہاں بڑی کثرت سے تباہی آئے گی اور اس کے ملک میں بھی بعض علاقوں ایسے ہو گے کہ جہاں زندگی کا خاتمه ہو جائیگا وہاں ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ اس ملک میں بسنے والوں کی کافی تعداد بیج جائے گی مرے گی نہیں اور پھر وہ اپنے ملک میں پھیلے گی اور اسے آباد کرے گی اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ کے آسمانی نشان ظاہر کرے گا کہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں گے اور تیسرے یہ کہ جب وہ خدا کی طرف رجوع کریں گے تو سوائے احمدیت کی گود کے اور کہیں ان کو پناہ نہیں ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر ہم نے اللہ تعالیٰ سے حقیقی اور سچا تعلق قائم کرنا ہے تو احمدیت ہی اس کا ذریعہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں ہم اپنے پیدا کر نیوالے اپنے رب سے حقیقی اور سچا تعلق

قائم کر سکتے ہیں۔ یہ ساری باتیں آج ناممکن نظر آتی ہیں۔ یا کم از کم ایسا دعویٰ کردیانا ہوا ہی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں یہ تو نظر آرہا ہے کہ شاید ایم کی جنگ ہو جائے لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ اگر ایم کی جنگ ہو جائے تو امر یکہ کے متعلق جہاں تک مجھے علم ہے یہ نہیں بتایا گیا کہ سارے مرجاں نئے تباہ ہو جائیں گے یا بچیں گے نہیں بچیں گے۔ لیکن روس کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اگرچہ اس کے بعض علاقوں تباہ ہو جائیں گے لیکن اس قوم کی اکثریت زندہ رہے گی وہ اسلام کو قبول کرے گی اور اپنے رب سے تعلق قائم کرے گی۔ اتنا زبردست دعویٰ اور اتنی انہوںی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے رکھی۔ دنیا اس وقت تک بھی اس بات کو پہنچی اور ٹھیٹھی میں اڑاتی رہی ہے لیکن یہ واقعہ تو ہو کر رہنے والا ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ واقعہ ہو کر رہنے والا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک یادو باتیں دنیا کے سامنے ایسی نہیں رکھی ہیں جو دنیا کو انہوںی نظر آتی تھیں بلکہ ایک سلسلہ ایسی باتوں کا آپ نے رکھا۔ اس میں سے پہلی بات ہو چکی۔ آپ نے ۱۹۰۲ء میں فرمایا تھا کہ اس وقت مغربی طاقتیں صرف مغربی طاقتوں کو طاقت سمجھتی ہیں یعنی دنیا میں صرف ان کا اقتدار ہے اور جو وہ چاہیں باقی اقوام سے منواتی ہیں۔ اور دوسرے کسی ملک یا قوم کو یہ طاقت ہی نہیں کہ ان کے مقابل پر کھڑا ہو جائے لیکن آپ نے فرمایا کہ مشرقی طاقتیں افق سیاست اور افق انسانیت پر ابھرنے والی ہیں۔ آپ نے ۱۹۰۲ء میں آپ نے یہ فرمایا اور یہ بتانے کیلئے کہ یہ میری پیشگوئی کے مطابق ابھرنے والی ہیں۔ آپ نے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ جو مشرقی طاقتیں ابھرنے والی ہیں ان کے صاحب اقتدار ہونے کے بعد اور ان کی وجہ سے کوریا کی حالت نازک ہو جائے گی۔ تو ان مشرقی طاقتوں کے ابھرنے کو کوریا کی نازک حالت کیسا تھا وابستہ کر دیا اس وقت یہ کسی کے وہم میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ پہلے جاپان ایک مشرقی طاقت کی حیثیت میں افق انسانیت پر ابھرا، پھر چین ابھرا اور ہر دو طاقتیں جو ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے کوریا بچارے کو مصیبت اٹھانی پڑی۔ اس کی حالت زارہی، اور نازک رہی اور لمبا عرصہ رہی۔ وہ بڑی عبرت ناک داستان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پڑھے لکھے احمدی بچوں اور دوستوں کو چاہئے کہ انسائیکلو پیڈیا اور دوسری ایسی کتابیں جن میں آرٹیکلز ہوں، اس کے متعلق، یا جو کوریا کی نازک حالت کی تفصیل بیان کرتی ہوں ان کا مطالعہ کریں۔ آدمی حیران ہوتا ہے کہ جس کو دنیا نہیں جانتی تھی۔ وہ دنیا کی خبریں دے رہا ہے اور خبریں بھی ایسی جنہوں نے تاریخ انسانی کا رخ بدل دیا ہے اور وہ پیشگوئیاں جنہوں نے آگے

جا کرتا رخ انسانیت کا رخ بدلتا تھا۔ پہلی یہ بات بتائی اس سلسلہ میں، اس رنگ میں میں نے سوچا ہے۔ بڑا المبا سلسلہ ہے لیکن بڑے اہم واقعات ہیں یہ۔ دو شرقی طاقتوں کا ابھر آنا اور مغرب کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جانا کہ یہ طاقت ہیں اور ہمارے مقابلہ کی طاقت ہیں۔ انسان حیران ہوتا ہے کہ وہ چین جو ۱۹۰۲ء میں کسی شمار میں نہیں تھا، جس کی وجہ سے کوریا کی نازک حالت ہوئی اب جو اس وقت جو سیاست دنیا کی چل رہی ہے۔ امریکہ (یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکا) اور روس کو آپس میں قریب لانے کی وجہ ہی یہ چین ہے۔ تو یہ دونوں ملک سمجھتے ہیں کہ اگر ہم بڑے تو پھر دنیا پر چین کی حکومت ہوگی۔ اس واسطے ہتھریہ ہے کہ ہم نہ بڑیں آسمان سے کیا مصیبت آئے گی یہ تو وقت آنے پر پتہ چلے گا تو بہر حال عجیب واقعہ رونما ہونا ہے اور بالکل آن ہونا، ناممکن۔ کوئی بڑے سے بڑا افسوس بھی کھڑے ہو کر اگر یہ بات کہتا اور کہتا کہ میں ان باتوں سے تیجہ نکالتا ہوں تو جو اس کے ماننے والے، اس کی قدر کر نیوالے اور اس کو بڑا اچھا دماغ والا سمجھنے والے لوگ بھی سمجھتے کہ اس بچارے کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ لیکن دنیا کا ایک مذہبی انسان جس کو پتہ ہی نہیں ظاہری حالات میں۔ جو کچھ اس نے علم حاصل کیا وہ منع ہے علم غیب کا لیکن ظاہری حالات میں وہ دنیا کو نہیں جانتا اور دنیا اس کو نہیں جانتی اور وہ خبریں دے رہا ہے چین اور چین اور جاپان کے متعلق اور پھر وہ پوری بھی ہو رہی ہیں۔

پھر شاہی نظام کا روس کے اندر تباہ ہو جانا، اس کی خبر وقت سے پہلے دی بڑی زبردست پیشگوئی ہے۔ یہ ایک بادشاہت کی تباہی کی خبر نہیں بلکہ ایک ایسی بادشاہت کی تباہی کی خبر ہے جس کے بعد وہ چیز پیدا ہوئی تھی جس نے دنیا کا رنگ بدل دینا تھا اور وہ کمیونزم ہے۔ دنیا میں بادشاہتیں قائم بھی ہوتی ہیں دنیا میں بادشاہتیں جو ہیں وہ ملتی بھی ہیں۔ نہیں کہا کہ مصر کا بادشاہ فاروق تباہ ہو جائے گا اس کی بجائے جمہوریت آ جائیگی اگرچہ وہ ایک واقعہ ہونا تھا اگرچہ وہ ایک غیب کا واقعہ تھا۔ یعنی وقت سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بتاتے تو یہ علم غیب کی بات تھی جو آپ بتاتے۔ لیکن اس قدر اہمیت کی وہ حامل نہیں تھی جتنا کہ زاروس کا تباہ ہونا تھا اور نہ مصر کے بادشاہ کی تباہی ایسی تھی کہ انسان کی تاریخ کا دھار اس نے بدل دینا تھا۔

تو جو بادشاہتیں تباہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے اس بادشاہت کا انتخاب کیا جس کے نتیجہ میں دنیا کی تاریخ نے رنگ ہی اور پکڑنا تھا پھر کمیونزم کے بر سر اقتدار آنے کی پیشگوئیاں ہیں حضرت مسیح

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا گیا اس لئک میں۔ پھر پانچ زرلوں کی پیشگوئی ہے اور ان کی تفصیل بتائی گئی ہے، جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس تفصیل پر آپ غور کریں تو اس وقت تک دو واقعات اور ایک کی بعض باتیں ہمارے سامنے آگئی ہیں۔ یہ شکل جو اختیار کر سکتی ہے اس کے متعلق تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور ان کو ہم نکال کے جنگ نمبر ایک کے ساتھ، جنگ نمبر دو کے ساتھ پھر تیسری ہونے والی کے ساتھ ملا کے دیکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بڑی نمایاں چیز میں نے آپ کے سامنے یہ رکھی ہے کہ علاقہ میں زندگی کا خاتمہ یہ ابھی تک نہیں ہوانا ممکن تھا۔ لیکن اب ممکن ہو گیا ہے ہمیں نظر آ رہا ہے جہاں ایک ہزار ایٹم بم گرجائے، وہاں زندگی ختم ہو جائے گی۔ کوئی سارا ملک ہوانگستان جیسا، یا کسی ملک کا پچاس فیصد یا تیس فیصد یا ڈس فیصد لیکن جس جگہ وہ حملہ ہو گا وہاں زندگی باقی نہ رہے گی۔ پہلی دو گنگوں میں ایسا نہیں ہوا تیسری عالمگیر تباہی جو ہمارے سامنے آ رہی ہے۔ اس میں ایسا ہونا ممکن بن گیا ہے۔ یہ نہیں ہم کہہ سکتے کہ ایسا ہو جائے گا اس کی ایک وجہ ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں مبعوث ہو کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں بڑی بشارتیں لیکر آیا ہوں ان لوگوں کیلئے جو مجھ پر ایمان لاتے ہیں اور مجھے ڈرانے کا اور انداز کا حکم دیا گیا ہے ان لوگوں کیلئے جو میری طرف منہ نہیں کرتے، اور اسلام پر ایمان نہیں لاتے اور رسول کریم ﷺ کے مقام کو نہیں سمجھتے۔ اپنے رب قدر یہ کے ساتھ پیار کا اور محبت کا تعلق قائم نہیں کرتے۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم یہ باتیں دنیا کو بتائیں اور بغیر کسی مزاحمت کے بتائیں میں بغیر کسی خوف کے بتائیں، بغیر اس ڈر کے بتائیں، کہ اگر ہم نے یہ باتیں کیں تو یہ لوگ ہم سے ناراض ہو جائیں گے یا ہمیں گالیاں دینے لگ جائیں گے یا ہم ابھلا کہنے لگ جائیں گے یا ہمیں تکلیف دینے کی کوشش کریں گے، کیونکہ ہمیں اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ ہم اپنے نفسوں کو تکالیف دنیوی سے بچائیں ہمیں تو پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ ہم دنیا کو تکالیف سے بچانے کی کوشش کریں۔

تو یہ باتیں میں چاہتا تھا کہ ان اقوام کے سامنے پیش کروں اب وہاں مجھے خوشی ہے اس لحاظ سے کہ حالات اس لحاظ سے بہتر ہو گئے ہیں کہ وہ چچپا ہوا تعصب جوان لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف تھا وہ مشرق و سطی کی جنگ سے ابھر آیا ہے۔ اب کل یا صبح راستہ میں بعض حصے ڈاک کے میں نے پڑھے ہیں۔ اس میں یورپ سے یہ خط آیا ہے کہ وہ افران حکومت سوئزر لینڈ جنہوں نے پہلے یورپ کی ریسپشن (Reception) میں آنا قبول کر لیا تھا، وعدہ کیا تھا، ہم آئیں گے انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا

کہ اس جنگ کے بعد اب ہم اس میں شامل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مسلمانوں نے جہاد کا اعلان کر دیا ہے مسلمانوں نے تو زبان سے جہاد کا اعلان کیا ہے۔ دوسری طرف سے تو ہر قسم کے ہتھیار لیکر انہوں نے عملًا جا کر اعلان کیا اور بڑی تباہی مچائی اور بڑا مظلوم ہے اس وقت وہاں کا مسلمان۔ کئی ملکوں سے تعلق رکھنے والا، ملکوں سے بے گھر، زخمی، بالکل جیب میں ایک پیسہ نہیں، لنگڑے، لوٹے، وہ اپنے علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں اور دوسری جگہ پناہ لے رہے ہیں۔ سوچ کے بھی انسان کے رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تو وہ تو سارا کچھ بھول گئے۔ لیکن لفظ جہاد سے چڑھے ہیں۔ تو ٹھیک ہے تمہارے چڑھنے سے کیا حاصل ہو گا۔ تم آج چند ہزار یا کم و بیش سمجھیں کہ زخمی اور جو وہاں میدان جنگ میں مارے گئے یا پھر جو شہری زخمی ہوئے، یا مارے گئے ایک لاکھ کے لگ بھگ ہوئے۔ تو ایک لاکھ تو کوئی چیز ہی نہیں اس تباہی کے مقابلہ میں جو تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے تمہارے سامنے کھڑی ہے۔ جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ تم جو مردی ہے کہ لو اپنی طرف سے اس کوٹاں نہیں سکتے کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد کنہیں آئے گا کوئی ماں جایا جو ہے، اس کو یہ ہمت نہیں پڑے گی وہ آکے تمہیں اس تباہی سے بچائے اور تمہاری یہ تعلیٰ کہ خدا نہیں ہے، اور سب کچھ ہم ہی ہیں اور ہمیں سب کچھ طاقت ہے یہ تعلیٰ بھی تمہارے کام نہیں آئے گی خدا زور آور حملوں کے ساتھ اپنے وجود اور تو حید کو آج منوانا چاہتا ہے اور وہ منوا کے رہے گا۔ صرف ایک صورت ہے نچنے کی انبیاء کی اصل غرض تبیشر ہے بشارتیں دینا ہے، ان کو جوڑنے کیلئے ان کو راہ راست پر لانے کے لئے انذاری پیشگوئیاں کی جاتی ہیں۔ نچنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اصلاح کو قبول کریں اسلامی تعلیم کی حقانیت کو ان کے دل تسلیم کرنے لگیں اور آسمان کا نور جو ہے وہ ان کے سینوں کو اور انکی آنکھوں کو منور کر دے اور نبی کریم ﷺ کو را بھلا کہنے کی بجائے آپ پر درود بھیجنے لگیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا کا حقیقتاً محسن اعظم ہے۔ تو پھر وہ محسن اعظم اپنی شفاعت کے نتیجہ میں تمہیں بچا سکتا ہے۔ (مغربی اقوام کو) اس کے علاوہ حفاظت کا کوئی ذریعہ ان کے پاس نہیں ہے۔ احمد ہیں وہ لوگ اگر وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

ان باتوں کا اتنے کا نوں میں ڈالا جانا ضروری ہے اور یہی میں بتا رہا ہوں کہ یہی مقصد میرے سفر کا ہے میں کھل کر ان سے بات کرنا چاہتا ہوں ایک دونوٹ تو میں نے تیار کئے ان میں یہ ہو گا کہ بعد میں

بعض ایسے قبی سامان پیدا ہو گئے کہ دل ہی نہیں کچھ اور نوٹ تیار کرنے کا۔ میں نے سمجھا وہی ہو گا جو کچھ ہو گا کہرانے کی بات نہیں تسلیم ہوئی لیکن کھول کے انہیں بتانا چاہیے کہ تم اپنے نفسوں پر ظلم اپنی نسلوں پر ظلم یہ پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے پورا ہونے کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس وقت جس دن یہ اعلان کیا گیا تھا کہ یوں واقع ہو گا اور یہ ایک سلسلہ ہے یوں ہو گا یوں ہو گا یوں ہو گا اور اس کے آخر پر یہ ہے کہ غلبہ اسلام ہو گا وہ غلبہ اسلام خدا کے فیصلہ کے مطابق اس دنیا میں ضرور ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس کو دنیا کی کوئی طاقت جو ہے مٹا نہیں سکتی۔

غلبہ اسلام دو طرح ہو سکتا ہے یا یہ قومیں مسلمان ہو جائیں یا یہ قومیں تباہ ہو جائیں کیونکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ تو ان کو جا کے یہ بتاتا ہے انشاء اللہ کہ تم تباہ ہونے کا جو راستہ ہے اس کی بجائے بچنے کا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصول کے راستے کو اختیار کرو۔ یہاں بھی میری طبیعت پر اثر ہے کہ ہم لوگ انذاری حصے کو نمایاں نہیں کرتے۔ تھوڑی سی مزاحمت پیدا ہو گئی ہے ہمارے میں اور یہ ظلم ہے۔ یعنی اگر حقیقتاً سچا جذبہ ہمدردی اور غنخواری کا ہے اور آپ کو نظر آ رہا ہے کہ آپ کا ایک بھائی سور کے کنارے پر کھڑا ہے اگر یہ گرگیا تو جل جائے گا، راکھ ہو جائے گا۔ اس کے وجود کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اس وقت آپ کہیں جناب عالی! ذرا ادھر متوجہ ہوئے اور قبل اس کے کہ آپ اپنا فقرہ ختم کریں وہ اندر جا پڑے اس وقت تو ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو پکڑ کر بازو سے اسے جھکادے کے پیچے کریں۔ کہاں جا رہے ہو تمہیں نظر نہیں آ رہا آگے کیا ہے تمہاری ہمدردی کا یوں جذبہ ہونا چاہیے!!!

۱۹۶۷ء کی بات ہے مسجد اقصیٰ (قادیانی) کے غربی دروازہ پر بعض ہمارے بھائی اور بھینیں تھیں جو احمدی نہیں تھے۔ وہاں وہ پھنس گئے تھے ان کو نکالنے کے لئے میں سامان کر رہا تھا میں اور میرے ساتھی۔ تو اوپر سے ایک سکھ بندوق لئے ہوئے آیا سامنے جو مکان تھا اس کی چھٹ پر، وہ رائفل اپنی یوں اٹھا رہا تھا میری طرف نشانہ باندھنے کیلئے تو میرا ایک ساتھی جو میرے پاس کھڑا تھا اس کی اس پر نظر پڑ گئی۔ میری نظر اس طرف نہیں گئی کیونکہ میں دوسرا کام کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کرنی تھی اس کے دماغ کو صحیح راستہ پر ڈال دیا اگر وہ مجھے کہتا کہ میاں صاحب! جناب! آپ کی جان بڑے خطرہ میں ہے مہربانی فرم کر آپ اندر ہو جائیں تو اتنے عرصہ میں اس کی رائفل چل پڑتی۔ اس نے ایک لفظ مجھ سے نہیں کہا اس نے اتنے زور سے مجھے دھکا دیا کہ میں پلٹیاں کھاتا ہو اس مسجد کے اندر چلا گیا اور میں حیران کہ کہیں پا گل تو

نہیں ہو گیا میرا یہ ساتھی !!! اس کے بعد ایک قدم لیا اور وہ اندر آ گیا تو مجھے کہنے لگا کہ رائل کانٹل کا نشانہ آپ کی طرف ہو رہا تھا اور کوئی صورت نہ تھی۔

ایسے وقت میں اپنے بھائی کو یا کوئی بزرگ بھی ہواں کو دھکا دینا یہ محبت کی علامت ہے۔ یہ ہمدردی اور غنواری کی علامت ہے۔ یہ بعض اور حسد اور کینہ کی علامت نہیں ہے۔ تو ان لوگوں کو آپ کو سمجھانا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ جوانداری پیشگوئیاں ہیں ان کے متعلق ایک یہ وعدہ بھی دیا ہے یا اطلاع دی ہے کہ کبھی میں خاموشی اختیار کروں گا اور کبھی میں اپنے قهر کے جلوے دکھانا شروع کروں گا، کبھی میں روزہ رکھوں گا کبھی میں افطار کروں گا۔ نیچ میں ایسا زمانہ آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے کہ شاید دلائل کے ساتھ اور محبت کے جو آسمانی نشان ہیں ان کے ساتھ دنیا سمجھ جائے۔ کبھی اللہ تعالیٰ اپنے غضب میں ہوتا ہے مجھ پر نامعلوم وجہ سے بھی اور بعض قرائے سے بھی یہ اثر ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ آج خدا غضب میں ہے۔ پس خدا کے اس غضب سے اپنے بھائیوں کو بچانے کیلئے آپ سے ہر ممکن کوشش جو ہو سکتی ہے وہ کریں۔ دنیا کے ہر ملک میں جہاں بھی احمدی ہیں ان کا فرض ہے۔ اگر آپ پچھلے دو سال کے سارے اس قسم کے واقعات جن سے انسانی جانیں تلف ہوئیں ہیں وہ نکالیں اور ان کا مقابلہ کریں آج کل سے دس سال پہلے کے حالات سے یا سات سال پہلے کے حالات سے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ واقعی خدا غضب میں ہے۔ زندگی میں ہی میں نے ایک نقطہ ہیں، آسمان کا پانی خشک ہو رہا ہے زمین کا پانی خشک ہو رہا ہے۔ ابھی راستہ میں ہی میں نے ایک دیہات کے احمدی دوست کا ایک خط پڑھا کہ اب تاریخ کے لحاظ سے مون سون کا موسم ہو گیا ہے مگر بارش کوئی نہیں ہوئی۔ خبریں یہ آئی تھیں کہ بعض گاؤں والے پینے کے لئے پانی پندرہ پندرہ میل سے لا رہے ہیں۔ پندرہ میل کے اندر اور کوئی کنوں نہیں جس کا پانی خشک نہ ہو چکا ہو بعض جگہوں کے متعلق یہ بھی تھی کہ حکومت نے وہاں گھری کھدائی کیلئے سامان بھیجے تو نیچے سے پانی ہی نہیں ملا۔ جب آسمان کا پانی خشک ہو جاتا ہے تو زمین کا پانی بھی ساتھ ہی خشک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی سبق دنیا چاہتا ہے کہ تم اپنی عقولوں سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ خدا کے قرب کے حصول کیلئے تمہیں آسمانی پانی کی ضرورت ہے اور یہ آسمانی پانی آج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جبل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی طرف بھیجا ہے۔ یہ کہنا کہ ہم آسمانی پانی کے محتاج نہیں کیونکہ ہماری عقلیں ہی ہماری سب بھلائی کا

سب سامان پیدا کر سکتی ہیں اس سے زیادہ محاذت کی کوئی بات نہیں اور یہ دیہات کے واقعات بھی ثابت کر رہے ہیں آسمانی پانی خشک ہوا ساتھ ہی زمین کا پانی بھی خشک ہو گیا۔ زلزلے ہیں، آتش فشاں پھاڑ ہیں، بیماریاں ہیں، قحط ہیں، ہزار قسم کی بلا کیں ہیں جو دنیا پر نازل ہو رہی ہیں اور تباہی کا جومر کزی نقطہ ہے اس کی طرف جا رہی ہے۔ یہ ایک قانون قدرت ہے آہستہ آہستہ مینٹل ٹینشن (Mental Tension) کرتا ہے ہر چیز تو یہ تباہی کے واقعات جو ہیں ان کے اندر شدت پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے اور تباہی کے ان واقعات کا رُخ اس مرکزی نقطہ کی طرف ہے جو تیری عالمگیر تباہی کی شکل میں دنیا پر ظاہر ہونی ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی ہے۔ اگر ہم انسان سے اور انسانیت سے محبت رکھتے ہیں ان کے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ بغیر کسی ہمچکا ہٹ کے اور بغیر کسی خوف کے بغیر کسی مزاحمت کے ان باتوں کو ان کے سامنے رکھیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوں گے۔

تو ارادہ ہے کہ ان حالات میں جو پیدا ہو گئے ہیں یعنی تعصب اور بھی بڑھ گیا ہے۔ اس قسم کی صاف صاف باتیں ان لوگوں کو بتائی جائیں تاکہ ان پر اتمام جحت ہو جائے۔ میں نے بعض دفعہ سوچا ہے کہ شاید ایسی عالمگیر تباہی اس وجہ سے رُکی ہوئی ہو کہ ہم نے ابھی تک ان قوموں پر اتمام جحت نہیں کی اور خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ قبل اس کے کہ اتمام جحت ہوان کو اپنی گرفت میں لے تو بڑی کثرت کے ساتھ اور بڑی تضرع کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ اور انہائی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ میں یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے اور ان کو سمجھ عطا کرے اور عقل دے ان کو اور وہ صداقت کو پہنچانے لگیں اور خدا تعالیٰ کے غضب سے نج جائیں کیونکہ آج خدا تعالیٰ کے غضب سے بچانے کیلئے اور کوئی کشتی نہیں ہے۔ سو اس کشتمی کے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی ہے اس سے باہر تباہی ہی تباہی ہے۔

پس اس سفر کے متعلق نئی اور پرانی بہت سی خواہیں دوستوں نے دیکھیں اور مجھے لکھیں۔ انجام کے لحاظ سے تو ساری مبشریں ویسے بعض بڑی مبشر خواہیں ہیں لیکن بہت سی خوابوں میں بعض پریشانیوں کی طرف بھی اشارہ ہے سفر کی پریشانیاں۔ اللہ تعالیٰ جو اس بات پر قادر ہے کہ وقت سے پہلے ان پر پریشانیوں کی خبر دے دے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ہماری دعاؤں کے نتیجہ میں اور اپنی رحمت کو جوش میں لا کے ان پر پریشانیوں کو دور کر دے تو دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پریشانیوں سے تو بچائے اور جو بشارت کی

باتیں ہیں جو خوشخبریاں ہیں انکو پورا کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہماری کسی غفلت یا کوتا ہی کے نتیجے میں ان میں کوئی روک پیدا ہو جائے۔ میں نے خود ایک بڑی تفصیلی خواب دیکھی ہے وہ چند روز کی بات ہے بڑی بہتر خواب ہے؟ مختصر آبادیا ہوں۔ ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔ پہلے ہی دیر ہو چکی ہے میں نے دیکھا کہ ہم قادیان میں ہیں اور مجھے اور منصورہ بیگم (جو میری بیگم ہیں) ان کو عرفانی صاحب کے گھر کسی تقریب پر بلا یا گیا ہے اور جب ہم پہنچ ہیں تو وہی گلی (جو ہماری آنکھوں کے سامنے گیاں پھرتی رہتی ہیں) قادیان کی اسی گلی میں سے گزرے ہیں جو ماتھا ہے گلی کی طرف عرفانی صاحب کے گھر کی وہ بھی وہی ہے جو ہم نے دیکھا تھا لیکن جس وقت ہم اندر داخل ہوئے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا حلقہ ہے جس کا دروازہ جو ہے اندر داخل ہونے کیلئے وہ بھی قریباً اتنا بڑا ہے جتنی یہ مسجد اور دو منزلہ اوپر تک گیا ہوا ہے۔ دونوں طرف اس کے کمروں کی قطار ہے اور جہاں وہ ختم ہوتے ہیں وہاں ہماری حویلیاں چاروں طرف کمرے ہوتے ہیں۔ تو جو مجھے نظراً آیا اس سے ایک کمرہ پھر دونوں طرف ایک ایک کمرہ وہاں بھی ہے اور سامنے ایک اوپنی جگہ ہے بزرگھاس سے ڈھکی ہوئی اور ساری اس تقریب کا انتظام وہاں ہے اور ہمیں وہ لے گئے ہیں اور سب سے اوپنی جگہ جو اس قلعہ کے اندر کی دیوار کی طرف منہ کر کے ایک کاؤچ بچھا ہوا ہے ہم دونوں کو اس کے اوپر جا کے بٹھا دیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ سامنے کی دیوار جو اندازے کے مطابق شاید دوسو یا تین سو فٹ ہو گی جس کا ہاں ہی اتنا بڑا تھا داخلے کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اتنی خوبصورتی کے ساتھ سجاہی ہوئی ہے کہ انسان اس زندگی میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مختلف رنگ ہیں جو کل رہے ہیں دیوار میں سے پھوٹ پھوٹ کر، نہ کوئی بلب ہے وہاں اور نہ کوئی ٹیوب ہے اور اس خوبصورتی میں میں محو ہو جاتا ہوں اتنی خوبصورتی ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جاتا۔ یعنی جب پہلی نظر اس پر پڑی ہے تو میں محو ہو گیا ہوں خوبصورتی میں۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر میں نے اس کی تفصیل میں جانا شروع کیا تو پہلی چیز جو میرے سامنے نمایاں ہوئی وہ یہ تھی کہ سامنے بالکل اس بلندی پر جو دوسری منزل کی چھت کے قریب ہے بہت خوبصورت پھول جو پہلی نظر آ رہے تھے وہ ابھرے ہوئے تھے تو پہلے ہی لیکن توجہ نے انہیں اور ابھار دیا اور میں نے دیکھا کہ وہاں پورے اس کی چوڑائی میں جو قریباً اتنی تھی جتنی یہ سامنے کی دیوار ہے۔ اس کے اوپر لکھا ہوا ہے **اللَّهُ بِكَافِ عَبْدَهُ جِيَسَا** کی میں نے بتایا ہے اور مختلف رنگ ہیں اس کے پہنچ سے پھوٹ رہے ہیں۔ اس کے بعد میں نے زیادہ غور کرنا شروع کیا خوبصورتی کی تفصیل

پر، تو میں نے دیکھا (ویسے میں مختصر کر رہا ہوں کیونکہ دیر ہو گئی ہے بعض حصہ عام آپ کو بتانے کیلئے تاکہ آپ کو دعا کی طرف زیادہ توجہ ہو) کہ وہ سارے خوبصورت پھول سے جو ہیں، وہ سارے شعر ہیں جن کو لکھا اس طرح گیا ہے۔ سبز رنگ کی روشنی ان میں سے نکل رہی ہے کہ وہ پھول نظر آتے ہیں پہلی نظر میں، لیکن ہیں وہ شعر۔ جب میں نے غور کیا۔ مجھے کوئی شعر یاد نہیں رہا لیکن مجھے یہ یاد ہے کہ میں نے دو چار شعر پڑھے ہیں جب میں نے پڑھے تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہ تو میرا سہرا ہے۔ شادی کے موقع پر جو سہرا کہا جاتا ہے۔ وہ ساری دیوار کے اوپر کئی سو شعر لکھا ہوا ہے اور سارا سہرا ہے اور میں دل میں حیران ہوتا ہوں اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر متوقع حالات میں خوشخبریوں کے سامان پیدا کرے گا۔ میں دل میں سوچتا ہوں کہ یہ عجیب لوگ ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہی نہیں اور میرا یہ انتظام کر دیا ہے یہاں اور سہرا بھی وہاں لکھ دیا اور سارے پر سجادا ہیں اور فناش کر دیا۔ یہ کیا انہوں نے کیا ہے؟ یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی مشورہ نہ پچھا اور یہ کیا ہو گیا ہے۔

تو اس کے بعد میں نے اور غور کیا ہے تو میں نے دیکھا کہ دائیں طرف کا برج اوپر سے یونچ تک نہایت خوبصورتی کے ساتھ سجا ہوا تھا اور جس کے ہر ابھار اور پھول کی شکل میں سے روشنی مختلف رنگوں کی نکل رہی تھی وہ سب کیلے کا ہے یعنی کیلے ہیں اس طرح ترتیب سے رکھے ہوئے کہ انہی سے الفاظ بنتے ہیں اور ان کے اندر سے ہی روشنی نکل رہی ہے۔ کیلا اپنی تاثیر کے لحاظ سے بہت اچھا ہے اور درمیان میں ساری دیوار کے اوپر جو سجاوٹ ہے وہ خشک پھل کی ہے۔ بادام اور پستہ اور اس قسم کی دوسری جو چیزیں ہیں ان کے ہی سارے پھول بنائے گئے ہیں اور ان سے ہی وہ شعر لکھے گئے ہیں اور حروف بنائے گئے ہیں اور ہر کٹلڑا جو ہے یعنی ایک بادام جو ہے اس کے اندر سے روشنی نکل رہی ہے۔ کسی میں سے سرخ، کسی میں سے سبز، کسی میں سے کچھ اور قسم کی مختلف روشنیاں ہیں اور وہ اندر سے پھوٹ پھوٹ کر جس طرح پانی بہہ رہا ہوتا ہے چشمہ سے نکل کے اسی طرح روشنیاں نکل رہی ہیں ان سے۔ پھر میں نے دیکھا تو دائیں طرف ایک کمرہ جو اکیلا ہی ہے اس حصہ کا اور اس بازو کا اس پر میری جب نظر پڑی یعنی مجھے خیال نہیں آتا خواب میں کہ اس وقت اُبھری ہے لیکن میری نظر پڑی تو میں فٹ اونچائی اور بارہ پندرہ فٹ چوڑائی کی دیوار کے اوپر ایک عورت کی تصویر ہے اور جب میں نے اس کو غور سے دیکھا تو مجھے یہ نظر آیا کہ وہ عورت قیام میں ہے۔ اس طرح اس نے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں، آنکھیں اس کی نیچی ہیں سجدہ گاہ کی طرف اور

سرڈھا کا ہوا ہے تو میرے دیکھتے دیکھتے یعنی پہلے تو میں سمجھا تھا کہ تصویر ہے دیوار کے اوپر بن گئی لیکن میرے دیکھتے دیکھتے اس میں زندگی پیدا ہوئی اور اس کے ہونٹ ہلنے لگا اور ہے وہ کافی فاصلے پر مجھ سے کیونکہ میں اس کے مقابلہ پر کا واقع کے اوپر بیٹھا ہوا ہوں لیکن وہ بڑی نمایاں مجھے نظر آ رہی ہے اور اس کے ہونٹ اس طرح ہل رہے ہیں جس طرح وہ سورۃ فاتحہ پڑھ رہی ہو یا قرآن کریم کی کوئی اور سورۃ پڑھ رہی ہو اور پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ دائیں طرف مجھے وہ لے گئے ہیں دکھانے کے لئے تو جو دائیں طرف کمرہ تھا جب میں وہاں پہنچا ہوں میں اور جو میرے ساتھی ہیں تو جو سب کام لک اور ان کا کرتا دھرتا ہے اس نے مجھے کہا یہ دیکھیں دائیں طرف!!! اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا جب میں نے اس طرف دیکھا تو وہاں پانچ آٹھ گز کی کارڈ بورڈ پر جس طرح کارڈ پر آدمیوں کی شکلیں بنائی گئی ہوں اس طرح پہلو بہ پہلو وہ کھڑی ہیں وہ پانچ شکلیں جن میں سے یادوں عورتیں تھیں یا تین لڑکیاں دو مردیاں دو لڑکیاں اور تین مراداب مجھے یاد نہیں رہا اور جب میں نے یوں دیکھا تو ان کے اندر بھی زندگی پیدا ہوئی اور انہوں نے ہونٹ پلانے شروع کئے۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھا کہ یہ ہونٹ قرآن کریم کی تلاوت یا خدا تعالیٰ کی حمد کر رہے ہیں لیکن ہونٹوں کو ہلتے ہوئے میں نے دیکھا اور کہنے والے نے اس وقت یہ کہا کہ یہ وہ ہمارے لوگ ہیں جو مرچکے ہیں تو میں نے اس کو جواب دیا جو تمہارے لوگ مرچکے ہیں مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں اور یہ کہہ کر کہ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں میں اپنی بائیں طرف گھوم گیا اور وہاں کچھ قرآن مجید رکھے ہوئے تھے میں نے انہیں غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

ویسے تو بڑی مبشر خواب ہے اس کے دو حصے یہ بھی ہیں کہ ان اقوام کا ایک حصہ اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا اور کچھ حصے جو ہیں انہوں نے اپنے لئے ہلاکت اور موت کو اختیار کرنا ہے۔ ہمیں جس چیز میں دلچسپی ہے وہ یہ ہے کہ جتنوں کو ہم موت اور ہلاکت سے بچا سکیں ہم انہیں بچالیں۔

حافظ مبارک احمد صاحب نے جو آج کل سندھ میں ہیں مجھے لکھا ہے (خط جو مجھے ابھی ابھی دراز سے ملا ہے) کہ انہوں نے دو تین خواہیں دیکھی ہیں ان میں سے ایک یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا پھر مصافحہ کیا اور پھر سامنے کھڑا ہو گیا اتنی دیر میں ایک سانپ اڑتا ہوا آیا اور ہم دونوں کے درمیان میں آ کر گرا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے اوپر پاؤں رکھا اس کا سر کچلا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کہتے ہیں تب میں نے دیکھا کہ یہ

اصل سانپ بھی نہیں تھا بلکہ بچوں کا کھلونا تھا تو لکھتے ہیں کہ تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ مخالفت ضرور ہوگی کسی نہ کسی رنگ میں لیکن اس کی حیثیت بچوں کے کھلونے سے زیادہ نہ ہوگی۔

دوسرانہوں نے لکھا کہ میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک بزرگ سفید کپڑوں میں ملبوس میرے پاس آیا (یعنی حافظ صاحب کے پاس جنہوں نے خواب دیکھا) اور اس نے مجھ سے عربی میں بتیں شروع کیں تو حافظ صاحب سے وہ پوچھتا ہے کہ تمہیں پتہ ہے حضرت امیر المؤمنین یورپ کے سفر پر جا رہے ہیں؟؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں مجھے علم ہے۔ اس پر وہ مجھے کہنے لگا پوچھنے لگا کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے لی ہے؟ کہتے ہیں کہ جب اس نے یہ سوال کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ آئے ہیں۔ ایک مسجد ہے اس کی محراب میں کٹرے ہو گئے ہیں تو میں بھاگ کے آپ کے پاس پہنچا ہوں، یعنی یہ سارا کشفی نظارہ ہے اور میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے لی ہے؟ تو میں نے حافظ صاحب کو جواب دیا کہ ہاں!!! میں نے اجازت لے لی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی مبارک بشارت اور بڑی اعلیٰ درجے کی کامیابی کی خبر دی ہے تو اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس سے ہٹ کے پھر اسی بزرگ کے پاس (جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے) آ گیا اور کافی لمبا عرصہ وہ مجھ سے عربی میں گفتگو کرتے رہے۔ تو میں یوں خواہیں ایسی ہیں اس خواب میں بھی، سانپ کا ایک ذکر ہے۔ خود میں نے خواہیں دیکھی تھیں کہ راستے میں کچھ پریشانی ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں پریشانی اور دکھ کا سوال ہے وہ تو خدا تعالیٰ کے بندے کے لئے دکھنہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے سوال کیا کہ خدا کے بندوں کو دکھ کیوں پہنچتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے جا کر پوچھو کوہ وہ دکھ سمجھتے بھی ہیں کہ نہیں۔ تو جب وہ دکھ سمجھتے ہی نہیں تو تمہارے اعتراض کے کیا معنی؟ تو وہ تو کوئی چیز ہی نہیں لیکن اگر اصل مقصد حاصل ہو جائے اگر ہم اسلام کی فتح کے دن جلد لانے میں کامیاب ہو جائیں اتنا جم جلت کے بعد ان اقوام کی تباہی کی وجہ سے یا اتنا جم جلت کے بعد ان اقوام کو حلقة بگوش اسلام بنانے کی وجہ سے جس طرح بھی ہو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے۔ اصل خوشی ہماری غلبہ اسلام میں ہے۔ اصل خوشی ہماری اس چیز میں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ شیطان اور رحمٰن کی آخری جنگ ہے اور اس میں مقدر ہے کہ شیطان کا سر کچلا جائے تو ہم اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! جو فیصلہ تو آسمانوں پر کر چکا ہے زمین پر ہماری زندگیوں میں اسے جاری کر دے۔ جاری تو وہ ضرور ہو گا بعد

میں آنے والی نسلیں اس غلبہ کو دیکھیں گی اس دنیا میں بھی۔ اُس دنیا میں جا کے مون کو تو خوشی ہی خوشی ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کی چادر میں ہم میں سے ہر ایک کو لپیٹے) تو جس کو مغفرت مل گئی وہاں تو کوئی رنج نہیں ہے۔ لیکن انسان کی طبیعت کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے حق میں جو فیصلے ہیں ہماری زندگیوں میں جاری ہو جائیں اور وہ بتیں جو ہیں وہ پوری ہو جائیں۔ وہ بشارتیں جو ہیں ان کو ہماری آنکھیں اسی کے مطابق ہوتا دیکھ لیں جو ہمیں بتایا گیا ہے تو ہماری یہ خواہش ہے اور ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہونی چاہئے کہ ایسا ہو۔ شاید کچھ زیادہ تفصیل ہو گئی ہے تفصیل میں صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ شاید اس کے نتیجے میں آپ پہلے سے بھی زیادہ دعائیں کرنے لگیں کہ اس وقت دعاوں کی بڑی ضرورت ہے، دعاوں کی ضرورت ہے۔ اس سفر کو کامیاب کرنے کیلئے بھی کہ بغیر دعا کے ہمارا کوئی سہارا نہیں ہے۔ دعاوں کی ضرورت ہے غلبہ اسلام کے لئے بھی کہ آج سب سے زبردست ہتھیار اسلام کو اللہ تعالیٰ نے دعا کا ہی دیا ہے اور دعا کی ضرورت ہے آج انسان کو کہ اگر آج کی دعائیں اس کے حق میں قبول نہ ہوں میں تو خدا تعالیٰ کے قہر کا فیصلہ ان کے حق میں جاری ہو جائے گا۔

پس ہر نقطہ نگاہ سے دعائیں کریں دعائیں کریں پھر دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش جنپش میں آجائے اور وہ یہ سمجھے کہ میرے بندوں نے اپنی زاری کو انتہاء تک پہنچایا اس لئے میں بھی اب اپنے رحم کو اپنی انتہاء تک پہنچاؤں گا۔ آ میں



احباب قرآن کریم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وابستگی پیدا کرنے کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ ہیگ ہالینڈ)



- ☆ عربی زبان سیکھنے کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔
- ☆ قرآن کریم کے بطن اور دیگر گھرائیوں تک پہنچنے کی کوشش بھی کریں۔

حضور اقدس نے انگریزی زبان میں ایک مختصر مگر ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ملخص یہ ہے کہ احباب قرآن کریم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وابستگی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس کی برکات حاصل کرنے کیلئے جن وسائل اور طریقہ کار کی ضرورت ہے اس کو صحیح طور پر بروئے کار لائیں۔ اس ضمن میں حضور نے عربی زبان سیکھنے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔ حضور نے فرمایا کہ انسان جب اس محنت اور کوشش کے نتیجہ میں ظاہری طور پر قرآن کریم تک پہنچنے کی قابل ہو جائے گا تو اس کے بعد اس کے لئے بطن قرآن اور اس کی دیگر گھرائیوں تک پہنچنے کی منزل بھی آسان اور قریب تر ہو جائے گی جو کہ اصل مقصود ہے یہ پاک اور اہم مقصد خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں۔ مگر اس کے فضلوں کو جذب کرنے کیلئے خلوص نیت کے ساتھ عملاً تھی محنت کی ضرورت بھی ہے جس کی طرف توجہ دینا ہمارا اولین فرض ہے۔

(الفضل ربوہ مؤرخہ ۱۳ اگسٹ ۱۹۲۷ء صفحہ ۳)

خطبہ جمعہ ۲۱ ربیع الاول ۱۹۶۷ء



حضور انور نے دو پھر ڈیڑھ بجے مسجد نصرت جہاں ڈنمارک کا افتتاح فرمایا۔ افتتاح سے قبل حضور نے مختصر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ تاحال یہ خطبہ نہیں مل سکا۔

(افضل ۲۳ ربیع الاول ۱۹۶۷ء)



اسلام میں احمدیت ایک ایسا قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر

انسان سب شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء۔ بر قام مسجد فضل لندن)



- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ
”اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں“۔
- ☆ احمدیت ایسا قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر انسان سب شیطانی حملوں سے
بچ سکتا ہے۔
- ☆ احمدی اپنی زندگی میں اسلام کا سچا اور کامل نمونہ بنیں۔
- ☆ نیک اعتقاد کا درخت مر جاتا ہے اگر اعمال صالحہ نہ ہوں۔
- ☆ آئندہ میں تیس سال دُنیا کیلئے انتہائی نازک اور انتہائی خطرناک ہیں۔

تشہد و تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنے بھائیوں سے لمبی گفتگو تو جلسہ سالانہ کی تقریب پر جو یہاں ہو گی کروں گا آج میں آپ لوگوں کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ زمانہ جس میں ہم رہ رہے ہیں نہایت تاریک زمانہ ہے۔ یہ برعظم اور اس کا یہ جزیرہ جس میں آپ اور دیگر پاکستانی رہائش پذیر ہیں روحانی طور پر تاریک برعظم ہے۔

اگر خدا تعالیٰ کا ایک فرستادہ دنیا کو یہ نہ بتاتا کہ ”اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں“،

(اور جس کی آمد سے دنیا کا یہ مضبوط قلعہ شیطان کے وساوس سے بچنے کی وجہ سے قہراہی سے محفوظ رہا) تو یہ دنیا آج مرچکی ہوتی۔ خدا تعالیٰ نے جو بندوں سے پیار کرنے والا ہے اس دنیا کی نازک حالت کو دیکھتے ہوئے اپنے ایک بندے کو اس کی طرف مبجوض فرمایا اور اس دنیا کا ایک حصن حصین، ایک قلعہ بنادیا جس میں تمام دنیا کو پناہ مل سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ اصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام جس کا کچھ حصہ یوں ہے۔ (الفاظ مجھے پوری طرح یاد نہیں) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزیں ہوئے قلعہ ہند میں“،

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۳۰۴)

اس کا بھی یہ مطلب ہے کہ اسلام میں احمدیت ایک ایسا قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر انسان سب شیطانی حملوں سے نجی جاتا ہے۔ ایک ایسا قلعہ جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے انسان اس کے غصب سے محفوظ رہنے کے بعد خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیتا ہے۔

جب ہم ان اندھیروں میں بسنے والی اقوام کے ان لوگوں کو جو ایسے قلعوں میں داخل ہوئے یعنی ان اقوام کے احمدی افراد کے شاندار نمونہ، اخلاص، اسلام کے ساتھ تعلق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے دلوں میں عشق اللہ، ایک اللہ کی تو حید پر ایمان اور اس کی صفات سے ان کے دلی لگاؤ اور ان

کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی صفات کے پرتو کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ یہ الہام صحیح اور برق ہے کہ ”اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں“۔

بڑی قربانیاں دینے والے لوگ اپنے اموال، اپنے اوقات، اپنے جذبات، اپنی عزتوں کو قربان کرنے والے لوگ ان میں پیدا ہو چکے ہیں۔ کوپن ہیگن میں وہاں کی جماعت نے یہ انتظام کیا تھا کہ احمدی بہنیں اور بھائی خود ہی کھانا پکاتے، برتن دھوتے اور دیگر امور رضا کارانہ طور پر سرانجام دیتے تھے وہاں پر ہمیں نے دیکھا کہ صحیح سے رات کے بارہ بجے، ایک بجے تک ہمارے احمدی نو مسلم بھائی اور بہنیں کام کرتی تھیں اور ہنستے ہوئے چہروں اور دلی بنشاشت کے ساتھ رات کے بارہ بجے، ایک بجے واپس جاتی تھیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو وصیت کا چندہ دینے کے علاوہ سینکڑوں روپیہ احمدیت اور اسلام پر خرچ کرتے ہیں۔

ڈنمارک کے ایک دوست جن کی ماہانہ آمد ۳۰۰۰ کروں ہے جن میں سے وہ ۱۰۰۰ کروں ٹکیں میں دیتے ہیں اس آمد سے وصیت کا چندہ دیتے ہیں اور خطوط کے ذریعہ اگر کوئی اسلام سے متعلق سوال کرے یا اعتراض کرے تو اس کا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔ اگر کوئی فون پر اسلام کے متعلق کوئی بات پوچھے یا اعتراض کرے تو اسے بھی تفصیلی تسلی بخش جواب دیتے ہیں ایک دفعہ ایک مہینہ میں محض فون کا بل ۲۰۰۰ کروں ہو گیا۔ انہوں نے دعا کی اور خدا تعالیٰ نے بل ادا کرنے کا سامان پیدا فرمادیا تو اس قسم کا جذبہ محبت و عشق ان کے دلوں میں موجز ن ہے۔

جہاں یہ نقشہ، یہ حالت، یہ عشق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے لئے یہاں کے لوگوں میں نظر آتا ہے وہاں یہ سوچ کر دل کچھ گھبرا تا ہے کہ ہمارے سینکڑوں ہزاروں پاکستانی آدمی جو یہاں ہستے ہیں، کیا ہم جو پاکستان کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان ذمہ داریوں کو نجھا رہے ہیں یا نہیں۔ کیا ہم نہ موند کی زندگی بسر کر رہے ہیں یا نہیں پاکستان میں اس وقت جماعت احمدیہ کا مرکز ہے۔ وہ ملک جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ تمام دنیا میں اسلام کو پھیلانے اور اس عالمی مہم کیلئے بنیاد کا کام کرے وہ ملک جس کے باشندے خدا تعالیٰ کی آواز کے پہلے مخاطب ہیں۔ وہ کندھے جن پر سب سے پہلے اسلام کی ذمہ داریاں عائد ہوئیں کیا یہ لوگ نئے آنے والوں کے استاد بہنیں گے یا بطور شاگردان کے سامنے بیٹھیں گے۔

مجھے انتہائی شرم محسوس ہوئی جب زیور ک میں ایک ہمارے احمدی نومسلم نے مجھے یہ بات بتائی (یہ احمدی دوست زیور ک میں تین ہزار مزدور ترکوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں) کہ میں ان مسلمان ترکوں کو اسلام سکھاتا ہوں یہ مسلمان کس قدر گر گئے ہیں یہ لوگ یورپ میں آئے جہاں کی زندگی انتہائی گندی ہے جس کا تصور کر کے روئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ قویں تباہی کے گڑھے پر کھڑی نظر آتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی ہے کہ اگر یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کریں گے تو دنیا سے مٹا دئے جائیں گے۔ یہاں پر ایک شخص اسلام لاتا اور احمدیت قبول کرتا ہے وہ ان لوگوں کو جو نسل بعد نسلِ اسلام میں پیدا ہوئے اسلام سکھاتا ہے وجہ یہ ہے کہ یہ اقوام اسلام سے کلیتی غافل ہو گئی ہیں اور انہیں چھوٹے چھوٹے مسائل کا بھی علم نہیں۔ ان کے علماء انہیں اس کی طرف توجہ نہیں دلاتے یہ لوگ رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں مگر احکام الہی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

اگر آپ ان رسوم کا مطالعہ کریں جو مسلمانوں میں رائج ہوئیں عام رسوم کو چھوڑتے ہوئے اگر وہ رسوم دیکھ جائیں جو اسلام سے ٹکراتی ہیں اور جنہوں نے مسلمانوں میں رواج پکڑ لیا ہے اس کی وجہ سے ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کے احکام کو طاقتی نسیان میں رکھ دیا ہے۔

ہمارے اسی احمدی نومسلم نے ایک مسئلہ کا ذکر کیا کہ ایک ترک رمضان میں پیار ہو گیا اسے دوائی دی گئی تو اس نے انکار کر دیا اور روزہ رکھنے پر بہت اصرار کیا میں نے جب اسے قرآن مجید سے دکھایا کہ یہاں روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس نے روزہ افطار کیا۔ انہیں تو چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی علم نہیں یہ تو عام مسئلہ کی بات ہے لیکن دلائل و برائیں تو ایک طرف ہیں دنیا آپ کو اس نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی کہ اس شخص کو وہ دلائل و برائیں آتے ہیں یا نہیں جو مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ان کو سکھائے گئے وہ تو آپ کا نمونہ دیکھے گی۔ وہ آپ کے دل میں گھس کر آپ کے اخلاص کا پتہ نہ لگائے گی۔ آپ کے دماغ میں گھس کر آپ کے نیک خیالات کا پتہ نہ لگائے گی! وہ تو آپ کا ظاہری نمونہ دیکھے گی۔ اگر وہ اس نتیجہ پر پہنچ کر ایک احمدی کی زندگی نہیں گزار رہا تو وہ کہے گی کہ اگر دلائل کا نتیجہ، آسمانی نشانوں کا نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلتا تو آپ کے دلائل و برائیں کا ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں۔

اگر وہ دیکھے کہ احمدی اپنی زندگی میں اسلام کا سچا اور کامل نمونہ ہیں، اگر وہ دیکھے کہ ایک احمدی جہاں اپنے رب سے سچا اور زندہ تعلق رکھتا ہے وہاں وہ اپنے رب کے حکم کی وجہ سے بتی نوع انسان کا سچا

غم خوار اور ہمدرد بھی ہے اور ان کے چہروں پر روحانی اثر ہے۔ تو یہ چیزان لوگوں پر دلائل و برائین سے زیادہ اثر کرے گی اگر وہ محض یہ دیکھیں کہ ایک دعویٰ تو ہے مگر اس کا ان پر اثر نہیں چھلا ک تو ہے مگر مغز نہیں۔ دعویٰ تو ہے مگر نتیجہ نہیں اگر وہ یہ دیکھنا چاہیں کہ خدا سے جو زندہ تعلق ہوتا ہے کہاں ہے مگر وہ نظر نہ آئے تو خالی دعووں سے ہم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق رکھنا چاہئے خواہ ہم کتنے ہی خیالی پلاٹ پکاتے رہیں اس کا اثر نہ ہوگا۔ اگر کسی جگہ کوئی انسان نورانی شمع جلتی ہوئی دیکھے گا تو وہ اس سے منور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو لوگ ان اقوام میں سے مسلمان ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی برکتوں کو اپنے اوپر نازل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

اسی طرح افریقہ ہے میری لگاہ میں تاریک برا عظیم (Dark Continent) (تو یہی مغرب کی سر زمین ہے مگر دنیوی لحاظ سے افریقہ مغربی اقوام کی نظر میں تاریک برا عظیم (Dark Continent) (Dark Continent) ہے وہاں اسلام و احمدیت ترقی پذیر ہے۔ ایک وقت تھا کہ عیسائی پادری علی الاعلان کہتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب پورے کا پورا تاریک برا عظیم (Dark Continent) عیسائیت کی گود میں ہوگا لیکن یہ بات خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیبعثت کے بعد یہ لوگ احمدی ہوئے اور اسلام کے سچے فدائی ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی مجرمانہ تائید نہیں حاصل ہوئی انہیں پچی خوابیں آئے لگیں اس وقت وہی پادری کہتے ہیں کہ اب افریقہ میں اگر ایک شخص عیسائی ہوتا ہے تو دس مسلمان ہوتے ہیں یہ عجیب اور انہوں بات کیسے معرض وجود میں آئی؟ صرف ایک ہی چیز نظر آتی ہے کہ جب یہ لوگ احمدی ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس تاریک علاقہ کے لوگوں کو ایسے سامان دیئے کہ ان کی روحانی ترقی بہت جلد ہونے لگی۔ ایسی ترقی جو وہ ۳۰۔ ۳۰ سال بعد حاصل کر سکتے انہوں نے بہت جلد حاصل کر لی۔ انہیں پچی خوابیں آئی شروع ہوئیں اپنے اور غیروں کے متعلق جو بعد میں پچی بھی ثابت ہوئیں دنیوی طور پر بھی انہیں جلد جلد ترقی ملنے لگی ان چیزوں کی وجہ سے اور ان روحانی ترقیوں کی وجہ سے ان کے دلوں میں عجیب عشق پیدا ہو گیا جب یہ لوگ دوسروں کو تبلیغ کرتے ہیں تو وہ اسلام کی طرف کچھ چلے آتے ہیں۔ یہ روحانی دولت ایسی دولت ہے جو دنیا سے نہیں ملتی۔ مالدار انسان اپنی ساری دولت دے کر بھی اللہ تعالیٰ کی دولت حاصل نہیں کر سکتا۔ اس دولت کو لینے کے لئے سب کچھ قربان کرنا پڑتا ہے اور جب خدا تعالیٰ مل جاتا ہے تو ساری دولتیں مل جاتی ہیں۔

آپ کوئی اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اگلے زمانوں کی تعلیم بے شک کتاب مکنون ہے لیکن ہر زمانہ کی تعلیم اپنے زمانہ میں کتاب مبین کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ میں اسلامی تعلیم کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ ایک زندہ دل اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر محض قرآنی تعلیم کسی کو فائدہ نہیں دے سکتی جب تک اعمال صالحہ نہ ہوں یعنی موقع کے مطابق ہوں بعض احکام تو مستقل ہیں مثلاً نماز روزہ وغیرہ لیکن بعض احکام کی شکلیں ہر زمانہ میں بدلتی رہتی ہیں مثلاً غریب کا خیال رکھنا۔ پہلی صدی، دوسری صدی، تیسرا صدی اور چودھویں صدی میں بھی یہ تعلیم قائم رہی اور کس طرح غرباء کا خیال رکھنا چاہئے ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ کا ایک بندہ کھڑا ہو کر راہنمائی کرتا رہا لیکن جہاں تک اسلام کے اعتقاد کا ذکر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل سب درخت خشک ہو چکے تھے کیونکہ ظاہری اعتقاد کچھ نہیں جب تک ایمان نہ ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایمان کا درخت اس وقت تک سربراہ نہیں ہوتا جب تک اعمال صالحہ کے پانی سے سیراب نہ کیا جائے نیک اعتقداد کا درخت مر جاتا ہے اگر اعمال صالحہ نہ ہوں، وہ درخت نج جاتے ہیں جنہیں موزوں وقت پر اعمال صالحہ کا پانی دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے برائیں عیسائیت کے مقابلہ میں پیش کئے ہیں کہ ہمارے پچھے کے مقابلہ میں عیسائی پادری نہیں ٹھہر سکتا لیکن ظاہری لحاظ سے اس کا کچھ فائدہ نہیں جب تک وہ عیسائی یہ نہ سمجھ لے کہ روحانی انعام جو اسلام میں ملتا ہے وہ اس کی اپنی تعلیم میں نہیں۔

اسلام کے عقائد کا علم ہونے کے بعد اگر عمل کے وقت پیچھے ہٹ جائیں عمل صالحی کی بجائے فساد والا عمل کریں اور اس کی بو سے سارا اعلاقہ بد بودا رہ جائے تو ان عقائد کے علم کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسلام کے مطابق زندگی گزاریں۔ اگلے ۳۰، ۲۰ سال دنیا کیلئے انتہائی نازک اور انتہائی خطرناک ہیں جس کا آپ کو تصور بھی نہیں آپ بھی اس عذاب سے نج نہیں سکتے جب تک اپنے اموال اپنی جان اور عزت کی قربانی نہ دیں ورنہ اس کے قہر کا تازیانہ آپ پر بھی پڑے گا خدا تعالیٰ کسی کا ذمہ دار نہیں ہے اپنے اعمال کی اصلاح کریں آپ نے صداقت قبول کر لی ہے اب اعمال صالحہ بجا لانا آپ کے لئے مشکل نہیں یہ چیزیں غیروں کے پاس نہیں آپ روحانی کامیابی کے قریب ہیں جو زبان سے دعویٰ کرے عمل سے ثابت نہ کرے جس کے منہ سے برائیں کے پھول جھٹر رہے ہوں مگر عمل سے اس کی خوبصورت آرہی ہو ایسا شخص

خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل نہیں کرسکتا۔ ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے اس کے بغیر آپ خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔

عمل صالح کی توفیق بھی خدا ہی دیتا ہے اسی سے اس کی توفیق مانگی چاہئے اللہ تعالیٰ آپ کو ایک احمدی کی سی زندگی گزارنے کی توفیق دے جہاں یہ زمانہ بڑا نازک ہے وہاں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے بھی دروازے کھلے ہیں بڑا بدجنت ہے وہ شخص جس کو دونوں دروازوں کا علم ہو مگر وہ اچھے دروازہ کو منتخب نہ کرے۔ آپ دنیا کے استاد بنائے گئے ہیں دعا کریں کہ اپنی غفلت کے نتیجہ میں دنیا کے شاگرد نہ بن جائیں۔

(روزنامہ الفضل ۲۶ اگست ۱۹۶۷ء صفحہ ۳، ۴، ۵)



دعا کے ذریعہ ہی مغربی اقوام کو اسلام کی طرف

متوجہ کیا جاسکتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ اگست ۱۹۶۷ء بمقام ونڈر میٹر لیک ڈسٹرکٹ برطانیہ)



- ☆ نہایت ہی مبارک روایا کا تذکرہ
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی ”نشاۃ ثانیہ“ کو صحیح صادق سے تعبیر کیا ہے۔
- ☆ مغربی اقوام عقلی دلائل سننے کے لئے تیار نہیں۔
- ☆ شرک دنیا سے مت رہا ہے اس کی جگہ دہریت نے لے لی ہے۔
- ☆ خدا تعالیٰ مجھے دیکھا کر اور ملائکہ کو نازل کر کے اور انذاری نشانات دیکھا کر مغربی اقوام کو اسلام کی طرف متوجہ کرے گا۔

تشہد، تعوداً و رسورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:

میری ایک رویا کا تعلق اسلام کی ترقی سے ہے میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھڑے ہیں ایک شخص جس کا نام خالد ہے کہتا ہے کہ آپ نام رکھ دیں لیکن یہ یاد نہیں رہا کہ وہ کسی بچے کا نام رکھوانا چاہتا ہے یا کسی بڑے کا یا اپنا نام بدلوانا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ”طارق“ نام رکھتا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ طارق نام ہی نہیں دعا بھی ہے اور یہ دعا بہت کرنی چاہئے۔ اس خواب کی مجھے یہ تفہیم ہوئی ہے کہ طارق رات کے وقت آنے والے کو کہتے ہیں۔ رات کے وقت ملائکہ کا نزول بھی ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کو صحیح صادق کے ظہور سے تعبیر کیا ہے اور طارق کے معنی روشن اور صحیح کے وقت طلوع ہونے والے ستارے کے بھی ہیں اور یہ ستارہ اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ رات گزر گئی ہے اور دن چڑھنے والا ہے۔ پس اس خواب کا مطلب یہ ہوا کہ مغربی اقوام جو بظاہر مہذب کہلاتی ہیں لیکن درحقیقت انتہائی غیر مہذب اور گندی زندگی بسر کر رہی ہیں اور بظاہر اسلام کی طرف ان کی توجہ ممکن نظر نہیں آ رہی دعا کے ذریعہ ممکن ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ عقلی دلائل یہ سننے کو تیار نہیں ان کو دعا ہی خدا تعالیٰ کی طرف لاسکتی ہے۔ دلائل کے علاوہ دو صورتیں رہ جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر یہ اپنے خالق حقیقی کی طرف متوجہ نہ ہوں تو عذاب الہی ان پر نازل ہو جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں ان کے دلوں میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ دوسرا ملائکہ کا نزول ہو جوان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیریں۔ لیکن اس کے لئے بھی دعاوں کی ضرورت ہے خصوصاً رات کے وقت کی دعاوں کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کیلئے فرشتوں کے نزول کے ذریعہ انقلاب عظیم پیدا فرمائے گا اور خود میرا ذکر کہیں پہنچ یا نہ پہنچ۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ لوگوں کے دلوں میں تغیر پیدا کریں گے اور ان کو حق کے قبول کرنے اور اسلام پر عمل کرنے کی طرف لا نہیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یسوع مسیح کی محبت یورپ میں بننے والوں کے دلوں میں بہت زیادہ رچی ہوئی تھی اور یہ لوگ عیسائیت پر ایمان لائے بغیر نجات کو ناممکن سمجھتے تھے لیکن آج خدا تعالیٰ نے ملائکہ کے نزول کے ذریعہ سے ان کے دلوں سے عیسائیت کے بت سے فرشت پیدا کر دی ہے۔ یہاں تک کہ خود عیسائی پادری بھی یسوع مسیح پر الزام لگانے میں پیش پیش ہیں۔ نیز ایک عظیم بنیادی گناہ شرک دنیا سے مت رہا ہے اور اس سے کمتر گناہ یعنی دہریت نے اس کی جگہ لے لی ہے اس میں شک نہیں کہ شرک اور دہریت ہردوہی بڑے گناہ ہیں لیکن دہریت شرک سے کم ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کونہ ماننا اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا شرک کرنا کیونکہ دہریت تو روحا نیت سے بالکل بے بہرہ ہے لیکن مشرک خدا تعالیٰ کو پہچان کر اس کے ساتھ شریک پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ گناہ یقیناً دہریت سے زیادہ ہے اسی لئے قرآن کریم نے بار بار یہ فرمایا ہے کہ شرک کا گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔ غرض ایک بڑے گناہ سے ہٹ کر یہ اقوام ایک نسبتاً چھوٹے گناہ کی طرف آ رہی ہیں اور ایک بڑی روک جو جذباتی تھی یعنی مسیح سے پیار اس کو فرشتوں نے مٹا دیا ہے۔ اب ایک خلاء پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ اس خلاء کو اللہ تعالیٰ احمدیت اور اسلام کے ذریعہ ہی پُر کرے گا۔ انشاء اللہ۔

لیکن اس خلاء کو پُر کرنے کیلئے بھی دعاوں کی ضرورت ہے اور جو خواب میں نے شروع میں بیان کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میرے ذریعہ جماعت کو یہ توجہ دلائی ہے کہ اگر چہ کام بہت بڑا ہے اور ہم کمزور ہیں لیکن اگر ہم اپنے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں تو خدا تعالیٰ مجھے دکھا کر اور ملائکہ کو نازل کر کے اور انذاری نشانات دکھا کر اسلام کی طرف ان اقوام کو متوجہ کر دے گا اور جو ہمارے دل کی خواہش ہے کہ یہ لوگ اسلام میں داخل ہوں پوری ہو جائے گی۔ اور آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نے جو یہ وعدہ دیا تھا کہ اسلام کے غلبے کے ایسے سامان پیدا کر دیئے جائیں گے کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا وہ سامان پیدا ہو جائیں گے۔ یہی ہم پر پہلی اور آخری ذمہ داری دعا کی ہے۔ ہمارا ہتھیار دعا ہی ہے جس سے کامیابی ہوگی۔ ہماری تمام تدبیریں تبھی کامیابی کا منہ دکھل سکیں گی اگر ہم اس کے ساتھ دعاوں کو شامل کر لیں۔ دعا ہمیں دنیا میں فتح دے سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے اور ان کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(الفضل ۲، آگسٹ ۱۹۶۷ء صفحہ ۳، ۴)

دُنیا میں تباہی کی آگ بھڑک رہی ہے آؤ! محمد رسول اللہ ﷺ کے
ٹھنڈے سایہ تلے پناہ لے کر اس آگ سے محفوظ ہو جاؤ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ اگست ۱۹۶۷ء بمقام مسجدِفضل لندن)



- ☆ ہم میں سے سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں زندہ خدا سے تعلق کا ذاتی تجربہ رکھتے ہیں۔
- ☆ خدا تعالیٰ جھوٹے مدعاً نبوت کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔
- ☆ اسلام کے علاوہ کسی مذہب کی تعلیم انسانی دست بُرد سے محفوظ نہیں رہی۔
- ☆ تیسرا عالمگیر جنگ کے ساتھ غلبہ اسلام کا زمانہ بھی وابستہ ہے۔
- ☆ احباب انگلستان فضل عمر فاؤنڈیشن کی وصولی کی طرف فوری توجہ کریں۔

لندن ۱۱ اگست ۱۹۶۷ء: آج اڑھائی بجے بعد دو پھر حضور نے مسجد فضل لندن میں تشریف لا کر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ پڑھائی حضور کے خطبہ کا خلاصہ اپنے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (خاکسار لئق احمد طاہر لندن)
حضور نے تشهد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

امریکہ سے بھی ہماری جماعت کے چند ممبر یہاں آئے ہوئے ہیں جو صرف انگریزی زبان ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ آج کا خطبہ اردو کی بجائے انگریزی زبان میں ہی دوں۔
ہم احمدی مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور حضرت رسول کریم ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔
خدا تعالیٰ پر ہمارا اعتقاد رسی نہیں ہے بلکہ ہم اسے زندہ خدا سمجھتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ زندہ تعلق قائم کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں اس کا ذائقہ تجربہ رکھتے ہیں۔
ہم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادریانی علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کے جلیل القدر روحانی فرزند تھے اور آپ دنیا میں مسح موعود بنا کر بیحیج گئے تھے تاکہ آپ روحانی و جسمانی بیماریاں دور فرماؤں۔ یہ میرا ذائقہ تجربہ ہے کہ اسلام ایک عظیم الشان مذہب ہے اسلام نے صلح و آشتی کی جو تعلیم دی ہے اس کے مطابق تمام انبیاء سچے نبی تھے اور من جانب اللہ تھے اسی طرح جن مذاہب کی ان انبیاء نے تعلیم دی اور دنیا کے مختلف حصوں میں اپنی تعلیم رائج کی اور وہ مقبول ہوئی وہ اپنے محدود زمانہ تک قابل عمل رہی۔

ان انبیاء میں سے کوئی ایک نبی بھی جھوٹا نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ کوئی جھوٹا نبی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کا قہر جھوٹے مدعی نبوت پر نازل ہوتا ہے وہ اسے بتاہ و بر باد کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیتا ہے اور اس کے تبعین کو منتشر کر دیتا ہے اور جو انبیاء

اپنے مشن میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے دنیا میں شہرت حاصل کی اور ایک عالم نے انہیں قول کر لیا۔
یقیناً وہ خدا تعالیٰ کے برحق فرستادہ تھے۔

اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم تمام انبیاء پر ایمان لا سیں اور ان کا احترام کریں خواہ وہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے ہوں یا دنیا کی کسی اور قوم کی طرف یہی وجہ ہے کہ آج ہم جب کسی مذہب کا انکار کرتے ہیں تو صرف اس کی موجودہ مسخر شدہ شکل اور محرف و مبدل تعلیم کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

آج سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو کہ اپنی صحیح تعلیم پیش کر سکتا ہو۔ انسانی ہاتھوں کی دست بُرد سے یہ مذاہب محفوظ نہیں رہے اور پہلے مذاہب اپنے مذہبی نقطہ نظر کے لحاظ سے صرف محدود لوگوں کے لئے ہی تھے۔ ان کا مقصد محدود وقت کے لئے سماجی و اخلاقی و روحانی ضروریات پوری کرنا تھا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ سابقہ انبیاء جنہیں ابتداء میں لاکھوں لوگوں نے صدیوں تک برحق نبی کے طور پر تسلیم کئے رکھا۔ مسلمانوں کا دل ان سب کے لئے جذبہ احترام و محبت سے معمور ہے۔ کیونکہ ایک سچا مسلمان اس بات پر کامل یقین رکھتا ہے کہ جو مذہبی تعلیم ان انبیاء نے دی تھی وہ اپنی اصل شکل میں ہرگز ہرگز غلط نہ تھی مگر آج محض اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی حقیقی تعلیم بالکل محفوظ ہے اور خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں ابتداء سے ہی اس کا وعدہ فرمایا کہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْدِّيْنَ كَرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الجیحون: ۱۰)

کہ یہ شریعت ہم نے ہی نازل کی ہے اور ہم ہی اس کی یقیناً حفاظت کریں گے۔ قرآن مجید کے لاکھوں نسخ دنیا میں پائے جاتے ہیں اور لاکھوں حفاظ قرآن مجید دنیا میں موجود ہیں جو کہ اس کی حفاظت کا ایک بین ثبوت ہیں۔

لاکھوں مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق قائم کر کے اسلامی تعلیمات دنیا میں قائم رکھیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی جناب سے اسرارِ غیریہ اور قرآنی نکات معرفت سے بہرہ اندوز کیا ان مسلمانوں نے اخلاقی و روحانی مسائل کو اپنے زمانہ میں حل کیا۔ ہمارے زمانہ میں حضرت سید و مولا نبی کریم ﷺ کے ایک غلام آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے طفیل ہماری اصلاح کے لئے مبجوض ہوئے۔ آپ نے اپنی تحریروں اور کلمات طیبات سے یہ ثابت فرمایا کہ تعلیم اسلام کامل و اکمل ہے اور اس کا مقابلہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب کی تعلیم نہیں کر سکتی۔

زندہ نشانات اور آسمانی بشارات جو آپ پر ہر روز تائید اسلام میں نازل ہوتے رہے ان سے یہ

ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ باقی تمام مذاہب ان زندہ نشانوں سے عاری ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مردہ مذاہب ہیں ہم آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں اور تجلیات الہیہ کا ذاتی طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

ایک زندہ مذہب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کامل و اکمل ہو جس میں انسان اپنے طور پر کوئی اصلاح نہ کر سکے۔ اسلام نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہی درحقیقت ایک کامل مذہب ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:-

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَّمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا۔
(المائدہ: ۳)

قسم کا دعویٰ کسی اور مذہب نے نہیں کیا۔ نہ ہی تورات نے اور نہ ہی انجیل نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے۔

عہدنا مہ قدمیم میں یہ الہی وعدہ ہے:-

”میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری ماں دا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان بالوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہہ گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔“

(استثناء باب ۱۸ آیت: ۲۰ تا ۲۱)

اگر عہدنا مہ قدمی کی تعلیم پر عمل کرنے سے مستقبل کے مسائل کا حل ممکن ہوتا تو کسی نے نبی کی بعثت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اور خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کی تباہیاں اس نبی کے مکرین پر نازل نہ ہوتیں۔

عہدنا مہ جدید نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کی تعلیم مکمل ہے جیسا کہ لکھا ہے:-

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔“

(یوحنا باب ۱۶ آیت: ۱۲، ۱۳)

پس موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تورات نا مکمل کتاب ہے اور ایک موعود نبی

کی کامل شریعت کی بشارت دی ہے۔ مسیح نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ان کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہے کیونکہ وہ وقت کامل و مکمل شریعت کے لئے سازگار نہ تھا۔ انسانی دماغ اس بات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کامل شریعت کا مخاطب ہو۔ یہ کوئی بے بنیاد دعویٰ نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کے مخالفین کو چیلنج کیا کہ وہ اسلام کی کامل تعلیم کے مقابلہ میں اپنی تعلیم پیش کریں اور یہ ثابت کریں کہ ان کی تعلیم اسلامی تعلیم سے افضل ہے مگر کسی مذہب کا کوئی نمائندہ بھی میدان مقابلہ میں نہ آیا۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ آپؐ سے ایک عیسائی نے یہ سوال کیا کہ قرآن مجید کے نزول کی کیا ضرورت تھی جبکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ پھر نبی ہیں اور تورات ایک الہامی کتاب ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ حق ہے کہ موسیٰ خدا تعالیٰ کے نبی تھے اور یہ بھی درست ہے کہ تورات اپنی اصل شکل میں ایک الہامی کتاب تھی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ کی تعلیمات کا دور ختم ہو چکا ہے اور آپؐ کی تعلیمات کا چشمہ خشک ہو چکا ہے۔ لہذا انسان کی روحانی پیاس اس سے نہیں بچ سکتی۔ آج اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس کا روحانی سمندر دلائل قاطعہ اور برائیں ساطعہ سے ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ قرآنی علوم کے مقابلہ میں باطل کی کچھ بھی حیثیت نہیں ہے صرف سورہ فاتحہ کی سات آیات ہی کو لے لیجئے ان کا مقابلہ بھی پوری تورات و انجیل نہیں کر سکتے چ جائیکہ تورات اور انجیل مکمل قرآن کے مقابلے میں ٹھہر سکیں۔

آپؐ نے عیسائی مبلغین کو لاکارا کہ وہ تورات اور انجیل کی تعلیمات کو قرآن کے مقابلے میں پیش کریں۔ صرف سورہ فاتحہ ہی ایک ایسی جامع اور مکمل تعلیم پیش کرتی ہے جس کے مقابلے میں ان کی کئی کتب کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ چیلنج آج بھی قائم ہے اور میں اس بات کا آج بھی اعادہ کرتا ہوں کہ رومن کیتھولک اور عیسائیوں کے دوسرے فرقوں کے سربراہ اس چیلنج کو قبول کریں اور اسلام اور عیسائیت کی سچائی کا فیصلہ کر لیں۔

اسلام کی دوسری خصوصیت جو کہ دنیا کے کسی اور مذہب کو حاصل نہیں ہے یہ ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ زندہ تعلق اور تازہ مجزات پر مبنی ہے۔

جب یہ دو خصوصیات ایک مذہب میں جمع ہو جائیں اس وقت اس کی روحانی روشنی سے سارا عالم

جگہ اٹھتا ہے اور اس کی ضیاء پاشی سے سارے شک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ اور دلوں کو اس کی روشنی یقین اور ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیتی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمد یہ نے اسلام کی صداقت کے ثبوت کے طور پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں نشانات دنیا کے سامنے پیش کئے جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر پانچ عظیم تباہیوں کے بارے میں پیشگوئی فرمائی۔ دو پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی صورت میں عظیم الشان طور سے پوری ہوئیں۔ تیسرا ہولناک تباہی کے مہیب آثار آسمان پر ہویدا ہیں جس کے اثرات نہایت ہی خوفناک اور تباہ کن ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر بھی دی کہ اس تیسرا تباہی کے ساتھ غلبہ اسلام کا زمانہ بھی وابستہ ہے۔

اس تباہی سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ انسان سچے راستے کو اختیار کرے اور وہ راستہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قہر غفریب اس دنیا پر نازل ہونے والا ہے۔ تباہی کی آگ بھڑک اٹھی ہے آؤ اور استغفار کے آنسوؤں سے اس آگ کے لپتے ہوئے شعلوں کو سردا کرو۔ آؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے حرم و کرم کے ٹھنڈے سائے تلے پناہ حاصل کرو۔ اٹھو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ تعلق قائم کرو۔ آؤ! اگر تم اس بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

حضور نے خطبہ ثانیہ کے دوران اردو میں انگلستان کے احمدی احباب جماعت سے مناطب ہو کر فرمایا۔

”میں آپ کو فضل عمر فاؤنڈیشن کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ مکرم و محترم مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری نے اپنی بیرونی سالی کے باوجود اس ضمن میں بڑی محنت سے کام کیا ہے اور بہت سے دوستوں نے فضل عمر فاؤنڈیشن کی طرف توجہ کی ہے اگر احمدی مستورات ڈنمارک کی مسجد کا تمام خرچ برداشت کر سکتی ہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ انگلستان کے احمدی بھائی فضل عمر فاؤنڈیشن میں کیوں اس رقم سے کم چندہ پیش کریں۔ جو احمدی بہنوں نے ڈنمارک کی مسجد کے لئے دی ہے۔

میں محبت و پیار کی ایک مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک دن دفتر نے (ملاقات کے پروگرام کے دوران) مجھے اطلاع دی کہ ایک بزرگ دوست گجرات سے آئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

وہ اتنے ضعیف اور بُڑھے ہیں کہ سیٹر ہیاں نہیں چڑھ سکتے۔ میں نے پیغام بھجوایا کہ اگر وہ سیٹر ہیاں نہیں چڑھ سکتے تو میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے نیچے اتر سکتا ہوں۔ میں سیٹر ہیاں اتر کے ان کے پاس گیا۔ وہ کھڑے ہو گئے اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے انہوں نے اپنی جیب یادھوتی کی گردہ سے ایک رومال نکالا اور اسے کھوں کر مجھے۔ ۱۳۰۰ روپے دیئے کہ یہ فضل عمر فاؤنڈیشن کا چندہ ہے میں گجرات سے چل کر صرف یہی چندہ دینے آیا تھا۔

ایک غریب آدمی جس کی ساری پونچی شاپروہی تھی وہ حضرت فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں گجرات سے چل کر ربہ آ کر وہ رقم پیش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں دعویٰ محبت ہو وہاں اس کے مطابق عمل بھی ہونا چاہئے۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ مولوی قدرت اللہ صاحب ۲۰ ستمبر تک ابھی یہاں ٹھیکریں گے۔ آپ فاؤنڈیشن کی طرف توجہ کریں۔

میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے مستقبل قریب میں اس سے بھی بڑی قربانیوں کا مطالبہ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت جماعت ایک نازک دور میں داخل ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ وہ بشارت میں جن کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا تھا ہماری زندگی میں ہی پوری ہوں تو ہمیں عظیم الشان قربانیاں دینی ہوں گی۔ اتنا اشارہ ہی کافی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اس کے بعد حضور نے نماز جمعہ پڑھائی۔ سینکڑوں دوست حضور کے کلمات طیبات سننے اور حضور کی زیارت کرنے کے اشتیاق میں دور نزد دیک سے آئے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جماعت کے دل اپنے محبوب امام کی محبت والفت سے لبریز ہیں۔ نماز جمعہ اور خطبہ میں بعض غیر ملکی غیر از جماعت دوست بھی شریک ہوئے اور حضور کے خطبے سے مستفید ہوئے۔ مستورات بھی کثیر تعداد میں مشن کے ہال میں موجود تھیں انہوں نے بھی حضور کے پرمعارف خطبے سے استفادہ کیا۔

(الفضل ر ۲۲ اگست ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۳)

خطبہ جمعہ ۱۸ اگست ۱۹۶۷ء



حضور انور لنڈن میں قیام فرماتھے۔ خطبہ جمعہ کے بارہ میں الفضل یادوسرے ریکارڈ سے تاحال علم
نہیں ہوسکا۔



صرف اسلام ہی دنیا کو ہولناک تباہی سے بچا سکتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ اگست ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ نہایت ہی مبارک اور کامیاب سفر یورپ کے مشاہدات کا تفصیلی تذکرہ۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش اور رحمت کے نشانات دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہے۔
- ☆ چند نہایت ہی مبشر خوابوں کا تذکرہ۔
- ☆ خدا تعالیٰ جب بشارتیں دیتا ہے تو ان کے پورا کرنے کے سامان بھی پیدا کرتا ہے۔
- ☆ امن کا پیغام اک حرف انتباہ۔

تشہد و تعودہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

احباب جماعت اور اس عاجز بندے پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش اور اس کی رحمت کے نشانات اُترتے دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہے اور ایسا معلوم ہوتا کہ دنیا کے سارے سمندر محبت اور حمد اور تعریف کا بیڑا ہن پہن کر اس چھوٹے سے دل میں سما گئے ہیں اور خدا کی حمد چاروں طرف بڑی موجوں کی شکل میں ابھر رہی اور موجوں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (جیسا کہ اس نے اس سفر سے قبل خود بتایا تھا) اس سفر کو محض اپنے فضل سے اسلام کے لئے بہت ہی باہر کت ثابت کیا ہے۔

قبل اس کے کہ میں اپنی وہ روایا بیان کروں جو میں نے جانے سے قبل دیکھی تھی میں ایک اور دوست کی روایا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دوست نے مجھے لکھا (مجھے یاد نہیں رہا کہ روانگی سے چند روز قبل یاروانہ ہونے کے بعد چند روز کے اندر مجھے یہ خط ملا تھا) کہ میں نے روایا میں دیکھا ہے کہ کچھ خالفت ہو رہی ہے یہ ورنی بھی اور اندر ورنی بھی۔ اور بعض مفترض یا اعتراض کرتے ہیں کہ یہ روایا اور خواب بہت سنانے لگ گیا ہے۔

اس خواب کی تعبیریں میرے ذہن میں آئیں جن میں سے ایک کاذکر میں اپنی کراچی والی تقریر میں کرچکا ہوں اور ہر دو کاذکر اس وقت یہاں کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے اپنے اس دوست کی خواب پڑھی تو میری توجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف پھیری کہ اس سفر کے دوران بہت سی بشارتیں ملیں گی اور دوسرے یہ کہ مجھے ان بشارتوں کا ذکر جماعت کے سامنے کر دینا چاہئے۔ کیونکہ جب تک بشارتیں نہ ملیں اور ان کا ذکر بھی جماعت کے سامنے نہ کیا جائے۔ مفترض اعتراض نہیں کر سکتا۔ یعنی اگر بشارت ہی کوئی نہ ملتا اس قسم کا اعتراض کرنے والا ذہن سوچتی نہیں سکتا۔ اگر بشارتیں ملیں اور ان کا ذکر کرنے کیا جائے۔ تب بھی یہی حال ہے۔ پس اس دوست کی اس خواب سے میں ایک طرف بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ بہت سی

بشارتوں کے سامان پیدا کرے گا اور حادثہ کے لئے حد کے سامان بھی بہت سے پیدا کرے گا اور دوسری طرف میں نے خیال کیا کہ مجھے خاموش نہیں رہنا چاہئے بلکہ جماعت کے سامنے ان باتوں کا ذکر کر دینا چاہئے۔

اس روایا کے بتانے کے بعد اب میں اپنی وہ روایا بتاتا ہوں جو روانگی سے چند روز قبل میں نے دیکھا۔ جس وقت تحریک جدید کی طرف سے اس خواہش کا امظہار کیا گیا کہ کوپن ہیگن کی مسجد کا افتتاح میں خود وہاں جا کر کروں اور دراصل یہ وہاں کی جماعت کی خواہش تھی جو انہوں نے مجھ تک پہنچائی تھی اور جب یورپ کے دوسرے مشنوں کو معلوم ہوا کہ میں مسجد کے افتتاح کے لئے کوپن ہیگن آرہا ہوں تو وہاں سے مطابق آنے شروع ہوئے کہ اگر آپ ڈنارک آئیں تو ہمارے مشن میں بھی آئیں چنانچہ یہ پروگرام بننا کہ اگر جائیں تو یورپ کے سارے مشنوں کا دورہ بھی کریں۔ لیکن میرے دل میں پورہ انشراح پیدا نہیں ہوا تھا اور تحریک مطالبہ کر رہی تھی کہ کافی وقت پہلے ان کو اطلاع دینی چاہئے تا وہاں انتظامات ہو سکیں۔ اس پر میں نے انہیں کہا کہ ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی طرف سے پوری تیاری کر لیں۔ تا کہ اگر جانے کا پروگرام بننے تو ان کو کوئی وقت پیش نہ آئے لیکن اپنے ذہن میں یہ بھی کہ ضروری نہیں کہ میں اس سفر کو اختیار کروں تا کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ ما یوس نہ ہوں۔ غرض یہ مشروط پروگرام ان کو دیا گیا اور یہاں میں نے جماعت میں دعا کیلئے تحریک کی۔ بعض دوستوں کو خاص طور پر خطوط لکھوائے اور بعض کو کھلوا کے بھیجا۔ دوستوں نے بھی بڑی دعا میں کیں کیں اور میں بھی اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق دعا میں کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت دعا میں کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن پورا انشراح نہیں ہو رہا تھا۔ بہت سے دوستوں نے مبشر خواہیں بھی دیکھیں بعض نے بشارتوں کیستھ بعض منذر حصے بھی دیکھے۔ خود میں نے دو تین خواہیں ایسی دیکھیں جن میں مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ واپسی پر کچھ بد مرگی وغیرہ پیدا ہو گی یا کوئی خطرہ پیش آئے گا۔ لیکن وہ سارے نظارے واپسی کے تھے جس میں یہ اشارہ پایا جاتا تھا کہ سفر کے لئے روانگی ہو گی کیونکہ روانگی کے بغیر واپسی نہیں ہوا کرتی۔ لیکن پھر بھی طبیعت میں پورا انشراح نہیں تھا۔ تب قریباً آٹھ دس روز پہلے میں نے اپنے رب کے عظیم نور کا ایک حسین نظارہ دیکھا۔ میں نے روایا میں دیکھا کہ ہم قادیان میں ہیں اور عرفانی صاحب کے مکان میں کوئی تقریب ہے جس میں مجھے اور منصوروہ بیگم کو بھی بلا یا گیا ہے اور وہ تقریب عصر کے بعد ہے چنانچہ اس کیلئے ہم روانہ ہوئے۔ ہم حضرت مرحنا

سلطان احمد صاحب کے مکانوں میں سے گزر کر اس گلی میں سے گزرے جو اس چوک میں داخل ہوتی ہے جہاں ڈاکٹر احسان علی صاحب کی دوکان تھی اور وہیں سے باہمیں طرف الحکم سڑیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ ہم بھی اس چوک سے ہو کر الحکم سڑیت میں داخل ہوئے۔ ہمارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں (وہی قادیانی کاظمارہ ہے۔ جس کی ایسٹ اینٹ ہمیں یاد ہے اور ہم اسے کبھی نہیں بھول سکتے) بہر حال ہم عرفانی صاحب کے مکان پر آئے۔ اس مکان کا فرنٹ بالکل وہی تھا جو پہلے تھا وہی چھوٹا سا دروازہ جو اس کا ہوا کرتا تھا ہم اس دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن جب میں اس گھر میں داخل ہوتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرفانی صاحب کا مکان نہیں بلکہ وہ ایک بہت بڑے قلعے کا دروازہ ہے۔ جس میں سے گزر کر ہم وقت میں پانچ سات کاریں گزر سکتی ہیں غرض وہ اتنا بڑا دروازہ ہے۔ اس دروازے میں سے گزر کر ہم صحن میں آئے۔ پرانے قلعوں کے دروازے خالی نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ قلعہ کا دروازہ ایک کمرہ کے اندر کھلتا تھا۔ اور پھر اس کمرہ کا دروازہ آگے صحن میں کھلتا تھا۔ بہر حال اس قلعہ کا بہت بڑا نونس ہاں ہے جس میں ہم داخل ہوئے ہیں اور جو صحن ہے وہ اس طرح کا ہے جیسے کوئی ٹیلہ ہو اور نہایت خوبصورت سبزہ اس پر اگا ہوا ہے اور پھول بھی ہیں۔ پھر خوب سجا یا گیا ہے۔

اور قلعہ کا باغ پچھے جو ایک ٹیلہ پر ہے اس طرح ہے کہ سامنے کی طرف اور ہر دو پہلوؤں کی طرف کچھ سلوپ (Slope) اور ڈھلوان ہے مجھے یاد نہیں اور نہ ہی خواب میں مجھے پتہ لگا کہ کون ہمیں اس طرف لے جا رہا ہے بہر حال کوئی ہمیں اس طرف یا جانے والا تھا اور وہ ہمیں اس ٹیلہ کے اوپر لے گیا جہاں ایک کاؤچ بچا ہوا ہے۔ اور اس نے مجھے اور منصورہ بیگم کو کہا کہ آپ یہاں بیٹھیں۔ وہاں کئی سو آدمی موجود ہیں جو ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں جو گھاس کے تنتوں پر بچھی ہوئی ہیں۔ اس وقت تک کہ ہم اس کاؤچ یعنی صوف سیٹ کے اوپر بیٹھیں۔ ہمیں پیچھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سامنے ہی نظر آ رہا تھا۔ لیکن جب ہم وہاں بیٹھے (باہمیں طرف منصورہ بیگم ہیں اور داہمیں طرف میں ہوں) اور منہ اور پر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قلعے کی دیوار کے اندر کا حصہ جو ہمارے سامنے تھا۔ ایسی ہی خوبصورتی سے سجا یا گیا تھا کہ کوئی انسانی ہاتھ ایسی خوبصورتی پیدا نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی انسان کے تصور میں وہ چیز آ سکتی ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اپنی کسی خاص مشیت کے ماتحت اسے وہ خوبصورتی نہ دکھائے اور جتنا بڑا دروازہ اور ڈبوڑھی اس قلعے کی تھی۔ اسی نسبت سے وہ دیوار تھی۔ یعنی کئی سو گز۔ نصف اس کے داہمیں طرف اور نصف باہمیں طرف ہمارے آگے

اور جہاں وہ دیوار ختم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی (قلعہ مستطیل ہوتے ہیں) ایک ایک کمرہ دونوں طرف کا مجھے نظر آیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اسکا کچھ نہیں دیکھا اور ان کمروں کی دیواریں بھی اسی خوبصورتی سے سجائی گئی ہیں اور یہ قلعہ دو منزلہ تھا جس ڈیوڑھی میں سے ہم گزر کر آئے ہیں وہ دو منزلہ عمارت سے اوپر نکل جاتی تھی اور جیسا کہ قلعوں کے اندر عام طور پر گنبد ہوتے ہیں۔ اس کے دونوں کناروں پر گنبد تھے اور وہ سارا حصہ جس پر ہماری نظر پڑتی تھی نہایت خوبصورتی سے سجا گیا تھا۔ کوئی بلب یا ٹوبہ میں نظر نہیں آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قلعے کی دیوار کے ہر ذرہ سے روشنی چھن کے باہر آ رہی ہے اور وہ روشنی مختلف رنگوں کی تھی یعنی سرخ زرد۔ سبز اور گلابی وغیرہ۔ میں ان رنگوں کو گن نہیں سکا۔ بہر حال وہ مختلف رنگ تھے اور ان کے ملنے سے نہایت ہی خوبصورت منظر بنتا تھا اتنا خوبصورت کہ میں اپنی پوری توجہ کیسا تھا اس حسن میں کھویا گیا اور ایک لمبا عرصہ میں خود فراموشی کے عالم میں الہی حسن کے اس حسین منظر میں گم رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد میں نے اس حسن کی تفصیل پر غور کرنا شروع کیا۔ جس جگہ یہ کاؤچ تھا دوسری منزل کے چھت کے عین سامنے اس سے ذرا نیچے تھا۔

یعنی ہمارے سامنے دوسری منزل کی چھت کے نیچے وہ جگہ آتی تھی۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ڈیوڑھی کی چھت دو منزلوں سے بھی اوپر تیسری منزل تک چلی گئی تھی۔ جب میں نے تفصیلی غور کرنا شروع کیا تو میری پہلی تفصیلی توجہ ڈیوڑھی کے اس حصہ پر پڑی جو دوسری منزل کی چھت کے اوپر نکلا ہوا تھا اور کافی غور کرنے کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ قریباً ۵۵۔۶۰ فٹ چوڑی ڈیوڑھی کے اوپر نہایت خوبصورت رنگوں سے لکھا ہوا یہ الہام حضرت مسیح موعود عليه الصلوٰۃ والسلام کا میرے سامنے نمودار ہوا الیٰس اللہ بِکَافٍ عَبْدَهُ اسے دیکھ کر میرے اندر ایک عجیب روحانی کیفیت پیدا ہوئی۔ پھر میں نے اس حسین اور منور دیوار پر اور زیادہ تفصیلی غور کرنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ جو سبز رنگ کے قطعہ دیوار کے اوپر مجھے چار لائنوں میں نظر آتے ہیں اور نظر کو وہ ایک چوکھہ سا معلوم ہوتا ہے۔ وہ محض خوبصورتی کے لئے ہی نہیں بلکہ وہ اشعار ہیں اور ساری دیوار کے اوپر سبز رنگ میں لکھے ہوئے ہیں۔ کہیں وہ شعر (پورا قطعہ) مریخ بناتے ہیں اور کہیں ایک شعر (دومصری) ایک مستطیل بناتے ہیں اور ان کو نہایت خوبصورتی کیسا تھا ساری دیوار کے اوپر سجا گیا ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ میرا سہرا ہے اور مجھے خیال آتا ہے کہ مجھے ان لوگوں نے بتایا ہی نہیں تھا اور میری شادی کا انتظام کر دیا ہے۔ اور میرا سہرا یہاں اس

خوبصورتی کیسا تھا لکھ دیا ہے۔

پھر میں نے اس سجاوٹ پر اور غور کیا تو میں نے یہ دیکھا کہ ساری دیوار کے اوپر وہ سارے پھول اور اشعار اور الیسَ اللہِ بِکَافِ عَبْدَهُ نظر آتے تھے وہ خشک میوں بادام اور پستہ وغیرہ سے بنائے گئے ہیں۔ اور ان کو اس طرح سجاایا گیا ہے کہ شکلیں الفاظ کی نظر آ رہی ہیں اور ان کے نیچے سے روشنی چھن کے آ رہی ہے۔ سوائے ہر دو برج کی دیواروں کے جن کی سجاوٹ کیلوں (پھل) سے کی گئی تھی۔ پھر میں نے ان اشعار میں سے ایک شعر پڑھا لیکن بیدار ہونے کے بعد وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ پھر میں نے دائیں طرف دیکھا۔ وہ دو منزلہ کرہ جو ایک ہی کرہ دائیں بازو کا مجھے نظر آ رہا تھا اور سجا ہوا تھا اس کی دوسری منزل اتنی بڑی تھی جتنا یہ ہماری چھت ہے۔ اس کی پوری دیوار پر ایک کم عمر لڑکی کی تصویر ہے اور جب میں نے اس کو غور سے دیکھنا شروع کیا تو وہ مجھے ایک شہبہ نظر آئی جس کے سر پر دو پتھر اور سر آگے جھکا ہوا تھا۔ جیسا کہ وہ کوئی مسلمان لڑکی ہو پھر میں نے دیکھا کہ وہ نماز کی (قیام کی) حالت میں ہے۔ یعنی اس نے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں۔ پھر جب میں نے غور کیا۔ تو میں نے اس کے ہونٹوں کو ملتے پایا اور میری طبیعت پر یہ اثر ہوا کہ یہ سورۃ حمد پڑھ رہی ہے اور ہونٹ اس کے ہل رہے تھے۔ اس کے بعد وہ شخص جو ہمیں وہاں لے گیا تھا اس وقت ذہن میں نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور نہ بعد میں ہی ذہن میں آیا، اس نے کہا آئیں، آپ کو عجائب گھر اس قلعہ کا دکھائیں۔ چنانچہ میں اور منصورہ بیگم اٹھے اور اس کے ساتھ گئے۔ وہ ہمیں بائیں طرف لے گیا۔ اس کمرے کی طرف جو سامنے دیوار کے پہلو میں (دوسرے بازو کا ایک ہی کرہ) نظر آتا تھا۔ جب ہم اس کے اندر داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ دائیں طرف نوجوانوں کی پانچ تصویریں ہیں جو گتھ کو کاٹ کر بنائی گئیں ہیں اور ان کے قد ساڑھے پانچ فٹ یا چھٹ فٹ نہیں بلکہ وہ تصویریں بڑے سائز میں بنائی گئیں ہیں اور قریباً دس فٹ قد ہیں ان کے۔ یہ مجھے یاد نہیں رہا ان میں سے تین نوجوان مردا اور دو نوجوان لڑکیاں تھیں یاد و مردا اور تین نوجوان لڑکیاں تھیں لیکن وہ شکلیں کارڈ بورڈ کاٹ کر بنائی گئیں ہیں اور وہ پہلو بہ پہلو کھڑی کی ہوئی ہیں۔ جس وقت میں نے اس طرف منہ کیا تو ان کے ہونٹ ہلنے شروع ہوئے جس طرح وہ اپنا تعارف کروانا چاہتی ہیں اور اس شخص نے جو ہمیں لے جا رہا تھا کہا کہ یہ ہم میں سے وہ لوگ ہیں جو مرچکے ہیں۔ اس پر میں نے اُس کو جواب دیا کہ تم میں سے جو لوگ مرچکے ہیں ان میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہ کہہ کر میں بائیں طرف گھوما اور اس عجائب

گھر کی طرف چلا گیا جو وہ مجھے دکھانا چاہتا تھا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس روایا کے بعد میری طبیعت میں بڑی بیشاست پیدا ہوئی اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس سفر پر مجھے ضرور جانا چاہئے اللہ تعالیٰ برکت کے سامان پیدا کرے گا۔ یہ روایا اس قسم کی ہے کہ الفاظ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ اس وقت تک بھی میری روح اور میرا دماغ اور میرا دل اور میرا جسم اس کا سرو محسوس کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ بڑی اہم روایا تھی اور انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے میں نے اپنے گھر میں محترمہ ام متن صاحبہ کو بڑی پھوپھی جان نواب مبارکہ بن گیم صاحبہ کو اور کراچی میں چھوٹی پھوپھی جان نواب امۃ الحفظی بن گیم صاحبہ کو اور بعض دوسرے عزیزوں کو یہ روایا سنادی۔

خیر ہم یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں جس رنگ میں برکتوں کا نزول ہوا ہے اس کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ لندن میں ہی مجھے ایک احمدی بہن کی روایا کا علم ہوا جوان کے ایک عزیز نے مجھے لکھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق دراصل اس روایا سے ہے جس کو میں نے ابھی آپ کے سامنے بیان کیا ہے وہ دوست لکھتے ہیں (خواب دیکھنے والی ان کی ایک عزیز ہے) کہ پندرہ اور سول جولائی کی درمیانی شب بوقت چار بجے صحح خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع میدان ہے جو ایک بڑے شہر تھی جگہ میں سما یا ہوا ہے اور سبزہ زار ہے اس میدان کے درمیان ایک گلڈستہ پڑا ہوا ہے جس میں نہایت ہی خوبصورت پھول لگے ہوئے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گلڈستہ ایک درخت کی شکل میں تبدیل ہو جانا شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر ایک تناور درخت بن کر اس تمام میدان میں سا یہ فلن ہو جاتا ہے۔ اتنے میں ایک بزرگ رونما ہوتے ہیں جو سفید لباس میں ملبوس ہیں اور ان کا حلیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔ وہ بزرگ فرمار ہے ہیں کہ جو شخص اس تناور درخت کے نیچے پناہ نہیں لے گا وہ تباہ ہو جائے گا اس پر حمیدہ بن گیم (خواب دیکھنے والی) نے پوچھا کہ یا حضرت کون سے درخت کے نیچے۔ جس پر اس بزرگ نے فرمایا حضرت ناصر کے درخت کے نیچے۔ گویا وہ گلڈستہ جس نے ایک تناور درخت کی صورت اختیار کی وہ جس شخص کا ہے اس سے مراد اس خاکسار کا وجود ہی ہے۔ پھر اس کے بعد دیکھا کہ اس میدان کے ایک کونہ میں ایک بہت بڑی دعوت کا انتظام ہو رہا ہے جس میں بہت عمدہ عمدہ کھانے بہت بڑی تعداد میں لگے ہوئے ہیں اور جس میں شمولیت کے لئے جماعت کے دوست جمع ہو رہے ہیں۔ اس میں دہی کے کوٹھے بھی ہیں اور دو سیاہی مائل کتے ان دہی کے کوٹھوں کی طرف لپکتے

ہیں جس پر حمیدہ بیگم نے شیشی کر کے ان کتوں کو ڈرانے کی کوشش کی تو ان بزرگ صاحب نے فرمایا۔ آپ ان کو رہنے دیں یہ خود بخود ہٹ جائیں گے۔ اس پر آنکھ کھل گئی۔ تو گویا یہ خواب بھی میری رویا سے ملتی جلتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مومن کو رویدا کھائی بھی جاتی ہے اور اس کے لئے دوسروں کو بھی رویا دکھائی جاتی ہے ویسے تو سینکڑوں کی تعداد میں دوستوں نے مبشر خوابیں دیکھیں لیکن میں نے ان میں سے آج کے خطبہ میں سنانے کیلئے صرف دو کا انتخاب کیا۔

اب ایک دوسری خواب ہے جوان واقعات کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو وہاں ہونے تھے۔ یعنی اس سفر کے نتیجہ کے متعلق ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آ سکتا اور وہ یہ ہے کہ ایک دوست لکھتے ہیں کہ خاکسار نے ۷۔۸۔۹۔۱۰ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں اسلام کی فتح کا جھنڈا ہے۔ اس کے نچلے حصہ میں (جو پکڑنے کی جگہ ہے) انگریزی ہندسوں میں 1412 لکھا ہے اور آپ کو (یعنی مجھے) فرماتی ہیں کہ ان دوستوں کے نام شکریہ کی چھٹیاں لکھ دیں جنہوں نے فتح کے نزدیک لانے میں مددی ہے غرض ہمارے سارے سفر کا جوانجام ہے وہ اس رویا میں دکھایا گیا ہے اور وقت کی تعینی ۲۵ سال کی تھی ہے اور میں نے بھی یورپیں اقوام کو یہی کہا تھا کہ تمیں سال کے اندر اندر ایک عظیم روحانی انقلاب رونما ہونے والا ہے۔ گویہ بات الفضل میں بھی غلط چھپ گئی ہے اور وہاں کے بعض اخباروں نے بھی میری اس بات کو غلط طور پر شائع کر دیا تھا میں نے جو انہیں تنیسہ کی تھی اس میں جس زمانہ کی تعینی کی تھی وہ ۳۰۰ سال نہیں تھا یعنی میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جس عظیم تباہی کے متعلق میں کہہ رہا ہوں وہ تمیں سال کے بعد آئے گی بلکہ میں نے یہ کہا تھا بیس تیس سال کے اندر اندر تم لوگ مجبور ہو جاؤ گے کہ اسلام کی طرف بھجو اور اسے قبول کرو یا پھر تباہ کر دئے جاؤ۔ تمہارے لئے اب ان دو راستوں کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ یا تو تمہارے لئے تباہی کا راستہ ہے یا پھر اسلام کا صراط مستقیم ہے ان کے سوا اور کوئی تیسرا راستہ تمہارے لئے ممکن ہی نہیں ہے اور آگے اپنے وقت پر جا کر میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں نے کس رنگ میں کس تمہید کے بعد کس وضاحت کے ساتھ اور کس زور کے ساتھ یہ بتائیں ان کے ذہن نشین کروا کیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اخباروں نے ان باقتوں کو لیا اور سارے ملک میں پھیلا دیا۔ برادُ کاسٹ ٹیلی ویژن پر بھی آگیا اور یہ اپنی جگہ ایک علیحدہ مضمون ہے جب میں اس حصہ میں داخل ہوں گا تو اس کے متعلق بتاؤں گا۔

بہر حال دوستوں نے سینکڑوں نہیں تو میسیوں کی تعداد میں (یقیناً سے اور پرہی ہیں) مبشر خواہیں دیکھیں جن میں سے بعض میں کچھ منذر حصے بھی ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میری اپنی خوابوں میں بھی بعض منذر حصے تھے لیکن بہر حال تمام خواب انجام بخیر بھی بتار ہے تھے۔ ہاں ان سے یہ ضرور ظاہر ہوتا تھا کہ واپسی پر کچھ تکالیف اور پریشانیاں بھی ہو گئی۔ چنانچہ کراچی میں میری ایک بچی رہتی ہے۔ بعض کاموں کی وجہ سے وہ ایرودرام پر نہیں آسکتی تھی۔ جس دن ہم نے کراچی میں لینڈ کرنا تھا اس دن اسکی طبیعت بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ بے چین تھی کہ جلدی آئیں اور ملیں۔ ایرودرام والوں نے انہیں کہا کہ آج اتنی بارش ہو رہی ہے کہ اگر یہی حالت رہی تو ہم ہوائی جہاز کو یہاں اُترنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ بلکہ وہ سیدھا لا ہو رچلا جائے گا۔ ہاں جن لوگوں کو اس بات کا پتہ لگا ان کو بھی پریشانی ہوئی۔ عملًا جہاز والوں نے ہمیں یہ اطلاع دی کہ بیلٹ کس لیں دو ایک منٹ میں جہاز اُترنے والا ہے۔ اس کے بعد بیس منٹ تک وہ جہاز اور اڑتا رہا اور کراچی شہر بھی پیچھے رہ گیا۔ میرے اندازہ کے مطابق ہم تیس چالیس میل کے قریب کراچی سے آگے نکل گئے۔ پھر اس نے چکر لگایا اور واپس کراچی آ کروہ اُترا۔ یہ بھی ایک قسم کی پریشانی ہی تھی۔ پھر سامان وغیرہ کی وجہ سے کچھ پریشانی ہوئی۔ بہر حال انجام بخیر ہوا اور ہم خوش تھے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ پریشانیاں مل گئیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے۔ دعا کیں بھی جماعت نے بہت کیس اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت دعا کیں کرنے کی توفیق دی اور وہ بڑی قدر توں والی ہستی ہے جب وہ اس قسم کی چیز انسان کے علم میں لاتا ہے تو اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ دعا کیں کرو میری قدرت کو اپیل کرو اور عرش تک اپنے نالوں کو پہنچاؤ۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔

جس وقت ہم یورپ گئے اس وقت ہمارا یہ راستہ تھا۔ پہلے فریٹکلفورٹ پھر زیورک پھر ہیگ پھر ہیمبرگ۔ پھر کوپن ہیگن اور پھر لندن اور گلاسگو۔ زیورک میں ایک دن صبح میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام تھا۔ مُبَارِكٌ وَ مُبَارَكٌ وَ كُلُّ أَمْرٍ مُبَارَكٌ يَجْعَلُ فِيهِ (تدکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۳)

یہ الہام اخبار الفضل میں بھی چھپ چکا ہے۔ اس سے دوسرے دن تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی اور میری زبان پر قرآن کریم کی ایک آیت تھی اور ساتھ ہی مجھے اس کی ایک ایسی تعبیر بھی بتائی گئی جو ظاہر انسان ان الفاظ سے نہیں نکال سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعبیر مجھے اللہ تعالیٰ نے ہی سکھلانی

تھی۔ میں خوش بھی ہوا لیکن مجھے حیرت بھی ہوئی کہ بعض دفعہ کیا کیا تعبیریں نکل آتیں ہیں۔ اگر میرے ذہن پر چھوڑا جاتا یا آپ میں سے کوئی ماہر تعبیر بتانے والا بھی ہوتا تو اس کی وہ تعبیر نہ کرتا جو اس وقت میرے ذہن میں آئی اور ابھی اس خواب کو دیکھے چار پانچ گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ وہ پوری ہو گئی چونکہ طبیعت پر اثر تھا کہ یہ خواب جلد پوری ہونے والی ہے اس لئے جس وقت منصورہ بیگم کی آنکھ کھلی میں نے انہیں بتا دیا کہ میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی ہے اور مجھے اس کی یہ تعبیر بتائی گئی ہے اس کو یاد رکھ لو۔ پھر چار پانچ گھنٹوں کے بعد ہمیں پتہ لگ گیا کہ اس تعبیر کے لحاظ سے وہ خواب پوری ہو گئی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے دلی اطمینان کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ باقی ایمان تو مجھے ہے۔ اس طرح ہمیں ایمان تو تھا لیکن دلی اطمینان کیلئے اللہ تعالیٰ نے دوسرا ہی روز ایک ایسی بات بتا دی کہ جو چند گھنٹوں میں پوری ہونے والی تھی اور شاید اس وقت دنیا کے اس حصہ میں پوری ہو رہی تھی جس کے متعلق وہ خبر دی گئی تھی۔ اسی طرح وہ میرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی تقویت ایمان اور تسکین قلب کا موجب ہوئی۔ وہ خواب کیا تھی اور وہ تعبیر کیا تھی جو مجھے بتائی گئی۔ وہ ایک خاص مصلحت کے ماتحت میں اس وقت نہیں بتا رہا۔ ویسے وہاں بھی اور یہاں بھی میں نے بعض دوستوں کو وہ خواب اور تعبیر بتا دی ہے۔

اسی طرح کو پن ہیگن میں صبح کی نماز سے پہلے جا گئے ہوئے (گاؤں کھیں میری بندھیں) میں نے ایک نظارہ دیکھا۔ وہ نظارہ اپنی ذات میں غیر معمولی نہیں لیکن اس کا جواز تھا وہ بڑا عجیب اور غیر معمولی تھا کہ دل و دماغ اور جسم کی روئیں روئیں سر و اور حمد کے چشمے پھوٹنے لگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر جو کیفیت ایک مومن کی ہوتی ہے (وہ عجیب رنگ میں کچھ جذباتی بھی ہوتی ہے اور کچھ مجد و بانہ بھی۔ وہاں عقل کو کوئی دخل نہیں ہوتا محبت اور پیار کو دخل ہوتا ہے) پیدا ہو گئی۔ نظارہ تو میں نے صرف یہ دیکھا کہ میں ایک مسجد میں ہوں اور محراب میں تین صیفیں پیچھے کھڑا ہوں یعنی تیسرا صفت میں اور گویا میں انتظار کر رہا ہوں کہ نمازی آئیں تو میں نماز پڑھاؤں۔ میں نے دیکھا کہ دائیں طرف سے دیوار کیسا تھا ساتھ ایک دوست جن کا نام عبد الرحمن ہے مسجد میں داخل ہوئے ہیں۔ چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرتے ہی سید ہے چل آ رہے ہیں اور دیوار کیسا تھا ساتھ پہلی صفت کی طرف خراماں خراماں چل رہے ہیں (پہلی صفت میں اس وقت صرف دو تین آدمی ہیں) میرے سامنے ان کے چہرہ کا بایاں حصہ آیا ہے اور

عجیب بثاشت اور مسکراہت ان کے چہرہ پر کچھیل رہی ہے اور اس کو دیکھ کر میرے دل میں بھی عجیب سرور پیدا ہوا میرے پیچھے ایک شخص کھڑا ہے جس کا نام بشیر ہے۔ لیکن میں نے اسے نہیں دیکھا۔ میں نے خواب اس وقت کسی کو بتائی نہیں تھی لیکن اس روز مبلغین کی کافرنس تھی شام کو چار بجے کے قریب تباہ لہ خیالات اور پورٹوں کے بعد بعض تجاویز زیر یغور آئیں۔ آخر میں نے کچھ نصائح کرنی تھیں۔ اس وقت میں نے انہیں بتایا کہ آج صبح میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیار کا یہ سلوک کیا ہے اور سرور کی یہ روحانی کیفیت میرے اب بھی موجود ہے اس پر چوہدری مشتاق احمد صاحب با جوہ کہنے لگے کہ میں نے اور بشیر احمد صاحب آرچڑ نے گیارہ بجے یہ باتیں کی تھیں کہ کوئی بات ضرور ہے حضور وہ نہیں جو روز ہوا کرتے تھے۔ تو گویا اس وقت وہ بھی ایک روحانی کیفیت محسوس کر رہے تھے اور میں اس وقت بھی سرو محسوس کر رہا تھا۔ گیارہ بجے کے قریب پندرہ منٹ کے لئے ہم نے کافرنس کو بند کر دیا تھا کہ مبلغین ایک ایک پیالی چائے پی لیں کیونکہ وہاں لوگوں کو اس وقت ایک پیالی چائے پینے کی عادت ہے اور بشیر احمد آرچڑ انگریز ہیں اور سکاٹ لینڈ میں ہمارے مبلغ ہیں۔

پس رحمٰن کی رحمانیت نے ایک بشارت دی اور کوپن ہیگن میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے پیارے نظارے دیکھے اور لوگوں میں اس قدر رجوع تھا کہ وہاں بڑی تعداد میں آرہے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو کچھ پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے اور فرشتے انکو دھکے دے کر لارہے ہیں مثلا عیسائی پچ جو دس سال اور پندرہ سو لے سال کے درمیان عمر کے تھے مسجد میں آجاتے تھے اور ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی تعداد کوئی چالیس پچاس ہو گئی جو مختلف وقوتوں میں آئے۔ پھر وہ نپے صرف فرانس میں ہی شامل نہیں ہوتے تھے کہ ہم سمجھیں کہ وہ عجوہ سمجھ کر ایسا کرتے تھے بلکہ مغرب و عشاء کی نمازیں جمع ہوتیں تھیں اور بعد میں ہم وترادا کرتے تھے تو دس دس بارہ سال کی بعض اڑکیاں ہماری احمدی مستورات کے ساتھ وتر بھی پڑھ کے جایا کرتی تھیں ایک دن ہم میں سے کسی نے انہیں کہا کہ تمہارے ماں پاپ کو پتہ لگا تو وہ تمہیں ماریں گے تو وہ کہنے لگیں نہیں، ان کو پتہ ہے کہ ہم یہاں آتی ہیں۔ غرض صبح سے لیکر شام تک ایک تانتا سا بندھار ہتا تھا۔ لوگ آرہے ہیں مسجد دیکھنے کے لئے اور واپس جا رہے ہیں ایک دن چوہدری محمد علی صاحب کی آنکھ رات کے ڈیڑھ بجے کھلی اور وہ اپنے کمرہ سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کی تصویر لے رہا ہے۔ رات کے ڈیڑھ بجے وہ مسجد کی تصویر لے

رہا تھا۔ پھر آج کل ڈنمارک میں باہر کے سیاح بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے یہی موسم ہے یہ کار خانہ کا۔ وہاں سال میں صرف ایک دو ماہ ایسے ہوتے ہیں جن میں لوگ سیاحت کے لئے نکلتے ہیں۔ پھر موسم خراب ہو جاتا ہے۔ بھکڑا اور سرد ہوا یہیں چلتی ہیں۔ سیر و سیاحت کے ان مہینوں میں وہاں بعض کار خانے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ بعض کو چھٹی دے دی اور بعض کو نہ دی بلکہ کچھ عرصہ کے لئے کار خانہ ہی بند کر دیا جاتا ہے اور ملازموں سے کہا جاتا ہے کہ جاؤ سیر کرو ہماری طرف سے تمہیں چھٹی ہے اور چونکہ ان ملکوں میں سیر و سیاحت کا زمانہ زیادہ لمبا نہیں ہوتا اس لئے لوگ ان دنوں میں بڑی کثرت سے سیر و سیاحت کے لئے باہر نکلتے ہیں۔ غرض جو لوگ سیاحت کی غرض سے وہاں آئے ہوئے تھے وہ بھی بڑی کثرت سے مسجد دیکھنے آئے ہمارا جو منشی ہاؤس ہے۔ یعنی مبلغ کے رہنے کا جو گھر ہے اس کے دروازے اور مسجد کے دروازے میں تیس چالیس فٹ کا فاصلہ ہے۔ وہاں دراصل ایک مینگ رومن بنانے کے لئے نقشہ دیا گیا ہے لیکن ابھی اس پر چھٹ ڈالنے کے لئے کار پوریشن کی طرف سے اجازت نہیں ملی۔ اس وقت وہ جگہ ایک صحن کی شکل میں ہے۔ جمعہ کے روز افتتاح کے وقت لوگ اتنی کثرت سے آئے کہ جب میں گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ لوگ کثرت سے آئے ہوئے ہیں اور کندھا سے کندھا ملا ہوا ہے اور مسجد کے دروازہ تک نہیں پہنچ سکتا بعد میں تین چار رضا کار آئے اور انہوں نے بڑی مشکل سے رستہ بنایا تب میں مسجد میں پہنچا۔ آنے والوں میں بڑے بڑے لوگ بھی تھے جن کی طرف اس وقت ہماری توجہ بھی نہ ہوئی۔ خود ہی وہ افتتاح کی تقریب میں شامل ہوئے اور پھر واپس چلے گئے۔

ان لوگوں میں ہمارے علاقے کالارڈ میسر بھی تھا جو بڑا شریف انسان ہے اور جماعت کے دوستوں کی ساتھ تعلق بھی رکھتا ہے۔ ہمارے ملک میں ترواج نہیں وہاں یہ رواج ہے کہ اگر کوئی آدمی جس کو وہ بڑا سمجھیں ان کے ملک میں آجائے تو وہ اسے رسیسو کرتے ہیں۔ Reception دیتے ہیں اور یہ ایک نارمل سی چیز ہے پندرہ منٹ کے قریب عرصہ کے لئے یہ تقریب منائی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ہم اس شخص کو اپنے میں شامل کر رہے ہیں اور یہ اس شخص کے لئے احترام اور عزت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ افتتاح سے دوسرے روز انہوں نے میرے اعزاز میں ری سپشن (Reception) دی تو وہاں انہوں نے مجھے بتایا کہ میں بھی افتتاح کے موقع پر موجود تھا حالانکہ ہم میں سے کسی نے بھی انہیں نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ معدمرت کی گئی کہ لوگ چونکہ بڑی تعداد میں جمع تھے اسلئے ہم نے آپ کو دیکھا نہیں۔

افتتاح کے روز قریباً سو آدمی کے لئے کھانا کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ چائے اور پیسری کا انتظام تھا لیکن یہ کھانا ان لوگوں کو بھی کھلایا گیا جو اس موقع پر بلائے نہیں گئے تھے ہمارے آدمی باہر جاتے اور بعض لوگوں کو پکڑ کر اندر لیکر آتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ کھانا میں خدا تعالیٰ نے ایسی برکت دی کہ وہ ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ کوئی تین سو کے قریب آدمیوں نے کھانا کھایا۔ ہمارے مقامی احمدی دوست بڑے حیران تھے کہ چھوٹے پیانہ پر انتظام تھا جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کھانے کو بھلا کون ختم کر سکتا ہے۔

وہاں کے پریس نے پہلے اسلام کے خلاف بعض غلط باتیں شائع کر دیں لیکن بعد میں خود ہی ان باقتوں کی تردید بھی کر دی۔ **السٹریٹڈ ویکلی** (Illustrated Weekly) اور دوسرے کئی اخباروں نے ایک ایک صفحہ مسجد کے افتتاح کے لئے دیا جوان ملکوں کے لئے تو کیا دوسرا ملکوں کے لئے بھی ممکن نہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر رنگ میں اس سرور کے سامان کر دیئے جو مجھے روایا میں دکھایا گیا تھا اور ابھی اس کے بہت سارے حصے باقی ہیں جب میں ان تک پہنچوں گا تو ان کے متعلق کسی تفصیل سے بیان کروں گا۔ میں آج خطبہ لمبا کرنا چاہتا ہوں۔ نمازیں (جمعہ و عصر) جمع کراؤں گا۔ آج شام تک اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو دوستوں کے لئے پروگرام بنایا ہوا ہے سوائے اس کے کہ آپ تھک جائیں۔ اگر آپ تھک جائیں تو مجھے بتا دیں۔

پھر ڈاک میں روزانہ کوئی نہ کوئی خط ایسا ہوتا جس میں کوئی مبشر خواب ہوتی اور میں اسے پڑھ کر بڑا خوش ہوتا۔ کیونکہ ”اعتراض“ والی خواب سے جو دو نتیجے میں نے نکالے تھے انہیں پورا ہوتے دیکھتا بشارتیں مل رہی تھیں اور ان کا اعلان ہو رہا تھا اور ہم اس بات سے خوش ہو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے سرور کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی دماغ اعتراف کرتا ہے تو ہمیں اس سے کیا۔ ہمیں ایسے دماغ پر رحم آتا ہے غصہ نہیں آتا کیونکہ وہ قابل رحم ہوتا ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ اپنی بشارتوں کی بارش بر سار ہا ہے اور دوسری طرف ایک ایسا شخص ہے جس کے دماغ کو اعتراف سوچھر ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وساوس سے ہر ایک کوہی محفوظ رکھے۔ غرض ہر بات میں ہمیں سرور مل رہا تھا اور ہم خوش ہو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے سرور کے سامان کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت سے یہ فرمایا ہے کہ سچی اور جھوٹی خواب میں ایک فرق ہے۔ جھوٹا خواب جو انسان کا نفس بنائے

یا وہ شیطان کا القاء ہواں کے پیچھے طاقت نہیں ہوتی۔ ایسا خواب پورا نہیں ہوتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا انسان احاطہ نہیں کر سکتا۔

خدا تعالیٰ جو بشارتیں دیتا ہے ان کو پورا کرنے کے بھی وہ سامان پیدا کرتا ہے۔ اگر پورا کرنے کی ذمہ داری خدا تعالیٰ پر ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس ذمہ داری کو اٹھا رہا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں اور میں اسکو پورا بھی کروں گا۔ انسانی غفلت کے تیجہ میں کوئی نسل ان بشارتوں سے محروم رہ جائے تو یہ ان کی بد بخشی ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی کوئی بشارت ایسی نہیں ہوتی جو پوری نہ ہو۔ غرض خدا تعالیٰ اپنی بشارتوں کو بہر حال پورا کرتا ہے۔ اگر کوئی ابتلاء آجائے اور کوئی حصہ قوم کا ان سے محروم رہ جائے تو یہ اور بات ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ بشارتیں مل رہی تھیں اور ہمارے لئے خوشی کے سامان ہو رہے تھے۔ اب میں ان سامانوں کو لیتا ہوں جو اس سفر کے دوران اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگوں میں کئے۔

میرے دورے کی دو اغراض تھیں ایک اپنے بھائیوں بہنوں اور بچوں بچیوں کو ملناؤں سے واقفیت حاصل کرنا اور معلوم کرنا کہ کس قوم میں کس قسم کی کمزوری ہے تا ہم کسی نہ کسی رنگ میں تربیت کر کے ان کمزوریوں کو دور کر دیں۔ ان کے لئے خاص طور دعا میں کرنے کا بھی موقع ملتا تھا اور باہمی مشورہ اور تبادلہ خیالات کے بعد زیادہ اچھا پر گرام بھی بنایا جا سکتا تھا اور دوسری غرض میرے اس سفر کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بڑے زور کیسا تھا یہ ڈالا تھا کہ ان قوموں کی تباہی کا وقت قریب آگیا ہے اس لئے ان پر انتہام جنت ہونی چاہئے۔ چنانچہ ہر پر لیں کافر نہ میں ان کو یہی کہتا تھا کہ جو بات میں آپ کو آج بتانے والا ہوں اس وقت آپ اس کو انہوں نی خیال کریں گے اور تم مجھے پا گل سمجھو گے۔ لیکن اگر تم نے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع نہ کیا تو یہ تباہی تم پر ضرور آئے گی۔ پھر جو آپ میں سے بچیں گے وہ میرے گواہ ہوں گے۔ وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آج میں تمہارے ساتھ پچی باتیں کر رہا ہوں۔ پس یہ دو اغراض تھیں جن کے لئے یہ سفر کیا گیا تھا۔

اب میں پہلے پر لیں کو لیتا ہوں جیسے اخباروں کے ایڈیٹر آزاد ہوتے ہیں کہ جو مرضی ہو لکھ دیں اور غلط بات کی تردید بھی شائع نہ کریں اسی طرح پر لیں بھی آزاد ہوتا ہے وہ بھی انہی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ جو بیان وہ چاہیں لکھ دیں۔ ایک بات میں نہ کہوں اور وہ میری طرف منسوب کر دیں تو انہیں کون پوچھ سکتا ہے یا میں ایک بات کہوں تو وہ آدمی شائع کریں اور آدمی شائع نہ کریں۔ وہ اس بات کا وہ حصہ دیں کہ

اگر اس کا دوسرا حصہ لوگوں کے سامنے نہ آئے تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں میں تو انہیں کون روک سکتا ہے اس لئے ہمارے مبلغ پر یہیں کافرنز سے خائف تھے خصوصاً اس لئے بھی کہ آج کل یورپ میں اسلام کے خلاف تعصب اپنی انہیا کو پہنچا ہوا ہے آپ اس تعصب کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے ذاتی مشاہدہ سے یہ علم حاصل ہوا ہے کہ وہ قومیں جواب تک یہ ظاہر کرتیں رہی ہیں کہ ہم میں بڑی رواداری پائی جاتی ہے۔ ہم میں بڑی Tolerance ہے دراصل ان کے اندر اسلام کے خلاف بڑا تعصب پایا جاتا ہے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ تعصب نہ گا ہو کر نمایاں ہو جاتا ہے اور وہ اسے چھپا نہیں سکتے۔ آج کل سارا یورپ (انگلستان سمیت) اس قسم کے تعصب کی مرض میں مبتلا ہے۔ یہاں تک کہ پچھلے دو چار مہینوں میں بعض عرب باشندوں پر چاقو اور چھپری سے جملے بھی کئے گئے ہیں جو ان ملکوں کے لئے بالکل نئی بات ہے۔ غرض ان کے اندر اسلام کے تعصب کو بھڑکایا گیا ہے۔ ہمارے اپنے مبلغ پر یہیں کافرنز سے اتنے خائف تھے کہ آپ ان کے خوف کا اندازہ بھی نہیں لگ سکتے اور مجھے کہنا پڑا تم کیوں ڈرتے ہو۔ تم تسلی رکھو سوال مجھ سے ہونا ہے اور جواب بھی میں نے دینا ہے۔ میں انہیں خود ہی سنبھال لوں گا اور میں نے انہیں کیا سنبھالنا تھا میں اللہ تعالیٰ سے صرف دعا ہی کر سکتا تھا اور میں دعا میں کرتا تھا۔ چنانچہ کسی جگہ بھی پر یہیں کے کسی نمائندہ نے ادب اور احترام کو نہیں چھوڑا۔ میرا ان پر کیا حق تھا مجھے وہ کیا جانتے تھے۔ میری عاجزی اور تواضع کے مقام کو تو میرا رب ہی جانتا تھا۔ غرض میرے رب نے ایسا انتظام کر دیا تھا کہ اس عاجز اور لاشی محض سے سب ادب و احترام کیا تھا پیش آئے میرے سامنے کسی نے شوخی نہیں دکھائی۔ کسی نے میری طرف غلط بات منسوب نہیں کی۔ کسی نے میری آدمی بات روپرٹ نہیں کی۔ جب میری بات روپرٹ کی ہے تو پوری کی ہے اور یہ عام فہشہ ہے ساری پر یہیں روپرٹ اور نقشہ یہ اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل کا آئینہ دار ہے۔

سب سے پہلے ہم فرینکفورٹ پہنچے تھے۔ وہاں ہمارا سب سے کم قیام تھا یعنی صرف ایک دن گو ہم وہاں دورا تین سوئے لیکن دن ایک ہی ٹھہرے۔ ہفتہ کی شام کو مغرب کے قریب وہاں پہنچا اور پیر کی صبح کو ہم زیورک کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہمیں کچھ پروگرام بدلا پڑا۔ پہلے زیورک کا پروگرام تھا پھر بعض حالات کی وجہ سے ہم نے وہ جہاز لیا جو ماسکو کے راستہ جانا تھا جہاز تو وہ بھی پی۔ آئی۔ اے کا تھا لیکن اس کے ذریعہ جانے میں پہلے فرینکفورٹ آتا تھا۔ پہلا جہاز بھی پی۔ آئی۔ اے کا تھا لیکن اس پر جانے میں

پہلے زیور ک آتا تھا۔ پہلے انہوں نے ہفتہ کی شام کو رسپیشن (Reception) رکھ دی تھی۔ دعوت نامے بھجوائے جا پچے تھے۔ ان ملکوں میں یہ بڑی مشکل ہے کہ ایک آدمی کو مثلاً ہفتہ کے لیے دعوت نامے ملے اور عین وقت پر اسے یہ کہا جائے کہ تم ہفتہ کی بجائے اتوار کو آؤ اس طرح ان کا کسی دعوت میں آنا بہت مشکل ہے لیکن بعض حالات ہی ایسے پیش آگئے تھے کہ ہمیں وہ پروگرام بدناپڑا اور رسپیشن (Reception) ہفتہ کی بجائے اتوار کو رکھی گئی اور میرا خیال تھا کہ یہاں اخبار والوں نے ہمارا کوئی نوٹس نہیں لینا۔ اخباروں میں ہمارے متعلق کوئی خبر نہیں آئے گی اور پر لیں کافرنز بھی کوئی نہیں تھی۔ صرف ایک رسپیشن تھا جس میں پر لیں کے نمائندے میں مدعو تھے اور انکے علاوہ کوئی پادری تھا، کوئی سکالر تھا، کوئی وزیر تھا، کوئی ہائی کورٹ کا نجح تھا۔ غرض اس قسم کے تین چالیس آدمی تھے جو مدعو تھے مختصری پارٹی تھی اس موقع پر کچھ باتیں ہوئی مختصری تقریر یہ ہوئی جس کا جرمن میں ترجمہ ہوا یہاں افضل میں وہ تقریر چھپی ہے بڑی مختصر وہ تقریر یہ تھی لیکن اس قسم کی تقریر کو بھی وہاں اڑھائی گئے وقت لگ جاتا ہے (میں نے وہاں انگریزی اور اردو دونوں زبانیں استعمال کی ہیں) پہلے میں ایک فقرہ کہتا پھر ترجمہ کرنے والا اس کا جرمن میں ترجمہ کرتا پھر میں اگلا فقرہ کہتا۔ اگر تقریر کی تھی ہوئی نہ ہو تو بڑی مشکل پیش آتی ہے میرا وہ مضمون لکھا ہوا تھا لیکن بعض جگہ میں نے بغیر لکھے بھی تقریر کی ہے۔ بہر حال اگر تقریر کی تھی ہوئی نہ ہو تو بڑی مشکل پیش آتی ہے یعنی ایک فقرہ کے بعد انتظار کرنا اور پھر اس کا اگلے فقرے کے ساتھ جوڑ لگانا اور یہ بھی دیکھنا کہ ترجمہ صحیح ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے سمجھ دے دیتا تھا گو میں جرمن نہیں جانتا تھا لیکن مجھے اس بات کا پتہ لگ جاتا تھا کہ ترجمہ کرنے والے نے فلاں حصے کا ترجمہ نہیں کیا اور میں کہہ دیتا تھا کہ تم فلاں حصہ کا ترجمہ چھوڑ گئے ہو قم اس کا ترجمہ کرو اس سے وہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں بڑی اچھی زبان جانتا ہوں لیکن یہ بات نہیں تھی اللہ تعالیٰ ہی مدد کر دیتا تھا ویسے میں تھوڑی سی جرمن زبان جانتا بھی ہوں۔ بہر حال وہاں تقریر میں بہت دریکلتی ہے۔ وہاں ہمارے ایک بڑے ہی مخلص نوجوان محمود اسماعیل زوالش ہیں وہ میری تقریر کا جرمن میں ترجمہ کرتے تھے۔ جب میں وہاں کے احمد یوس کے حالات بتاؤں گا تو میں بتاؤں گا کہ وہاں اللہ تعالیٰ کس قسم کی جماعت تیار کر رہا ہے اور اس جماعت سے مل کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نہایت خوشی کے سامان پیدا کئے اور آپ کے لئے بھی یہ بات غور طلب ہے کہ وہاب آپ کے پہلو ب پہلو کھڑے ہو گئے ہیں اب یا تو آپ آگے نکلیں گے اور یا پھر وہ آگے نکل جائیں گے اور خدا تعالیٰ کسی کا رشتہ دار نہیں اگر

وہ آگے نکل گئے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ میں انتظام دے دے گا کیونکہ وہ جس کو اہل دیکھتا ہے اسکو خدمت کا موقع دے دیتا ہے۔ خیر وہاں ایک مختصر سی ریسپشن (Reception) ہوئی اور اگلے دن ہم نے دیکھا کہ وہاں کے ہر اخبار نے روپورٹ شائع کی ہوئی ہے بڑے اچھے نوٹ دیے تھے اور تصویریں بھی دی تھیں مجھے قطعاً امید نہیں تھی کہ کوئی ایک اخبار بھی تصویر کیسا تھا خبر شائع کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ وہاں بھی ہمارے متعلق خبریں شائع ہو گئیں اور اسلام کا پیغام قرباً ہر شخص کے کان تک پہنچ گیا۔

یہاں میں ایک اور واقعہ پیان کرنا چاہتا ہوں وہاں سے یہ مطالبة آرہاتھا کہ آپ پہلے مضمون لکھیں اور ہمیں بیسچ دیں ہم اس کا ترجمہ کر دیں گے میں بڑا مصروف آدمی ہوں میرے لئے مضمون لکھنا بھی بڑا مشکل تھا اور پھر وقت پر مضمون لکھنا تو اور بھی مشکل تھا لیکن جب مجھ پر زیادہ دباؤ پڑا تو میں نے لکھنا شروع کر دیا۔ پہلا مضمون میں نے فرینکفورٹ کیلئے لکھا لیکن مجھے اپنا لکھا ہوا مضمون بھی پسند نہ آیا میں نے اسے ایک طرف رکھ دیا پھر میں نے ایک دوست کو کہا کہ میں ڈکٹیٹ کرتا ہوں تم لکھتے جاؤ چنانچہ میں نے ایک مضمون ڈکٹیٹ کرایا۔ لیکن مجھے وہ بھی پسند نہ آیا میں نے اسے بھی چھوڑ دیا یہ مضامیں تو میں نے کوشش کر کے لکھے تھے۔ لیکن دوسری صبح کو میں بیٹھا تو آمد شروع ہو گئی فقرہ فقرہ آتا چلا گیا لیکن بجائے اس کے وہ پندرہ منٹ کا مضمون بتا وہ ۲۵ منٹ کا مضمون بن گیا اس میں بڑا ذراور تھا، دلائل تھے اور وہ بڑا اثر رکھنے والا مضمون تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی اچھی تقریر تیار ہو گئی یہاں میں نے اس کا ترجمہ کر دیا اور جب چیک کیا تو بعض نے کہا یہ مضمون لمبا ہے میں نے کہا اس کو چھوٹا کر دیں لیکن مجھے کہا گیا یہ چھوٹا نہیں ہو سکتا اگر اسے چھوٹا کیا گیا تو اس کا زور ختم ہو جائے گا میں نے کہا اچھار بنے دو وہاں جا کے دیکھیں گے کیا ہوتا ہے وہاں جا کے وہ مضمون جب مبلغین کو دکھایا تو وہ کہنے لگے کہ ان ملکوں کے حالات ایسے ہیں کہ ان میں یہ مضمون نہیں پڑھا جانا چاہئے کیونکہ یہ بڑا تیز ہے میں نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ میں نے اسے رکھ لیا اور کہا اللہ تعالیٰ جو سمجھائے گا وہ کہتے چلے جائیں گے۔

زیور ک پہنچ تو وہاں پہلی پر لیں کافر نہ ہوئی وہاں ایک اخبار بہت پائے کا ہے اس کے متعلق ہمارے مبلغ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کی روپورٹ ہے کہ یہ ہمیشہ اسلام کے خلاف لکھتا ہے لیکن جب میں اس کی تردید کرتا ہوں تو یہ اسے شائع نہیں کرتا۔ ہمارے خلاف لکھتا چلا جاتا ہے لیکن تردید میں ایک لفظ بھی شائع نہیں کرتا اور پتہ نہیں کہ اس کا نام استمدہ پر لیں کافر نہ ہیں میں آتا ہے یا نہیں پہلی کافر نہ ہیں تھی

اور وہ بڑے ڈرے ہوئے تھے کہ پتھیں پر لیں والے کیا کرتے ہیں وہ میری وجہ سے بھی زیادہ ڈرے ہوئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے کوئی نامناسب بات کہہ دی تو ہمیں غصہ آئے گا اور ہمیں تکلیف ہو گی غرض میری محبت اور پیار کی وجہ سے بھی انہیں خوف تھا اور یہ بھی ڈر تھا کہ ہمارے مشن کو کامیابی ہوتی ہے یا نہیں۔ لیکن ہوا یہ کہ سب اخباروں کے نمائندے آئے اور نہایت آرام کے ساتھ سوا گھنٹے کے قریب پر لیں کافرنس جاری رہی اور وہ لوگ سوال کرتے رہے اور میں ان کو جواب دیتا رہا۔ بعض دفعہ وہ سیاسی سوال بھی کر دیتے تھے اور میں انہیں کہہ دیتا تھا کہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں آپ مجھ سے مذہب کی باتیں کریں اس اخبار کا نمائندہ جو اسلام کے خلاف لکھتا رہتا تھا اور اس کے حق میں اس نے کبھی کوئی لفظ نہیں لکھا تھا ایک نوجوان تھا اس کو مجھ سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے اس کے دل کی تاروں کو ہلا کیا پر لیں کافرنس ختم ہو گئی لیکن وہ نوجوان اس کے بعد بھی پندرہ منٹ کے قریب مجھ سے باتیں کرتا رہا آخر میں اس نے کہا میں آپ سے ایک آخری سوال پوچھنا چاہتا ہوں آپ مجھے بتائیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی کی بعثت کا مقصد کیا ہے (اب دیکھو اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے خوشی کے سامان پیدا کرتا ہے اس کی بشارتیں اور حمتیں ہم نے دیکھیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی رحمت کا ہاتھ نظر آتا تھا)۔ جب اس نوجوان نے سوال کیا تو اسی وقت اس کا جواب بھی میرے ذہن میں آگیا۔ میں نے اس سے کہا میں آپ کی بعثت کا مقصد تمہیں اپنے الفاظ میں کیوں بتاؤں میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ میں ہی تمہیں بتاتا ہوں کہ ان کی بعثت کا مقصد کیا تھا۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں دلائل کے ساتھ اس صلیب کو توڑ نے کیلئے آیا ہوں جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور اس کے جسم کو زخمی کیا۔ وہ نوجوان اچھل پڑا اور کہنے لگا مجھے حوالہ چاہئے۔ اب وہ شخص تو احمدی نہیں تھا اسے کیا غرض تھی کہ وہ اس حوالہ کو شائع کرتا لیکن اس نے کہا مجھے اصل حوالہ چاہئے۔ اب دیکھو خداۓ علام الغیوب کو تو پڑتے تھا کہ اس حوالہ کا مطالبہ ہونا ہے میں نے یہاں مضمون لکھنے شروع کئے تو میں نے بعض حوالے نکلوائے تھے بعد میں نے مضمون تو تیار نہ کئے اور نہ میں کرسکا کیونکہ میری طبیعت میں انقباض پیدا ہو گیا تھا لیکن میں نے چودھری محمد علی صاحب سے کہا یہ حوالے ساتھ رکھ لیں شاید وہاں کام آئیں ان حوالوں میں وہ حوالہ بھی تھا اور پھر وہ اردو میں نہیں تھا بلکہ اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہوا تھا میں نے وہ حوالہ مٹکوایا اور اس نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا یہ ہے حوالہ اس نے اسے پڑھا تو کہا میں نے اسے نقل کرنا ہے میں نے کہا بڑی خوشی سے نقل کرو

اور اگلے دن اس اخبار میں جس میں اسلام کے حق میں کبھی ایک لفظ بھی نہیں چھپا تھا ایک لمبا نوٹ چھپا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی یہ ساری عبارت بھی نقل کر دی گئی اس نے لکھا کہ آپ کا دعویٰ تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ میں اس غرض کیلئے مبouth کیا گیا ہوں کہ اس صلیب کو دلائل کے ساتھ توڑوں جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا تھا اور آپ کے جسم کو زخمی کیا تھا میں نے جب اسے وہ حوالہ دیا تھا تو اسے یہ بھی کہا تھا کہ دیکھنا یہ غلطی نہ کرنا کہیں ”دلائل سے“ کے الفاظ چھوڑ دو اس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے چنانچہ اس نے پورا حوالہ شائع کیا سارے حیران تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں تو کوئی توقع نہیں تھی کہ اس قسم کی پرلیس کانفرنس ہو سکتی ہے سارے اخباروں میں خبریں شائع ہوئیں ان میں سے کسی نے مسجد کی فوٹو دی اور کسی نے نہ دی لیکن ہمارے فوٹو کے ساتھ نوٹ شائع کئے غالباً مسجد کی فوٹو اس لئے شائع نہ کی گئی کہ اس کے فوٹو اخبارات میں آپکے ہیں اور وہ پرانی مسجد ہے۔

اس کے بعد ہم ہیگ پہنچے۔ (میں اس وقت صرف پرلیس کانفرنسوں کو لے رہا ہوں) وہاں حافظ قدرت اللہ صاحب مجھے کہنے لگے کہ یورپ کے دوسروں ملکوں کی نسبت یہاں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تعصّب بہت زیادہ ہے اور میں ڈر رہا ہوں پتہ نہیں پرلیس کانفرنس میں کیا ہو گا اور غالباً میں نے ان سے ہی کہا تھا کہ آپ فکر نہ کریں سوال مجھ سے ہونے ہیں اور میں نے ہی ان کے جواب دینے ہیں وہاں بھی پرلیس والوں نے بڑے ادب اور احترام کیا تھا مجھ سے باتیں کیں ایک نوجوان جو بڑا المبا اور صحت والا تھا اور غالباً کسی کی تھوک اخبار کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اس نے ایک سوال کیا سوال تو اس نے بڑے ادب سے کیا لیکن اس کی آنکھوں میں شوخی تھی وہ نوجوان کہنے لگا آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ہمارے ملک میں کتنے مسلمان کئے ہیں غالباً اسے علم تھا کہ یہاں احمدی تھوڑی تعداد میں ہیں میں نے اس کو کہا کہ تمہارے نزدیک مسیح علیہ السلام کی جتنی زندگی تھی گواں مسئلے میں ہمارا اور تمہارا اختلاف ہے لیکن میں اس وقت اس اختلاف کو چھوڑتا ہوں تمہارے خیال میں جتنے سال مسیح علیہ السلام اس دنیا میں زندہ رہے اس ساری عمر میں انہوں نے جتنے عیسائی بنائے تھے ان سے زیادہ اس ملک میں ہم نے مسلمان بنائے ہیں اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ دوسرے نمائندے تو سوال کرتے رہے لیکن وہ غاموش رہا تھیں چالیس منٹ کے بعد میں نے اس کی طرف توجہ کی اور کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مجھ میں دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے لیکن میری تم میں دلچسپی ابھی تک قائم ہے تم سوال کرو میں اس کا جواب دوں گا خیر اس کے بعد اس

نے بعض سوال کئے اور میں نے ان کا جواب دیا۔ زیورک میں تو میں پر لیں کافرنس کے بعد وہیں ٹھہر اہلیکن ہیگ میں پر لیں کافرنس کے معاً بعد اس جگہ کو چھوڑ کر اپنے کمرہ میں چلا گیا تھا اور وہ نوجوان قریباً ایک گھنٹہ تک دوستوں سے گفتگو کرتا رہا اس نے قیمتاً ہمارا لٹریچر بھی خریدا اور کہنے لگا میں اسے ضرور پڑھوں گا غرض اس پر اتنا اثر تھا وہاں کے سارے اخباروں نے صرف یہ خبر، یہ شائع نہیں کی تھی کہ ہم اس ملک میں آئے ہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ وہ کہتے ہیں اسلام لا وَ ورنہ تباوَ ہو جاؤ گے اور دراصل یہی بات ان دو غرضوں میں سے ایک تھی جن کیلئے میں وہاں گیا تھا مجھ سے وہ باتیں کرتے ان کو بھی شائع کرتے اور ساتھ ہی ہماری تصویریں بھی شائع کرتے لیکن اگر وہ صرف میری تصویری شائع کرتے تو اس میں میری کوئی عزت افزائی نہیں تھی جس کو خدا تعالیٰ نے عزت دی ہو وہ دنیا کی عزتوں کی کیا پروادہ کرتا ہے میرے وہاں جانے کی جو اصل غرض تھی وہ پوری ہونی چاہئے تھی میں نے ان کو جو انتباہ دینا تھا وہ ہر ایک کے پاس پہنچنا چاہئے تھا اور مجھے خوشی اس بات سے ہوئی تھی کہ انہوں نے صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ میرا پیغام یہ ہے کہ دور استے تمہارے لئے کھلے ہیں یا تو تم اسلام لا وَ یا تباہ ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ میں ویسے وہاں یہ فقرہ بولتا تھا کہ اپنے رب کی طرف رجوع کرو Come back to your creator اور اس کا مفہوم وہ سارے سمجھتے تھے چنانچہ ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا مطلب تو اسلام سے ہے نا میں نے کہا ہاں اللہ وہی تو ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ لوگ ذات باری اور صفات باری کے متعلق تو کچھ جانتے نہیں تھے لیکن وہ مفہوم کے لحاظ میرے فقرہ کا ترجمہ کر لیتے تھے اور انہوں نے یہ شائع کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ تم اسلام کو قبول کرو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد ہم ہیمبرگ پہنچنے ہیمبرگ میں چار روزہ انداختاں ہیں جو جمنی میں صرف دو اخبار ایسے ہیں جو سارے جرمی میں پڑھے جاتے ہیں بلکہ ساری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں اور لندن ٹائمز کے ہم پلہ ہیں باقی سارے اخبار مقامی ہیں بہر حال ہیمبرگ میں چار روزہ انداختاں ہیں جن میں سے تین صبح کو چھپتے ہیں اور ایک شام کو چھپتا ہے جو اخبار صبح کو چھپتے ہیں ان میں سے ایک ان دو اخبارات میں سے ہے جو صرف جرمی میں ہی نہیں پڑھے جاتے بلکہ ساری دنیا میں جہاں جرمی زبان بولی جاتی ہے پڑھے جاتے ہیں اور یہ اطلاع مجھے کراچی میں پر لیں میں کام کرنے والے ایک غیر احمدی دوست نے دی جب میں نے اخبار کا نام لیا، ڈی ولیٹ، تو اس نے کہا (اچھا یہ اخبار ہے یہ تو ساری دنیا میں جاتا ہے اور جرمی کے دو

بڑے اخباروں میں سے ایک ہے اس کے علاوہ تین اور اخبار ہیں اور وہ اپنے علاقہ میں پڑھتے جاتے ہیں۔ گویا صرف چار اخبار ہیں باقی نیوز اجنسیز (News Agencies) جیسے ہمارے ہاں اے پی پی وغیرہ ہے پھر ریڈ یو ہے وغیرہ وغیرہ، ہمارے مبلغوں کا اثر و سوچ ہے حکومت سے بھی ان کے تعلقات ہیں ملکہ اطلاعات و انفارمیشن کو جب پر لیں کافرنس کے متعلق علم ہوا تو انہیں خیال آیا کہ کہیں یہ ما یوس نہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے فون کر کے بتایا کہ حکومت کی طرف سے ہم پر لیں کافرنس بلا تے ہیں، بڑا ذرور لگاتے ہیں، روپیہ خرچ کرتے ہیں، تب جا کر کہیں سات آٹھ یا نو نما سندے آتے ہیں اگر آپ کی پر لیں کافرنس میں تھوڑے نمائندے ہوں تو آپ ما یوس نہ ہوں ہمارے ملک کا یہی طریق ہے۔ خیر انہوں نے وارنگ دی اور وارنگ بھی اپنی محبت اور تعلق کی وجہ سے دی تاکہ ہم ما یوس نہ ہو جائیں وہاں ایک اٹلانک ہو ٹل ہے جس میں یہ پر لیں کافرنس ہوئی میں جب وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ۳۵ نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں ان چاروں اخباروں کے نمائندے تھے ہفتہ وار اخباروں کے نمائندے تھے دو نمائندے ریڈ یو کے تھے۔ (وہاں دو مختلف ریڈ یو پروگرام ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ اپنی انڈی پینڈنٹ ٹیم بھیجی ہوئی تھی) نیوز اجنسیز کے نمائندے تھے پھر وہاں رواج ہے کہ فوٹو گراف مہیا کرنے والی بھی انڈی پینڈنٹ اجنسیاں ہیں وہ فوٹو لے لیتی ہیں اور ہر اخبار کو بھیج دیتی ہیں اور کہاں بھیجتی ہیں اگر تم نے اس واقعہ کے متعلق کوئی نوٹ دینا ہو تو یہ تصویریں ہیں تم ان میں سے کوئی ایک یادو منتسب کرو اور اس کے وہ پیسے لے لیتی ہیں یا ان کے کمانے کا ایک ذریعہ ہے اخبار کو اپنے علیحدہ فوٹو گرافر رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بہر حال وہاں یہ سٹم ہے اور ان فوٹو لینے والی اجنسیوں کے نمائندے بھی وہاں موجود ہوتے تھے کل نمائندے ۳۵ تھے اور ایک گھنٹہ پہیس منٹ تک ہم با تین کرتے رہے وہ اُنھے کا نام ہی نہ لیتے تھے میں خود کھڑا ہو گیا اور کہا اب ہم اس پر لیں کافرنس کو ختم کرتے ہیں۔

اس پر لیں کافرنس میں دعورتیں بھی تھیں میں نے ان سے ہاتھ نہیں ملایا تھا اور اس پر ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا آپ نے ہم سے پینڈ شیک یعنی مصافحہ کر کے ہماری عزت افزائی تو کی ہے لیکن ان عورتوں کی عزت افزائی نہیں کی یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں تمہارا بڑا ممنون ہوں کہ تم نے یہ سوال کر کے بات کی وضاحت کروالی ہے ورنہ تم یہاں سے اٹھ جاتے تو غلط فہمی قائم رہتی۔ اسلام کا یہ مسئلہ ہے اور یہ ایک عورت کی بے عزتی کے خیال سے نہیں بلکہ اس کی عزت اور احترام کو قائم کرنے

کیلئے ہے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ ہمارا نظر یہ درست نہیں مگر ہم پر یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ ہم عورت کی عزت اور احترام نہیں کرتے خیر بات ان کی سمجھ میں آگئی اور ان کی تسلی ہو گئی بڑی لمبی چوڑی گفتگو ہوئی ان سے اس موقع پر ایک بڑی اچھی تصویر بھی لی گئی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے ایک وارنگ دیتے ہوئے جوش میں اپنی انگلی ہلائی جو نبی میں نے انگلی ہلائی ایک فوٹو گرافرنے چھلانگ لگائی میرا خیال تھا کہ وہ تصویر نہیں لے سکے گا لیکن وہ اپنے فن میں بڑے ماہر ہوتے ہیں پتہ نہیں کس طرح اس نے تصویر لے لی دوسرے دن وہ تصویر اخبار میں آگئی۔ ہمیبرگ کے ٹیلی ویژن کو ایک کروڑ سے زیادہ آدمی دیکھتے ہیں جو من کے چھوٹے چھوٹے کئی صوبے ہیں اور ہمیبرگ کا ٹیلی ویژن تین چار صوبوں میں دیکھا جاتا ہے ہمیبرگ کا ٹیلی ویژن جس علاقے میں دیکھا جاسکتا ہے اس کے متعلق اندازہ ہے کہ اس میں اسے ایک کروڑ سے زیادہ آدمی دیکھتے ہیں ہم نے اس میں چالیس فیصدی کاٹ دیا کہ بہت سے لوگ باہر گئے ہوئے ہوتے ہیں بعض لوگ سیرو سیاحت کے لئے گھروں سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں پھر بھی ۲۰،۰۰۰ لاکھ کے درمیان لوگوں نے ہمیں ٹیلی ویژن پر دیکھ لیا اور جو باتیں وہاں ہوئی وہ یہی تھیں کہ اسلام لاو اور اپنے اللہ کی معرفت حاصل کرو یہ پیغام براؤ کا سٹ بھی ہو گیا اور پھر سارے اخباروں میں بھی آگیا اخباروں کی وجہ سے شہر میں ہمارا اس طرح چرچہ ہوا کہ ہمارے لئے باہر نکلا مشکل ہو گیا دو ایک باڑ ہم بازار میں گئے تو جہاں تک نظر جاتی تھی مرد عورتیں اور بچے اپنا کام کا ج چھوڑ کر ہماری طرف دیکھنے لگ جاتے تھے اور سینکڑوں کیمرے نکل آتے تھے جس دوکان میں بھی جاؤ سودے کے متعلق بات بعد میں ہوتی پہلے اخبار ہمارے سامنے کر دیا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ ہمیں جانتے ہیں اور اس بات کا اظہار وہ بڑی خوشی اور بشاشت سے کرتے تھے میرا بتانے کا یہ مطلب ہے کہ ہر گھر میں ہمارا یہ پیغام پہنچ گیا کہ اسلام لاویاتاہ ہو جاؤ کیونکہ میری باتوں کا خلاصہ یہی تھا کہ اپنے رب سے متعلق پیدا کرو ورنہ تباہی تمہارے سامنے ہے۔

اس کے بعد ہم کو پن ہیگن گئے پہلے اس کے کہ میں کچھ کو پن ہیگن کے متعلق بتاؤں میں ایک واقعہ بتانا چاہتا ہوں زیور ک میں جو ٹیم ٹیلی ویژن کیلئے انٹرو یو لینے آئی تھی وہ تین اشخاص پر مشتمل تھی ان میں سے دو مرد اور ایک عورت تھی اس نے کہا میں ریکارڈ کرنے سے پہلے آپ سے بعض سوال کر کے جواب لینا چاہتی ہوں کیونکہ پروگرام چھوٹا ہے اور سوال زیادہ ہیں میں جو جواب اپنے سمجھوں گی

انہیں ٹیلی ویژن کیلئے ریکارڈ کرلوں گی میں نے کہا ٹھیک ہے اس نے ایک سوال یہ کیا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کس طرح پھیلا دیں گے۔ میں نے اسے فوری طور پر یہ جواب دیا کہ دلوں کو فتح کر کے اس کو یہ جواب اتنا اچھا لگا کہ وہ کہنے لگی میں یہ فقرہ ضرور ٹیلی ویژن پر لانا چاہتی ہوں میں نے کہا ٹھیک ہے اس کے بعد انہوں نے ٹیلی ویژن کیلئے ریل (فلم) تیار کی منظر یہ تھا کہ پیچھے مسجد تھی اور سامنے میں تھا۔ میں جو کچھ بول رہا تھا وہ اس فلم پر آگیا اور نشر ہوا۔

کوپن ہیگن کی پر لیں کافرنز میں بھی ایک نمائندہ نے یہ سوال کر دیا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کیسے پھیلا دیں گے میں نے اسے کہا کہ بالکل یہی سوال زیور ک میں ایک عورت نے کیا تھا اور میں نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ دلوں کو فتح کر کے۔ اس جواب پر ایک عورت نمائندہ بڑے وقار سے کہنے لگی کہ ان دلوں کو لے کر آپ کریں گے کیا؟ میں نے اسے جواب دیا کہ ”پیدا کرنے والے رب کے قدموں میں جا رکھیں گے“، اس جواب کا اس پر اس قدر راثر ہوا کہ وہ پر لیں کافرنز کے بعد بھی کافی دری وہاں ٹھہری رہی۔ اس نے ہمیں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس نے کہا میں والپس جا کر ایک مضمون لکھوں گی خیر وہاں بھی پر لیں انش رو یو ہوا اور بڑا اچھا ہوا اور تمام اخبارات میں وہ چھپا۔ پر لیں کافرنز سے پہلے مسجد کے افتتاح کی جو تصویر یہ چھپیں ان میں سے ایک اخبار نے یہ کیا کہ نماز کی تصویر دے کر اس کے نیچے یہ نوٹ دے دیا کہ یہ لوگ محمد ﷺ کی عبادت کر رہے ہیں اگلے دن پادریوں کے ایک گروپ نے مجھ سے انش رو یو کا وقت لیا ہوا تھا اس دن صبح ہی وہ اخبار آگیا میں نے دوستوں کو یہ ہدایت دی کہ جب پادری آئیں تو یہ اخبار میرے ہاتھ میں دے دیں چنانچہ مینگ سے پہلے وہ اخبار میرے ہاتھ میں دے دیا گیا اس گروپ کا جو لیڈر تھا میں نے اس سے کہا کہ اس فقرہ کا ترجمہ کر کے مجھے بتاؤ مجھے اس کے مفہوم کا علم تو تھا لیکن میں اس کے منہ سے کہلوانا چاہتا تھا شرمندگی سے اس کا منہ سرخ ہو گیا اور اس نے کہا ہم یہ نوٹ پہلے دیکھے چکے ہیں اور بڑے شرمندہ ہیں میں نے کہا ب دو صورتیں ہیں یا تو میں اس کی تردید کروں اور یا تم اس کی تردید کرو اگر میں اس کی تردید کروں گا تو اس سے بد مزگی پیدا ہو گی کیونکہ میں تو اپنے رنگ میں اس کی تردید کروں گا۔ چنانچہ اس پادری نے اس کی تردید شائع کرائی ایک لمبا نوٹ لکھا گیا جو اس اخبار میں شائع ہو گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقعہ ہمارے نظریہ کو پھیلانے اور اسلام سے تعارف کرانے کا پیدا کر دیا یہر حال جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہاں کی ہر اخبار نے ہمارے متعلق لکھا اور بعض

اخبارات نے ایک ایک صفحہ اس کے لئے دیا۔

پھر جیسا کہ میں نے اشارہ تھا ہے کہ ہمارے ملکوں میں تو رواج نہیں لیکن اس ملک میں یہ رواج ہے کہ باہر سے آنے والے ایسے آدمیوں کو جن کو وہ بڑا سمجھتے ہیں لا رڈ میسری سپشن دیتا ہے اور اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنے شہر میں خوش آمدید کہہ رہے ہوتے ہیں کوپن ہیگن میں دوسرے ملکوں کے رواج کی طرح صرف ایک کار پوریشن نہیں جس کے آگے مختلف یونٹ ہوں وہاں مختلف کار پوریشنز ہیں جن میں سے ہر ایک انڈی بینڈ ہے۔ آپس میں ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان میں سے اُس کار پوریشن کا جس کے علاقہ میں ہماری مسجد ہے الگ لا رڈ میسر ہے اس کے علاوہ ایک اور کار پوریشن ہے جس میں کوپن ہیگن کا پرانا شہر واقع ہے۔ اس کی میسرس ایک عورت ہے ان دونوں کار پوریشنوں نے ہمیں ری سپشن دی ہوئی تھی۔ ہمارے علاقہ کی کار پوریشن کا لا رڈ میسر من سے اتنا تعلق رکھتا ہے کہ وہ چھٹیوں پر گیا ہوا تھا اور وہاں سے وہ صرف مسجد کے افتتاح میں شامل ہونے اور مجھے ری سپشن دینے کے لئے واپس آیا اور بڑے پیار سے اس نے مجھ سے گفتگو کی میں نے اسے بتایا کہ ہمارے احمدی مسلمان تمہاری کار پوریشن کے بہترین شہریوں میں سے ہوں گے کیونکہ ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ ہم ملکی قانون کی پابندی کریں اسلام نے ہمیں یہی سکھایا ہے لا رڈ میسر نے ہمیں اپنی کار پوریشن کا جھنڈا دیا اور ہم نے اسے قرآن کریم دیا۔ پھر ہم دوسری کار پوریشن کی طرف سے دی ہوئی ری سپشن میں شریک ہوئے اس میں لا رڈ میسر نے ہمیں اپنی کار پوریشن سے متعلق ایک معلوماتی کتاب دی اور ہم نے اس کو قرآن کریم پیش کیا تھا میں بھی ہوتی رہیں اس موقع پر پرلیس کے نمائندے بھی موجود تھے اگلے دن اس ری سپشن کی تصور بھی اخباروں میں آگئی۔ جس میں لا رڈ میسر کو قرآن کریم وصول کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا ایک اخبار نویں نے شرارت اسے کہا کہ انہوں نے تم کو اپنا ہاتھ نہیں دیا۔ یعنی مصافحہ نہیں کیا وہ عورت پڑھی لکھی تھی اور بڑی ہوشیار تھی اس نے فوراً یہ جواب دیا کہ انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ تو نہیں دیا لیکن مجھے قرآن کریم دیا ہے اور اگلے دن اس کا یہ فقرہ بھی اخباروں میں چھپ گیا۔

اس کے بعد ہم یورپ کو چھوڑ کر لندن پہنچ لندن کے پرلیس نے ہمارے ساتھ پہلے تو کوئی تعاون نہیں کیا یعنی انہوں نے ہمارے متعلق کوئی خبر نہیں دی۔ صرف ایک اخبار نے خردی جس کا نمائندہ ایئر پورٹ پر آیا ہوا تھا اور اس سے گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن عام طور پر پرلیس نے ہمیں نظر انداز کیا تھا دن

ہم وہاں رہے پھر ہم سکات لینڈ چلے گئے وہاں بھی پر لیں کافر نس ہوئی اور وہاں کی اخباروں نے خبروں سے بھی دیں اس کے بعد ہم چند روز، ونڈر میرٹھرے اس دوران ایک مقامی اخبار نے امام رفیق (مسجد لندن کے امام) کو فون کیا اور کہا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے علاقہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں یہاں تو ایک ہنگامہ بپا ہے کہ مقامی اخبار نے کچھ لکھا نہیں اور لوگ جیران ہیں آخر انہیں پڑھ لگنا چاہئے کہ یہ کون ہیں چنانچہ امام رفیق نے اسے بتایا اور اس نے اگلے روز ایک خبر شائع کر دی۔

ابھی ہم ونڈر میرٹھرے میں ہی تھے کہ ہمیں وہاں ایک پیغام ملا کہ ٹائمز لندن پیش امنڑو یو لینا چاہتا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن وقت ہم وہاں مقرر کریں گے ٹائمز لندن چوٹی کے اخباروں میں سے ہے دوست یہ نہ سمجھیں کہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر کر رہا ہوں میرے نزدیک یہ بتیں بڑی اہم ہیں کیونکہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ نظر آتا ہے ٹائمز لندن کا جو نوجوان نمائندہ امنڑو یو لینے آیا اس نے مجھے بتایا کہ وہ آسٹریلیا کا رہنے والا ہے لندن کا رہنے والا نہیں اور وہ صرف چھ ماہ سے یہاں کام کر رہا ہے میں جب آسکس فورڈ میں پڑھا کرتا تھا اس وقت میرے بعض گھرے دوست آسٹریلیا کے طالب علم تھے میں نے کہا مجھے تم سے ملکر بہت خوشی ہوئی ہے ویسے تو مجھے ہر ایک سے ملکر خوشی ہوتی ہے لیکن تمہارے ساتھ ملکر اس لئے بھی خوشی ہوئی کہ آسٹریلیا کے بعض طالب علموں سے میری بڑی گھری دوستی تھی اور بڑے لمبے زمانہ کے بعد آج ایک میں آسٹریلیا سے مل رہا ہوں۔ بہر حال ایک بے تکلفی کا ماحول پیدا ہو گیا وہ نوجوان برائی ٹکلمند تھا اور زیر کھادو میٹھے مختلف با تیں کرتا رہا وہاں پر لیں کے نمائندے مجھے سیاست میں گھسٹنے کی کوشش کرتے تھے لیکن یورپ کا پر لیں بڑا سمجھدار ہے جب میں نے ان سے کہہ دیا کہ مجھ سے صرف مذہبی بتیں کرو تو وہ اس پر زور نہیں دیتے تھے میں نے اس سے بھی کہا کہ مجھ سے سیاست کی بتیں نہ کرو تو وہ رک گیا میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے نیز مذہب کا تعلق دل سے ہے اور دل کو طاقت کے ذریعہ بدلا نہیں جاسکتا۔ مذہب کے نام پر خواہ جخواہ جھگڑنا ہی غیر معقول ہے اب ہم دونوں یہاں بیٹھے ہیں میں ایک مسلمان ہوں اور ایک مذہبی فرقہ کا سربراہ ہوں اور تم ایک عیسائی نوجوان ہو میرے دل میں تمہارے متعلق دشمنی نفرت کا یا حقارت کا کوئی جذبہ نہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمہارے دل میں میرے خلاف دشمنی نفرت یا حقارت کا کوئی جذبہ نہیں اور اگر ہم یہاں اس کمرہ میں اس قسم کی فضاضیدا کر سکتے ہیں تو ساری دنیا میں بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ دوسرے دن اس نے اخبار میں بڑا

اچھا نوٹ دے دیا ہمیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ اس قسم کا نوٹ اخبار میں آجائے گا تاکہ ان کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اگر اس میں کوئی چیز چھپ جائے تو اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ انگلستان کے سارے پریس میں وہ چیز آگئی بہر حال وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے سامان پیدا کر دیے۔

پھر کراچی میں انٹرو یو ہوا یہ لوگ ایسے رنگ کے ہیں یہ لوگ بار بار مجھ سے سیاسی سوال کر دیتے تھے اور بار بار مجھے یہ کہنا پڑتا تھا کہ میں کسی سیاسی سوال کا جواب نہیں دوں گا و یہ سب ہی اچھے تھے انہیں یہی اچھا معلوم ہوتا تھا کہ میں ان سے سیاسی گفتگو کروں ہر ایک کا اپنا اپنا خیال ہوتا ہے لیکن یہاں بھی اخبارات میں اچھے نوٹ آگئے تھے ان پریس کافرنز سے میری کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ تھی میں نے صرف یہی مقصد اپنے سامنے رکھا تھا کہ ان لوگوں کو جھنوجھوڑا جائے اور اسلام کے عالمگیر غلبہ کا آسمانوں پر جو فیصلہ ہو چکا ہے اس حقیقت کی طرف انہیں متوجہ کیا جائے اور یہ غرض اخباروں کے تعاون سے پوری ہو گئی اور یہ مقصد ہمیں حاصل ہو گیا۔

ساری قوم کو انتباہ کر دیا گیا اس لحاظ سے کہ اکثریت کے کانوں میں یہ آواز پہنچی اور یہ بات ان کے ذہن نشین کر دی گئی کہ ہمیں ایک انتباہ دیا گیا ہے اور ایک وارنگ دینے والے نے ہمیں وارنگ دے دی ہے۔

جس تیز مضمون کے متعلق میں نے پہلے بیان کیا ہے اس کے متعلق میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جب ہم لندن گئے تو ہمیں ایک ریسپیشن دی گئی جس میں تین سو آدمیوں نے شامل ہونا تھا گویری سپیشن جماعت کی طرف سے تھی لیکن اس میں اس علاقہ کے میربھی مدعو تھے جس میں ہماری مسجد ہے ایک ایم پی تھے پاکستان ایسوی ایشن کے پریزیڈنٹ تھے اور بعض دوسراے انگریز بھی تھے اور یہ سب کوئی تیس چالیس آدمی تھے میں نے سوچا کہ میں نے اپنی محنت سے یہ مضمون تیار نہیں کیا بلکہ یہ آمد تھی اور میرے رب کی عطا۔ اس لیے اس کا جو مقصد تھا وہ پورا ہونا چاہئے اور یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے اس کے بعد مجھے کوئی اور موقع نہیں ملے گا۔ چنانچہ میں نے محترمی مخدومی چوبدری ظفر اللہ خان صاحب سے کہا کہ آپ اسے پڑھیں اور مجھے مشورہ دیں کہ آیاری سپیشن کے بعد میں یہ تقریر کروں یا نہ کروں میں نے انہیں اس کا پس منظر بھی بتایا۔ اگلے دن صحیح ان کا پیغام مجھے آیا آپ یہ تقریر ضرور کریں تقریر کے انگریزی ترجمہ کے فقرات میں بعض جگہ انہوں نے لفظی اصلاح بھی کی انگریزوں کا طریق تھا کہ وہ ڈنر کے بعد ہلکی چھلکی تقریریں

کرتے ہیں اور وہ تین تین چار چار منٹ کی ہوتی ہیں یہی کہ ایک دولطینے سنا دیئے اور نیچے میں کوئی کام کی بات کہہ دی میں اس بات کی وجہ سے بڑا پریشان تھا۔ کیونکہ مجھ سے پہلے چار تقریریں تھیں سب سے پہلے میر کھڑا ہوا اور اس نے پاکستان کی بھی اور جماعت کی بھی بڑی تعریف کی اور تین چار منٹ کے بعد وہ بیٹھ گیا اس کے بعد ایم پی کھڑا ہوا ان کی طبیعت میں مزاح تھا انہوں نے ایک دولطینے سناۓ اور خوب ہنسایا پھر پاکستان ایسوی ایشن کا پریز یڈنٹ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے لحاظ سے کچھ سنجیدہ اور کچھ ہلکی پھلکی تقریر کی۔ آخر میں (مجھ سے پہلے) چوہدری ظفر اللہ خان صاحب تھے وہ کھڑے ہوئے انہوں نے ایک دو فقروں کے بعد میرے متعلق کہا کہ انہوں نے اس وقت بعض بڑی اہم باتیں کرنی ہیں اس لئے میں زیادہ وقت نہیں لیتا گویا انہوں نے میرے پیغام کا تعارف بھی کرایا اور وہ سارے اس بات کے لئے تیار ہو گئے کہ کوئی اہم پیغام آئیوالا ہے میرے ذہن سے بوجھ اتر گیا اور میں نے مضمون پڑھنا شروع کیا ۴۵ منٹ میں وہ مضمون ختم ہوا اس سارے عرصہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سامعین مسحور ہیں کوئی آواز وہاں پیدا نہ ہوئی بعد میں احمد یوں نے مجھے بتایا کہ ہمیں لپسیے آر ہے تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تیز مضمون تھا لیکن وہ مضمون میر انہیں تھا یہیں تھا کہ میں نے سوچ کر اور عقل پر زور دے کر اسے بنایا ہو بلکہ جب میں لکھنے لگا تو مضمون ذہن میں آتا گیا اور میں لکھتا گیا۔ ایک احمدی کہنے لگا کہ میرے ساتھ ایک انگریز بیٹھا ہوا تھا جب آپ نے مضمون پڑھنا شروع کیا تو اس نے حیرانی سے منہ کھولا اور پھر ۴۵ منٹ تک اس کا منہ کھلا ہی رہا جس وقت میں نے مضمون ختم کیا اور سلام کیا اس وقت شائد کوئی چیزوں بھی چلتی تو مجھے آواز آ جاتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سارے سٹنڈ (Stunned) ہو گئے ہیں اپنے بھی اور پرانے بھی اس خاموشی کی حالت میں میں نے سلام کیا اور باہر نکل گیا جب تک میں ہال سے باہر نہیں نکلا میرے کان میں کوئی آواز نہیں پڑی علاقہ کے میر میرے ساتھ تھے وہ بڑے عقل مند آدمی تھے ہمارے احمد یوں کو یہ خیال نہ آیا کہ میں اکیلا باہر نکل گیا ہوں وہ سارے وہیں بیٹھے رہے تھے انہیں یہ بھی خیال نہ آیا کہ یہا کیلے موڑ میں کیسے چلے جائیں گے وہاں موڑ ڈرائیور بھی نہیں تھا میر مجھے کہنے لگا آپ تھکے ہوئے ہوں گے ادھر آئیں ہم ذرا یہاں بیٹھتے ہیں میں نے کہا۔ ٹھیک ہے ہال اوپر تھا ہم سیر ہیوں سے نیچے اُتر کے نیچے کے کمرے میں چلے گئے اور وہاں کھڑے کچھ دریتک باتیں کرتے رہے وہاں وہ ایم پی بھی آگئے وہ کہنے لگے مجھے امید ہے کہ جس تباہی کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کی پیش گوئی ہمارے حق میں پوری نہیں ہو گی قبل اس کے کہ میں اس

کا کوئی جواب دیتا میرے نے کہا کہ ان کی تقریر کا غلام صہ تو یہ ہے کہ ایک تو دنیا میں امن ہونا چاہئے اور دوسرا سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہئے جب اس نے اس رنگ میں جواب دیا تو وہ خاموش اور سنجیدہ ہو گئے ویسے تو وہ بڑا اچھا آدمی تھا لیکن بعض آدمیوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ وہ نہیٰ مذاق کرتے رہتے ہیں اور جس وقت میرے نے دیکھا کہ لوگ نیچے اُتر آئے ہیں (سامنے کا دروازہ کھلا ہوا تھا) تو کہنے لگے اچھا بچلے تب مجھے پتہ لگا کہ اس کے دماغ میں یہ نہیں تھا کہ میں تھکا ہوا ہوں اور آرام کروں بلکہ یہ تھا کہ میں اکیلا ہوں سارے ساتھی وہاں بیٹھے ہیں اور موڑ چلانے والا بھی وہاں بیٹھا ہے کیونکہ وہاں ڈرائیور استعمال نہیں ہوتا سارے لوگ کاریں آپ ہی چلاتے ہیں۔

پھر میں نے جماعت کو ہدایت دی کہ میرا یہ مضمون بہت تھوڑے آدمیوں نے سنائے ہے اب اسے گھر گھر پہنچاؤ اور خرچ کا اندازہ لگاؤ انہوں نے کہا پچاس ہزار کا پیوں پر کوئی ڈیرہ سو پونڈ خرچ آئے گا یعنی پچاس ہزار کا پیوں پر دو ہزار روپے میں نے کہا تھیک ہے اگر پسے نہیں ہیں تو میں انتظام کر دیتا ہوں وہ کہنے لگے رقم کا انتظام ہم کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں رہنے والے احمدیوں کو قربانی کی بڑی توفیق دی ہے چنانچہ چند دوستوں نے باہم ملکر یہ فیصلہ کیا کہ ہم اسے شائع کریں گے چنانچہ پچاس ہزار کا پیاں اس مضمون کی وہاں چھپ چکی ہیں اب میں نے ہدایت دی ہے کہ اس کا جرمن ڈیپش اور ڈچ زبانوں میں ترجمہ ہو جائے اور پھر اگر موقعہ ملتو سپینش اور اٹالین میں بھی اس ترجمہ کو کروایا جائے گا اور سارے یورپ میں اسے پہنچا دیا جائے گا میں نے انہیں کہا کہ وقف عارضی کو جاری کرو اور واقفین سے یہ کام لو اسے ہر گھر میں پہنچاؤ اس کی تعداد کم ہے اور گھر زیادہ ہیں اس لئے پڑھے لکھے اور صاحب رسخ لوگوں کی فہرست بناؤ اور ان تک اسے پہنچاؤ شہروں اور دیہات دونوں میں اسے تقسیم کرو یہ نہیں کہ شہروں میں اسے تقسیم کرو اور دیہات میں نہ کرو۔ دیہات میں ابھی تک عیسائیت سے کچھ نہ کچھ پیار ضرور پایا جاتا ہے شہروں میں نہیں پایا جاتا۔

اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور اس نے توفیق دی تو دو ایک خطبات میں وہاں کے واقعات اپنے رنگ میں بیان کروں گا۔ اس نیت کیساتھ کہ ان چیزوں کا جو نتیجہ میرے دماغ نے نکالا ہے جب اس نتیجہ تک پہنچوں تو آپ میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔
(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۱)

یورپ کے نو مسلم احمدی اپنے ایمان اخلاص اور قربانی میں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کر رہے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ کیم ستمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ دورہ یورپ سے متعلق بعض بہت ہی مبشر خوابوں اور روایا کا تذکرہ۔
- ☆ ”تشنہ روحوں کو پلا دو شربت وصل و بقا“۔
- ☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا وہ ان سے اس دنیا میں ہی اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔
- ☆ میں ایک ذرہ ناچیز ہوں اگر کوئی احمدی مجھ سے پیار کرتا ہے تو صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک مقام پر فائز کیا ہے۔
- ☆ ہر احمدی کو دنیا کا رہبر، قائد اور استاد بننے کی اہلیت پیدا کرنی پڑے گی۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گذشتہ خطبہ جمیع میں میں نے بتایا کہ ایک خواب کی بناء پر میں چند رویا احباب کی خدمت میں رکھنا چاہتا ہوں۔ آج بھی میں اپنے اس خطبہ کو چند خوابوں اور رویا سے شروع کرنا چاہتا ہوں ویسے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیسیوں مبشر خوابیں میرے سفر یورپ کے دوران اور واپسی کے بعد بھی دوستوں نے مجھے لکھی ہیں مردوں نے بھی خوابیں دیکھی ہیں اور ہماری احمدی بہنوں نے بھی خوابیں دیکھی ہیں۔ بڑوں نے بھی دیکھی ہیں اور بچوں نے بھی دیکھی ہیں کہا گیا تھا کہ اس زمانہ میں بچے بھی نبوت کریں گے لیعنی خبریں اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں گے جو سچی ہوں گی اور جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور طاقت کا اظہار ہوگا۔

آج کے لئے میں نے تین خوابوں کا انتخاب کیا ہے اور یہ تینوں خوابیں عورتوں کی ہیں۔ ایک خواب میری بزرگ کی ہے ایک میری بیوی کی ایک میری بیوی کی ہے۔ اصل غرض اس سفر کی کو پن ہنگین کی مسجد کا افتتاح تھا اور اس افتتاح سے میں یہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا کہ ان اقوام کے سامنے اللہ تعالیٰ کی اس مشیت کو کھول کر اور وضاحت سے رکھ دیا جائے کہ اسلام کے غالبہ کے سامان آسمانوں پر مقدر ہو چکے ہیں اور زمین پر ظاہر ہونے والے ہیں اور اگر ان اقوام نے اللہ تعالیٰ کے اس نشانے کو نہ سمجھا تو پھر ایک ایسی ہلاکت ان کے سروں پر منڈلارہی ہے کہ جو انسانی تاریخ میں کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ لیکن چونکہ وجہ اس سفر کی کو پن ہنگین کی مسجد کا افتتاح بن گیا تھا اور اس مسجد کو احمدی مستورات کی مالی قربانیوں نے بنایا تھا اس لئے آج کے لئے میں نے مستورات کی خوابوں میں سے تین کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مکرمہ مخدومہ محترمہ آپ امریم صدیقہ صاحبہ آنجلی یہاں نہیں ہیں انہوں نے ایک بڑی مبشر خواب دیکھی تھی لیکن زبانی مجھے سنائی تھی ہو سکتا ہے کہ بعض حصے چھوڑ جاؤں اس لئے میں نے ان کی اس خواب کا آج

کے خطبہ کے لئے انتخاب نہیں کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں یہ تین روایا آپ دوستوں کو سناؤں۔ میں یہ بھی آج بیان کرنا چاہتا ہوں کہ سفر پر روانگی سے چند روز قبل ایک دن صبح کے وقت جب میں اٹھا تو میری زبان پر یہ مصرعہ جاری ہوا۔

تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ صل و بقا

یہ مصرعہ بطور طرح مصرعہ کے میں نے محترمہ مخدومہ پھوپھی جان صاحبہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو دیا تھا اور انہوں نے ایک آدھ شعر بھی کہا ہے نظم تو مکمل نہیں کر سکیں (نظم اب افضل کے ایک شمارہ میں شائع ہو چکی ہے) لیکن بعض اور احمدی شاعروں نے اس مصرعہ کو سامنے رکھ کر بعض نظمیں بھی لکھی ہیں بعض چھپ گئی ہیں بعض شائد آئندہ افضل میں چھپ جائیں۔ اس میں بھی دراصل اجازت دی گئی تھی اس سفر پر روانہ ہونے کی اور اس ضرورت کا احساس پیدا کیا گیا تھا کہ اقوام یورپ روحانی طور پر پیاسی ہیں اور انہیں قرآن کریم کے چشمہ سے سیراب ہونے کی ضرورت ہے اس وقت اس کے بغیر نہ وہ اقوام اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کر سکتی ہیں اور نہ اس دنیا میں باقی رہ سکتی ہیں اور جو غرض اس سفر سے تھی اس کی تفصیل کی طرف اشارہ اس چھوٹے سے مصرع میں کیا گیا تھا۔

سفر پر روانہ ہونے سے قبل ہماری بڑی پھوپھی جان نے لا ہور میں یہ خواب دیکھی جوانہی دونوں انہوں نے اپنے خط میں لکھ کر بھجوائی تھی میں وہ آج سنانا چاہتا ہوں۔

حضرت پھوپھی جان صاحبہ نے عزیزم مکرم مرزا مظفر احمد صاحب کے متعلق بھی ایک مندرجہ ذیل خواب دیکھی تھی اور ان کے لئے مجھے بھی لکھا تھا دعا کے لئے اور خود بہت دعا کر رہی تھیں آپ لکھتی ہیں کہ ”آج صبح نماز کے بعد (جس میں خصوصی دعا زیادہ تر ہمیشہ کی طرح آپ کے لئے اور سفر کے لئے تھی اور مظفر احمد یا جو بلا ہو کسی کی بھی ہواس کے رفع ہونے کے لئے ہی زیادہ تر کی) سوگئی تو آنکھ کھلنے کے قریب عربی میں آواز کسی کی آرہی ہے جیسے کوئی خوش الحان قرآن شریف پڑھتا ہے مگر اثر یہ ہے کہ جیسے کسی کو مخاطب کر کے کوئی بات کرتا ہے بہت صاف آواز ہے۔ صرف زبان عربی میں کلمات ادا ہو رہے ہیں یعنی کسی سورت قرآن مجید کا خیال نہیں تھا مجھے وہ الفاظ جو یاد رہ گئے تھے وہ یہ تھے **الَّذِينَ يَذْعُونَ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ - الَّذِينَ سَعَى** پہلے کیا تھا یہ مجھے کچھ یاد نہیں۔ اس کے بعد کے الفاظ کا بھی بہت مبارک اور مبشر ہونے کا اثر تھا مگر یاد نہیں رہا صرف وہی جو میں اپنی زبان سے ساتھ ساتھ کہہ رہی تھی، یاد ہے بس یہی

الفاظ زبان پر جاری تھے کہ آنکھ کھل گئی مگر ساتھ ساتھ اور کلمات بھی گویا کہے جا رہے تھے جا گتے جا گتے ان کا پچھتا احساس تھا مگر یاد صرف مجھے اتنا رہ گیا۔ دل پر اچھا خوشکن اڑ تھا تو ”الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ“، الہی سلسلہ جنہیں بھی مخاطب کرتا ہے اور اسلام نے ساری دنیا کو اور تمام اقوام کو مخاطب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف ہی بلارہا ہوتا ہے سب انذاری پیشگویاں انسانوں کو جھجوڑتی ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ بڑی مبشر خواب ہے۔

سفر کے دوران انگلستان میں منصورہ بیگم نے دو دفعہ خواب میں الفاظ سننے جوانہوں نے لکھ کر دئے میں پڑھ دیتا ہوں وہ لکھتی ہیں کہ گلاسکو جاتے ہوئے راستے میں سکاچ کا رنر ہوٹل میں ٹھہرے ہیں کہ جیسے کسی بات کا کوئی جواب دے رہا ہو۔ جواب جودے رہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ”اسلام کا ہی جھنڈا بلند رہے گا“۔ خواب پوری یاد نہیں صرف ذہن میں یہ ہے کہ روس اور انگلستان کی کسی مخالفانہ کوشش یا بات کا جواب ہے اور یہ الفاظ تمام رات سوتے جا گتے کیفیت میں زبان دھراتی رہی۔

کوپن ہیگن میں سوتے میں ایک آواز سنائی دی۔ ”اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے اتنے لگے ہیں“۔ آنکھ کھلی تو یہی الفاظ زبان پر جاری تھے۔ رات کے لقا یا حصہ میں صحیح تک یہی الفاظ بار بار سنائی دیتے رہے اور ساتھ آنکھ کھلتی رہی اور اسی طرح زبان تکرار کے ساتھ یہی الفاظ دھراتی رہی بغیر ارادہ کے۔

تمیری رویا میں اپنی بچی امتہ اشکور کی سنانا چاہتا ہوں۔ یہ بڑی دعا گو بچی ہے اور بڑی صابرہ۔ وہی بچی ہے جس کا پہلا بچہ ولادت کے وقت فوت ہوا اور اسی وقت آدھے گھنٹے کے بعد جب ڈاکٹر نے فارغ کیا میں اسے ملنے گیا تو مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ وہ مجھے ملی۔ بچی نے نو مہینے کی تکلیف اٹھائی ہو لیکن پیدائش کے وقت بچہ فوت ہو جائے کچھ تو گھبراہٹ ہونی چاہئے تھی چہرہ پر؟؟ لیکن اس قدر خوش میں نے اس کا چہرہ دیکھا کہ میں خود حیران ہو گیا اور میرے دل نے اس وقت کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد ہی اس کا اجر بھی دے گا۔ اتنا صابرہ کا اس نے مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ اپنے وقت پر جب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی لڑکا تھا۔ (اور پہلے جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی لڑکا تھا) اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت مند ہے وہ۔

بڑی صابرہ ذہنیت کی بچی ہے یہ! جب میں ابھی سفر پر روانہ نہیں ہوا تھا تو اس نے ایک خواب دیکھی جو بظاہر بڑی منذر تھی اور اس کا دل دھلا دینے والی تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھی ہے۔ اس کے چار پانچ اجزاء تھے جن میں ہر جزو کی تعبیر نہایت ہی مبشر تھی۔ میں نے اس کو تسلی کا خط لکھا

کے فکر کرنے کی کوئی بات نہیں بڑی مبشر خواب ہے یہ تو۔

دوسری خواب اس نے ہمارے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد دیکھی۔ وہ لکھتی ہے آپ کے یورپ تشریف لے جانے کے چند دن بعد خواب میں آپ کی یورپ کو روانگی کا نظارہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا گھر ہے اور وہاں پر سب خاندان اور دوسرے احباب بھی آئے ہوئے ہیں میں دوسری منزل کی کھڑکی سے کھڑی نیچے جھانک رہی ہوں جہاں کاریں تیار کھڑی ہیں اور ابا حضور (یعنی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ سب سے پچھلی کار کے پاس کھڑے ہیں آپ نے اور ابا حضور نے تیز نیلے رنگ کی اچکنیں اور سفید پکڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ (ہمارے نیچے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابا حضور کہتے ہیں) ابا حضور کا جسم دبلا پتلا اور چہرہ بھی ویسا ہے جیسا کہ جوانی کی تصاویر میں دکھائی دیتا ہے اور آپ کا قد ابا حضور سے کافی لمبا ہے اتنا کہ ابا حضور آپ کے شانوں تک آرہے ہیں اور میں سوچ رہی ہوں کہ آپ تو ابا حضور کے برابر ہوا کرتے تھے اب اتنے لمبے کس طرح ہو گئے؟ ابا حضور آپ کو کچھ ہدایات دے رہے ہیں اور آپ کے پاس کھڑے لوگوں سے آپ کی تعریف کرتے جا رہے ہیں اور وہ جملے جو آنکھ کھلنے تک یاد تھے اب یاد نہیں رہے پھر دور سے کوئی آواز دیتا ہے (شاید کوئی ڈرائیور ہے) کہ گاڑی کا وقت ہو گیا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ آپ نے تو گاڑی پر جانا ہی نہ تھا کاروں سے کراچی جانا تھا۔ وہ آوازن کر آپ چلنے کی تیاری کرتے ہیں تو ابا حضور آپ کا ساتھ پکڑ کر بڑی تیزی اور پیتابی کے ساتھ جھکلے سے آپ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”گلے تو مل لو“ اور آپ فوراً اس طرح ابا حضور کے سینے کے ساتھ لگ جاتے ہیں جیسے کہ وہ مقناطیس ہوں۔ اور ابا حضور بڑی بے تابی اور پیار کے ساتھ آپ کا چہرہ، پیشانی اور گردن چوم رہے ہیں۔ آنکھوں میں آنسو ہیں شاید بہہ بھی رہے ہیں یہ اچھی طرح یاد نہیں۔ آپ کے ایک طرف ہو کر امی کا لا بر قعہ پہن کر کھڑی ہیں۔ میں انہیں آواز دے کر کہتی ہوں۔ امی! مجھے لیں امی اس کھڑکی کے نیچے آتی ہیں جہاں میں کھڑی ہوں اور امی کا قدر بھی اتنا لمبا ہے کہ دوسری منزل کی کھڑکی تک پہنچ رہا ہے وہیں سے وہ مجھے گلے لگ کر پیار کرتی ہیں پھر سب کاروں میں بیٹھ کر چل پڑتے ہیں اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔

یہ تیوں خوابیں (ایک تو قریباً کششی نظارہ ہے) بہت ہی مبارک ہیں اور ان کے مطابق ہی ہم نے اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو پایا۔

اس دورہ میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمارے تینوں جرمن مشنر کے پاکستانی احمدی اور جرمن احمدی مرد اور عورتیں مجھ سے ملے پھر سوئزر لینڈ میں ہمارا تبلیغی مرکز ہے وہاں بھی خاصی جماعت ہے مقامیوں کی ہم برگ کا بھی یہی حال ہے پھر کوپن ہیگن میں سویڈن، ناروے اور ڈنمارک کے لوگ جمع ہوئے ہوئے تھے اور ہمارے مبلغ بھی تھے تیس اور چالیس کے درمیان تو کھانے پر ہی ہوتے۔

پھر انگلستان میں دوستوں سے ملنے کا موقع ملا جہاں اردو بولنے والی ہندوستان اور پاکستان کے بعد سب سے بڑی جماعت ہے کئی ہزار احمدی اس وقت انگلستان میں موجود ہیں وہاں کے مقامی احمدی مسلمان اقلیت میں ہیں ہمارے زیادہ احمدی پاکستانی ہی ہیں اور میں نے ان کو توجہ بھی دلائی کہ آپ کوشش کریں کہ درجنوں کی بجائے ہزاروں لاکھوں مقامی باشندے مسلمان ہو جائیں۔ وہاں کی قلبی حالت جماعت کی بہت کچھ یہاں کی جماعتوں کی قلبی حالت سے ملتی جلتی ہے وہاں بھی بعض انگریزوں نے احمدی ایثار اور اخلاص کا ایک عجیب نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جیسا کہ یورپ میں بننے والے نو احمدی مسلمان پیش کر رہے ہیں۔ جب میں انگلستان میں پڑھا کرتا تھا اس وقت انگلستان میں چند ایک احمدی پائے جاتے تھے ان میں سے بعض فوت ہو چکے ہیں ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کی عقل کو اسلام نے اپیل کی یعنی اسلام کے دلائل اور برائیں کے وہ قائل ہوئے اور اپنے مذہب یا لامذہبیت کو انہوں نے چھوڑا اور اسلام کو انہوں نے قبول کیا لیکن اس عقلی ایمان کے علاوہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت (بشاہست ایمانی جسے کہا جاتا ہے) وہ نہیں پائی جاتی تھی عقلًا وہ تسلیم کرتے تھے کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے کیونکہ اس کے دلائل اس قدر مضبوط ہیں کہ اس کے دلائل کا مقابلہ کوئی دوسرا مذہب نہیں کر سکتا لیکن حسن اور احسان کے جلوے جو ایک سچے مسلمان کو اسلام میں نظر آتے ہیں وہ ان پر ابھی جلوہ گرنیں ہوئے تھے۔

اس دفعہ جو میں وہاں گیا ہوں تو میں نے وہاں کی جماعتوں میں یہ حالت نہیں پائی۔ ہر جگہ میں نے یہ محسوس کیا کہ اسلام کے دلائل نے ان کی عقولوں کو گھاٹل کیا اسلام کے حسن نے ان کی بصیرت اور بصارت کو خیرہ کیا اور ان کے دلوں میں اس قدر محبت اپنی پیدا کر دی ہے کہ اس سے زیادہ محبت تصویر میں بھی نہیں آ سکتی اور یہ احساس ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات دنیا کے لئے ایک محسن اعظم کی حیثیت رکھتی ہے اسلام کے حسن اور آنحضرت ﷺ کے احسان کے وہ شکار ہیں اور

اس کے نتیجہ میں آج وہ اتنی قربانی دینے والے ہیں کہ (میں بعض مثالیں بیان کروں گا) اس کی وجہ سے تم میں سے بعض کو شرم آ جائے۔ اتنی دور بیٹھے ہوئے کہ مرکز میں آنا جانا ان کے لئے قریباً ناممکن ہے کبھی ساری عمر میں ایک دفعہ آ جائیں مرکز میں تو اپنے آپ کو خوش قسم سمجھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتوں کو نازل کر کے ان کے دلوں میں اس قدر اور کچھ اس قسم کی تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ یہ لوگ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے والے ہمیں نظر آتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ان کے دلوں میں محبت کا بڑا مقام ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ آپ نبی اکرم ﷺ کے فرزندِ جلیل کی حیثیت میں مبعوث ہوئے اس لئے ان کے دلوں میں محبت کا شدید جذب پایا جاتا ہے میں ایک رات کھانے اور نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد ہم برگ کی مسجد میں بیٹھ گیا دو چاروں ہاں ہمارے پاکستانی احمدی تھے اور میرا خیال ہے کہ سات آٹھ ہواں کے جرمن احمدی مرد بیٹھے ہوئے تھے (جرمن احمدی بہنیں بھی تھیں لیکن وہ ہماری مستورات کے پاس بیٹھی تھیں) گویا مسجد میں قریباً دس بارہ کچھ پاکستانی اور زیادہ تر جرمن احمدی بیٹھے ہوئے تھے مجھے خیال آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک آیت ۱۸۶۸ میں الہام کی یعنی

”آلیس اللہ بِکَافِ عَبْدَهُ“ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۰)

اور اسی وقت آپ نے ایک انگوٹھی بنائی تھی جس میں پتھر کا گنگینہ ہے اور جس پر یہی الہام کندہ ہے (انپاہا تھا ونچا کر کے حضور نے فرمایا کہ یہ وہ انگوٹھی ہے) یہ بڑی برکت والی چیز ہے الہام بھی بڑا برکت والا ہے ہمارے پاکستانی احمدی تو آلیس اللہ بِکَافِ عَبْدَهُ والی انگوٹھیاں کثرت سے پہنچتے ہیں مجھے خیال آیا کہ اس کی برکتوں کا میں ان کے سامنے بھی ذکر کروں تاکہ ان کے ایمانوں میں تازگی پیدا ہو اس انگوٹھی کا گنگینہ کچھ ہلتا ہے اس لئے میں اس کے اوپر کپڑا لپیٹے رکھتا ہوں تاکہ اس کی حفاظت رہے میں نے قینچی مگواٹی اس کپڑے کو اٹارا اور میں نے ان کو بتایا کہ اس پتھر پر یہ الہام کندہ ہے پھر تذکرہ مگواٹی اور اس میں سے وہ الہام ان کو دکھایا کہ اس سن میں یہ الہام ہوا تھا اس سال یہ انگوٹھی بنائی گئی تھی جو بڑی برکت والی ہے ہم اس سے برکتیں حاصل کرتے ہیں تم بھی اس سے برکت حاصل کرو اور میں نے وہ انگوٹھی اُتاری ان کو کہا کہ ہر ایک اس کو بوسہ دے۔ اخیر انہوں نے جو پیار کیا وہ تو میرے کہنے سے کیا جو کپڑا اُکی مہ اس انگوٹھی پر رہا تھا اور جو اس کی برکت سے با برکت بن چکا تھا کپڑے کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا میں

نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھامیرے سامنے پاکستانی احمدی بھی بیٹھے ہوئے تھے اور جمن احمدی بھی بیٹھے ہوئے تھے میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کوئی جمن اس کپڑے کو بطور نبرک مجھ سے مانگے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی پاکستانی پہل کر جائے اور یہ لوگ اس سے محروم رہ جائیں میرے دل میں یہ خواہش تو تھی لیکن میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ کسی جمن احمدی کے دل میں خود یہ جذبہ، شوق اور محبت پیدا ہو اور وہ اسے حاصل کرے۔ پہلا ہاتھ جو آگے بڑھا کہ میں لینا چاہتا ہوں وہ ایک جرم احمدی کا تھا میرا دل خوشی سے بھر گیا یہ دیکھ کر محبت کامل دل میں موجود ہے جس نے فوراً اس کے ہاتھ کو کہا ہے کہ آگے بڑھو۔ پھر ایک پاکستانی نے اسے کہا کہ اس کا آدھا مجھے دے دو اس نے کہا میں نے بالکل نہیں دینا اگر تم نے لینا ہی ہے تو ایک دھاگا نکلا ہوا تھا وہ اس نے نکلا اور کہا کہ یہ لے لو۔

کھانے پر باتوں باتوں میں میں نے دوستوں کو بتایا کہ میری تاریخ پیدائش ۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء ہے اس پر ایک بوڑھا جرم من جو کھانے میں شریک تھا اور میرا خیال تھا وہ احمدی ہے (لیکن وہ ابھی احمدی نہیں ہوا صرف قلبی تعلق رکھتا ہے) وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور جیب میں سے اپنا آئینڈنٹیٹی کارڈ (Identity Card) نکال کے اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ اس کی تاریخ پیدائش بھی ۱۶ نومبر (۱۸۸۲ء) تھی۔ سن مختلف تھا لیکن ۱۶ نومبر کی تاریخ پیدائش ہماری دونوں کی ایک ہی تھی کھانے کے بعد جب ہم بیٹھے مجھے خیال آیا کہ تاریخ پیدائش سے انسان کا ایک لگاؤ ہوتا ہے ان ملکوں میں تو خاص طور پر زیادہ لگاؤ ہے ہمارے ہاں تو یہ سمجھیں نہیں ہیں لیکن ان ملکوں میں برتحڑے پارٹیز کی جاتی ہیں برتحڑے کو وہ لوگ یاد رکھتے ہیں اور انہیں ایک گونہ تعلق اس خاص دن سے ہوتا ہے اگر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان تاریخوں کے الہام ان کو نکال کے دوں تو ان کی برتحڑے اور وہ الہام بریکٹ ہو جائیں گے اس طرح کم از کم ایک الہام یہ یاد رکھیں گے کہ اس تاریخ کو یہ الہام ہوا میں نے تذکرہ منگوا کر (۱۶ نومبر ۱۸۸۲ء) کا جہاں تک مجھے یاد ہے کہ کوئی الہام نہیں ملا) اس میں سے نومبر ۱۸۸۲ء کا ایک الہام نکال کر لکھا اور اس کا جرم من ترجمہ کروایا اور اس بوڑھے کو دے دیا بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ احمدی نہیں ہے لیکن اس نے بڑی محبت اور پیار سے وہ مجھ سے لیا اور تھہ کر کے اپنے بٹوے میں رکھا اس کے بعد تو پھر سارے میرے پیچھے پڑ گئے اور جتنے ہاں کے جرم احمدی تھے کہنے لگے کہ ہمیں بھی الہام نکال کے دیں میں بھی یہی چاہتا تھا ہر ایک کے لئے اس کی تاریخ اور سنہ کا الہام تو نہ مل سکا (سوائے ایک کے جس کی

تاریخ کا الہام غالباً مل گیا تھا) کیونکہ ان میں سے اکثر وہ تھے جن کی پیدائش ۱۹۰۸ء کے بعد ہوئی سال تو بہر حال نہیں مل سکتا تھا لیکن مہینے اور تاریخیں مل جاتی تھیں وہ الہام میں نے ان کو نکال کے اور ترجمہ کرو کے دئے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک ایک الہام ان کو یاد رہے اور اس سے ان کا تعلق قائم ہو جائے ہر ایک نے پچھے پڑ کے وہ الہامات مجھ سے نکلوائے اور کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے کیونکہ ترجمہ بھی کروانا تھا اور پھر تاپ بھی کرنا تھا ہر ایک نے بڑی محبت سے ان الہامات کو لیا اور سننجال کے رکھا۔ ایک کی والدہ بھی آئی تھیں اس نے کہا مجھے الہام نکال کے دیا ہے تو میری والدہ کے لئے بھی نکال دیں وہ بڑی خوش ہو گی وہ بڑا ہی مخلاص جرم من نوجوان ہے چنانچہ اس کی والدہ کے لئے بھی میں نے الہام نکال کر دیا اور اتفاق کی بات ہے کہ وہ یہو ہے بچاری جو تگی کی حالت میں دن گزار رہی تھی اس کے لئے الہام یہ نکلا (اس وقت مجھے الفاظ یاد نہیں) کہ بعد کے جو دن ہیں وہ پہلے دنوں کی نسبت زیادہ خوشحالی کے ہیں، کچھ اس قسم کا ذکر ہے الہام میں ویسے بھی مطلب کے لحاظ سے یہ الہام اس کو خوش کرنے والا تھا۔ برکت کے لحاظ سے تو بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں برکت ہے۔ یہ ان لوگوں کے جذبات ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں سے ظاہر ہو رہے ہیں اصل میں یہ باتیں جو چھوٹی نہیں ہیں محبت کا انطباع جس رنگ میں بھی ہواں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا نہ چھوٹا کہا جا سکتا ہے دنیادار کی نگاہ میں وہ چھوٹی باتیں ہیں مگر پھوٹ پھوٹ کر ان کے دلوں سے محبت بہتی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی یہ مسلم قربانی کرنے والے ہیں مالی لحاظ سے بھی اور وقت کے لحاظ سے بھی اس وقت زیادہ تر دوہی قربانیاں ہیں نا؟؟؟ جن کا جماعت یا ہمارا اللہ مطالبة کرتا ہے ایک مال کی قربانی ایک وقت کی قربانی۔ وقت کی قربانی میں ہی آرام کی قربانی بھی آ جاتی ہے اور ہمارے یہ بھائی دونوں قسم کی قربانی دینے والے ہیں۔ وہاں موصی پائے جاتے ہیں اور بنشاشت کے ساتھ خود صیست کا چندہ ادا کرتے ہیں علاوہ دوسرے چندوں کے اس کے علاوہ اپنے طور پر خرچ کرتے ہیں، اسلام کی اشاعت پر ان میں بڑی عمر کے بھی ہیں اور نوجوان بھی ہیں اخلاص اور محبت ان میں کوٹ کوٹ کے بھری ہے ان سے مل کے طبیعت میں خوشی پیدا ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی بنشاشت ایک دفعہ پیدا ہو جائے شیطانی حملوں کا خطرہ اس کے لئے باقی نہیں رہتا۔

یہ بنشاشت ایمانی اس گروہ کے دلوں میں اس نے پیدا کر دی ہے اپنے فضل سے ڈنمارک میں ایک

شخص ہے عبدالسلام میڈیسین وہ احمدی ہوا اس نے اسلام کو سیکھا قرآن کریم کے ترجمے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شائع کروائے ان میں سے ہر ایک کو لے کر اس نے بڑے غور سے پڑھا پھر ڈیش زبان میں اس نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا، ان ترجمے کی روشنی میں اور وہ بڑا مقبول ہوا ایک کمپنی نے اس سے معاهدہ کیا اور دس ہزار شائع کیا جس میں سے غالباً تین چار ہزار چند ہٹیلوں کے اندر فروخت بھی ہو چکا ہے۔ کچھ رقم بطور معاوضہ کے (اس کو رائٹی کہتے ہیں) اس کمپنی نے اس کو دی وہ ساری کی ساری رقم اشاعت اسلام کے لئے اس نے وقف کر دی ایک پیسہ نہیں لیا وہ دونوں میاں بیوی سکول میں کام کرتے ہیں ہر ایک کی قریباً ہزار روپیہ تجوہ ہے اور ٹیکس لگ جاتا ہے ان پر قریباً ایک ہزار تو ایک ہزار پچتا ہے ہر دو کی تجوہ سے اب جس شخص کی ایک ہزار روپیہ ماہوار آمد ہے اور اسے ٹیلی فون کا دو ہزار کابل آجائے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر اسلام کا درد رکھتا ہے وہ شخص۔ اگر کوئی شخص اس کو خط لکھے اسلام پر اعتراض کرے یا اسلام کے متعلق کوئی بات پوچھئے اور اس کے خط میں ٹیلی فون نمبر ہے تو وہ ٹیلی فون اٹھا کے اس کو ٹیلی فون کرتا ہے وہاں ٹیلی فون کا انتظام کچھ مختلف ہے جتنی دیر مرضی ہو کوئی بات کرتا ہے یہ نہیں کہ تین منٹ کے بعد کہیں کہ تمہارا وقت ختم ہو گیا صرف بل آجائے گا ایک گھنٹہ بھی کوئی بات کرے ایک گھنٹہ کابل دے دیں گے وہ ویسے ستا بھی ہے کافی ستا ہے ہم ہمبرگ سے لندن فون کرتے تھے تو پتہ چلا کہ اس کے اوپر پانچ چھر و پہر خرچ ہوتے ہیں تو کوئی اعتراض کر دے تو یہ شخص ٹیلی فون کے اوپر تبلیغ شروع کر دیتا ہے اعتراض دور کرتا ہے مسئلے اس کو بتانے لگتا ہے۔ ایک مہینہ میں دو ہزار روپے کا بل اس شخص کے نام آ گیا جس کی ایک ہزار روپیہ آمد تھی۔ تو بے دریغ اور بے دھڑک اسلام کی اشاعت پر اپنے اموال خرچ کرنے والے ہیں یہ دوست۔ جب امام کمال یوسف صاحب کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ یہ تمہارا ذاتی خرچ تو ہے نہیں (انہوں نے سوچا کہ ایک مہینہ میں دو مہینے کی آمد کے برابر بل وہ کیسے ادا کرے گا۔ تم کو اشاعت قرآن سے جو آمد آ رہی ہے وہ ہمارے پاس جمع ہو رہی ہے میں اس میں سے یہ بل ادا کر دوں گا سو دو سو کابل ہو تو وہ خود ہی ادا کر دیتا ہے ایک ماہ میں دو ہزار روپے کے بل کا مطلب یہ ہے کہ دو ہزار روپیہ کا بل جتنا وقت خرچ کرنے پر آتا ہے اتنا وقت بھی تو اس نے خرچ کیا ہے نا؟؟؟ میرا اندازہ ہے کہ کئی گھنٹے روزانہ اوسط بنے گی پس بڑی ہی قربانی ہے اس شخص کی جو پورے چندے بھی دیتا ہے اور دین کے کاموں پر بہت سا وقت بھی خرچ کرتا ہے اور اس کے علاوہ گھنٹوں ٹیلیفون پر تبلیغ اسلام

کرتا ہے اور میں فون کا بل بھی اپنی گرد سے دیتا ہے یہ دوست بڑی غیرت رکھنے والے ہیں اسلام کے لئے بڑی قربانیاں کرنے والے ہیں اسلام کیلئے بڑی محبت رکھنے والے ہیں اللہ سے اور آنحضرت ﷺ سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اور آپ کے غلاموں سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پانے والے بھی ہیں کیونکہ جو خدا کی راہ میں دیتا ہے وہ خدا سے اس سے زیادہ حاصل بھی کرتا ہے ورنہ بیشتر قائم نہیں رہ سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کے پیار کا سلوک اس کا ایک بندہ اس دنیا میں نہیں دیکھتا بیشتر ایمانی نہ پیدا ہوتی ہے نہ قائم رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا وہ ان سے اس دنیا میں ہی اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ ادھار رکھنا نہیں چاہتا وہ غیر محدود بجلوں کا مالک ہے بے شمار رنگ ہیں ہمارے تصور میں بھی وہ رنگ نہیں آتے جس رنگ میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے یہ لوگ اپنے رب سے اس محبت کو پاتے ہیں اور جو ایثار اور قربانی اور فدائیت کے نمونے یہ دکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ پہلے سے بڑھ کر ان پر انعام کرتا ہے اور رحمتیں نازل کرتا ہے سواں طرح یہ ایک چکر ہے جو چلا ہوا ہے یہ چکر جیسے یہاں چلا ہوا ہے وہاں بھی چل پڑا ہے اور درجنوں ایسے آدمی ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی جنہوں نے خدا کی راہ میں فدائیت اور ایثار کا نمونہ دکھایا اور اللہ تعالیٰ نے انتہائی محبت اور پیار کا سلوک ان سے کیا اور ان کے سینوں کو اپنے نور سے اور اپنی محبت سے اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے فرزند حلیل کی محبت سے بھر دیا اور یہ ایک نمونہ بن گئے ہیں اس دنیا کے لئے میں تو ان سے کہتا تھا کہ تمہیں دیکھ کے کچھ امید بندھتی ہے ورنہ جن قوموں سے تم نکل ہو اگر ان کے کردار اور گزری زیست پر نگاہ کریں تو وہ اس قابل ہیں کہ ہلاک کر دیئے جائیں لیکن جس قوم سے تمہارے جیسے خدا کے پیارے پیدا ہو سکتے ہیں اس قوم میں سے جہاں بارہ نکلیں بارہ لاکھ بھی نکل سکتے ہیں اس لئے ہمیں امید بندھتی ہے کہ شاید تمہاری قوم میں فتح جائیں اللہ تعالیٰ کے قہر سے اور قہر کی بجائے رحمت اور پیار کے جلوے جو ہیں وہ ان کو ملاحظہ کریں۔

دیکھو میں ہوں ایک ذرہ ناچیز مجھ سے اگر کوئی احمدی پیار کرتا ہے تو صرف اس لئے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا پیار ہے اس کے دل میں آنحضرت ﷺ کا پیار ہے اس کے دل میں مسیح موعودؑ کا پیار ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس شخص کو ایک مقام پر فائز کیا ہے اور اس کے وعدے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ اس لئے اور صرف اس لئے وہ مجھ سے پیار کرتا ہے ورنہ مجھ میں ذاتی کوئی خوبی نہیں اور

اسی قسم کا پیار میں نے وہاں دیکھا کہ دل چاہتا تھا کہ جسم کا ذرہ اپنے رب پر قربان ہو جائے اور ان بھائیوں پر بھی جن کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سراپا محبت بنادیا۔ کوپن ہیگن کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر ہمارا یہ غیور اور محبت کرنے والا بھائی میڈیسن میری حفاظت اور پھرے کا بھی خیال رکھتا رہا پھر افتتاح کے موقع پر کم و بیش تین منٹ اس نے بولنا تھا۔ ایک ایک لفظ اس کے گلے میں انکتا اس قسم کا جذبائی وہ ہو گیا تھا حالانکہ سکنڈے نیویا کے لوگ اپنے جذبات کا لوگوں کے سامنے اظہار اتنا بُر اسجھتے ہیں کہ آپ اس کا اندازہ نہیں لگ سکتے۔ ایک دفعہ ہمارا ایک آزری مبلغ وہاں آیا ہوا تھا اس کو اطلاع ملی کہ اس کا باپ فوت ہو گیا ہے لیکن امام کمال کو پہنچ بھی نہیں لگا نہ اس کی زبان نے ظاہر کیا نہ اس کے چہرے نے ظاہر کیا نہ اس کی طرف سے یہ ظاہر ہوا کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچی ہے اس قدر ضبط ہے ان کو اپنے فنوں پر۔ اس کے باوجود پانچ چھوپن جو ہم ٹھہرے معلوم نہیں کئی دفعہ آبدیدہ ہوئے جذبائی ہو گئے وہ دوست۔ ایک ہمارے بہت ہی ملخص آزری مبلغ ناروے کے ہیں۔ ان کا نام ہے نوراحمد۔ اس نے اپنی بیوی کو تسلیخ کر کے احمدی کیا وہ اس کا نام رکھوانا چاہتے تھے کیونکہ اسے احمدیت قبول کئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اکیلا ملتا چاہتے ہیں۔ ان کی بیوی اور ایک چھوٹی بچی ہے دو اڑھائی سال کی بڑی پیاری۔ سب ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو وقت دے دیا۔ اتفاقاً ان کی بیوی تو پیار ہو گئی تو وہ خود اکیلے آئے میرے سامنے جب آ کر بیٹھے تو میں نے دیکھا کہ وہ کانپ رہے ہیں اور خاموش ہیں بات کرتے ہیں تو ایک فقرہ بھی ان کے منہ سے پورا نہیں نکل سکتا۔ اس قدر جذبائی ہو گئے تھے۔ میں نے ان سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں پانچ سات منٹ تک میں با تین کرتارہا ان کے حالات وغیرہ کے متعلق جب باتوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ اب یہ شخص اپنے نفس پر قابو پا چکا ہے اور جذبات بے قابو نہیں ہیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کام ہے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنی بیوی کا نام رکھوانا ہے اور بچی کا۔ بیوی کا نام میں نے ”محمودہ“ رکھا اور بچی کا نام رکھا ”نصرت جہاں“ کیونکہ نصرت جہاں ہمیں مسجد بھی ملی اور ایک بچی بھی اللہ تعالیٰ نے دی بچی کا نام نصرت جہاں سن کر تو اس کی باچھیں کھل گئی میرا خیال ہے کہ اس کی اپنی خواہش یہ تھی کہ یہی نام رکھا جائے لیکن اس نے اپنی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔

خیر نام رکھا گیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کا جسم پھر کانپنا شروع ہو گیا اور اس کے ہونٹ پھٹ پھٹانے لگے اور بڑی مشکل سے اس نے یہ فقرہ ادا کیا کہ دل میں جو جذبات ہیں وہ زبان پر نہیں آ

سکتے، یہ کہہ کرو کھڑا ہو گیا۔ میں نے اسے گلے سے لگایا۔ اس نے السلام علیکم کہا اور چلا گیا۔ آنکھیں اس کی آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں بات ہی نہیں کر سکتا تھا اس قسم کا جذباتی ہو رہا تھا وہ اور تھا وہ اس قوم میں سے کہ اگر اس کا باپ بھی مر جاتا تو وہ نہ بتاتا کہ اس کا باپ مر گیا ہے اور نہ چہرے پر غم کے آثار ظاہر ہوتے لیکن اب ان کے دل اللہ تعالیٰ نے بدلتے ہیں اب وہ ایسی قوم بن گئے ہیں کہ اپنے اخلاص اور تقویٰ اور اس فضل کی وجہ سے اور اس رحمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ ان پر نازل کر رہا ہے اس پیار کی وجہ سے جس کے وہ نہ نہونے دیکھتے ہیں۔ یہاں کے مخلص بزرگوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں اب ان کی حیثیت ایک شاگرد کی نہیں رہی وہ شاگرد کی حیثیت سے آگے بڑھ گئے ہیں اور جس طرح یہاں کے مخلصین دنیا کے استاد ہیں اور استاد ثابت ہو رہے ہیں اسی طرح وہ بھی دنیا کے استاد ثابت ہو رہے ہیں اور اگر ہم نے سستی سے کام لیا اور وہ قربانیاں نہ دیں جو ہمیں دینی چاہئیں ایسے احمدی کی حیثیت سے جس کا مرکز کے ساتھ تعلق ہے اور جو پاکستان میں رہنے والے ہیں نیز اگر ہم نے اپنی نسلوں کی اعلیٰ تربیت نہ کی تو پھر اللہ تعالیٰ تحریک غلبہ اسلام کا مرکز ایسی قوم میں منتقل کر دے گا جو اس کی راہ میں سب سے زیادہ قربانی دینے والی ہوگی۔ بے شک ہمیں ایک عظیم بشارت دی گئی ہے مگر یہ بشارت ہم پر ایک عظیم ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے جس کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا ازبس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توکی سے رشتہ داری نہیں ہے اس لئے اس عظیم ذمہ داری کے پیش نظر ہمیں ہر وقت ڈرتے ڈرتے زندگی کے دن گزارنے چاہئیں کہ ہماری غفلت اور کوتاہی کے نتیجے میں کہیں اللہ تعالیٰ سلسلہ کے مرکز کو ہم سے چھین کریا ہماری نسلوں سے چھین کر کسی اور کے سپرد نہ کر دے بوجہ اس کے کہ وہ ہماری یا ہماری نسلوں کی نسبت زیادہ قربانیاں دینے والے اور اللہ سے زیادہ محبت کرنے والے اللہ کی راہ میں فدائیت اور ایثار کے بہتر نمونہ دکھانے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی توفیق دے بہتر سے بہتر خدمت دین اسلام کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم میں کوئی خامی اور نقص اور کمزوری پیدا نہ ہونے دے ہمیں دعا کیں بھی کرنی چاہئیں اور کوشش بھی کرنی چاہئے کہ اس کی توفیق سے ہم ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کو حسن طور پر نبھاتے رہیں۔

اس وقت انسانیت جس دور میں سے گذر رہی ہے وہ انسانیت کے لئے بڑا ہی نازک دور ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب میں موجودہ انسان کے حالات پر غور کرتا ہوں تو میرا چین چھن جاتا ہے اور مجھے بڑی پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کیونکہ اس دور میں اگر کسی انسان پر باقی سب انسانوں کو ہلاکت اور

تباهی سے بچانے کی ذمہ داری پڑتی ہے تو وہ ہم ہیں اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا نہ کریں تو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والے ہوں گے اور دوسری طرف ہم ذمہ دار بن جائیں گے ان قوموں کی ہلاکت کے۔ کیونکہ جوان سے تعلق رکھنے والی ہماری ذمہ داریاں تھیں وہ ہم نے پوری نہیں کیں حقیقت یہ ہے (اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں اس حقیقت کو دہراتا چلا جاؤں گا۔ جب تک کہ میں اپنے مقصد کو حاصل نہ کرلوں یا اس دنیا سے گذرنہ جاؤں) کہ ہر احمدی کو دنیا کا رہبر اور قائد اور استاد بننے کی اپنے اندر اہلیت پیدا کرنی پڑے گی اور پیدا کرنی چاہئے کیونکہ آج بھی دنیا کو ان سے کہیں زیادہ تعداد میں استادوں اور مبلغین کی ضرورت ہے جو آج ہمارے پاس ہیں لیکن وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب اس ضرورت کی ہماری موجودہ اہلیت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہ ہوگی بلکہ دنیا لاکھوں آدمی مانگے گی دنیا جماعت احمد یہ سے یہ کہے گی کہ ہم سیکھنے کے لئے تیار ہیں تم ہمیں آ کر سکھاتے کیوں نہیں؟ کیا جواب ہو گا آپ کے پاس اگر آپ ان کے مطالبات کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے؟ پس میں نے غور بھی کیا میں نے دعا کیں بھی کیں اس کے متعلق اور اللہ تعالیٰ نے بڑے زور سے میرے دل میں ڈالا ہے کہ اگلے میں تیس سال دنیا پر۔ انسانیت پر اور جماعت پر بڑے نازک ہیں۔ ایک نہایت ہی خطرناک عالمگیر تباہی کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً دی ہے جس کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ اگر وہ تباہی دنیا پر آگئی تو دنیا میں علاقے کے بعد علاقہ ایسا ہو گا کہ جہاں سے زندگی ختم ہو جائے گی۔ پہلی دو عالمگیر جنگوں میں، نہ ایسا ہوانہ ایسا ہونا ممکن تھا کچھ آدمی مارے گئے کچھ پرندے بھی مارے گئے ہوں گے کچھ چرندے بھی مارے گئے ہوں گے کچھ کیڑے کوڑے بھی مارے گئے ہوں گے لیکن کوئی ایک علاقہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا جہاں سے زندگی ختم ہو گئی ہو (سوائے دو استثناء کے جو جاپان پر دو ایم بم گرانے کے ہیں)

لیکن تیسرا عالمگیر تباہی کے متعلق یہ پیشگوئی واضح الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں موجود ہے کہ ایسے علاقے ہوں گے کہ جن میں زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا پھر یہ بھی پیشگوئی ہے کہ اس عظیم ہلاکت کے بعد (اگر اس ہلاکت سے قبل یہ اقوام اسلام کی طرف اور اپنے پیدا کرنے والے اللہ کی طرف نہ آ گئیں) اسلام بڑی کثرت سے دنیا میں پھیل جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ نظر دکھایا گیا آپ نے دیکھا کہ روس میں اس قدر احمدی ہیں جس قدر کہ ریت کے ذرے ہوتے ہیں۔ آپ

نے فرمایا کہ ریت کے ذریع میں کی طرح میں نے وہاں احمد یوں کو دیکھا ہے۔

میں نے اپنے سفر میں یورپ والوں کو کہا کہ جہاں تک روس کا تعلق ہے پیشگوئی بڑی واضح ہے لیکن یورپ کی طاقت کے تباہ ہونے اور ان اقوام کے کثرت سے نجح جانے کے متعلق کوئی واضح الہام میرے علم میں نہیں ہے اور اس لئے مجھے تمہارے متعلق زیادہ فکر ہے اس لئے ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے بچاؤ کی فکر کرو تمہیں سوائے اللہ کے آج اور کوئی بچانہیں سکتا اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو تو تاکہ تمہیں بچایا جائے۔

اگر آج وہ میری نصیحت کو مانیں اور اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کریں تو کل وہ ہم سے مطالبہ کریں گے کہ ہمیں دس ہزار (یا شاید اس سے بھی زیادہ) مبلغ اور استاد چاہئیں جو ہمیں دین اسلام سکھائیں تو میں انہیں کیا جواب دوں گا؟ کیا میں یہ کہوں گا کہ میں نے تمہیں اس ابدی صداقت کی طرف بلا یا تو تھا لیکن تمہارے دلوں میں صداقت کو قائم کرنے کے لئے میرے پاس کوئی انسان نہیں ہے اسی لئے میں پریشان رہتا ہوں اور اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ ہر احمدی مرد اور احمدی عورت دنیا کا رہبر بننے کی اہلیت پیدا کر لے تاکہ جب انسان ہمیں یہ کہہ کر پکارے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنی طرف بلا یا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو پکار کے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے جہنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ہم اس جہنڈے تلے جمع تو ہورہے ہیں لیکن اس جہنڈے کا سایہ جو اسلام سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ہمیں حاصل ہو سکتا تھا (جہنڈا رحمت کا سایہ) وہ ہم پر نہیں پڑا۔ معلم اور استاد بھی جو تاوہ ہمیں دین اسلام سکھائیں اور تاوہ ان باقوں کو واضح کریں وہ تعلیم وہ ہدایتیں ہمیں دیں جو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں اور اس کے جواب میں میں یا کوئی اور جو میرے بعد آنے والا ہے۔ وہ یہ کہے کہ میرے پاس تو آدمی نہیں میں تمہاری مدد کیسے کروں؟ کیا خلیفہ وقت کا یہ جواب جو آپ کی طرف سے دیا جائے ہمارے خدا کو پیارا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

پس اپنی ذمہ دار یوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اپنے بچوں کے ذہنوں میں، ان کے دلوں میں یہ چیز گاڑ دو کہ ہر چیز کو قربان کر کے بھی دین اسلام سیکھنے انوار قرآن حاصل کرنے کی طرف توجہ دونہ پہلوں نے دنیا کمانے سے آپ کو روکا نہ میں روکتا ہوں دنیا کما نہیں دین کی مضبوطی کے لئے دنیا کے عیش کے لئے نہیں اور دنیا کماتے ہوئے بھی اتنا دین سیکھ لیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کی آواز آپ

کے کام میں پہنچ کر اعلائے گلمہ اسلام کے لئے اور دین اسلام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اور ان اقوام کو جو اسلام کی طرف جھک رہی ہیں اور رجوع کر رہی ہیں ان کو اسلام کی تعلیم سکھانے کے لئے آدمی چاہئیں تو آپ میں سے ہر ایک اس قابل ہو کہ انہیں اسلام سکھا سکے اور اس بات کا عزم اپنے دل میں رکھتا ہو کہ وہ دنیا کے ہر کام کو چھوڑ دے گا اور اسلام کے سکھانے کے لئے جہاں ضرورت ہو گی چلا جائے گا تو یہ تڑپ ہے جو میرے دل میں ہے یہ پریشانی ہے جو لاحق ہے جو بعض دفعہ میری نیند کو بھی حرام کر دیتی ہے میں ہمیشہ دعا میں کرتا رہتا ہوں آپ کے لئے بھی اور اپنے لئے بھی اور ساری دنیا کے لئے بھی اور میں اپنے رب سے کہتا ہوں کہ اے میرے پیارے رب! تو نے آج تک ہمیشہ پیار کی نگاہ مجھ پر رکھی ہے آئندہ بھی ہمیشہ پیار ہی کی نگاہ رکھنا اور مجھے یہ توفیق دینا کہ جماعت کی رہبری اور قیادت کے لئے جو ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے وہ میں اچھی طرح نبھا سکوں۔ تاکہ یہ تیری پیاری جماعت اور میری پیاری جماعت تیرے سامنے شرمندہ نہ ہو خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

(روزنامہ الفضل ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۷)



یورپ میں ایک خلا پیدا ہو چکا ہے اُسے پُر کرنا اور
غلبہ اسلام کیلئے کوشش کرنا ہمارا فرض ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ ستمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ یورپ میں نہایت اخلاص والی اور قربانیاں دینے والی جماعتیں پیدا ہو چکی ہیں۔
- ☆ جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے کہ مکشده معرفت کو وہ پھر دنیا میں قائم کرے۔
- ☆ ہمارے لئے عظیم موقع اشاعت اسلام اور دین حق کے غلبہ کا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ پیدا کیا ہیں۔
- ☆ اشاعت اسلام اور توحید کے قیام کی خاطر بدعاں کو چھوڑنا پڑے گا۔
- ☆ دعائیں کریں، دعائیں کریں، دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ظلمت اور نور کے درمیان فیصلہ ہماری زندگیوں میں کرے۔

تشہد، تعودہ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے دوستوں کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یورپ کے مختلف ممالک میں نہایت ہی اخلاص رکھنے والی، خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والی دین اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دینے والی جماعتیں پیدا ہو چکی ہیں یورپ میں بینے والے ان دوستوں سے ملاقات کے علاوہ باہر کے بعض ملکوں سے بھی احمدی وہاں آئے ہوئے تھے اور ان سے ملنے اور ان سے باہی کرنے اور ان کو سمجھنے کا بھی موقعہ ملا۔ امریکہ سے قریباً نو احمدی مرد اور عورتیں کو پن ہیگن یا لندن آئے اسی طرح ماریشس سے بعض احمدی لندن پہنچے ہوئے تھے مغض ملنے کی خاطر اور وہاں کی تقریبات میں شمولیت کے لئے اسی طرح نائیجیریا سے بھی مقامی دوست وہاں پہنچے ہوئے تھے اور بعض دوسرے ملکوں کے احمدی بھی وہاں آئے ہوئے تھے ان کو مل کے بھی طبیعت نے بڑی خوشی محسوس کی اور اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کیا کہ ان ملکوں کے رہنے والوں کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے اور اپنے دین کے لئے اور اپنے رسول کے لئے بڑی ہی محبت پیدا کر دی ہے۔

امریکہ سے جو دوست کو پن ہیگن پہنچتے ان میں سے ایک کے تاثرات تو وہاں کے بیٹیں میں شائع ہو گئے ہیں اس نے بہت کچھ وہاں کے حالات سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ تحریک جدید میں بھی وہ بیٹیں پہنچ گئی ہیں ان کو چاہئے کہ وہ افضل کے ذریعہ بھی اس قسم کے تاثرات کو جماعت کے دوستوں کے سامنے رکھیں وہاں کی پریزیڈنٹ بھی آئی ہوئی تھیں وہ لندن پہنچتھیں بعد میں کو پن ہیگن جا کر انہوں نے مسجد کی بھی مجھے ان کا خط ملا ہے کہ مسجد دیکھ کر مجھے بہت بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نہایت ہی خوبصورت گھر اللہ تعالیٰ کا ڈنمارک میں بن گیا ہے۔ چونکہ لندن یا انگلستان کی جماعتیں زیادہ تر پاکستانیوں یا اردو بولنے والوں پر مشتمل ہیں اس لئے میں ان سے زیادہ تر اردو میں مخاطب ہوتا

رہا جو تقریرات کے کھانے کے موقع پر انگریزی میں میں نے کی اس میں صرف مرد شامل تھے مستورات مدعونہ تھیں اس لئے صدر الجنة امام اللہ امریکہ اس میں شامل نہ ہو سکتی تھیں۔ ایک دن جمعرات کو مجھے کہنے لگیں کہ کئی دن سے ہم آئے ہوئے ہیں تقاریر میں شامل ہوتے ہیں لیکن ہم نے انگریزی زبان میں کوئی چیز نہیں سنی کہ ہم کچھ تو اپنے ملک میں لے کر جائیں کل کے خطبے میں آپ کچھ انگریزی میں بھی کہیں۔ چنانچہ ان کی اس خواہش اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اور یہ سوچ کر کہ بہت سے اور دوست بھی ہوں گے یہاں جو باہر سے آئے ہیں اور بڑی محبت اور پیار سے آئے ہیں۔ ایسی زبان میں بھی بات کرنی چاہئے کہ وہ سمجھ سکیں اور ان کے دلوں کو تسلی ہو سکے۔ میں نے وہ خطبہ سارا انگریزی میں دیا تھا اور بتانے والوں نے مجھے بتایا کہ سارے خطبے کے دوران اس بہن کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اس کے بعد وہ مجھے میں گھنٹہ سوا گھنٹہ میں نے ان دو بہنوں کو وقت دیا جو امریکہ سے آئی ہوئی تھیں مختلف مسائل ان کو سمجھائے بعض انتظامی معاملات کے متعلق انہوں نے بعض باتیں مجھے بتائیں اور ان کا حل میں نے انہیں بتایا اس وقت بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم کا ذرہ ذرہ اپنے اللہ پر فدا ہونے کے لئے تیار ہے اس قسم کا اخلاص ان لوگوں میں پیدا ہو چکا ہے اسی طرح جو ماریش سے آئے ہوئے تھے ان کی بھی یہی حالت تھی نائجیریا کے مقامی دوست جو وہاں پہنچے تھے ان میں سے ایک وہ ہیں جو طباء کی فیڈریشن کے واکس پر یڈیٹ لیعنی نائب صدر ہیں ان کے صدر بھی احمدی ہیں لیکن ایک چھوٹا سا حصہ کسی وقت آج سے کافی عرصہ پہلے (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی بات ہے) علیحدہ ہو گیا تھا لیکن علیحدہ ہونے کے باوجود اپنے عقائد میں وہ پختہ ہیں انتظام میں وہ علیحدہ ہو گیا ان کے ساتھ یہ نوجوان جا شامل ہوا میں نے اس کو کہا (نائب صدر کو) کہ تم اپنے صدر کو اپنی طرف کھینچواس کو مسائل سمجھاؤ۔ کہنے لگا میں نے ان سے بہت باتیں کی ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ بس مجھے پتہ نہیں کیا ہوا، عدم علم کی بناء پر میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں اب حقیقت مجھ پر ظاہر ہو گئی ہے اب آہستہ آہستہ انہیں چھوڑ کے جو چیز حقیقی احمدیت اور اسلام ہے اس کی طرف واپس لوٹ آؤں گا۔

تو ان نوجوانوں کے دل میں بھی محبت ہے اسلام اور احمدیت کی اور ان کے ذہنوں میں نور ہے اسلام کے دلائل اور برائیں عقل میں جو نور پیدا کرتے ہیں وہ نوران کی عقولوں میں ہے اور خدا اور رسول کے لئے محبت کے جو جذبات ایک مسلمان کے دل میں پیدا ہو سکتے ہیں وہ جذبات ان لوگوں کے دلوں

میں ہیں۔

بڑی ہی مخلاص جماعتیں وہاں پیدا ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت آسمان سے کچھ ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ جن ملکوں کو میں نے دیکھا ہے اور امریکہ وغیرہ جن کے متعلق میں نے باقی میں اس سے میں اس یقین پر قائم ہو گیا ہوں کہ ان ملکوں میں عیسائیت ختم ہو چکی ہے۔ وہ چیزیں جو میں نے دیکھیں یا وہ باقی میں جو آج خود پادری کہتے ہیں اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائیت یقینی طور پر مٹ پچکی ہے ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ تو انشاء اللہ کسی اور موقع پر بیان کروں گا یا رسالے یادو ورقوں کی شکل میں احمدیوں کے سامنے بھی اور دیگر مسلمان بھائیوں کے سامنے بھی آ جائیں گی اور عیسائیوں کے سامنے بھی آ جائیں گی ان کے اپنے مونہوں سے نکلی ہوئی باقی جو ثابت کرتی ہیں کہ عیسائیت ختم ہو چکی ہے اس دنیا کے سامنے تو آ چکی ہیں اور اس دنیا کے سامنے یعنی ہمارے ملکوں میں اپنے وقت پر پیش کر دی جائیں گی۔ اس وقت میں یہ حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ عیسائیت ان ملکوں میں مر چکی ہے اور ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے اس خلا کو پُر کرنا، اسلام کے غلبہ کے لئے وہاں کوشش کرنا یہ ہمارا کام ہے کیونکہ اس خلاء کو سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب پر نہیں کر سکتا اور اگر ایک ظلمت دور ہو اور اس کی جگہ ایک دوسری ظلمت لے لے تو اس سے انسانیت کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اگر انسان نے ابدی صداقتوں سے استفادہ کرنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ جھوٹ کی جگہ حق لے۔ یہ ضروری ہے کہ اندر ہیرے کی جگہ روشنی لے، یہ ضروری ہے کہ ظلمت کی جگہ نور لے، یہ ضروری ہے کہ بتوں کی محبت کی جگہ خدا تعالیٰ کی محبت قائم ہو اور یہ سوائے اسلام کے نہیں ہو سکتا اور یہ جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جماعت کے قیام کی غرض ہی یہ ہے کہ گشیدہ معرفت کو دنیا میں پھر سے قائم کیا جائے۔ تو ہم پر بڑی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان ممالک میں جو خلا کو پیدا ہو رہا ہے اس خلا کو اسلام کے نور سے، اس خلا کو قرآن کریم کے دلائل و برائیں سے، اس خلا کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے پُر کر دیں تاکہ شیطان پکن بھی ان فضاؤں میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔

اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم خود توحید کے ایک اعلیٰ اور ارفع مقام پر قائم ہوں ضروری ہے کہ ہم خود معرفت اور عرفان کے یقینی مقام پر قائم ہوں یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے نفسوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرنے والے ہوں یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کے علوم سے

اچھی طرح واقف ہوں کہ اس کے بغیر ہم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر نہانہیں سکتے۔

ان ذمہ داریوں کو نہانہ کے قابل بننا ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ محس زبان کے دعووں کو پسند نہیں کرتا۔ قرآن کریم نے منافقوں کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف زبان سے دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعویٰ کے بعد جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلُوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عَدُوُّ اللَّهِ عُدُّةٌ۔ (سورۃ توبہ: ۳۶) یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی مخلص مومنوں کے ساتھ جہاد پر جانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچ ہوتے تو ایک اخلاص رکھنے والے ایک ایثار رکھنے والے مسلمان نے جو جہاد کے لئے تیاری کی تھی یہ لوگ بھی اسی طرح اس کے لئے تیاری کرتے گریہاں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ دعویٰ تو ہے لیکن اس کے لئے تیاری نہیں۔

جب تلوار سے دشمن اسلام، اسلام پر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مومن سے کہا کہ جتنی طاقت تمہیں ہے جتنے مادی سامان تم اکٹھے کر سکتے ہو کرو اور میرے اس دشمن کا مقابلہ کرو میں تمہیں کامیابی عطا کروں گا اور خدا نے جو کہا وہ پورا کیا۔ آج اسلام کے مقابلہ میں جھوٹے دلائل، غلط باطنیں، ہر قسم کا افتراء، بودے اعتراضات نفرت کے جذبات کو ابھارنا، دجل کے تمام طریقوں کو استعمال کرنا، یہ وہ ہتھیار ہیں جو اسلام کے خلاف استعمال کئے جا رہے ہیں۔ ان کا آج ہم نے مقابلہ کرنا ہے ان کا مقابلہ تلوار سے یا مادی سامانوں سے نہیں ہو سکتا غلط دلائل کا مقابلہ سچے دلائل سے کیا جاسکتا ہے دجل کے اندھیروں کا مقابلہ اللہ کی رضا کے نتیجہ میں جو نور حاصل ہوتا ہے اس نور سے کیا جاسکتا ہے تو اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے ایثار اور فدائیت کا دعویٰ کرنا یا عزم کا اظہار زبان سے کرنا یہ کافی نہیں ہے اس کے ساتھ ہی (باستثناء منافقین کہ جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے کہ دعویٰ ہے مگر تیاری نہیں ہے۔ ان منافقین کے گروہ کے علاوہ)

ساری جماعت کو تیار ہونا پڑے گا ہر قسم کی قربانیاں دینے کے لئے اور ہم جو ذمہ دار ہیں ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم جماعت کو تیار کریں۔ یہ ایک عظیم موقع اشاعت اسلام اور دین حق کے غلبہ کا اللہ تعالیٰ نے آسمانی فیصلوں کے ذریعہ اور فرشتوں کے نزول کے ساتھ پیدا کر دیا ہے۔ ہمارے سامنے میدان خالی پڑا ہے ہم نے آگے بڑھنا ہے دلائل کے ہتھیار لے کر۔ ہم نے آگے بڑھنا ہے نور کی شمعیں ہاتھ میں لئے

ہوئے۔ ہم نے آگے بڑھنا ہے توحید خالص کی جو کرنیں جسموں سے پھوٹی ہیں جب توحید خالص ایک دل میں قائم ہو جاتی ہے ان کرنوں کے سہارے اور اس کے لئے ہمیں خود کو اور جماعت کو تیار کرنا ہے۔ اس کی تیاری کے لئے تفصیلی منصوبہ تو انشاء اللہ تعالیٰ اور اس کی توفیق سے میں اپنے وقت پر بیان کروں گا (ممکن ہے کئی خطبات دینے پڑیں) لیکن اصولاً میں اس وقت یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنی عادتیں بدلتی پڑیں گی آپ کو بہت سی بدعات جو آہستہ آہستہ ہم میں نفوذ کر گئی ہیں ان کو چھوڑنا پڑے گا آپ کو ذہنی طور پر اس بات کے لئے تیار ہونا پڑے گا کہ اگر اسلام کی ضرورت ہمیں پکارے کہ اپنا سب کچھ چھوڑ دو ادھر آؤ اور اس ضرورت کو پورا کرو تو جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آنحضرت ﷺ کے وقت میں اسلام کی آواز سن کر سب کچھ چھوڑ کر میدان جہاد کی راہ لی تھی اسی طرح ہم بھی اس آواز پر اپنا سب کچھ چھوڑ کر اسلام کی خاطر اور اسلام کی اشاعت کے لئے اور توحید کے قیام کے لئے وہاں پہنچ جائیں گے جہاں ہماری ضرورت محسوس کی جائے۔

یہ ذہنیت ہمیں پیدا کرنی پڑے گی اور ہمیں اس وقت بڑا چوکس بھی رہنا پڑے گا۔ کیونکہ جیسا کہ کہا گیا ہے ظلمت کے ساتھ نور کی یا آخری جنگ ہے اور ظلمت خاموش نہیں رہے گی وہ ہم پر باہر سے بھی حملہ آور ہو گی اور اندر سے بھی ہم پر حملہ آور ہو گی وہ (منافقوں کے ذریعہ) جماعت کے اتحاد کو پاش پاش کرنے کی کوشش کرے گی۔

جور پورٹیں میرے تک پہنچ رہی ہیں ان میں سے بعض اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہیں کہ بعض لوگ یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ اب تو کوئی چارہ نہیں رہا یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ان کا اتحاد قائم نہ رہے بلکہ جس طرح دوسرے لوگ منتشر ہیں اور پر اگنڈہ ہیں اسی طرح یہ جماعت بھی منتشر اور پر اگنڈہ ہو جائے۔ اسلام دوستی تو اس سے ظاہر ہوتی ہے ان کی۔ لیکن انہوں نے اپنی نیچ پر سوچنا ہے اور ہم نے ان طریقوں پر کام کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ ہمیں بتائے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جماعت نے اتحاد کا اتنا حسین مظاہرہ کیا ہے کہ بہر حال مخالف اس کو پسند نہیں کرتا نہ کر سکتا ہے وہ رخنہ ڈالنے کی کوشش کرے گا اندر وہ فتنوں کے ذریعے سے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہے ظلمت جو ہے وہ بیرونی حملوں کو بھی تیز کرے گی لیکن آسمان سے فرشتوں کا زوال ہو چکا ہے اور عیسائیت دنیا سے ختم ہو چکی ہے عیسائیت اب اس بات کے ماننے پر مجبور ہو گئی ہے کہ اگر ایک شخص

کا عقیدہ یہ ہو کہ مسیح خدا نہیں تھا تب بھی وہ عیسائی ہی رہتا ہے۔ اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ باقبال الہامی کتاب نہیں تھا تب بھی وہ عیسائی ہی رہتا ہے اگر اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت مریم کنواری نہیں تھیں اور مسیح دن باپ نہیں تھے تب بھی وہ عیسائی ہی رہتا ہے اگر جتنے عقائد ہیں عیسائیت کے کوئی شخص ایک ایک کر کے چھوڑتا چلا جائے تب بھی وہ عیسائی ہی رہتا ہے اگر مسیح کو کوئی عیسائی (نعوذ باللہ) با اخلاق انسان نہ سمجھے تو بھی وہ عیسائی ہی رہتا ہے لیکن صرف یہ فقرہ ابھی منہ سے نہیں نکالتے کہ عیسائیت دنیا میں باقی نہیں رہی اس دنیا میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں یعنی یورپ اور امریکہ میں۔

پس آسمان سے فرشتے نازل ہو چکے اور انہوں نے عیسائیت کو ان ملکوں سے مٹا دیا اب ہمارا کام ہے کہ ہم اپنی انتہائی کوشش کر کے خدائے واحد کے جھنڈے ان ملکوں میں گاڑ دیں یہ ہے ہماری ذمہ داری !!! اور اس ذمہ داری کے نباہنے کے لئے جس حد تک ہمیں استطاعت ہوا س حد تک تیاری کرنا ہمارا فرض ہے اور ان فرائض کی طرف مختصر امیں اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور خصوصاً وستوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کوئی طاقت اور کوئی استطاعت ہو اور کوئی اثر و رسوخ نہیں رکھتے اور نہ ہمارے پاس وسائلِ ذرائع اور تدبیر کے مادی سامان اتنے ہیں جتنے ہیں اج ہمیں اپنی عقل کے مطابق ضرورت محسوس ہو رہی ہے لیکن ہمارا رب تمام طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ تمام علوم کے خزانے اس کے پاس ہیں کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے کوئی طاقت اس کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اگر ہم دعا کے ذریعہ اس کے فضل کو جذب کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو صرف اسی صورت میں ہم کامیاب ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ پس بہت دعا کریں کرو، بہت دعا کریں، دعا کریں کرتے ہوئے تھکیں نہ، ماندہ نہ ہوں کہ صرف دعا کے ذریعہ سے ہمیں وہ چیزیں سکتی ہے جو آج ہمیں اپنے فرائض پورا کرنے کی توفیق دے سکتی ہے اور اپنے مقصد کے حصول کی توفیق دے سکتی ہے اور ہمیں کامیاب کر سکتی ہے اور اس کے بغیر ہمارا کوئی چارہ ہی نہیں۔

پس دعا کریں۔ دعا کریں کریں۔ دعا کریں کریں کہ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ آخری فیصلہ جو مقدر ہو چکا ہے آسمانوں پر، ظلمت اور نور کے درمیان، وہ فیصلہ ہماری زندگیوں میں ہماری آنکھوں کے سامنے نافذ ہو جائے اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خدمت کی کچھ توفیق عطا کرے اور اپنی رضا کے عطر سے ہمارے اندر اس قدر خوبیوں پریدا کر دے کہ یہ زمین اور وہ آسمان اس خوبیوں سے بھر جائیں اور فرشتے ہم پر درود بھیجے گیں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقٍ۔ (روزنامہ الفضل ریوہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۲ تا ۳۲)

ایک عظیم سلسلہ بشارتوں کا اس زمانہ میں جماعت احمد یہ کو

ملا اور وہ خدا اپنے وعدہ کا سچا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ اگسٹ ۱۹۶۷ء، مقام۔ راولپنڈی)

(غیر مطبوعہ)

(غیر مطبوعہ)



☆ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اسلام کی اشاعت اور دوسرے ادیان پر غلبہ کیلئے پیدا کیا ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ مجھ پر احسان کرتا ہے تو میرزا ناصر احمد کے علاوہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کے احسان ہوتا ہے میری کوئی ذاتی حیثیت نہیں۔

☆ کروڑوں آدمیوں تک چند ہفتوں کے اندر اسلام کا پیغام پہنچایا گیا۔
هم ”دول کو فتح کر کے“ ان ملکوں میں اسلام کو غالب کریں گے۔

☆ ساری دنیا کے ایم اور ہائیڈ رو جن بھی مل کر بھی ایک دل کو نہیں بدلتے۔

☆ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کا استاد، امیر بنایا ہے۔

تشہد، تعودہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس جماعت کو دنیا میں اسلام کی اشاعت اور دوسرے ادیان پر اسلام کے غلبہ کے لئے پیدا کیا ہے اور بے شمار، ان گنت اس کے احسان ہمیشہ اس جماعت پر رہے ہیں اور ہم امید رکھتے ہیں اور دعا بھی کرتے ہیں کہ جب تک یہ مقصد ہمیں حاصل نہ ہو جائے کہ تمام دنیا اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لے اور اپنے محسن اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچانے لگے، اس کی رحمت اور اس کا فضل اور اس کی برکت ہمیشہ ہی ہمارے شامل حال رہے۔

بعض موقعوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے زیادہ سامان پیدا کر دیتا ہے اور اپنے احسان معمول سے زیادہ ہم پر کر رہا ہوتا ہے۔ میرا یوپ پ کا سفر کچھ اس قسم کا تھا ایک چھوٹے سے عرصہ میں (چھ ہفتہ میں) اللہ تعالیٰ نے جماعت کو جس قدر فضلوں اور رحمتوں سے نوازا ہے اور جس قدر احسان اس نے ہم پر کئے ہیں، ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور دل اس کی حمد سے معمور اور جسم اور روح اس کے حضور شکر کے بندوں میں لگے ہوئے ہیں۔

آج میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے دل میں بھی اس احساس میں شدت پیدا کروں اور ان کو ابھاروں کے اللہ تعالیٰ نے بڑے عظیم احسان ہم پر کئے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ عظیم احسان اپنے بندوں پر کرتا ہے تو بہت سی ذمہ داریاں بھی ان پر عائد کرتا ہے پس اس عظیم احسان کو بھی پہچانو اور ان عظیم ذمہ داریوں کو بھی نجات کی کوشش کرو۔

احسان جیسا کہ میں نے بتایا ہے گنے نہیں جاسکتے۔ لیکن بعض مثالیں اس کے احسانوں کی میں اس وقت دوستوں کے سامنے رکھتا ہوں۔ جب یہ انظام ہو رہا تھا کہ میں سفر پر جاؤں مختلف یورپیں ممالک کی جماعتوں کی یہ خواہش تھی کہ میں اس سفر کو اختیار کروں، تحریک جدید والے کہتے تھے کہ کوپن ہیگن کی مسجد کا

خود جا کے افتتاح کریں لیکن دل میں ابھی پورا انشراح پیدا نہیں ہوا تھا، کیونکہ خدا کا ایک بندہ خدا کی نمائش کے بغیر اور اس کے اذن کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا، تب میں نے خود بھی دعا نہیں کیں اور جماعت کے دوستوں کو بھی اس طرف متوجہ کیا کہ وہ دعا نہیں کریں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر یہاں سفر با برکت ہو تو بھی یہ سفر اختیار کیا جائے اگر یہ مقدار نہ ہو تو وہ پیدا ہو جائے۔

ان دعاؤں کے بعد اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم نشان میں نے دیکھا اس کے نور کا حسین ترین جلوہ مجھے دکھایا گیا، جس کی تفصیل میں ربوہ والے خطبہ میں بیان کر چکا ہوں اور کسی وقت الفضل کے ذریعہ آپ تک پہنچ جائے گی۔ اس لئے اس کی تفصیل میں میں اس وقت جانا نہیں چاہتا اور مجھے یہ تسلی دی گئی تھی کہ بے شک تم ایک عاجز انسان ہو، ایک کم مایہ وجود ہو لیکن خدا تمہارے ساتھ ہے اور رہے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ہو جائے تو کسی اور چیز کی، کسی اور وجود کی، کسی اور منج اور سرچشمہ کی اسے ضرورت نہیں رہتی۔ اسی حسین نظارہ میں جس کی تفصیل انشاء اللہ آپ پڑھ لیں گے میں نے ایک یہ نظارہ بھی دیکھا تھا کہ ایک عجیب نور جو مختلف رنگوں سے بنا ہوا ہے وہ ایک دیوار سے پھوٹ پھوٹ کے باہر نکل رہا ہے اور بہت موٹے حروف میں جو قریباً کم و بیش (پہلے خطبہ میں جواندازہ کیا تھا وہ میں غلط کر گیا تھا) نظر کا اندازہ یہ ہے کہ اتنا پھیلا اٹھا جتنا بار بوجہ میں قصر خلافت کا ہے۔ وہاں **آلیس اللہ بکافِ عبُدَة** کے حروف اُبھرے ہیں اور اس کے پیچھے سے نور پھنس پھسن کے باہر آ رہا ہے اس دن جب میں نے نظارہ دیکھا تو میری طبیعت میں بثاشت پیدا ہوئی اور میں نے فصلہ کیا کہ اس سفر پر میں ضرور جاؤں گا۔ اس زمانہ میں سندھ کے ایک احمدی دوست کو یہ کشف ہوا، لکھتے ہیں کہ میں نے بیداری کی حالت میں دیکھا کہ ایک بزرگ سفید کپڑوں میں ملبوس آئے ہیں اور عربی زبان میں مجھ سے گفتگو شروع کر دی ہے اور پوچھتے ہیں کہ تمہیں علم ہے کہ خلیفۃ المسٹح یورپ کے سفر پر جا رہے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ ہاں مجھے علم ہے اس پر وہ بزرگ کہنے لگے کہ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے لی ہے اس سفر پر جانے کی؟۔

تب وہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے یہ نظارہ آیا کہ مسجد مبارک میں (غالباً انہوں نے لکھا ہے کہ قادیانی کی مسجد مبارک میں) آپ آئے ہیں اور محاب کے قریب آپ کھڑے ہو گئے ہیں، میں آپ کے پاس پہنچا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس سفر پر جانے کی اجازت لے لی ہے

آپ نے جواب دیا کہ ہاں! میں نے اپنے اللہ سے اجازت لی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی ہے اور بڑی بشارت اور نہایت اعلیٰ کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ پھر میں واپس گیا اور اس بزرگ سے جو عربی میں بتیں کر رہے تھے مزید بتیں کرتا رہا اور یہ سارا انفارہ بیداری کے عالم میں میں نے دیکھا۔

تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر کہ وہ خود مدد کرے گا اور اس رنگ میں مدد کرے گا کہ کسی اور کسی حاجت محسوس نہ ہوگی۔ میں نے اس سفر کو اختیار کیا تھا اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سفر کے دوران بڑے بڑے عظیم احسان مجھ پر اور آپ پر کئے ہیں پہلا سلسلہ احسانوں کا تو وہ بشارتیں ہیں جو بیسوں کی تعداد میں جماعت کو میں، بڑوں نے بھی، چھوٹوں نے بھی، مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی اللہ تعالیٰ سے بشارتیں پائیں۔ ان بشارتوں کا تعلق صرف میری ذات سے نہیں، ان بشارتوں کا تعلق صرف آپ میں سے بعض کی ذات سے نہیں بلکہ ان بشارتوں کا تعلق ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہے جو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں تو یہ بشارتیں اللہ تعالیٰ کے احسان ہیں جو جماعت پر بڑی کثرت سے ان دنوں میں ہوئے۔ وہاں بھی ہوئے، یہاں بھی ہوئے، افریقہ اور دوسرے ملکوں کے رہنے والوں نے بھی مجھے اپنے روپیا اور کشوف لکھے۔ شروع میں ہی ایک دوست نے لکھا کہ میں نے یہ خواب دیکھی ہے کہ ایک فتنہ سا ہے یہ دونی بھی اور اندر وونی بھی اور اندر وونی فتنہ جوان کو خواب میں دکھایا گیا تھا یہ تھا کہ بعض لوگ آپ پر یعنی مجھ خاکسار پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ردیا اور کشوف بہت سنانے لگ گیا ہے۔

جب انہوں نے اپنی یہ خواب لکھی تو میں نے اس سے دو نتیجے اخذ کئے اور میرے ذہن میں اس کی دو تعبیریں آئیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت بشارتیں دے گا اور دوسری یہ کہ مجھے اس کا اظہار کر دینا چاہیے، کیونکہ جب تک یہ دونوں چیزیں نہ ہوتیں۔ مفترض اعتراض نہیں کر سکتا۔ اگر بشارتیں ہی نہ ہوتیں تو ان کو بتائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اعتراض کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر بشارتیں ہوں اور خاموشی اختیار کی جائے تو کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا، نہ کسی کے علم میں بات آئے گی اور نہ وہ اعتراض کرے گا۔

تو یہ دو باتیں میری سمجھ میں آئیں اور اسی وجہ سے میں نے اپنی عام عادت کے خلاف واپسی پر

بہت سے کشوں اور رویا، اپنے بھی اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کے بھی مختلف خطبوں اور قواریر میں بیان کردیئے اور یہ کہہ کر بیان کئے کہ ان کو ہم تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتے ہیں اور ان حاسد معتبر ضمین کو بھی موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی معتبر طبیعت کو بہلا لیں اس میں ہمارا تو کوئی حرج نہیں۔

تو ایک عظیم سلسلہ بشارتوں کا اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو ملا اور خدا جواب پنے وعدہ کا سچا ہے، جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ **الیٰسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ** اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اس قسم کے سامان پیدا کردیئے کہ کسی اور کسی مدد اور نصرت کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور آسمان سے (ایسا معلوم ہوتا تھا) فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے اور اس علاقہ اور فضا کو اپنے تصرف میں لے لیتا ہے جہاں ہم سفر کر رہے ہوئے ہیں ایک موقع پر (ہے تو یہ چھوٹی سی بات لیکن لطف بڑا دیتی ہے۔) ہمیں سفر کے انتظامات کے سلسلہ میں کچھ فکر تھی اس کے لئے ہم انتظام کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے، یہاں تک کہ چوبہری ظفراللہ خان صاحب جیسے مشہور انسان جن کی لوگ بات سننے ہیں، انہوں نے کوشش کی اور ان سے انکار کر دیا گیا کہ ہم یہ انتظام نہیں کر رہے گے، تب اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تمہارے تو سارے انتظام ناکام ہو جائیں گے لیکن میں انتظام کر دوں گا۔ چنانچہ جن باتوں سے ہمیں ڈرایا گیا تھا ان سے الٹ ہم نے وہاں دیکھا پتہ نہیں کیا ہوا۔ ہمیں اس باب کا علم نہیں ہوا لیکن ہر وہ چیز جو ہم چاہتے تھے کہ ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا تھا اس کے بعد حالانکہ (جیسا کہ میں نے بتایا ہے)۔ چوبہری ظفراللہ خان صاحب سے انکار کر دیا گیا، کہہ دیا گیا تھا کہ ہم انتظام نہیں کر سکتے۔

یہ تو ایک چھوٹی سی ظاہری مثال ہے جس سے ظاہر ہیں آنکھ بھی اندازہ لگا سکتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں دراصل اپنے احسانوں کے نیچے دبادینا چاہتا تھا وہ ہمیں ایک نئی قوم بنانا چاہتا تھا تاکہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو تباہ نہ کے قابل ہو سکیں۔

تو پہلا سلسلہ احسانوں کا، بشارتوں کا سلسلہ ہے جو بڑی کثرت سے جماعت پر کئے گئے اور ہم الفاظ میں اس کا شکر بجانبیں لا سکتے (جو شکر کرنے کے طریق ہیں میں ان کے متعلق بعد میں کچھ کہوں گا) دوسرا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا یوں شروع ہوا کہ آج کل بعض وجوہات کی بناء پر تمام یورپ کے ممالک میں اسلام کے خلاف تعصیب اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا وہ مسلمان کی شکل تک دیکھنا برداشت نہیں کرتے اور کئی بیچارے مسلمانوں پر ان ملکوں میں جہاں یہ بات بظاہر ناممکن نظر آتی ہے چھرے سے جملے بھی ہوئے

تعصب اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ ہمارے بہت سے مبلغین نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ پریس کانفرنس نہ بلائی جائے کیونکہ پتہ نہیں کس قسم کے تمسخر اور استہزا کے ساتھ وہ سوال کریں گے اور کیا اپنے اخباروں میں لکھ دیں گے کیونکہ اس وقت اس قسم کا تعصب ہے کہ وہ ہر قسم کا جھوٹ اسلام کے خلاف بولنے کے لئے تیار ہیں۔ ان میں سے ہمارے ایک مبلغ بہت ہی زیادہ گھبرائے ہوئے تھے مجھے انہیں کہنا پڑا کہ تم فکر نہ کرو مجھ سے سوال ہوں گے میں نے جواب دینے ہیں تم خواہ مخواہ پر بیشان ہو رہے ہو انتظار کرو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا ان لوگوں کے دماغوں پر کہ جو لوگ کانفرنس میں آتے تھے انہوں نے اس قسم کا کوئی سوال ہی نہیں کیا جن سے یہ لوگ ڈرتے تھے پھر طریق اتنا ادب اور احترام کا کہ جیسے کوئی احمدی مجھ سے بات کر رہا ہو میں نے صرف ایک شخص کی آنکھوں پر شوخی دیکھی ساری کانفرنسز میں جوان ملکوں میں بلائی گئیں اگر ان کے وقت کو جمع کیا جائے تو مجموعہ قریباً آٹھ گھنٹے بتا ہے آٹھ گھنٹے کے قریب مختلف ملکوں میں پریس کانفرنسز ہوئیں اور صرف ایک مقام پر ایک شخص کی آنکھوں میں شوخی تھی زبان ادب اور احترام لئے ہوئے تھی بڑے پیار سے اس نے وہ فقرہ کہا مگر اس کی آنکھوں سے مجھے نظر آ رہا تھا کہ شرارت اور شوخی ہے اس نے مجھے پوچھا کہ ہمارے ملک میں آپ نے اب تک کتنے مسلمان بنائے ہیں اور چونکہ تعداد ہماری وہاں اس وقت تک کم ہے اس کی آنکھوں میں یہ شوخی تھی کہ بڑے سال سے تم کام کر رہے ہو اور بڑے تھوڑے احمدی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی وقت جواب سمجھایا میں نے اسے کہا کہ تمہارے نزد یک مسیح علیہ السلام نے اس دنیا میں جتنی زندگی گزاری (اور اس مسئلہ میں ہمارا تمہارا اختلاف ہے لیکن میں اس اختلاف میں پڑنا نہیں چاہتا) بہر حال جتنا تم سمجھتے ہو کہ اتنے برس وہ یہاں رہے اپنی ساری زندگی میں انہوں نے جتنے عیسائی بنائے تھے تمہارے ملک میں اس سے زیادہ احمدی ہیں۔ میں نے تو اس وقت دراصل اس کی آنکھ کی شوخی کا جواب دیا تھا، ہے تو یہ حقیقت مگر ایسے رنگ میں دیا تھا کہ اس کو سمجھ آگئی کہ یہاں شوخی چلے گی نہیں اور وہ خاموش ہو گیا پھر اس نے سوال کرنے چھوڑ دیئے چالیس پینتالیس منٹ کے بعد میں نے اسے کہا تم مجھ میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے تمہارا جہاں تک تعلق ہے میں تم میں دلچسپی رکھتا ہوں اور سوال کرو میرے کہنے پر اس نے ایک دو اور سوال کئے پھر بعد میں ایک گھنٹہ ہمارے دوستوں سے گفتگو کی کتابیں خرید کے لے گیا اور کہا کہ مجھے بڑی دلچسپی پیدا ہوئی ہے میں ان کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا ان لوگوں پر جو نماندہ بن کے آئے تھے کہ وہ سارے خطرات جو ہمارے مبلغوں کے دلوں میں تھے ہوا میں اڑ گئے اور ہر شخص نے نہایت ادب اور احترام کے ساتھ اور دوستانہ رنگ میں وہ سوال کئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایسے جواب ان کو دیئے کہ ان کی قسمی ہو گئی یہاں تک تصرف الہی تھا کہ مثلاً ٹیلیو یشن میں چھوٹا سا پروگرام ہوتا ہے، ہمارے اس پروگرام میں بھی وہ خود جو چیز سمجھتے تھے کہ اثر انداز ہونے والی ہے اس کا وہ انتخاب کرتے تھے (باتیں کرنے کے بعد) حالانکہ چاہئے تو ان کو یہ تھا کہ وہ ایسی باتوں کا انتخاب کرتے جو ان کے نزدیک V.T. دیکھنے والوں پر اثر انداز نہ ہو سکتیں اس کی تفصیل میں V.T کے ذکر میں بیان کروں گا۔ انشاء اللہ

پر لیں: جو وہاں بڑا آزاد پر لیں ہے وہ بادشاہوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا، لکھ دیتے ہیں جو دل میں آئے تعصب کا یہ عالم کہ ہمارے مبلغ ڈر رہے ہیں کہ پتہ نہیں کیا ہو گا پر لیں کافرنس ہی نہ بلائی جائے وہ آتے ہیں سوال کرتے ہیں ایک آدھ دفعہ تقریباً ہر جگہ سیاست کے متعلق وہ ضرور سوال کرتے میں ان کو آرام سے کہہ دیتا تھا کہ میں تو سیاسی آدمی نہیں ہوں میں مذہبی آدمی ہوں مجھ سے مذہب کے متعلق جو چاہو سوال کرو پھر ہماری مذہبی گفتگو ہوتی رہتی تھی جو باتیں میں کہہ رہا تھا وہ ان کے عقیدہ کے خلاف اور جو ان کی کمزور اور ظلمت کی زندگی گزارنے والی عقلیں ہیں وہ ان عقولوں کے خلاف اور جوبات میں کہتا تھا باوجود اس کے کہ ان کے عقاید یا ان کی سمجھ کے خلاف ہوتی تھی وہ اخبار میں شائع کر دیتے ایسا تصرف الہی تھا۔

سویٹزرلینڈ میں ہمارے باجوہ صاحب (مشتاق احمد) نے بتایا کہ ایک اخبار ہے وہ تعلیم یافتہ لوگوں کا اخبار سمجھا جاتا ہے، اشاعت کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہے، لیکن تمام تعلیم یافتہ لوگ اس کو لیتے ہیں مزدور اس کو نہیں پڑھتے بڑے پایہ کا اخبار ہے اور بڑا متصسب، ہمیشہ اسلام کے خلاف لکھتا ہے جب میں تردیدی خط لکھوں تو انکار کر دیتا ہے ایک لفظ نہیں لکھتا نہ تردید میں اور نہ اسلام کے حق میں تو پتہ نہیں اس کا نما نہیں آئے یانہ آئے، اگر آئے تو پتہ نہیں وہ کچھ لکھتا بھی ہے، یا نہیں پھر اس کا جو نما نہیں آیا اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر تصرف کیا اور اس نے خاص دلچسپی لی پہلے سے ہی اس کے دل میں ڈالا گیا تھا کہ تم نے اس میں دلچسپی لینی ہے۔ چنانچہ وہ اکیلانہ نہیں آیا بلکہ اپنی سینیوں کو ساتھ لے کے آیا یوں تو مجھے پتہ نہیں چلا لیکن بعد میں جو تصویریں آئی ہیں ان سے پتہ چلا کہ وہ سینیوں کو تصویر میں آگئی ہے وہ ساتھ ساتھ شارت بینڈ میں

بڑی تیری سے لکھتی رہی ہے۔ گفتگو کے وقت وہ نمائندہ ہی میرے سامنے تھا اور میری ساری توجہ اس کی طرف تھی اور اس کے سوالوں کی طرف تھی جو وہ پہلے تیار کر کے لایا تھا۔ چنانچہ جب کانفرنس ختم ہو گئی تو بعد میں وہ میرے پاس آ گیا اور با تین کرتار ہا اس وقت بھی وہ ٹینوں اس کے ساتھ تھی اور نوٹ لے رہی تھی آخر میں اس نے سوال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد کیا تھا؟؟ میں نے کہا میں اپنے الفاظ میں تمہیں نہیں بتلاتا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے الفاظ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ آپ نے کیا دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں مبعوث کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”اس نے اپنے اس مسیح کو بھیجا تا وہ دلائل کے حرب سے اُس صلیب کو توڑے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کو توڑا تھا اور زخمی کیا تھا“۔

(تربیت القلوب روحانی خزانہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳)

وہ یہ جواب سن کر کھڑے کھڑے گویا اچھنے لگ گیا، معلوم ہوا کہ اس پر اس جواب کا اتنا اثر ہوا ہے کہ وہ برداشت نہیں کر سکا اور کہنے لگا مجھے حوالہ دکھائیں۔

یہ ان لوگوں کی عادت ہے کہ اگر کسی اور کسی طرف کوئی بات منسوب کی جائے تو اس کا حوالہ دکھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ مجھے قطعاً علم نہ تھا کہ اس قسم کا کوئی سوال ہو گا اور میرے منہ سے یہ جواب دلوایا جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پتہ تھا میں یہاں سے چند ایک حوالے جو میرے یہاں کام نہیں آئے تھے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ لوگوں کا مام آ جاتے ہیں ان میں یہ حوالہ اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی تھا، یوں ہو گیا تھا جانے سے پہلے۔ لیکن میرے ذہن میں پختہ نہیں تھا کہ وہ ہے بھی یا نہیں؟؟؟ میں نے اپنے پرانیویٹ سیکرٹری کو کہا مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان حوالوں میں یہ حوالہ بھی ہے جا کے سارے حوالے لے آئیں۔ جب وہ لائے تو ان میں یہ حوالہ بھی موجود تھا، میں نے اسے دکھایا اس نے کہا کہ میں اسے نقل کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا ضرور نقل کرو اس نے وہ نقل کیا اور اگلے دن اس اخبار میں جو ایک لفظ نہیں لکھا کرتا تھا، پورا ایک کالم بلکہ اس سے بھی کچھ سطریں زیادہ اس کا مضمون شائع ہوا۔ جس میں ہماری با تین جو اس سے ہوئیں وہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ درج تھا۔

دوسرے جو نوٹ شائع ہوئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ لیکن جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی نوٹ وہ شائع کر دیں تو میری طبیعت میں اس سے بہت بڑی خوشی اور بشاشت پیدا ہوتی تھی کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مرسل کو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے جو اثر آپ کے الفاظ میں ہے وہ کسی اور کے الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔

توجہ اس نے وہ حوالہ نقل کر دیا میں بہت خوش ہوا اور یہاں بھی ہمارے بعض واقف اور دوسرے لوگ بھی ملے ہیں جب ان کو پتہ چلتا ہے کہ اس اخبار نے اتنا بڑا نوٹ دیا ہے تو وہ بڑے حیران ہوتے ہیں۔ زیورج میں سارے اخباروں نے ہمارے متعلق نوٹ دیئے، کوئی ایک اخبار نہیں تھا جو پچھے رہ گیا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ میں دوسروں سے آگے نکلوں اور باقیں وہ بیان کروں جو وہاں کے مذہب کے، وہاں کے معاشرے کے اور وہاں کے اخلاق کے خلاف ہوں۔ ہر وہ آدمی جس کے ہاتھ میں کوئی اخبار جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچ گیا کہ میری طرف رجوع کرو اور میرے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں آؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

میں نے زیورج سے شروع کیا اور کوئی گھر ایسا نہیں جس میں کوئی اخبار پہنچتا ہوا اور پھر اسے یہ پیغام نہ پہنچا ہو کیونکہ زیورج کا کوئی اخبار ایسا نہیں جس نے ہمارا یہ پیغام شائع نہ کیا ہو۔

اسی طرح ہم ہم برگ پہنچے وہاں اخبار چھپتے ہیں ایک ساری دنیا میں جاتا ہے تین وہاں کے مقامی ہیں جو اخبار ساری دنیا میں جاتا ہے وہ ثالث لنڈن کے پاپیہ کا اخبار ہے اور ہمیں تو اس کی اتنی اہمیت کا پتہ نہیں تھا کہ اپنی میں ہمارے ایک غیر احمدی عزیز ہیں وہ مجھے ملے وہاں کسی نے کہا تو ضرور ہو گا، لیکن حافظہ نے ایسے یاد نہیں رکھا اور کچھ ہیں بھی وہ متعصب، تو میں نے جب ان کے سامنے Welt کا نام لیا اور کہا کہ یہ سارے جمنی میں پڑھا جاتا ہے تو کہنے لگے سارے جمنی میں نہیں ساری دنیا میں پڑھا جاتا ہے اور بہت بڑا فوٹو اور نیچے اچھا مبانوٹ اس میں ہمارے متعلق شائع ہوا اور جو دوسرے اخبار تھے انہوں نے بھی نوٹ دیئے۔

پھر کوپن ہیگن میں گئے کوپن ہیگن میں (جو ہمارے بعد کی اطلاع ہے) تمیں پنیتیس اخبار اور بھی لکھ چکے ہیں۔ افتتاح کے متعلق بھی اور اس پیغام کے متعلق بھی جوان کے نام میں نے دیا تھا اور اس کے متعلق نوٹ بھی۔ سویڈن کے ”ایمپیسڈر“ (Embassador) یہاں ہیں ان کو شوق پیدا ہوا کہ وہ مجھے ملیں، کہنے لگے کہ میں ان دونوں چھٹی پر تھا۔ (وہاں سویڈن میں) افتتاح ہمارا ہوا تھا نمارک میں۔ کہنے لگے کہ میں نے وہاں تین آرٹیکل اخباروں میں پڑھے۔ پھر مجھے دلچسپی پیدا ہوئی اور میں نے پاکستان کے

”ایمیسڈر“ سے فون کر کے کچھ اور معلومات حاصل کیں اور اب مجھ کو ملنے کا شوق تھا۔ میں نے جب ان کو ڈنمارک کے اخباروں کے کٹنگز (Cuttings) دکھائے۔ تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ بڑی پیلپی ہوئی ہے اور ایک ویکلی ہے اور بالتصویر ہے ہمیں علم تھا کہ ڈنمارک میں کوئی ایسا گھر نہیں جہاں وہ اخبار نہ پہنچتا ہوا س نے پورا ایک صفحہ ہماری تصاویر اور نوٹوں کے لئے دیا۔

انگلستان پہنچے۔ پہلے انڈن کے اخبارات نے خاموشی اختیار کی ہم گلاسکو چلے گئے دو تین دن بڑی مصروفیت کے تھے۔ گلاسکو کے اخباروں نے انٹرو یو لئے، پر لیں کانفرنس ہوئی، تو اخباروں نے لکھ دیا پھر راستے کے جو اخبار تھے، انہوں نے لکھا۔ پھر ان کو خیال آیا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے ہمیں صبر کرنا چاہئے تھا ٹائم انڈن جس پر یہاں بھی بعض لوگوں کے دل میں حسد پیدا ہوا ہے۔ م۔ش نے بھی ایک لائیجن نوٹ ”نوائے وقت“ میں شائع کروادیا ہے اور وضاحت کو سننے کے لئے اب تیار نہیں خیر بہر حال یہ تو ضمنی بات ہوئی۔ دنیا کے دو چار اخبار ہوں گے جنہیں ساری دنیا تو قیر کی نظر سے دیکھتی ہے، ان کی عزت اور احترام کرتی ہے ان کو وقعت دیتی ہے ان میں سے ایک اخبار ہے ”ٹائم انڈن“، ہم ابھی واپس انڈن نہیں پہنچے تھے کہ ہمارے پاس ان کا فون آیا کہ ہم آپ سے ایک خصوصی انٹرو یو لینا چاہتے ہیں میں نے کہا بڑی اچھی بات ہے، میں انڈن آ کے بتاؤں گا کہ کس دن اور کس وقت؟ چنانچہ ان کا نمائندہ آیا۔ اس کو میں نے خود ہی کہہ دیا کہ آج شام کو چائے ہمارے ساتھ پینا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے تک باقی کرتا رہا اور پھر اس نے ”ٹائم انڈن“ میں بڑا اچھا نوٹ دیا اور بجائے اس کے کہ ساری اسلامی دنیا خوش ہوتی۔ ساری دنیا ویسے بڑی خوش ہوئی کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اسلامی دنیا خوش نہیں ہوئی لیکن اسلامی دنیا میں م۔ش جیسے دو چار آدمی ایسے بھی ہیں جو خوش نہیں ہوتے اس سے اسلامی دنیا پر کوئی فرق نہیں پڑتا میں اتنی وضاحت کر دوں کہ بعض دفعہ ہمارے احمدی بھی کہہ دیتے ہیں اسراف کے رنگ میں کہ خوش نہیں ہوئے، یہ غلط بات ہے۔ میں آگے گے بتاؤں گا۔ خوش ہوئے اور ہوتے ہیں، لیکن اس قسم کے آدمی ہمیشہ رہے اور ہمیشہ رہیں گے ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اخباروں کے ذریعہ نازل ہوتا ہوا ہمیں نظر آیا، ہمارا اندازہ تھا کہ اگر لاکھوں روپیہ بھی ہم خرچ کرتے تو اس قسم کی تبلیغ اور اشاعت اسلام ہمارے لئے ممکن نہ ہوتی جتنی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مفت میں ہوگئی۔

تمیرا فضل یا تمیر اسلام اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا یہ ہے اسے سمجھنے کی کوشش کریں آپ کے لئے

ہے تو مشکل اس کا سمجھنا کیونکہ یہ واردات مجھ پر گزرا ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی وہی مجھے وہ سمجھا دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی عجیب شان میں نے دیکھی ہے کہ میں اندھیرے میں ہوتا تھا اور سوال کرنے والا روشنی میں ہوتا تھا اس نے اپنی ایک سکیم بنائی ہوئی ہوتی تھی کہ یہ یہ سوال کرنے ہیں اور میں اندھیرے میں ہوتے ہوئے بھی اس کو ایسا جواب دیتا تھا۔ کہ وہ حیران رہ جاتا تھا۔ اور جو اس کا مقصد ہوتا وہ ظاہر ہی نہ ہوتا تھا اس کا قصہ یوں ہے، ہے لمبا اگر آپ اکتا ہیں نہ میں بولتا جاتا ہوں ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں ہوا۔

وہاں سے مطالبہ آیا کہ آپ لکھی ہوئی تقریریں کریں عام طور پر مجھے لکھی ہوئی تقریر پڑھنے کی عادت نہیں اور اس وجہ سے کچھ گہرا ہٹ بھی ہوتی ہے لکھ کر پڑھنے سے زبانی بولنے سے اتنی گہرا ہٹ نہیں ہوتی اور دعا کے بغیر تو نہ میں کبھی بولتا ہوں اور نہ اس پر یقین رکھتا ہوں کہ بغیر دعا کے بولا جائے لیکن بہر حال عادت ہوتی ہے وہ زور دے رہے تھے کہ لکھی ہوئی تقریر پڑھیں۔ جب بہت زور دیا تو میں نے کہا اچھا لکھنا شروع کرتے ہیں پہلے میں نے فریکلفٹ میں تقریر کرنے کی نیت سے نوٹ لکھنا شروع کیا جب لکھ چکا اور اسے پڑھا تو مجھے پسند نہ آیا اسے ایک طرف رکھ دیا پھر میں نے ایک دوست کو کہا کہ میں ڈکٹیٹ کرتا ہوں تم لکھتے جاؤ جب میں ڈکٹیٹ کرو چکا اور انہوں نے پڑھا تو وہ بھی مجھے پسند نہ آیا اسے بھی میں نے ایک طرف رکھ دیا۔ اگلے دن صبح جب پھر میں لکھنے بیٹھا تو وہ میں نہیں تھا جو لکھ رہا تھا پیچھے سے مضمون آرہے تھے اور میری قلم ان کو حصتی جا رہی تھی۔ عملًا یہ ہوا کہ جب ایک فقرہ ختم ہوا تو اگلا جملہ خود قلم لکھ گئی تو ایک محبت اور علم کا چشمہ تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایک نمونہ اس طرح ظاہر کیا۔ وہ پنٹا لیس منٹ کا مضمون بن گیا بڑا ذرخ والا، بڑے مضبوط دلائل پر مشتمل اور بڑی وضاحت سے ہجھوڑ کے انتباہ کرنے والا اور وارنگ دینے والا میں نے جب اندازہ لگوایا تو انہوں نے (منظمسین نے) کہا کہ یہ پندرہ میں منٹ میں تو ختم نہیں ہو گا جو مطالبہ تھا ان ملکوں کا کہ آپ کا کوئی مضمون پندرہ میں منٹ سے زیادہ کا نہ ہو انہوں نے کہا کہ یہ تو پنٹا لیس منٹ کا ہے تو میں نے اپنی طبیعت کے مطابق کہا کہ جو مرضی ہے کاٹ دو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کو پندرہ میں منٹ کے اندر لے آؤ۔ ہمارے دوست جو کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک فقرہ بھی نہیں کٹھا کیونکہ کوئی فقرہ ہمیں نظر نہیں آیا جو کٹنے کے قابل ہو تو میں نے کہا کہ پھر رہنے دو دیکھیں گے وہاں کیا کیا ہوتا ہے۔

جب ہم فریکفرٹ پہنچے تو تین ہمارے ملے تھے ان کو میں نے ایک کمرے میں بٹھا لیا اور کہا کہ یہ مضمون پڑھو اور مجھے رائے دو کہ آیا تمہارے ملک کے حالات ایسے ہیں کہ میں یہ پڑھ دوں یہ سارا انہوں نے پڑھا، مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ بالکل نہیں پڑھنا چاہئے۔ ہمارے ملک کے حالات ایسے ہیں کہ یہ یہاں نہ پڑھا جائے میں نے وہ بند کر دیا اور اپنی عادت کے مطابق پھر اکثر سوائے ایک آدھ جگہ کے جہاں نوٹ لئے زبان پر جو آتا تھا وہ میں کہہ دیتا تھا۔ آدھ گھنٹہ کی پریس کانفرنس، ہر قسم کے انہوں نے سوال پیش کئے۔ پریس کانفرنس کے علاوہ ڈیرہ گھنٹہ کا عیسائی سوسائٹیز کے نمائندوں کے ساتھ ایک اشتو یو تھا (کوپن ہیگن میں) وہ تین سوسائٹیوں کے نمائندے تھے اور بارہ افراد پر مشتمل تھے۔ جن میں سے اکثر پادری اور جو باقی تھے وہ سکالر تھے اور انہوں نے اس اشتو یو کو اتنی اہمیت دی کہ انہوں نے مجھ سے اس وقت، وقت لیا جب میں کوپن ہیگن آنے سے پہلے جنمی میں پھر رہا تھا۔ پھر انہوں نے (جیسا کہ ان کے لیڈر نے مجھے بتایا کہ ہم نے) کئی دن میٹنگیں کی تھیں اور اب آپ کے پاس آنے سے پہلے تین گھنٹے سر جوڑا اور مشورہ کیا ہے اور ایک سوال نامہ تیار کیا ہے کاپی کھول کر کہنے لگا کہ یہ ہم نے سوال لکھے ہیں اس سے آپ سمجھ لیں کہ لتنی اہمیت انہوں دی کئی گھنٹے وہ یغور کرتے رہے تھے کہ ہم کیا سوال کریں کیا نہ کریں، کس مقصد کے پیش نظر ہم سوال کریں۔ مجھے تو کچھ پتہ نہیں تھا کہ انہوں نے کیا مشورے کئے اور وہ کیا حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ان کے ایک سوال سے پتہ لگا کہ ان کے سوالوں کا جو ایک سلسلہ تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ نیرے منہ سے یہ کھلوائیں کہ جماعت کا امام ہونے کی حیثیت سے میرا اور پوپ کا مقام ایک جیسا ہی ہے یا ملتا جلتا ہے کیونکہ ڈنمارک کے شہری ڈین جو ہیں وہ مذہب میں بھی ایک انسان کی قیادت کو پسند نہیں کرتے بلکہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہاں لوٹھر چرچ ہے جو ٹیٹھ چرچ ہے، ٹیٹھ چرچ کا مطلب ہے کہ ہر آدمی جو پیدا ہوتا ہے تو وہ اس چرچ کا مجرم سمجھا جاتا ہے گو بعد میں وہ دہریہ ہو جو مرضی ہو۔ وہ کہتے ہیں تم ہمارے ملک میں پیدا ہو گئے تو لوٹھر چرچ کے مجرم ہو گئے اس چرچ کو گورن (Govern) ایک آدمی نہیں کرتا بلکہ مجلس کرتی ہے اور مجلس مُنتَظَمَةً کا نام انہوں نے رکھا ہوا ہے۔ کمیٹی آف ایکوال اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ایک انسان کی قیادت کے خلاف ان کے دلوں میں کس قدر زہر بھرا ہوا ہے اور انہوں نے بڑی ہشیاری سے سوالوں کا یہ سلسلہ بنایا کہ یہ جواب دیوے۔ اس کو تو کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے دماغ میں کیا بات ہے۔ اگر کہیں یہ پکڑا جائے تو ہم کہیں

گے کہ ان کے نزدیک ان کا مقام پوپ جیسا ہی ہے اور پوپ سے قوم نفرت کرتی ہے اس لئے قوم احمدیت کی طرف متوجہ نہیں ہو گی بلکہ احمدیت سے نفرت کرنے لگ جائے گی۔ اسی طرح جس طرح وہ پوپ سے اور ایک فرد سے نفرت کرتی ہے ان کو سب کچھ پتا تھا مجھے تو کچھ پتہ نہیں تھا پہلا سوال انہوں نے اسی سلسلہ سے شروع کیا اور کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ میں آپ کا مقام کیا ہے ”میں نے انہیں کہا کہ تمہارا سوال میرے نزدیک غلط ہے کیونکہ میرے نزدیک جماعت احمدیہ اور میں ایک ہی وجود ہیں اس واسطے یہ پوچھنا کہ جماعت میں آپ کا کیا مقام ہے یہ سوال درست نہیں۔ وہ بڑے گھبرائے کہ ہمیں یہ کیا جواب مل گیا ہے اور یہ جواب اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا جیسا کہ اس کی بڑی واضح ایک مثال ہے (اسی اثر و یو میں ایک واقعہ ہوا) آپ کو تاؤں گا اللہ تعالیٰ کے احسان جتنے کے لئے دوسرا سوال اس نے یہ کیا پھر کیا یہ درست نہیں ہے کہ جماعت پر فرض ہے کہ آپ کے سب احکام کی تعمیل کرے میں نے کہا ہرگز درست نہیں صرف ان احکام کی تعمیل ضروری ہے جو معروف ہیں یہ ہم عہد لیتے ہیں جو معروف حکم آپ دیں گے اس کی ہم اطاعت کریں گے تو ہر حکم کی اطاعت ضروری نہیں معروف حکم کی اطاعت ضروری ہے وہ پھر سئٹ پڑایا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اور پھر بے جوڑ سوال کر دیا اگلا جس نے ایکسپوز کیا ان کو یعنی ظاہر کر دیا کہ ان کے دل میں کیا تھا۔ کہنے لگا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا مقام اور پوپ کا مقام ایک جیسا ہے۔ حالانکہ پہلے دو جوابوں کے نتیجہ میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا تھا میں نے کہا ہرگز نہیں۔ میں قرآن کریم کے احکام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا پابند ہوں پوپ کے اوپر کوئی ایسی پابندی عائد نہیں ہوتی اس لئے بنیادی طور پر ہم دونوں کا مقام مختلف ہے پھر وہ سمجھے کہ یہ چال کامیاب نہیں ہوئی نہیں چلی پھر اور سوال تھے جو بڑے سوچے سمجھے اور فتنہ پیدا کرنے والے تھے۔ لیکن وہاں اللہ تعالیٰ جواب ایسا سکھا دیتا تھا کہ بعد میں پھر وہ دفاع پر آگئے تھے بجائے اس کے کہ وہ حملہ آور ہوں جیسا کہ انہوں نے سوچا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سمجھایا کہ ان سے ایک بات کرو وہ بات میں اس خطبہ میں بیان نہیں کرتا۔ میں نے ان کو کہا کہ تمہاری عیسائیت کی حالت قبل رحم ہو چکی ہے ہمیں تم پر رحم آتا ہے۔ تو حیران ہو کے اس نے میری طرف دیکھا جب میں نے اس کو بتایا کہ کیوں قبل رحم ہے تو ان لوگوں کا جو لیڈر تھا (ویسے وہ بڑا شریف آدمی تھا اور بڑی سلیمانی ہوئی طبیعت کا) اس کامنہ سرخ ہو گیا اور ہونٹ پھٹ پھٹرانے لگے، بات نہیں کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک لفظ اس کے منہ سے نہیں نکل رہا تھا میں نے کہا اس وجہ سے تمہاری حالت قبل رحم ہے۔

تو یہ سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ کے احسان کا۔ میں وہاں مرزانا صراحت کی حیثیت سے تو نہیں گیا تھا، نہ کوئی میری ذاتی غرض تھی اس سفر کے اختیار کرنے کی۔ میں تو خدا تعالیٰ کے ایک ادنیٰ بندہ اور نبی اکرم ﷺ کے ایک عاجز اور کم مایہ خادم کی حیثیت سے وہاں گیا تھا، میں ان کی نمائندگی کر رہا تھا اور جب اللہ تعالیٰ مجھ پر احسان کر رہا تھا تو وہ میرزا ناصر احمد نہیں تھا، میرزا ناصر احمد پر بھی اس کے بڑے احسان ہیں، وہ جماعت کے اوپر احسان تھے اور اللہ تعالیٰ آپ بتا رہا تھا کہ تم میدانِ عمل میں نکلو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ **اللَّهُ يَكَافِ عَبْدَهُ تَمَہِّنَ خوفِ کسِ چیزِ کا ہے، آگے بڑھو اور کام کرو اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے شامل حال ہے۔**

تو شروع سے لے کر آخر تک سوال کا مجھے پتہ نہیں ہوتا تھا، ادھر فوری جواب !!! یہاں تک کہ ”بی بی سی“ کا نمائندہ آیا اور انہوں نے تین ہفتے ”آؤٹ لک“ (OutLook) میں میرے انٹریو یو کو نشر کیا۔ وہ ویکلی (Weekly) پروگرام ہے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ آتا ہے تو تین دفعہ تین ہفتوں میں اسے نشر کیا اس طرح انہوں نے اسے بڑی اہمیت دی جب وہ آیا (اور بغیر وقت مقرر کرنے کے آیا کہ آدمی ویسے ہی سوچ لیتا ہے کہ جو اس قسم کے سوال کرے گا، تو میں ذہنی طور پر تیار ہو جاؤں) میں نے اس کو بلا لیا۔ میں نے کہا کہ پہلے بات کر لو کہ کون سے سوال کرنے ہیں، براث کا سٹنگ کی ریل پر کون سے آئیں کون سے نہ آئیں۔ کہنے لگا نہیں جی، اسی طرح ٹھیک ہے میں سوال کرتا جاتا ہوں آپ جواب دیتے جائیں۔ ایک سینٹر کے لئے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی پھر میرے دل نے کہا کہ پہلے تم نے کون سا جواب دیا تھا کہ اب تم گھبرا رہے ہو جو پہلے جواب سکھاتا تھا بھی وہی سکھائے گا، کوئی گھرانے کی بات نہیں۔ وہ سوال کرتا تھا اور میں اس کو جواب دیتا تھا مجھے اب یاد نہیں کہ میں نے اس کو کیا جواب دیئے تھے۔ بہر حال وہ ایسا اچھا پروگرام یقیناً بن گیا جو ایک ہفتہ نہیں، دو ہفتے نہیں، بلکہ تین ہفتے اس میں آیا۔ کیونکہ آخر دفعہ جو آیا ہے وہ ۲۳ تاریخ کو آیا ہے پہلی دفعہ وس (۱۰) کو ہوا تھا اور سیر الیون میں ہمارے ایک احمدی ٹیچر جو یہاں سے گئے ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ اچانک میں نے (ریڈ یو) لگایا تو اعلان ہو رہا تھا کہ آپ کا انٹریو یو آ رہا ہے، ہم نے سنا اور بڑے خوش ہوئے اور ہماری آنکھوں کے سامنے یہ الہام آ گیا کہ ”میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔

تو میں یہ بات کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ سلسلہ تھا احسانوں کا، فضل کا اور رحمت کا کہ جس چیز کی

ضرورت ہوتی تھی وہ خود مہما کر دیتا تھا، ورنہ جیسا کہ میں نے کہا ہے، میں نے بڑی دعائیں کیں مجھے بڑی گھبراہٹ تھی جب میں اپنے نفس کو دیکھتا تھا تو پریشان ہو جاتا تھا کہ میں کیسے اپنی ذمہ داری کو نجھا سکوں گا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر دیا تو نفس نیچ میں سے غائب ہو گیا صرف خدا اور اس کا وعدہ سامنے تھا، تو دلیری کے ساتھ ہم گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر ہر جگہ اپنے وعدہ کو پورا کیا۔

چوتھا سلسہ اس کے فضل کا یہ ریڈ یو ہے اور ریڈ یو والے بھی بڑے متکبر ہوتے ہیں وہاں وہ آزاد ہیں یہ نہیں کہ حکومت کی پالیسی کے ساتھ چلیں، پالیسی ان کی اپنی ہوتی ہے۔ مجھے ایک دفعہ خیال آیا کہ میں ساری دنیا کے احمدی بھائیوں اور بہنوں کے کان تک اپنی آواز پہنچا دوں۔ کیونکہ محبت کا یہ تقاضا ہے وہ چاہتے ہیں کہ میری آواز بھی سنیں۔ تو میں نے سیلوں کے واں آف امریکہ کو لکھوایا جو ویزیلین (Vaseline) کے اشتہار بھی ریڈ یو پر براؤ کاست کرتا ہے بلکہ دودو چارچار آنے کی چیزیں براؤ کاست کرتا ہے میں نے ان کو تحریک جدید کے ذریعہ لکھوایا کہ ہم اتنا وقت لینا چاہتے ہیں اور جو تمہارے ریٹ ہیں ان کے مطابق تمہیں پیسے دیں گے۔ تو انہوں نے انکار کر دیا، کہا کہ ہم مذہبی پروگرام شائع نہیں کرتے اور مجھے بڑا صدمہ پہنچا کہ اس وقت میری یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں ایسا انتظام کیا کہ ”بی بی سی“ کے ذریعہ ساری دنیا میں اور ”بی بی سی“ کے علاوہ بھی (کیونکہ کوپن ہیگن میں جو افتتاح کی ریل تیار کی گئی تھی وہاں ریڈ یو والوں کے منظیر یہ بھی تھا کہ وہ دنیا کے مختلف ریڈ یو اسٹیشنوں سے سنائی جائے گی) چنانچہ آج انہوں نے اطلاع دی ہے کہ مرکو میں تین دفعہ وہ ریل براؤ کاست ہوئی ہے اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے ملکوں میں بھی سنائی جائے گی۔ ادھر ہم پیسے خرچ کرنے کے لئے تیار تھے اور وہ ہمارے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تمہارا انتظام کروں گا تم اپنا کام کرو۔ تو پھر ہر ملک میں مثلاً فریکنفرٹ میں گئے وہاں ریڈ یو پر آگیا۔ زیورچ میں ریڈ یو پر آگیا۔ جرمنی میں آیا، ہالینڈ میں آیا کوپن ہیگن میں آگیا۔ انگستان میں آیا۔ تو جہاں جہاں یہ آواز پہنچتی تھی ریڈ یو والوں نے ان کے کانوں تک پہنچا دی۔

پھر ٹیلی ویژن نئی نئی چیزیں لکھی ہے، نسبتاً ریڈ یو سے کم ہے صرف ٹیلیو یژن پر اندازہ ہے کہ ایک کروڑ اور دو کروڑ کے درمیان لوگوں نے وہ پروگرام دیکھا ہے۔ ویسے ٹیلیو یژن کے پروگرام مختلف جگہ تھے، شام کو زیورچ میں تھا وہ تو ہم نے بھی دیکھا، پھر ہمبرگ میں بھی تھا، اس کے متعلق اخبار میں آچکا ہے کہ

۶۰۔ کے لاکھ آدمیوں نے وہ ٹیلیویژن دیکھی۔ پھر کوپن ہیگن میں تھا، پھر کوپن ہیگن کی پہلی ٹیلیویژن کی ریل تمام جرمن ٹیلیویژن اسٹیشنوں نے براڈ کاست کی اور دکھائی۔ پھر جس سے مجھے بے انہتاء خوشی ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے کہ کوپن ہیگن میں افتتاح کی ٹیلیویژن کی تصویر سعودی عرب میں دو دفعہ دکھائی جا چکی ہے، اس اعلان کے ساتھ کہ سکنڈے نیویا میں مسلمانوں کی یہ پہلی مسجد ہے اور وہ اچھی خاصی تین چار منٹ کی ٹیلیویژن ہے، اس کو دو دفعہ دکھانے سے نتیجہ ہم یہ نکالتے ہیں کہ ان کو دلچسپی تھی تبھی تو دوسری دفعہ دکھائی گئی ورنہ کبھی ایسا پروگرام دوبارہ نہ دکھاتے جس پر کچھ اعتراض ہوا اور ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اور بہت سے ملکوں میں بھی ٹیلیویژن کی یہ ریل دکھائی جائے گی تو اللہ کا کتفا بر افضل اور احسان ہے کہ اخبار کے ذریعہ اور براڈ کا سٹینگ کے ذریعہ ٹیلیویژن کے ذریعہ کروڑوں آدمیوں کے کان تک یہ آواز پہنچ گئی کہ خداۓ واحد پر ایمان لاو اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ٹھنڈے سایہ تک آ کر جمع ہو جاؤ ورنہ ہلاکت تمہارے سروں پر منڈ لارہی ہے اور اس عاجز بندہ کی شکل انہوں نے دیکھی اور ان کی زبان سے نکلتے ہوئے الفاظ انہوں نے سن لئے خدا تعالیٰ کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے۔

تو کروڑوں آدمیوں تک چند ہفتوں کے اندر یہ پیغام پہنچا دینا یہ آسان کام نہیں ہے، الہی تصرف کے بغیر یہ ممکن ہی نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے تصرف کیا ان کے دلوں پر بھی، ان کی قلموں پر بھی اور ان کی فضا پر بھی اور وہ مجبور ہو جاتے تھے۔

وہ دشمن ہیں اور ان کی دشمنی بھی انہا کو پہنچی ہوئی ہے ٹیلیویژن کے لئے ان کو سوال تو ایسا منتخب کرنا چاہئے تھا کہ جو طبیعت پر اثر نہ کرے لیکن ہوتا اس سے الٹ ہے۔ پہلا ٹیلیویژن آیا یورچ میں، یہ پہلا موقع تھا تین آدمیوں کے سامنے جن میں سے دو مرد تھے ایک عورت تھی۔ وہ عورت مجھے کہنے لگی کہ میں پہلے سوال وجواب کر لیتی ہوں تاکہ ہم انتخاب کر لیں کہ کون سے سوال جواب ہم ٹیلیویژن پر لائیں گے پروگرام چھوٹا ہے میں سوال زیادہ لکھ کے لائی ہوں تین منٹ کا پروگرام تھا میں نے کہا ٹھیک ہے اس نے جہاں اور سوال کئے ایک سوال یہ بھی کیا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کو پھیلائیں گے کیسے؟؟؟ فوراً میں نے جواب دیا ”دلوں کو فتح کر کے“۔ اتنی خوش ہوئی وہ کہ کہنے لگی میں یہ فقرہ ضرور ٹیلیویژن پر لانا چاہتی ہوں میں یہ سوال کروں! میں نے کہا ٹھیک ہے۔ تم سوال کرنا میں جواب دوں گا۔ آگے لطیفہ یہ ہوا

کوپن ہمیں کی پریس کانفرنس میں کسی نے پھر یہی سوال کیا، میں نے کہا زیورچ میں بھی یہ سوال کیا گیا تھا، جو جواب میں نے وہاں دیا، وہی جواب میں یہاں دیتا ہوں کہ دلوں کو فتح کر کے۔ اس کانفرنس میں ایک دوسری تیس بھی تھیں نمائندہ اور ایک بڑی باوقار عورت، وقار سے بیٹھی ہوئی جب میں نے کہا ”دلوں کو فتح کر کے، تو اسی طرح وقار سے بیٹھے بیٹھے آرام سے کہنے لگی، آپ ان دلوں کو کریں گے کیا؟“ ایک عورت کے منہ سے جب یہ فقرہ نکلا تو ایک سینئر کے لئے میں بڑا پریشان ہوا لیکن اللہ تعالیٰ، حسب وعدہ کہ میں تیری مدد کروں گا میری مدد کو آیا۔ میں نے اسے کہا ”پیدا کرنے والے کے قدموں پر جا رکھیں گے“، اس جواب سے تو سارے ہی صحافی جو تھے ان پر خاموشی طاری ہو گئی ایک آدھا منٹ کے بعد ان کو ہوش آئی۔ پھر انہوں نے آگے سوال کئے۔ ہر ایک پر اس کا اثر تھا مگر اس عورت پر تو اتنا اثر تھا کہ وہ پچاس میل دور سے آئی ہوئی تھی وہ وہاں ٹھہری رہی۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں ہمیں پڑھتے دیکھا پھر دوستوں سے گفتگو کرتی رہی اور وعدہ کر کے گئی تھی کہ لکھوں گی اور اس نے اس کے متعلق لکھا بھی۔ وہ کسی ویکلی (ہفتہوار) کی نمائندہ تھی۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جو چیز ہمارے حق میں تھی اور ان کے خلاف، ان کے نزدیک طبائع پر اثر کرنے والی، اس کو وہ انتخاب کرتے تھے اخبار میں شائع کرنے کے لئے۔ ٹیلی ویژن میں دکھانے کے لئے اور یہ یو پر بولنے کے لئے۔

تو یہ عظیم احسان اللہ تعالیٰ نے وہاں کئے جن کے کئی سلسلے میں گناچکا ہوں، شائد پانچوں آئے گا ہاں ابھی ایک قصہ رہ گیا ہے کہ وہ مضمون جو اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق اور اس کے دیئے ہوئے علم کے ماتحت میں نے یہاں تیار کیا تھا اور یورپ میں کہا گیا تھا کہ نہ سنایا جائے۔ میں نے ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے وہاں نہیں سنایا تھا۔ لندن میں مجھے وہ مضمون سنانے کا موقع ملا پینتالیس منٹ Afterdinner Speech پچھلی تقریر ہوئی چاہئے کوئی لطفی یا اور اطاائف کے اندر کوئی کام کی بات کر دی اور مختصر لیکن چوبہ ری ظفر اللہ خاں صاحب سے میں نے مشورہ کیا میں نے کہا کہ یہ ایک موقع ہے جو پھر ہاتھ نہیں آئے گا اور اس مضمون کو میں پڑھنا ضرور چاہتا ہوں، یہ میری اپنی کوشش کا نتیجہ نہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیار ہوا ہے، ان کو یہ مضمون میں نے رات کو دے دیا، اگلے دن انہوں نے کہا میں نے پڑھا ہے آپ اسے ضرور پڑھیں۔ خیر

وہ مضمون جب میں نے پڑھا ہے تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ سننے والوں پر وہ مضمون کیا اثر کر رہا تھا ہمارے ایک احمدی ہیں ان کی ساری عمر ولایت میں ہی گزری ہے پارک کارز میں جہاں بہت ٹف آدمی تقریر کر سکتا ہے، لفگے آدمی بھی وہاں جمع ہوتے ہیں اور تمثیل اور استہزا اور اعتراض عجیب عجیب وہاں ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں کھڑے ہو کے دلیری کے ساتھ تقریر کرنے والے ہیں کہنے لگے کہ آپ تقریر کر رہے تھے اور مجھے پسینہ آ رہا تھا اور کہنے لگے کہ ایک انگریز میرے پاس بیٹھا تھا شروع میں حیرت سے اس کا منہ کھلا اور پھر پینتالیس منٹ تک کھلا ہی رہا ایک فقرہ کے بعد وسر افقرہ اسی قسم کا آ جاتا تھا۔

اب وہ یہاں چھپ گیا ہے وہاں انگلستان والوں نے ایک دن میں رقم اکٹھی کر کے پچاس ہزار کا انتظام کر لیا تھا اس کی اشاعت کا۔ اور وہ پچاس ہزار وہاں شائع ہو چکا ہے میں نے انہیں کہا تھا کہ کچھ باہر کے لئے بھیج دیں سارے ہیڈ ماسٹرز کو، سارے S.M.P. کو، بڑے بڑے بڑے بشپز کو اور بڑے بڑے کلارجی (Clergy) کو، سارے لارڈز کو اور اس طرح انہوں نے ساڑھے سات ہزار پتے منتخب کر کے ان پتوں پر وہ بھجوادیئے ہیں۔ اور باقی وہ انتظام کر رہے ہیں۔

پھر اس کا جرمن میں ترجمہ ہو چکا ہے پہلے تو وہ راضی نہیں تھے اور پہلے اس وقت سارا تو اخباروں نے شائع نہیں کرنا تھا اب پورا مکمل شائع ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شاید یہی حکمت ہو۔ جرمی کے گھر گھر میں پہنچانے کا میں نے ان کو پروگرام بتایا ہے اسی طرح سوئیٹر لینڈ، ہالینڈ سارے ملکوں میں ساری زبانوں میں ترجمہ ہو کے وہ وہاں تقسیم کیا جائے گا اور ایک دفعہ پوری طرح اتمام جحت کرنے والا بات یہ ہے کہ جس وقت میں یہاں سے گیا تو سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے جب دنیا کی طرف مبوعث ہوتے ہیں تو ان کے دو کام ہوتے ہیں ایک بشری کی حیثیت سے، ایک نذری کی حیثیت سے، بہت سی اندازی پیشگوئیاں دی جاتی ہیں اور جماعت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ علی الاعلان اور بغیر ڈرے دنیا میں وہ پھیلائیں اور اتمام دنیا پر اتمام جحت کریں کہ اگر تم نے اپنی اصلاح نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے یہ انذاری وعید ہیں تمہارے متعلق، تم تباہ ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم ان سے پچنا چاہتے ہو تو توہ کرو۔ فقرہ تو میں یہی بولتا تھا۔ رجوع جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس کی طرف تم رجوع کرو اسلام Come back to your creator ایک حسین ترین تعلیم اور محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے ایک محسن عظیم ہیں ان کو پہنچانو اور اس تعلیم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھانے کی کوشش کرو تو یہ سب کچھ تقریر میں ساری تفصیل سے تو آنا نہ تھا۔ اگر میں وہاں

تقریر کردیاں ہوں نے اسے ترجمہ کرنا تھا کیونکہ وہ انگریزی زبان بولنے والے نہیں تھے۔ (انگلستان کے اخباروں میں ابھی نہیں آیا)۔ تو اب ساری زبانوں میں انشاء اللہ ترجمہ ہو کے اللہ کا یہ پیغام گھر پہنچ جائے گا اسی کی توفیق سے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ہے، سارے دلوں کو اس طرف پھیر دیا۔ پانچواں سلسلہ احسانوں کا جماعت کی تربیت ہے میرے جانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا۔

وہاں دو قسم کے احمدی ہیں ایک مقامی اور ایک اردو بولنے والے یہاں سے گئے ہوئے اور بعض ہندوستان سے آئے ہوئے ہیں۔ لیکن اکثریت پاکستانیوں کی ہے ان میں سے ننانوے فی صدی وہ ہیں جن کو کچھ علم نہیں تھا اس قیامت کا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت جماعت پر گزری کیونکہ وہ یہاں نہیں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت کو سنبھالا اور ایک ہاتھ پر متعدد رہا وہ ہاتھ بے زور اور کم طاقت کا تھا لیکن خدا نے کہا کہ جتنا بوجھ مرضی ہے پڑے، گھبرا نہیں کیونکہ اس ہاتھ کے نیچے میرا ہاتھ ہے اور جو کہا اس وقت وہ کر دکھایا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ لوگ مجھ سے ملیں با تین سینیں اور بہت سی غلط فہمیاں یا غلط خیال جو عدم علم کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں وہ دور ہو جائیں اگر خدا چاہے تو پھر یہ کہ میں ان کو جانوں کو وہ کس قسم کے احمدی ہیں، خصوصاً جوان ملکوں کے باشندے ہیں۔

تو جہاں تک ان لوگوں کو دیکھنے کا مجھے موقع ملا، میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا اتنا عظیم احسان ہے کہ صرف ایک احسان کا بھی ہم شکرا دنہیں کر سکتے حالانکہ وہ بیشمار احسانوں میں سے ایک احسان ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی مخلص جماعتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ جن کے ذہن ہی مسلمان اور احمدی نہیں بلکہ ان کے دل اور ان کی روح اور ان کے جسم کا ذرہ ذرہ احمدیت میں یوں رچ گیا ہے انگریزی میں کہتے ہیں سچوریشن پوائنٹ (Saturation Point) اس پوائنٹ تک احمدیت ان کے اندر پہنچ چکی ہے گو روحاںی دنیا میں سچوریشن پوائنٹ (Saturation Point) کبھی نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ اس وقت وہ اعلیٰ اور ارفع مقام پر ہیں جیسے اعلیٰ ترقیات کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں اس کے لئے کوئی انہتا نہیں اتنی عظیم محبت کرنے والے اپنے اللہ سے، نبی اکرم ﷺ سے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے، سلسلہ سے، خلیفہ وقت سے کہ آدمی دیکھ کے حیران ہو جاتا ہے۔ اتنی دور بیٹھے ہوئے یہ لوگ ذاتی طور پر کوئی واقعیت نہیں رکھتے اور ان کے دل ہیں کہ ایک محبت کا سمندر ہے جو ان میں موجود مار رہا ہے، کیا یہ الہی تصرف کے بغیر ممکن ہے؟؟؟ ایک آدمی کے دل میں آپ اپنا پیار اور محبت پیدا نہیں کر

سکتے۔ بعض دفعہ ایک شخص ایک آدمی کے دل میں بھی محبت اور پیار پیدا نہیں کر سکتا۔ کتنے خاندان ہیں کہ جو خاوند ہیں اپنی بیوی کے دل میں اپنا پیار پیدا نہیں کر سکتے اور اس طرح اپنی زندگی کو بگاڑ لیتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ نظر ہے کہ لاکھوں آدمی ہیں کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت کے ساتھ امام وقت کی محبت بھی پیدا ہو گئی اور وہ ایک دل ہے جس میں پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیار اور محبت کے کتنے سمندر سماں ہیں۔ ہر ایک کے لئے ویسا ہی پیار وہاں پیدا کر دیا۔

یہ ایک عظیم مجذہ ہے اور ایسا عظیم احسان ہے کہ اس احسان کو دوسروں کے لئے پہچانا بھی ممکن نہیں ہے۔ آج ہمیں یہ سمجھ آتی ہے کہ صحابہ نبی اکرم ﷺ کے دلوں میں وہ محبت کیسے پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے خود پیدا کر دی تھی (اور دوسرے اس کو سمجھ نہیں سکتے) ان کی فدائیت اور ایثار کے کارنا مے جب ہم پڑھتے ہیں تو عقل کے نزدیک ان کی کوئی ایکسپلینیشن (Explanation) نہیں۔ عقل نہیں بتاسکتی کہ ایسا کیوں ہوا؟؟ جب کئی لاکھ کی فوج کے مقابلہ پر گنتی کے چند درجن، وہ جو آخری فتح ہوئی ہے قیصر کے خلاف۔ خالد بن الولید کی فوج، کسی نے پچیس ہزار کسی نے تیس ہزار، کسی نے چالیس ہزار، کسی نے بیس ہزار لکھی ہے۔ تاریخ دانوں میں اختلاف ہے میں اس اختلاف میں نہیں جاتا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ فوج سے حملہ کروانے سے پہلے انہوں نے کچھ نو جوانوں کو اکٹھا کیا تھا جن میں عکرمه بھی شامل تھے اور ان کو کہا تھا کہ ساری عمر تم اسلام کی مخالفت کرتے رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچاتے رہے آج موقع ہے اپنے سارے دھبے جو ہیں وہ دھلووا اور ان گنتی کے چند آدمیوں نے لاکھوں کی فوج پر حملہ کیا تھا اور دراصل ان لوگوں کے حملہ کی وجہ سے ہی ان لوگوں کے دلوں پر یہ رب پیدا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے شکست کھائی اور جتنی مسلمان فوج تھی اس سے کہیں زیادہ مقتول اور لاشیں میدان میں چھوڑ کر وہاں سے بھاگے۔

تو محبت کے یہ عظیم کارنا مے صفحہ تاریخ پر کیسے ابھرے، عقل اس کا جواب نہ دے سکتی تھی آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل ہم اپنے دلوں میں جو محبت محسوس کرتے ہیں اس نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ یہ مجرمانہ عمل جو ہیں، وہ کس طرح اور کیوں ظہور پذیر ہوتے ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ خداوند کریم نے واضح الفاظ میں بھی کہا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اس طرح کی محبت دلوں میں پیدا کر سکتی ہو۔

میں ان کو انتباہ تو بڑا سخت کرتا تھا ان کو یہی کہتا تھا کہ دیکھو کہ انسان نے ایم بم اور ہائیڈروجن بم بنا لئے۔ ساری دنیا میں جتنے بھی ایم اور ہائیڈروجن بم ہیں وہ سارے مل کر بھی ایک دل کو بدلتا چلا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مذہب دنیا میں بھیجا جاتا ہے وہ لاکھوں اور کروڑوں دلوں کو بدلتا چلا جاتا ہے۔ اس واسطے مذہب کے میدان میں لڑائی جھگڑے کا نہ کوئی فائدہ ہے نہ کوئی معقولیت ہے۔ اس اور صلح کی فضائیں ہم سے یہ فیصلہ کرو کہ عیسائیت پچی ہے یا اسلام سچا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مختلف دعوت ہائے فیصلہ دنیا کو دیئے ان میں سے تین میں نے اس سفر میں ان کے سامنے رکھے۔ دو ان پادریوں کو دیئے اور ان کو کہا کہ جہاں تم نے مجھے ملنے سے قبل دنوں مشورہ کیا۔ اب تم دن اور ہفتے لگا ڈا اور سوچو اور کہیٹی آف ایکوال کو اس بات پر راضی کرو کہ ہمارے ساتھ ان طریقوں پر فیصلہ کرے کہ اسلام سچا ہے یا عیسائیت پچی ہے مجھے امید نہیں کہ وہ اس بات کو مانیں گے کیونکہ وہ اپنی کمزوریوں کو سمجھتے ہیں زبان سے تسلیم کریں یا نہ کریں۔ تو یہ ایک عظیم احسان مجھے نظر آیا کہ وہ چھپی ہوئی محبت یعنی جس کا بہت سا حصہ چھپا ہوا تھا۔ وہ میرے جانے سے ظاہر ہوا اور عجیب رنگ میں ظاہر ہوا۔ گو پہلے بھی میں نے ایک دو جگہ بتایا ہے کہ سکنڈے نیویا کے باشندے جو ہیں وہ پیلک میں لوگوں کے سامنے اپنے جذبات کے انطباق کو اتنا معیوب سمجھتے ہیں کہ موت کو اس سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ہمارے ایک آنر بری مبلغ ہیں ہمارے امام صاحب کہتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس تھے کہ ان کے والد کی وفات کی خبر آئی۔ تو انہوں نے امام صاحب کو بھی نہیں بتایا۔ چہرہ پر بھی کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے تھے کہ والد فوت ہو گیا ہے۔ لیکن اب ان کا یہ حال تھا کہ دن میں دو تین مرتبے ان کی آنکھیں پُر نم ہو جاتیں۔

ہمارے ناروے کے ایک مبلغ ہیں وہ مجھے ملنے آئے۔ ان سے بات نہ کی جائے۔ ان کے جسم پر رعشہ طاری تھا اور وہ کانپ رہے تھے۔ زبان ان کی چل نہ رہی تھی میں نے انہیں ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کے یہ کوشش کی کہ وہ اپنے نفس پر قابو پالیں۔ وہ اپنی بیوی اور بچی کا نام رکھوانا چاہتے تھے۔ بیوی کا نام میں نے محمودہ رکھا اور بچی کا نام میں نے ”نصرت جہاں“ رکھا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوئے اور میں نے سمجھا کہ اب یہ اپنے قابو میں آگئے ہیں۔ لیکن اس کے بعد پھر ہونٹ ہلنا شروع ہوئے اور صرف اتنا کہا کہ جو دل میں ہے وہ زبان پر نہیں آ سکتا اور بڑی مشکل سے اپنارونا رونا کا۔ پھر وہ کھڑے ہوئے میں نے انہیں گلے لگایا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ یہ ان کی حالت تھی !!!

تو ان کے بعض ایسے روحانی اور اخلاقی اور وقت کے ساتھ تعلق رکھنے والے حسن تھے جو دنیا کو نظر نہیں آئے تھے۔ میرے اس سفر سے ان کی وہ چیزیں ابھر آئیں۔ عجیب قوم پیدا ہو گئی ہے۔ آپ کے لئے قبل رشک ہے۔ یہاں بھی جو قبل رشک ہیں ہمارے لئے ہمارے بزرگ، ان کے پہلو بہ پہلو وہ کھڑے ہوئے ہیں ہر قسم کی قربانی کرتے ہیں، ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

پھر انگلستان میں کئی ہزار ہمارا احمدی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے، بڑی بھاری اکثریت ایسی ہے۔ جو اردو بولنے والی ہے۔ میرا یہ مضمون تو انگریزی میں تھاریسپشن (Reception) پر۔ لیکن جلسہ سالانہ میں میں ان سے اردو میں بات کرنا چاہتا تھا کیونکہ ان میں سے عام طبقہ مزدور پیشہ ہے۔ تو علمی زبان میں ان کے لئے سمجھنا مشکل ہے ان میں عورتیں بھی تھیں۔ بہر حال میرا یہ فیصلہ تھا میں اردو میں بات کروں گا اور ۸ نومبر ۲۵ء کے واقعات سے شروع کروں گا۔ چنانچہ میں بھی جذبائی ہوا ہوا تھا وہ بھی جذبائی ہوئے ہوئے تھے۔ ان کو سارے حالات بتائے گئے۔ ایک نوجوان ایسا تھا جس نے ابھی تک بیعت نہ کی تھی اور پتہ نہیں کیوں؟ واللہ اعلم۔ جب جلسے کے اوپر وہاں اجتماعی بیعت ہوئی تو اس نے بیعت کر لی۔ اگلے دن وہ مجھے ملنے آیا کسی نے کہہ دیا کہ اس نے کل پہلی دفعہ بیعت کی ہے۔ اس نے رونا شروع کر دیا اس کا رونا بند ہی نہ ہوا۔ میں نے اسے گلے سے لگایا کئی منٹ تک اس کو تھکی دیتا رہا۔ تب اس نے تھوڑا سا اپنے نفس پر قابو پایا۔

تو اندر کوئی چیز چھپی ہوئی تھی جس کو کسی شیطانی وہم نے دبایا ہوا تھا میرے جانے سے وہ شیطان بھاگ گیا اور اندر ورنی حسن جو تھا وہ ظاہر ہو گیا۔ اتنا پیار انہوں نے مجھے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھ سے بھی لیا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ میری یہ ڈیوٹی ہے اور آپ لوگوں کا احسان ہے۔ میں اپنے فرض کو پورا کرتا ہوں ایک مجھ پر احسان کرتے چلے جاتے ہیں پہلے بھی میں نے کئی دفعہ بتایا ہے وہ تصویر میں مرتے دم تک نہیں بھول سکتا۔ ایک چھوٹا بچہ تھا جو میرے پہلو میں کھڑا تھا جب ہم آرہے تھے۔ تو دعا ہوئی۔ بہت عاجزی اور تضرع سے ہوئی اس کے بعد میں چند منٹ تک سر نیچا کر کے کھڑا رہا اپنی طبیعت پر قابو پانا چاہتا تھا اس کے بعد سراٹھیا، سلام کیا۔ بعض جو لوگ قریب تھے وہ مجھ سے تھنہ چاہتے تھے۔ انہیں تھنہ بھی دیئے۔ جو میری جیب میں تھا انکا ل کے دیتا چلا گیا۔ کئی منٹ کے بعد اچاک ک میری نظر پڑی تو ایک بچہ معصوم بارہ تیرہ سال کا رورہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹک رہے تھے۔

تو یہ محبت میں نہیں پیدا کر سکتا تھا، نہ آپ پیدا کر سکتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے تصرف سے پیدا ہوتی ہے یہ اس کا بڑا عظیم احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اپنے فضلوں سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ الرسل (جن کو مفترض ہے) نے بڑے دکھ پہنچائے تھے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کے نتیجے میں اتحاد کا ایک ایسا مظاہرہ کرنے کی توفیق دی ہے جو دشمن کو حیرت میں ڈالنے والا اور اس کے حسد کو اور شدید کرنے والا ہے وہ پریشان ہو گئے کہ یہ کیا ہو گیا ہم تو سمجھتے تھے کہ کچھ نہ کچھ فتنہ ضرور پیدا ہو گا۔ لیکن صفر۔ سوائے نفاق کے فتنے کے جو ہمارے ساتھ ہمیشہ لگا رہے گا۔ جس چیز نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اسلام کو نہیں چھوڑا وہ آج ہمیں کیسے چھوڑ دے گی۔ نبی کریم ﷺ سے بڑھ کے تو کوئی شخص قوت قدسی کامالک اور حامل نہیں ہو سکتا۔ آپؐ کے ساتھ بھی منافق لگے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں لیکن اس استثناء کے علاوہ ساری جماعت متحد ہو گئی ہے ایک محجرہ ہے، جو ہماری تاریخ میں لکھا جائے گا اور دنیا قیامت تک اس پر رشک کرے گی، یہی میں نے بتایا تھا۔ ان دونوں ہزار ہاکی تعداد میں خطوط آتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ خطوط گویا ایک کلاس میں ڈیکٹیٹ (Dictate) کرائے گئے ہیں۔ تین جذبات ہر خط میں پائے جاتے تھے۔ انتہائی صدمہ نمبر ایک۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی وفات پر گویا ایک قیامت آگئی۔ انتہائی فکر نمبر دو کہ معلوم نہیں جماعت کیا کرے گی کوئی غلطی نہ کر بیٹھے۔ انتہائی شکر کے جذبات اللہ تعالیٰ کے لئے نمبر تین کہ جماعت ایک ہاتھ پر پھر متحد ہو گئی۔ یہ تین جذبات ہر ایک خط میں پائے جاتے تھے۔ خواہ وہ فنجی سے لکھا ہوا ہو جنوبی امریکہ سے آنے والا ہو۔ کسی کی زبان انگریزی، کسی کی اندونیشیان، کسی کی جرمن اور کسی کی سویسی (Swiss) اور کسی کی سوچیلی بیسیوں زبانوں میں وہ خط تھے اور تین باتیں ہر خط میں پائی جاتی تھیں جس سے یہ نتیجہ لکلاک ہے جو ساری دنیا کا استاد ہے۔ اس نے سب کو ڈیکٹیٹ (Dictate) کرایا تھا۔ اللہ!

تو یہ محجرہ بھی ہم نے دیکھا اور وہاں بھی نئے سرے سے ان نئے نئے لوگوں میں گئے اور ان جماعتوں سے میرے پاس خط آتے ہیں پیار کے، شکریے کے، کہ آپ نے بڑا احسان کیا کہ یہاں آگئے ہیں۔ جماعت کے اندر ایک بیداری اور ایک روح پیدا ہو گئی ہے۔ جو ذاتی رخششوں کی بناء پر پیچھے ہے ہوئے تھے یعنی یوں مخلاص تھے سارا سب کچھ تھا۔ پیچھے ہے ہوئے تھے۔ بعض کے دلوں میں یہ تھا (اور ایک دو آدمی ہی ایسے تھے جو سمجھتے تھے) کہ میں ان سے ناراض ہوں اور ان کو یہ پتہ نہیں تھا یہ علم نہیں تھا کہ

میرے دل کی تختی تو ۸ نومبر کو اللہ تعالیٰ نے صاف کر دی تھی۔ اب ان کو پتہ چلا تو وہ ان کے لئے حیرت کا باعث بھی تھا اور خوشی کا باعث بھی۔ جو کبھی مسجد میں نہیں آتے تھے امام رفیق سے لڑے ہوئے تھے میرے ساتھ گلہ و شکوہ، رات کے دو دو بجے تک مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ ایک شخص نے خوب لکھا ہے اپنے متعلق (میں اس کا نام بیان کرنا نہیں چاہتا) کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ وہ چھ مہینے سے خود گیا نہیں تھا۔ ان کے ساتھ بھی تھا ان کو پتہ بھی تھا رات کو ان کے ساتھ بیٹھتا بھی تھا پھر ان کو ساتھ لے کے آتا تھا۔

تو تربیت کے میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے انتہائی احسان کیا ہے اب اس احسان عظیم (اگر مفرد کا لفظ ہی بولا جائے) یا کئی ایک جن میں سے بعض سلسلوں کا نام میں نے لیا ہے اور چند مثالیں دی ہیں بے شمار قسم کے بے شمار گنتی میں احسان اللہ تعالیٰ نے ہم پر کئے ہیں اور کیا کرتا ہے۔ ان دونوں میں تو بہت زیادہ کئے ہیں۔ ہم پر اس کے نتیجہ میں بہت سے فرائض عائد ہوتے ہیں۔

پہلا فرض تو یہ ہے۔ کہ ہم اپنے اللہ کے حقیقی معنی میں شکر گزار بندے بنیں۔

دوسرा فرض یہ ہے کہ ہم اپنے اللہ پر سچے دل سے توکل رکھنے والے ہوں اور سوائے خدا کے کسی اور کی طرف ہماری نگاہ نہ اٹھے۔ چند مثالیں میں نے دی ہیں سوائے اللہ کے وہاں کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی تو جس نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ میں بھی تمہارے لئے کافی ہوں کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ اب سارا کچھ دیکھنے کے بعد ہم کس طرف جائیں گے۔ ہماری بڑی بد قسمتی ہو گی اگر ہم اللہ کو چھوڑ کے یا اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کر کے اس پر یا ان پر توکل شروع کر دیں تو سوائے خدا کے کسی اور کے لئے حمد کے جذبات ہمارے دلوں میں نہیں ہیں اور نہ ہونے چاہیں اور سوائے خدا کے کسی ہستی پر، کسی وجود پر توکل نہیں کر سکتے نہ کسی شے پر ہم توکل کرتے ہیں دنیا جانی ہے (اور ہم سے بھی یہ حقیقت چھپی ہوئی نہیں) کہ ہم ایک کمزور جماعت ہیں ہم ایک غریب جماعت ہیں ہم ایک کم علم جماعت ہیں ہم ایک ایسی جماعت ہیں جس کے پاس کوئی سیاسی اقتدار نہیں نہ اس میں دلچسپی رکھتے ہیں ہم وہ جماعت ہیں جس کے پاس بادشاہی نہیں اور نہ یہ جماعت بادشاہوں کو حاصل کر کے کوئی خوشی حاصل کر سکتی ہے کیونکہ وہ ہمیں مل گیا ہے اسی کے قابل سے اور جب وہ (اللہ) مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فارسی کے شعر میں فرمایا

ہے۔ کہ جو تجھ سے پیار کرے اور جسے تو پیار کرے اسے تو دو جہاں دیدیتا ہے لیکن جو تیرا ہو جائے۔ وہ ان دونوں جہانوں کو کیا کرے اس کے نزدیک یہ بے معنی چیز ہیں۔ تو اصل چیز یہ ہے کہ رضاۓ الہی فضل الہی کے نتیجہ میں ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ ہمیں ہر چیز قربان کر کے اس رضاۓ الہی کو ہاتھ سے کھونہ دینا چاہئے۔ اس نے جو قربانی بھی ہم سے مانگی جائے بثاشت سے ہمیں دینی چاہئے کیونکہ جو ہمیں ملا ہے یہ دنیا اس کی قیمت لگاہی نہیں سکتی اندازہ بھی نہیں کر سکتی اور جو ہم سے مانگا جا رہا ہے وہ چند لکھ ہیں پھر ہم پر تیسا ریہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اس اتحاد کو جماعت کے اندر قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مجذہ سے یہ اتحاد ہم میں پیدا کیا ہے اور قائم رکھا ہے۔ وہ ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم منافق کے نفاق کو کامیاب نہ ہونے دیں منافق جو ہے وہ ادھر کی ادھرات نکالتا ہے وہ جھوٹی باتیں کرتا ہے اور منافق کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے اور جس راہ سے بھی فتنہ پیدا کر سکے وہ کرتا ہے ایک ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمع کیا ہے جہاں تک اس دل کا تعلق ہے۔ جس کے ساتھ اس ہاتھ کا تعلق ہے۔ دل سمجھتا ہے کہ مجھ میں کوئی طاقت، کوئی علم، کوئی بزرگی، کوئی خوبی، کوئی حسن نہیں لیکن اس کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ جس چیز کی بھی تمہیں ضرورت ہوگی وہ میں مہیا کروں گا۔ کسی کے لینے دینے کی ضرورت نہیں خواہ وہ بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو اور کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں خواہ وہ ساری دنیا کے انسان ہی کیوں نہ ہوں اور کسی ہستی کے سامنے جھکنے کی ضرورت نہیں خواہ وہ عظیم ترین رفتاؤں کی مالک ہی کیوں نہ ہو۔ جب تم میرے ہو گئے تو پھر تمہیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

لیکن منافق آتا ہے اور اس اتحاد (مرکزی نقطہ) پر ضرب لگا کے اسے کمزور کرنا چاہتا ہے وہ ہمیشہ ناکام ہوتا ہے پھر بھی ہمیشہ چوس کر رہنے کی ضرورت ہے یہ ہماری ذمہ داری ہے ہم نے اس اتحاد کو جماعت میں قائم رکھنا ہے ہر قربانی دے کر اور منافق تو اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمتوں کے ساتھ ہمارے ساتھ لگایا ہوا ہے۔ اس کو ہم نے کامیاب نہیں ہونے دینا۔ منافق کی مثال وہ پن ہے جس کی ایک نوک ہے اس کی ایک نوک آپ کو چھپ سکتی ہے، وہ پن آپ کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص اپنے اس پچ کے بستر پر جس نے رات کو امتحان کی تیاری کے لئے پڑھنا ہوا ایک پن اس طرح لگادے کہ چھپن ہو مگر زخم بھی نہ پڑے کہ اگر یہ کرسی چھوڑ کے لیئے تو پن اس کو چھپ جائے سونے نہ دے تو اس باپ کو ظالم نہیں کہیں گے بڑا پیار کرنے والا کہیں گے۔ کیونکہ اس نے ہلکی سی تکلیف سے جا گئے رہنے کے سامان بھی پیدا کر

دیے اور جو تکلیف واقع میں پہنچ سکتی تھی اس سے محفوظ بھی کر لیا۔ کیونکہ ”پن پرک“ سے زیادہ اور کوئی سامان نہیں کیا گیا۔ یہ پن کی وہ نوک ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلو میں رکھی ہوئی ہے چھتی تو ہے لیکن ہمارے جسم پر زخم نہیں پیدا کرتی نہ کر سکتی ہے جب تک ہم زندہ ہیں۔ جب مر جائیں اور ساری ٹھنڈیاں خشک ہو جائیں۔ تو ایک خشک دوسرے خشک میں فرق نہیں رہتا نہ اس درخت کو کوئی پرواح ہوتی ہے سارے جو مر گئے۔

ابھی تو ہم نے بڑا عرصہ زندہ رہنا ہے اور ہم نے ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنا ہے اور ساری دنیا کو محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے فتح کرنا ہے اور ہر دل میں توحید خالص کو قائم کرنا ہے۔ ابھی ہم نے بڑے کام کرنے ہیں۔ بڑی ذمہ داریاں ہیں، بڑی قربانیاں اللہ تعالیٰ ہم سے لے گا۔ تو اس وقت تک کہ ہم خدا کی نگاہ میں زندہ رہیں یہ پن کی نوک جو ہے۔ ہمارے جسموں کے ساتھ لگی رہے گی اگر کوئی فرد (جماعت کو نقصان تو نہیں پہنچا سکتا) یقین سے پن کا زائد حصہ بھی باہر نکال لے اور پھر اپنے جسم کے اندر خود ہی چھو لے۔ تو یہ اس کی بڑی حماقت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس قسم کی حماقت سے محفوظ رکھے۔

تو ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم چوکس اور بیدار رہیں اور اس اتحاد کو کمزور نہ ہونے دیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے ہم میں پیدا کیا ہے یہ اتحاد اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہے ایک چھوٹی سی جماعت! کس شمار میں ہیں آپ اس دنیا میں !!! اندازہ کر لیں!! میرا بھی اندازہ ہے Just Three Million بس تیس لاکھ سے کچھ زاید ساری دنیا میں اور دنیا کی آبادی کے لحاظ سے تیس لاکھ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں دنیا آپ کی کیا پرواح کر سکتی ہے؟؟؟ ایک ایک ملک تیس لاکھ سے زیادہ آدمی اپنی مصلحتوں کی بناء پر اور بعض دنیوی مقاصد کے حصول کے لئے قربان کر دیتے ہیں، اگر دنیا مل کے آپ کو قربان کر دینا چاہے تو آپ کے وجود کی قربانی کا احساس بھی ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہی انسان دنیا میں چلتے پھرتے نظر آئیں گے لیکن خدا نے کہا کہ میں تمہارا خیال رکھتا ہوں اور میں نے تمہیں اپنے لئے چنا ہے تم میرے بنے رہو پھر دیکھو کہ دنیا کس طرح میری قدر توں کے نظارے کس رنگ میں اور کس طور پر اور کس طریق سے دیکھتی ہے۔

اتنا بڑا فضل اس جماعت پر ہوا اور پھر وہ مستیاں دکھائے؟؟؟

میں یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ سستیاں دکھاتے ہیں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا اور اصل میرے مخاطب وہی ہیں کہ جو نسبتاً کمزور ہیں۔ اب نسبتاً کمزور کا برداشت کرنا بھی کم از کم میرے لئے مشکل ہے، جو کچھ مجھے نظر آ رہا ہے، دنیا جس جہت کی طرف حرکت کر رہی ہے، جن مصیبتوں میں انسان گرفتار ہونے والا ہے، جس دوا کی اسے ضرورت پڑنے والی ہے، اس دوا کو مہیا کرنے والے سوائے آپ کے اور کوئی نہیں۔ ساری دنیا کا آپ کو خدا تعالیٰ نے استاد اور امیر بنایا ہے جو فیصلہ ہو چکا ہے اور آپ استاد اور امیر بننے کے لئے تیاری نہ کریں اس بات سے تکلیف ہوتی ہے ہمارا تو ہر بچہ، ہماری توہن عورت، ہماری ہر لڑکی، ہمارا ہر مرد، ہمارا ہر نوجوان، ہمارا ہر بوڑھا تیار رہنا چاہئے پتہ نہیں کون زندہ ہو گا جب آواز آئے گی کہ ہر شخص جماعت احمدیہ کا میدان میں آئے اور دنیا کو استادوں کی ضرورت ہے وہ دنیا کے استاد نہیں اس کے لئے آپ کو تیاری کرنی پڑے گی ورنہ قرآن کریم کی زبان میں آپ منافق کھلائیں گے۔ قرآن کریم کہتا ہے۔ ”لَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عَدُوًا لَهُ عُدَّةٌ“ (التوبہ: ۳۶) کہا گر انہوں نے میدان عمل میں عملی طور پر جہاد کرنا ہوتا تو وہ اس کے لئے ضرور تیاری کرتے۔

آپ نے جہاد کرنا ہے علمی میدان میں!

آپ نے جہاد کرنا ہے مذہب کے میدان میں!

آپ نے جہاد کرنا ہے۔ آسمانی تاسیلات کے میدان میں!

آپ کو علم سیکھنا پڑے گا۔ آپ کو دعاوں کی مضبوط بنیاد پر اپنی زندگیوں کو کھڑا کرنا پڑے گا تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی نیستی کو دیکھ کر، آپ کے دلوں میں اپنی محبت کو دیکھ کر، آپ کے لئے اپنی مجرزانہ قدرت کو ظاہر کرے کہ اس کے بغیر نہ آپ دنیا کے رہبر بن سکتے ہیں نہ اس کے معلم بن سکتے ہیں۔

تو اور بھی ذمہ داریاں ہیں لیکن دریکافی ہو گئی ہے میں بس کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو یہ توفیق عطا کرے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو سمجھ لے جو اس پر پڑنے والی ہیں خواہ وہ براہ راست اپنے رب سے علم حاصل کریں اور میرے معاون بنیں یا جب میں ان کو کسی منصوبہ کی طرف کسی امر کی طرف دعوت دوں خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق تو وہ سونی صدی میرے ساتھ تعاون کرنے والے ہوں تاکہ ہمارا وہ مقصد ہماری زندگیوں میں حاصل ہو جائے، کہ ہم اپنی ان آنکھوں سے اسلام کو تمام عالم میں غالب دیکھ لیں۔ ہمارے دل میں محسوس کر لیں کہ جس طرح ہمارے دل کی دھڑکنِ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اسی طرح ہر دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کو قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ جب تک مجھے زندگی دے، تو توفیق بھی عطا کرے کہ جس قسم کی رہبری کی اور قیادت کی آپ کو ضرورت ہے میں آپ کے لئے اس کے فضل سے اس کے سکھانے پر اس کی منشاء کے مطابق وہ قیادت میں آپ کو دیتا چلا جاؤں۔ (آمین)



اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو نبوت یا خلافت کے مقام پر فائز کرتا

ہے وہ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۷ء بمقام مری)

(غیر مطبوعہ)



- ☆ اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے لئے دعاوں کا ہتھیار ہمیں دیا ہے۔
- ☆ اپنی اپنی استعداد کے مطابق مجاہدہ اور تدبیر کو انتہا تک پہنچانا لازمی ہے۔
- ☆ اپنے وقت، موقع اور شرائط کے مطابق جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔
- ☆ کسی وقت بھی یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طاقت سے پرے ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے مادی طاقتیں ہم سے لے لیں اور اپنا پیارا اور دعا ہمارے ہاتھ میں پکڑا دی۔

تشہد، تعوداً و سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

سفر یورپ میں اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو دیکھ کر ہم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور یہ دیکھتے ہوئے کہ وہاں غلبہ اسلام کے لئے امکانات واضح ہیں ہماری ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کا یہ اہم کام ہمارے سپرد کیا ہے لیکن ہم ہر لحاظ سے کمزور ہیں جہاں تک مادی طاقت کا سوال ہے ہمیں مادی طاقت نہیں دی گئی سیاسی اقتدار بھی ہمارے پاس نہیں نہ ہمیں ضروری سامانوں کی فراوانی حاصل ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اہم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک ہتھیار ہمارے ہاتھ میں دیا ہے اور وہ ہتھیار دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جن سے وہ پیار کرتا ہے اور جنہیں وہ اپنا قرب بخشتا ہے اور ان کمزوروں کو بھی جن پر اللہ تعالیٰ محبت کی نگاہ رکھے قبولیت دعا کا نشان دیتا ہے بعض دفعہ ایک انسان دعا کرتا ہے اور دوسروں سے بھی دعا کرتا ہے مگر وہ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے اور آخروہ خدا کے ایک بندے کے پاس پہنچتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے اور پھر وہ اس کے لئے دعا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ اسے قبول فرمائیتا ہے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نبوت یا خلافت کے مقام پر فائز کرتا ہے وہ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا اور اپنے وعدے کے مطابق جو وہ سامان اس کی کامیابی اور تمکنت دین کے لئے دیتا ہے ان میں سے ایک قبولیت دعا کا بھی ہوتا ہے۔

افریقہ سے مقامی احمدیوں کے قریباً روزانہ ہی خطوط آتے ہیں جو اپنے مقاصد کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں بڑی بڑی ضروریات کے لئے بھی اور معمولی معمولی تکالیف کے سلسلہ میں بھی

افریقہ میں یہ جو لکھنے والے ہیں میں ان کو توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ تم خود بھی دعا کرو اور خود اپنی ضروریات کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرو، ساتھ ہی میں بھی تمہارے لئے دعا کروں گا۔

قبویت دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اپنی محبت، محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت، اسلام کی محبت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت، احمدیت کی محبت اور خلافت کی محبت پیدا کرتا ہے حال میں ایک افریقی نوجوان کا خط مجھے ملا ہے کہ قریباً چار ماہ ہوئے میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ میرے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائیں، اب آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے اور میرے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے زندگی دے اور عمر والا ہو۔

لیکن باوجود داس کے بعض بندوں کی دعا میں عام طور پر (اگر وہ سنی جانے کے قابل ہوتی) قبول ہو جاتی ہیں۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مقرب بندہ، بندوں کو خدا سے دور نہیں لے جاتا، وہ تو خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ان پر کھولتا ہے اور ہر دم اس کوشش میں رہتا ہے کہ اس کا ہر بھائی خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق محبت کو قائم کر لے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا میں بھی سنے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ روک بن کے کھڑا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ سے لوگوں کو بے نیاز نہیں کرتا، وہ ایک بت نہیں بن جاتا، جو یہ کہے کہ خدا تک جانے کی ضرورت نہیں میرے پاس آؤ میں تمہارے لے دعا کروں گا وہ قبول ہو جائے گی اس کے بالکل برعکس وہ ان کے ذہن میں یہ بات پورے زور کے ساتھ ڈالتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے وہ اس سے بولتا ہے اور اس کی دعاوں کو قبول کرتا ہے لیکن بندہ خود اس سے دور ہو جاتا ہے اور اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس کی طرف نہیں بھلتتا۔

تو خدا تعالیٰ کے بندے لوگوں کو کہتے ہیں کہ تم خدا کو پہچانو اس کی معرفت کو حاصل کرو، اس کی صفات کو اپنے اندر منعکس کرو اور اس کا قرب حاصل کر کے اس سے محبت کا تعلق قائم کرو وہ انہیں خدا سے پھیر کر اپنی طرف متوجہ نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ خود ہر ایک بندہ کی دعا کو سن سکتا ہے اور اس کی دعا کو قبول کر سکتا ہے۔

دنیا نہیں جانتی اور احمدی بھی جو اس مسئلہ کو سمجھتے ہیں وقتو طور پر بھول جاتے ہیں ابھی چند روز کی بات ہے راولپنڈی میں ایک احمدی دوست نے ایک ایسے نوجوان سے ملاقات کروائی جو ابھی احمدیت میں

شامل نہیں انہوں نے جب مجھے دعا کے لئے کہا تو میں نے انہیں یہی مسئلہ سمجھا نے کی کوشش کی کہ تم خود دعا نہیں کرو اپنے رب سے مانگو، میں بھی دعا کروں گا، اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف کو دور کرے اس وقت بعض دوست بیچ میں بول پڑے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ مسئلہ پھر وہ ٹھیک طرح سمجھنہیں سکے اس شخص کو جو علم ہی نہیں رکھتا کہ ہمارا رب کتنی قدر توں والا، ہمارا رب کتنا پیار کرنے والا اور کتنی دعا میں سننے والا ہے۔ پہلے یہ سمجھا نے کی ضرورت تھی اور ویسے تو ساری دنیا میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جن کو یہ سمجھا نے کی ضرورت ہے کہ تم اپنے رب کو پہچانو اور یہ نہ سمجھ لو کہ ہمیں خدا کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہمیں خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں ایک بت کی، آدمی کی ضرورت ہے جو ہمارے اور خدا کے درمیان واسطہ بن جائے، ہمارے لئے وہ مانگے اور اللہ تعالیٰ سنے، اگر اس راہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کس طرح پیدا ہو گا۔

تو اللہ تعالیٰ کے جوبندے ہوتے ہیں اور جو عاجز انہ را ہوں کو اختیار کرتے ہیں اور عاجزانہ را ہوں کا سبق دیتے ہیں وہ بہت نہیں بنا کرتے، وہ دوسروں کو خدا کا چہرہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو دعا کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خود دعا کرنے کی ضرورت نہیں، خود ملک بننے کی ضرورت نہیں، خود قرآن کریم کے نور سے منور ہونے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ وقت کو جا کے کہا اور دعا قبول کروالو، ایسے شخص کے لئے خلیفہ وقت کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی رد کر دی جائے گی۔ کیونکہ یہ راہ تو خدا سے دور لے جانے کی راہ ہے خدا کے قرب کی راہ نہیں۔

لیکن خلیفہ وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مقابل یہ مقام ضرور دیا ہے کہ اگر کسی اور کسی دعا رو ہو جائے اور خدا فضل کرنا چاہے اور پیار کا مظاہرہ کرنا چاہے تو خلیفہ وقت کی دعا قبول ہو جائے گی باوجود اس کے کہ دوسروں کی وہی دعا رو ہو چکی ہے اور اگر خلیفہ وقت کی دعا اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کی بناء پر رد کر دے اور اپنی منوانا چاہے تو پھر دنیا میں کوئی ایسا شخص آپ کو نہیں ملے گا کہ جو اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی بات منوالے۔ لیکن اصولاً دعا کا فلسفہ یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر وہ حیثیت بھی نہیں رکھتا جتنی ہماں یہ کے مقابلہ پر ایک چیزوںی۔ اللہ تعالیٰ بہت دفعہ اپنی منوانا چاہتا ہے اور منواتا ہے۔ کوئی ہے دنیا میں جس کا زور اس پر ہوا اور کہے کہ میں نے زبردستی منوانا ہے سوائے کسی پاگل کے، کوئی ایسا دعویٰ نہیں کر

سکتا، کوئی مجنون شاید اپنے جنون میں یہ دعویٰ کر دے۔ ذرا سی سمجھو والا انسان جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو نہیں کہ سکتا کہ دنیا میں کوئی وجود ایسا ہے جو اپنے زور سے اللہ تعالیٰ سے بھی بات منوالے۔ کئی مذہبی پاگل ہوتے ہیں، کئی دینیوں پاگل ہوتے ہیں ایسے پاگل دنیا میں پائے جاتے ہیں لیکن جنون حقیقت میں قابل عمل تو نہیں ٹھہر سکتا حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بردستی نہیں لی جاسکتی جب وہ دیتا ہے تو یہ اس کا احسان ہوتا ہے جب وہ سنتا ہے تو یہ اس کا احسان ہے۔ جب وہ مانتا ہے اور دوستانہ تعلق کا اظہار کرتا ہے تو یہ اس کا احسان ہوتا ہے بندے میں کوئی خوبی نہیں ہوتی اور کبھی اپنی منواتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔

ہماری اسلامی تاریخ میں کئی ایسے بزرگ جنہوں نے اپنی زندگیاں اپنے رب کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں گزرے ہیں کہ سالہا سال تک انہوں نے بعض دعا کیں کیں اور ان کو جواب ملتا رہا کہ تمہاری نہیں سنی جائے گی لیکن وہ اپنے مقام کو پہچانتے تھے انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ جب ہماری سنی نہیں جاتی تو ہم جا کے دنیا کما کیں۔ انہوں نے کہا کہ سنی جاتی ہے یا نہیں سنی جاتی ہمارا مقام یہی ہے کہ ہم اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں اور اس کی حمد کے ترانے گاتے رہیں اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا (جیسا کہ ایک مشہور قصہ ہے اس کی تفصیل میں میں نہیں جاتا) کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جتنی دعا کیں تم نے آج تک کی ہیں سب قبول کی جاتی ہیں۔ جب رد کرنے پر آیا تو سالہا سال تک رد کرتا چلا گیا اور جب مانے پر آیا تو ایک منٹ میں سب مان لیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احسان، اس کے فضل اور اس کے پیار کا سلوک ہے ورنہ بندے کی اس میں کوئی خوبی نہ بندے کو اس پر کوئی فخر زیبا ہے تو وہ بھی اپنے قادر ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور دعا کو رد کر دیتا ہے، کبھی وہ اپنے علام الغیوب ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور وہ بندے کو کہتا ہے کہ جو تم مانگ رہے ہو وہ تمہارے حق میں مفید نہیں، اس لئے میں تمہاری نہیں مانتا اور دل میں سکون پیدا ہو جاتا ہے اور بندے سمجھتا ہے کہ میرے رب نے مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے کہ اس نے میری بات نہیں مانی کیونکہ اگر وہ میری بات مان لیتا تو مجھے نقصان پہنچ جاتا۔

آپ میں سے جو قبولیت دعا کا تجربہ رکھنے والے ہوں وہ میرے ساتھ اس بات کی گواہی دیں گے کہ بعض دفعہ ایک آدمی دعا کرتا ہے اور وہ قبول ہو جاتی ہے اور بعد میں انسان پچھتا تا ہے کہ یہ دعا کیوں کی عام دعا کرنی چاہئے تھی، خود کوئی مخصوص چیز نہیں مانگنی چاہئے تھی۔ کیونکہ تھوڑا لو، اگر عام دعا کی جاتی تو

زیادہ مل جاتا تو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دعا رد کر دیتا ہے اپنے پیار کے اظہار کے لئے، بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کر لیتا ہے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ تمہیں تو غیب کا علم ہی نہیں ہے غلط باقیں تم مجھ سے مانگ لیتے ہو اور اگر میں مان لوں تو تھوڑا سا فائدہ تمہیں پہنچتا ہے اگر تم مجھ پر چھوڑتے تو پھر تمہیں اس سے زیادہ فائدہ پہنچتا۔ اپنے بندوں سے اللہ تعالیٰ مختلف رنگ میں پیار کا سلوک کرتا ہے اور انہیں سبق دیتا ہے اپنے حسن کے جلوے بھی ان پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے احسان کے جلوے بھی ان پر ظاہر کرتا ہے۔

تو بنیادی چیز دعا کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے بندہ زبردستی کوئی چیز اس سے لے نہیں سکتا، بہت دفعہ وہ اپنی منوانا چاہتا ہے اور منواتا ہے کیونکہ وہ قادر ہے بہت دفعہ وہ احسان کرتے ہوئے اپنے بندے کی مانتا اور اپنے پیار کا اس سے سلوک کرتا ہے کوئی شخص خود کو اس کے مقریں میں سے بتانا کے اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا اس کے بندے ”کارے یک باشد“ کا سلوک بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

(اپنی زندگیوں میں) اور اس کے بندے دعاؤں کے رد ہو جانے کے بعد بھی اپنے دلوں کو اس کی محبت سے لبریز اور سکون سپر پاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو بھی اس نے ہم سے سلوک کیا ہے پیارا سلوک کیا ہے۔ ہم سے غصے کا، یا نفرت کا، یا حقارت کا یا قہر کا سلوک نہیں کیا کیونکہ ان کی زندگیوں میں یہی نظر آتا ہے۔ ساری عمر میں ان کا مشاہدہ یہی ہوتا ہے۔ کچھ اور ہیں جو یا تو اپنے رب کو پہچانتے نہیں یا اگر پہچانتے ہیں تو اس کی محبت کے جلووں سے بالکل غافل ہیں اور اپنی زندگیوں میں انہوں نے اس محبت کے جلوے کا کبھی مشاہدہ نہیں کیا۔ ان کو اپنے رب کی طرف، اپنے پیدا کرنے والے کی طرف، اپنے محسن کی طرف، اس کی طرف جس سے انسان سب کچھ پاتا اور جس کو چھوڑ کے ہر چیز ضائع کر دیتا ہے لانا ضروری ہے اور اس کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کا فضل حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں مجاهدہ کرنا پڑے گا۔ خود مجادہ نہ کرو، خود قربانیاں نہ دخود ایثار کے نمونے نہ دکھاؤ خود احکام الہی کے کار بندہ بنو اور یہ سمجھ بیٹھو کہ کوئی پیر یا مرشد اور شخص جو ہے فقیر یا مجدوب تمہارے لئے خدا کے پاس جائے گا اور تمہارے لئے اس کی دعا قبول ہو جائے گی، یہ غیر معقول بات ہے اور غیر اسلامی، نہ عقل اسے تسلیم کرتی ہے نہ اسلام نے اس کی تعلیم دی ہے۔ نبی کی دعا اسی کے لئے قبول ہوتی ہے کہ جو خود اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے والا ہو اور نبی کے ساتھ بکجائی ہو جائے، اس کا اپنا فکر اور تدبیر کوئی نہ رہے محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت مثلاً صحابہ نے یہ رنگ اختیار کیا وہ چلتے پھرتے، حسب استعداد ایک نمونہ تھے

آنحضرت ﷺ کا۔ بالکل وہی رنگ، اسی نجح پر سوچنا، اسی راستے پر خدا کی راہ میں قدم مارنا، کوئی فرق نہیں تھا۔ کیونکہ انہوں نے ”فنا فی الرسول“، کامقانم حاصل کر لیا تھا۔ تب خدا تعالیٰ طفیلی طور پر ان کی دعا میں قبول کر لیتا تھا اور بعض دفعہ اللہ تعالیٰ یہ بتانے کے لئے کہ تمہاری دعا میں جب قبول ہوتی ہیں تو طفیلی طور پر قبول ہوتی ہیں ان کی دعا میں تور کر دیتا تھا، لیکن وہی دعا جب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے مانگتے تھے تو وہ قبول کر لیتا تھا تاکہ ان لوگوں کو پتہ لگے کہ اس پاک اور مقدس وجود کے مقابلہ پر کھڑا نہیں ہونا، کیونکہ تمہیں روحانیت میں جو کچھ ملا ہے وہ طفیلی طور پر ملا ہے۔ ایک حد تک چھوٹے پیمانے پر خلافاء وقت کا بھی یہی حال ہوتا ہے کیونکہ جو کچھ انہوں نے لیا ہوتا ہے وہ اپنے رسول متبوع سے لیا ہوتا ہے جس کے وہ نائب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی طفیلی طور پر ان پر اپنا فضل کر رہا ہوتا ہے۔ ہمیں امت مسلمہ میں جو کچھ ملتا ہے حقیقت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے طفیل ملتا ہے۔ کوئی شخص آپ ﷺ سے آزاد ہو کر کوئی روحانی رتبہ یا مقام حاصل کرے یہ ناممکن ہے۔ ہماری پہلی تاریخ میں ایسا نہ کبھی ہوا نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی کسی برکت کی امید رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے آپ کو طفیلی بنائے۔ کُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَارَكَ مَنْ عَلِمَ وَتَعْلَمَ۔ (براہین احمد یہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزانہ جلد اصغر ۲۶۵ حاشیہ نمبر ۱) کہ برکت کا منبع انسان کے لئے اس دنیا میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے آپؐ کو چھوڑ کے کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا خواہ کوئی ایک عام مسلمان ہو خواہ کوئی ولی اللہ ہو خواہ وہ مجدد ہو خواہ کوئی ظلی نبی ہو خواہ کوئی اس نبی کا خلیفہ ہو، خلیفہ وقت کو بھی جو کچھ ملتا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل میں، آپؐ کے ظل کی حیثیت سے آپؐ کے سلسلہ کے ایک نائب کی حیثیت سے ملتا ہے، آزادانہ طور پر کچھ بھی نہیں ملتا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کو خدا کی طرف بلایا تھا اور کوئی ایسی بات نہ کی تھی، نہ دعا کے میدان میں نہ کسی اور میدان میں جو دنیا کو خدا سے دور لے جانے والی ہو تو جن کو محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل اور آپؐ کے ظل کی حیثیت سے مل رہا ہے وہ اس طرح اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں یا اس مقام کو اپنا سکتے ہیں کہ وہ بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو جائیں۔

تو یہ نکتہ میں دراصل اس نوجوان کو سمجھانا چاہتا تھا جو ابھی احمدیت میں داخل نہیں ہوا کہ یہ نہ سمجھو کر میں بڑا آدمی یا انسان ہوں یا کوئی اور بندہ دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم تو خدا سے دور بھاگو اور تمہارے

لئے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی جھولیاں بھر کے لائے اور تمہاری گود میں ڈال دے، پھر لوگوں کو خدا کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی، پھر تو وہ دنیا کی عیش میں یادِ دنیا کے دھندوں میں بتلا رہیں گے اور مطمئن بھی ہوں گے کہ جب ضرورت پڑی فلاں واسطہ ہے ہم اپنا مطلب اس کے ذریعہ حاصل کر لیں گے۔

یہ واسطے اسلام نے ہمیں نہیں بتائے نہ اسلام انہیں صحیح اور درست سمجھتا ہے ہر ایک کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق مجاہدہ اور تدبیر کو اپنی انتہا تک پہنچانا لازمی ہے اور بہت دفعہ جب ایک انسان اپنی استطاعت کے مطابق اپنے مجاہدہ کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے تب بھی وہ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے تب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ذریعہ احسان کرتے ہوئے، دعا کو قبول کرتا اور کامیابی کا راستہ اسے دکھادیتا ہے تاہم بندہ اپنے رب کو پہچانے۔ یہ خیال کرنا کہ تدبیر اور مجاہدہ اور قربانیاں اور ایثارِ توبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دکھایا نہ جائے، لیکن کسی کے ذریعے سے جو چاہا حاصل کر لیا یہ بھی درست نہیں ہے۔

ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے ناچیز بندے کو (جیسا میں ہوں) جب ایک مقام پر فائز کرتا ہے تو اسے سمجھ بھی دیتا ہے کہ بات کرنے والے کی سمجھ کے مطابق اور عقل کے مطابق اس کو مسئلہ سمجھائے ایسے موقع پر کسی اور کائنات میں بول پڑنا اس بیچارے کے لئے مشکلات پیدا کر سکتا ہے اور اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے ایسے موقع پر آرام سے بات سننی چاہئے اور بیچ میں بولنا نہیں چاہئے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دعا کا مسئلہ میرے لئے کوئی چھپا ہوا تو نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بیان کیا، قرآن کریم نے بڑا کھول کر اس کو بیان کیا۔ مثلاً ایک دوست نے بیچ میں کہہ دیا وَمَا دُعُوا الْكُفَّارُ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (المؤمنون: ۱۵) اور بالکل بے موقع اس آیت کو پڑھ دیا۔ ان کو میں نے کہا کہ اس آیت کے ایک معنی یہ ہیں کہ فرنگی دعا جو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کے خلاف کی گئی ہے وہ رد کردی جاتی ہے اور رائیگاں جاتی ہے اور اس کے ایک اور معنی بھی ہیں کہ جس وقت کافر کو سزا دی جا رہی ہوگی اس وقت اس سزا سے نجات حاصل کرنے کے لئے جو دعا وہ کرتا ہے وہ رائیگاں جاتی ہے، کیونکہ توبہ کا جو وقت تھا وہ اس نے کھو دیا اور توہہ کا وقت کھوچنے کے بعد جزا کے میدان میں جو کچھ اس نے کیا تھا، وہ ساری چیز اس کے سامنے آگئی۔ اس وقت ایمان بالغیب کا تو کوئی پہلو رہتا نہیں اور ایسے موقع پر توبہ قبول نہیں ہوا کرتی (اسے قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔) اس وقت وہ چاہے کتنی دعا نہیں کرے رد کردی جائیں گی کیونکہ یہ بے

وقت دعائیں ہیں اس نے یہ ہنر سمجھا ہوتا کہ اپنے وقت اور موقع پر اس کے مطابق شرائط کو پورا کرتے ہوئے جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے ایسے کافر کا حال تو یہی ہے نا!! جیسے ایک لڑکا جس نے ایف۔ اے کامتحان دیا تھا اور وہ فیل ہو گیا جب نتیجہ لکل آیا تو پھر اس نے دعا کرنی شروع کی کہ اے اللہ! مجھے اس امتحان میں پاس کر دے جس میں فیل ہو چکا ہوں، تو ایسی دعا کیسے قبول ہو گی؟؟؟ بے وقت کی دعا ہے یعنی وہ تو اس کی سزا کا وقت شروع ہو گیا ہے نا!! شرمندگی کی سزا، ایک سال اور رضائی کرنے کی سزا، اگر اس نے پڑھنا ہے۔ تو ساتھ اس کے ماں باپ کو سزا کہ اس پر خرچ کرو تو ایسے موقع پر دعا نہیں قبول ہوا کرتی نہ ہو سکتی ہے۔ نہ اس دنیا میں ہماری عقل کہتی ہے مصلحہ خیز بات ہے ایسی دعا قبول نہ ہو گی اور اس دنیا کے متعلق بالکل بے معنی چیز ہے۔ چونکہ وہ دنیا ہماری نظر وں کے سامنے نہیں۔ بعض دفعہ ہماری عقل میں وہ بات آتی بھی نہیں۔ لیکن بات وہی ہے کہ جب ایک واقعہ ہو گیا اور اس کے جو بدنتائج تھے ان کے بھگتی کا زمانہ آگیا، اس وقت اگر دعا کی جائے کہ اے اللہ مجھے پاس کر دے اور بدنتائج نہ بھگتوں تو یہ غیر معقول دعا، رد کی جانے کے قابل دعا اور رد ہو جانے والی دعا ہے، ایسی دعا نہیں قبول ہوتی۔ وَمَا دُعُوا

الْكَفَرِيْنَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (المؤمن: ۵) پھر ایک کافر کی یہ دعا کہ ایک مومن بندے کے مجاہدہ کا اچھا نتیجہ نہ نکلے وَمَا دُعُوا الْكَفَرِيْنَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (المؤمن: ۵) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک سلسہ کو قائم کرے اور ایک تحریک کو جاری کرے اور پھر جو اس پر ایمان نہ لائیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عرفان نہ رکھتے ہوں، وہ یہ تدبیر بھی کریں اور دعا بھی کریں کہ وہ سلسہ کامیاب نہ ہو اور مومنوں کے مجاہدات اور قربانیوں کے وہ اچھے نتائج نہ نکلیں جو عام طور پر اللہ تعالیٰ نکالا کرتا ہے ایسی دعا کو وہ نہیں سنتا بلکہ ایسی دعا کے متعلق فرماتا ہے کہ پرے رکھو، یہ میرے بندے ہیں اور میری راہ میں کوشش ہیں میں ان کی کوششوں اور مجاہدات کا بہترین نتیجہ نکالوں گا اور ان کو بہترین جزادوں گا۔ تم اگر دعا میں کرتے ہوئے اپنی ناک بھی رگڑا تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا یہ ہے مطلب وَمَا دُعُوا الْكَفَرِيْنَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (المؤمن: ۵) لیکن وہ شخص جو اپنے خدا کو پیچانہ نہیں جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اپنے رب کو پیچانو، خود مجاہدہ کرو خود دعا کرو جس حد تک تم دعا کے فلسفہ کو سمجھ سکتے ہو۔ جس حد تک تم دعا کی شرائط کو سمجھ سکتے ہو ان کے مطابق تم دعا میں کرو میں بھی تمہارے ساتھ دعا کروں گا۔ خدا کرے کہ تمہارے اس ادھورے مجاہدہ اور کوشش کے ساتھ جب میری دعا شامل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اپنے فضل سے نہ

اس لئے کہ اس پر ہمارا کوئی حق ہے انسان کا کوئی حق اپنے رب پر نہیں اور ہمارے رب کے سب حقوق ہم پر ہیں ان کو پہچانا چاہئے اور دعا اپنی شرائط کے ساتھ کرنی چاہئے اور دعا جو ہے اس کے فلسفہ کو سمجھنا چاہئے اور دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھنا چاہئے۔ جو شخص خدا کو قادر نہیں سمجھتا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی، کیونکہ وہ اپنی دعا میں اس ہستی کو مخاطب نہیں کر رہا جس کو ہم اللہ کہتے ہیں، جس کو اسلام نے پیش کیا ہے اس میں نہ کوئی کمزوری ہے اور نہ کوئی نقص ہے۔

میں نے ایک واقعہ پہلے بھی بتایا ہے ہمارے ایک یادو احمدی تھے وہ غلط طور پر قتل کے کیس میں ملوث ہو گئے میں نے تسلی کر لی تھی کہ وہ قاتل نہیں، لیکن ہمارے دنیا میں گواہوں پر فیصلے ہوتے ہیں ان کا نام غالغوں نے رکھ دیا اور سیشن نجح نے انہیں چھانسی کی سزا بھی دے دی، پھر ہائی کورٹ میں چھانسی کی سزا، پھر سپریم کورٹ میں چھانسی کی سزا قائم رہی۔ ان کے رشتہ داروں نے اس موقع پر کہ سپریم کورٹ نے بھی چھانسی کی سزا کو قائم رکھا تھا اور انہوں نے رحم کی اپیل کی تھی۔ مجھے خط لکھا اور اسی میں لکھا کہ اس مقدمہ کا یہ پس منظر ہے اور بڑا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ ان حالات میں رحم کی اپیل منظور ہو جائے، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ دعا کریں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو قبول ہو جائے، انہوں نے اس کے اس طرح خطرناک حالات لکھے کہ قریب تھا کہ میری قلم یہ فقرہ لکھ جائے کہ اللہ کی جو رضاہوں پر راضی رہنا۔ یکدم پیچھے سے ایک غلبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ کیا میں ایک احمدی کو یہ سبق دول کے اس قسم کے مایوسی اور نامیدی کے حالات میں ہمارے رب کے پاس طاقت اور قدرت باقی نہیں رہتی اور میرے قلم سے جو نفرہ نکلنے لگا تھا اس کی بجائے میں نے یوں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بات انہوں نہیں ہے اس واسطے مایوس نہیں ہونا چاہئے، چند روز کے بعد ان کی اپیل منظور کر لی گئی اور وہ بری کردیئے گئے۔ اس کا اس دوست پر اتنا اثر تھا کہ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میں اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو آپ کا وہ خط دکھاتا رہتا ہوں کہ یہ دیکھو اس طرح دعا میں قبول ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کو قادر جاننا چاہئے کُنْ آخِر سانس تک، مثلاً اس میں طاقت ہے کہ سارے ڈاکٹر کہہ دیں کہ یہ مریض مر جائے گا اور اس کا حکم آجائے تو وہ شخص زندہ رہے گا۔ میں نے اپنی خلافت کے چھوٹے سے زمانہ میں کئی ایسی مثالیں دیکھی ہیں کہ ڈاکٹروں کی منفقوہ رائے تھی کہ فلاں مریض مر جائے گا

گمراہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور وہ فتح گیا۔

سات سات پچیاں ہوئی ہیں بچہ نہیں ہو رہا اب عام حالات میں کہیں گے کہ شاید میاں بیوی کے جسمانی اعضاء ہی کچھ اس قسم کے ہیں کہ لڑکی ہو گی اور وہ ما یوی کے عالم میں ہیں اور چھ سات بچے تو ویسے ہی ماں کے لئے پیدا کرنا اور ان کو پالنا بڑی کوفت کا کام ہے بڑی قربانی کا کام ہے لیکن پھر بھی ان کی خواہش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے تو لڑکا پیدا ہو جاتا ہے، یہاں بھی اور افریقہ میں بھی بعض ایسی مثالیں ہیں کہ دعا کروائی اور لڑکا ہو گیا، اس لئے نہیں کہ دعا کرنے والے میں کوئی خوبی تھی بلکہ اس لئے کہ جس سے مانگا گیا تھا اس میں ساری قدرت اور طاقت تھی۔

تو اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق سمجھنا چاہئے کسی وقت بھی یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ کوئی چیز اس کی طاقت سے پرے ہے کوئی چیز ہے جو خدا کی طاقت میں نہیں ہے؟؟؟ تو دعا کرتے وقت اس کی طاقت کو پہچانا چاہئے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز میں اپنے کو اس کا محتاج سمجھنا چاہئے دعا کے لئے بڑی ضروری شرط ہے یہ!!! اسی واسطے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بوٹ کا ایک تسمہ اگر چاہئے تو یہ نہ سمجھنا کہ بوٹ کا تسمہ ایک چھوٹی سی چیز ہے ہم خود لے لیں گے بلکہ اس کے لئے بھی تم دعا کرو، کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنا فضل نہ کرے تو تم بوٹ کا تسمہ بھی حاصل نہیں کر سکتے اپنی طاقت اور زور اور کوشش کے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو تسمہ چاہئے بازار جائے تو راستے میں کسی موڑ کے نیچے آ کر مر جائے ختم ہونے والی چیز ہے۔

تو ہر وقت خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھنا چاہئے چھوٹی چیز کے لئے بھی ہمیں اس کی مدد کی ضرورت ہے اور بڑی سے بڑی چیز کیلئے بھی ہمیں مدد کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے کوئی چیز بڑی ہے کوئی چھوٹی ہے مگر اس کے لئے ہر چیز ہی آسان ہے اس کے لئے تو چھوٹی بڑی کوئی چیز نہیں نہ!! جب وہ دینے پر آئے تو ہم ایسے جیسی نعمتیں دے دے اس کے خزانہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا پھر وہ نہ دینے پر آئے تو کہہ دے کہ جو تی کا تسمہ بھی نہیں دوں گا اس کی شان ہے جو چاہئے کرے۔

تو اس کی قدرتوں پر یقین کامل اور اپنی احتیاج کا احساس کامل ہونا چاہئے اور یہ یقین ہونا چاہئے کہ یہ ضروری نہیں کہ اگر دعا رد ہو جائے تو اس سے ہمیں نقصان پہنچے گا، کیونکہ بہت سی دعا کیں غلط طور پر مانگی جاتی ہیں ان کا قبول ہو جانا تکلیف وہ ثابت ہو سکتا ہے اور ان کا رد کیا جانا کوئی تکلیف نہیں دیتا، بلکہ اس شخص کے لئے بہتر ضرور ہو گا۔

تو ان ساری باتوں کو دعا کے متعلق ذہن نشین رکھنا چاہئے اور ہر احمدی کو اس بات پر یقین کامل رکھنا چاہئے کہ ہم بڑے کمزور ہیں ہم بڑے غریب ہیں، ہمیں کوئی اثر و سوخ اور سیاسی اقتدار حاصل نہیں اور دنیا میں غلبہ اسلام کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے باوجود کہ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ: ۲۸) وہ کون سی وسعت ہے جو اس نے ہمیں دی ہے؟ وہ دعا کی وسعت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو روک لیا کہا کہ ہم تمہیں نہیں دیں گے اور کہا کہ یہ کام تمہارے سپرد کرتے ہیں، لکھوں دنیا میں اور یہ کام پورا کرو، دنیا اس کام کو ان ہونا سمجھتی ہے اور ان ہونا یقین کرتی ہے (اپنی حماقت کے نتیجہ میں) لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کا یہ وعدہ ہے کہ میں تمہارے ذمہ کوئی چیز نہیں لگاؤں گا جو تمہاری طاقت میں نہ ہو یہ کام ہمارے ذمہ لگا دیا تو ہمیں سوچنا چاہئے کیونکہ اس نے ہمیں عقل دی ہے کہ اس نے ہمیں کیا چیز دی ہے، کون سا ہتھیار ہے، جس کے ذریعہ ہم غالب آ سکتے ہیں؟ وہ ہتھیار دعا کا ہے۔ اس نے مادی طاقتیں ہم سے لے لیں اور اپنا پیارا اور دعا ہمارے ہاتھ میں پکڑا دی اور کہا کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں تمہاری دعاؤں کو سنوں گا، کسی اور چیز کی تمہیں ضرورت نہیں ہے جاؤ اور دنیا پر اسلام کو غالب کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں، گھبراو نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچا اور حقیقی احمدی بنے کی توفیق عطا کرے اور جو علوم ہمیں سکھائے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ وہ ہمارے ذہن میں ہمیشہ حاضر ہیں اور ہماری نسلوں میں وہ ہمیشہ محفوظ رہتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں پر مغفرت کی چادر ڈالے اور محبت اور پیار کا سلوک جو وہ آج تک ہم سے کرتا چلا آیا ہے آئندہ بھی اس کا اسی محبت اور پیار کا سلوک ہمارے ساتھ رہے۔ (آمین)



یہ احساس ہمیشہ زندہ اور بیدار کھوکھ ہمارے ذریعہ
اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کی عظیم الشان مہم جاری کی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ ستمبر ۱۹۶۷ء، مقام گلڈنہ مری)



- ☆ ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی اور ایثار کا نمونہ دکھانا پڑے گا۔
- ☆ بچے و قاف جدید کا سارا مالی بوجھ اٹھائیں۔
- ☆ افریقہ کے ایک احمدی بچے کے اخلاص کا تذکرہ۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا ایک دروازہ ہمارا جلسہ سالانہ ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا وارث بننے کیلئے جلسہ سالانہ میں کثرت سے شامل ہوں۔

تشہد، تعوداً و رسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جماعت میں یہ احساس زندہ اور بیدار رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمائے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قیام سے توحید خالص کے قیام اور غلبہ اسلام کی ایک عظیم مہم جاری کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ اس زمانہ میں اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرے گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے جوئے تنے دنیا کی ہر قوم کی گردان کو لے آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ مخالف کی تدبیر میں اگر اس حد تک بھی پہنچ جائیں کہ ان کے نتیجہ میں پہاڑ اپنی جگہوں سے ہلا دیئے جائیں تب بھی وہ کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ ناکام ہی رہیں گے۔ کامیابی اللہ تعالیٰ کی اس خادمِ اسلام جماعت کو ہی نصیب ہوگی۔

اس مہم کے اجراء سے جماعت پر بڑی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اس احساس کو زندہ اور بیدار رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی اور ایثار کا نمونہ ہمیں دکھانا پڑتا ہے اور آئندہ نسلوں میں بھی اس احساس کو بیدار رکھنا ضروری ہے کیونکہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ ایک نسل کا کام نہیں۔ اس وقت بھی ہماری اکثریت تابعین کی ہے یعنی انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا نہیں۔ دیکھنے والے تو بہت تھوڑے رہ گئے ہیں لیکن صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھنے والے کثرت کے ساتھ اس وقت جماعت احمدیہ میں ہیں تو احمدیت کے لحاظ سے آئندہ نسل احمدیت کی تیسری نسل ہے اور ابھی ہم کامیابی کی راہوں پر چل رہے ہیں۔ اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچیں گے۔

میں نے بڑا غور کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہم پر جو دوسری نسل احمدیت کی اس وقت ہے اور ہماری اگلی نسل پر جو اس وقت پہنچے ہیں۔ ان دونسلوں پر قربانیاں دینے کی انتہائی ذمہ داری عائد ہوتی

ہے کیونکہ ہم ایسے زمانہ میں داخل ہو چکے ہیں جس میں ترقیٰ اسلام کے لئے جو ہم جاری کی گئی ہے وہ اپنے انہائی نازک دور میں داخل ہو چکی ہے اور ہمیں اور آنے والی نسل کو انہائی قربانیاں دینی پڑیں گی تب ہمیں اللہ تعالیٰ وہ عظیم فتوحات عطا کرے گا جس کا اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کے دلوں میں بھی اس احساس کو زندہ کریں اور زندہ رکھیں کہ عظیم فتوحات کے دروازے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھول رکھے ہیں اور ان دروازوں میں داخل ہونے کے لئے عظیم قربانیاں انہیں دینی پڑیں گی اور ان سے ہم ایسے کام کرواتے رہیں کہ ان کو ہر آن اور ہر وقت یہ احساس رہے کہ غلبہ اسلام کی جو ہم اللہ تعالیٰ نے جاری کی ہے اس میں ہمارا بھی حصہ ہے ہم نے بھی کچھ کنٹری یوٹ کیا ہے ہم نے بھی اس کے لئے کچھ قربانیاں دی ہیں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ویسے ہی ذمہ دار ہیں جیسا کہ ہمارے بڑے بڑے ہیں اس کے لئے میں نے علاوہ اور تدابیر کے جوڑہ بن میں آتی رہیں یا جو پہلے سے ہماری جماعت میں جاری ہیں یہ تحریک کی تھی کہ ہمارے بچے وقف جدید کا مالی بوجھ اٹھائیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت کے سارے بچے اور وہ ماں باپ جن کا ان بچوں سے تعلق ہے اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اس بات کو اچھی طرح جانے لگیں کہ جب تک بچے کو عملی تربیت نہیں دی جائے گی اللہ تعالیٰ کی فوج کا وہ سپاہی بن سکے گا اگر وہ دین کے لئے ابھی سے ان سے قربانیاں لیں تو یہ نسل اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری طرح تربیت یافتہ ہو گی اور جب ان کے کندھوں پر جماعت کے کاموں کا بوجھ پڑے گا تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے اور ان کو نباہنے کے لئے کوشش رہیں گے۔

میرے دل میں یہ احساس ہے کہ جماعت نے بحیثیت مجموعی اس کی طرف وہ توجہ نہیں دی جو اس کو دینی چاہئے۔ بڑے نیک نمونے بھی ہیں ہماری جماعت میں۔ ایسے بچے جن کو تحریک نہیں کی گئی اور پھر بھی ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہمارے بڑوں پہ ہی نہیں ہم پر بھی قربانیوں کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور وہ قربانیاں دیتے ہیں۔

افریقہ کے ایک بچے کی مثال میں اس وقت دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ افریقہ میں ہمارے ایک احمدی بھائی ہیں لیق احمد ان کا نام ہے بڑے مخلص دعا گو ہیں اور ہر وقت ان کو یہ احساس رہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہم پر فضل کر رہا ہے ہمیں اپنی راہ میں قربانیاں دینے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ ہمارے بچے بھی اس کے فضلوں کے وارث ہیں اور اس کی راہ میں قربانیاں دیں۔ چند دن ہوئے

انہوں نے مجھے خط لکھا جو کل ہی مجھے ملا ہے۔ انہوں نے اپنے بچوں سے کہا (ایک بچہ بہت چھوٹا ہے) بڑے بچے جو ہیں ان کو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قصیدہ تم حفظ کرو جو نقیۃ قصیدہ ہے

يَا عَيْنَ فِيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ يُسْعَى إِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظُّمَانِ

تو میں تمہیں بیچاں شلگ انعام دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص اس قصیدہ کو زبانی یاد کرے اور دھرا تار ہے اللہ تعالیٰ اس کا حافظ تیز کر دیتا ہے تو بچوں کو یہ قصیدہ حفظ کروانے میں ان کا دینیوی فائدہ بھی ہے کیونکہ بچپن کی عمر حافظ سے فائدہ اٹھانے کی عمر ہے۔ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو پھر ذہن سے فائدہ اٹھانے کی عمر میں وہ داخل ہو جاتے ہیں بہر حال انہوں نے اپنے بچوں کو ۵۰ شلگ انعام کا وعدہ دے کر انہیں اس طرف متوجہ کیا اور شوق ان میں پیدا کیا اور انہوں نے یاد کرنا شروع کر دیا۔ بڑے بچے نے سارا قصیدہ حفظ کر لیا تو انہوں نے اسے ۵۰ شلگ انعام دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ میری اور میری بیوی کی یہ خواہش تھی کہ ہم اسے ترغیب دیں کہ جب اسے یہ انعام ملے تو اس کا ایک حصہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے اور ایک حصہ وہ اپنے بھائیوں کو دے تاکہ وہ اس کی خوشی میں شریک ہوں اور ایک حصہ وہ اپنے پر خرچ کرے۔ چنانچہ ان کے والد صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں:-

”یہ قصیدہ حفظ کرنے کے دوران میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عزیز کو خوابوں میں سید الانبیاء حضرت رسول کریم ﷺ، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور پُر نور ایم کم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت کا شرف بخشنا۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ پھر وہ لکھتے ہیں:-

”عزیز فرید احمد کی امی کا اور میرا خیال تھا کہ انعام دینے سے قبل بچہ کوتربیت کے طور پر کسی رنگ میں کبھی تغییب دلائیں گے کہ اس رقم میں سے کچھ چندہ دے دے اور کچھ حصہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کو دے اور بقیہ رقم اپنے استعمال میں لے آئے لیکن قصیدہ حفظ کرنے سے پہلے ہی ایک دفعہ عزیز نے ہماری تحریک کے بغیر خود اپنا عنديہ یہ ظاہر کر دیا کہ وہ انعام کی ساری رقم حضور انور کی خدمت اقدس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ تحریک وقف جدید کے چندہ کے طور پر پیش کردے گا کیونکہ حضور اقدس ایم کم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس عظیم الشان تحریک کی مالی مضبوطی کا کام اپنے بچوں کے

پر دیکیا ہے۔ پس عزیز کے نشاء کے مطابق میں پچاس شلگ کا چیک حضور پُر نور کو بھوار ہا ہوں، ”۔ اور عزیز فرید احمد اپنے خط میں لکھتا ہے:-

”Waleed, Amatul Naseer and I were Promised by our father gifts of sh 50/- each for memorising the Qasida, and I am first to have received this gift, Al-Hamdulillah!!! On my part, I have undertaken to present the whole of this amount to your holiness for the purpose of Waqf-e-Jadid. This is because you have kindly made the Children of Ahmadiyyat responsible for the finance of the Waqf-e-Jadid, and I fully realize that your needs for the spreading of Islam must have priority over my personal needs. Please, therefore, accept the enclosed cheque for sh. 50/- and grant me the opportunity of earning swab. I may assure your holiness that your children, though young, are as willing to serve Islam as the grown-ups“.

یہ اس بچے کا خط ہے تو اس قسم کی نہایت حسین مثالیں بھی ہیں جو ہمارے بچوں میں پائی جاتی ہیں لیکن بچے کا ذہن اس قسم کے خیالات کا اظہار صرف اس وقت کر سکتا ہے جب وہ یہ دیکھے کہ اس کے ماحول میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں اگر اس کے ماں باپ کو اسلام کی ضرورت کا خیال ہی نہ ہو اگر اس کے ماں باپ اسلام کی ضرورتوں کے متعلق اپنے گھر میں باتیں ہی نہ کرتے ہوں اگر اس کے ماں باپ اس کا تذکرہ گھر میں نہ کرتے ہوں کہ ہمیں اپنی ضرورتیں چھوڑ دیئی چاہئیں اور آج اسلام کی ضرورت کو مقدم رکھنا چاہئے اگر یہ نہ ہو گھر کا ماحول تو گھر کے بچوں کی تربیت ایسی ہوئی نہیں سکتی۔ جیسا کہ آپ نے ابھی سننا کہ کس قسم کی تربیت اس بچے کی ہے۔ چھوٹا بچہ ہے اور وہ اس قسم کا خط نہیں لکھ سکتا دلی جذبات سے، جب تک ایک پاک ماحول میں اس کی تربیت نہ ہوئی ہو۔ یہ احساس کہ میری ضرورتیں اسلام کی ضرورتوں پر قربان ہو جانی چاہئیں اگر ہر بچہ کے دل میں پیدا ہو جائے تو ہمیں کل کی فکر نہ رہے۔ ہم اس یقین سے پُر ہو جائیں کہ جب آئندہ کسی وقت ہمارے بچوں کے کندھوں پر جماعت احمد یہ کا بوجھ پڑے گا وہ اسے خوشی اور بیشاشت کے ساتھ اور اس بوجھ کا حق ادا کرتے ہوئے اس کو ادا کریں گے۔

اس خطبہ کے ذریعہ میں اپنے تمام بچوں کو جو احمدی گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے

والدین اور گارڈنیز (سرپرستوں) کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ پسند کرتے ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہو رہی ہیں اسی طرح آپ کی اولاد اور نسل پر بھی نازل ہوں تو آپ اپنے بچوں کی تربیت کچھ اس رنگ میں کریں کہ ہر ایک کے دل میں یہ احساس زندہ ہو جائے اور ہمیشہ بیدار رہے کہ ایک عظیم مہم اللہ تعالیٰ نے توحید کے قیام اور غلبہ اسلام کے لئے جاری کی ہے احمدیت کی شکل میں اور اب ہمیں اپنا سب کچھ قربان کر کے اس مہم میں حصہ لینا اور اسے کامیاب کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان انتہائی فضلوں اور حمتوں کا وارث بننا ہے جن کا وعدہ اس نے ہم سے کیا ہے۔

دوسری امر اس کی طرف میں آج جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے - وَاتُّكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ طَوَّانْ تَعْذُّلُوا بِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحَصُّوْهَا۔ (ابراهیم: ۳۵)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ چاند اور سورج اور عالمین کی دوسرا چیزیں ہم نے پیدا کیں اور ان کو تمہاری خدمت میں ہم نے لگادیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ تم نے اس سے جو کچھ بھی مانگا وہ اس نے تمہیں عطا کیا اور اس سے زیادہ بھی دیا کیونکہ تم نے جو کچھ مانگا وہ محدود تھا لیکن اس نے جو کچھ تمہیں دیا اس کا شمار نہیں۔ حد بندی اس کی نہیں ہو سکتی۔ قیمت اس کی نہیں تھی اس کا سامان بغیر تمہارے علم کے اور بغیر تمہارے مانگے کے ہم نے تمہیں عطا کر دیا تھا لیکن اس کے ایک دوسرے معنی یہ بھی صحیح طور پر کئے جاسکتے ہیں کہ جو تم مانگتے ہو وہ بھی ہم دیتے ہیں۔ مگر تمہیں صرف اتنا ہی نہیں دیتے جتنا تم مانگتے ہو بلکہ اس سے کہیں زیادہ دیتے ہیں اور ہمارے فضلوں کا تم شمار نہیں کر سکتے اتنی کثرت سے ہم دیتے ہیں۔ اب دیکھیں میں یورپ کے سفر پر جارہا تھا میں نے بھی بڑی دعا میں کیں۔

جماعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ بہت دعائیں کریں۔ پس ساری جماعت نے اس سفر سے متعلق اللہ تعالیٰ سے بہت کچھ مانگا یہ مانگا کہ جس غرض کے لئے سفر اختیار کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اس غرض کو پورا کرے، یہ مانگا کہ ان قوموں پر اتمام جنت ہو جائے اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ ان کے جو ذرا رائج

ان تک بات کو پہنچانے والے ہیں وہ مجھ سے تعاون کریں۔ اخبار ہیں، ریڈیو ہے، ٹلی ویژن ہے۔ آپ کی گفتگو ہے۔ مجھ سے ملنے کے بعد مثلاً ایک شخص دوسرا جگہ جا کے بتیں کرتا ہے وہ بھی ایک ذریعہ ہے میری بات کو بعض اور دوسروں تک پہنچانے کا۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا کہ جس غرض کے لئے میں گیا ہوں جو اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ ان قوموں کو اور ان کے نمائندوں کو یہ توفیق عطا کرے کہ جو بتیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے تعلق رکھنے والی اور نبی اکرم ﷺ کے احسان عظیم سے تعلق رکھنے والی اور قرآن کریم کے نور اور اس کے حسن اور اس کی خوبی سے تعلق رکھنے والی ہیں ان کے کافیوں تک پہنچانا چاہتا ہوں یہ لوگ میری باتیں ان کے کافیوں تک پہنچا دیوں۔ آپ نے یہ بھی مانگا۔ (جزاکم اللہ احسن الجزاء) کہ اللہ تعالیٰ مجھے خیریت سے رکھے اور اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق عطا کرے اور پھر خیریت سے واپس لے کے آئے ہر آن ہمیں اس کے فضل کی ضرورت ہے اس کے سہارا کے بغیر تو ہم ایک سانس بھی نہیں لے سکتے تو میں آپ کے لئے دعائیں کرتا ہوں آپ میرے لئے دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ زندگی عطا کرے اور توفیق دے کہ اس خدمت کو احسن طور پر بجا لاؤں جو میرے سپرد کی گئی ہے اور آپ وہ کام بجا لائیں جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ تو بہت کچھ مانگا جماعت نے اور میں نے۔ گویا ہم سب نے مل کے۔ کیونکہ ہمارا ایک ہی وجود ہے لیکن ہم نے جو مانگا وہ غیر محدود نہیں تھا محدودے چند نیک خواہشات تھیں جن کے پورا ہونے کے لئے دعا کی گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ اس آیت میں وعدہ کیا ہے آپ کی دعاؤں کو قبول کر کے وہ بھی دیا جو آپ نے اس سے نہیں مانگا تھا۔

وَاتُّكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ جو بھی آپ نے مانگا وہ بھی اس نے دیا اور اس سے بڑھ کر دیا وَإِنْ تَعْدُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ لَا تُحْصُوْهَا اتنا دیا کہ ہم اس کا شمار نہیں کر سکتے۔ بارش کے قطروں کا گن لینا ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا شمار بالکل ممکن نہیں قطعاً ناممکن ہے اور ان دونوں میں تو اللہ تعالیٰ کے بے حد فضل اور حمتیں آسمان سے نازل ہو رہی تھیں اتنی کہ ان کا کوئی شمار نہیں۔ ان بے شمار فضلوں کے نتیجے میں ایک تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شکردا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ کا وہ بندہ جو اپنے رب کے ارفع اور اعلیٰ مقام نیزاپنے مقام کو جو عاجزی اور نیستی کا مقام ہے پہنچانتا ہے وہ ہر وقت اس کے شکر میں محور ہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی سوچا کہ اب جماعت کو اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کی

بارش اپنے پڑتے دیکھ لینے کے بعد یہ خواہش پیدا ہو گئی ہے کہ اسی کثرت سے اللہ تعالیٰ کے فضل اس پر نازل ہوتے رہیں جس طرح بعض لوگ اپنے جسم کی بناوٹ اور عادت کے نتیجہ میں بہت زیادہ کھاتے ہیں اور بعض ہیں جو اپنے جسم کی بناوٹ اور عادت کے نتیجہ میں بہت کم کھانے والے ہیں تو جو کم کھانے والے ہیں ان کو کم ملے تو انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ لیکن جس کے جسم کی بناوٹ اور اس کی عادت یہ ہو جائے کہ وہ زیادہ کھائے اس کو اگر آپ پانچ روٹیاں بھی دیں گے تو وہ کہے گا کہ میں تو ابھی بھوکا ہی ہوں میری تو سیری نہیں ہوئی۔ اسی طرح جماعت اب اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی متواتر اور کثرت سے برنسے والی بارش سے ہی سیر ہو سکتی ہے اور اس روحانی سیری کے حصول کے لئے تمہیں ”شکر“، کو انتہا تک پہنچا دینا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق کہ **لَيْنِ شَكْرُتُمْ لَازِيدَنُكُمْ** (ابراہیم: ۸)

تمہارے انتہائی شکر کو دیکھ کے اپنی رحمتوں اور فضلوں کو پہلے کی نسبت بھی زیادہ کثرت کے ساتھ تم پر نازل فرمائے اور رحمتوں کے نزول کے نزول نے جو ذرائع ہمیں بتائے ہیں یا ہم پر جو دروازے کھولے ہیں۔ ہم ان کو پہنچانیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔

رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا ایک دروازہ جو اس نے ہم پر کھولا ہے وہ جلسہ سالانہ ہے ہمارا۔ جلسہ سالانہ پر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے شمار برکتیں نازل ہوتی ہیں خدا تعالیٰ کی اور بہت سارے گناہ اور غلطیتیں اور کوتا ہیاں اور کمزوریاں اور نقصان مغفرت کی چادر میں ڈھانپ دیئے جاتے ہیں۔

احمدیوں کا کثرت سے جلسہ پر آنا بھی ایک مجذہ ہے خدا کے مسیح کا اور نبی اکرم ﷺ کے عظیم روحانی فرزند کا اور بڑی قربانی ہے جماعت کی، جو اس موقع پر بھی وہ پیش کرتی ہے یہ تو درست ہے کہ ہماری جماعت میں بعض امیر بھی ہیں جن پر جلسہ میں شمولیت کی وجہ سے کوئی مالی بار نہیں پڑتا وہ کوئی تنگی محسوس کرتے ہیں جس طرح وہ گھروں میں خرچ کر رہے ہوتے ہیں اس موقع پر بھی خرچ کرتے ہیں ان کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم پر کوئی بار پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازتا ہے۔ لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے کہ جو سال بھر جلسہ میں شمولیت کی تیاری کرتے رہتے ہیں پسہ پیسہ جوڑتے ہیں بعض کھانے کے خرچ میں سے ایک حصہ بچاتے ہیں کپڑے نہیں بناتے بچوں کو بنگلے پاؤں پھر نے دیتے ہیں تاکہ ان کے پاس اتنے پیسے جمع ہو جائیں کہ وہ جلسہ میں شریک ہو سکیں اگر آپ اس

تفصیل میں جائیں اور آنے والوں کا تفصیلی جائزہ لیں تو حیران ہو جائیں آپ ان کے ایثار اور قربانی کو دیکھ کر کسی اور کے سامنے یہ بتیں رکھیں تو وہ مانے گا نہیں۔ وہ کہے گا یونہی گپتیں مار رہے ہوتے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ پچاس سالہ ہزار آدمی جلسہ میں شامل ہونے کی غرض سے اس قسم کی تکلیف سارا سال برداشت کرتا رہا ہو۔

پس جماعت جلسہ میں شمولیت کے لئے بڑی قربانیاں دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے جماعت پر ان دونوں میں بھی اور بعد میں بھی ان قربانیوں کو دیکھ کے لیکن خصوصاً ان دونوں میں بڑی برکت نازل کرتا ہے۔ ان کی دعاوں کو قبول کرتا ہے۔ مغفرت کی چادر میں ان کو چھپا دیتا ہے۔ اپنے نور کی چادر میں انہیں لپیٹ لیتا ہے جب وہ آتے ہیں تب بھی وہ مخلص احمدی ہوتے ہیں لیکن جب وہ واپس لوٹتے ہیں تو اپنے اخلاص میں پہلے سے بھی کہیں بڑھ کے ہوتے ہیں۔

جلسہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نظارے دیکھتے ہیں۔ ایک دوسرا کے لئے دعا میں کرتے ہیں ایک لاکھ آدمی اجتماعی دعا کر رہا ہو اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہٹکھٹا رہا ہوا اگر خلوص نیت ہو اگر کبر نہ ہو، اگر نخوت نہ ہو، اگر یہ خیال نہ ہو کہ ہمارا کوئی حق ہے جو ہم نے اپنے رب سے لینا ہے بلکہ نہایت عاجزی اور تواضع اور انکسار کے ساتھ دعا میں کی جائیں۔ تو اتنا بڑا مجمع جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے زندہ نشان جلسہ کے ایام میں ہزاروں احمدی دیکھتے ہیں چونکہ یورپ کے سفر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا رحمت سے بڑا بابرکت کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانوں کو ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے ہمارا احساس فخر تیز ہو گیا ہے ہماری احتیاج زیادہ ہو گئی ہے۔ پس ہم تبھی خوش ہو سکتے ہیں کہ ہم سے ایسے کام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سرزد ہوں کہ جن کے نتیجہ میں وہ پہلے سے بھی زیادہ ہم پر رحمتیں کرنے لگے اور وہ جیسا کہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے صحیح شکر کے نتیجہ میں ہی ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کے طور پر مزید قربانی دیں جو پہلے نہیں آ سکتے تھے وہ اس سال جلسہ پر آئیں اور زیادہ سے زیادہ دوست جلسہ سالانہ پر جمع ہوں اس کے لئے ابھی سے تیاری کر لیں۔ اگر پہلے تیاری نہیں کی کسی نے رخصتیں لینی ہوتی ہیں گھر کو سنبھالنے کے لئے انتظام کرنا ہوتا ہے پانچ دن کے لئے گھر اکیلا چھوڑنا ہوتا ہے۔ خصوصاً جب اس محلہ کی اکثریت احمدیوں کی ہو اور وہ جارہ ہے ہوں تو کئی دوست اپنے گھروں کو بظاہر "عورہ" چھوڑ کر جلسہ میں شمولیت کے لئے آ جاتے

ہیں اور اپنے گھروں کو نگاچھوڑ آتے ہیں۔ منافقوں نے تو کہا تھا کہ ہمارے گھر عورۃ ہیں ہم جہاد میں شامل نہیں ہو سکتے احمدی کہتا ہے کہ منافق کو میرا گھر بھی عورۃ نظر آئے گا کیونکہ ان گھروں پر خدا تعالیٰ کی رحمت اور حفاظت کا نزول اسے نظر نہیں آ رہا اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کو نظر نہیں آ رہے تو تم منافق عورۃ اس کو سمجھو میں اس کو تمہاری زبان میں عورۃ ہی چھوڑ جاتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گھر کی حفاظت کرنے والا ہے اور اکثر اللہ تعالیٰ حفاظت بھی کرتا ہے اور بعض دفعہ امتحان بھی لیتا ہے لیکن مومن کہتا ہے کہ اے خدا! میں اپنے گھر کو اکیلا چھوڑ آیا تیری رضا کے حصول کے لئے اگر تیری رضا کا حصول جلسہ میں شمولیت کی عاجزانہ قربانی اور گھر کے لوٹے جانے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے تو میں اس پر بھی خوش ہوں میرا گھر ہزار بار لوٹا جائے تیری رضا ایک لمحہ کے لئے مجھ سے جدانہ ہو وہ مجھے ہمیشہ حاصل رہے۔

پس میں دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلسہ میں زیادہ شامل ہوں اس نیت سے بھی اس دفعہ شامل ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں اور رحمتوں کا شکر بجالانا چاہتے ہیں جن کا مشاہدہ ساری جماعت نے میرے سفر یورپ کے دوران کیا اور اس امید اور یقین اور وثوق کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے شکر کو پیش کریں کہ جو حقیقی معنی میں خدا تعالیٰ کے حضور شکر کے سجدے بجالاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے زیادتی کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کو ہم نے اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھا ہے اور اب ہمیں کثرت باراں رحمت کا چسکہ پڑھ کا ہے جس کے بغیر ہمارے لئے سیر ہونا ممکن نہیں اس غرض سے کہ باراں رحمت کثرت سے ہم پر نازل ہوتی رہے ایثار اور قربانی کی ہر راہ کو ہمیں اختیار کرنا چاہئے۔ ایک راہ بطور شکر کے جلسہ سالانہ میں کثرت سے شمولیت ہے۔ پس احباب جماعت کو چاہئے کہ پہلے سالوں کی نسبت زیادہ تعداد میں وہ جلسہ پر آئیں۔ یہ دعائیں کرتے آئیں کہ پہلے سالوں کی نسبت زیادہ دعاوں کی اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا کرے اس امید اور توقع سے آئیں کہ پہلے سالوں کی نسبت اللہ تعالیٰ ان کی دعاوں کو زیادہ قبول کرے گا اور وہ اپنے رب کی رحمتوں کے پہلے سے زیادہ نشان دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں واقعی ایسا بنا دے۔

وَالْخُرُودُ عَوْنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(روزنامہ افضل ربوہ ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۶۲)

خطبہ جمعہ ۶ اکتوبر ۱۹۶۷ء



سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ ناسازی طبع کے باوجود نماز جمعہ کیلئے مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل نے خطبہ دیا اور نماز بھی آپ ہی نے پڑھائی۔

(لفض فاضل ۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء)



فضل عمر فاؤنڈیشن کی ادائیگی پر توجہ دیں تاکہ جن کاموں
کیلئے فاؤنڈیشن قائم کیا گیا ہے انہیں جلد شروع کیا جاسکے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک -ربوہ)



- ☆ بنشست قلبی کے ساتھ حض رضاۓ الہی کی خاطر فضل عمر فاؤنڈیشن میں
دل کھول کر حصہ لیں۔
- ☆ ہر احمدی کے دل کو حضرت فضل عمر سے ایک مستقل تعلق پیدا ہو چکا ہے۔
- ☆ مجھے یقین ہے کہ ٹارگٹ سے زیادہ انشاء اللہ وصولی ہو گی، گھبرا نے کی
ضرورت نہیں۔
- ☆ سرمایہ کو کام میں لگانے کیلئے احتیاط کی ضرورت ہے زیادہ نفع کی امید
میں سرمایہ کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتے۔
- ☆ اب قیامت تک اسلام کا کوئی ایسا سپہ سالار دنیا میں پیدا نہیں ہو گا جو یہ
کہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور اب اس کا
زمانہ شروع ہے۔

تشہد، تعوداً و رسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گذشتہ جمعہ سے قبل بدھ یا جمعرات کو مجھے فلوکا حملہ ہوا تھا جس کی وجہ سے سر درد اور طبیعت میں گہرا ہٹ پیدا ہوئی اور گذشتہ جمعہ میں یہاں حاضر تو ہوا ثواب کی خاطر لیکن جمعہ پڑھانہیں سکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یماری بہت حد تک دور ہو چکی ہے لیکن ابھی تک میرے گلے پر کچھ اثر نزلہ کا ہے دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کامل صحت عطا کرے اور بہترین خدمت دین کی توفیق عطا کرتا چلا جائے۔ اس کے علاوہ بعض دوستوں نے منز رخوا بیس دیکھی ہیں ہماری پھوپھی جان حضرت نواب امۃ الحفیظ صاحبہ نے کراچی میں کوئی خواب دیکھی وہاں سے انہوں نے مجھے ایک خط لکھا جو بعض وجوہات کی بناء پر یہاں درپر سے ملا چج ہی میں نے وہ خط پڑھا میں وہ خط دوستوں کو سنادیتا ہوں تا دعا کی تحریک یک پیدا ہو حضرت پھوپھی جان صاحبہ لکھتی ہیں کہ

”مجھے چج سے سخت پریشانی ہے آپ دو بکرے ربوہ جاتے ہی اپنا صدقہ کر دیں اور کچھ کھانا بھی غرباء کو کھلاؤ دیں۔ نیزاپی جان کی خاص حفاظت بھی کریں اور بزرگان سلسلہ کو دعا کی تحریک کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو ہمیشہ اور ہمیں کوئی تکلیف نہ دکھائے۔“

(یہ خط پچھلے ماہ کی ۲۹ تاریخ کا لکھا ہوا ہے)

الْأَتَّخِذُوا مِنْ دُونِيْ وَ كِيلَا (بنی اسرائیل: ۳) اللہ تعالیٰ ہی ہمارا کار ساز پروردگار ہمارا محافظ اور ہمیں اپنی امان میں رکھنے والا ہے تدیر تو کی ہی جاتی ہے صدقہ میں نے دے دیا ہے اور آئندہ بھی دیتا رہوں گا۔ جماعت خاص طور پر دعا کیں کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور جماعت کو بھی ہر شر اور ہر بلے سے محفوظ رکھے۔

حضرت محترم پھوپھی جان کا ایک نواسہ بھی جو عزیزم مرزا نسیم احمد صاحب کا چھوٹا بچہ ہے چند دن

سے بیمار ہے کوئی نفیکش ایسا پیدا ہوا ہے کہ ابھی تک آرام نہیں آ رہا کسی دوائی کا اثر نہیں ہو رہا اس عزیز بچہ کو دو چار روز سے ۵۰ تک بخار ہو جاتا ہے تمام دوائیوں کے باوجود دوست اس عزیز کے لئے بھی دعا کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ایک چھوٹا سا عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شفادے صحت دے اور خادم دین بنائے۔

اب میں دوستوں کو فضل عمر فاؤنڈیشن کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کا اعلان ۱۹۶۵ء کے جلسہ سالانہ میں ہوا تھا اس جلسہ کی ایک تقریر میں میں نے یہ کہا تھا کہ

”اس لئے میں دوستوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی پہلی تمام مالی قربانیوں پر قائم رہتے ہوئے اور ان میں کسی قسم کی کمی کے بغیر بثاشت قلبی کے ساتھ محض رضاۓ الہی کی خاطر اس فنڈ میں بھی دل کھوں کر حصہ لیں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اس فنڈ کو با بر کت کرے“، اس وقت میں نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ لاکھ روپیہ سے کہیں زیادہ رقم جمع ہو جائے گی۔ شروع میں ابتدائی انتظامات پر کافی وقت خرچ ہوا اس کے نتیجہ میں میں نے بعد میں کسی موقعہ پر (غالباً گذشتہ مجلس مشاورت کے موقعہ پر) یہ اعلان کیا تھا کہ فضل عمر فاؤنڈیشن کا سال جوں کے آخر میں ختم ہو گا اور یکم جولائی سے نیا سال شروع ہو گا۔ پس اس سال کی یکم جولائی سے فضل عمر فاؤنڈیشن کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہے۔ جوں کے آخر تک عملًا اور انتظاماً پہلا سال ہی جاری رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ اس نے جو خواہش ہمارے دل میں پیدا کی تھی کہ اس فنڈ کی رقم ۲۵ لاکھ روپے سے کہیں زیادہ ہو جائے گی اس خواہش کو اس نے محض اپنی رحمت سے پورا کر دیا اس وقت تک فضل عمر فاؤنڈیشن کے اندر وون پاکستان کے وعدے ۸۰ لاکھ ستر ہزار روپیہ تک پہنچ چکے ہیں اس کے علاوہ یرون پاکستان کے وعدے ۸۰ لاکھ ہزار روپے کے ہیں۔ اس طرح کل وعدہ جات ۳۶ لاکھ ۵۰ ہزار روپے تک پہنچ چکے ہیں۔ یعنی ۲۵ لاکھ سے گیا رہ لاکھ ۵۰ ہزار روپے زائد۔ الحمد للہ علی ذاللک

بعض دوستوں کے مشورہ سے اور دعا اور فکر کرنے کے بعد میں نے یہ اعلان کیا تھا کہ ان وعدوں کی وصولی تین سال پر پہلی ہوئی ہو گی دوست ہر سال ایک تھائی اپنے وعدوں کا ادا کریں اس لحاظ سے جوں کے آخر تک بارہ لاکھ اور بیس ہزار کچھ سوکی رقم وصول ہونی چاہئے تھی لیکن اس کے مقابلہ میں جو رقم وصول ہوئی ہے وہ تیرہ لاکھ اٹھا سٹھ ہزار کی ہے۔ یعنی ایک تھائی سے زیادہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

میں نے بعض تقاریر میں یہ بھی کہا تھا کہ بعض دوست جو دنیا کی نگاہ میں غریب ہیں لیکن ان کے دلوں میں بڑا جذبہ ہے۔ وہ غربت کے باوجود کچھ رقمیں فضل عمر فاؤنڈیشن میں لکھوائیں گے اور تین سال کا انتظار نہیں کریں گے بلکہ کسی نے دس روپے کی رقم لکھوائی کسی نے پچاس اور کسی نے سوا وہ یہ کہے گا کہ میں رقم فوری طور پر ادا کر دوں تاکہ میرے دماغ میں سے یہ بوجھا تر جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کا مقر و ضم ہوں اور مجھے اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہئے۔ اس لئے پہلے سال میں جیسا کہ میرا اندازہ تھا ایک تھائی سے ایک لاکھ چالیس ہزار روپے زائد جمع ہو گئے ہیں ان میں بہت سی ایسی رقوم بھی شامل ہیں کہ بعض مخلص جذبہ رکھنے والے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں سرشار دل وعدہ لکھوانے پر اپنی غربت کے باوجود مجبور ہوئے اور پھر ادا یا گئی بھی انہوں نے جلدی کر دی۔ اس کے علاوہ کچھ اور دوست بھی ہو سکتے ہیں کہ باوجود سمتاً زیادہ مالدار ہونے کے ان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ وہ ایک تھائی سے زیادہ رقم ادا کر دیں۔

جہاں تک وعدوں کا تعلق ہے ہمارا کام قریباً ختم ہو گیا ہے قریباً میں اس لئے کہتا ہوں کہ تھوڑے بہت لوگ تو اندر وون ملک میں بھی نئے وعدے لکھوائیں گے مثلاً جو احمدی دوست پچھلے سال بر سر روز گار نہیں ہوئے تھے۔ وہ اگر اس سال بر سر روز گار ہو گئے ہیں۔ تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہو گی کہ ہمیں بھی اس فنڈ میں حصہ لینا چاہئے تو اس قسم کی رقمیں تو وعدوں کی شکل میں بھی ادا یا گئی کی صورت میں بھی آتی رہیں گی لیکن جہاں تک بحیثیت مجموعی جماعت کا تعلق ہے اندر وون پاکستان کے وعدوں کی جو کوشش ہے وہ اب ختم ہو گئی ہے اور اب وصولی کی طرف ہمیں زیادہ توجہ دینی پڑے گی۔

بیرون پاکستان میں بھی ہماری مخلص جماعتیں ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ پھیلی ہوئی ہیں اور بعض جگہ چندوں کی وصولی کا طریق بھی ہم سے مختلف ہے مثلاً افریقہ کے بعض ممالک میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مختلف قبائل کے احمدی مختلف گروہوں میں بیٹھتے ہیں اور مالی قربانی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک قبیلہ نے ۵۰۰ پونڈ کی رقم کا وعدہ لکھوا یا ادا یا گئی کی اور دوسرے نے ۲۰۰ پونڈ کا وعدہ لکھوا یا ادا یا گئی کر دی۔ تو پہلے قبیلہ کا سردار کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ ہماری طرف سے یہ سات سو پاؤ نڈ کی رقم وصول کر لیں۔ یہ ان کا طریق ہے۔ اسی طرح وہ اپنے اپنے چندوں کی رقم کو شائد شرح سے بھی زیادہ ادا کر دیتے ہیں لیکن اس وقت تک ایک حد تک (سارے تو نہیں بعض با شرح چندہ دینے والے بھی ہیں) ان پڑھ قبائل جو نئے نئے اسلام لائے یا

اسلام کی تعلیم کو انہوں نے حاصل کیا۔ وہ اس طرح بھی ایک قربانی کی روح کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو غیرت دلاتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں ان لوگوں کو وعدہ لکھوانے کی اتنی عادت نہیں جتنا نقد ادا نہیں کی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ بیرون پاکستان میں وعدے اتنے نہیں ہوئے جتنا میرا ندازہ تھا لیکن خدا اگر چاہے (ہمیں دعا کرنی چاہئے) اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھتے ہیں تو تین سال گزرنے پر بیرون پاکستان کی آمد پندرہ لاکھ سے زائد ہو جائے گی۔ اس وقت تک بیرون پاکستان کے جو وعدے ہیں وہ آٹھ لاکھ اسی ہزار کے ہیں (جیسا کہ میں نے بتایا ہے) اور جو ان کی وصولی ہے وہ دو لاکھ باسٹھ ہزار کی ہے یعنی ایک تہائی سے کچھ کم ان کی وصولی ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بعض ممالک (مثلاً مغربی افریقہ کے بعض ممالک) میں کچھ سیاسی پریشانیاں پائی جاتی ہیں ممکن ہے اس کا اثر ہو یا ہمارے مبلغوں نے اس کی طرف پوری توجہ نہ دی ہو وَاللَّهُ أَعْلَمُ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ ذمہ دار کارکن اس طرف توجہ دیں گے اور عملًا دو سال جوابی رہ گئے ہیں تین سال میں سے ان دو سالوں میں وہ اتنی وصولی کر دیں گے کہ بیرون پاکستان کی وصولی پندرہ لاکھ روپیہ سے کم نہ رہے بلکہ اس سے زیادہ ہو جائے۔ اس طرح پر چالیس لاکھ کے قریب یا چالیس لاکھ سے اوپر یہ فنڈ بن جائے گا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے وعدوں کے لئے جدوجہد اور کوشش کا زمانہ ختم ہو گیا۔

وصولی کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہئے اور کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دوسرے سال میں ایک تہائی نہیں بلکہ جو بقیہ رقم ہے اس کا ۵/۲۳ جس کو بنجابی زبان میں فتح دوونجی کہتے ہیں وہ رقم وصول ہو جائے اور تیسرا سال صرف ۵/۲۳ کی وصولی کی کوشش کی ضرورت باقی رہے۔

ہمارا تعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عارضی تعلق نہیں کہ زمانہ اس کو بھلا دے یا آپ کی یاد کو دھندا کر دے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جماعت پر بخششیت جماعت اور لاکھوں افراد جماعت پر بخششیت افراد اپنے زمانہ خلافت میں احسان کی بڑی توفیق ملتی رہی ہے ان احسانوں کو جماعت کے دلوں سے زمانہ فراموش نہیں کر سکتا تو جس محبت کے تقاضا سے مجبور ہو کر ہم نے اس فنڈ کو کھولا تھا۔ اس کے لئے وعدے لکھوائے تھے اور یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم کم از کم ایک تہائی ہر سال ضرور ادا کرتے چلے جائیں گے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس وعدہ میں کوئی کمزوری واقع نہیں ہو گی اس لئے فضل عمر فاؤنڈیشن کے جو کارکن ہیں انہیں گھبرا نے کی ضرورت نہیں کیونکہ محبت کے سرچشمہ سے

فضل عمر فاؤنڈیشن کی نہر لگی ہے اور وہ محبت جس وجہ سے پیدا ہوئی وہ عارضی وجہ نہیں تھی بلکہ اس احسان کی وجہ سے جس کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اللہ سے توفیق پائی ایک احمدی کے دل کو آپ کی یاد سے ایک مستقل تعلق پیدا ہو چکا ہے پس وہ گھبرائیں تو نہ لیکن کوشش ضرور جاری رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی سکھایا ہے ذَكْرُ فَإِنَّ الدِّكْرَ إِذْنُ الْمُؤْمِنِ۔ (الذاريات: ۵۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اگر مونوں کو یاد ہانی کرائی جانے کی ضرورت محسوس ہوتا اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ مون نہیں ہیں بلکہ جو مون ہوتا ہے اسی کو ذکر فائدہ پہنچاتا ہے جو مون نہیں ہوتا اس کو ذکر اور یاد ہانی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ غرض ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ذَكْرُ یاد ہانی کراتے چلے جایا کرو دوسرا طرف ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا ذَكْرُ کہنا مونوں کے ایمان کی کمزوری کا اعلان نہیں ہے بلکہ ان کے ایمان کی پختگی کا اعلان ہے کیونکہ مون ہی یاد ہانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو ایمان کے کمزور اور منافق ہیں ان کو جتنی مرضی ہو آپ یاد ہانیاں کراتے چلے جائیں ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ غرض فضل عمر فاؤنڈیشن کے نظام کو، اس کے کارکنوں کو ذَكْرُ کے حکم کے ماتحت وصولی کی طرف پوری توجہ دینی چاہئے اور میں جماعت سے یہ توقع اور امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ دار یوں کو پہچانتے ہیں اور وہ دنیا کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیں گے کہ دعویٰ محبت کا تھامگر عمل اس کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ توفیق دی ہے کہ اول تو ہمارے زبانی دعوے ہوتے ہی نہیں لیکن اگر ہمیں کوئی دعویٰ کرنا بھی پڑے تو عمل کے مقابلہ میں بڑے چھوٹے دعوے ہوتے ہیں کیونکہ ہم اپنے مقام انکسار اور تواضع کو پہچانتے ہیں اور یہ یقین ہر احمدی کے دل میں ہے کہ جو کچھ توفیق اسے ملتی ہے وہ اس کے رب کی طرف سے ہی ملتی ہے اور وہ جب کوئی قربانی دے رہا ہو تو وہرے شکر کے جذبات اس کے دل میں ہوتے ہیں ایک اس لئے کہ اس نے مالی یا جانی یا وقتی یا جذباتی قربانی یا عزت کی قربانی خدا کی راہ میں دی اور دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر بڑا ہی احسان کیا ہے کہ قربانی دینے کی اسے توفیق عطا کی۔ پس جس طرح میرے دل میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہے کہ دوسرے سال کی معینہ رقم وصول ہوں گی یا نہ ہوں گی بلکہ مجھے یقین ہے کہ جو معینہ رقم ہے دوسرے سال کی۔ اس سے زیادہ انشاء اللہ ہمیں وصول ہو گا۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے کارکنوں کو بھی کوئی گھبراہٹ تو نہ ہونی چاہئے لیکن میں فضل عمر فاؤنڈیشن کے نظام کو یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اب وعدوں کے حاصل کرنے کی بجائے رقم

کی وصولی کی طرف زیادہ توجہ دیں کیونکہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس فنڈ کی رقم یعنی جو سرمایہ ہے اس کو خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ جن مقاصد کے پیش نظر فضل عمر فاؤنڈیشن کا قیام کیا گیا ہے ان کو پورا کرنے کے لئے جس روپیہ کی نہیں ضرورت پڑے گی وہ اس فنڈ کی آمد سے حاصل کیا جائے گا۔ پس جتنا جلد ہمارے پاس سرمایہ جمع ہو گا اتنا ہی زیادہ ہم اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ پچھلے چند مہینوں میں جو تھوڑی سی رقم کمپنیوں کے حصے لینے پر خرچ کی گئی تھیں اس سے چودہ پندرہ ہزار روپیہ کا نفع خدا تعالیٰ کے فضل سے ہو گیا ہے اور امید ہے کہ اگلے دو چار مہینے میں اور نفع ہو گا۔

فنڈ کے سرمایہ کو آگے کام پر لگانے کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور جو محتاج طرخ ہوں ان کا نفع زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا کہ پندرہ میں فیصدی نفع کی امید پر سرمایہ کو خطرہ میں ڈال دیا جائے اس لئے نہایت محتاج طریق سے سرمایہ لگایا جاتا ہے لیکن اس طرح جو نفع ہوتا ہے وہ تین چار فیصدی سے زیادہ نہیں ہوتا۔ پس اس طرح کچھ آمد ہو گئی ہے لیکن کام تو بہت سے کرنے والے ہیں اور ان کا مous پر خرچ کرنا ہے نفع سے اور نفع ہونا ہے سرمایہ سے اور سرمایہ کا ۳۱۰ حصہ آپ نے پہلے سال میں دیا ہے۔ آئندہ سال ختم ہونے سے کہیں پہلے اگر سرمایہ زیادہ آجائے تو انشاء اللہ اور اس کے فضل سے زیادہ آمد ہو گی اور جن کاموں کے لئے اس فاؤنڈیشن کو جاری کیا گیا ہے ان پر جلد سے جلد توجہ کی جاسکے گی اور ان کے اچھے نتائج نکلنے شروع ہو جائیں گے۔

آخر میں دوستوں کو پھر دعاؤں کی تحریک کرتا ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ وہ ساری جماعت کو دشمن اور حاسد کے ہر شر سے محفوظ رکھے اور اپنے فرشتوں کی پناہ میں رکھے کیونکہ انسان بڑا ہی کمزور ہے پل بھر کا پتہ نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت نہ ہو جب تک وہ اپنی امان میں کسی کو نہ لے اس وقت تک دشمن کا ہر وار کامیاب ہو سکتا ہے لیکن اگر اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے تو مجرا نہ طور پر اس وجود کی یا اس جماعت کی حفاظت کی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بشارتیں دی ہیں کہ اس جماعت کو غلبہ اسلام کے لئے قائم کیا گیا ہے جس کے یہ معنی بھی ہیں کہ جب تک یہ جماعت اپنے مقصد کو حاصل نہ کر لے اور تمام دنیا میں اسلام کو غائب نہ کر لے اور تمام ادیان باطلہ کو اسلام کے دلائل سے ٹکست نہ دے لے اس وقت تک یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں ہے دنیا کی کوئی طاقت یا دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی

جماعت احمدیہ کو مٹا نہیں سکتیں۔ اسلام تو غالب ہو کر رہے گا اور ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری انتہائی خواہش ہے کہ جب اسلام دنیا میں غالب آجائے پھر بھی یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے اور قیامت تک شیطان کے حملوں سے یہ محفوظ رہے یہاں تک کہ وہ زمانہ آجائے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انسان پھر اپنے رب کو بھول جائے گا اور یہ زمین اور اس پر بینے والے مٹا دے جائیں گے اور قیامت آجائے گی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے ہی دنیا میں اسلام کو غالب کرنا ہے۔ اب اسلام کا کوئی ایسا سپہ سالار دنیا میں پیدا نہیں ہو گا جو یہ کہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور اس کا زمانہ اب شروع ہوا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور آپ کی تحریرات اس مسئلہ کے متعلق بڑی واضح ہیں۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے ہی اسلام کی وہ انتہائی خدمت کرنی ہے اور اسلام کے لئے ان انتہائی قربانیوں کو دینا ہے اور اسلام کی خاطر اس انتہائی جاں ثاری کا نمونہ پیش کرنا ہے جس کے نتیجہ میں اسلام نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں غالب آنا ہے تو یہ جماعت بحیثیت جماعت یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی امان میں ہے لیکن ہم میں سے ہر ایک کو اپنے لئے بھی اور جماعت کے لئے بھی یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری کسی کمزوری یا غفلت یا خود پسندی کی وجہ سے یا کسی حصہ جماعت کو ان کی کسی کمزوری یا غفلت کی وجہ سے اپنی حفاظت اور امان سے باہر نہ نکال دے۔ پس مون کا کام ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب سے ڈرتا بھی رہے اور اس کی رحمت پر پوری امید بھی رکھے اور اس کی ذات پر کامل توکل بھی رکھے۔

پس میں بھی دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفاظت اور اپنی امان میں رکھے اور جو شر اور ابتلاء یا بلا مقدار ہو تو جیسا کہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ انذار کی باتیں صدقہ و خیرات اور دعا سے ٹل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حد تک صدقہ و خیرات اور اس حد تک دعا کی توفیق عطا کرے کہ اس کے نتیجہ میں وہ شر اور بلاعثیں لئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں اور وہ دن نزدیک تر آجائے سایہ تسلی اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔

جب محمد رسول اللہ ﷺ پر دنیا کی تمام قویں درود بھیجنے لگیں۔

انگلستان، یورپ اور دنیا کی دیگر اقوام کے نام امن کا

پیغام اور ایک حرف انتباہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ اگر دنیا اپنے خالق کی طرف رجوع نہیں کرے گی تو قیامت کا نمونہ عظیم تباہی ان کا مقدر ہو چکی ہے۔
- ☆ اگر وہ ہماری بات مان لیں اور کہیں آؤ ہمیں اسلام سمجھاؤ تو ہمارے پاس اتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ ان کا مطالبہ پورا کر سکیں۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہو گی۔
- ☆ تیسری عالمگیر تباہی کے بعد اسلام بڑی سرعت کے ساتھ ساری دنیا میں پھینا شروع ہو گا۔
- ☆ وہ دن دور نہیں جب اسلام تمام ادیان پر اپنے دلائل اور اپنی روحانی تاثیر کی رو سے غالب آئے گا۔

تشہد، تعوداً و رسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دوست جانتے ہیں کہ سفر یورپ پر جب میں گیا تھا تو لندن میں وائد زور تھا ہال میں میں نے انگریزی میں ایک مضمون پڑھا تھا جس میں انگلستان اور یورپ کے رہنے والوں بلکہ ساری دنیا کی اقوام کو مخاطب کر کے انہیں اس طرف دعوت دی تھی کہ اگر وہ اپنے رب، اپنے خالق کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ٹھنڈے سایہ تلنے جمع نہ ہوں گے تو ایک نہایت ہی عظیم تباہی ان کے لئے مقرر ہو چکی ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگی۔

میرا یہ مضمون تبلیغ کے لحاظ سے بڑا ہی مفید ثابت ہو رہا ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جب ہمارے گورنر جزل گیبیا نے یہ مضمون روپیو آف ریلیجنز میں پڑھا تو انہوں نے مزید کا پیوں کی خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے دوستوں کو بھی یہ مضمون پڑھانا چاہتے ہیں۔

کل ہی امام کمال یوسف کا ڈنارک سے خط آیا ہے کہ افسوس ہے کہ ابھی تک اس مضمون کا ترجمہ ڈینش زبان میں نہیں ہو سکا لیکن ہر اس شخص نے جس کو ہم نے یہ مضمون پڑھایا ہے احمدی تھے یا غیر احمدی یا زیر تبلیغ عیسائی ہر ایک نے یہ مضمون پڑھنے کے بعد اس بات پر زور دیا ہے کہ اس مضمون کا جلد ڈینش زبان میں ترجمہ ہونا چاہئے اور وسیع اشاعت ہونی چاہئے۔

میرے اس پیغام کے نتیجہ میں جماعت احمد یہ پر بھی جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے اسلام کے خدا کی حقیقی شناخت کی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے احسانوں کی معرفت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو پہچاننے کی اس پر بھی اس دعوت کے نتیجہ میں ذمہ داریاں پہلے سے بڑھ گئی ہیں کیونکہ جب ہم ان اقوام کو جو دنیوی علوم میں بہت بلندیاں حاصل کر چکی ہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں اور انہیں جھنجھوڑتے ہیں اور انہیں یہ بتاتے ہیں کہ اسلام لے آؤ اسلام کے اللہ کی شناخت کرو اس کی طرف رجوع

کروں کی محبت اپنے دل میں پیدا کرو تو اگر وہ ہماری بات مان لیں اور کہیں کہ اچھا ہم اسلام کو سمجھنے کے لئے تیار ہیں آؤ اور ہمیں اسلام سمجھاؤ تو اس وقت ہمارے پاس اتنے آدمی مردو عورت جوان بوڑھے ہونے چاہیں کہ اس مطالبہ کو پورا کر سکیں۔

اب جب ہم نے چھبھوڑ کے ان اقوام کو اسلام کی طرف بلا یا ہے یہ ذمہ داری ہم پر اور بھی بڑھ گئی۔ تو ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے آج میں وہی مضمون اردو میں اپنے دوستوں کو یہاں سنانا چاہتا ہوں کیونکہ مجھ پر اثر یہ ہے کہ بہت سے لکھے پڑھے احمدی بھی باقاعدگی کے ساتھ ہماری جماعت کے رسالوں اور اخبارات کو نہیں پڑھتے جب تک جماعت کے ہر فرد کو یہ علم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کس قدر احسان اور کس رنگ میں جماعت پر ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر دل میں پیدا نہیں ہو سکتا اور جب تک جماعت کے ہر فرد کو یہ پتہ نہ ہو کہ جماعت کو اللہ تعالیٰ کس طرف لے جا رہا ہے اور جماعت سے کیا کام لینا چاہتا ہے اس وقت تک اس کام کی ادائیگی کی ذمہ داری کا احساس ان کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ احساس پیدا کرنے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ میں نے کس رنگ میں اور کن الفاظ میں ان اقوام کو مخاطب کیا ہے۔ اس مضمون کو آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں اس کے مخاطب جیسا کہ میں نے کہا ہے وہ اقوام ہیں جو دہریہ ہیں یا عیسائی ہیں یا لامہ ہب ہیں میں نے ان اقوام کو مندرجہ ذیل الفاظ میں مخاطب کیا تھا:-

امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

”احمد یہ جماعت کے امام کی حیثیت میں مجھے ایک روحانی مقام پر فائز ہونے کی عزت حاصل ہے۔ اس حیثیت میں مجھ پر بعض ایسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کو میں آخری سالس تک نظر انداز نہیں کر سکتا میری ان ذمہ داریوں کا دائرہ تمام بی نوع انسان تک وسیع ہے اور اس عقدِ اخوت کے اعتبار سے مجھے ہر انسان سے پیار ہے۔

اجاب کرام! انسانیت اس وقت ایک خطرناک تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے اس سلسلہ میں میں آپ کے لئے اور اپنے تمام بھائیوں کے لئے ایک اہم پیغام لایا ہوں موقع کی مناسبت کے پیش نظر میں

اے محضر ایمان کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرا یہ پیغام امن صلح اور انسانیت کے لئے امید کا پیغام ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ پورے غور کے ساتھ میری ان محضر باتوں کو سین گے اور پھر ایک غیر متعصب دل اور روشن دماغ کے ساتھ ان پر غور کریں گے۔

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ۱۸۳۵ء انسانی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم سال تھا کیونکہ اس سال شماں ہند کے ایک غیر معروف اور گنمام گاؤں قادیانی کے ایک ایسے گھرانہ میں جو ایک وقت تک اس علاقہ کا شاہی گھرانہ رہنے کے باوجود شہزادگی کی سب شان و شوکت کھو بیٹھا تھا ایک ایسے بچے کی پیدائش ہوئی جس کے لئے مقدر تھا کہ وہ نہ صرف روحاںی دنیا میں بلکہ مادی دنیا میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا کرے اس بچے کا نام اس کے والدین نے مرزا غلام احمد رکھا اور بعد میں وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے اور مسیح اور مہدی کے خدائی القاب سے مشہور ہوا علیہ السلام۔

مگر قبل اس کے کہ میں اس روحاںی اور مادی انقلاب عظیم پر رoshni ڈالوں میں آپ کی سوانح حیات نہایت محضر الفاظ میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

تاریخی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۳۵ء ر فهوی میں ہوئی اور جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئے وہ زمانہ نہایت جہالت کا زمانہ تھا اور لوگوں کی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ تھی یہاں تک کہ اگر کسی کے نام کوئی خط آتا تو اسے پڑھوانے کے لئے اسے بہت محنت اور مشقت برداشت کرنی پڑتی اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا کہ ایک لمبا عرصہ خط پڑھنے والا کوئی نہ ملتا۔

جہالت کے اس زمانہ میں آپ کے والد نے بعض معمولی پڑھنے لکھے اس اساتذہ آپ کی تعلیم پر مقرر کئے۔ جنہوں نے آپ کو قرآن کریم پڑھنا سکھایا مگر وہ اس قابل نہ تھے کہ معارف قرآنی اور اسرارِ روحاںی کی ابتدائی تعلیم بھی آپ کو دے سکتے اس کے علاوہ ان اساتذہ نے عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم آپ کو دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو عربی اور فارسی پڑھنی آگئی اس سے زیادہ آپ نے اساتذہ سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی سوائے طب کی بعض کتب کے جو آپ نے اپنے والد سے پڑھیں جو اس زمانہ میں ایک مشہور طبیب تھے۔

یہ تھی وہ کل تعلیم جو آپ نے درسی طور پر حاصل کی اس میں شک نہیں کہ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا

اور آپ اپنے والد صاحب کے کتب خانہ کے مطالعہ میں بہت مشغول رہتے تھے لیکن چونکہ اس زمانہ میں علم کی خاص قدر نہ تھی اور آپ کے والد کی خواہش تھی کہ وہ دنیوی کاموں میں اپنے والد کا ہاتھ بٹائیں اور دنیا کما نے اور دنیا میں عزت کے ساتھ رہنے کا ڈھنگ سیکھیں اس لئے آپ کے والد آپ کو کتب کے مطالعہ سے ہمیشہ روکتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ زیادہ پڑھنے سے تمہاری صحت پر براثر پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ اس قدر معمولی تعلیم کا مالک وہ عظیم کام ہرگز نہیں کر سکتا تھا جو اللہ تعالیٰ آپ سے لینا چاہتا تھا اس لئے خدا خود آپ کا معلم اور استاد بنا اور خود اس نے آپ کو معارف قرآنی اور اسرار روحانی اور دنیوی علوم کے بنیادی اصول سکھائے اور اس کے ذہن کو اپنے نور سے منور کیا اور اسے قلم کی بادشاہت اور بیان کا حسن اور شیرینی عطا کی اور اس کے ہاتھ سے بیسیوں بے مثل کتب لکھوائیں اور بیسیوں شیریں تقاریر کروائیں جو علم اور معرفت کے خزانوں سے بھری ہوئی ہیں۔

۱۸۳۵ء کا سال اس قدر راہم اور اس سال پیدا ہونے والا بچہ اس قدر عظیم تھا کہ پہلے نوشتوں میں اس کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی اس ضمن میں میں صرف ایک پیشگوئی بتانا چاہتا ہوں اور وہ پیشگوئی حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے جو آپ نے اس مولود کے متعلق قریباً تیرہ صد سال قبل دی تھی اور وہ یہ ہے آپ نے فرمایا:-

إِنَّ لِمَهْدِيَنَا أَيْتَيْنَا لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَنْكِسِفُ الْقَمَرُ لَا وَلِ لَيْلَةٍ
مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكِسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -
(Darقطنی جلد اول صفحہ ۱۸۸) مؤلفہ حضرت علی بن عمر بن احمد الدارقطنی مطبوعہ مطبع انصاری)

محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ امت مسلمہ میں بہت سے جھوٹے دعویدار کھڑے ہوں گے جو یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مہدی ہیں حالانکہ وہ مہدی نہ ہوں گے مہدویت کا سچا دعویدار وہ ہوگا جس کی صداقت کے ثبوت کے لئے آسمان دونشان ظاہر کرے گا یعنی چاند اور سورج اس کی سچائی پر گواہ ٹھہریں گے اس طرح کہ رمضان کے مہینے میں چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات یعنی ۱۳ ماہ رمضان کو چاند گرہن ہوگا اور اسی رمضان میں سورج گرہن ہونے کے درمیانے دن یعنی ۲۸ ربیعہ میں سے ماہ رمضان کی تعینی اور چاند کے لئے پہلی رات کی تعینی اور سورج کیلئے درمیانے دن کی تعینی غیر معمولی تعین ہے جو انسانی طاقت اور علم اور

فہم سے بالا ہے۔

چنانچہ جب وقت آیا تو ایک مدعی نے واقعی ظہور کیا اور دعویٰ کیا کہ میں مہدی ہوں اور اس کے دعویٰ کے ثبوت کے طور پر دونوں نشان یعنی چاند اور سورج کر ہن جس طرح کہ پیشگوئی میں بتائے گئے تھے ظہور میں آئے۔ لیں یہ ایک غیر معمولی اور مجرمانہ پیشگوئی تھی جو نبی کریم ﷺ نے اپنے مہدی کے لئے کی تھی اور جیسا کہ واقعات نے ثابت کیا یہ پیشگوئی اپنے وقوع سے قریباً تیرہ صد سال قبل کی گئی تھی یہ پیشگوئی انسانی عقل اور قیافہ اور علم سے بالا ہے۔

پھر یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ وہ عظیم پچھے جو ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا تھا اس نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ۱۸۹۱ء میں دنیا میں یہ اعلان کیا کہ وہی موعود مہدی ہے اور اپنے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت کے لئے ہزاروں عقلی اور نقلی دلائل اور آسمانی تائیدات اور اپنی پیشگوئیاں جن میں سے بہت سی اس کے زمانہ میں پوری ہو چکی تھیں اور بہت تھیں جن کے پورا ہونے کا وقت ابھی بعد میں آنے والا تھا دنیا کے سامنے پیش کیں گے روقت کے علماء نے اس کے دعویٰ کو جھٹالا یا اور انکار کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ مہدی کے لئے تو آنحضرت ﷺ نے رمضان کی معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گر ہن نہیں لگا اس سے ثابت ہوا کہ آپ اپنے دعویٰ میں چونکہ اس پیشگوئی کے مطابق چاند اور سورج کو گر ہن نہیں لگا اس سے ثابت ہوا کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچ نہیں۔ لیکن وہ قادر تو اندا خدا جو اپنے وعدہ کا سچا اور اپنے مخلص عباد کے ساتھ وفا اور پیار کا سلوک کرنے والا ہے اس نے عین اپنے وعدہ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ۱۸۹۳ء کے ماہ رمضان میں معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گر ہن کی حالت میں کر دیا اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا خدا اور ہر دو جہاں کا رب بڑی عظمت اور جلال اور قدرت کا مالک ہے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ یہی نشان رمضان ہی کے مہینہ میں اور عین معینہ تاریخوں پر ۱۸۹۵ء میں دوسرا دنیا کو دکھایا تا مشرق اور مغرب اور پرانی اور نئی دنیا کے بسنے والے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کے گواہ ٹھہریں۔ لیں عظیم ہے محمد ﷺ جس نے اپنے خدا سے علم پا کر یہ مجرمانہ پیشگوئی فرمائی اور عظیم ہے آپ کا وہ روحانی فرزند جس کے حق میں وہ پوری ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کے بعد سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ تک اگرچہ کئی پیدا ہوئے

جنہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر ان میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی مہدویت کی صداقت پر چاند اور سورج گواہ بننے ہوں یہ ایک بات ہی اس امر کے لئے کافی ہے کہ آپ ٹھنڈے دل اور گہرے فکر سے اس مدعی کے دعویٰ پر غور کریں جس کا پیغام میں آج آپ تک پہنچا رہا ہوں اور جس کی عظمت اور صداقت پر چاند اور سورج بطور گواہ کھڑے ہیں۔ سورج اور چاند کی شہادت تو میں بیان کر چکا اب آئیے زمین کی آوازیں وہ کیا کہتی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کی وجہ سے اور آپ کی صداقت کے ثبوت میں زمین پر ایک حیرت انگیز اور محیر العقول مادی اور روحانی انقلاب ہونا مقدر تھا۔

درحقیقت تمام انقلابات اور تمام تاریخی تغیرات اسی ایک انقلاب کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں جو آپ کے دنیا میں مبعوث ہونے کے ساتھ شروع ہوا تھا اور جو آپ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر بطور گواہ کے ہے مزید برآں یہ سب انقلابات اور انسانی تاریخ کے سب اہم موڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کی پیشگوئیوں کے مطابق ہیں۔ چند مثالیں میں پیش کرتا ہوں۔

آپ کے دعویٰ کے وقت مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کسی مشرقی طاقت کا کوئی وجود نہ تھا لیکن ۱۹۰۲ء میں آپ نے دنیا کو یہ بتایا کہ عنقریب مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے رقبہ کی حیثیت میں دنیا کے افق پر ایسی مشرقی طاقتیں اُبھرنے والی ہیں جن کی طاقت کا لوہا مغربی طاقتوں کو بھی ماننا پڑے گا چنانچہ جلد ہی اس کے بعد جنگ روس و جاپان میں جاپان نے فتح پائی اور وہ ایک مشرقی طاقت کے طور پر افق دنیا پر نمودار ہوا۔

پھر دوسری جنگ عظیم میں جب جاپان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو چین ایک مشرقی طاقت کی حیثیت میں اُفق دنیا پر اپنی پوری مشرقیت اور طاقت کے ساتھ نمودار ہوا اور انسانی تاریخ میں ان ہر دو طاقتوں کے عروج کے ساتھ ایک نیا موڑ آیا جن کے اثرات انسانی تاریخ میں اتنے وسیع اور اہم ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کر سکتا اور یہ جو کچھ ہوا الہی منشاء اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوا۔

ہمارے زمانے کا دوسرا اہم واقعہ جس سے قریباً ساری دنیا کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ہوئی ہے زائر روس اور شاہی نظام کی کامل تباہی اور بر بادی اور کیونزم کا برس اقتدار آنا ہے۔ روسی انقلاب کا عظیم

سanh جس نے دنیا کی تاریخ کا رخ ایک خاص سمت موڑ دیا ہے بھی آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق منصہ ظہور میں آیا آپ نے ۱۹۰۵ء میں زائر و روس اور شاہی خاندان اور شہنشاہیت کی کامل تباہی اور زیبوں حالی کی خبر دی تھی اور یہ حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اسی سال اس پیشگوئی کے چند ماہ بعد ہی وہ سیاسی پارٹی معرض وجود میں آئی جو قریبًا بارہ سال بعد شاہی خاندان اور شاہی نظام حکومت کی تباہی کا باعث بنی اور اس کے بعد کمیونزم پہلے روس میں اور پھر دنیا کے دیگر مقامات میں بر سر اقتدار آیا یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

زار و روس کی تباہی اور کمیونزم کا غالبہ اور اقتدار تاریخ انسانیت کا نہایت دکھدہ المیہ اور اہم ترین واقعہ ہے جس کے پڑھنے سے گودل میں درد تو پیدا ہوتا ہے لیکن اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں دنیا کا کوئی ملک بھی بشمول آپ کے ملک کے اثر سے بچ نہیں سکا لیکن ہمارے لئے ان تبدیلیوں پر حیران ہونے یا تشویش کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ان تغیرات کی سمت رفتار اور شدت کے بارے میں ہمیں مسح موعود علیہ السلام نے پہلے ہی خبریں دے دی تھیں اور آئندہ اپنے وقت پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کس طرح یہ تغیرات خدائی ارادے کی تکمیل میں مدد ہوئے۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ مسح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ میں دو طاقتیں ایسی ابھریں گی کہ دنیا ان میں بٹ جائے گی اور کوئی اور طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکے گی پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر کے اپنی تباہی کا سامان پیدا کریں گی لیکن صرف اس ایک جنگ کے بارے میں ہی پیشگوئی نہیں تھی بلکہ بانی سلسلہ احمد یہ نے پانچ عالمگیر تباہیوں کی خبر دی ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ دنیا سخت گھبرا جائے گی مسافروں کے لئے وہ وقت سخت تکلیف کا ہو گا ندیاں خون سے سرخ ہو جائیں گی یا آفت یک دم اور اچانک آئے گی اس صدمہ سے جوان بوڑھے ہو جائیں گے پہاڑ اپنی جگہوں سے اڑا دیئے جائیں گے بہت سے لوگ اس تباہی کی ہولنا کیوں سے دیوانے ہو جائیں گے یہی زمانہ زائر و روس کی تباہی کا ہو گا اس زمانے میں کمیونزم کا پیچ دنیا میں بوبای جائے گا جنگی بیڑے تیار کئے جائیں گے اور خطرناک سمندری لڑائیاں لڑی جائیں گی حکومتوں کا تختہ لٹ دیا جائے گا شہر قبرستان بن جائیں گے۔

اس تباہی کے بعد ایک اور عالمگیر تباہی آئے گی جو اس سے وسیع پیانے پر ہو گی اور زیادہ خوفناک نتائج کی حامل ہو گی وہ دنیا کا نقشہ ایک دفعہ پھربدل دے گی اور قوموں کے مقدار کوئی شکل دے دے گی

کمیوززم بہت زیادہ قوت حاصل کر لے گی اور اپنی مرضی منوانے کی طاقت اس میں پیدا ہو جائے گی اور وہ وسیع و عربیض رقبہ پر چھا جائیگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مشرقی یورپ کے بہت سے حصے کمیونسٹ ہو گئے اور چین کے ستر کروڑ باشندے بھی اسی راستے پر چل پڑے اور ایشیا اور افریقہ کی ابھرتی ہوئی قوموں میں کمیوززم کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا ہے دنیا دو متحارب گروہوں میں منقسم ہو گئی ہے جن میں سے ہر ایک جدید ترین جنگی ہتھیاروں سے لیس اور اس بات کے لئے تیار ہے کہ انسانیت کو موت و تباہی کی بھڑکتی ہوئی جہنم میں دھکیل دے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہو گی دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ شخص دم بخود رہ جائے گا آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہو گی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے نئی تہذیب کا قصر عظیم زمین پر آ رہے گا دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہو جائیں گے ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی ان کی تہذیب و ثقافت بر باد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ نئی رہنے والے حیرت اور استجواب سے دم بخود اور ششد رہ جائیں گے۔

روس کے باشندے نسبتاً جلد اس تباہی سے نجات پائیں گے اور بڑی وضاحت سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس ملک کی آبادی پھر جلد ہی بڑھ جائے گی اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کریں گے اور ان میں کثرت سے اسلام پھیلیے گا اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اس کا وجود مثانے کی شیخیاں بھگا رہی ہے وہی قوم اپنی گمراہی کو جان لے گی اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختگی سے قائم ہو جائے گی۔

شاید آپ اسے ایک افسانہ سمجھیں مگر وہ جو اس تیسری عالمگیر تباہی سے نجات ملیں گے اور زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔

پس تیسری عالمگیر تباہی کی انتہاء اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتداء ہو گی اور اس کے بعد بڑی سرعت کے ساتھ اسلام ساری دنیا میں پھیلنا شروع ہو گا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کر لیں گے

اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ پہلے جاپان اور چین کا پیشگوئی کے مطابق مشرقی طاقت کے رنگ میں افق پر اُبھرنا روس کے شاہی خاندان اور شاہی نظام کی تباہی اس کی بجائے کیونزم کا قیام اور سیاسی اقتدار اور پھر دنیا میں اس کا نفوذ بڑھنا پہلی عالمگیر جنگ جس نے دنیا کا نقشہ بدلت دیا اور پھر دوسری عالمگیر جنگ جس نے دوبارہ دنیا کا نقشہ بدلت دیا ایسے اہم واقعات ہیں جو تاریخ انسانیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ سب واقعات اسی طرح ظہور میں آئے جس طرح کہ ان کی پہلے سے خردی گئی تھی۔

یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مقصد کو پورا کر کے ۱۹۰۸ء کو اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گئے ان تمام پیشگوئیوں کی اس سے قبل ہی وسیع پیانا نے پر اشاعت ہو چکی تھی اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے متعلق جو پیش خبریاں دی گئیں وہ بھی ضرور اپنے وقت پر پوری ہوں گی کیونکہ یہ پیش خبریاں ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کے غلبہ اور اسلامی صلح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں گو ابھی دھندے ہیں لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہو گا اور دنیا کو منور کرے گا لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقع ہو ضروری ہے کہ دنیا ایک اور عالمگیر تباہی میں سے گذرے ایک ایسی خونی تباہی جو بنی نوع انسان کو چھوڑ کر رکھ دے گی لیکن یہ نہیں بھونا چاہئے کہ یہ اندز اری پیشگوئی ہے اور اندز اری پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سے التواء میں ڈالی جا سکتی ہیں بلکہ میں بھی سکتی ہیں اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کر لے۔ وہ اب بھی خدائی غصب سے فتح سکتا ہے اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداوں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کرے فتن و فجور سے باز آ جائے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی اختیار کر لے مگر اس کا انحصار تو ان قوموں پر ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں کہ آیا وہ اس مسیتی کو چھوڑ کر روحانی لذت اور سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں؟ اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ اندز اری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی

مصنوعی خداداد نیا کو موعودہ ہولنا ک تباہیوں سے بچانہ سکے گا۔ پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر حرم کریں اور خداۓ رحیم و کریم کی آواز کو سنیں اللہ تعالیٰ آپ پر حرم کرے اور صداقت کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔

اب میں مختصر اس روحانی انقلاب کا ذکر کرتا ہوں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے عظیم روحانی فرزند کے ذریعہ دنیا میں رونما ہونا تھا مگر یہ نہ بھولنا چاہئے کہ آپ کی بعثت کے زمانہ میں اسلام انتہائی کمپرسی اور تنزل کی حالت میں تھا علم مسلمان کے پاس نہ تھا دولت سے وہ محروم تھے صنعت و حرفت میں ان کا کوئی مقام نہ تھا تجارت ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی سیاسی اقتدار وہ کھو چکے تھے اور حقیقی معنی میں تو دنیا کے کسی حصہ میں وہ صاحب اختیار حاکم نہ رہے تھے۔ اخلاقی حالت بھی ابتر تھی اور شکست خور دہ ذہنیت ان میں پیدا ہو چکی تھی اور پھر ابھر نے اور زندہ قوموں کی صفات میں کھڑے ہونے کی کوئی امنگ باقی نہ رہی تھی۔ اسلام کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ دنیا کی سب طائفیں اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھیں اور اسلام کو سرچھپانے کے لئے کہیں جگہ نہ مل رہی تھی عیسائیت سب میں پیش پیش تھی اور اسلام کی سب سے بڑی دشمن عیسائی مناد کثرت سے دنیا میں پھیل گئے تھے عیسائی دنیا کی دولت اور سیاسی اقتدار ان مناد کی مدد کو ہر وقت تیار تھا اور ان کا پہلا اور بھرپور وار اسلام کے خلاف تھا اسے اپنی فتح کا اتنا یقین تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دنیا میں اعلان کیا گیا کہ

۱۔ براعظیم افریقیہ عیسائیت کی جیب میں ہے

۲۔ ہندوستان میں دیکھنے کو بھی مسلمان نہ ملے گا اور

۳۔ وقت آ گیا ہے کہ مکہ معظمہ پر عیسائیت کا جہنڈا الہائے گا

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی اپنی حالت یہ تھی کہ ابھی لگتی کے چند غریب مسلمان آپ کے گرد جمع ہوئے تھے کوئی جھٹکہ کوئی دولت کوئی سیاسی اقتدار آپ کے پاس نہ تھا مگر وہ جس کے قبضہ قدرت میں ہرشے ہے آپ کے ساتھ تھا اور اسی خدائے آپ سے یہ کہا کہ دنیا میں یہ منادی کر دو کہ اسلام کی تازگی کے دن آ گئے ہیں اور وہ دن دو رہیں جب اسلام تمام ادیان عالم پر اپنے دلائل اور اپنی روحانی تاثیروں کی رو سے غالب آئے گا۔

آ گے چلنے سے قبل ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے اور ہم تمام مسلمان یہ

عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح ناصری علیہ السلام خدا کے ایک برگزیدہ نبی تھے اور ان کی والدہ بھی نیکی میں ایک پاک نمودہ تھیں قرآن کریم نے ان دونوں کا ذکر عزت سے کیا ہے مریم علیہا السلام کو تو قرآن کریم نے پاکیزگی کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور قرآن کریم میں آپ کا ذکر کراچیل کی نسبت زیادہ عزت کے ساتھ کیا گیا ہے لیکن قرآن کریم ان دونوں کو معبدومانے کے کلیسا می عقیدے کی سختی سے تردید فرماتا ہے۔ یہ بات اور عیسائی کلیسا کا آنحضرت ﷺ کی صداقت سے انکار دوایسے امور ہیں جو اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اور اصولی اختلاف ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دل مردہ پرستی کے فتنے سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجب تنگی میں ہے اس سے بڑھ کر اور کون سا درد کا مقام ہو گا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنا لیا گیا ہے اور ایک مشت خاک کو رب العالمین سمجھا گیا ہے میں بھی کاس غم میں فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر تو حید کی فتح ہے غیر معبدوں ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے مریم کی معبدانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سواب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبدانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھا وے سواب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچانہیں سکتا اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداوں کو قبول کر لیتی تھیں نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان ہو گا اب وہ دن زندگی آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہو گا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی پی تی تو حید جس کو بیانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیمیوں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں

پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تواریخ سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اُتارنے سے تب یہ بتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۰۵، ۳۰۷)

ان زبردست پیشگوئیوں کے بعد تو دنیا کا نقشہ ہی بدلتا گیا افریقہ کا وسیع برا عظیم عیسائیت کے جہنڈے تلبے جمع ہونے کی بجائے اسلام کے خنک اور سرد بخش سایہ تلبے جمع ہو رہا ہے ہندوستان میں یہ حالت ہے کہ احمدی نوجوانوں سے بات کرتے ہوئے بھی بڑے بڑے پادری گھبرا تے ہیں اور کہہ پر عیسائیت کا جہنڈا الہانے کا خواب شرمندہ تعمیر نہ ہوا اور نہ کھی ہو گا (اشٹاء اللہ)

غلباء اسلام کے متعلق جو بشارتیں دی گئی ہیں ان کے پورا ہونے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں مگر جیسا کہ میں پہلے بتاچکا ہوں ایک تیری عالمگیر تباہی کی بھی خبر دی گئی ہے جس کے بعد اسلام پوری شان کے ساتھ دنیا پر غالب ہو گا مگر یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ توہاب اور اسلام کی بتائی ہوئی را ہیں اختیار کرنے سے یہ بتاہی ٹھیک سکتی ہے اب یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ اپنے خدا کی معرفت حاصل کر کے اور اس کے ساتھ سچا تعلق پیدا کر کے خود کو اور اپنی نسلوں کو اس بتاہی سے بچالیں یا اس سے دوری کی را ہیں اختیار کر کے خود کو اور اپنی نسلوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ ڈرانے والے عظیم انسان نے خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر (مندرجہ ذیل الفاظ میں) آپ کو ڈرایا ہے اور اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ میری یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو اپنا فرض پورا کرنے کی توفیق دے میں اپنی تقریر اس عظیم شخص علیہ السلام کے اپنے الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔

”یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی اس موت سے پرندے چند بھی باہر نہیں ہوں گے اور اس قدر سخت بتاہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا یہی بتاہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات

زیر وزیر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقائد کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو گا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاوں میں کچھ تاثیر ہو جاتی پرمیرے آنے کے ساتھ خدا کے غصب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خنانے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا۔ (بنی اسرائیل: ۱۶) اور تو بہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلاسے پہلے ڈرتے ہیں ان پر حرم کیا جائے گا کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزاں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تینیں بچاسکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمه ہو گا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد و یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ بیہت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلانے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ قدری کے نوشته پورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوٹ کی زمین کا واقعہ تم پچشم خود دیکھو گے مگر خدا غصب میں دھیما ہے تو بہ کرو تام پر حرم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی

اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مرد ہے نہ کہ زندہ۔“

(حقیقتہ الوجی۔ روحانی خزانہ جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۸، ۲۶۹)

وَإِخْرُجْنَا إِنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
یہ پیغام ختم ہونے کے بعد حضور نے فرمایا:-

پس ان الفاظ میں میں نے دنیا کی اقوام کو مخاطب کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ ان الفاظ پر غور کریں اور پیشگوئیوں کو مدنظر رکھیں تو آپ کے دل میں احساس پیدا ہو گا کہ اب آپ کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت بڑھ کر ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں سمجھنے اور نباہنے کی توفیق بخشنے۔ آ مین۔

(روزنامہ الفضل ریوو ۲۶۵ را کتوبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۶۸)



اللہ تعالیٰ محس اپنے فضل سے بیرونی ممالک میں غلبة اسلام کی نئی نئی راہیں کھول رہا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ تحریک جدید کے چوتھیسویں سال کا اعلان۔
- ☆ یورپ کی عیسائی دنیا عیسائیت سے نہ صرف بے تعلق بلکہ تنفس ہو چکی ہے۔
- ☆ پیشگوئیوں کے مطابق اگلے چھپس تیس سال ہمارے لئے بہت نازک ہیں۔
- ☆ اس زمانہ میں ہماری ترقی کے بہت سے دروازے کھلیں گے۔
- انشاء اللہ تعالیٰ
- ☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی قربانیوں کو قبول کر کے غیر ممالک میں غلبہ اسلام کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج میں تحریکِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرنا چاہتا ہوں یہ آنے والا سال تحریکِ جدید کا چونتیسوائیں سال ہوگا۔ دفتر اول کے لحاظ سے اور چوبیسواں سال ہوگا دفتر دوم کے لحاظ سے اور تیسرا سال ہوگا دفتر سوم کے لحاظ سے میں نے اپنے سفر کے دوران جہاں یہ مشاہدہ کیا کہ یورپ میں بنسنے والی اقوام عیسائیت سے، مذہب سے بے تعلق ہو رہی ہیں وہاں میں نے اس ضرورت کا بھی بڑی شدت کے ساتھ احساس کیا کہ یہ وقت انتہائی قربانیاں دے کر اپنے کام میں وسعت پیدا کرنے اور اپنی کوششوں میں تیزی پیدا کرنے کا ہے عیسائیت سے ان کی بے تعلقی اس بات سے عیاں ہے کہ گلاسگو میں جب ایک صحافی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے ہمارے ملک میں بنسنے والوں کو مذہبی لحاظ سے کیسے پایا تو میں نے اسے جواب دیا کہ یہاں کے باشندے عیسائیت میں اب دلچسپی نہیں لے رہے اس پر اس نے سوال کیا کہ آپ نے کس چیز سے یہ استدلال کیا ہے میں اس کے بہت سے جواب دے سکتا تھا لیکن میں وہاں مختصرًا جواب دینا چاہتا تھا میں نے انہیں کہا کہ میں نے جس چیز سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ لندن میں بہت سے گرجاؤں کے سامنے ”برائے فروخت“ کے چوکھٹے لگے ہوئے ہیں اور بہت سے گرجاوہاں بک پکے ہیں جہاں ثراب خانے بنادیئے گئے ہیں بہت سے گرجاوہاں بک پکے ہیں جہاں چھوٹی چھوٹی فیکٹریاں قائم ہو گئی ہیں یا کوئی اور کار و بار شروع ہو گیا ہے۔

گرجاؤں کی فروخت اور گرجاؤں کا قابل فروخت ہونا بتاتا ہے کہ آپ کے ملک میں رہنے والے مذہب کی طرف پہلے کی نسبت بہت کم توجہ دے رہے ہیں اس پر اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے اگر گرجا کو مسجد بنالیا جائے تو اس میں کوئی ہرج تو نہ ہوگا میں نے اسے جواب دیا کہ جہاں تک مسئلے کا

سوال ہے میں اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا کہ کسی گرجا کو مسجد بنالیا جائے لیکن میں اپنی جماعت کے لئے اسے پسند نہیں کرتا اس لئے کہ ایسا کرنے کے نتیجے میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پسیے دے گا اور ہم آپ کے ملک میں مساجد خود تعمیر کریں گے سستے گر جے خرید کے انہیں مسجدوں میں تغیر نہیں کریں گے اور بھی بہت سی باتیں مشاہدہ میں آئیں جن سے میں نے نتیجہ نکالا کہ یورپ کی عیسائی دنیا عیسائیت سے نہ صرف بے تعلق ہو چکی ہے بلکہ تنفس بھی ہو چکی ہے اور اس حد تک وہ گندگی میں بنتا ہو چکی ہے کہ خود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر بڑی جرأۃ اور دلیری کے ساتھ اس قسم کے ظالمانہ الزرام لگا رہی ہے کہ جن کا زبان پر لانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے کیونکہ ہم ان کو خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی مانتے ہیں لیکن اب وہ جس گندگی میں بنتا ہیں انہوں نے یہاں تک کہ ان کے پادریوں نے بھی علی الاعلان یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی (نوعذ باللہ) اسی گندگی میں بنتا تھا اور گندے اخلاق ان میں پائے جاتے تھے۔

پس وہ تختی محبت کی جوان کے دلوں میں صدیوں سے قائم کی گئی اور قائم رکھی گئی تھی اور اس محبت کو اس انتہاء تک پہنچا دیا گیا تھا کہ ان کے ماننے والے انہیں خدا، خدا کا بیٹا ماننے لگ گئے تھے وہ تختی تو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے صاف کر دی اور یہ قویں عیسائیت کو عملًا بھی اور عقیدتاً بھی چھوڑ چکی ہیں صرف ایک نام باقی رہ گیا ہے اب تو شاید وہ نام سے بھی انکار کرنا شروع کر دیں۔

ان حالات میں میں نے سوچا کہ جماعت احمد یہ پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قویں جنہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے شیطانی خیالات سے ہمارے لئے آزاد کیا ہے۔ کیا ہم ان تک پہنچ کر اسلام کی حسین تعلیم ان کے دلوں میں بٹھانے میں کامیاب ہوتے ہیں کہ نہیں اور اس کوشش اور جدوجہد کیلئے ان ذمہ داریوں کو ہم نجاتے ہیں یا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہیں اور وہ قربانیاں ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کے لئے تیار ہیں یا نہیں جو آج کی اسلامی ضرورت کا تقاضا ہے تو جیسا کہ میں نے ان قوموں کو ان الفاظ میں انذار کیا تھا کہ پیشگوئیوں کے مطابق اگلے چھپیں تمیں سال تھمارے لئے بہت نازک ہیں اگر تم اپنے اللہ کی طرف، اپنے رب کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے تمہاری قویں بتاہ ہو جائیں گی اور اس دنیا سے مٹادی جائیں گی ویسا ہی ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم

آج کی ضرورت کو سمجھنے لگیں یہ پچیس تیس سال ہمارے لئے بھی بڑے اہم ہیں کیونکہ ایک موقعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے ان ممالک میں اسلام کو پھیلانے اور اسلام کو غالب کرنے کا اگر ہم اپنی سستیوں کے نتیجے میں اس موقع کو گنوادیں گے تو ایک تو شاید (خدا نہ کرے) غلبہ اسلام میں التواعہ ہو جائے غالب تو ہو گا اسلام کیونکہ خدا کا وعدہ ہے یہ ضرور پورا ہو گا لیکن ہماری غفلتوں اور کوتا ہیوں کے نتیجے میں التواعہ کا خطرہ ضرور موجود ہے۔ تو ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے اور اپنے کاموں میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہمیں میں الاقوامی بلند سطح پر سوچنا چاہئے اسلام کے لئے اپنے اللہ کے لئے کہ اس کی محبت اور توحید کو ہم کس طرح دنیا میں قائم کر سکتے ہیں۔ یہ کام حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کے ذریعہ لینا شروع کیا تھا۔

تحریک جدید جب شروع ہوئی تو اس کا ایک ہی دفتر تھا جماعت کو اس وقت اللہ تعالیٰ نے بڑی توفیق دی جتنی مالی قربانی کا مطالبہ تھا اس سے قریباً چار گنا زیادہ مال پہلے سال خدا تعالیٰ کے ان بندوں نے اپنے امام کو پیش کر دیا تھا دنیا میں اسلام کی تبلیغ کے لئے پھر ضرورتیں بڑھتی چلی گئیں نیز نی چکھوں پر مبلغ بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اس کے لئے آدمی تیار کرنے ہوتے تھے خرچ برداشت کرنا پڑتا تھا تاب وہاں جا کر تبلیغ کا کام شروع کر سکتے تھے اور جماعت کے ملکیتیں ضرورت کے مطابق مالی قربانیاں دیں اور بہت حد تک شروع میں تو شاید جتنی ضرورت تھی اس حد تک مالی قربانی دی اور تحریک جدید کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ملکوں میں تبلیغی مشن قائم کر دیئے لیکن جوں جوں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر نازل ہوتی رہی ہماری ضرورتیں بڑھتی چلی گئیں۔ نئے سے نئے میدان کا میا یوں کے ہمارے سامنے کھلتے رہے اور ان میدانوں کو فتح کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شکر ادا کرنا جو ہمارا فرض تھا وہ ہم نے اس زمانہ میں ادا کیا۔ اس وقت جماعت نے جو قربانیاں دیں اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرے بہت سے ہیں جنہوں نے قربانیاں دیں وہ اس جہاں سے رخصت ہو چکے ہیں جیسا کہ میں ابھی آگے بتاؤں گا اللہ تعالیٰ مغفرت کی چادر میں لپیٹ کے رضا کی جنت میں انہیں ہر طرح خوش رکھے اور اپنی ان رحمتوں میں انہیں شریک کرے جو بے شمار نگ میں ہر آن محمد رسول اللہ ﷺ پر کر رہا ہے کیونکہ یہ لوگ بھی آپ صلعم ہی کے غلاموں میں سے ہیں۔

لیکن ہماری مالی قربانیوں کی رفتار اتنی نہیں رہی جتنی کہ ہماری ضرورتوں کے بڑھنے کی رفتار تھی اس وقت جو نقشہ میں آپ کے سامنے تحریک جدید کی مالی قربانیوں کا رکھوں گا اس سے آپ کو یہ بات عیاں ہو جائے گی میں نے سات سال کے بعد کے اعداد و شمار دفتر سے حاصل کئے ہیں یعنی جو سال رواں ہے اس سے سات سال پہلے کیا حالات تھے کیا نقشہ تھا چندوں کا، کیا کیفیت تھی پھر اس سے سات سال پہلے کیا کیفیت تھی یعنی اس نقشہ میں دفتر دوم کے چودہ سال ہیں جو ان کی قربانیوں کے سالوں کا قریباً ۲۳۲ کے سارے اور دفتر اول کے چودہ سال ہیں جو ان کے تینتیس سالوں میں سے چودہ سال یعنی ۲۵ کے قریباً ہے۔ بہر حال ۱۹۵۳ء۔ ۵۲ء۔ ۲۱ء۔ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۷ء کے اعداد و شمار سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس جہت میں ہماری حرکت ہے اور کیا اگر ہمارا قدم ترقی کی طرف ہے تو اس میں اتنی تیزی پائی جاتی ہے کہ ہماری ضرورتوں کو ہماری رفتار پورا کرنے والی ہو۔ ۱۹۵۳ء میں دفتر اول کا چندہ ۲,۳۶,۰۰۰ تھا اور دفتر دوم کا ۱,۱۰,۰۰۰۔ میزان تھی۔ ۳,۵۶,۰۰۰ (میں سینکڑوں کو چھوڑتا ہوں)

۱۹۶۰ء میں دفتر اول کی آمد ۵۳,۵۰۰ سے گرگی اور ۲,۳۶,۰۰۰ سے گر کے ۸۳,۱,۰۰۰ پہنچ گئی اور پہنچنی چاہئے تھی کیونکہ اس عرصہ میں ہمارے بہت سے بھائی ہم سے جدا ہو گئے۔

دفتر دوم کی آمد ۱۹۶۰ء میں (۱۹۵۳ء کے مقابلہ میں) بڑھی اور اسے بڑھنا چاہئے تھا اور ۱,۱۰,۰۰۰ سے بڑھ کے ۲,۰۰۰، ۷، اتنک پہنچ گئی۔

۱۹۶۷ء میں دفتر اول کی آمد (۱۹۵۳ء کی آمد کے مقابلہ میں اور ۱۹۶۰ء کی ۸۳,۱,۰۰۰ کی آمد کے مقابلہ میں) صرف ۲۰,۰۰۰، ارہ گئی۔

اور دفتر دوم کی آمد ۱۹۶۷ء میں (۱۹۵۳ء کی آمد سے جو ۱,۱۰,۰۰۰، اتنی بڑھ کے) ۲,۳۸,۰۰۰ ہو گئی اور ۱۹۶۰ء کی ۳,۰۰۰، ۷، اکی آمد سے بڑھ کے ۲,۳۸,۰۰۰ ہو گئی۔

۱۹۵۳ء میں دفتر اول کی آمد دفتر دوم کے مقابلہ میں ۳,۶,۰۰۰، اروپیہ زیادہ تھی۔ ۲۱ء۔ ۱۹۶۰ء میں دفتر اول کی آمد دفتر دوم کی آمد سے صرف ۳,۰۰۰، اروپیہ زائد تھی اور ۱۹۶۷ء میں دفتر اول کی آمد دوم کی آمد سے ۱,۸,۰۰۰، اروپیہ کم تھی جبکہ ۱۹۵۳ء کے بجٹ میں اصل آمد دفتر اول کی دفتر دوم کے مقابلہ میں ۳,۶,۰۰۰، اروپیہ زیادہ تھی ان اعداد و شمار سے یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ جوں

جوں ہمارے دوست اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے اللہ کے حضور پہنچتے رہے۔ دوسری نسل اس خلاء کو پُر کرتی رہی اور آمد میں انہوں نے کوئی کمی نہیں آنے دی۔ لیکن ایک اور چیز جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۶۰ء کی کل آمد جب ہم مقابلہ کرتے ہیں تو اس میں کوئی ترقی نہیں ہوئی کیونکہ ۱۹۵۳ء میں دفتر اول اور دفتر دوم کی کل آمد ۵۶,۰۰۰،۳۲ تھی اور ۱۹۶۰ء میں دفتر اول اور دفتر دوم کی کل آمد ۳,۵۵,۰۰۰۔ میں نے سینکڑے چھوڑ دے ہیں یعنی ۱۹۶۰ء میں ایک ہزار سات سور و پیہ کم آمد تھی (۱۹۵۳ء کے مقابلہ میں۔) لیکن ایک ہزار کا کوئی ایسا فرق نہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قدم نہ آگے بڑھاں سالوں میں نہ پیچھے ہٹا۔

۱۹۶۱ء کے جو اعداد و شمار میں نے بتائے ہیں وہ وعدوں کے نہیں بلکہ اصل آمد کے ہیں یعنی جو آمد اس وقت تک ہو چکی ہے اور ابھی اس سال کی وصولی کا بہت سا حصہ باقی ہے لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی ہے جو اصل آمد اس وقت تک ہو چکی ہے (ما�چ، اپریل تک آمد رہتی ہے) اس کے لحاظ سے بھی ۱۹۶۷ء میں ہماری آمد ہر سد دفاتر کی ۳,۵۶,۰۰۰،۰۰۰ کے مقابلہ پر ۳,۰۰۰,۰۰۰ ہو چکی ہے اور ابھی قریباً ایک لاکھ ساٹھ یا ستر ہزار کے وعدے ایسے ہیں جو قابل وصول ہیں اگر ان میں سے ایک بڑی رقم وصول ہو جائے ہوئی تو سو فیصدی چاہئے لیکن بعض دفعہ کوئی صاحب فوت ہو جاتے ہیں یا نوکری ان کی چھوٹ جاتی ہے یا کوئی ایسی جائز روک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ چندہ ادنیں کر سکتے تو اگر اس کو مد نظر بھی رکھا جائے تو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ رقم جو ہے وہ اصل آمد ۳,۵۵,۰۰۰،۰۰۰ سے بڑھ کے جو ۱۹۶۰ء کی آمد ہے قریباً ۳,۵۰,۰۰۰ روپے تک چلی جائے گی یا اس سے بھی بڑھ جائے گی (۳,۵۰,۰۰۰ کے وعدے ہیں غالباً) جس کا یہ مطلب ہوگا کہ ڈیڑھ لاکھ روپے زیادتی ہوئی لیکن جو عملًا ہمیں ضرورتیں پیش آئی ہیں وہ ڈیڑھ لاکھ روپے سے زیادہ کی تھیں اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا نہ کرتا کہ آپ کی غفلت اور سستی پر پردہ ڈال دے تو ہمارے سارے کام رک جاتے اس لئے کہ اس عرصہ میں یہ وہ پاکستان میں اتنی مضبوط جماعتیں پیدا ہو گئیں کہ ان میں بہت سی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئیں اور بہت سی ایسی تھیں جنہوں نے یہ وہ پاکستان مشنر کو امداد دنی شروع کر دی اور اس کے نتیجہ میں ہمارے کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ ترقی کی طرف ہمارا قدم بڑھتا چلا گیا لیکن اس کے یہ معنی

نہیں ہیں کہ آپ خوش ہو جائیں کہ ہمیں اب زیادہ قربانیاں دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ جیسے فکر پیدا ہوئی ہے کہ ہم نے غفلت اور سستی دکھائی اور وہ انعامات جو ہمیں ملنے چاہئیں تھے وہ ہمیں نہیں ملے اور دوسروں نے ہمارے ہاتھ سے چھین لئے۔ اگر ہمیں وہ مل جاتے اور پیروں پاکستان کے بھائی بھی اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں شریک ہوتے تو ہمارے لئے بڑی خوشی کی بات تھی لیکن ہوا یہ کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات سے نواز لیکن اس کے مقابلہ میں جو انعامات ہمیں ملنے چاہئیں تھے ہمیں نہیں ملے پیرونی ممالک کے اعداد و شمار صحیح تصویر پیش نہیں کرتے کیونکہ اس میں وہ امداد بھی شامل ہے جو حکومتوں کی طرف سے ہمارے سکولوں کو ملتی ہے اور وہ کافی بڑی رقمیں ہیں۔ مغربی افریقیہ میں ہمارے بہت سے سکول ہیں جو امداد لے رہے ہیں یہاں بھی ہمارے کالج اور سکول کو ایڈ ملتی ہے اور وہ ہمارے بجٹ میں شامل ہوتی ہے وہاں چونکہ کثرت سے سکول ہیں حکومت کی طرف سے جو امداد ملتی ہے وہ ہمارے بجٹ میں شامل ہو جاتی ہے کل چونکہ دفاتر میں چھٹی تھی تفصیل میں حاصل نہیں کر سکا اس چیز کو بے شک منظر رکھیں لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ پیروں پاکستان کی آمد ہمارے دلوں میں تشویش پیدا کرنے والی ہے اس لئے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا قدم اس تیزی سے آگے نہیں بڑھا جس تیزی سے ہمارا قدم آگے بڑھنا چاہئے تھا اور اس کے نتیجہ میں ہم اللہ تعالیٰ کے بہت سے ان انعامات سے محروم ہو گئے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دینا چاہتا تھا۔

پیرونی ممالک کا نقشہ یہ ہے ۱۹۵۳ء میں تحریک جدید کی آمد ۱۹۶۰ء تھی اس میں سکولوں کو جو امداد ملی شامل ہے۔ ۱۹۶۰ء میں پیرونی ممالک کی آمد ۱۳,۲۳,۰۰۰ کی ایک چار سال میں ۲,۰۰,۰۰۰ سے بڑھ کر ۱۳,۲۳,۰۰۰ روپیہ ہو گئی اور ۱۹۶۷ء میں جو سال روایا ہے اس میں پیرونی ممالک کی اصل آمد دفتر بند ہونے کی وجہ سے مل نہیں سکی لیکن جو بجٹ ہے وہ تمیں لاکھ ہتھر ہزار کا ۲,۰۰,۰۰۰۔ یعنی ۱۹۶۰ء کے بجٹ اور آمد کے مقابلہ میں ۱۹۶۷ء میں پیرونی ممالک کا بجٹ ۳۰,۰۰۰,۰۰۰ (تمیں لاکھ) ہو گیا ہے اور ۱۹۵۳ء میں جو بجٹ صرف ۲,۰۰,۰۰۰ کا تھا۔ ۱۹۶۷ء میں وہ بجٹ ۳۰,۰۰,۰۰۰ روپیہ کا ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چودہ سالوں میں قریباً ساڑھے سات گنا یعنی قریباً ساڑھے سات سو فی صد ترقی انہوں نے کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر سال روایا کا بجٹ ہم

سامنے کھیں تو ہماری ترقی صرف چالیس فی صدی ہے۔ ہماری یہ ترقی دُگنی بھی نہیں ہے اس کے مقابلہ میں یہ ورنی ممالک کے بجٹ سے جوانہ داڑہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ورنی ممالک میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا فضل کیا ہے کہ ان کی قربانیوں کا مجموعی طور پر جو نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیانی چودہ سال میں ساڑھے سات گناہ زیادہ، ساڑھے سات سو فیصدی بڑھ گیا ہے تو جس رفتار سے وہ آگے نکل رہے ہیں اور جس سست رفتار سے ہم آگے بڑھ رہے ہیں جب ان کا ہم مقابلہ کرتے ہیں تو میرے دل میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر مخلص دل میں تشویش پیدا ہو گی۔

ہماری مالی قربانیاں اپنی جگہ پر کھڑی ہیں جو قربانیاں ہم اس وقت تک دے چکے ہیں اگر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک تغیری اور ایک تبدیلی پیدا کرے کہ وہ ہمیں کہنے لگیں کہ آؤ ہمیں اسلام سکھاؤ اور ہم کہیں کہ ہمارے پاس تو آدمی نہیں ہمارے پاس تو پیسہ نہیں ہمارے پاس تو ذرا راح نہیں کہ ہم تم تک پہنچیں اور تمہیں اسلام سکھائیں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ساری عمر کام کرتے رہے اور جب پھل لگنے کا وقت آیا تو تحک کے بیٹھ گئے کہ ہم میں اب سکت نہیں کہ اپنی محبت کا پھل جو حضور اللہ کے فضل سے ہمیں ملنے والا ہے ہم اسے تو نہیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ پچیس تیس سال جہاں ان اقوام کے لئے بڑے نازک ہیں ہمارے لئے بھی یہ سال بڑے نازک ہیں۔

یہ زمانہ ہمارے لئے انتہائی نازک ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں ہماری ترقی کے بہت سے دروازے کھل رہے ہیں اور کھلیں گے انشاء اللہ۔ اگر ہم اپنی غفلت اور سستی کے نتیجہ میں ان دروازوں میں داخل نہ ہوں تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ہم حاصل کریں اللہ تعالیٰ کے غصب کے مورد ہم بن سکتے ہیں۔ پس خوف کا مقام ہے ہمیں سوچنا چاہئے ہمیں ڈرنا چاہئے بدنتائج سے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے ہمیں ان فضلوں کو دیکھنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ ہم پر کر رہا ہے اور اس فضل کے نتیجہ میں ہماری ترقیات کے نئے سے نئے دروازے اور نئی سے نئی راہیں ہم پر کھول رہا ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اب ہم سے آگے نہیں بڑھا جاتا تو یاد رکھو کہ اسلام کے فدائی آگے تو ضرور بڑھیں گے مگر وہ کوئی اور قوم ہو گی جسے اللہ تعالیٰ کھڑا کرے گا اور وہ ان را ہوں پران کو چلائے گا مگر میں پوچھتا ہوں آپ کیوں نہیں؟؟ آپ نے جن میں سے بعض نے تینیں سال تک ان میدانوں میں قربانیاں دیں۔ جن میں

سے بعض نے تیس سال تک ان میدانوں میں قربانیاں دی ہیں۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی قربانیوں کو قول کر کے غیر ممالک میں غلبہ اسلام کے سامان پیدا کر دیئے ہیں اور اللہ اور محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو یہ آزادیتے ہیں کہ آؤ آگے بڑھو غلبہ اسلام کے سامان پیدا کر دئے گئے ہیں مزید قربانیاں دوتا کہ اسلام کی فتح تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوا اور آپ یہ کہیں کہ ہم تھک گئے ہیں اب یہ فتوحات ہماری الگی نسلیں دیکھ لیں ہم نہیں دیکھنا چاہتے کیا یہ جذبہ درست اور معقول ہو گا؟ کیا آپ اسے پسند کریں گے؟ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کسی صورت میں بھی اس چیز کو پسند کریں۔

پس میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں بڑے درد کے ساتھ اور بڑے زور کے ساتھ یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہم پر اس رنگ میں نازل کیں کہ ہماری قربانیوں کو قول کیا آسامن سے فرشتوں کو نازل کیا دلوں سے عیسائیت کو مٹا دیا اور ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ اگر ہم اپنی کوششوں کو اور اپنے عملوں کو اور اپنی محنتوں کو اور اپنی تدایر کو اور اپنی جدوجہد کو اور مجاہد کو تیز سے تیز تر کر دیں تو خدا ایسا کر سکتا ہے اور ہر ایک کے دل میں یہ خواہش ہے کہ خدا ایسا کرے کہ ہم زندگیوں میں اسلام کو ساری دنیا میں غالب ہوتا دیکھ لیں۔

پس قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن خرید و فروخت بھی فائدہ نہیں دیتی کسی دوست کی دوستی فائدہ نہیں پہنچاتی کوئی شفاعت کرنے والا پاس نہیں آتا۔ ایسے آدمی کے پاس نہیں آتا جس نے اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس سے یہ وعدہ کیا ہو کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے لیکن جب دین کی آزاد اُٹھے تو وہ کہے کہ دنیا کے دھندوں میں بخنسے ہوئے ہیں دین کی ضرورتوں کو کیسے پورا کریں۔ ایسے لوگوں کو اس دن نہ کوئی سودا نفع دے سکتا ہے نہ کوئی دوستی نفع پہنچا سکتی ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا انہیں میسر آ سکتا ہے۔ جیسا کہ بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

اس دن سے قبل اپنے رب کی رضاۓ کو ڈھونڈتے ہوئے اور اس کو پانے کے لئے ان قربانیوں کو اس کے قدموں پر جا کر رکھو کہ جن کا وہ آج مطالبہ کر رہا ہے۔ جن کا مطالبہ آج وقت کی ضرورت کر رہی ہے۔ جن کا مطالبہ آج یورپین اور دوسری دنیا کی اقوام کے حالات کر رہے ہیں الگی پچیس تیس سال کے اندر ہمیں انتہائی کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ان دلوں کو جن میں مسیح علیہ اسلام کی محبت ختم ہو بھی ہے اپنے رب

کے لئے جیت لیں اور پھر خدا کرے کہ ہمارے سکھانے سے اور بتانے سے انہیں اللہ تعالیٰ کا عرفان اور معرفت حاصل ہو اور ان دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔ تب خدا ہمیں بڑے پیار سے یہ کہے کہ یہ میرے پیارے بندے ہیں جنہوں نے دنیا کی ہر مصیبۃ اٹھا کر ہر قربانی دے کر ان اقوام کے دلوں میں میری محبت کو پیدا کیا تھا میں سب سے زیادہ ان سے محبت کروں گا۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(مطبوعہ الفضل مورخہ ۳ نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۵)



اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اس کے نفوس اور اموال میں برکت ڈالوں گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ نومبر ۱۹۶۷ء، مقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نشأۃ ثانیہ کے سامان پیدا کئے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے اک کو ہزار نہیں بلکہ اک کوتین ہزار بنادیا ہے۔
- ☆ اگر یہ تعداد اسی نسبت سے بڑھتی رہی تو آئندہ چھتر سال کے بعد تین ارب اور نو ارب کے درمیان ہو گی۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اموال میں دس ہزار گناہ سے بھی زیادہ برکت ڈال دی ہے۔
- ☆ وقف جدید کا بجٹ پورا کریں اور انہیں معلم بھی دیں۔

تشہد، تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اسلام کی سپرسی کی حالت میں تھا اور دنیا نے اسلام، اسلام کی ضرورت، اسلام کے نام پر اور غلبہ اسلام کے لئے اپنے اموال قربان کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی تھی پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نشأۃ ثانیہ کے سامان پیدا کئے اور آپ کو مخلصین کی ایک جماعت دی گئی جو اپنے نفوس اور اپنے مال کی قربانی خدا کی راہ میں دینے والی تھی اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے قربانیاں لیتا ہے تو اس دنیا میں بھی اپنے فضلوں کا انہیں وارث بنتا ہے چنانچہ جب اس زمانہ میں نشأۃ ثانیہ کی ابتداء میں مخلصین کی ایک جماعت پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنے وقت اور اپنی زندگیوں اور اپنے اموال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک وعدہ کیا اور وہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا (جماعت کے متعلق) کہ میں ان کے نفوس اور ان کے اموال میں برکت ڈالوں گا۔ آؤ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کس رنگ اور کس شان کے ساتھ پورا ہوا میں اس وقت جماعت احمدیہ کی تاریخ کے پچھتر سالوں پر طائرانہ نگاہ ڈالوں گا یہ ۱۹۶۷ء میں سے پچھتر ہم نکال دیں تو ۱۸۹۲ء کا سال بنتا ہے اور جب ہم ۱۸۹۲ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیانہ پچھتر سالہ عرصہ پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور مجموعی ترقی نفوس میں اور اموال میں مشاہدہ کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو قدرت کاملہ کا مالک ہے اپنے بندوں پر کس طرح فضل کرتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں نفوس کے لحاظ سے (۱۸۹۲ء کے صحیح اعداد و شمار تو غالباً ہمارے ریکارڈ میں نہیں کیونکہ ہماری سینیسیز (مردم شماری) کبھی نہیں ہوئی لیکن ایک عام اندازہ کیا جا سکتا ہے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء (میں حاضری جلسہ ۳۲۷ تھی) کی حاضری دیکھ کر وغیرہ وغیرہ) کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ یا اگر بہت ہی کھلا اندازہ کیا جائے تو ایک ہزار سے تین ہزار کے درمیان تھی عام اندازے کے

مطابق ۱۹۶۷ء کی یہ تعداد اس چھوٹی سی تعداد سے بڑھ کے کم و بیش تین لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ میرے اندازے کے مطابق تین لاکھ سے کچھ اور پر ہے۔ اس زیادتی میں دو چیزیں اثر انداز ہوئیں ایک پیدائش دوسرے تبلغ ہر دورا ہوں سے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے نفوس میں برکت ڈالی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا تو یہ فرمائی تھی کہ اک سے ہزار ہو ویں لیکن جب اس تعداد کا جو ۱۹۶۷ء کی ۱۸۹۲ء کی تعداد سے ہم مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں عملایہ کیا کہ تم اک سے ہزار مالکتے ہو میں ایک سے تین ہزار کرتا ہوں۔ چنانچہ جب ہم ان دو اعداد و شمار کا آپس میں مقابلہ کرتے ہیں گو (اگر اس وقت ایک ہزار احمدی سمجھے جائیں) ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو تین ہزار کردار دیا ہے اک کو ہزار نہیں اک کو تین ہزار بنا دیا ہے۔ کیونکہ ۳ ہزار کو ہزار کے ساتھ ضرب دیں، تب یہ موجودہ شکل ہمارے سامنے آتی ہے اور اگر ۱۸۹۲ء میں جماعت کی تعداد تین ہزار بھی جائے جو میرے نزدیک بہت زیادہ انداز ہے تو پھر بھی اس سے اک سے ہزار ہو ویں والی دعا اللہ تعالیٰ نے پوری کردی اور چھتر سال کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کے نفوس کو ایک ہزار گناہ زیادہ کر دیا یہ معمولی زیادتی نہیں حیرت انگیز زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جہاں اظہار ہوتا ہے وہاں عقل کی رسائی نہیں اللہ تعالیٰ کی غیر محدود وقدرت اپنے بنوں پر جلوہ گر ہوتی ہے اور تمام اندازوں کو غلط کر کے رکھ دیتی ہے۔ اگر یہ امید رکھیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی اس جماعت کو اسی رنگ میں اور اسی حد تک قربانیاں دینے کی توفیق دے گا جس طرح گذشتہ چھتر سال وہ دیتا رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل بھی اسی رنگ میں ہوتے رہیں گے یہ تعداد اگر اسی نسبت سے بڑھتی رہے تو آج سے چھتر سال کے بعد تین ارب اور نوازب کے درمیان ہو جائے گی جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم اپنی دعاؤں سے اور اپنی تدبیر سے اور اپنی قربانیوں سے اور اپنی فدائیت اور جاں ثاری سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اسی طرح جذب کرتے رہیں جس طرح گذشتہ چھتر سال میں ہم نے جذب کیا تھا تو اگلے چھتر سال میں اسلام دنیا پر غالب آجائے گا اور نشانہ نشانیہ کی جو ہم ہے وہ پوری کامیابی کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہو جائے گی خدا کرے کہ جماعت کو اسی طرح قربانیاں دینے کی توفیق ملتی رہے۔

یہ بھی کہا گیا تھا کہ میں ان کے اموال میں برکت ڈالوں گا اب اموال کو ہم دیکھتے ہیں ۱۸۹۲ء کے

جلسہ سالانہ میں ۱۸۹۳ء کے لئے چندوں کے وعدے دیے گئے (وہ انتظام اس وقت قائم نہیں تھا جو آج قائم ہے) اور وہ وعدے ساری جماعت کے سمجھے جانے چاہئیں کیونکہ تمام مختصین جلسہ سالانہ پر جمع ہو جاتے تھے تو ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت نے جو وعدے دئے ان کی رقم سات سو کچھ روپے تھی اور آج پچھتر سال گذرنے کے بعد عملاً جماعت جو مالی قربانیاں خدا کی راہ میں پیش کر رہی ہے اس کی رقم ایک کروڑ سے اوپر نکل گئی ہے ہم سات سو کی بجائے اگر ایک ہزار لے لیں (کیونکہ ان وعدوں کے علاوہ وہ دوست جو بعض مجبور یوں کی وجہ سے رہ جاتے ہیں انہوں نے بعد میں وعدے کئے ہوں گے اور رقمیں بھجوائی ہوں گی) تو اگر ۱۸۹۲ء کی آمد ایک ہزار روپیہ سمجھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں ۱۹۶۷ء کی آمد ایک کروڑ سے اوپر نکل گئی۔ تحریک جدید کے چندے، صدر انجمان کے چندے، وقف جدید کے چندے، وقف عارضی کا جو خرچ ہوتا ہے (اگرچہ وہ ہمارے رجسٹروں میں درج نہیں ہوتا لیکن وہ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہے جو ایک احمدی کر رہا ہے اپنے خرچ پر باہر جاتا ہے کرایہ خرچ کرتا ہے۔ وہاں اپنے گھر سے زائد اسے خرچ کرنا پڑتا ہے) ان سب کو اگر اکٹھا کیا جائے تو یہ رقم ایک کروڑ سے کہیں اوپر نکل جاتی ہے میں ایک کروڑ کی رقم اس وقت لے لیتا ہوں۔ تو ایک ہزار سے بڑھ کر ایک کروڑ تک ہماری مالی قربانیاں پہنچ گئیں۔ یہ بھی دس ہزار گناہ رقم بن جاتی ہے گویا ایک روپے کے مقابلہ میں دس ہزار روپے کے چندے بنتے ہیں۔ یعنی ۱۸۹۲ء میں اگر جماعت نے ایک روپیہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق اپنے رب سے حاصل کی تو اسی برگزیدہ جماعت نے ۱۹۶۷ء میں دس ہزار روپیہ (اس ایک روپیہ کے مقابلہ میں) خرچ کرنے کی اپنے رب سے توفیق پائی یہ تو چندوں کی نسبت ہے۔ مگر وعدہ کیا گیا ہے کہ اموال میں برکت دی جائے گی۔ اب جس نسبت سے جماعت کے اموال بڑھے ہیں وہ دس ہزار گناہ سے زیادہ ہے کیونکہ ۱۸۹۲ء میں قریباً سو فیصدی مختص تھے اور پوری قربانی دے رہے تھے خدا کی راہ میں لیکن ۱۹۶۷ء میں تعداد چونکہ بڑھ گئی ہے۔ بہت سے ہم میں سے ایسے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ آج سے ایک سال یا دو سال یا چار سال یا پانچ سال کے بعد اس ارفع مقام پر پہنچ جائیں گے جس پر اللہ تعالیٰ انہیں دیکھنا چاہتا ہے اور ان کے چندوں کی شرح اس شرح کے مطابق ہو جائے گی جو ۱۸۹۲ء میں مختصین دیا کرتے تھے۔ اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جو اموال منقولہ اور غیر منقولہ ۱۸۹۲ء کے احمد یوں کے پاس تھے آج اس کے مقابلہ میں جماعت کے مجموعی اموال منقولہ یا

غیر مقول کی قیمت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ دس ہزار گناہ سے زیادہ برکت ڈال دی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل ہم پر نازل ہو رہے ہیں جس نقطہ نگاہ سے بھی ہم دیکھتے ہیں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ اب پچھتر سالہ عرصہ قوموں اور جماعتوں کی زندگی میں کوئی لمبا عرصہ نہیں ہے اس چھوٹے سے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت پر اپنے ایسے فضل کرنے کے ان کی تعداد ”اک سے ہزار ہو دیں“، والی دعا سے بھی بڑھ گئی اور ان کے اموال میں جو برکت اللہ تعالیٰ نے ڈالی وہ اک سے دس ہزار کی نسبت سے بڑھ گئی اس سے ہم اس صداقت تک پہنچتے ہیں کہ جماعت احمد یہ خدا کی راہ میں جو مالی قربانیاں دیتی ہے وہ ضائع نہیں جاتیں۔ اس دنیا میں بھی خدا کی راہ میں دی گئی رقم تمہیں واپس مل جاتی ہے اور صرف اتنی ہی نہیں ملتی، دگنی ہی نہیں ملتی، دس گنے یا سو گنے ہی زیادہ نہیں ملتی جیسا کہ ابھی میں نے اعداد و شمار سے بتایا ہے کہ بلکہ دس ہزار گنے زیادہ ملتی ہے ایسے خاندان بھی ہیں جماعت کے کہ ان کے والد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جتنی قربانی دی اور ان کے بچوں میں سے ایک ایک کی ماہوار آمدی ان کی ساری زندگی کی مالی قربانی سے زیادہ تھی۔

تو اللہ تعالیٰ بڑے فضلوں کا مالک ہے اور بڑے فضل کر رہا ہے اور کرنا چاہتا ہے اور اس لحاظ سے اگر ہم اندازہ لگائیں کہ اگلے پچھتر سال میں ہمارے مالوں میں کس قدر برکت پیدا ہو جائے گی (مجموعی طور پر جماعت کے مالوں میں) تو بے شمار رقم بن جاتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ جماعت احمد یہ کو دنیا میں ایک فوقیت عطا کرے گا اور یہ ڈیڑھ سو سال کا عرصہ کوئی لمبا عرصہ نہیں ہے۔ ایک آواز جو اکیلی اور نہیں آواز اور ایک غریب انسان کی آواز، ایک ایسے انسان کی آواز تھی جو دنیوی لحاظ سے کوئی وجہت یا اقتدار نہیں رکھتا تھا لیکن اپنے رب سے انتہائی پیار کرنے والا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں اس طرح وہ محو تھا کہ امت مسلمہ میں ویسی محبت اور عشق کسی امتی نے اپنے امام، اپنے محمد ﷺ سے کبھی نہیں کی اس کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا اور کہا کہ میں دنیا میں تیرے ذریعہ سے اسلام کو پھر غالب کرنا چاہتا ہوں اور ایک ایسی جماعت تمہیں دوں گا (يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحُى إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ) کہ آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے اور انہیں وحی کریں گے کہ وہ انھیں اور تیری خدمت میں لگ جائیں۔ پھر یہ ایک چھوٹی سی جماعت تھی ۱۸۹۲ء میں مگر وہ بڑھتی چلی گئی۔ اپنی تعداد میں جیسا کہ ابھی میں نے بتایا ہے ایک ہزار گناہ زیادہ نہیں تین ہزار گناہ زیادہ وہ ہو گئی۔

اور کہا گیا تھا کہ ان کے اموال میں برکت دی جائے گی چونکہ انہوں نے خدا کی راہ میں ایسے وقت میں قربانیاں دیں جب مسلمان کہلانے والے اسلام کی خاطر مالی قربانیاں دینے میں بڑی پہنچاہٹ محسوس کرتے تھے اور عملاً کوئی قربانی نہیں دے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا کہ ان کی حقیر قربانیوں کے نتیجے میں جو ایک روپیہ انہوں نے دیا اس کے بدله میں ان کو اور ان کے خاندانوں کو دس ہزار روپیہ سے بھی زائد خدا نے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دس ہزار گناہ سے بھی زیادہ ان کے اموال کر دیئے۔ پس جو کچھ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے ہیں نہیں کہہ سکتے کہ وہ اموال ضائع ہو گئے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اتنا ہی ہمیں مل جاتا ہے پھر تمہیں ڈرکس بات کا ہے جتنا تم نے دیا تھا وہ تمہیں واپس مل گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل بڑی وضاحت سے یہ شہادت دے رہا ہے کہ تم ایک روپیہ میری راہ میں خرچ کرو میں دس ہزار روپیہ تمہیں لوٹا دوں گا اس دنیا میں اور جو بدله اس کی محبت کا اور اس کی رضا کا اور اس کی جنت کا آخر دی زندگی میں ملنا ہے وہ اس کے علاوہ ہے پس بڑا ستارہ سودا ہے اور اس پس منظر میں میں آج آپ دوستوں کو یخیر یک کرنا چاہتا ہوں کہ وقف جدید کی طرف آپ توجہ کریں میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور یہ امید ظاہر کی تھی کہ اگر ہمارے اطفال اور ناصرات اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان کے والدین اپنے بچوں کی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان کی برکت کا سامان پیدا کرنا چاہیں تو جو چھوٹے بچے ابھی نا سمجھ ہیں ان کی طرف سے بھی وقف جدید کے چھروپے دیں تو اللہ تعالیٰ بڑی برکت ڈالے گا اور جن کو تھوڑا بہت شعور حاصل ہو گیا ہے ان کے سامنے والدین یہ بات رکھیں کہ خدا تعالیٰ ایک فقیر اور بھکاری کے رنگ میں تمہارے سامنے نہیں آتا (نوعذ باللہ) بلکہ ایک دیالو، ایک محسن، فضل کرنے والی ہستی کے طور پر تمہارے سامنے آتا ہے اور تمہیں کہتا ہے کہ میری راہ میں اموال خرچ کرو اگر تم اس دنیا میں بھی دس بیس ہزار گناہ زیادہ اموال کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔

تو اگر سارے کے سارے اطفال و ناصرات اس طرف توجہ کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ سارا بوجھ قریباً ہمارے اطفال اور ناصرات اٹھا سکتی ہیں یا مجھے پوں کہنا چاہتے کہ جماعت کے وہ بچے جن کی عمر ابھی پندرہ سال کی نہیں ہوئی ایک منٹ کی عمر سے لے کر پندرہ سال کی عمر تک جتنے بچے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دیئے ہیں اگر ان کی طرف سے یا وہ خوداً گروہ کچھ شعور رکھتے ہیں وقف جدید کے لئے کم از کم چھروپے سالانہ دیں جو کوئی ایسی بڑی رقم نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے بچپن سے ہی برکات کے سامان پیدا کرنے شروع کر دے گا۔

بعض خاندان بچوں کی طرف سے بینک میں رقم جمع کرنی شروع کر دیتے ہیں پہلے مہینے سے ہی بعض دوسرے تیرے سال سے کہ جب یہ بڑے ہوں گے تو ان کے یہ کام آئے گی تو بینکوں کی رقموں نے کیا بڑھنا ہے ضائع ہونے کا تو اندیشہ ہے لیکن اس قدر بڑھاؤتی کا وہاں کوئی سامان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں تو ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں اور بڑھاؤتی کے اتنے سامان ہیں کہ ایک روپیہ آپ خدا تعالیٰ کے بینک میں جمع کرائیں گے ریزو رو کے طور پر تو جس وقت وہ بڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو ایک کی بجائے دس ہزار یا شاید اس سے بھی زیادہ دے گا۔

بچوں کی طرف سے چوتیس ہزار آٹھ سو کے وعدے سال روایا کے ہوئے تھے جس کا یہ مطلب ہے کہ تمام احمدی بچوں کو اس طرف توجہ نہیں دلائی گئی اور تمام احمدی ماں باپ نے اپنے بچوں کی بہبود کی طرف توجہ نہیں دی لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں اطفال و ناصرات اور چھوٹے بچے ایسے تھے جنہوں نے اس مد میں حصہ لیا۔ لیکن اس وقت تک کہ دس مہینے سال کے گذر پکھے ہیں وعدوں کے مقابل آمد بڑی کم ہے اور یہ بڑی فکر کی بات ہے۔ آپ نے بچپن میں بچے کو یہ عادت نہیں ڈالنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ تو کرے مگر پورا نہ کرے آپ نے تو اس کو یہ عادت ڈالنی ہے کہ جب وہ خدا سے وعدہ کرے تو زمین و آسمان ٹل جائیں اس کا وعدہ پورا ہوا اور آپ نے اس کے دل میں یہ احساس بیدار رکھنا ہے کہ خدا کی راہ میں جو مال دیا جاتا ہے وہ ضائع نہیں جاتا بلکہ جیسا کہ ہماری تاریخ اس پر شاہد ہے ایک سے دس ہزار گناہ زیادہ ہو کر وہ واپس ملتا ہے (اس دنیا میں)

اب سال کے دو مہینے باقی رہ گئے ہیں میں یہ درخواست کرتا ہوں اور میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ جماعت اس کی طرف فوری توجہ دے گی اور پندرہ دسمبر سے پہلے پہلے تمام وعدے پورے ہو جائیں گے اطفال کے بھی اور جو بڑوں کے وعدے ہیں وہ بھی۔ اس میں بھی کافی کمی ہے ہمارا بجٹ تھا دوا لاکھ سترہ ہزار کے قریب ہمارے وعدے تھے ایک لاکھ بچپانوںے ہزار نو سو کے قریب ہماری آمد دس مہینے کی ہے ایک لاکھ سینتیس ہزار اس کا مطلب یہ ہوا کہ کم از کم ساٹھ ہزار کے قریب ان دو مہینوں میں آمد ہونی چاہئے اور بچوں کی طرف سے کم از کم بائیس ہزار آٹھ سو روپیہ آمد ہونی چاہئے یہ بائیس ہزار اس ساٹھ ہزار میں شامل ہیں لیکن اس سے بھی وقف جدید کی ضرورت پوری نہیں ہوتی کیونکہ مشاورت کے موقع پر دوستوں نے اس چیز کو محسوس کیا کہ ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ مرتبی ہونے چاہیں اور جو دوست وقف

عارضی کے سلسلہ میں باہر جماعتیں میں جاتے ہیں ان میں سے بیسیوں نے مجھے خطوط لکھے کہ اس جماعت کو ضرورت ہے آپ کسی معلم کو یہاں بھجوائیں اور ہر خط کے اوپر میں فکر مند ہو جاتا ہوں کہ ضرورت ہے مگر معلم نہیں میں آدمی کہاں سے لاوں؟؟ اور میں نے پہلے بھی متعدد باتیں کی ہے اور اب بھی تحریک کرتا ہوں کہ وقف جدید کو معلم بھی دیں ایسے معلم جو واقع میں اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کرنا چاہیں۔ ایسے معلم نہیں جو یہ سمجھیں کہ دنیا میں کسی اور جگہ ان کا ٹھکانا نہیں، چلو وقف جدید میں جا کے معلم بن جائیں سمجھدار، دعا کرنے والے، خدا اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تفسیر قرآن بیان کی ہے اس سے دلی لگاؤ رکھنے والے، اسے پڑھنے والے یاد رکھنے والے اور خدمت کا بے انتہا جذبہ رکھنے والے جس کے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ نہیں وہ معلم نہیں بن سکتا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ دنیوی لحاظ سے یادیں لحاظ سے ہم اپنے بھائی کو جو کچھ بھی دیتے ہیں وہ خدمت کے جذبے کے نتیجہ میں دیتے ہیں اس کے بغیر ہم دے ہی نہیں سکتے اپنا وقت اس کو دیں، اپنا مال اس کو دیں، اپنی زندگی اس کو دیں۔ دنیا کی کسی بہبود کے لئے یا آخرت کی بہبود کے لئے جب ہم قرآن کریم اس کو سکھا رہے ہوتے ہیں جب ہم نبی کریم ﷺ کے ارشاد اس کے سامنے رکھ رہے ہوتے ہیں یا ہم اس کی خاطر اس کا کوئی دنیوی کام کرانے کے لئے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں ہر دو صورتیں جو ہیں وہ اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ ہمارے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ ہے۔ اگر خدمتِ خلق کا جذبہ نہ ہو۔ نہ دنی لحاظ سے نہ دنیوی لحاظ سے تو ہم اس کی خدمت کے لئے باہر نہیں نکل سکتے۔ پس ہمیں ایسے بے نفس خدمت گزار معلم چاہیں۔

منصوبہ یہ ہے کہ آئندہ جنوری میں پہلے سال کی نسبت زیادہ تعداد میں آدمی لئے جائیں جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سالوں کی نسبت ان پر زیادہ خرچ کیا جائے اور جو منصوبہ تھا اس کے مطابق ان کو دو لاکھ سترہ ہزار روپیہ چاہئے و بعدے اس سے قریباً بائیس ہزار کے کم آئے ہیں پس میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آگے بڑھیں اور اپنے وعدوں کی حدود کو پھلانگتے ہوئے اس مقام تک پہنچ جائیں جو جماعت کی ضرورت کا مقام ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(مطبوعہ الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۴)

خطبہ جمعہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۷ء



حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ناسازی طبع کی وجہ سے نماز جمعہ پڑھانے کیلئے تشریف نہ لاسکے۔
(افضل ۱۲ نومبر ۱۹۶۷ء)



ہر احمدی کو تکبر اور خود بینی سے بچنا چاہئے اور استغفار کی طرف بہت ہی متوجہ رہنا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۶۷ء نومبر مسجد مبارک -ربوہ)



- ☆ استغفار کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی بشری کمزوریوں کو ڈھانپ لے۔
- ☆ کوئی شخص ایک ہی وقت میں متنکر اور جنتی نہیں بن سکتا۔
- ☆ جس طرح دوزخ کی جڑ انسان کے نفس میں ہے اسی طرح جنت کا منبع بھی خود انسان کے اندر ہے۔
- ☆ احباب کثرت سے وقف عارضی کیلئے اپنے نام پیش کریں اور بار بار پیش کریں۔
- ☆ ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ تکبر اور خود بینی کا کوئی شائستہ بھی ہمارے نفوس میں باقی نہ رہے۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کوئی دس دن ہوئے مجھے پچھل کا شدید حملہ ہوا تھا۔ دورانِ سرتکلیف بھی رہی اور ضعف بھی بہت پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ میری اور آپ کی دعاؤں کو سننا اور بیماری سے شفاء عطا کی الحمد لله علیٰ ذلیک ابھی کچھ تھوڑی سی نقاہت باقی ہے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بھی دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کام کی توفیق دیتا چلا آ رہا ہے اور آئندہ بھی اسی پر بھروسہ اور توکل ہے۔

اس وقت میں اپنے دوستوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر فرد واحد کو جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتا ہے پوری توجہ کے ساتھ اور پوری کوشش کے ساتھ اور پوری ہمت کے ساتھ تکبیر اور خود بینی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور استغفار کی طرف بہت ہی متوجہ رہنا چاہئے۔

ایک مตکبر اور خود بین انسان وہ ہے جو اپنی ذات میں کچھ کمال سمجھتا ہے اور کسی طاقت بالا سے کمال کے حصول کی احتیاج محسوس نہیں کرتا خود کو صاحب علم جانتا ہے اور وہ جو علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے اس سے غافل رہتا ہے اس وہم میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں منور ہے اور وہ جوز میں و آسان کا نور ہے اس سے روشنی کے حصول کا خیال اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتا اور خود کو طاقتور سمجھتا ہے اور وہ جو قادر و تو انہیں کرتا ہے اس سے طاقت حاصل کرنے کے لئے اسلام نے جو زرائع بتائے ہیں ان ذرائع کو استعمال نہیں کرتا یہ مतکبر انسان اپنے لئے اپنے خیالات اور اپنے جذبات اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں ایک جہنم پیدا کر رہا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی ان آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے کہ **أَذْلِكَ خَيْرٌ نُزِّلَ لِأَمْ شَجَرَةُ الزَّقُومِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۝ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝ طَلْعُهَا كَانَةٌ رُءُوسُ الشَّيْطَنِينِ (الصفت: ۲۳ تا ۲۶)** یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم بتلو اور بہشت کے باع پیچھے ہیں یا ز قوم کا درخت جو ظالموں کے لئے ایک بلا ہے

وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے یعنی تکبیر اور خود بینی سے پیدا ہوتا ہے یہی دوزخ کی جڑ ہے اس کا شگونہ ایسا ہے جیسا کہ شیطان کا سر، شیطان کے معنی ہیں ہلاک ہونے والا یہ لفظ شیط سے نکلا ہے پس حاصل کلام یہ ہے کہ اس کا کھانا ہلاک کن ہے تو جہنم کی جڑ تکبیر اور خود بینی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کے مطابق اللہ نے قرآن کریم کی ان آیات میں اس بات کی وضاحت کی ہے تو کوئی شخص ایک ہی وقت میں متکبیر اور جنتی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ جس کے دل سے زقوم کا درخت نکلے جس کے دل اور جس کی روح میں دوزخ اور جہنم پرورش پار ہی ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کیسے کھولے جاسکتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں وہ انسان ہوتے ہیں جو اپنے نفس کو پہچانتے ہیں اور یہ صحیح ہیں کہ انسان ایک بشر ہے اور ساری بشری کمزوریاں اس کے ساتھ گئی ہوئی ہیں انسان کی فطرت بدی کی طرف مائل ہوتی ہے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم محض اپنی کوشش اور اپنے زور سے اپنے نفس کی اس رنگ میں اصلاح نہیں کر سکتے کہ وہ خدا تعالیٰ سے دور ہونے سے فتح جائے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔ فی ذاتنا ہمارے اندر کوئی طاقت نہیں اس لئے ایسا شخص اپنی فطرت کو کمزور پاتے ہوئے اس یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میرے اندر کوئی کمال نہیں میں نے ہر کمال اللہ تعالیٰ کی کامل ذات سے حاصل کرنا ہے۔

میرے اندر کوئی قدرت اور طاقت نہیں میں نے سب طاقتیں، طاقتوں کے منع سے حاصل کرنی ہیں میرے اندر کوئی علم نہیں وہ جس کے علم نے ذرہ ذرہ کا احاطہ کیا ہوا ہے اسی سے میں نے علم کو حاصل کرنا ہے اور میرے اندر کوئی نور نہیں جب تک میرا آسمانی باپ میرے لئے نور اور روشنی کے سامان پیدا نہ کرے تب وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔

استغفار کے صحیح معنی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کئے ہیں یہ ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرے کہ اس کی بشری اور فطری کمزوریوں کو اللہ تعالیٰ ڈھانک دے اور دبادے اور وہ اُبھریں نہ!!! اور ظاہر نہ ہوں۔ تو ایسا شخص جو اپنی فطرت کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہے اور اس کی فطری کمزوریوں کی معرفت رکھتا ہے وہ شخص تکبیر کو جہنم کی جڑ سمجھتا ہے اور جنت اور خدا کی رضاۓ کے حصول کے لئے بے نفسی کی زندگی گزارتا ہے وہ ہر وقت اپنے رب کے حضور جھکا رہتا ہے اور ہر آن اس سے یہ درخواست کرتا ہے کہ اے میرے رب! میرے اندر کوئی کمال نہیں تو میری استعداد کے مطابق مجھے کمال

دے۔ میرے اندر کوئی روشنی نہیں لیکن میں روشنی سے محبت رکھتا ہوں تو نور کے سامان میرے لئے پیدا کر دے میں جاہل ہوں علم کا کوئی دعویٰ نہیں رکھتا لیکن اس یقین پر قائم ہوں کہ تو ہر علم کا سرچشمہ ہے اس چشمہ سے مجھے سیراب کر اور جو شخص جتنا چتنا استغفار کو اپنا شعار بناتا چلا جائے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے اور شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی پیارا فقرہ فرمایا ہے کہ ”خواہش استغفار فخر انسان ہے“۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار اپنی عادت نہیں کپڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان اور انداخت ہے نہ سو جا کھا اور ناپاک ہے نہ طیب“۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہی اعمال کے انکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے یعنی تکبیر اور خود بینی وہاں دوزخ کی آگ کا روپ لے لیتی ہے اور انکسار اور بے نفسی جس کے نتیجہ میں انسان بے اختیار ہو کر بڑی کثرت کے ساتھ ہر وقت اور ہر آن خدا تعالیٰ سے استغفار کرتا رہتا ہے اس کا یہ فیصل اور یہ احساس اور اس کے یہ اعمال جنت کے باغات اور جنت کی نہروں اور جنت کے میووں میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو جس طرح دوزخ کی جڑ انسان کے نفس میں ہے اسی طرح جنت کا منبع بھی خود انسان کے اندر ہے اور یہ منبع جو فطرت کے اندر اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے یعنی کے طور پر ہوتا ہے اور انسانی فطرت کو صرف یہ طاقت عطا کی گئی ہے کہ وہ بے طاقت ہو کر اور اپنے نفس میں کوئی ذاتی خوبی اور کمال نہ پا کر اپنے رب کے حضور جھک جائے اور بالائی طاقت کو اپنی طرف کھینچے اور اس طرح پر اس کی جنت حسین نشوونما کو حاصل کرے۔

استغفار تو ہر وقت ہی کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ جن کو توفیق دیتا ہے اور سمجھ عطا کرتا ہے وہ کوئی وقت بھی بغیر استغفار کے نہیں رہتے بہت سی چیزوں کا انحصار عادت پر بھی ہوتا ہے اب ہم میں سے بہت سے گھروں سے نکلتے ہیں سودا لینے کے لئے بازار جاتے ہیں ہم ادھر ادھر کے پرانے خیالات ذہن میں رکھ کر بھی یہ فاصلہ طے کر سکتے ہیں اور ہم استغفار کرتے ہوئے بھی وہی فاصلہ طے کر سکتے ہیں ایک سینئر بھی زیادہ وقت نہیں لگے گا لیکن ایک صورت میں ہم نے اپنا وقت ضائع کر دیا اور دوسری صورت میں ہم نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا تو یہ عادت ڈالنی چاہئے ہم میں سے ہر ایک کو۔ کہ استغفار کو اپنا شعار بنائے خالی لفظ نہ ہوں جو اس کے منہ سے نکل رہے ہوں بلکہ **اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ** کے ساتھ اس کا یہ احساس بھی پوری شدت کے ساتھ بیدار ہو کہ میں کچھ نہیں ہر طاقت، ہر علم، ہر روشنی، ہر بھلائی، ہر خیر میں نے اپنے رب

سے حاصل کرنی ہے میرے اندر اپنادتی کوئی کمال نہیں ہے میرے اندر اگر کوئی خوبی میرے خدا نے رکھی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ میں اس بات کا اقرار کروں کہ میرے اندر کوئی ذاتی کمال نہیں اور اپنے رب کے ساتھ تعلق کو استوار اور پختہ کرنے کی کوشش کروں اور پھر ہمارا رب جو بڑا ہی مہربان ہے اور غفور ہے وہ ہماری حالت کو دیکھ کے اور ہماری اخلاق کو سن کر اپنے فضلوں کو ہم پر نازل کرے اور ہمیں طاقت بھی دے ہمیں علم بھی دے ہمیں روحانی روشنی بھی دے جو اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی یَسْعَیْ نُورُهُمْ بِيَسِّنَ أَيْدِيهِمْ (الحدید: ۱۳) کے مطابق ہمارے کام آنے والی ہو اور ترقی کی راہیں ہم پر کھلتی رہیں اور ترقی کے ہر مقام اور ہر مرحلہ پر ہمارے اندر یہ احساس رہے کہ یہاں تک بھی ہم خدا کے فضل سے ہی پہنچ اپنی طاقت سے نہیں پہنچے۔ لیکن جو اگلی منزل ہے اس کے مقابلہ میں یہ بھی ایک ناقص مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ اس ”نقض“، ”کو بھی وہ اپنے فضل سے دور کر دے اور اس ناقص مقام سے نکال کے ہمیں نسبتاً بہتر مقام تک پہنچا دے اور جو شخص ایسا نہیں کرتا اسے یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی وضاحت سے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر تم استغفار کی بجائے تکبر اور خود بینی میں بنتا ہو گے تو اپنے سینہ میں اپنے دل میں اپنی روح میں ایک جہنم کی پیدائش کے سامان پیدا کر رہے ہو گے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

استغفار تو جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہر وقت ہی کرنی چاہئے ہر آن ہمیں اس طرف متوجہ رہنا چاہئے لیکن بعض اوقات انسان کا ذہن زیادہ صاف ہوتا ہے بعض دوسرے اوقات کی نسبت۔ تو ہم میں سے جو دوست وقف عارضی پر گئے ہیں انہوں نے یہ مشاہدہ کیا ہے اور ان کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارے بھائی اخلاص کے ساتھ وقف عارضی کے لئے باہر جاتے ہیں اس وقت وہ دنیوی علاق سے آزاد ہوتے ہیں گھر کا کوئی فکر نہیں ہوتا پوری توجہ کے ساتھ اور پورے انہاک کے ساتھ وہ استغفار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو بڑی کثرت کے ساتھ اپنے پہ نازل ہوتا دیکھتے ہیں تو یہ بھی ایک بہت اچھا موقع ہے استغفار توجہ کے ساتھ کرنے کا تو اس ضمن میں میں اشارہ جماعت کو اس طرف بھی متوجہ کر دیتا ہوں کہ وقف عارضی کے لئے بڑی کثرت کے ساتھ اپنے نام پیش کریں اور بار بار پیش کریں میں تو سمجھتا ہوں کہ جو شخص ایسا کر سکتا ہو اور اس کے رستہ میں کوئی خاص دشواری نہ ہو کہ جس کو دور کرنا اس کے لئے ممکن ہی نہ ہو تو اسے سال میں ایک سے زائد دفعہ بھی اپنے

آپ کو وقف عارضی کے لئے پیش کرنا چاہئے لیکن ہر سال ایک دفعہ تو ضرور اس وقف میں حصہ لینا چاہئے تاکہ ایک قسم کی ٹریننگ اور استغفار کرنے کی تربیت بھی اسے مل جائے اور پھر اللہ تعالیٰ فضل کرے تو جس طرح اس زمانہ میں بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو نازل ہوتے دیکھا ہے۔ کثرت سے استغفار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور زیادہ کثرت سے ان پر نازل ہوتے رہیں۔ سارا سال ہی نازل ہوتے رہیں۔

تو استغفار کے معنی یہ ہیں کہ انسان ہر وقت اپنے رب سے یہ درخواست کرتا رہے کہ مجھ میں بشری اور فطرتی کمزوریاں ہیں اور میں اپنی ان بشری اور فطری کمزوریوں سے واقف ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اپنی ذات میں میرے اندر کوئی خوبی اور کمال نہیں۔ لیکن اے میرے رب! تو نے میرے دل میں یہ خواہش پیدا کی ہے کہ میں تیرے قرب کو حاصل کروں اور تیری مدد کے بغیر میں تیرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ تیرے قرب کے حصول کے لئے جس طاقت کی مجھے ضرورت ہے جس نور کی مجھے ضرورت ہے جس علم کی مجھے ضرورت ہے جس کمال کی مجھے ضرورت ہے وہ تو ہی دے تو مجھے مل سکتا ہے ورنہ نہیں مل سکتا۔ پس اے میرے رب! میں تیرے حضور عاجزی اور تصرع سے جھلتا ہوں اور مجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تو میری بشری اور فطری کمزوریوں کو ڈھانک دے اور آسمانی نور سے مجھے منور کر دے اور قرآن کریم کی برکات سے مجھے حصدے اور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کی پیروی کے نتیجہ میں تیری جو محبت ایک انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ محبت تو ہمیں عطا کر۔

پس ہر وقت استغفار کی طرف ہر احمدی کو متوجہ رہنا چاہئے اور ہمیشہ اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ تکبیر اور خود نبینی کا کوئی شائਬہ بھی ہمارے نفسوں میں باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مطبوعہ الفضل مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۳)

رمضان المبارک کے ذریعہ انسان غیر متناہی روحانی اور جسمانی دینی ترقیات حاصل کر سکتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک -ربوہ)



- ☆ اگر ہم خلوص نیت سے رمضان میں عبادات بجا لائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت، بینات اور نور عطا فرمائے گا۔
- ☆ قرآن کریم مزید روحانی ترقی کا شوق پیدا کرتا ہے اور روحانی ترقی کے سامان بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔
- ☆ اگر تم برکتیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو رمضان کی عبادتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔
- ☆ اگر تم ہدایت پانے کے بعد خدا تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا اعلان کرو گے تب تم شکر کرنے کے قابل ہو گے۔
- ☆ رمضان کے مہینے میں غیر متناہی روحانی، جسمانی، دینی اور دُنیوی ترقیات کے دروازے کھلتے ہیں۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنی کی تلاوت فرمائی:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مَّنِ الْهُدَايَ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيُصُمِّمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخْرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلَتُكَمِّلُوا الْعِدَّةَ وَلَتُتَكَبَّرُوا إِلَهُكُمْ عَلَى مَا هَدَكُمْ وَلَا عَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۶)

اس کے بعد فرمایا:-

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے یہ ہدیٰ ہے یعنی احکام شریعت پر مشتمل نازل کی گئی ہے ہدایت کے معنی اس آسمانی شریعت کے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی محبوب نبی اور رسول کے ذریعہ دنیا میں نازل کرتا ہے تاکہ وہ اپنی استعداد کے مطابق اس کی طرف رجوع کر سکیں اور اس کے انعامات کو حاصل کر سکیں اور اس کا قرب پا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے یہ ایک ایسی شریعت آسمانی ہے کہ لِلنَّاسِ جس کا تعلق کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک یا کسی ایک زمانہ کے ساتھ نہیں ہر زمان و مکان میں بننے والے انسانوں سے اس کا تعلق ہے یہاں کے لئے ایک کامل اور مکمل شریعت ہے اور ہدایت کے دوسرے معانی کی رو سے اللہ تعالیٰ یہاں یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ یہ ایک ایسی شریعت ہے کہ جو شخص ابتداء میں بعض باتوں کو سمجھتے ہوئے اس پر ایمان لاتا ہے اور اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کرتا ہے یہ کتاب اس کے دل پر مزید روحانی ترقی کا شوق پیدا کرتی ہے اور مزید روحانی ترقی کی تڑپ کو پورا کرنے کے سامان بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ایسے انسان کے ساتھ رہتا ہے اور اس کی روحانی راہ نمائی کرتے ہوئے بلند

سے بلند مقام تک اسے پہنچاتا چلا جاتا ہے اور ایسے انسان کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے انعام بخیر ہو جاتا ہے اور وہ اس کی رضا کی جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ صرف ہدای للنّاسِ ہی نہیں بلکہ بیتاتِ مِنَ الْهُدَیِ بھی ہے۔

واضح دلائل اور حکمتیں بتا کر اپنی شریعت (اپنے احکام کو) منوانے والی کتاب ہے دنیا میں بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو دین العجائز کو اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے حصہ و افرپاتے ہیں لیکن بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور فراست دی ہوتی ہے فکر اور تدبیر کے وہ عادی ہوتے ہیں اگر ان لوگوں کی تسلی کا سامان بھی اس کتاب میں نہ ہوتا۔ تو وہ ٹھوکر کھا جاتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ایسے ذہنوں کی ترقی کا سامان بھی اس میں کر دیا ہے یہ کتاب حکمت اور دلائل کے ساتھ اپنے احکام کو منواتی ہے اور یہ کتاب ایسی ہے جو فرقان ہے یعنی حق اور باطل میں تمیز کرنے والی ہے (جهاں تک اعتقادات کا سوال ہے) اور عمل صالح اور ایسے عمل کے مابین جو فساد سے پُر ہوا تمیاز کرنے والی ہے۔ اس کی تعلیم ہمیں بتادیتی ہے کہ یہ اعمال ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کو محبوب ہیں اور یہ ایسے ہیں جن میں فساد پایا جاتا ہے اور فساد کو پسند کرنے والا اور فساد سے پیار کرنے والا شیطان ہی انہیں پسند کر سکتا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس قسم کے فساد والے اعمال سے تمہیں پر ہیز کرنا ہو گا یہ کتاب عمل صالح اور عمل غیر صالح (جسے عربی زبان میں طالع بھی کہا جاتا ہے) کے درمیان فرق کر کے دکھادیتی ہے۔

پس یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قدر عظیم کتاب کو ہم نے رمضان کے مہینے میں نازل کرنا شروع کیا تھا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور اسے (سارے کے سارے کو) اپنے اپنے وقت پر رمضان کے مہینے میں نازل کرتے رہے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرايل علیہ السلام نزول فرماتے اور میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے۔ اس رمضان میں جتنا حصہ قرآن کریم کا نازل ہو چکا ہوتا اس کا دور نزول کے ذریعے جبرايل علیہ السلام حضرت نبی اکرم ﷺ سے کرتے ایک دفعہ پھر دوسرا دفعہ پھر تیسرا دفعہ نزول ہوتا رہتا تھا اور آخری سال نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جبرايل علیہ السلام نے میرے ساتھ دو دفعہ قرآن کریم کا دور کیا ہے۔

غرض اتنی عظیم کتاب کا اس مہینے میں بار بار نزول ہونا اور پھر اسی مہینہ میں نزول ہونا بتاتا ہے کہ یہ ماہ بھی بہت سی برکتیں اپنے اندر رکھتا ہے پس فرمایا کہ یہ مہینہ وہ ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم کے احکام بھی پائے جاتے ہیں اس کے علاوہ اس کا قرآن کریم کے ساتھ بڑا گھر تعلق ہے اور جو قرآنی برکتیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کی ہیں جن کا اختصار کے ساتھ ابھی میں نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم ان برکتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو رمضان کی عبادات سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔

رمضان میں انسان رمضان کی عبادات یعنی روزہ و نوافل جو کثرت سے پڑھے جاتے ہیں اور وہ دینی مشاغل جن میں انسان مصروف رہتا ہے مثلاً سخاوت ہے کمزور بھائیوں کا خیال رکھنا ہے نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں اس طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ غرض وہ تمام عبادات جن کا تعلق رمضان سے ہے اگر تم بجالاؤ گے تو تین باتیں تمہیں حاصل ہو جائیں گی تین برکتوں کے تم وارث ہو گے اور وہ تین برکتیں یہ ہیں کہ تمہیں ہدایت ملے گی۔ ہدایت تمہارے دلوں میں بشاشت پیدا کرے گی اور یہ شوق پیدا کرے گی کہ ہدایت کے اس مقام پر ٹھہرنا تو ٹھیک نہیں جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ استعداد دی ہے کہ ہم ہدایت کی سیڑیوں پر درجہ درجہ بلند سے بلند تر ہوتے چلے جائیں تو پھر ہمیں آگے چلنا چاہئے اور مزید رفعتوں کو حاصل کرنا چاہئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے احکام اور اس شریعت کی برکت اور اس پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں تم اپنی ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاؤ گے۔ رمضان میں یہ دروازے زیادہ فراخی کے ساتھ تمہارے اوپر کھولے جائیں گے پھر تم میں سے جو زیادہ سمجھ دار اور فراست رکھتے ہیں اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے مانا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے کامل اور مکمل شریعت ہے اور ہم آنکھیں بند کر کے بھی اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن اے خدا جب تو نے ہمیں عقل اور فراست اور فکر اور تدبیر کا مادہ عطا کیا ہے تو ہماری ان قوتوں اور استعدادوں کو بھی تو تسلی دے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر بھی رمضان کے مہینہ میں بیانِ حکمتوں جو قرآن کریم کے احکام کی ہیں۔ وہ بھی کھولتا ہے علم قرآن اس رنگ میں بھی عطا کیا جاتا ہے اور رمضان کے مہینے میں غاص طور پر عطا کیا جاتا ہے۔

پھر چونکہ یہ فرقان ہے ایسے شخص کو جو خلوص نیت کے ساتھ رمضان کی عبادات بجالاتا ہے اور اس کی

عبادت مقبول ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرقان عطا کرتا ہے فرقان کا لفظ جب ہم انسان کے متعلق استعمال کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک نور عطا کرتا ہے اور اس نور کے استعمال کی توفیق عطا کرتا ہے اور وہ نور اسے قرب الہی کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ نور ہی نور کی طرف جاسکتا ہے۔ اللہ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ زمینوں اور آسمانوں کا نور اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو رمضان کے مہینہ میں بہتر نور اور کثرت سے نور عطا کرتا ہے اور قرب کی راہیں اس پر کھولتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اتنی برکتوں والا مہینہ ہے جو تمہاری روحانی اور جسمانی ترقیات کے سامان اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے ہم تمہیں یہ کہتے ہیں کہ

فَمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلَيَصُمُّهُ

جسے اللہ تعالیٰ زندگی اور صحت میں رمضان دکھائے اس کا فرض ہے کہ وہ رمضان سے فائدہ اٹھائے اس لئے جو شخص بھی رمضان میں زندہ ہو اور صحت مند ہو وہ رمضان کے روزے رکھے اور دیگر عبادات بجا لائے کیونکہ رمضان کی عبادت محض یہ نہیں کہ انسان بھوکار ہے بھوکار ہنے سے خدا کو یا خدا کے بندوں کیا فائدہ، اگر یہ شخص اس بھوکار ہنے کی حکمت کو نہیں سمجھتا اور اس کے لوازم کو ادا نہیں کرتا۔

رمضان کے مہینہ میں ہم خاص طور پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور نوافل کی ادائیگی کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صحت میں رمضان کا مہینہ پائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے روزے بھی رکھے۔ نوافل بھی ادا کرے غرباء کا خیال بھی رکھے خدا تعالیٰ کی راہ میں سخاوت کا مظاہرہ بھی کرے اپنے بھائیوں کی غم خواری اور ان سے ہمدردی بھی کرے تمام بنی نوع انسان سے محبت کا سلوک کرے اور اپنی زبان کو اور دوسرے جوارح کو ان اعمال سے بچائے رکھے جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کثرتِ تلاوت اور کثرتِ نوافل اور روزے رکھنے کے نتیجہ میں ہدایت کے، بَيِّنَاتٌ کے اور نُورٌ مِنَ اللَّهِ کے سامان پیدا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ یہاں بیان فرماتا ہے کہ جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو وہ کسی اور وقت رمضان کے روزوں کی

گنتی کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ اس طرح میں اپنے بندوں کے لئے سہولت کے سامان پیدا کروں مومن وہی ہوتا ہے جو اپنے ارادہ اور خواہش کو چھوڑ دیتا ہے اور خدا کے ارادہ کو قبول کرتا ہے پس یہ مومن کی علامت ہے کہ وہ سفر میں اور بیماری میں اپنی شدید خواہش کے باوجود اپنی اس تڑپ کے باوجود کہ کاش میں یہاں رہنا سفر میں نہ ہوتا روز نہیں رکھتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نیکی اس بات میں نہیں کہ میں بھوکار ہوں بلکہ نیکی یہ ہے کہ میں اپنے ارادہ کو خدا تعالیٰ کے ارادہ کے لئے چھوڑ دوں۔ **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسُرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسُرَ** میں ایک تو اس ارادہ کا اظہار کیا گیا ہے دوسرے اس ارادہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ میں نے رمضان کی عبادتیں تم پر اس لئے واجب کی ہیں اور قرآن کریم کی شریعت تم پر اس لئے نازل کی ہے کہ تم پر میرے قرب کی وہ راہیں کھلیں جو تمہاری روحانی خوشحالی کا باعث ہوں اور جو مشکلات تمہاری روحانی **تفہیق** کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہیں ان سے تم محفوظ ہو جاؤ۔ پس تمہیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

وَلَتُكِمِلُوا الْعِدَّةَ اس کے کئی معانی ہو سکتے ہیں لیکن ایک معنی یہ بھی ہیں کہ تمہاری زندگی کے یہ چند روز جو تم اس دنیا میں گذارتے ہو اپنے کمال کو پہنچ جائیں کمال کے معنی عربی میں یہ ہوتے ہیں کہ جس غرض کے لئے کوئی چیز پیدا کی گئی ہے وہ غرض پوری ہو جائے اور انسان کو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خدا تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سارا انتظام میں نے اس لئے کیا ہے کہ تا تم اس غرض کو پورا کرو اور اپنے اس مقصد کو حاصل کرو جس غرض کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اور جو مقصد تمہارے سامنے رکھا گیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر تم واقعہ میں خلوص نیت سے یہ عبادتیں بجالاؤ گے تو میری طرف سے ہدایت اور بینات اور نور کو حاصل کرو گے لیکن شیطان خاموش نہیں رہے گا وہ کوشش کرے گا کہ تمہیں اس مقام سے گردے۔ پس اپنی ہدایت کو قائم رکھنے کے لئے اور ان نعماء کو زوال سے بچانے کے لئے جو اللہ تعالیٰ رمضان کے مہینے میں تمہیں عطا کرے ایک گھر ہم بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ **وَلَتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَى** کہ ہدایت اور روشنی اور حکمت سیکھنے کے بعد تمہارے دل میں کہنیں پیدا ہونا چاہئے۔ تمہیں یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ تم نے اپنی کسی خوبی کے نتیجہ میں اس مقام کو حاصل کیا ہے بلکہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت تم پر نازل ہو **تُكَبِّرُوا اللَّهَ** تم اللہ

تعالیٰ کی کبیریٰ اور اس کی عظمت کو بیان کرو اور اپنے نفس کو بھول جاؤ اس طرح وہ نعمتیں جو تمہیں عطا کی جائیں گی انجام تک تمہارے ساتھ رہیں رہیں گی تمہارا انجام بخیر ہو گا اور یہ طریق ہے شکر ادا کرنے کا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اس کے بغیر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے فضل سے کوئی ہدایت یا بینہ یا کوئی نور عطا کرتا ہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمہاری کسی خوبی کے نتیجے میں تمہیں ملا ہے تو تم شکر کس کا ادا کرو گے تم اپنے نفس کا ہی شکر ادا کرو گے نا لیکن اگر تم اس یقین پر قائم ہو کہ جو ہدایت بھی ہمیں ملتی ہے صراط مستقیم کی شناخت کے رنگ میں یا حکمتوں کے نزول کے رنگ میں یا اس نور کے رنگ میں جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور انسان کے دل کو منور کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں کو ہوتا ہے یہ سب پچھے تمہاری کسی خوبی کے نتیجے میں نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجے میں ہے اور اس سے اس کی عظمت اور اس کی کبیریٰ ثابت ہوتی ہے پس اگر تم ہدایت پانے کے بعد خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبیریٰ کا اعلان کرو گے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبیریٰ کو اپنے دلوں میں محسوس کرو گے اور اپنے نفس کو اس کی راہ میں مٹا دو گے تب تم شکر کرنے کے قابل ہو گے ورنہ تم شکر کے قابل نہیں ہو گے تمہارا شکر زبانوں پر تو ہو گا لیکن تمہارے دل اور تمہارے اعمال اور تمہاری روح اور تمہارے جوارح خدا تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر رہے ہوں گے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا چاہتے ہو تو جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کوئی نعمت ملے **تُسْكِرُوا إِلَهُ** اللہ تعالیٰ کی کبیریٰ اور عظمت کا اعلان کرو اور اپنے دل اور سینہ میں اس عظمت کے احساس کو زندہ اور اجاگر کرو اور شدت کے ساتھ قائم کرو اور تم شکر گزار بندے بن جاؤ اور جب تم خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ گے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے وہ تمہیں مزید نعمتیں عطا کرے گا مزید تر قیامت کے دروازے تم پر کھولے گا مزید حکمتیں اور علوم قرآنی تمہیں عطا کرے گا اور تمہارے نور میں اور زیادہ نورانیت پیدا کرے گا اور پھر ایک حسین اور مفید چکر اور دائرہ قائم ہو جائے گا۔ تم خدا تعالیٰ سے نعماء حاصل کرتے رہو گے اور اپنی ہدایت اور اپنی فراست اور اپنی روحانیت کے نتیجے میں ہر موقع پر اپنے نفس کو قربان کر کے اللہ ہی کی عظمت اور کبیریٰ کا اعلان کرو گے اور اس طرح اس کا شکر ادا کرو گے تو پھر وہ اور نعمتیں تمہیں دے گا پھر تم اور شکر ادا کرو گے تو وہ اور نعمتیں تمہیں عطا کرے گا۔ غرض رمضان کے مہینہ میں ایک ایسا دائرہ شروع ہو جاتا ہے جو غیر متناہی روحانی اور

جسمانی، دینی اور دنیوی ترقیات کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے اور انسان کسی مقام پر ٹھہرتا نہیں اور انسان کا دشمن شیطان جو کبھی نفس امارہ کی سرگن سے اور کبھی بیرونی حملوں کے ذریعہ انسان کو خدا سے دور کرنا چاہتا ہے وہ اپنے تمام حملوں میں ناکام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ہی شیطانی حملوں سے بچائے رکھے اور محفوظ رکھے۔

(مطبوعہ الفضل مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۴)



رمضان المبارک میں آسمان کے دروازے کھول دیتے
جاتے ہیں اور کثرت سے الٰہی برکات کا نزول ہوتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ کیم دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)



- ☆ قرآن کریم پر عمل پیرا ہو کر نور اور فرقان انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔
- ☆ رمضان میں حسن عمل کی طرف خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے۔
- ☆ ایک مسلمان کی لذت اس کھانے میں ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ کھاؤ۔
- ☆ رمضان کا روزہ ہمارے لئے رحمت کا موجب ہے تکلیف اور زحمت کا موجب نہیں۔
- ☆ بندہ بڑا ہی عاجز ہے اور کوئی خوبی اس میں نہیں لیکن خدا کہتا ہے تم میری طرف آؤ میں تمہیں اپنا محبوب بنالوں گا۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے متدرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى
وَالْفُرْقَانِ۔ (بقرہ: ۱۸۶)

پچھلے دنوں میں نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہماری توجہ اس طرف پھیری ہے کہ قرآن کریم کامل ہدایت ہے اور حکمتوں اور دلائل کے ساتھ اپنی بات منوانے والی کتاب ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر نور اور فرقان انسان کو حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک کامل اور مکمل نور ہے۔ جو اللہ نور السُّمُوَاتِ وَالْأَرْضِ کے سرچشمہ سے نکلا ہے اور رمضان کا مہینہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی ہدایت اور اس کی حکمتوں اور اس کے فرقان سے زیادہ سے زیادہ حصہ لیا جاسکے۔

آج میں رمضان کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے بعض ارشادات اپنے دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ امام بخاریؓ لکھتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَدْعُ قُوَّلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدْعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔

(بخاری کتاب الصوم باب من لم يدع قول الزور و العمل به)

یعنی اگر کوئی شخص بظاہر رمضان کے روزے تو رکھتا ہے۔ لیکن قول زور اور قول زور پر عمل چھوڑتا نہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزد یہ اس کا کھانا پینا یا بعض اور با توں کو دن کے وقت چھوڑنا مقبول نہیں ہو گا زور کے معنی الْعَيْلُ عَنِ الْحَقِّ حق اور صداقت سے پرے ہٹ جانے کے ہیں۔ اسی طرح مفردات راغب نے زور کے ایک معنی بت کے بھی کہنے ہیں (وَيُسَمُّ الصَّنْمُ زُورًا) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غلط اعتقادات کو چھوڑتا نہیں اور ان کا اپنی زبان سے اور اپنے عمل سے اظہار کرتا ہے اور غلط اعتقادات کے نتیجہ میں عمل غیر صالح بجالاتا ہے۔ ایسے شخص کا روزہ رکھنا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کھانا اور

پینا چھوڑ دینا کوئی ایسی نیکی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مقبول ہوا اور اس کے نتیجہ میں وہ اس کی طرف متوجہ اور ملقت ہو۔

اس میں نبی اکرم ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ رمضان کا مہینہ نفسِ امّارہ کو کچلنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ یعنی رمضان کے روزے اور اس کی دیگر عبادات اس لئے فرض کی گئی ہیں اور اس میں بجا لانے والے نوافل اس لئے قائم کئے گئے ہیں کہ انسان نفسِ امّارہ کے حملوں سے نجات پائے اور انسان کا نفسِ امّارہ نفسِ مطمئنہ کی اطاعت کا جو اپنی گردن پر رکھ لے لیکن اگر رمضان کا مہینہ نفسِ امّارہ کے مارنے پر منتج نہیں ہوتا اس کے نتیجہ میں نفسِ امّارہ مرتا نہیں۔ بدی کی رغبت اسی طرح قائم رہتی ہے انسان کی زبان اور اس کا دل اور اس کے جوارح پاک نہیں ہوتے تو اسے بھوکار بننے اور پیاسار بننے سے کیا فائدہ۔ اگر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت انسان کو حاصل نہ ہو اور خدا تعالیٰ محبت اور پیار کے ساتھ اس کی طرف ملقت اور متوجہ نہ ہو۔

یہاں جیسا کہ پہلے بزرگوں نے بھی یہی معنی کئے ہیں حاجۃ کے معنی وہ نہیں جو اس وقت ہوتے ہیں جب یہ لفظ انسان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ حاجۃ کے معنی یہاں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے روزوں کو قبول نہیں کرے گا اور انسان کی طرف ملقت نہیں ہوگا۔ پس روزے اس معنی میں کہ نفس کے کچلنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں اور شیطان کے حملوں سے انسان کو بچاتے ہیں ہمارے لئے بطور ڈھال کے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:-

الصَّيَامُ جُنَاحٌ فَلَا يَرْفُثُ وَلَا يَجْهَلُ۔ فَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيُقْلِدْ إِنَّى صَائِمٌ مَرَّةٍ۔
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوقٌ فِيمِ الصَّائِمِ أَطْبَعُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمُسْلِكِ يَتُرُكُ
طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي وَالصَّيَامُ لِيٌ وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا۔

(بخاری کتاب الصیام باب فضل الصوم)

یہ بھی بخاری کی حدیث ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ماہ رمضان اور اس کے روزے بطور ڈھال کے تمہارے لئے بنائے گئے ہیں اور اگر تم روزے کی روح اور اس کی حقیقت کو سمجھو تو شیطانی حملوں سے تم خود کو محفوظ کر سکتے ہو اس لئے ضروری ہے کہ تمہاری زبان پر کسی قسم کا فرش نہ آئے شہوت کو

اُبھارنے والی باتیں نہ آئیں اور لای جھل کی بھی ضروری ہے کہ انسان جھل سے کام نہ لے۔ جھل کے تین معنی ہیں اور تینوں یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ انسان علم سے خالی ہو یعنی اس کے معنی عدمِ علم کے ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ علم کا سمندر قرآن کریم میں ہے رمضان میں کثرت تلاوت کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں جیسا کہ دوسری جگہ آتا ہے اور یہی میری سنت اور یہی حضرت جبریل علیہ السلام کی سنت ہے کیونکہ ہر رمضان میں وہ پورے قرآن کریم کا دور آپ سے کیا کرتے تھے۔ تو علم کے سمندر کا تمہیں پیدا دیا گیا اور اس سمندر میں غوطہ لگانے کے سامان تمہارے لئے مہیا کئے گئے اس لئے تم چوکس اور ہوشیار رہنا کہ کہیں اس موقع کو کھونہ دو اس لئے روزہ دار کے لئے ضروری ہے لای جھل کا اپنے اندر جہالت باقی نہ رہنے دے کیونکہ علم کے دروازے اس کے لئے کھولے گئے ہیں اور علم کے نور سے منور ہونے کی راہیں اسے بتائی گئی ہیں۔

دوسرے جھل کے معنی غلط اعتقاد کے ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم چونکہ کامل اور مکمل کتاب ہے جو شخص اسے سمجھتا اور اس کی حکمتوں کو جاننے کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ تمام اعتقادات صحیحہ پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ تو یہ موقع جب تمہیں دیا جاتا ہے کہ تم ہر قسم کے غلط اعتقادوں اپنے ذہنوں اور دلوں سے نکال کر باہر پھینک دو تو اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ لای جھل ایک مومن روزہ دار کو چاہئے کہ صحیح اعتقادات کے حصول کیلئے پوری پوری کوشش کرے اور قرآن کریم سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اس سے بے اعتنائی نہ برتے۔

تیسرا جھل کے معنی ہیں فِعْلُ الشَّئِيْ بِخَلَافِ مَا حَقَّهُ اَنْ يَفْعُلَ جو کام جس طور پر کرنا چاہئے اس طرح نہ کرنا تو لای جھل کے معنی ہیں کہ رمضان میں حسن عمل کی طرف خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے یعنی جو اعمال صالح کا حق ہے وہ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی لئے رمضان کے ساتھ صرف بھوکار ہنے یا پیاسا سار ہنے یا بعض دیگر پابندیوں کو بجا لانے کا ہی حکم نہیں بلکہ سارے نیک اعمال کرنے کی طرف انسان کو توجہ دلائی گئی ہے اور یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ تمہاری زندگی اور تمہاری بقاء کے لئے جو ضرورتیں ہو سکتی تھیں ان کو پورا کرنے کے سامان کردئے گئے ہیں اب تمہارا کام ہے کہ تم ان سے فائدہ اٹھاؤ اور ایک صراط مستقیم پر تمہیں چلا دیا گیا ہے۔ یہ صراط مستقیم اعمال صالح کا ہے تم اس صراط مستقیم پر چلتے رہو جہالت سے کام نہ لینا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مشک وغیرہ کی خوبیوں بہت پسند ہے اسی لئے ہم نے یہ حکم دیا ہے کہ جمعہ کے موقع پر یا عید کے موقع پر یا دوسرے اجتماعوں میں مشک اور دوسری خوبیوں لگا کر آیا کروتا کہ تمہارے ساتھی ایک قسم کی لذت محسوس کریں تو جتنی مشک کی خوبیوں تھیں اچھی لگتی ہے اس سے زیادہ ہمیں وہ بومحبوب ہے جو حضن ہماری رضا کے لئے کھانا چھوڑنے کے نتیجہ میں بعض دفعہ منہ میں پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ تو خوبیوں اور بدبوہ رو سے بے نیاز ہے۔ نور حضن کو جسمانی حواس یا ان حواس سے حاصل ہونے والی لذتوں سے کیا سر و کار لیکن جو شخص اس کی خاطر حضن اس کی رضا کے لئے بھوک کو برداشت کرتا ہے اور کھانے پینے کو چھوڑتا ہے اگر اس کے نتیجہ میں بعض ایسی باتیں پیدا ہوتی ہیں جو انسان کو پسند نہیں تو نہ ہوا کریں ہم تو اس کے دل کی کیفیت کو دیکھ کر اس قسم کی بوکو بھی بڑا ہی محبوب سمجھتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے اس شخص نے ایسا کام کیا کہ جس کے نتیجہ میں اس کے منہ میں وقت طور پر بو پیدا ہو گئی اور ہمیں یہ خُلُوف فِيم الصَّائِمِ (روزہ دار کے منہ کی بو) اس لئے محبوب ہے کہ يَسْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَةَ مِنْ أَجْلِي اس نے حضن ہماری خاطر کھانے کو چھوڑا اور پینا چھوڑا اور اپنی شہوت کو چھوڑا الصَّيَامُ لِي روزہ میرے لئے ہے وَأَنَا أَجْزِي بِهِ اس فقرہ کے معنی بعض بزرگوں نے یہ بھی کہنے ہیں کہ دنیا نے غیر اللہ کے لئے کبھی روزے نہیں رکھے۔ دنیا نے غیر اللہ کو سجدہ بھی کیا ان کے لئے مالی قربانیاں بھی دیں چڑھاوے بھی چڑھائے اور بھی بہت سی بدعیں کیں لیکن غیر اللہ کے لئے اپنے پر بھوکا رہنے کی پابندی کسی مشرک نے عائد نہیں کی یہ معنی بھی اطیف ہیں اگر تاریخ اس کی گواہی دیتی ہو لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ نے روزہ کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے الصَّيَامُ لِي کافقرہ بولا ہے یعنی روزے دار کا روزہ میرے نزدیک ایسا ہے کہ یہ خالصتاً میرے لئے ہے وَأَنَا أَجْزِي بِهِ اور میں ہی اس کی جز ادؤں گا وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ہر نیکی کے بدلہ میں دس گناہیا اس سے زیادہ ثواب ہو گا۔ یعنی حساب سے بتایا گیا ہے کہ دس گناہیا سو گناہیا بعض جگہ اس سے بھی زیادہ ثواب کا ذکر آتا ہے یہ دوسری نیکیوں کے متعلق آتا ہے روزہ اس سے مستثنی ہے روزہ کا ثواب اور اس کی جزا بغیر حساب کے ہے الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا کے مطابق نہیں۔ اس کی جزا بے حساب ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اگر روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے تو اس قرب کو کسی حساب میں تو مدد و نہیں کیا جا سکتا دنیا کے سارے حساب ختم ہو جاتے ہیں اس ثواب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا جب اللہ تعالیٰ کا قرب انسان حاصل کر لے اور اس کی

روئیت یا اس سے ہم کلامی یا اس کی رحمتوں (زندہ رحمتوں) کو انسان اپنے اوپر نازل ہوتا دیکھ لے یعنی اسے روزہ کی یہ جزاں جائے تو اسے کسی حساب میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے ملتے جلتے الفاظ میں ایک دوسری حدیث بھی ہے جس کے آخر پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

لِصَائِمِ فَرْحَاتَنِ يُفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصُومِهِ

(بخاری کتاب الصوم باب هل یقول انی صائم اذاشتم)

روزہ دار کو دخوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی تو اسے یہ حاصل ہوتی ہے اذَا أَفْطَرَ فَرِحَ کہ وہ روزہ کھوتا ہے اور کھاتا اور پیتا ہے اس یقین اور ایمان کے ساتھ کہ میں نے خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے حکم سے کھانا پینا چھوڑا تھا اور اب میں خدا تعالیٰ کی اجازت سے اسی کے حکم سے کھانے لگا ہوں کیونکہ افطار مخصوص کھانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھانا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑی سختی سے اس بات سے منع کیا ہے کہ سورج غروب ہو جانے پر کھانے میں تا خیر کی جائے بلکہ آپؐ اتنی جلدی کیا کرتے تھے کہ بعض دفعہ صحابہؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ابھی تو روشنی ہے۔ آپؐ فرماتے نہیں سورج غروب ہو گیا ہے تم روشنی کی طرف نہ دیکھو اور میرے لئے افطاری تیار کرو تو افطرؐ میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ انسان روزہ رکھنے کے بعد جب روزہ کھوتا اور کچھ کھاتا ہے تو یہ سمجھتے ہوئے کھاتا ہے کہ میرا یہ کھانا صرف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھانے کی اجازت دی ہے۔ جس طرح میرا کھانے سے پرہیز کرنا اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے منع کر دیا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو یہ سبق مل جاتا ہے اور وہ اس کو اچھی طرح سمجھنے لگ جاتا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں کھانی جس کی اللہ تعالیٰ اجازت نہ دے۔ مثلاً اچڑھاوے کے کھانے ہیں ان سے اسلام نے منع کیا ہے پھر بہت سارے اور کھانے ہیں جن سے اسلام نے منع کیا ہے۔ پھر مال حرام ہے اس سے بھی خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے میں اس تفصیل میں اس وقت نہیں جانا چاہتا غرض جس وقت انسان روزہ کھوتا ہے تو وہ صرف کھانا ہی نہیں کھاتا بلکہ وہ اس لئے کھا رہا ہوتا ہے کہ خدا نے اسے کہا کہ کھا تو جو شخص اس حقیقت کو پا لے کہ میرا کھانا اور نہ کھانا ہر دو خدا کے لئے ہیں اس کی اجازت اور اس کے حکم سے ہیں اس سے زیادہ خوشی اور کیا اسے پہنچ سکتی ہے اذَا أَفْطَرَ فَرِحَ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھانے پینے میں تمہارے لئے بڑی لذتیں ہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کی لذت کھانے میں نہیں ہے۔ ایک مسلمان کی لذت اس کھانے میں ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ

کھاؤ۔ پس جس وقت روزہ دار اظفار کرتا ہے اس کو بڑی خوشی پہنچتی ہے کہ میرے رب نے مجھے کہا کہ اے میرے بندے! میرے کہنے پر تو نے کھانا چھوڑا تھا ب میرا حکم ہے کہ تو کھا۔ تو وہ کھاتا ہے اور اپنے رب کے اس حکم کی وجہ سے اور اس حقیقت کو پالینے کے نتیجے میں اس کے لئے بڑی ہی خوشی کا سامان پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا خوشی اس کی یہ ہے کہ اذالۃِ رَبِّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ جب اپنے رب کی ملاقات اور اس کا قرب اسے حاصل ہو جاتا ہے اور رؤایا کشوف یا الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ اسے مل جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر اس کے لئے اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ پس اس دنیا میں بھی دو خوشیوں کے سامان ایک مخلص روزہ دار کے لئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس ماحول میں اور اس رمضان میں جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی حقیقت ہمیں سمجھ آتی ہے (یہ بھی بخاری کی حدیث ہے اور ابو ہریرہؓ کی روایت ہے) کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:-

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَتَحَّتُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلَقَتُ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلِّمَتِ الشَّيَاطِينُ۔ (بخاری کتاب الصوم باب هل یقال رمضان او شہر رمضان)

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جب آسمان کے دروازے کھلتے ہیں تو دونتیجے پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ آسمانی رحمتوں کا نزول ہونے لگتا ہے دوسرے یہ کہ انسان کے اعمال صالح جو خلوص نیت سے کئے جائیں وہ آسمانوں میں داخل ہو سکتے ہیں (یہ ایک تمثیلی زبان ہے) یعنی قبولیت کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ دروازہ کھلنے کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں اور دونوں پیدا ہوتے ہیں۔ پس جو شخص نیک نیت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے لئے روزہ بھی رکھتا ہے اور اس کے لوازمات بھی بجالاتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ آسمانوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ بڑی کثرت سے نزول رحمت باری شروع ہو جاتا ہے اور ایسا بندہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حکم کی بجا آوری کی توفیق بھی پاتا ہے اور جو عاجزانہ طور پر اپنے خدا کے حضور پیش کرتا ہے اس کی قبولیت کے سامان بھی پیدا کئے جاتے ہیں۔ ان دروازوں سے اعمال صالحة داخل ہو جاتے ہیں غُلَقَتُ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ روزے دار کے لئے ایسے سامان پیدا کردے جاتے ہیں کہ وہ معاصی سے بچنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے روکا ہے ان سے وہ رک جاتا ہے اور یہی چیزیں ہیں جن کے نتیجے میں جہنم کے دروازے کھلتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ معاصی سے بچتا ہے اور نواہی سے پرہیز کرتا ہے اور جس وقت رحمت کے دروازے کھلے ہوں جہنم کے دروازے بند ہوں

تو پھر اس میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ صُفِّدَت الشَّيَاطِينُ کہ شیطان زنجروں میں جکڑ دے گئے۔
شیطانی حملہ اندر ورنی ہو (نفس امارة کے ذریعہ) یا بیرونی ہو وہ کارگر نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ رمضان جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے اور یہ رمضان ہے جس کی طرف ہمیں پورے نفس اور پوری روح کے ساتھ متوجہ ہونا چاہئے تاہم خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے ایسے اعمال بجالائیں کہ ہمارے لئے جنتوں کے دروازے توہینیشہ کھلے رہیں لیکن جہنم کے دروازے مغلل رہیں اور شیاطین (جو وجود بھی ہمارے لئے شیطان بن سکتے ہیں ان) کو پابہ زنجیر کر دیا جائے اور ہم ان کے حملہ سے محفوظ رہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفْرَلَةً مَا تَقدَّمَ مِنْ ذَنْبٍ

(بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام)

ہم بھی اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کے مستحق ہوں کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھتا ہے ایماناً اس ایمان اور یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنے فضل کے دروازے کو کھونے کے لئے رمضان کا روزہ فرض اور واجب کیا ہے اور ہمارے لئے رحمت کا موجب ہے تکلیف اور زحمت کا موجب نہیں اور احتساباً آئی طَلَبَا لِلْأَجْرِ فِي الْآخِرَةِ اس کے نتیجے میں اپنے رب کے اجر کا طالب ہو اور یہ عزم اور یہ رغبت اس کے اندر پائی جاتی ہو کہ میں نے ہر قربانی دے کر اپنے رب سے اس کا ثواب حاصل کرنا ہے اور برشاشت قلب کے ساتھ وہ یہ قربانی دے اسے بوجہ سمجھے یہ معنی ہیں احتساب کے غرض جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ دار یوں کو بوجہ نہیں سمجھتا طیب خاطر اور برشاشت قلب کے ساتھ وہ انہیں بجالاتا ہے اور اس کے دل میں ایک جوش ہوتا ہے کہ میں ہر قربانی دے کر اپنے رب کی خوشنودی کو ضرور حاصل کروں گا اور اس ایمان پر قائم ہوتا ہے کہ اگر میں نے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ اور قرآن کریم میں اس رضا کے حصول کی جو را ہیں ہم پر کھولی ہیں ان پر میں چلوں گا تو پھر غُفرَلَةً مَا تَقدَّمَ مِنْ ذَنْبٍ جو اس کی شرعی کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت کی چادر کے یونچے ڈھانپ لے گا اور اپنے نور سے اسے منور کرے گا اور اپنی رضا کی جنت میں اسے داخل کرے گا اللہ تعالیٰ ہم سب سے خوش ہو اور ہم سے راضی رہے اور ہمیں ایسے اعمال بجالانے کی توفیق دے جو اس کی نگاہ میں مقبول ہوں اور شیطان کو انتہائی طور پر ناپسندیدہ ہوں اور وہ ہمیں اپنی رضا کی

جنتوں میں داخل کرے اور ہم سے خوش ہو جائے اور ہمیں اپنا محبوب بنالے (اپنا محبوب کہتے ہوئے روح کا نپ اٹھی کہ ایک بندہ ناچیز خدا کا محبوب کیسے بن سکتا ہے۔ بندہ بڑا ہی عاجز ہے اور کوئی خوبی اس میں نہیں لیکن ہمارا رب بڑا ہی پیار کرنے والا ہے وہ کہتا ہے کہ میری طرف آؤ میں تمہیں اپنا محبوب بنالوں گا) پس وہ اپنے فضلوں کی بارش کچھ اس طرح ہم پر بر سائے کہ ہم واقعہ میں اور حقیقتاً اس کے محبوب بن جائیں اور اس کی رضا کی جنتوں میں رہنے والے ہوں۔

(روزنامہ الفضل ۹ دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۵)



رمضان کے روزوں اور عبادات کا بڑا گھر اعلقِ دعا اور

قبولیت کے ساتھ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربہ)



- ☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری دعائوں کو قبول کروں گا اگر تم دعا کی شرائط کو مدنظر رکھو۔
- ☆ سچے مومن کی پانچ نشانیوں کا تفصیلی تذکرہ۔
- ☆ ربہ والوں کا فرض ہے کہ وہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کیلئے اپنے گھروں کے کچھ حصے وقف کریں۔
- ☆ ہر دم دعا بھی اور کوشش بھی ہونی چاہئے کہ ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔
- ☆ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے ٹھہرانے سے آپ کا گھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پر نور نے درج ذیل آیات
 وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَانِيْ قَرِيبٌ طُّجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلَيْسَتْ جِيْبُ الْيَٰٓ
 وَلَيْسُ مُنْوَآ بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (بقرہ: ۷۸)
 وَالَّذِينَ أَمْنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِيْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ أَوْرُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ
 الْمُؤْمِنُونَ حَقًا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرَزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (الانفال: ۵)

کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا۔

رمضان کے مہینے کا اور رمضان کے روزوں اور عبادات کا بڑا گہر اتعلق دعا اور قبولیت دعا کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے یہ فرمایا ہے کہ روزہ میرے لئے رکھا جاتا ہے ”اور میں خود اس کی جزا ہوں گا“ اور وہ خود ہی اس کی جزا بن جاتا ہے۔ اسے اپنا قرب عطا کرتا ہے اور اپنے پیار اور محبت کا سلوک اس سے کرتا ہے اور پیار اور محبت کے سلوک میں بڑا ہی پیار اس سلوک قبولیت دعا کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَانِيْ قَرِيبٌ سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ قرآن میں ہدایت بھی ہے حکمت بھی ہے نور بھی ہے۔ ہر زمانہ میں ہر مہینہ میں ان قرآنی برکات کے حصول کی کوشش کرتے رہا کرو لیکن رمضان میں آسان سے رحمتوں کا نزول دوسرا مہینوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے اور قبولیت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ بھی اس مہینے میں زیادہ حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے آخر میں فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو کثرت سے بیان کرو اور اس کے شکر کی طرف متوجہ ہو اور ”شکر“ میں اور ”کبریائی“ میں دعا اور قبولیت دعا کی طرف اشارہ تھا جسے اس آیت میں کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَانِيْ قَرِيبٌ اگر میرے بندے یہ سوال کریں کہ اللہ کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے تو انہیں میری طرف سے کہو کہ میں تو قریب ہوں اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اذاً دعائیں رمضان کے روزوں اور دوسرا عبادتوں کے نتیجے میں میں اور بھی قریب ہو گیا اور میرے قرب پر یہ بات شاہد ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں لیکن دعا کو اپنی شرائط کے ساتھ کرنا چاہئے اور دعا کی جو شرائط اسلام نے بتائی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے وہ ساری کی ساری ان دلظیلوں میں آ جاتی ہیں کہ **فَلِیْسْتَجِیْوُ الْۤاَنْوَارِ**
وَلِیْؤُمْنُوْا بِيْ اللّٰهِ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا لیکن بنیادی طور پر دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم میرے حکم ماننے والے ہو کوئی ایسی دعا نہ ہو جو میرے اوامر اور نواہی کے خلاف ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ حکم یہ ہے کہ ہمسائے سے حسن سلوک کرو اور ہمسائے بغرض اور حسد سے یہ دعا کر رہا ہو کہ خدا اس کو تباہ کرے اس کے بچوں کو مار دے اس کے رزق میں بے برکتی ڈال تو ایسی دعا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو گی اور قبول نہیں کی جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ میں تمہاری دعاوں کو قبول کروں گا اگر تم دعا کی شرط کو مدنظر رکھو اور پہلی شرط یہ ہے کہ **فَلِیْسْتَجِیْوُ الْۤاَنْوَارِ** کہ میرے حکم کو وہ مانیں جو بھی احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیئے ہیں اور جن کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اسوہ میں اور پھر آپؐ کے ارشادات میں پائی جاتی ہے اور جس پر بڑی سیر کن بحث حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں کی ہے ان احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے جو دعا قبول کی جائے گی وہ دعا کی ایک شرط کو پورا کر رہی ہو گی اور اگر باقی شرائط بھی پوری ہوں تو پھر وہ دعا قبول ہو جائے گی۔

دوسری اصولی شرط یہ ہے کہ **وَلِیْؤُمْنُوْا بِيْ** میری ذات اور میری صفات پر کامل ایمان رکھتے ہوں اگر کسی شخص کے دل میں یہ خیال ہو مثلاً کہ میرا پچھے اس قدر بیمار ہو چکا ہے کہ اللہ بھی اس کو شفایہ نہیں دے سکتا تو اس کی دعا کیسے قبول ہو گی اس صورت میں اس کی دعا تو سطحی اور محض زبان کے الفاظ ہوں گے جن کے اندر کوئی حقیقت جن کے اندر کوئی روح نہیں پائی جاتی۔

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اور پیارا رب اس کی دعا کو قبول کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حکم کو سامنے رکھے کہ **وَلِیْؤُمْنُوْا بِيْ** کہ میری ذات اور میری صفات پر کامل ایمان رکھنے کے بعد جو دعاء تم کرو گے وہ میں قبول کروں گا مثلاً مجھے قادر مطلق سمجھو گے صرف میری طرف جھک رہے ہو گے اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کو رزاق نہیں سمجھتا اور رشوت پر توکل رکھتا ہے تو اس کی یہ دعا کہ اے خدا میرے

مال میں برکت ڈال قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وَلَيُؤْمِنُوا بِهِ کے خلاف ہے۔ ہر دو اصولی شرائط کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کی حکم عدوی بھی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنی میں رزاق بھی نہیں سمجھا گیا۔ جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی صفت ”الرزاق“، کا جلوہ ہو جاتا ہے وہ ہر قسم کے مال حرام سے پر ہیز کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ میری ساری ضرورتوں کو پورا کرنے والا میرارب ہے۔

تو یہ دو بنیادی شرائط ہیں جو دو حکموں میں یہاں اللہ تعالیٰ نے بڑے لطیف پیرا یہ میں بیان کر دی ہیں کہ اگر ان شرائط کے ساتھ دعا کی جائے گی تو قبول کی جائے گی اور اس سے دو باقیں ثابت ہوں گی۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے کے قریب ہے۔ رات کی تہائی اور خاموشی میں ہم دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور مہربانی سے ان دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو اسلام پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی برکت کے طفیل اپنا قرب عطا کیا ہے۔ کیونکہ قرب دونوں طرف کا ہوتا ہے نا؟ تو جس چیز سے جس علامت سے یہ ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے قریب ہے۔ وہی بات یہ بھی تاریخی ہو گی کہ وہ بندہ بھی خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گیا ہے۔ یہاں جو لَعَلَّهُمْ يَوْسُدُونَ (تَاكَمْ ہدایت کے صحیح مقام پر قائم ہو جاؤ) اور فَلَيَسْتَجِبُوا إِلَيْ وَلَيُؤْمِنُوا بِهِ۔ فرمایا ان کی تشریح اور تفسیر اللہ تعالیٰ نے سورہ الانفال کی پچھتر دیں آیت میں کی ہے جو میں نے ابھی دوستوں کو سنائی ہے وَالَّذِينَ أَمْنُوا وَهَا جَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ أَوْفُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًا یعنی ”فَلَيَسْتَجِبُوا إِلَيْ وَلَيُؤْمِنُوا بِهِ“ میں یہ بتایا تھا کہ مجھ پر ایمان لا میں۔ یہاں اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ حقیقی ایمان لانے والے کون ہوتے ہیں۔

الله تعالیٰ نے حقیقی مومن کی علامتوں میں سے ایک علامت تو اَمْنُوا عام ایمان کی بیان کی ہے ایمان کے اصل معنی زبان اور دل کے اقرار اور تصدیق کے ہیں نیز جوارح کی تصدیق یعنی عمل بھی اس دعویٰ کے مطابق ہوں۔ تب حقیقی ایمان بتا ہے۔ ایک منہ کا ایمان ہے لوگ عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ جی ہم ایمان لائے۔ صرف زبانی دعویٰ ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وَهَا جَرُوا اور ان تمام باتوں سے رکے رہتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ اور وہ تمام کام کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ کرو۔ وَالَّذِينَ أَوْفُوا نَصَرُوا

اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر اسلامی معاشرہ کو وہ قائم کرتے ہیں اور وہ جو خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں اپنے گھروں کو چھوڑتے ہیں۔ یہ لوگ ان کو اپنے گھروں میں جگہ دیتے ہیں وَنَصَرُوا اور ہر طرح ان کی مدد کرتے ہیں تو یہ پچھے مومن ہیں۔ **هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا**

تو پچھے مومن کی پانچ نشانیاں یہاں بیان کی گئی ہیں۔ ایمان کے معنی یہاں یہ ہیں کہ وہ لوگ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا تمام وجود ایک ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے یعنی ہم اس اعتقاد اور یقین پر قائم ہوں کہ حقیقی وجود اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور مجھے بطور انسان کے اس لئے بنایا ہے کہ میں اپنا وجود اس کی راہ میں کھو دوں اور اپنے ارادوں کو چھوڑ کر اس کے ارادوں اور اس کی رضا کو قبول کرلوں اور اس کی معرفت حاصل کر کے اس کے قرب کی را ہوں پر چلنے کی کوشش کروں اور میرے دل میں سوائے اس پاک ذات کی محبت کے کسی اور کی محبت باقی نہ رہے۔ یہ کامل ایمان ہے جس کی طرف وَالَّذِينَ آمَنُوا میں آمَنُوا کا لفظ اشارہ کر رہا ہے۔

اور دراصل اس کی دو یقینتوں کو زیادہ وضاحت کے ساتھ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا میں بیان کیا گیا ہے هَاجَرُوا میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جائے اور اس کی اپنی کوئی خواہش یا اپنا کوئی ارادہ باقی نہ رہے اور وہ کلی طور پر ہر اس چیز سے پرہیز کرنے والا ہو جس سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے۔ پس نفس امارہ کے تمام حکموں کو ٹھکرای دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کی پابندی کرنے والا اور تمام حکموں کو ماننے والا ہی پکا مومن ہوتا ہے اور پکے مومنوں کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّهِ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لوگ لگا دیتے ہیں اور اپنی ہر ایک قوت اور خداداد توفیق سے وہ حقیقی نیکیوں کو بجا لاتے ہیں اور باطنی اور ظاہری قوی سارے کے سارے خدا کیلئے اور اس کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں۔ تو غیر اللہ کی ہر بات ماننے سے انکار اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر اپنا سب کچھ قربان کر دینا اس طرف هَاجَرُوا اور جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّهِ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی مومن کی علامت یہ ہے کہ **الَّذِينَ آوَوا** وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں اور اپنے گھروں کے دروازے اپنے بھائیوں کے لئے کھولنے والے ہیں۔ ایک تو وہ

لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے سب کچھا پنے شہروں میں چھوڑ دیا (زیادہ تر مکہ میں) اور مدینہ کی طرف وہ ہجرت کر گئے ان مومنوں کو مدینہ میں رہنے والے انصار نے پناہ دی اور اپنے گھر میں ان کو ٹھہرایا اور وہ یہاں تک تیار تھے کہ اگر خدا کا یہی فرشا ہو کہ ہم اپنا سب کچھ نصف کر کے نصف اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دیں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہو کہ اگر ہماری دو یوں یا ہیں تو ہم ایک کو طلاق دے دیں اور اپنے بھائی سے یہ خواہش رکھیں کہ وہ اس بیوی سے عدت گزرنے پر شادی کر لے تو یہ بات بھی ہم کرنے کے لئے تیار ہیں۔

لیکن صرف اس حد تک اس لفظ کے معنی کو مدد و دنبیں کیا جا سکتا بلکہ جب بھی ایک مسلمان بھائی کو ضرورت پڑے تو ہمارا یہ فرض ہے کہ **وَالَّذِينَ أَوْأُوا وَأَنْصَرُوا** پر عمل کرنے والے ہوں۔ یعنی جب بھی ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے اور کسی دوسرے مقام تک پہنچ تو اس دوسرے مقام پر رہنے والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کو اپنے مکانوں میں رہائش کے لئے جگہ دیں۔ جیسا کہ اب جلسہ سالانہ آ رہا ہے جلسہ سالانہ پر باہر سے آنے والے سردی کی شدت برداشت کرتے ہوئے اور اپنے بچوں کو اور بیویوں کو انتہائی جسمانی تکلیف میں ڈالتے ہوئے ربہ میں پہنچتے ہیں۔ ربہ میں آنے کی غرض یا مرکز سلسلہ میں پہنچنے کا مقصد یہ تو نہیں ہے کہ یہاں وہ دنیا کمانا چاہتے ہیں وہ محض خدا کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے اور قرآن کریم کے احکام کو سننے کے لئے اور اپنے بھائیوں سے ملنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے جو فضل سال کے دوران جماعت پر ہوتے رہے ہیں ان کو دیکھنے اور ان کا حال سننے کے لئے آتے ہیں وہ صرف اس لئے آتے ہیں اور صرف اس لئے یہ تکلیف برداشت کرتے ہیں کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو جلسہ پر بلا یا تو وہ آواز آپ کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وہ آواز تھی۔ اسی لئے دوست بڑی کثرت سے آتے ہیں۔ ظاہری طور پر بڑا دکھ اٹھا کے اور بڑی قربانی دے کر آتے ہیں اور ہر قسم کی کوفت اور تکلیف یہاں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن ہم انہیں جو سہولت اور آرام پہنچا سکیں وہ تو ہمیں پہنچانا چاہئے (ربہ کے رہنے والوں کو) **أَوْأُوا وَأَنْصَرُوا** کے ماتحت!!!

میں کئی سال افرنجلسہ سالانہ کی خدمت بھی بجالاتار ہاں ہوں میں نے دیکھا ہے کہ لکھ پتی جن کی اپنے شہروں میں بڑی بڑی کوٹھیاں خدا کے فضل سے بنی ہوئی ہیں یہاں ان کو سارے خاندان کے لئے میاں

بیوی اور بچوں کے لئے ایک چھوٹا سا کمرہ یا ایک غسل خانہ ہی جس میں پرالی پڑی ہوئی ہوول جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر بجالاتے ہیں۔ لیں ربوہ والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ان مہمانوں کے لئے اپنے گھروں کے کچھ حصے وقف کریں اور جلسہ سالانہ کے انتظام میں انہیں دے دیں۔ یہ بھی ان کا فرض ہے کہ جب وہ اپنے مکان کا ایک کمرہ یا دو کمرے وقف کر چکیں تو پھر وقت پر دینے سے انکار نہ کریں کیونکہ اس سے بہت زیادہ تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے ہمارے مہمان کو بھی اور تنظیمیں جلسہ کو بھی منتظم مطمئن ہوتے ہیں کہ ہم نے فلاں بھائی کے خاندان کے لئے انتظام کر دیا ہے وہ مطمئن ہوتا ہے کہ میرے لئے جگہ کا انتظام ہے لیکن جب وہ ربوہ پہنچتے ہیں تو گھروں کے دیتے ہیں کہ ہمارے فلاں واقف آگئے تھے جن کا پہلے پتہ نہیں تھا وہ کمرہ یا کمرے جو آپ کو دیئے ہوئے تھے وہ تو ہم نے اپنے رشتہ دار یادوں سے کو دے دیا واقف کو دے دیئے۔ بچارے کو انہیں کوفت اور پریشانی اٹھانی پڑتی ہے اور آپ کہگار ہوتے ہیں وعدہ کرتے ہیں اور پورا نہیں کرتے اور اپنے بھائیوں کی پریشانی کا باعث بنتے ہیں ایک حقیقی مومن کی جو علامت اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں جگہ دیتے ہیں (اپنے ضرورت مند بھائیوں کو) اس کی خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں اور اپنے اس فعل سے اس بات پر مهر لگا رہے ہوتے ہیں کہ آپ اس حد تک حقیقی مومن نہیں (اللہ تعالیٰ کی نارانگی سے آپ ہمیشہ محفوظ رہیں۔ ہر دم دعا بھی اور کوشش بھی ہونی چاہئے کہ) ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ہم اللہ تعالیٰ کی نارانگی کو مولیٰ لینے والے ہوں)

جلسہ قریب آ رہا ہے اور اس کے انتظام شروع ہو چکے ہیں میں اپنے دوستوں سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ان بھائیوں کے لئے جو خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے محض دین کی خاطر اور خدا تعالیٰ کی باتیں سننے کے لئے یہاں آتے ہیں اپنے مکانوں کا ایک حصہ وقف کریں اور انتظام جلسہ کے سپرد کریں تاکہ وہ انتظام کے ماتحت استعمال کئے جاسکیں اس سے آپ اپنے گھروں کو دراصل مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کا ایک حصہ بنالیں گے حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ وَسَعُ مَكَانَكَ تو اس میں صرف آپ ہی مخاطب نہیں بلکہ ہر وہ جو آپ کی سنت پر عمل کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے منشاء کو تصحیح والا اور اس منشاء کے مطابق اپنے گھر میں وسعت پیدا کرنے والا ہے وہ بھی اس کا مخاطب ہے۔

تو اگر آپ جلسے کے موقع پر یادوسرے موقعوں پر جب جماعت کو مکان کی ضرورت پڑتی ہے اپنے مکان وقتی طور پر سلسلہ کے لئے دیں تو مالی لحاظ سے تو آپ کو کوئی نقصان نہیں لیکن بے انتہاء ثواب آپ کا رہے ہوتے ہیں اور ان تمام برکتوں کے وارث بن رہے ہوتے ہیں جن برکتوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے کہا کہ میں تیرے گھر پر نازل کروں گا کیونکہ اس طرح آپ کا گھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کا ایک حصہ بن جاتا ہے تو زیادہ سے زیادہ مکان یا ان کے حصے جلسہ سالانہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے لئے پیش کریں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعی عمارتیں بھی ہر سال کچھ نہ کچھ بڑھتی ہی رہتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ہر سال ہی مکانیت میں زیادتی اور وسعت پیدا ہو جانے کے باوجود ”مکان“ تنگ ہو جاتا ہے اور مہمان زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ تو ہوتا ہی رہے گا تاکہ یہاں کے رہنے والے بھی اور آنے والے بھی مکان کی تنگی کے نتیجہ میں ہمیشہ ثواب حاصل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنی پوری شان کے ساتھ پورا ہوتا رہے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۴)



فہم ہا قسم کے ابتلاؤں میں کامیاب ہوئے بغیر انسان رضائے الٰہی کی جنتوں میں داخل نہیں ہو سکتا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ عاجزانہ دعاوں اور التجاویں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مجزانہ نصرت طلب کریں۔
- ☆ قضاء و قدر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انسان کا امتحان لینا چاہتا ہے۔
- ☆ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں عزت نہ ملے تم حقیقی معنی میں معزز کھلانے کے مستحق نہیں۔
- ☆ باسائے اور ضرواء اور زلازل اس لئے آتے ہیں تاکہ تم دعاوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکو۔
- ☆ دعاوں کے بغیر انسان کی کوئی زندگی نہیں اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کرو۔

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

أَمْ حَسِبُتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتُكُمْ مَثُلُ الدِّينِ خَلُوا مِنْ قَبْلُكُمْ مَسْتُهُمُ الْبَاسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَرُلُزُلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَنِي نَصْرُ اللَّهِ إِلَّا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝ (آل بقرہ: ۲۱۵)

اس کے بعد فرمایا:-

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کو تم اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک ایک مضبوط اور زندہ ایمان پر تم قائم نہ ہو جاؤ ایسا بیان جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی مجرزانہ نصرتوں کو اس کا عاجز بندہ مشاہدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مجرزانہ نصرت اس وقت اور صرف ان لوگوں کو ملا کرتی ہے جو اپنے رب کے ساتھ ایک زندہ تعلق پیدا کر لیتے ہیں اور اس کی محبت میں اور اس کے عشق میں اپنے رات دن گزارتے ہیں اس محبت کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو راستہ بتایا ہے وہ عاجزانہ دعاوں اور التجاویں کا راستہ ہے ان عاشقانہ التجاویں کے ساتھ ایک بندہ اپنی محبت کا اظہار کرتا اور اپنے رب کی محبت کو جذب کرتا ہے اور دعا کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس پر ایک موت وارد ہو رہی ہے پس وہ موت کی سی کیفیت پیدا کر کے اپنے رب کے حضور جھلتا ہے اپنا سب کچھ بھول جاتا ہے اور صرف اسی کی یاد اس کے دل اور اس کے دماغ کو معطر کر رہی ہوتی ہے۔

عاجزانہ دعاوں کے وقت موت کی سی کیفیت صرف اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کے سامان

پیدا کئے جائیں اور وہ سامان بآسانی اور ضرر اُمُ اور رُلُزُلُوا ہیں۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ تمہیں تکالیف میں ڈالنا ہمارا مقصد نہیں

بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مخالفوں کے ابتلاء اور قضاۓ و قدر کے ابتلاء اور احکام و اوامر کے امتحان بندہ کے لئے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں کہ تا اللہ کا ایک بندہ اپنے رب کی طرف بھکے اور بار بار بھکے اور ان عاشقانہ التجاویں اور عاجزانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اسے قرب الہی حاصل ہوا اور اس کے اندر حقیقی روحانیت پیدا ہو جائے اور ایک زندہ تعلق اس کا اپنے رب کے ساتھ قائم ہو جائے جس کے نتیجہ میں مصائب و شدائد اور ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے مجزانہ نصرت اور تائید کے نشانات اسے دکھائے اور اس طرح پر اس کے ایمان کو زندہ اور مضبوط کرے۔ اس آیت کے معنی جو تفسیر کبیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان کئے ہیں یہ ہیں کہ

”کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اس کے کہابھی تم پر ان لوگوں کی (سی تکلیف کی حالت) نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے انہیں تنگی (بھی) پہنچی اور تکلیف (بھی) اور انہیں خوف دلایا گیا تاکہ (اس وقت کا) رسول اور اس کے ساتھ (کے) ایمان والے کہہ اٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی یاد رکھو اللہ کی مدد“ یقیناً قریب ہے، یعنی وہ کہہ اٹھیں کہ ہمارے پیارے رب ہم تیری مدد کے، تیری نصرت اور تائید کے اور محبت کے سلوک کے منتظر ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فعل سے یہ شہادت دے گا کہ ایسے لوگوں کے قریب ہی اس کی مدد ہے یعنی انہیں اس کی مدد فوراً پہنچ جاتی ہے۔“

بَاسَأَهُ، ضَرَّأَهُ اور زُلْزِلُوا تین الفاظ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان تکالیف اور مصائب کے متعلق استعمال کئے ہیں۔

باساء کے معنی (مفردات) میں **الشِّدَّةُ وَالْمُكْرُوْهُ** یعنی مصائب اور شدائد کے آئے ہیں پھر وہ چیز جسے انسان کافی پسند نہیں کرتا اور وہ چیز جو اس امر پر گراں ہوتی ہے اس کو بھی باساء کہتے ہیں اور تنگ دستی کو بھی باساء کہتے ہیں۔

الضَّرَّاءُ کے معنی **سُوءُ الْحَالِ** یعنی بُرے حال کے ہیں یہ لفظ عربی زبان میں اس وقت بھی بولا جاتا ہے جب کسی کو کہنا ہو کہ اس کا تو بر احوال ہے نہ اس کے پاس علم ہے نہ فضل ہے اور نہ وہ اخلاق فاضلہ رکھتا ہے پس دشمن ان کو ایسا سمجھتے اور ایسا مشہور کرتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا وَاتَّبَعَتِ الْأَذْلُونَ پھر انسان کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے بھی **ضَرَّاءُ** کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں کہ

اس کے پاس مال کی کمی ہے دنیوی عزت اور دنیوی وجاہت کی کمی ہے (مفرادت) مبخر میں **الضَّرَّاءُ**
کے معنی النَّقْصُ فِي الْأَنْفُسِ وَالْأَمْوَالِ یعنی جانی اور مالی نقصان کے بھی کئے گئے ہیں اور ہم کہہ سکتے
ہیں کہ جو شخص ضراء میں بیٹھا ہو وہ بے کسی اور کسپرسی کی حالت میں ہوتا ہے۔

وَذُلِّلُوا رُثُنِدَ کا لفظ اگر زمین کے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنی ہیں جھکلے گے اور بعض دفعہ زلزلہ
میں زمین کو تہ و بالا بھی کر دیا جاتا ہے۔ جب انسان کے متعلق یہ لفظ استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں
خُوُفٍ وَ حُذْرٍ يَأْرُعُونَ الرُّغْبِ یعنی بڑا خوف اس کے دل میں پیدا کیا گیا اور اس کو ڈرایا گیا۔
اس آیت میں یہ تین الفاظ صرف مخالفین کی طرف اشارہ نہیں کر رہے بلکہ ہر سہ تکالیف کی طرف
اشارہ کر رہے ہیں یعنی وہ تکلیف (بَا سُأْءُ ضَرَّاءُ اور ذُلِّلَه) جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان
لانے والوں کے مخالف انہیں پہنچاتے ہیں اور دوسرے وہ تکلیف جو اللہ تعالیٰ اپنی قضا و قدر کے نتیجے میں
انہیں پہنچاتا ہے تا کہ ان کا امتحان لے۔ تیسرا وہ تکالیف اور تکنیکاں جو انسان خود اپنے نفس پر ڈالتا ہے
یہ تینوں قسم کی تکالیف ان تینوں لفظوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔

مشلاً اللہ تعالیٰ نے (جب جہاد کی شرائط پوری ہوں) توارکے جہاد کا حکم دیا ہے کہ تم اپنی جانوں کو
خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور میدان مقابلہ اور میدان جنگ میں جاؤ اترو اور وہ ایسا
موقع ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے نَقْصُ فِي الْأَنْفُسِ یعنی جانوں کا
نقصان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور بہت سے ان میں خدا کی راہ میں شہید بھی ہو جاتے ہیں اور
شہید ہوتے رہے ہیں وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وارث ہوتے رہے
ہیں اور دنیا کے لئے بھی ان کا وجود ایک نعمت بتا رہا ہے تو یہ دنیوی لحاظ سے ایک تکلیف ہے جو انسان
اپنے نفس پر ڈالتا ہے جسے انسان اپنے رب کی رضا کو حاصل کرنے کیلئے اپنے نفس کو پہنچاتا ہے یا مشلاً بھوکا
رہنا ہے بھوک تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے انسان کا جسم اپنے نفس کو یہ کہتا ہے کہ مجھے کھانے کو کچھ دوتا
میری کمزوری دور ہو جائے اور جو اجزاء جسم سے خارج ہو گئے ہیں یا مر گئے ہیں ان کی جگہ زندہ اجزاء لے
لیں غرض بھوک ایک ایسی تکلیف ہے جو یہ بتا رہی ہوتی ہے کہ ہمارے جسموں میں ایک کمزوری واقع ہو
رہی ہے اور اس کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ اگر انسان اپنی اس کمزوری اور ضرورت کی طرف
ایک لمبا عرصہ متوجہ نہ ہو تو اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ لوگ دنیا کو ڈرانے کے لئے بھی تو بھوک

ہڑتاں کرتے ہیں اور بعض دفعہ اپنی پیچ کی وجہ سے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں اس میں ان کی جان اسی لئے ضائع ہوتی ہے کہ جسم کی ضرورت کو پورا نہیں کیا جاتا جسم ان کو کہتا ہے میری ضرورت کو پورا کرو مگر وہ کہتے ہیں ہم بڑے ضدی آدمی ہیں ہم تمہاری ضرورت کو پورا نہیں کریں گے اس طرح وہ ہلاکت میں بیٹلا ہو جاتے ہیں یا ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ایک تکلیف بھوک کی وہ ہے جو انسان خدا کے لئے برداشت کرتا ہے اور اس کے بہت سے موقع ہیں صرف رمضان ہی اس کا موقع نہیں مثلاً ایک دفعہ جہاد کے موقع پر راشن کم ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے ہر شخص کے پاس جو کھانے کی اشیاء تھیں وہ ایک جگہ جمع کر لیں اور پھر وہ تھوڑی تھوڑی کر کے فوج میں تقسیم کرنا شروع کیں تاہر ایک کو حصہ رسدی کچھ بھنچ جائے کیونکہ آپ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کے معاشرہ میں دنیا یہ نظارہ دیکھے کہ ایسے ابتلاء کے وقت بعض لوگوں نے تو اپنے پیٹ بھر لئے اور بعض کو کچھ بھی نہ ملا اور وہ بھوکے مر گئے گویا ان موقع پر راشن کو کم کر دیا گیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ وہ انہیں اتنا بھی دے دیتا تھا اور پھر جو دیتا تھا اس میں اتنی برکت ڈال دیتا تھا اس تھوڑی سی غذا کی وجہ سے ان پر موت وار نہیں ہوتی یا انہیں کوئی مستقل جسمانی نقصان نہیں پہنچا لیکن خدا کے لئے بھوک کی تکلیف انہوں نے برداشت کی۔

یہ تواجتمی رنگ تھا بعض دفعہ انفرادی طور پر بھی انسان اپنے کھانے کا ایک حصہ دوسرے کو دے دیتا ہے۔ مثلاً ایسے وقت میں کوئی مہمان آ جاتا ہے کہ اس کے لئے زائد کھانا پکانا مشکل ہوتا ہے یا ایسا کرنا تکلف میں شامل ہوتا ہے تو گھروالے نصف کھانا کھا لیتے ہیں اور نصف اپنے مہمان کو دے دیتے ہیں پس یہ بھوک کو برداشت کرنے کی ایک شکل ہے یا پھر رمضان ہے جو بھوکے رہنے کی قربانی کے اصول قائم کرنے کی بنیاد ہے۔ رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ ہم سے مطالبة کرتا ہے کہ پوچھنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک بھوکے رہو پیاسے رہو اور نفس کی بعض دوسری خواہشات کو بھی چھوڑ دو پس رمضان میں انسان اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔

بعض دفعہ انسان اپنی مرضی سے اپنے رب کی خوشنودی کے حصول کے لئے دوسری تکالیف بھی برداشت کرتا ہے۔ مثلاً وہ سردی کی تکلیف برداشت کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ مجھ سے بڑی عمر کا ایک شخص ہے اس کے پاس کپڑے کافی نہیں ہیں اور شدت سردی کی وجہ سے اسے تکلیف ہو رہی ہے وہ سوچتا ہے کہ اس بوڑھے کی تکلیف میری تکلیف سے زیادہ ہے اگر میں اپنے کپڑے اس کو دے دوں تو جو تکلیف

مجھے پہنچ گی وہ اس کی تکلیف سے کم ہو گی چنانچہ اس کا دل جو اپنے رب کا عاشق ہوتا ہے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اللہ کے دو بندوں میں سے جس کو کم تکلیف پہنچے اس کو وہ تکلیف برداشت کر لینی چاہئے اور جس کو زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہوا س کی تکلیف دو کر دینی چاہئے پس وہ اپنے کپڑے اپنے بھائی کو دے دیتا ہے اور خود سردی کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے سینکڑوں حکم ہیں اور ان میں سے ہر حکم ہم سے ایک قربانی چاہتا ہے تھی تو اس کا بدله اور جزا ملتی ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قربانی چاہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس کے نتیجے میں تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے وہ تکلیف جسمانی ہو جذباتی ہو یا کسی عادت کو چھوڑنے کی وجہ سے ہو وغیرہ وغیرہ۔

تکالیف کی بھی سینکڑوں فتمیں ہیں اور احکام و نوانی بھی سینکڑوں ہیں اور ہر حکم اور ہر نبی جو قرآن عظیم میں بیان ہوئی ہے جب ہم اس پر عمل کرتے ہیں تو ہم ایک قربانی دے رہے ہوتے ہیں ہم ایک تکلیف اپنے نفس پر ڈال رہے ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ خدا کے لئے اس کی رضا کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔

غرض یہاں اللہ تعالیٰ نے ہر سہ قسم کے مصائب اور شدائد اور تکالیف کا ذکر کیا ہے پھر آگے ہر ایک کی تین تین فتمیں ہیں یعنی وہ بساۓ جو مخالف کی طرف سے آتی ہے یا قضاۓ وقدر کے نتیجے میں آتی ہے با وہ تنگستی جس میں انسان اپنے آپ کو خود ڈال لیتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو غریب کر لیتا ہے یعنی ایک تو وہ ہے جس کی فصل ماری گئی ہے اور غریب ہو گیا ہے اور ایک وہ تھا جو اپنے گھر کا اپنا سارا اٹا شے لے آیا اور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا۔ ابو مگر بھی تو بظاہر فقیر ہو گئے تھے تنگ دستی ان پر بھی آگئی تھی لیکن وہ تنگ دستی رضا کار نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کا حکم مانے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے تھی پس ایک تنگ دستی وہ ہے جو مخالف کے فعل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مثلاً مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے مسلمانوں نے قریباً اپنے سارے اموال وہاں چھوڑ دئے اس کے نتیجے میں وہ تنگ دست ہو گئے اور وہ جو بہت مال دار تھے وہ بھی ہجرت کی وجہ سے غریب ہو گئے ان کو اللہ تعالیٰ نے غیرت بھی عطا کی تھی مدینہ میں آئے تو انہوں نے کہا ہم نے خدا کے لئے مال چھوڑا ہے پھر کسی آدمی کے آگے ہاتھ پھیلانے کا کیا مطلب ان میں سے بعض نے کہا ٹالیا جنگل کی طرف نکل گئے اور لکڑیاں کاٹ لائے اور اس طرح انہوں نے اپنا پیٹ پالنا شروع کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں بڑی برکت دی بہر حال وہ

رضا کارانہ طور پر اپنے تمام اموال خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار تھے اور عملًا انہوں نے چھوڑ بھی دے۔ یہ ایک تنگ دستی ہے جو دشمن کے عناوں کے نتیجہ میں ان پر آئی اگر مکہ والے ان کے لئے ایسے حالات پیدا نہ کر دیتے تو ان کو اپنے اموال نہ چھوڑنے پڑتے پھر قضاۓ و قدر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انسان کا امتحان لینا چاہتا ہے اور تنگ دستی پیدا کرتا ہے وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ احتیاج کے وقت تم اپنے رب کی طرف جھکتے ہو یا انسان کی طرف جھکتے ہو ناجائز طریق سے مال حاصل کرنا چاہتے ہو یا مانگتے ہو جو ناپسندیدہ ہے یا اپنے رب پر تو کل رکھتے ہو اور مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ تم یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے رزق میں ان را ہوں سے برکت پہنچائے گا کہ جن کا وہم و گمان بھی تم نہیں کر سکتے تمہارے ذہن میں وہ بات آہی نہیں سکتی۔

غرض یہاں ہر قسم کی تکالیف اور مصائب اور شدائد کا بیان ہے یعنی ان تکالیف مصائب اور شدائد کا بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے امتحان کے لئے نازل کی جاتی ہیں اور ان کا بھی جو خالفوں کی مخالفت کے نتیجہ میں انسان پر آتی ہیں اور ان کا بھی جو انسان اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتے ہوئے خود اپنے لئے پیدا کر لیتا ہے اور جن کی بعض مثالیں میں نے اس وقت دی ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ ہر سہ قسم کے شدائد اور مصائب اور تنگ دستیوں میں اور باساء میں تمہیں بیتلاؤ کیا جائے گا اور پھر فرمایا کہ ہم تمہاری ظاہری حالت ایسی کر دیں گے کہ تمہیں غریب پا کر اور تمہیں دنیوی عزتوں سے ننگا پا کر دنیا تمہاری بے عزتی کے لئے تیار ہو جائے گی اور تمہیں ضرواء میں بیتلاؤ کر دیا جائے گا اور ہر سہ قسم کی ضرر اے تمہیں پہنچیں گی یعنی تمہارا مختلف تمہیں مالی نقصان پہنچائے گا اور تمہاری بے عزتی کرے گا اللہ تعالیٰ آزمائش کے لئے ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ تمہاری عزت میں فرق آجائے اور تم خود اپنے نفس کو پہچانتے ہوئے اسے عاجزی اور کرم مائیگی کے مقام پر لاکھڑا کر دو گے۔ تمہیں ضرواء پہنچیں گی یعنی تم خود یہ جانے اور پہچاننے لگو گے کہ تمہاری کوئی عزت نہیں۔

ساری عزتیں خدا کی ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں عزت نہ ملتے تم حقیقی معنی میں معزز کھلانے کے مستحق نہیں ہو تو ہر سہ قسم کے ابتلاء ضرر اے کے میدان میں بھی تمہیں دیکھنے پڑیں گے اور پھر خوف کی حالت طاری ہو گی کبھی دشمنوں کی دشمنی کے نتیجہ میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا ہے۔

هُنَالِكَ أَبْتُلِي الْمُؤْمِنُونَ وَرُلُوْلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (الاحزاب: ۱۲)

یہ زلزلہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے دشمنوں کا پیدا کردہ تھا یعنی جنگ احزاب کے موقع پر عرب کے سارے قبائل اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ظاہری سامانوں کو دیکھتے ہوئے ان کا نجگ جانا اور بلاکت سے محفوظ رہنا بظاہر ناممکن تھا اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبیعتوں میں طبعاً خوف کی حالت پیدا ہوئی لیکن ان کی روحانی تربیت کے نتیجے میں اس خوف کی حالت میں وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے دعائیں کرنی شروع کر دیں ان کو نظر آ رہا تھا کہ حالات ایسے ہیں کہ دنیا ہمیں بچانہیں سکتی لیکن ہم اپنے رب کو پہچانتے ہیں اور اس یقین پر قائم ہیں کہ ہمارا رب صرف ہمارا رب ہمیں بچا سکتا ہے اس لئے وہ اس کی طرف بھکھا اور انہوں نے دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دعاوں کو قبول کیا اور اس قبولیت دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے کچھ پہلے بطور نعمت ذکر کیا یہ آیت **هُنَالِكَ أَبْتُلِي الْمُؤْمِنُونَ وَرُلُوْلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا**۔ سورہ احزاب کی بارہویں آیت ہے اور دسویں آیت اس طرح شروع ہوتی ہے۔

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِحْمَةً وَجَنُودًا لَمْ تَرَوْهَا (الاحزاب: ۱۰)

جب مومنوں نے دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دعاوں کو قبول کیا اور اس طرح پران کے لئے اپنی نعمت اور فضل کے سامان پیدا کر دیئے اور ان کو محفوظ کر لیا ایسے حالات میں جب دنیا کا کوئی سہارا ان مسلمانوں کے لئے باقی نہیں رہا تھا وہ خوف زدہ کئے گئے تھے پھر انہوں نے اپنے رب کے حضور بڑی ہی عاجزی کے ساتھ جھک کر دعا کیں کیں اور اس نعمت کو حاصل کیا۔ پس یہ خوف دشمنوں کا پیدا کردہ تھا۔ پھر بعض دفعہ قضا و قدر کا خوف ہوتا ہے ایک شخص کا سب سے پیارا بچہ بیمار ہو جاتا ہے اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ مرجائے گا اس کے بچنے کی امید نہیں یا ایک ماں ولادت کے وقت نو مہینے کی تکالیف برداشت کرنے کے بعد خوش ہو رہی ہوتی ہے کہ آج اللہ تعالیٰ مجھے میری تکالیف کا بدلہ دینے والا ہے اور ایک اچھے خوبصورت اور صحیت مند بچے کی شکل میں دینے والا ہے۔ لیکن اس وقت کوئی چیخیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہر دو کی جان خطرے میں ہے اس لئے بچہ کو قربان کر کے ماں کی جان بچائیں چاہئے اس وقت خود ماں بھی خدا کے حضور جھکتی ہے اور وہ جن کا تعلق اس کے ساتھ پیار اور محبت کا ہوتا ہے اور جن کے ساتھ اس کا

اخوت کا تعلق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں پیدا کی ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے حضور مجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کر لیتا ہے اور خوف کی حالت کو بدل دیتا ہے ابھی چند ہفتے ہوئے لا ہور سے ایک دوست کا خط آیا کہ میری بیوی کے کیس میں بڑی سخت پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہے اور ڈاکٹر امید نہیں دلا رہے آپ دعا کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھی دعا کیں کیس میں اور میں نے بھی ان کے لئے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ عین ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس پیچیدگی کو دور کر دیا۔ چنانچہ اس دوست کی بیوی نے اسے بتایا کہ باوجود اس کے کہ پہلے اتنی سخت تکلیف تھی کہ ڈاکٹر نا امید تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے جو عین وقت پر نازل ہوا مجھے معمولی درد بھی محسوس نہیں ہوئی اور میں ہائے ہائے صرف اس لئے کہا ہی تھی کہ کہیں مجھے ان حاملہ عورتوں کی نظر نہ لگ جائے جو میرے ارد گرد بچوں کی پیدائش کا انتظار کر رہی ہیں تو دیکھو ایک وقت میں خوف اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور یہ قضا و قدر کا خوف ہے کہ ماں نے نومیں تک تکلیف اٹھائی باپ نے بھی تکلیف اٹھائی گھر کے سارے افراد ہی کچھ نہ کچھ تکلیف ایسے حالات میں اٹھاتے ہی ہیں۔ لیکن جس وقت ولادت کا وقت آیا اور بچہ کی آمد آمد پر سب خوش تھے کہ اچاک قضاء الہی سے خوف کی حالت پیدا ہو گئی۔ پس اس قسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتا ہے اور اس خوف کو دور کر دیتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ پر محکم یقین پیدا کرتا ہے۔ بعض دفعہ انسان خود خدا تعالیٰ کی خاطر رضا کارانہ طور پر خوف کے سے حالات پیدا کر لیتا ہے۔ ابھی میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال دی ہے جب آپ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ آنحضرت ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا تو دنیوی لحاظ سے یقیناً آپ نے اپنے لئے خوف کے سے حالات پیدا کر لئے کہ میں نے اپنے مال کا دھیلہ دھیلہ خدا کی راہ میں قربان کر دیا ہے ساتھ ہی آپ نے دعا کی کہ اے خدا مجھ پر ہی تو کل رکھتے ہوئے اور تجھ پر کامل یقین رکھتے ہوئے میں نے ایسا کیا ہے میرے حالات تیرے ہاتھ میں ہیں تو انہیں درست کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس خوف کو دور کر دیا۔ پس بعض دفعہ انسان خوف سے ایسے حالات رضا کارانہ طور پر اپنے لئے پیدا کر لیتا ہے یا مثلاً مسلمان جنگ میں جاتے تھے اور میدان جنگ بہر حال مقام خوف و خطر ہے تو اس میں بھی ہر سہ تکالیف شامل ہیں یعنی دشمن کی پیدا کردہ تکالیف۔ قضا و قدر کی پیدا کردہ تکالیف اور رضا کارانہ طور پر اپنے اوپر عائد کی جانے والی تکالیف۔

پس اس آیت میں جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہے صرف دشمنوں کی پیدا کردہ تکالیف کا ہی

ذکر نہیں بلکہ ہر سہ تکالیف کا ذکر ہے پھر آگے وہ تکالیف تین قسم کی بتائی گئی ہیں۔ ایک وہ تکالیف ہیں جو باساء کی شکل میں آتی ہیں۔ ایک وہ تکالیف ہیں جو ضراء کی شکل میں آتی ہیں اور ایک وہ تکالیف ہیں جو ایک زنزلہ کی شکل میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یہ تکالیف تم پر اس لئے نازل کرتا ہوں تاکہ حتیٰ یقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهُ۔ (آل بقرہ: ۲۱۵) رسول اور مومن لوگ پکار اٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی ”حتیٰ“ کے ایک معنی جیسا کہ تفسیر صغیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان کئے ہیں ”تاکہ“ کے ہیں یعنی یہ حالات اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ تا تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو اور دعا میں کرو اور خدا سے کہو کہ ہمارے سارے سہارے ٹوٹ گئے صرف ایک تیرا سہارا باقی ہے مفتی نَصْرُ اللَّهِ اب تو ہم پر حرم کرو اپنی مدد اور اپنی نصرت ہمارے لئے آسان سے نازل کرتی بے اس دعا کو قبول کرتا اور کہتا ہے انَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ فَلَرْبَنَهُ كرو جس طرح میں تمہارے قریب ہوں اسی طرح میری مدد بھی تمہارے قریب ہے ساری طاقتوں اور ساری قدرتوں کا مالک جب ہمارے قریب ہے اور وہ اپنے قرب کا اپنے فعل کے ساتھ اظہار کرنا چاہتا ہے اور ہمیں مشاہدہ کرو انا چاہتا ہے تو پھر یہ یقینی ہے کہ ہماری تکلیف دور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے لئے پہنچ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے باساء اور ضراء اور زنزلہ میں تمہیں بتلا کرنے کا انتظام اس لئے کیا کہ تا تم دعاؤں کے ذریعہ میری طرف جھکو اور جب تم دعاؤں کے ذریعہ میری طرف جھکو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان عاشقانہ التجاویں کے نتیجہ میں تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے حسن اور اس کے احسان کی شناخت تمہارے دل میں اس کی محبت پیدا کرے گی پہلے تم عام مومن تھے اور اب تم خدا کے عاشق بن جاؤ گے اور تمہارا زندہ تعلق اپنے رب کے ساتھ قائم ہو جائے گا اور جب تمہارا زندہ تعلق اپنے رب کے ساتھ قائم ہو جائے گا تو پھر ہر خوف اور باساء اور ضراء کی حالت میں اللہ تعالیٰ اپنی مجرزانہ نصرتوں سے تمہاری مدد کرے گا مجرمانہ تائیدات اور نشانات سے تمہاری مدد کرے گا اور جب تم اس طرح اپنے زندہ خدا کی زندہ قدرتوں کو اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کرو گے تو تمہارے ایمان میں زندگی پیدا ہو گی اور مضبوطی پیدا ہو گی اور جب تمہارے ایمان اس شکل اور اس رنگ میں مضبوط اور زندہ ہو جائیں گے اس وقت تم اس بات کے مستحق ہو گے کہ انْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کتم خدا تعالیٰ کی رضا کی جنت میں داخل ہو جاؤ یہ نہ سمجھنا کہ اس زندہ اور مضبوط ایمان کے بغیر جو عشق الہی اور دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا

قرب حاصل کرنے کے بعد انسان کو حاصل ہوتا ہے کوئی شخص جنت میں جا سکتا ہے اُم حَسِبْتُمْ آنَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کیا اس کے بغیر تم جنت میں جا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں پس اپنے اندر ایک زندہ ایک مضبوط ایمان پیدا کرو اور ان را ہوں کو اختیار کرو جن پر چل کر انسان اپنے ایمان کو مضبوط کرتا اور اس میں زندگی پیدا کرتا ہے اگر تم اس طرح صراطِ مستقیم کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو جذب کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں بھی داخل ہو جاؤ گے۔

رمضان کا مہینہ بھی ظاہری حالات میں سختی کا مہینہ ہے یہ ایک رضا کارانہ سختی ہے جسے ہم برداشت کرنے کے لئے (اپنے رب کے لئے) تیار ہو جاتے ہیں ہم دن کو بھوکے رہتے ہیں راتوں کو جاگتے ہیں سردی میں اٹھتے ہیں کوئی دو بجے اٹھتا ہے کوئی تین بجے اور کوئی چار بجے سختی جتنی توفیق کسی کو خدا تعالیٰ دیتا ہے وہ عبادت کرتا ہے۔ بعض لوگ جو دن کے وقت محنت مزدوری کا کام کرتے ہیں وہ رات کے پہلے وقت میں نوافل ادا کرتے ہیں بہر حال رات کی سختی بھی ہے اور دن کی سختی بھی جو محنت مزدوری کرنے والے ہیں شاید آج کل انہیں کچھ بھوک بھی لگتی ہو اور اس لحاظ سے انہیں جسمانی کمزوری بھی محسوس ہوتی ہو گی اور ان کے دل میں یہ خوف بھی پیدا ہوتا ہو گا کہ کہیں ہم کسی دن مزدوری نہ کر سکیں ہم روز کماتے ہیں اور جو کماتے ہیں وہ روز کھاتے ہیں اس روز ہمارے بچے کیا کریں گے اور جو دماغی محنت کرنے والے ہیں وہ بھی روزہ میں دماغی ضعف محسوس کرتے ہوں گے کیونکہ دماغ کو پوری غذا انہیں مل رہی ہوتی اور بہت سارے دماغی کام ہیں جن میں روزہ کی وجہ سے بظاہر ہر ج واقع ہو رہا ہوتا ہے لیکن انسان کہتا ہے کہ میرا دماغ بھی خدا نے مجھے دیا ہے اور جن کاموں میں میں لگا ہوا ہوں ان میں کامیابی بھی اس کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے فضل کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے اس لئے میں اس تنگی کو برداشت کرتا ہوں میں خدا تعالیٰ کے لئے روزے بھی رکھوں گا اس کے لئے راتوں کو بھی جاؤں گا۔ اس کے لئے اپنے مال میں سے خرچ بھی کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق آتا ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ میں انتہائی سخاوت کیا کرتے تھے پس جو آپ کے اسوہ پر چلنے والا ہے وہ اس مہینہ میں خاموشی کے ساتھ اپنے بھائی کی عزت اور وقار کا خیال رکھتے ہوئے اپنے مال میں سے حسب توفیق اپنے بھائیوں کی جیبوں میں ڈالتا چلا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے بدله میں میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اور جب میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا تو تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کی قدر توں کی معرفت اور ایمان کی مضبوطی پیدا ہو گی اور

جنت کے دروازے تمہارے لئے کھولے جائیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے مہینے میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں عبادت قبول ہوتی اور فضل نازل ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیں کرتے رہنا چاہئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے ہمیں بتایا ہے کہ دعاؤں کے بغیر کوئی زندگی نہیں کیونکہ دعاؤں کے بغیر انسان اپنے رب سے زندہ تعلق قائم نہیں کر سکتا اور جب تک اپنے رب سے زندہ تعلق قائم نہ ہو جائے اس وقت تک یہ زندگی کوئی رہنے کے قابل ہے؟ اگر کتوں کی طرح اگر سو روں کی طرح، اگر بندروں کی طرح ہم نے زندگی گذارنی ہے تو بہتر یہی ہے کہ ہم یہ زندگی نہ گزاریں اور اگر ہم نے انسان کی طرح زندہ رہنا ہے تو پھر ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنا چاہئے جس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور اپنے رب سے زندہ تعلق پیدا کرنا چاہئے اور جو تکالیف اور جو مصائب اور شدائی ہم پر ہمارے رب کی طرف سے اس لئے آتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہمارا تعلق بڑھے ان ابتلاؤں اور امتحانوں کے وقت میں ہمیں ثبات قدم دکھاتے ہوئے کامیاب ہونا چاہئے اور اس بات کے لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم واقعہ میں خدا کی نگاہ میں اس کے محبوب بندے بن جائیں اور وہ ہم پر اپنی نعمتوں اور فضلوں کو ہمیشہ نازل کرتا رہے (اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی اپنے فضل ہم پر نازل کرے)۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۷ء)



اس وقت انسانیت اتنی بڑی تباہی کے کنارے کھڑی ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک - ربوہ)



- ☆ انسان کی زندگی اور اس کی بقا کا انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید پر ہے۔
- ☆ خطرناک تباہی انسان کے سامنے کھڑی ہے ہمارا فرض ہے کہ ان کے بچانے کی فکر کریں۔
- ☆ ظاہری سامان ہمارے پاس نہیں مگر دعا کا زبردست ہتھیار ہمیں دیا گیا ہے۔
- ☆ اے خدا ہماری عاجزانہ تضرعات کی طرف متوجہ ہو اور بنی نوع انسان کو قہر کی نگاہ کی بجائے رحمت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر۔
- ☆ آج دنیا مردہ ہو چکی ہے دنیا کو زندگی سوانے اسلام کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔

تشہد، تعود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج جمعہ ہے اور جمعہ کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اجابت دعا کی خاص گھریاں بھی ہوتی ہیں جسے وہ گھریاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے میر آ جائیں اور اسے خلوص نیت اور عاجزی سے دعا کرنے کی توفیق ملے تو اللہ تعالیٰ دوسرے وقتوں کی نسبت دعا زیادہ قبول کرتا ہے۔

اسی طرح رمضان کا آخری عشرہ بھی آ رہا ہے بلکہ سمجھیں کہ آ ہی گیا ہے ان آخری دنوں کے متعلق بھی نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اس عشرہ میں مسلمان کو اس رات کی تلاش کرنی چاہئے تقدیر کی جس رات میں اس کی دعا میں قبول ہوں اور اسلام کے حق میں دنیا کی تقدیر یہیں بدل دیجائیں۔

نبی کریم ﷺ کی سنت یہ تھی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا۔ کَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعُشْرُ شَدَّ مُشَرَّرَةً وَأَحْيَالَيْلَةَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ (بخاری باب صلوٰۃ التراویح باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان) یعنی آپ پورے طور پر مستعد ہوجاتے اور دعاوں اور عبادات کے بجالانے کے لئے احیا الیٰہ اس کے متعلق شرح کرمانی میں ہے۔

فِيهِ وَجْهَانَ أَحْدُ هُمَائِنَهُ رَاجِعٌ إِلَى الْعَابِدِ لَا نَهُ إِذَا تَرَكَ النُّومَ الَّذِي هُوَ خُوَالُ الْمَوْتِ لِلْعِبَادَةِ فَكَانَهُ أَحْيِانَفَسَهُ وَثَانِيَهُمَا أَنَّهُ عَائِدٌ إِلَى اللَّيْلِ فَإِنَّ لَيْلَةَ لَمَّا قَامَ فِيهِ فَكَانَمَا أَحْيَاهُ بِالطَّاعَةِ (شرح کرمانی۔ کتاب الصوم جلد ۹ صفحہ ۱۶۲)

یعنی احیا الیٰہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی سنت کی اتباع میں وہ جو آپ سے محبت رکھتے ہیں رمضان کے آخری عشرہ میں رات کو زندہ کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رات کے اوقات خرچ کرنے کے نتیجہ میں وہ رات کو زندہ کرتے ہیں اور دوسرے معنی اس کے یہ ہیں

کرات کی عبادتوں کے نتیجہ میں انسان کا نفس حقیقی زندگی اور حیات کو حاصل کرتا ہے ظاہری طور پر جیسا کہ انہوں نے بیان کیا ہے نیند جو کہ موت کی سی کیفیت اپنے اندر رکھتی ہے جب اسے انسان چھوڑتا ہے اور بیدارہ کر عبادت میں وقت گزارتا ہے تو گویا اس نے اپنے نفس کو زندہ کیا لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ سے آخیائیلہ وہ اپنے نفس کو زندہ کرتا ہے یعنی ایک عبادت کرنے والا عبادت اور دعا کے ذریعہ سے اپنے نفس کو زندہ کرتا اور اس کی حیات اور بقا کے سامان پیدا کرتا ہے یہ نہیں کہ اس نے نیند ترک کی۔ اور اپنی زندگی کے چند لمحات سونے کی بجائے جانے میں خرچ کر دیئے اس کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ انسان کی زندگی اور اس کی بقا کا انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید پر ہے جسے انسان دعاوں کے نتیجہ میں حاصل کرتا ہے غرض یہ دعاوں کے دن اور دعاوں کی راتیں ہیں جن میں ہم داخل ہونے والے ہیں۔ اسی طرح آج جمعہ کا دن بھی خصوصاً دعا کا دن ہے میں یہ تو نہیں کہتا کہ آپ اپنے لئے یا اپنوں کے لئے دعا نہ کریں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد اور یہ اسوہ ہمیں پہنچا ہے کہ زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی رحمت پر مخصر ہے اس کی رحمت کے بغیر ہم ایک سینئڈ کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتے اور ہماری کوئی ضرورت بڑی ہو یا چھوٹی اس کے فضل کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔ بڑی چیزوں کو تو چھوڑ جو تی کا ایک تسمہ بھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اپنے لئے بھی ضرور دعائیں کرتے رہنا چاہئے اس کے بغیر دراصل زندگی کوئی زندگی نہیں نیز جماعت کے لئے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں اپنی حفاظت اور اپنی امان میں رکھے اور ان پر اپنا خاص فضل کرے اور پیار کی نگاہ ہمیشہ ان پر رکھے اور وہ ہر احمدی کو (وہ جہاں بھی ہو) یہ توفیق دیتا چلا جائے کہ وہ ایسے اعمال بجالائے جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں محبوب ہوں اور اندر وہی اور یہ وہ فتنوں سے وہ بچائے جائیں اور دشمن کا ہر ووار اسی پر اٹا دیا جائے وہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی حفاظت میں اور اس کی پناہ میں اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں اور ہمیں اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس مقصد کو حاصل کرنے والا ہو جس مقصد کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے یہ دعا تو ضرور کرنی چاہئے اور ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے۔

لیکن ایک خاص دعا کی طرف میں اپنے دوستوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس وقت بنی نوع انسان اپنے پیدا کرنے والے مہربان رب کو بھول چکے ہیں اور ہر قسم کا فساد انہوں نے دنیا میں پیدا

کر دیا ہے۔ وہ اپنے رب کو شاخت ہی نہیں کرتے یاد ہر یہ ہو چکے ہیں اور کسی رب کو مانتے ہی نہیں یا گھنہ گار حوا کے پیٹ سے پیدا ہونے والے کو خدا سمجھنے لگ گئے ہیں یا شرک کی اور را ہوں کو وہ اختیار کرنے لگے ہیں خداۓ واحد و یگانہ اور قادر و قوانا کی طرف وہ متوجہ نہیں ہو رہے اور اس سے سارے رشتے اور تعلق انہوں نے قطع کر لئے ہیں۔ غرض اس وقت انسانیت ایک نہایت ہی نازک دور سے گزر رہی ہے۔ اس قدر فساد دنیا میں پیدا ہو چکا ہے کہ انسانی تاریخ میں ایسا فساد اس دنیا میں بھی پیدا نہیں ہوا اور اتنی بڑی تباہی انسان کے سامنے کھڑی ہے کہ اس سے پہلے اتنی بڑی تباہی کا اس نے کبھی سامنا نہیں کیا۔ یہ بات تو اپنی جگہ صحیح ہے لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ جو نیک فطرت رکھتے ہیں انہیں اس تباہی سے بچائے اور اسلام کی زندگی سے انہیں زندہ کرے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے سامیہ تملے انہیں لا کر اکٹھا کر دے۔

غرض ایک طرف ایک نہایت خطرناک تباہی انسان کے سامنے کھڑی ہے اور ہم پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ ہم ان کے بچانے کی فکر کریں اور دوسری طرف ہمیں یہ وعدہ دیا گیا ہے اگر ہم خلوص نیت کے ساتھ انسان کو اس انتہائی طور پر خطرناک تباہی سے بچانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری کوشش میں برکت ڈالے گا اور اپنے فضل اور اپنی رحمت سے اسلام کی حیات سے بہتوں کو زندہ کرے گا ہم پر یہ ذمہ داری (جو میں نے بھی بیان کی ہے) ڈالی تو گئی ہے لیکن ظاہری اور مادی سامان ہمیں نہیں دیئے گئے ساری دنیا کو زندہ کرنے کی کوشش کوئی معمولی بات نہیں بنی کریم ﷺ کی بعثت کی غرض ہی یہ تھی آپ کو دنیا میں سمجھنے کا مقصد ہی یہ تھا اس زندہ مذہب سے ایک دنیا کو زندہ کیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا

إِذَا دَعَاهُمْ لِمَا يُحِبُُّونَ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے چونکہ نبی اکرم ﷺ کے بروز کی حیثیت سے بھیجا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاعاً بتایا کہ آپ ”مُظَهَّرُ الْحَيٰ“ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفت حی کے مظہر اور ہم نے خود کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کیا۔ پس ہمارے لئے دو با تین بڑی ضروری ہیں ایک یہ کہ ہم خود حقیقی زندگی کو حاصل کرنے والے ہوں اور دوسرے یہ کہ ہم دنیا کو زندہ کرنے والے ہوں کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ اپنی صفت حی کے جلوے دنیا کو دکھائے اور ایک نئی زندگی انہیں عطا کرے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے ظاہری سامان ہمارے پاس

نہیں ایک ہی چیز ہمارے پاس ہے ایک ہی ہتھیار ہے جو ہمیں دیا گیا ہے اور وہ ہتھیار بڑا زبردست ہے۔ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ دعا کا ہتھیار ہے۔ پس یہ ہتھیار ہے جو ہمیں دیا گیا اور اس کی کیفیت اور ماہیت ہمیں بتائی گئی اور دعا پر ایک یقین ہمیں عطا کیا گیا ہے اور خدا نے کہا ہے کہ کام گوشکل ہے لیکن ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ انسانیت اس وقت ایک نازک دور میں سے گزر رہی ہے اور تمہارے سپردیہ کام کیا جاتا ہے لیکن سامان تمہیں نہیں دوں گاہاں دعا کا ہتھیار تمہیں دیتا ہوں۔ پس تم دعا کے ذریعہ سے دنیا کو کھینچ کر زندگی کے چشمہ تک لاو۔

دعا کے لئے دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ایک یہ کہ انسان اس یقین پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام قدر توں کی مالک ہے اور کوئی بات اس کے لئے انہوں نہیں اور دوسرا یہ کہ اس کی توفیق اور تائید کے بغیر ہماری کوئی ہستی نہیں ہم لاشی محض ہیں، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے دل میں بنی نوع انسان کی وہ حقیقی محبت پیدا ہو جائے اور ان سے وہ تعلق مودت و اخوت پیدا ہو جائے، جو پیدا ہونا چاہئے اور اگر ہم یہ محسوس کرنے لگیں کہ بنی نوع انسان آج تباہی کے گڑھے پر کھڑے ہیں اور اگر ہمیں اس بات پر کامل یقین ہو کہ ہمارے پاس ایسے سامان نہیں ہیں کہ ہم ان کو اس تباہی سے بچا سکیں اور اگر ہمیں یہ احساس ہو کہ بنی نوع انسان کو اس تباہی سے بچانا آج ہماری اور صرف ہماری ذمہ داری ہے تو ہم ہر دوسری چیز کو بھول کر اس ہتھیار کو ہاتھ میں لیں جو دعا کا ہتھیار ہے اور اپنے رب کے حضور انتہائی عاجزی اور تضرع کے ساتھ جھکیں اور اس سے کہیں۔ اے ہمارے پیارے خدا! تو نے اس مخلوق کو جو انسان کہلاتی ہے اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ تیری عبادت میں اپنی زندگی کے دن گزاریں اور تیری صفات کے وہ مظہر نہیں لیکن وہ تجھے بھول گئے انہوں نے تیرے احکام کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا انہوں نے ہر شستہ جو تجھ سے قائم ہونا چاہئے تھا اس کی طرف توجہ نہیں کی یا قطع کر دیا تیرے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں رہا اس لئے تو اپنے غصب اور قہر کی تجلی سے انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ تیری رحمانیت بھی جوش میں ہے اور تو نے ہمارے کندھوں پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ ہم انہیں اسلام کی حیات بخش تعلیم سے نئی زندگی دیں اور نئی روح ان کے اندر پیدا کریں ہمارے پاس سامان نہیں صرف تیری ذات پر ہمارا بھروسہ اور ہمارا توکل ہے۔ پس ہماری دعاؤں کو سن اور ہماری عاجزانہ تضرعات کی طرف متوجہ ہو اور بنی نوع انسان کو قہر کی نگاہ کی بجائے رحمت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کرو اور ان کے دلوں میں ایک تبدیلی

پیدا کر کر وہ تجھے اور تیرے محسوس رسول اللہ ﷺ کو پہچانے لگیں۔

پس ان دونوں میں خاص طور پر بہت دعا میں کریں، بہت دعا میں کریں، جب میں سوچتا ہوں کہ انسان آج کس تباہی کے کنارے پر کھڑا ہے تو مجھے انہائی دکھ اور کرب محسوس ہوتا ہے کل بھی جب مجھے یہ خیال آیا کہ میں آپ سے یہاں پر کروں کہ آپ ان دونوں کو خاص بنی نوع انسان کی بھلانی کے لئے وقف کریں میری طبیعت میں بڑی بے چینی تھی میں سوچتا رہا کہ اتنا پیار کرنے والا ہمارا رب ہے اتنا محبت کرنے والا ہمارا خالق ہے اور پھر بھی ہم میں سے وہ بھی ہیں جو اسے بھول جاتے ہیں ہم میں سے وہ بھی ہیں جو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہم میں سے وہ بھی ہیں جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ اس کو ناراض کر رہے ہیں وہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی خاطروں وہ دنیا کی معمولی معمولی عزتوں کے لئے بے حقیقت آراموں کے لئے اس پیارے کے پیار کی طرف سے غفلت بر تھے ہیں اور اس وقت اس قسم کا فساد انسان نے اس دنیا میں پیدا کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رنگ میں وہ مغضوب بن گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی رحمت میں وہ وسعت نہ ہوتی جس کا ذکر قرآن کریم میں بیان ہوا ہے تو آج سے کہیں قبل اللہ تعالیٰ کی قہری تھی انہیں جلا کر خاک کر دیتی مگر خدا تعالیٰ کی رحمت نے یہ چاہا کہ وہ انہیں زندگی کی طرف بلائے۔ خدا تعالیٰ نے یہ پسند کیا کہ وہ ہلاکت کی بجائے نجات کی را ہوں پر چلنے والے ہوں۔ اس لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک عظیم روحانی فرزند ہیں اس دنیا میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ اسلام کو تمام دنیا میں غالب کر دیں اور جب ہم یہ فقرہ کہتے ہیں کہ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سارے انسانوں کے دلوں میں اسلام کی روحانی نہر کا حیات بخش پانی چلا دے اور وہ ”اسلام“ سے زندہ ہو جائیں۔ جہاں تک تعلیم کافی نفسہ تعلق ہے وہ تو ہمیشہ زندہ ہے یعنی وہ مستقل طور پر حقانیت پر قائم اور حق کامل اور مکمل ہے کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے اس سے اسلامی تعلیم میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسلام کو زندہ کرنا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے ذریعہ دنیا کو زندہ کیا جائے آج دنیا مردہ ہو چکی ہے اور دنیا کو زندگی سوانی اسلام کے اور کوئی دے نہیں سکتا اور یہ ذمہ داری سوانی اے ہمارے اور کسی پر نہیں۔ پس آرام سے نہ بیٹھو خصوصاً ان دونوں میں۔

اپنے دونوں کو بھی اور اپنی راتوں کو بھی اس دعا میں خرچ کرو۔ اے ہمارے رب! اے ہمارے پیار کرنے والے رب! تو نے جو بوجھ ہمارے کندھوں پر ڈالا ہے ہمیں اپنے فضل سے توفیق دے کہ وہ ہم

تیری مرضی کے مطابق نباہنے والے ہوں اور بنی نوع انسان تک تیرا حیات بخش پیغام پہنچانے والے ہوں اور اے خدا ہمارے بھائیوں کو ہلاک نہ کرنا بلکہ انہیں توفیق دینا کہ وہ تجھے پہچاننے لگیں اور اس تعلیم کی طرف لوٹ آئیں جس کی طرف تو انہیں بلا رہا ہے اور اس نور سے وہ منور ہوں جس نور سے تو انہیں منور کرنا چاہتا ہے اور اس عطر سے وہ مسح ہوں جو عطر اور جو خوشبو تو آج دنیا میں اسلام کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کے طفیل اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے پھیلانا چاہتا ہے۔ پس اپنے لئے اور اپنوں کے لئے دعائیں ضرور کریں۔ لیکن خاص طور پر بہت زیادہ دعائیں بنی نوع انسان کے لئے کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے سامان پیدا کر دے اور اس ہلاکت سے وہ بچائے جائیں جس کے متعلق ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ قیامت کا نمونہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۷ء)



کم و بیش تمس سال کا عرصہ برداہی اہم ہے اور ہم سے
انہائی قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)



- ☆ ہر فرد بشر جو اپنے رب کی محبت میں اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے یہ گھڑی اُس کیلئے لیلة القدر ہے۔
- ☆ انفرادی لیلة القدر کے لئے رمضان کے دس دنوں یا دس راتوں کی کوئی شرط نہیں۔
- ☆ اجتماعی طور پر لیلة القدر وہ زمانہ بھی ہے جو ایک نبی کا زمانہ ہوتا ہے۔
- ☆ لیلة القدر کے اس زمانہ میں ہمارے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان تمام اندھیروں کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔
- ☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ بھی لیلة القدر کا زمانہ ہے۔

تشہد، تعود، سورۃ فاتحہ اور سورۃ القدر کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اس سورۃ (سورۃ القدر) کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بڑی لطیف تفسیر بڑی تفصیل کے ساتھ تفسیر کیمیں بیان فرمائی ہے میں اس وقت احباب کو دو ایک باتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو اس سورۃ کے مضامین سے تعلق رکھتی ہیں۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ کے معنی بہت سے کئے جاسکتے ہیں اور بہت سے کئے گئے ہیں خلاصہ ان سب معانی کا یہ بنتا ہے کہ **لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَهِيَ لَيْلَةُ الْمَحْيَا** رات یا وہ اندر ہیرا زمانہ ہے۔ جس میں اللہ کی طرف سے اندر ہیروں کے دور کرنے اور روشنی کے ظہور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** انفرادی بھی ہوتی ہے اور اجتماعی بھی ہوتی ہے۔ احادیث میں جہاں یہ ذکر ہے کہ سارے سال میں کسی وقت **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** ہو سکتی ہے۔ وہ ذکر انفرادی **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اجتماعی **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** ایک تو (جیسا کہ احادیث اس طرف اشارہ کر رہی ہیں) رمضان کی آخری دس راتوں میں سے ایک رات ہوتی ہے یا اجتماعی **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** انیماء کا وہ اندر ہیرا زمانہ ہوتا ہے جن میں وہ نازل ہوتے اور جس کے اندر ہیروں کو ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ دور کرتا ہے۔ انفرادی **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر فرد بشرط پر بہت سی پابندیاں عائد کی ہیں بہت سے احکام ہیں جو اسے دیئے گئے ہیں بہت سے اور میں جو اسے کرنے ہوتے ہیں اور جنہیں اسے کرنا چاہئے یا بہت سی نواہی ہیں جن سے اسے بچنا چاہئے۔ انسان جس طرح جسمانی لحاظ سے نشوونما حاصل کرتا ہے پہلے ارتقا کے کئی دوروں میں سے وہ حرم مادر میں گزرتا ہے اور پھر بہت سے ارتقا کی دوروں میں سے وہ پیدائش کے بعد وہ اس دنیا میں گزرتا ہے پھر وہ اپنی بلوغت کو پہنچتا ہے جسمانی طور پر اگر وہ بھی عمر پائے تو وہ اخحطاط کے زمانہ کو پاتا ہے۔ اس کے مشابہ مگر (ایک فرق کے ساتھ) روحانی ارتقا اور روحانی نشوونما بھی وہ حاصل کرتا ہے پہلے وہ تقویٰ کی موٹی موٹی راہوں پر چلتا

ہے پھر وہ اس کتاب عظیم سے جو ہدای لِلْعَالَمِینَ ہے تقویٰ کی مزید باریک را ہوں کا علم حاصل کرتا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزارتا ہے اسی طرح وہ روحانی ترقی کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اپنی روحانی بلوغت کو پہنچتا ہے جس کے بعد کوئی انحطاط نہیں اور یہ فرق ہے روحانی اور جسمانی بلوغتوں میں کہ جسمانی بلوغت کے بعد اس دنیا میں ایک انحطاط کا زمانہ بھی بہت سے لوگوں پر آتا ہے لیکن روحانی بلوغت کے بعد پھر انحطاط کا کوئی زمانہ روحانی بالغ پر نہیں آتا نبی کریم ﷺ نے بڑے طفیل رنگ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا ہے بشاشت ایمانی حاصل ہو جائے اس کو پھر شیطان کے حملوں کا کوئی خوف باقی نہیں رہتا الفاظ مجھے یاد نہیں اسی قسم کا مفہوم ہے یعنی جس کے اعمال صالح فطرت کا ایک حصہ بن جائیں اور ان کی بجا آوری میں وہ کوئی تکلیف یا کوفت محسوس نہ کرے اسے کسی قسم کی کوشش اور جدوجہد نہ کرنی پڑے بلکہ جس طرح وہ سانس لیتا ہے اور زندگی کو قائم رکھتا ہے اسی طرح ایسا شخص بشاشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احکام کو بجالاتا ہے اور جس شخص کے دل میں اس قدر بشاشت اعمال صالح کے بجا لانے میں پیدا ہوا اور خدا تعالیٰ کے لئے ہر دلکھ جو وہ سہے دنیا سے دلکھ مجھے تو سمجھے وہ اس میں لذت محسوس کرے اس بلوغت کے بعد کسی قسم کے روحانی انحطاط کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وہ کیفیت ہے بلوغت کی جس کی طرف قرآن کریم نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔

يَا إِيَّاهَا النَّفُسُ الْمُطَمَّنَةُ ۝ أَرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيًّا مَرْضِيًّا ۝ فَادْخُلِي فِي

عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ (النَّجْرِنَ ۳۱ تا ۲۸)

تو اس دنیا میں دنیا کی اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فیصلہ ہر فرد بشر کے متعلق کیا جاتا ہے ہر اس فرد بشر کے متعلق جو اپنی قربانیوں کو انہائے تک پہنچتا اور اپنے رب کی محبت میں اپنے نفس کو کلی طور پر مٹا دیتا اور اس پر ایک موت وارد کر دیتا ہے اس پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے یہ بشارت دیتا ہے کہ اب تو ایسے مقام تک پہنچ گیا ہے کہ جنت کا لیکنی طور پر ہمیشہ کے لئے تو وارث رہے گا اور شیطان تجھے بہہ کانے میں کامیاب نہیں ہو گا۔

یہ فیصلہ کی گھڑی اس شخص کے لئے لیلہ القدر ہے کیونکہ اس میں وہ عظیم فیصلہ اس کی ابدی زندگی کے متعلق کیا جاتا ہے جو اس دنیا سے شروع ہوتی اور اس دنیا میں جا کے بھی ختم نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ اس کے لئے خوشیاں اور سور پیدا کرتی رہتی ہے۔ اتنا ہم فیصلہ جس گھڑی کیا جائے۔ جب

انسان کے تمام انفرادی اندھیرے یک قلم دور کر کے ان کی بجائے اللہ تعالیٰ کا نور اس کی روح اور اس کے جسم پر قبضہ کر لے۔ اتنا عظیم فیصلہ جو ہے وہ اس فرد واحد کے لئے لیلۃ القدر کا حکم رکھتا ہے یہ انفرادی لیلۃ القدر ہے اور یہ لیلۃ القدر جو انفرادی ہے سال کے کسی حصہ میں آسکتی ہے اس کے لئے رمضان کی کوئی شرط نہیں رمضان کے دس دنوں یا دس راتوں کی کوئی شرط نہیں اور دراصل اسی لیلۃ القدر کا ذکر کر عبد اللہ بن مسعودؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کی روایتوں میں ہے کہ وہ سال کے کسی حصہ میں آسکتی ہے۔

دوسری وہ لیلۃ القدر ہے جس کا تعلق رمضان سے اور رمضان کی آخری دس راتوں سے ہے اس کی حکمت جیسا کہ تفسیر کبیر میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعہ ان کی امتوں سے ایک عہد لیا کرتا ہے اور اس کے مقابلہ میں ان سے مجھی ایک عہد کرتا ہے اور حکم اور بشارت دیتا ہے کہ تم اپنے عہد کو پورا کرو میں اپنے عہد کو پورا کروں گا اور اس کے لئے ایک ظاہری علامت اللہ تعالیٰ کی رضا کے اظہار کی رکھی جاتی ہے۔

پہلے انبیاء نے مجھی اپنی امتوں سے عہد لیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے تمام بني نوع انسان سے یہ کہا کہ امّت مسلمہ میں شامل ہو جاؤ اور میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے رب سے یہ عہد باندھو کہ ”اسلام“ کے مطابق تم اپنی زندگیوں کو گزارو گے۔ یہ عہد ہے اسلام کا جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ امّت مسلمہ سے لیا گیا ہے۔

اسلام کے (اسلامت کے) معنی یہ ہیں کہ انسان اپنا سب کچھ اپنے رب کے حضور پیش کر دے اور اس کی راہ میں قربان کر دے پھر جس چیز کی جس وقت ہمارا رب اجازت دے اس چیز سے اس وقت تک ہم فائدہ اٹھائیں اور ہر وقت اس بات کے لئے تیار ہوں کہ اپنی ہر چیز خواہ وہ مادی ہو یا جذباتی ہو یا کسی اور طرح ہم سے تعلق رکھنے والی ہو اسے اپنے رب کی رضا کیلئے ہم ہر وقت قربان کرنے کیلئے تیار ہیں گے۔

یہ عہد اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ امّت مسلمہ سے لیا اور اس کی ظاہری علامت رمضان کو قردا یا اس مہینہ میں ہم رات اور دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔ رمضان کی عبادت ہر قسم کی عبادتوں کا مجموعہ ہے اس میں نفس کشی بھی شامل ہے اس میں جنماشی بھی شامل ہے اس میں لذت کی قربانی بھی شامل ہے اس میں مال کی قربانی بھی شامل ہے اس میں وقت کی قربانی بھی شامل ہے اس

میں جان کی قربانی بھی شامل ہے ہر قسم کی قربانیوں کا نمونہ، ہر قسم کی قربانیوں کے پھولوں کا گلڈستہ ہے یہ
ماہِ رمضان !!

تو ظاہری علامت اس روح کی جو اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا تھا رمضان کی عبادتوں میں رکھی گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر تم اسلام کی روح کو اپنے اندر قائم رکھو گے اور ایک حقیقی مسلمان کی زندگی گزارو گے جس کی ظاہری علامت رمضان کی عبادتیں ہیں۔ تو میں تمہاری نیتوں اور خلوص کو دیکھتے ہوئے اور خالص تقویٰ کی بنیادوں پر جو اعمال صالحہ تم بجالا و ان کو مد نظر رکھتے ہوئے تمہارے ساتھ اس مہینہ میں ایک نمایاں اور خصوصی تکلیف کروں گا اور وہ یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں ایک وقت ایسا مقرر کروں گا تمہارے لئے اے امت مسلمہ! کہ جب تمہاری دعاؤں کو میں قبول کروں گا جب میں تمہارے قریب آؤں گا اور اپنے قرب سے تمہیں نوازوں گا۔

تو اسلام کی جو پابندیاں ہیں اور اسلام کی جواباتِ اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے اس کی ظاہری علامت کے طور پر رمضان رکھا گیا ہے جس میں ایک چھوٹے سے وقت میں تمام قربانیوں اور تمام اعمال صالحہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ زبان سے کسی کو ضرر نہیں پہنچانا، ہاتھ سے ضرر نہیں پہنچانا۔ مال سے خیر پہنچانی ہے۔ اپنے وقت قربان کر کے خیر پہنچانی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایک چھوٹا سا نقشہ ہے تمام اسلامی عبادات کا جو رمضان میں ہمیں نظر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل فدائیت کی اس ظاہری علامت کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کی ایک ظاہری علامت رکھی اور وہ رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر ہے یہ اجتماعی لیلۃ القدر ہے یعنی ایک ایسی رات آتی ہے جب امت مسلمہ کی دعا کیں سنی جاتی ہیں اجتماعی طور پر کیونکہ اُمت کے نمائندے وہ ہوتے ہیں جو خدا کے نزدیک ان کی نمائندگی کر رہے ہوں یعنی جو حقیقی معنی میں اسلام کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے والے ہوں۔ جن کے مال اس کی راہ میں خرچ ہو رہے ہوں جن کے جذبات اس کے لئے قربان ہو رہے ہوں اور جن کی عزتیں اس کی راہ میں فدا ہو رہی ہوں ان کی دعاؤں کو ایسے رنگ میں سنتا ہے کہ ان میں سے بہتوں کو بتا بھی دیتا ہے کہ آج اُمت کی اجتماعی لیلۃ القدر ہے لیکن ان کے علاوہ بھی جو امت مسلمہ کے افراد ہوں اگرچہ ان کو علم نہیں دیا جاتا کہ وہ رات دعاؤں کی قبولیت کی رات ہے پھر بھی ان کی ایسی دعاؤں کو جو خداۓ عظیم اور کبیر کے ارادہ اور منشاء کے مطابق ہوں قبول کیا جاتا ہے اور اس طرح امت

مسلم کی بقاء اور اس کی ترقی کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں اور جس وقت امت بحثیت امت اسلام پر قائم نہ رہے اور لیلۃ القدر کی برکتوں سے محروم ہو جائے اس وقت امت پر تنزل کا زمانہ آ جاتا ہے یہ دور ہمیں اسلامی تاریخ میں نظر آتے ہیں اور اگر ہم اس کی چھان بین کریں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تنزل کا زمانہ وہ ہوتا رہا ہے جب امت مسلمہ نے اسلامی احکام کو پس پشت ڈال دیا اور قرآن کریم کو کتاب مہور سمجھ لیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دینی چھوڑ دیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ رمضان کی ایک رات ایسی ہے جو ایک ہزار مہینے سے بھی زیادہ اچھی ہے کیونکہ عربی محاورہ میں ہزار کا لفظ ان گنت اور بے شمار کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے اس کے معنی یہ ہوئے کہ ایک رات ایسی ہے جو بے شمار اور ان گنت مہینوں سے زیادہ برکت والی ہے اور جو شخص اس رات کی برکات سے محروم رہے وہ بڑا ہی محروم آدمی ہے اس سے زیادہ اور کون محروم ہو سکتا ہے؟ اور جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اگر امت کے وہ افراد اور جب تک امت کے وہ افراد جو روحانی طور پر زیادہ تو تین اور استعداد یں رکھنے والے ہوتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی رحمتوں کے زیادہ وارث ہوتے ہیں وہ امت کے لئے امت کی دنیوی بہبود اور روحانی ترقیات کے لئے دعا کیں کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے سب احکام بجالاتے رہیں اور اسلام کے ہر حکم کے نیچے اپنی گردان کو رکھنے والے ہوں اور انہٹائی قربانیاں اس کے لئے دینے والے ہوں ان کی دعاوں کو اللہ تعالیٰ رمضان کی لیلۃ القدر میں قبول کرتا ہے اور اس طرح امت مسلمہ ترقی کے دنیوی اور روحانی مدارج طے کرتی چلی جاتی ہے لیکن پھر ایک ایسا دور آتا ہے کہ جب امت بحثیت مجموعی ایسی نہیں رہتی تب لیلۃ القدر سے وہ محروم ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں تنزل کا دور اسلام پر آنا شروع ہو جاتا ہے۔

اجماعی طور پر لیلۃ القدر وہ زمانہ بھی ہے جو ایک نبی کا زمانہ ہوتا ہے جو انہٹائی فساد اور انہدھیرے اور ظلمت کا زمانہ ہوتا ہے لیکن ظلمت کے اس زمانہ میں انہدھیرے کی ان گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے لئے نور کا سامان پیدا کروں گا۔ سب سے زیادہ ظلمت شیطان نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں پھیلائی اس سے زیادہ انہدھیرے دنیا کی تاریخ میں ہمیں کہیں نظر نہیں آئیں گے اور سب سے روشن نور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اور آپؐ کے طفیل ان انہدھروں میں سے ہی

طلوع ہوا اور یہ رات (جس میں یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اندھیروں کو دور کر دیا جائے گا) جو محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی اندھیری رات تھی ایسی اندھیری رات کہ اس سے بڑھ کر اندھیرا تصویر میں بھی نہیں آ سکتا پھر نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ روشنی کے سامان پیدا کئے گئے اس قدر روشنی اور نور کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے قیامت تک کیلئے وہ حکام دے دئے گئے وہ صراطِ مستقیم بتادیا گیا جن پر چل کر انسان اپنے رب جو نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے کے نور سے نور حاصل کر کے اپنے ظاہر و باطن کو منور کر سکتا ہے۔

تو یہ زمانہ بھی لیلۃ القدر کا زمانہ ہے یعنی فساد کا یعنی شیطانی حکومت کا یعنی اللہ تعالیٰ کے بعد کے اندھیروں کا وہ زمانہ جس میں نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ روشنی پیدا کی گئی اور ان اندھیروں کو دور کیا گیا اندھیروں کا یہ زمانہ وہ تھا جس میں محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والوں نے انتہائی دکھ اٹھائے ان لوگوں کے لئے دنیا اندھیر تھی دنیوی لحاظ سے روشنی کی کوئی کران تھی جو وہاں تک پہنچ سکتی تھی ہر طرف سے کفر نے ان کو گھیرا ہوا تھا ہر قسم کی قربانیاں تھیں جوان سے لی جا رہی تھیں مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی وہ کون سی بے عزتی تھی جو ان مسلمان عورتوں کو نہ دیکھنی پڑی ہو ہر قسم کے اندھیروں کی دیواریں شیطان مسلمانوں کے گرد کھڑی کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ ان سے انتہائی قربانیاں لے رہا تھا اس وعدہ کے ساتھ کہ میں تمہارے لئے اپنی تقدیر کی تاریں ہلاوں گا اور اتنے انعامات دوں گا اتنے فضل تم پر نازل کروں گا آسمان سے تم پر نور کی کچھ اس طرح بارش بر سے گی کہ یہ سب اندھیرے کا فور ہو جائیں گے اور مٹ جائیں گے اور شیطان اپنے تمام اندھیروں اور ظلمتوں کے ساتھ بھاگ جائے گا اور حق اپنے تمام نوروں کے ساتھ دنیا میں قائم ہو جائے گا۔

پس محمد رسول اللہ ﷺ کا زمانہ لیلۃ القدر کا زمانہ تھا اس معنی میں کہ اگرچہ شیطان انسانی روح پر پوری طرح غالب آ گیا ہوا تھا اور مسلمانوں کو انتہائی قربانیاں اس وقت دینی پڑی تھیں لیکن لیلۃ القدر کے اس زمانہ میں ہمارے رب نے یہ فیصلہ کیا کہ ان تمام اندھیروں کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا اور وہ جو اپنے فیصلوں پر قادر اور وہ جو اپنے وعدوں کو وفا کرنے والا ہے اس نے وہ تمام اندھیرے دنیا سے مٹا دیے اور اس طرح اسلام کا نور تمام دنیا پر چھا گیا کہ معلوم دنیا میں سے کوئی علاقہ ایسا نہ رہا جو اسلام کے نور سے محروم ہوا س کے بعد پھر تنزل کا ایک زمانہ آیا کیونکہ اسلام کی روح کو مسلمان بھول چکا تھا لیکن اب

پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأة ثانیہ کا زمانہ پیدا کیا اور اس زمانہ میں ہمیں بھی پیدا کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ بھی لیلة القدر ہی کا زمانہ ہے جس زمانہ کے متعلق الہی تقدیر ہے کہ اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کیا جائے گا اور دنیا کی تمام اقوام محمد رسول اللہ ﷺ کے جہنڈے تلبے جمع کی جائیں گی۔ پس ہمارا یہ زمانہ بھی شیطانی ظلمتوں، اسلامی قربانیوں اور بہترین انعامات کے خاتم سے لیلة القدر ہے اور اس زمانہ میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ انتہائی قربانیاں لی جائیں گی اور عظیم انعامات کا وارث کیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ کی وہ پیشگوئیاں اور وہ آیات پیغات اور وہ نشانات ابھی ظاہر نہیں ہوئے تھے جو بعد میں ہوئے اس وقت بھی آپ پر کچھ لوگ ایمان لائے ان لوگوں کی زندگیوں کو جب ہم دیکھتے ہیں اور اس زمانہ کے حالات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان لوگوں نے انتہائی قربانیاں دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نشانات ابھی پوری طرح واضح نہیں تھے۔ وہ غیب پر ایمان لائے ان کے بعد میں آنے والوں نے تو ہزاروں نشان دیکھے بعض نے ان سے فائدہ اٹھایا بعض نے فائدہ نہیں اٹھایا لیکن نشان ہر ایک نے ہی دیکھے بہر حال ان نشانوں کے دیکھنے کے بعد جو لوگ ایمان لائے وہ انتہائی اندھیروں کے اوقات میں ایمان لانے والوں میں شمار نہیں ہو سکتے اور اس وجہ سے ان کی قربانیوں کی وہ شان نہیں جو سابقون کی قربانیوں کی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ابتدائی زمانہ میں ایمان لائے تھے اور ان قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نور دنیا کے لئے پیدا کیا۔ جماعت نے ترقی کی اللہ تعالیٰ کے فضل اس طرح نازل ہوئے کہ وہ جس کی آواز اپنے گاؤں کی گلیوں میں بھی نہیں گوئی تھی آج اس کی آواز ساری دنیا کی فضائیں گوئی رہی ہے اور یہ تو ایک مثال ہے جس زاویہ سے بھی آپ دیکھیں گے آپ کو یہی نظر آئے گا یہ نتیجہ ہے ان قربانیوں کی قبولیت کا جواب ابتدائی زمانہ میں ایمان لانے والوں نے ان اندھیری راتوں میں دیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے قبول کیا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں بڑی وسعت ہے وہ زمانہ کے بد لے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ قربانیوں کو بھی بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اب اس زمانہ میں قربانیاں اور قسم کی ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دئے آپ کے لئے کہ آپ کو قربانیوں کے اس مقام پر کھڑا نہیں رہنے دیا بلکہ اپنے بندوں کو جنمہیں اس نے خلافت کے مقام پر کھڑا کیا۔ بہت سے منصوبے سکھائے اور اس نے آپ کو قربانیوں کے میدان میں آگے سے آگے پہنچا دیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات کو دیکھیں کس طرح آپ

نے جماعت کے استحکام اور ترقی کی تدابیر کیں اور جماعت سے قربانیاں لیں پھر ایک لمبا زمانہ خلافت ثانیہ کا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ خلافت میں بھی آپ کو قربانی کے ایک مقام پر کھڑا نہیں رہنے دیا بلکہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذہن میں نئے سے نئے منصوبے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اسی کے ارادہ سے اور اسی کے سکھانے سے آئے اور حضور نے جماعت کو قربانی کے میدان میں آگے سے آگے دھکیلا تاکہ اس زمانہ کے احمدیوں کی قربانیوں کی مشاہدہ صحابہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی قربانیوں سے ایک حد تک ہو جائے تا اسی قسم کے انعامات کے یہ بھی وارث ہوں اب یہ خلافت ثالثہ کا زمانہ ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ کتنا لمبا عرصہ یہ رہے گا۔ لیکن آج میں ایک بات آپ کو بتا دیتا ہوں اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کو تمام دنیا میں غالب کرنے کی جو آسمانی مہم شروع کی گئی تھی آج وہ ایک نہایت ہی اہم اور نازک دور میں داخل ہو چکی ہے اور جماعت احمدیہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ آئندہ کم و بیش تیس سال تک اپنی قربانیوں کو انتہاء تک پہنچائے۔ نیز اپنی دعاوں کو انتہاء تک پہنچائے تا اللہ تعالیٰ ان قربانیوں اور ان دعاوں کو قبول کرے اور وہ مقاصد حاصل ہوں جن مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو کھڑا کیا ہے۔ پس کم و بیش تیس سال کا عرصہ بڑا ہی اہم ہے بڑا ہی اہم ہے اور ہم سے انتہائی قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ اگر تم میری راہ میں انتہائی قربانیاں دو گے اور اسلام کے ہر حکم کے سامنے اپنے سروں کو جھکا دو گے خالص مسلمان ہو جاؤ گے اپنے نفسوں پر ایک موت وارد کر لو گے تو میں تمہیں انتہائی اور عظیم انعام بھی دوں گا۔

پس ہم میں سے ہر ایک شخص کا (انفرادی حیثیت میں بھی اور جماعت کا بھیثیت جماعت) فرض ہے کہ وہ آگے بڑھے اور اس نازک اور اہم وقت میں انتہائی قربانیوں کو اپنے رب کے قدموں میں جا رکھے تاکہ اپنے رب کی پیار بھری نگاہ کا وہ مسْتَحْقٰ اور وارث قرار دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہماری مدد کے لئے آسمانوں سے اتریں اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہماری زندگیوں میں پورا ہو کہ ”محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ہر دل میں گاڑ دی جائے گی“۔
(روزنامہ لفضل ربوہ ۹ جنوری ۱۹۶۸ء)

اشاریہ

مرتبہ : مکرم و محترم حبیب الرحمن زیروی صاحب

۱

(۱) آیات قرآنیہ

۷

(۲) احادیث

۸

(۳) مضامین

۳۹

(۴) اسماء

۳۳

(۵) مقامات

۲۷

(۶) کتابیات

آيات

		الفاتحة
٢٢١	وَبَشِّرُ الصَّابِرِينَ.....(١٥٧)	
٧٢٠	لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُوا وُجُوهُكُمْ.....(١٧٨)	غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ.....(٧)
٢٧٢	وَاتَّى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ.....(١٧٨)	
٩٦٨،٨٧٦،٥٤	شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ.....(١٨٦)	ذَلِكَ الْكِتَبُ لَأَرَيَّبَ فِيهِ.....(٣)
٩٨٦،٧٢٦	وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي.....(١٨٧)	هُدَى لِلْمُتَّقِينَ.....(٣)
٧١١،٦٨	أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ.....(١٨٨)	أُولَئِكَ عَلَى هُدَىٰ مِنْ رَبِّهِمْ.....(٦)
٦٨٨	الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومٌ.....(١٩٨)	خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ.....(٨)
٩٩٤	أَمْ حَسِبُتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ.....(٢١٥)	يُخْدِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا.....(١٠)
١٠٠٢	حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ.....(٢١٥)	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.....(٢١)
٤٣٩(٢١٩)	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا.....(٢١٩)	أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ.....(٨٨)
٣٨٩	وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَبِ.....(٢٣٢)	مَا نَسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُسِّهَا.....(١٠٧)
١٥٠	مِنْ ذَلَّلِي يُقْرِضُ اللَّهُ.....(٢٤٦)	بَلِي مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ.....(١١٣)
٧٤٩	يُوتَى الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ.....(٢٧٠)	فَإِنَّمَا تُوَلُوا فَشَّمَ وَجْهَ اللَّهِ.....(١١٦)
٤٤٤	الَّذِينَ أَحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....(٢٧٤)	وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً.....(١٢٦)
٩٠٤	لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا.....(٢٨٧)	٦٩٢،٦٣٦،٦٢٦،٣٤٦
١٣٣	يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ.....(٤١)	رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ.....(١٢٩)
٦٧٧،٦٦٤،٦٤٨،٦٣٦،٦٢٦	إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ.....(٩٧)	رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْهُمْ.....(١٣٠)
	ال عمران	٧٤٢
		أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ.....(١٣٢)
		يَتُؤْلَمُ عَلَيْكُمْ أَيْشَنَا وَيُرَسِّكُمْ.....(١٥٢)
		يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا.....(١٥٤)
		وَلَنَبْلُونَكُمْ بَشِّيْءٍ.....(١٥٦)

٢٧١	عَلَامُ الْغُيُوبِ.....(١١٠)	فِيهِ اِيْتَ بَيْنَتْ مَقَامُ اِبْرَاهِيمَ.....(٩٨)	
	الانعام		
٦٦٧	مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَبِ.....(٣٩)	٤٩٦	وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا.....(٤٠)
	وَهَذَا كِتَبٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَرَّكٌ.....(١٥٦,٩٣)	٦٨٧	كُوْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.....(١١١)
٦٦٣,٣٦٤,٣٦٢		٦٥٣,٣٣٣	
	الاعراف		
٣٩١	فَوَسُوسَ لَهُمَا الشَّيْطَنُ.....(٢١)	٦١١,٣٢٠	اَصْعَافًا مُضَعَّفَةً.....(١٣١)
٣٧	لِيَاسُ التَّقْوَى.....(٢٧)	٤٤٦	وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....(١٥٨)
٢٥٤,٢٣٩	وَالَّذِينَ كَدَّبُوا بِاِيتَاتِنَا.....(٣٧)	١٥٠	اَنْ يُنْصُرُكُمُ اللَّهُ.....(١٦١)
٢٥٥	سَاصِرِفُ عَنْ اِيْتَى.....(١٤٧)		لُكْبِلُونَ فِي اَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ.....(١٨٧)
٣٧٦	الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ.....(١٥٨)	٢٧٨	
٢٥٤	وَاتَّبَعَ هَوَاهُ.....(١٧٧)	٣٧٧	وَإِذَا حَدَّ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ.....(١٨٨)
	الانفال	النِّسَاء	
٧٤٥	وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اِيْتَهُ.....(٣)	٣٣٦	إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ.....(١٨)
٧٠٨	مَآءِي طَهَرْكُمْ بِهِ.....(١٢)	٢٧١	نَصِيبًا مِنَ الْكِتَبِ.....(٥٢)
١٠٠٨	إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحِبُّكُمْ.....(٢٥)		وَالَّذِينَ امْنَوْا وَعَمِلُوا الصِّلْحَتِ.....(٥٨)
٥١٨	يَا يَاهَا الَّذِينَ امْنَوْا اَنْ تَتَّقُوا اللَّهُ.....(٣٠)	٥٩٤	
٩٨٦,٤٤٣	وَالَّذِينَ امْنَوْا وَهَا جَرُوا.....(٧٥)	٤٤٧	يَا يَاهَا الَّذِينَ امْنَوْا إِذَا.....(٩٥)
	التوبه	٦٥٢	يَا يَاهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ.....(١٧١)
٣٩٥	قَاتِلُوا هُمْ بِعَذَابٍ اللَّهُ.....(١٤)		المائده
	هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى.....(٣٣)	٦٦٧	اِلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ.....(٤)
٦٦٨		٣٣٩	اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي.....(٤)
٤٤٧	إِنْفَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....(٣٨)	٤٤٠	يَا يَاهَا الَّذِينَ امْنَوْا مِنْ يَرْتَدَ مِنْكُمْ.....(٥٥)
٨٩١,٨٦١	وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ.....(٤٦)	٧١٣	يَا يَاهَا الرَّسُولُ يَلْعَغُ.....(٦٨)
			لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ.....(١٠٦)
		٤٥٤	

<p>واشْكُمْ مِنْ كُلٍّ مَا سَالَتْهُمُهُ (٣٥)</p> <p style="text-align: center;">الحجر</p> <p>إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ.....(١٠)</p> <p>إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَعُمُّوْنِ.....(٤٦)</p> <p>بَنِي عِبَادِي أَنِّي إِنَّا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.....(٥٠)</p> <p>النحل</p> <p>وَقَبِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقُوا.....(٣١)</p> <p>وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَبَ تِبْيَانًا.....(٩٠)</p> <p>وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ.....(٩٧،٩٦)</p> <p>وَلَكُنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ.....(١٠٧)</p> <p>جَاءُهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ.....(١٢٦)</p> <p>بني اسرائيل</p> <p>الآتَتْخَدُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا.....(٣)</p> <p>وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى.....(١٦)</p> <p>وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَيِّحُ.....(٤٥)</p> <p>وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ.....(٥٤)</p> <p>رِبِّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ.....(٥٥)</p> <p>وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَرَأَقَ الْبَاطِلُ.....(٨٢)</p> <p>الكهف</p> <p>بَاخِعٌ نَفْسَكَ.....(٧)</p>	<p>مَرْدُوا عَلَى النِّفَاقِ.....(١٠١)</p> <p>وَاحْرُوْنَ اعْتَرَفُوا بِدُنُوبِهِمْ.....(١٠٣،١٠٢)</p> <p>وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَيَنْفِرُوا.....(١٢٢)</p> <p>يونس</p> <p>وَبَشِّرَ الَّذِينَ امْنَوْا.....(٣)</p> <p>يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتُكُمْ.....(٥٩،٥٨)</p> <p>فَمَا سَالَتْكُمْ مِنْ أَجْرٍ.....(٧٣)</p> <p>فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا.....(١٠٩)</p> <p>هود</p> <p>يُمَتَّعُكُمْ مَنَاعًا حَسَنًا.....(٤)</p> <p>عَطَاءً غَيْرَ مَحْلُوذٍ.....(١٠٩)</p> <p>يوسف</p> <p>وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ.....(٢١)</p> <p>إِنَّمَا أَشْكُوْا بَيْنِ وَحْزُنِي إِلَى اللَّهِ.....(٨٧)</p> <p>وَلَا تَأْتِيَنُّوْساً مِنْ رَوْحِ اللَّهِ.....(٨٨)</p> <p>وَمَا تَسْعَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ.....(١٠٥)</p> <p>الرعد</p> <p>خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ.....(١٧)</p> <p>ابراهيم</p> <p>لَعِنْ شَكْرُتُمْ لَأَزِيدَنُكُمْ.....(٨)</p> <p>مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ.....(٢٧)</p> <p>فُلْ لِعِبَادِي الَّذِينَ امْنَوْا (٣٢)</p>
--	---

		فَمَنْ كَانَ يُرْجُوَا لِقَاءَ رَبِّهِ.....(١١١)
٦٨٤	وَهُمْ مِنْ فَرَعَ يَوْمَئِنِ.....(٩٠)	٣٨٢، ١١٨
٧٤٢	إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبُلْدَةِ.....(٩٤ تا ٩٢)	٣٢٧
٧٤٧	إِنَّمَا آتَيْنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ.....(٩٣)	٥٢٥
		مريم
		وَانْذِرُهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ.....(٤٠)
		فَخَلَقَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفًا.....(٦٠)
		طه'
٧١٨	وَقَالُوا إِنَّنَا نَتَّبِعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ.....(٥٨)	٤٠٤
		الأنبياء
٢١٤	الْأَمْ - أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا.....(٢٤ تا ٤)	٢١٥
٢١٩	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ.....(١١)	٥٢٥
٦٠٢	وَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ.....(١٤)	٣٢٣، ٢١٥، ١٠٤، ١٠٣
٧٤٣	أُتْلُ مَا أُوتُ حِيًّا إِلَيْكَ.....(٤٦)	٣٩٢
٧٤٦، ٦٧٩	بَلْ هُوَ أَيْتُ بَيِّنَتٍ.....(٥٠)	فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ.....(٤٧)
		الحج
٣٣٩	وَاسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً.....(٢١)	٧٣٢
٣٣٩	اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ.....(٢٢)	وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ.....(٧٩)
		النور
		فِي يُوْبِتٍ أَذَنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ.....(٣٧)
١٠٠٠	يَا يَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُو ا.....(١٠)	١٥٠، ٤٦٦
١٠٠٠، ٥	هُنَالِكَ ابْتَلَى الْمُؤْمِنُونَ	٥١٠
٣٩٣	وَإِذْ يَقُولُ الْمُتَّقِفُونَ وَالَّذِينَ.....(١٣)	وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ.....(٥٦)
٥٩٨	يَا يَاهَا النَّبِيُّ قُلْ لِلَّاهِ أَجِكَ.....(٣٢ تا ٢٩)	٤٤٨
٢٨٦	تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَأْلَوْنَهُ سَلَامٌ.....(٤٥)	وَجَاهِدُهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا.....(٥٣)
		الفرقان
		قُلْ مَا يَعْبُدُوا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَائُكُمْ.....(٧٨)
		٧٢٨، ٧٢٣، ١٩٧
		النمل
		وَهُمْ مِنْ فَرَعَ يَوْمَئِنِ.....(٩٠)
		إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبُلْدَةِ.....(٩٤ تا ٩٢)
		القصص
		وَقَالُوا إِنَّنَا نَتَّبِعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ.....(٥٨)
		العنكبوت
		الْأَمْ - أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا.....(٢٤ تا ٤)
		وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ.....(١١)
		وَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ.....(١٤)
		أُتْلُ مَا أُوتُ حِيًّا إِلَيْكَ.....(٤٦)
		بَلْ هُوَ أَيْتُ بَيِّنَتٍ.....(٥٠)
		لقمن
		وَاسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً.....(٢١)
		اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ.....(٢٢)
		الاحزاب
		يَا يَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا.....(١٠)
		هُنَالِكَ ابْتَلَى الْمُؤْمِنُونَ
		وَإِذْ يَقُولُ الْمُتَّقِفُونَ وَالَّذِينَ.....(١٣)
		يَا يَاهَا النَّبِيُّ قُلْ لِلَّاهِ أَجِكَ.....(٣٢ تا ٢٩)
		تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَأْلَوْنَهُ سَلَامٌ.....(٤٥)

<p>٣٣٤ غَافِرُ الذَّنْبِ.....(٤)</p> <p>٣٣٨ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً.....(٨)</p> <p>٧٢٥ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ.....(٦١)</p> <p>حَمَ السجدة</p> <p>حَمَ - تَنْرِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.....(٢٥ تاھ)</p> <p>الزخرف</p> <p>وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ.....(٤٥)</p> <p>محمدٌ</p> <p>مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ.....(١٦)</p> <p>إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا.....(٣٩ تاھ٣٧)</p> <p>الفتح</p> <p>لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.....(٢٨)</p> <p>الحجرت</p> <p>إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْقَاصُكُمْ.....(١٤)</p> <p>٧٦١،٤٤٥</p> <p>الذریت</p> <p>وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ.....(٢٠)</p> <p>وَذَكِّرْ فَإِنَّ الدِّكْرَى تَنْفُعْ.....(٥٦) ٩٢٢،٢٠٤</p> <p>النّجم</p> <p>فَلَا تُرْكُوْا أَنْفُسَكُمْ.....(٣٣)</p> <p>وَأَنْ لَيْسَ لِإِنْسَانٍ إِلَّا مَا سَعَى (٤٠)</p>	<p>٦٠٢ رَبَّنَا أَتِهِمْ ضَعْفَيْنِ.....(٦٩)</p> <p>يَسَ</p> <p>إِنَّمَا تُنْذِرُ مِنْ أَتَّبَعَ.....(١٢)</p> <p>وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ.....(٤٨)</p> <p>الصُّفتِ</p> <p>إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ.....(٣٧،٣٦)</p> <p>أَئِنَّا لَتَارِكُوْا إِلَيْتَنَا لِشَاعِرٍ.....(٣٧)</p> <p>إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.....(٦١)</p> <p>٢٦٣،٢٦٢</p> <p>لِيُمْثِلِ هَذَا فَلَيَعْمَلِ الْعَمَلُوْنَ.....(٦٢)</p> <p>٢٦٢،٣٦٣</p> <p>أَذْلِكَ خَيْرٌ ثُرَّلَ أَمْ شَجَرَةُ الزَّقْوُمِ.....(٦٦،٦٣)</p> <p>٩٦٢</p> <p>الرّمر</p> <p>تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ.....(٣٠،٢)</p> <p>قُلْ إِنَّ الْحُسْنِيْنَ الَّذِيْنَ.....(١٦)</p> <p>فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ.....(١٩،١٨)</p> <p>٧٣٦</p> <p>إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الدُّنُوبَ جَمِيعًا.....(٥٤)</p> <p>قُلْ يَعْبَادِيَ الَّذِيْنَ اسْرَفُوا.....(٥٥،٥٤)</p> <p>وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أَنْزَلَ.....(٥٦)</p> <p>المؤمن</p> <p>تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ.....(٤،٣)</p>
--	---

<p>الرحمن</p> <p>كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَان.....(٢٨،٢٧) ٤٢٤،٤٢٥</p> <p>وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ.....(٤٧) ١١٥</p> <p>الواقعة</p> <p>إِنَّهُ لِقُرْآنٌ كَرِيمٌ(٨٣ تا ٧٨) ٢٨٤</p> <p>لَا يَمْسِسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ.....(٨٠) ٣٢٥،٣٢٦،٢٩١</p> <p>الحديد</p> <p>تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ(٨١) ٢٩١</p> <p>وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ.....(٨٣) ٢٨٩</p> <p>المجادلة</p> <p>إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَحَلِّسِ.....(١٢) ٩٦٥</p> <p>الصف</p> <p>لَمْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ.....(٣) ١٧٩</p> <p>هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ.....(١٠) ٦٩٥</p> <p>يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَذْلَكُمْ.....(١٢،١١) ٤٣٨</p> <p>التّغابن</p> <p>فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا أُسْتَكِنْتُمْ.....(١٧) ٢٤٤</p> <p>التحرير</p> <p>يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوَا انْفُسَكُمْ.....(٧) ٤٥٥</p>
<p>الحافة</p> <p>نُورُهُمْ يَسْعى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ.....(٩) ٣٨٢</p> <p>المدثر</p> <p>وَأَمَاءَعَادُ فَاهُلِكُوا.....(٧ تا ٦) ٣٣٧</p> <p>الدهر</p> <p>يَأَيُّهَا الْمَدْرِرُ - قُمْ فَانِدُرُ(٢ تا ٨) ٣٦</p> <p>الانفطار</p> <p>وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حِبْبِهِ.....(٩ تا ١٢) ٤٦</p> <p>فَوَّهُمُ اللَّهُ شَرَذَلَكَ.....(١٢) ٣٣٨،٥١</p> <p>الانشقاق</p> <p>يَأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَاغَرَكَ.....(١٠ تا ٧) ٢٨٧،١٣٤</p> <p>فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكِبَ.....(٩) ١٣٥</p> <p>البروج</p> <p>يَأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ.....(٧) ٥٤٨</p> <p>الفجر</p> <p>إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ.....(١٣،١٤) ٢٨٩،٢٨٦</p> <p>القدر</p> <p>يَأَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَةُ.....(٣١ تا ٢٨) ١٠١٥</p> <p>البينة</p> <p>إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ.....(١ تا ٦) ١٠١٤</p> <p>الناس</p> <p>فِيهَا كُتُبٌ قِيمَةٌ.....(٤) ٣١٣</p> <p>مِنْ شَرِّ الْوَسَوَاسِ الْخَنَّاسِ</p> <p>مِنْ شَرِّ الْوَسَوَاسِ الْخَنَّاسِ (٧٥ تا ٧) ٣٩٠</p>

احادیث

۲۲۰	إِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللَّهُ	۳۲۱	احادیث حقیقتہ قرآن کریم کی تفسیر ہیں
۲۲۵	وَاسْمُعُوا وَأَطِيعُوا		بعض بزرگوں نے اپنی ساری عمر احادیث
۲۸۵	مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَعْسُقْ	۲۳	جمع کرنے میں گزاری
۷۱۰	كَانَ يَنْطَلِقُ مِنْ كُلِّ حَيٍّ		احادیث جمع کرنے والے بزرگوں کا
۹۲۹	إِنَّ لِمَهْدِيَنَا أَيْتَيْنَ لَمْ تَكُونَنَا	۲۹	ادب اور احترام
۹۸۰	لِلصَّائِمِ فَرَحَتَانِ يَغْرُهُمَا	۳۹	طَعَامُ الْأُشْنَى كافی.....
۹۸۱	إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتَحَتْ	۵۰	طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي.....
۱۰۰۴	كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ.....	۵۶	أَجُودُ النَّاسِ وَكَانَ أَجُودُ
۱۰۰۶	فِيهِ وَجْهَانِ أَخْدُهُمَا أَنَّهُ.....	۵۷	فَيُدَا رِسُهُ الْقُرْآنَ
احادیث بالمعنى		۷۰	تَسْحَرَنَا مَعَ النَّبِيِّ
۱۱۲	میری نجات بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے	۹۷۲، ۷۲	لَا يَرِأُ النَّاسُ بَخِيرٍ مَنْ لَمْ يَدْعُ قَوْلَ الزُّورِ
	صحابہ کے خیال میں بڑا مخلص اور فدائی لیکن	۹۷۳، ۷۳	الصَّيَامُ جُنَاحٌ فَلَا يَرِفُثُ
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخی ہے	۹۸۲، ۷۳	مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً
۱۷۸	چشم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس میں کوئی انسانی روح نہیں رہے گی	۷۲	أَفَضْلُ عِبَادَةٍ أُمَّتِي تِلَاءُهُ الْقُرْآنِ
۲۲۶، ۲۲۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کے متعلق فرمانایہ میرے صحابہ تھے	۷۶	تَحَرُّو الْيَلَةَ الْقَدْرِ
		۱۰۶	إِذَدَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مِنْرَةً
		۷۳۶، ۱۲۷	يَا مُعاَذْ إِنِّي مُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ
۳۹۸		۱۳۶، ۱۳۲	كَانَ حُلُقَهُ الْقُرْآنَ
			خَيْرٌ كُمْ خَيْرٌ كُمْ لِأَهْلِهِ

مرا میں

<p>۷۲۰ جو لذتِ عشقِ الہی میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں</p> <p>۳۱۲ اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص اطاعت کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے</p> <p>۹۷ ہم سے ٹال رہا ہے اپنے نفس کو بھول جاؤ اللہ تعالیٰ کی</p> <p>۹۷۳ کبیریٰ اور عظمت بیان کرو</p> <p>۳۲۳ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کارخانہ عالم چل رہا ہے</p> <p>۵۳۸ خدا سے ڈرتے ڈرتے زندگی کے دن گزاروں اللہ تعالیٰ اکیلا ہی پرستش کا سزا اور اور حق دار ہے</p> <p>۳۳۹ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس دنیا میں ہی اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے</p> <p>۸۵۱ اللہ تعالیٰ بڑا ہی پیار کرنے والا اور بڑی ہی محبت کرنے والا ہے</p> <p>۷۳۰ اللہ تعالیٰ سلسلہ کے مرکز کو ہماری نسلوں سے چھین کر کسی اور کے سپرد نہ کر دے</p> <p>۸۵۳ اللہ تعالیٰ سے کسی کی رشتہ داری نہیں ڈرتے ڈرتے زندگی کے دن گزارنے چاہئیں اپنی کمزوری اور بے نی کارونا اللہ تعالیٰ کے پاس روؤ</p> <p>۱۹۳</p>	<p>آ۔ آزمائش</p> <p>۲۱۵ فضلوں کے وارث بننے ہیں</p> <p>۶۰۲ آئندہ المکر کا عذاب دگنا کر دیا جائے گا</p> <p>۲۲۸</p> <p>۹۵۳ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک سے تین ہزار کردار</p> <p>۹۵۵ گناہ برکت ڈالی</p> <p>۹۱۸ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا کار ساز پرو ردا گار اور محافظہ ہے</p> <p>۸۹۶ کا چہرہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں</p> <p>۸۹۳ کرتا ہے وہ ان سے مدد و عذر بھی کرتا ہے اے ہمارے پیارے تو بی نواع انسان</p> <p>۱۰۰۹ کو قہر کی بجائے رحمت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کرے</p> <p>۳۶۸ زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب یہ تین بنیادی صداقتیں ہیں</p> <p>۸۰۸ اُٹھو اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرو بندے میں کوئی خوبی نہیں لیکن ہمارا رب بڑا ہی پیار کرنے والا ہے</p> <p>۹۸۳</p>
--	--

			اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بھجنے والوں کو ضائع نہیں کرتا
۱۱۸	خدا تعالیٰ ہم سے رحمت اور احسان کا سلوک کرتا ہے	۶۳۳	کامیابیِ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے نصیب ہو سکتی ہے
۹۷	خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت محبت رکھتا ہے	۲۰۱	اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے جوش میں تمہارے دروازہ پر آتا ہے
۷۲۳	رحمان خدا کی گود میں اس کے فضل اور حرم کے بغیر کوئی نہیں جاسکتا	۶۱۲	کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے
۹۱۱	خدا تعالیٰ کے ارفع مقام اور اپنی نسبتی کو پہنچانتے رہیں	۲۸۴	اے خدا! غلبہ اسلام کے دن ہمیں جلد کھا اے خدا! انتام اقوام عالم کے کان
۷۸۰	خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے آسمانی پانی کی ضرورت ہے	۲۰۱	آنکھ اور دل کھول دے
۶۸۶	خدا میں بے انتہا عجیب قدر تیں ہیں	۲۶۷	طااقت کا خزانہِ محض خدا کی ذات ہے
۲۷۹	خدا تعالیٰ اپنے دین اور اپنے رسول کیلئے ہم سے زیادہ غیرت رکھتا ہے	۷۳۹	اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کے ہوجاء
۳۳۳	خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلےِ دلوں اور روحوں کو فتح کرتے ہیں	۷۳۲	اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں کو
۶۱۱	خدا تعالیٰ بڑا ہی غنی اور دیالو ہے	۷۳۳	چھوڑ کر خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہئے
۹۳۷	خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا	۲۸۱	تمہارا مقصود صرف خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو
۶۹۳	خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تمام قوموں کو ایک قوم بنادے	۱۳۳	خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی بعض صفات عطا کر کے عمل کی آزادی بھی دی ہے
۲۷۱	بڑی نیکی ہے	۱۸۹	روس اپنے ملک میں خدائے واحد کو متعارف کرنے کی اجازت نہیں دیتا
۵۳۹	استغفار کو اپنا شعار بنائیں استغفار سے انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت	۱۸۹	روس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام دنیا سے خدا تعالیٰ کے نام کو مٹا دیں گے
۹۶۳	میں آ جاتا ہے	۲۵۲	کرہ ارض سے خدا کے نام کو مٹانے کا دعویٰ

۹۳۸	کہیں گے کہ ہمارے پاس آدمی نہیں اسلام نے ہر شعبہ زندگی کے متعلق	۹۶۶	ہر احمدی کو ہر وقت استغفار کی طرف متوجہ رہنا چاہئے
۹۳	اہکام دیئے ہیں احمدی اپنی زندگیوں میں اسلام کا	۹۳۵	اسلام اسلام کے معنی ہیں اپنی گردان کو قربان
۷۸۳	سچانہمونہ پیش کریں بُنی نوع انسان نسل اسلام	۷۳۳	کرنے کیلئے رکھ دینا اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا
۵۹۲	کی برکات سے حصہ لیتے رہیں گے اسلام نے اجتماعی عبادات کو انفرادی	۹۳۶	نہ گند ہوگا اسلام اپنے نشانوں کی وجہ سے کسی
۹۶	عبادات پر ترجیح اور فوقيت دی ہے غلبہ اسلام کیلئے اپنی قربانیوں کو	۶۸۰	زمانہ کے آگے شرمند نہیں اسلام لا کو یاباہی کیلئے تیار ہو جاؤ
۲۵۹	نقطہ عروج تک پہنچا دیں جماعت احمدیہ کو تمام اکنافِ عالم کیلئے	۷۵۰	تیسری نسل کا صحیح تربیت پانا غلبہ اسلام کیلئے اشد ضروری ہے
۲۰۱	کھڑا کیا گیا ہے غلبہ اسلام کیلئے اشاعت علوم قرآن کو	۸۰۰	اسلام کی ترقی کے بارہ میں نہایت ہی مبشر رویا کا تذکرہ
۳۰۱	سہل کر دیا گیا ہے جماعت احمدیہ کے ذریعہ اشاعت قرآن	۷۱۰	اسلام کی حفاظت اور اشاعت اسلام کی تدایری سکھنے بار بار مرکز آئیں
۳۰۹	اور غلبہ اسلام	۷۱۵	اسلام کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے
۷۳۱	غلبہ اسلام کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی	۷۵۰	آئندہ میں پچھیں سال اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے بڑے ہی اہم ہیں
۵۱۹	اسلام کا نجٹ اور لب لباب تقویٰ ہے اسلام کا یہ غلبہ بڑے لمبے عرصہ تک	۹۲	اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں غلبہ اسلام کیلئے دعاوں کی ضرورت ہے
۵۹۲	قائم رہے گا احمدیت کی ترقی اور غلبہ اسلام قرآن کریم	۸۲۹	اسلام کے دلائل اور برائیں عقل میں اسلام کے دلائل عقولوں کو گھائل کرتے ہیں
۷۶۶	سے منور ہونے سے وابستہ ہے جماعت احمدیہ کو دوسرا ادیان پر غلبہ	۸۵۹	نور پیدا کرتے ہیں اسلام کے دلائل عقولوں کو گھائل کرتے ہیں
۸۶۶	کیلئے پیدا کیا گیا ہے تیسری عالمگیر بتاہی اسلام کے غلبہ	۸۵۹	اسلام کے دلائل عقولوں کو گھائل کرتے ہیں دولوں کو فتح کر کے اسلام پھیلائیں گے
۹۳۳	اور اقتدار کی امید ہو گی	۸۸۰	دنیا کہے آؤ ہمیں اسلام سکھاؤ تو کیا ہم

<p>۲۵۱ کے دروازے نہیں کھولے جاتے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھتا</p> <p>۷۵۹ اشہم بر غرض تبلیغ و اذار ۱۸۸۵ء کا تذکرہ</p>	<h3>اشہم</h3>
<p>۷۲۷ ہے بلکہ انہیں بڑھاتا رہتا ہے</p> <p>۷۲۳ اعمال کوئی شنبیں جب تک مقبول نہ ہوں</p> <p>۲۵۰ ہر عمل صالح نیستی کے اقرار کو چاہتا ہے</p> <p>۷۲۰ ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال کام وہی اچھا ہوتا ہے جس کا انجام اچھا ہو</p>	<h3>اطاعت</h3>
<p>۷۱۲ کے نمونے دکھائیں</p> <p>۵۵۹ جماعت کے بچ، بڑے مرد اور عورتیں</p>	<p>فرمانبرداری، ایثار، فدائیت اور قربانی</p>
<p>۲۷۱ الہامات (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)</p> <p>۲۵۰ بد اعتقادات بعد میلوں کو جنم دیتے ہیں</p>	<p>فنا فی اللہ کے سمندر میں اپنی ذات کو غرق کر دینا ہی حقیقی اطاعت ہے</p>
<p>۹۲۷ بدعت</p> <p>۳۲۶، ۱۳۷ الخیر مُكْلِهٌ فِي الْقُرْآن</p> <p>۸۹۹ کُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ</p> <p>۸۲۱ مُبَارِكٌ وَمُبَارَكٌ وَكُلُّ أَمْرٍ</p> <p>۲۳ وَسِعَ مَكَانَكَ</p> <p>۵۲۹ وَسِعَ مَكَانَكَ میں ایک زبردست پیشگوئی</p> <p>۲۳ يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجَّ عَمِيقٍ</p> <p>۹۵۵ يُنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحٌ إِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ</p>	<p>اعتقاد</p> <p>۹۲۷ انسانیت تباہی کے کنارے کھڑی ہے شاہید عالمگیر تباہی اس لئے رکی ہوئی ہے کہ ہم نے ابھی تک ان اقوام پر اهتمام جنت نہیں کی</p> <p>۷۸۱ اعمال</p> <p>۱۰۵ خدا تعالیٰ کا قرب اور رضا چاہتے ہو تو اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرو اعمال صالح کے بغیر صحیح عقادات پر قائم رہنا ممکن نہیں</p> <p>۷۲۱ عمل صالح کی توفیق بھی خدا تعالیٰ</p> <p>۷۹۷ ہی دیتا ہے</p> <p>۲۵۰ پاک اعتقاد سے اعمال صالح جنم لیتے ہیں سب کچھ کر کے سمجھو کر تم خالی ہاتھ اور تھی دست ہو</p> <p>۵۳۱ بداعمال انسانوں کیلئے آسمانوں</p>
<p>۳۹۳، ۳۹۵، ۳۰۹، ۳۰۸، ۲۵۹ ڈھونڈیں گے</p> <p>۳۰۳ ہوئے قلعہ ہند میں</p>	<p>رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزین</p>

			جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الہی کا مسلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عظیم ند ہے
۲۱۱	امراء اضلاع قرآن کریم پڑھانے کا باقاعدہ انتظام کریں فارم کامینیجروں کے جماعتی نظام	۷۵۱	میں اپنی جماعت کو رشیا کے علاقہ میں ریت کے ذریوں کی مانند دیکھتا ہوں
۳۹۰	سے آزاد نہیں فارم کامینیجروں میرضیٰ یا علاقائی کو جواب دہ نہیں وہ مرکز کو جواب دہ ہے	۷۷۸، ۷۷۲	امّت محمدیہ
۳۹۰		۶۵۳	امّت محمدیہ بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے
	ب		امہات المؤمنین
	بدعات / رسماں و رواج		
۳۸۳	بدرسم اور ایمان اکٹھے نہیں ہو سکتے جو شخص بدرسم اور بدعاں کو نہیں	۶۰۳	حضرت ابو بکرؓ نے سب سے بڑے وظائف امہات المؤمنین کے مقرر کئے
۲۸۵	چھوڑتا اس کا ایمان پختہ نہیں	۵۹۹	امہات المؤمنین کی قربانیوں کا تذکرہ
۳۵۷	بدرسم کو ترک کیا جائے		احمدی مستورات کو امہات المؤمنین
۵۹۵	ہم نے ہر قسم کی رسماں کو ترک کر دینا ہے	۶۰۶	کی طرح قربانیاں پیش کرنا ہو گی
۷۵۸	بدرسم کو جوڑ سے اکھیر کر پھینک دیں		امن عالم
۷۶۲	بدرسم کے خلاف جہاد کا اعلان خدال تعالیٰ فرماتا ہے بدرسم کو چھوڑ	۶۹۷	امن عالم کے قیام، پانچ نمایدی ہدایتیں
		۶۹۷ تا ۶۹۵	یو۔ این۔ او۔
۳۸۳	دو اور بدعاں ترک کر دو ہر احمدی خاندان اور تنظیم اپنے آپ	۳۹	یو۔ این۔ او۔ امن کے قیام میں ہرگز نتیجہ خیز نہیں ہو گی
۲۸۵	کو رسماں اور بدعتوں سے بچائے رسماں و بدعاں کے دروازے بند کرو	۶۹۹	بین الاقوامی وحدت کیلئے بین الاقوامی
۳۷۸	تاریختوں کے دروازے تم پر کھل سکیں خدا کیلئے رسماں و رواج کو ترک کر دیں	۹۲۷، ۸۸۲	امن کی ضروری ہے
۲۱۷	گندی رسماں اور گندے رواجوں کے دروازے جماعت میں بند ہونے چاہیں	۷۳۵	امن کا پیغام اک حرف انتباہ ہر احمدی کا فرض ہے کہ امن کی فضلا کو قائم رکھنے کیلئے انتہائی کوشش کرے
۳۷۷			امیراً امراء اضلاع
۳۸۵	دنیا میں رسماں و بدعاں کا عجیب جاں بچھا ہوا ہے	۲۸۹، ۲۰۶، ۲۰۵، ۳۹ ۵۵۶، ۳۹۰، ۳۰۶، ۲۱۰	امراء اضلاع

	بیت اللہ کے ذریعہ متفرق اقوام کو ایک مرکز پر جمع کیا گیا	اگر تم قرب الہی چاہتے ہو تو بدر سوم اور بدعات کو چھوڑنا ہوگا
۶۳۸	بیت اللہ کے مقاصد اس کی تعمیر کے وقت ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتادیئے گئے تھے	جو شخص رسم میں بندھا ہوا ہے وہ اس حد تک قربانی نہیں دے سکتا
۶۳۸	بیت اللہ پہلا گھر جو للنّاس وضع کیا گیا	بھوک / افلاس
۶۲۷	بیت اللہ کے ساتھ بہت سی اغراض اور مقاصد وابستہ ہیں	کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہئے محلہ والوں کو معلوم ہو کر آج فلاں گھرانہ کسی وجہ سے کھانا نہیں کھاس کا
۶۲۷	بیت اللہ تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا موجب بنے گا	جماعت کا عہدہ دار ذمہ دار ہے کہ اس کے علاقے میں کوئی احمدی بھوکا نہ سوئے کوئی شخص رات کو بھوکا نہ سوئے
۶۳۰	بیت اللہ کے ذریعہ ہی دنیا کو امن نصیب ہوگا	اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ
۶۳۸	بیت اللہ کے ذریعہ واقف زندگی قوم پیدا کی جائے گی	بیت اللہ / خانہ کعبہ
۶۳۰	بیت اللہ پر کوئی حملہ کا میاب نہیں ہوگا	اقوام عالم کے دینی اور دینیوں فوائد
۶۰۸	بیت اللہ میں اقوام عالم کے نمائندے بار بار جمع ہوں گے	بیت اللہ سے وابستہ کر دیئے گئے ہیں
۶۳۱	بیت اللہ کے ذریعہ خدا نے سعیج کی معرفت دنیا حاصل کرے گی	بیت اللہ آیات و میانات اور تائیدات سماوی کا منبع
۶۹۳	خانہ کعبہ وحدت انسانی کا مرکز خانہ کعبہ کو ایک جامعہ اور یونیورسٹی اور مرکز بنایا جائے گا	بیت اللہ ابدی شریعت کیلئے اُم القریٰ ٹھہرے گا
۶۹۰	خانہ کعبہ کے حملہ آ ورتباہ اور بر باد ہوں گے	بیت اللہ میں تمام اقوام عالم کے نمائندے جمع ہوتے رہیں گے
۷۱۳	ابتداء میں خانہ کعبہ انسانیت کا مرکز تھا مکہ کو بنیادی صدقائق اور ہدایتوں کا مولود بنایا جائے گا	تعمیر بیت اللہ کے تمام مقاصد حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتے ہیں
۶۹۳	خانہ کعبہ کے انسانیت کا مرکز تھا مکہ کو بنیادی صدقائق اور ہدایتوں کا مولود بنایا جائے گا	بیت اللہ کے ساتھ بی نی نوع انسان کے دینی اور دینیوں فوائد وابستہ ہیں
۶۶۵	خانہ کعبہ مرجع خلائق اور مرجع عالم بنایا جائے گا	
۶۸۷	بنایا جائے گا	

۹۳۲ ۸۸۲ ۹۳۳	بانی سلسلہ احمدیہ نے پانچ عالمگیر تباہیوں کی خبر دی ہے انذاری پیشگوئیاں بغیر ڈرے دیا میں پھیلائیں انذاری پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سٹل سکتی ہیں	۸۷۹، ۸۷۸، ۳۹۳ ۳ ۳۶۲	بی بی سی بیعت بیعت کرنا لازم اور فرض ہے جس ہستی کی ہم نے بیعت کی وہ کوئی معمولی ہستی نہیں تھی	بیکاری بیکار رہنے والے لوگوں پر شیطان حملہ کرتا ہے
ت	تحریک جدید	۸۶		
۱۶۲، ۱۶۳، ۱۳۲، ۱۳۵، ۸۲ ۷۴۴، ۷۱۷، ۵۰۹، ۵۰۳، ۳۹۵۲۳۰۳۲۲۹				
۹۵۲، ۸۷۹، ۸۱۳، ۷۲۵ ۱۳۲	وکالت مال تحریک جدید حضرت مصلح موعود نے نومبر ۱۹۳۳ء میں	۳۹ ۵۱	پر یزید یونٹ پر یزید یونٹ محلہ پیشگوئیاں	
۲۷۷، ۲۲۸ ۳۳۸	تحریک جدید کا اجراء کیا تحریک جدید کے سال نو کا اعلان		بشارتیں لمبا عرصہ گزرنے اور منکرین کے ٹھٹھا اور استہزا کرنے کے بعد پوری ہوتی ہیں	
۷۶۸ ۹۳۲	تحریک جدید میں مستورات، نوجوانوں اور بچوں کو بھی شامل کریں	۲۵۷	۱۹۵۳ء میں ہم نے آسمان سے باش کی طرح نشانات کا نزول دیکھا ہے	
۹۳۲ ۳۳۶	تحریک جدید کے چوتھیوں میں سال کا اعلان تحریک جدید کے چندوں کے متعلق	۶۷۹	اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابی ثابت کرنے کیلئے ہر زمانہ کو	
۳۵۵ ۳۳۸	کوئی حد بندی مقرر نہیں کی سادہ زندگی اختیار کرنے سے تمہاری	۶۸۲	نشانات سے بھر دیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی	
۳۵۶	انفاق فی سبیل اللہ کی طاقت بڑھ جائے گی مطالبات تحریک جدید پر حضرت مصلح موعود	۹۳۰	میں دنیا نے لاکھوں نشانات کا مشاہدہ کیا چاند، سورج گرہن کی پیشگوئی غیر معمولی	
۳۵۶، ۵۳۷	نے پانچ خطبات دیئے تھے مطالبات تحریک جدید میں سادہ زندگی کے مطالبه پر زیادہ توجہ ہوئی چاہئے	۹۳۰	اور مجرما نہیں چاند، سورج گرہن کی پیشگوئی انسانی عقل، قیافہ اور علم سے بالا ہے	

<p>۱۰۳</p> <p>۵۵۰</p> <p>۲۲۳</p> <p>۲۲۰</p> <p>۵۱۹</p> <p>۷۲۰</p> <p>۹۷</p> <p>۵۹۳</p> <p>۲۵۶</p> <p>۵۲۲</p> <p>۵۲۱</p> <p>۵۳۸</p> <p>۲۵۳</p> <p>۲۲۵</p>	<p>اور تسبیح و تمجید میں مشغول ہیں تعویذ گندے تعویذ گندے کی طرف نہ جکلو^۱ تقویٰ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنو اور اطاعت کرو تین قسم کے امتحانوں سے مقنی بندوں کو گزرنا پڑتا ہے سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ خدا کا عشق میں اور جام تقویٰ مقنی کو اعمال صالح کی توفیق اور بشاشت قلمی عطا کی جاتی ہے تم ایک دوسرے کی نقل کر کے نیکی اور تقویٰ تلاش کرتی ہو سورۃ رحمٰن میں مقنی سے چار جنتوں کا وعدہ عاقبت ہمیشہ مقنی کو گوں کیلئے ہوتی ہے تقویٰ کے ذریعہ فضل کے بعد فضل متا ہے تقویٰ کے ذریعہ ایک نور حاصل ہوگا تقویٰ کی سب را ہوں کو اختیار کریں ہماری سب سے بڑی ذمہ داری اہل و عیال کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کی ہے انپی استعداد کے مطابق تقویٰ کی راہوں پر چلتے رہو</p>	<p>جماعت کو چاہئے مطالبات تحریک جدید کوڈھراتی رہے تدبیر اللّٰہ تبارکوں کا مکالمہ تک پہنچاؤ اور اللّٰہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اگر ہم محض تداریخ پر بھروسہ کریں تو ہماری ناکامی یقینی ہے تربيت اور تربیت اولاد بھگتوں اور رکائیوں سے جماعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اگر ہم نئے احمدی پیدا کریں اور پرانوں کو نہ سمجھا لیں تو ہماری طاقت نہیں بڑھ سکتی ہمیں ہر گھر کی تطبیق کرنی پڑے گی تربیتی اور اصلاحی دو ورقے شائع کریں ربوہ کے ہر پنجے اور پنجی کو گندی عادات سے بچائیں تربیت اولاد کی ذمہ داری محبت اور اخلاق سے ادا کریں چھوٹوں کی تربیت کیلئے پہلے بڑوں کی تربیت ضروری ہے دورہ جات کے ذریعہ جماعتوں کی تربیت کا موقع تبیح و تحریم تمام مخلوقات ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی عبادت</p>
	۳۵	
	۱۹۳	
	۱۹۷	
	۸۳	
	۱۸۵	
	۷۱۶	
	۲۱۱	
	۵۵۹	
	۶۰۶	
	۷۵۱	
	۸۸۳	

	توہبہ اور استغفار کے بغیر معرفت الہی اور رضاء الہی کا حصول ممکن نہیں	۷۳۷	صاحب عزت و ہی ہوتے ہیں جو صاحب تقویٰ ہوں تکبر
۷۳۸	استغفار اور توہبہ کرو گے تو بڑے مراتب پاؤ گے توہبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں	۲۳۹	متکبر پر آسان کے دروازے نہیں کھولے جاتے متکبر انسان اللہ تعالیٰ کے نشانات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا
۱۶۶	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے حضور تصرع اور تنزل سے آؤ اور امیر رکھو کہ میں توہبہ قبول کروں گا	۲۵۵	تکبر کی سب را ہوں سے پچنا ضروری ہے متکبر قرآنی فیوض اور برکات کا وارث نہیں بن سکتا
۱۵۹	اللہ قادر یہ بدل سکتا ہے اور بدلتا ہے توہبہ توحید	۲۳۸	تکبر کے دوبارہ داخلے کی سب را ہیں مسدود کر دیں
۹۸	گھر گھر اللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا لہرانے لگے خدا زور آور حملوں کے ساتھ اپنے وجود اور توہبہ کو منوانا چاہتا ہے توہبہ خاص کو اپنے نفسوں اور ماحول میں قائم کریں	۲۳۹	تکبر سے دین اور دنیا میں کامیابی کی را ہیں مسدود ہو جاتی ہیں متکبر انسان کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہی ناکام اور نامراد کر دیتا ہے دور حاضر کا انسان بڑا مغرب وہ ہو گیا ہے اباء اور انتکبار سے نیک اعمال بندہ کے منه پر مارے جاتے ہیں
۷۳۵	جلسہ سالانہ جلسہ سالانہ کی ابتداء ۱۸۹۱ء میں ہوئی	۲۳۸	ابلیس نے اباء اور انتکبار سے کام لیا تھا مونوں کا فرض ہے کہ وہ تکبر کی باریک سے باریک را ہوں سے اجتناب کریں جہنم کی جڑ تکبر اور خود میں ہے
۷۷۸	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا آخری جلسہ (۱۹۰۴ء)	۲۵۶	توہبہ مومن کو توہبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلکھلاتے
۷۵۸	خلافت اولیٰ جلسہ سالانہ میں حاضری (۱۹۱۳ء)	۵۸۹	رہنا چاہئے
۱۵	خلافت ثانیہ کا پہلا جلسہ سالانہ (۱۹۱۳ء)	۲۵۰	
۱۸۹	جلسہ سالانہ کی ابتداء ۱۸۹۱ء میں ہوئی	۱۸۹	
۲۵۷	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی	۲۵۷	
۹۶۳	زندگی کا آخری جلسہ (۱۹۰۴ء)	۹۶۳	
۲۰	خلافت اولیٰ جلسہ سالانہ میں حاضری (۱۹۱۳ء)	۱۶۶	
۲۱	خلافت ثانیہ کا پہلا جلسہ سالانہ (۱۹۱۳ء)		

	امال دوستوں نے خود دنوش کو ضیاء	۲۱	خلافت ثانیہ کا آخری جلسہ سالانہ (۱۹۶۳ء)
۵۷۹	سے خاص طور پر بچایا جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کیلئے دعائیں	۱۸	جلسہ سالانہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں
۱۹	کارکنان جلسہ ان دونوں میں خاص طور پر دعائیں کرتے رہیں	۲۵	جلسہ سالانہ کے دونوں میں اپنے اوقات ضائع نہ کریں
۵۵۵	ربوہ کے مکین رضا کارانہ خدمت کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں	۹۹۰	جلسہ سالانہ پر بلانے کی آواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبییں بلکہ اللہ تعالیٰ کی آواز تھی
۵۶۰	بیع و شراء میں کسی قسم کا جگہ اونہ ہونے دیں	۱۸	جلسہ سالانہ میں یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر
۵۵۵	دو کاندار قول سدید سے کام لیں دو کاندار اچھی اور سترھی چیزیں	۵۸۹	جلسہ سالانہ کے دونوں میں اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی انوار نازل ہوتے رہے
۵۵۵	مناسب نرخ پر فروخت کریں جلسہ سالانہ پر خدمت کیلئے رضا کارا پنا	۱۶	جلسہ سالانہ ایمان، یقین اور معرفت کی ترقی کا ذریعہ
۲۳	نام پیش کریں عظیم اجتماعات میں شیطان اپنے بعض	۹۱۲	جلسہ سالانہ رحمتوں اور برکتوں کے نزوں کا دروازہ
۵۵۶	چیل بھی بھیجتا ہے جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے غریب	۱۳	جلسہ سالانہ کے فوائد اور برکات
۹۱۲	سارا سال پیسہ پیسہ جوڑتے ہیں	۹۱۲	جلسہ سالانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے شکر کے لئے شامل ہوں
۵۳۳	جلسہ سالانہ پر ضیاء کا سوراخ بند کرو ہر قسم کے ضیاء سے بچیں اور جماعتی	۹۱۳	دعائیں کریں اللہ ان ایام میں ہر قسم کی واباء اور بیماری سے محفوظ رکھے
۵۵۸	پیسہ بچائیں	۵۵۸	سوائے اشد مجبوری کے جلسہ پر ضرور
۵۳۳	کھانے کا ایک لقمہ بھی ضائع نہ ہو	۵۵۶	حاضر ہوں
۵۵۸	تمہارا ایک دھیلا بھی ضائع نہیں ہونا چاہئے	۵۵۲	خدمت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں
	غض بصر کے حکم کی طرف خاص توجہ		کو حاصل کریں
۵۵۶	دلائی جائے		
۲۲	خد ا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کیلئے جلسہ سالانہ پر ضرور آئیں	۵۶۲	

۲۱۸	احمدیت اللہ تعالیٰ کا سچا سلسلہ ہے آئندہ پھیپس تیس سال جماعت کیلئے	۹۱۳	جماعت جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے بڑی قربانی دیتی ہے
۲۳۳	نہایت اہم ہیں پھیپس تیس سال میں بعض علاقوں میں	۵۳۰	جلسہ سالانہ کے مہمانوں کیلئے کمرے پیش کریں
۲۴۴	احمدیت کو شرحت حاصل ہو جائے گی ہمارا عویٰ ہے کہ افریقی اقوام کو	۵۵۵	جہاں تک ممکن ہوا چھا اور ستر اکھانا تیار کریں
۱۹۱	اسلام کے نور سے متعارف کروانا ہے ہمارا عویٰ ہے کہ ہم نے امریکہ اور انگلستان	۵۵۵	جہاں تک ممکن ہونہایت عزت سے لنگر کا کھانا پیش کریں
۱۹۱	کوئی کریم گی محبت میں سرشار کرنا ہے دور راز مکلوں کی جماعتی خبریں اب	۵۵۸	لقمه لقمہ اور ذرہ ذرہ کی حفاظت کی جائے گری پڑی اشیاء ملنے پر فوراً دفتر گمشدہ اشیاء میں پہنچائیں
۶۹۳	ایک ساعت میں آ جاتی ہیں جماعت احمدیہ کو تمام کناف عالم میں	۵۶۰	جلسہ سالانہ پر کروڑوں مہمانوں کے انتظام کی بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے دے گا
۲۰۱	غلبہ اسلام کیلئے کھڑا کیا گیا ہے جماعت احمدیہ کے ذریعہ کناف عالم میں اسلام کا نور پھیلانے کی زبردست	۵۲۷	جس حد تک ممکن ہو مہمانوں کی تکالیف کا خیال رکھیں
۷۱۶	تحریک جاری ہے جماعت احمدیہ کے بزرگ افراد کو	۹۹۱	جماعتہ میں مہمانوں کی وجہ سے آپ کے گھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر بن جاتے ہیں
۲۵۷	نو ازتا ہے	۱۶	جماعتہ سالانہ جماعت میں نئے شامل ہونے والوں کے تعارف کا ذریعہ
۱۸	خد تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا جماعت میں سارے کام بثاشت سے	۱۶	جماعتہ سالانہ میں دوران سال وفات پانے والوں کیلئے دعائے مغفرت
۵۰۵	ہونے چاہئیں اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ اللہ تعالیٰ		جماعت احمدیہ
۱۸	نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے جماعت احمدیہ کی تحریم ریزی حضرت	۸۲۲	جماعت احمدیہ کو دوسرے ادیان پر اسلام کے غلبہ کیلئے پیدا کیا ہے
۳۹	مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوئی	۳۰۰	جماعت احمدیہ کے سپردانڈار کی ڈیوٹی بھی لگائی گئی ہے

	جماعت احمدیہ کی تربیت کا سورۃ المدثر سے گہر اتعلق
۲۸۲	کون ہے جو خدا تعالیٰ کی ڈھنال پر ضرب لگائے اور چکنا چور نہ ہو
۸۲	جماعت احمدیہ روحانی جنگ لڑ رہی ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نے روں کو بھی
۱۸۹	حلقہ بُوش اسلام کرنا ہے جماعت احمدیہ ہر گز کوئی سیاسی
۲۳۵	جماعت نہیں جماعت میں نئے شامل ہونے والوں
۲۳۰	کی طرف توجہ کر کے ممنون فرمائیں اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے
۹۰	جماعت پر کھولنے کا ارادہ کیا ہے مشرق اور مغرب کے تمام ممالک پر
۲۷۰	تمہارا قبضہ ہو گا جماعت احمدیہ کے ذریعہ اشاعت قرآن
۹۰۹	اور غلبہ اسلام جماعت کا واقعات کی قبلبی کی طرف
۱۸۳	بھی زیادہ متوجہ ہونا چاہئے جماعت کی مالی قبلبیوں میں اللہ تعالیٰ
۶۱	بے انتہا برکت ڈالتا ہے
۲۶۵	سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض جماعت احمدیہ کا قیام تمام ادیان باطلہ
۳۵۵	کو شکست دینے کیلئے ہے جماعت احمدیہ کا قیام غلبہ اسلام
۶۲۳	کیلئے کیا گیا ہے احمدیت کا لیل لگاینا کافی نہیں جب تک
۳۰۵	ہم پورے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل نہ ہو جائیں
۳۶	جماعت احمدیہ کی تربیت کیلئے حضرت صلح موعود کی زندگی کا ہر لمحہ وقف رہا
۳۹	سلسلہ احمدیہ کی ترقی جمالی جلوؤں کے ساتھ وابستہ ہے
۲۲۲	احمدیت کی ترقی اور غلبہ اسلام قرآن کریم سے منور ہونے پر وابستہ ہے
۷۶۴	جماعت احمدیہ کے ذریعہ لسانی اور قلمی جہاد کیا جا رہا ہے
۳۸۰	جماعت احمدیہ حق و باطل کی آخری جنگ لڑ رہی ہے
۵۷۹	جماعت احمدیہ کی حقیر کو ششوں کے عظمیم الشان نتائج پیدا ہو رہے ہیں شکر گزاری کے نتیجہ میں جماعت کو پبلے سے زیادہ نشانات اور آیات دکھانا ہے
۲۵۷	جماعت احمدیہ ہی تمام دنیا میں اشاعت اسلام کرنے والی جماعت ہے
۶۱	جماعت احمدیہ سے آئندہ دنیادین سکھنے کیلئے لاکھوں آدمی مانگے گی
۸۵۲	جماعت احمدیہ کی غرض گمشدہ معرفت کو دنیا میں پھر سے قائم کرنا
۸۶۰	جماعت احمدیہ کو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی مٹا نہیں سکتیں
۹۲۳	دنیا کہے آؤ ہمیں اسلام سکھاؤ تو کیا ہم کہیں گے کہ ہمارے پاس آدمی نہیں ہیں
۹۲۸	

		حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی
۲۲۹	بجھت پورا بنا کیں اور حتی الوضع پورا کرنے کی کوشش بھی کریں	جماعت ضرور کامیاب ہوگی
۲۲۹	صحیح بجھت نہ بنانے سے تربیت میں نقص واقع ہوتا ہے	جماعت احمدیہ گرجا کو مسجد بنانا پسند نہیں کرتی
۲۲۳	خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کیلئے خرچ کرو	محل احمدیت کی طرف منسوب ہونا ہمارے لئے کافی نہیں
۲۲۳	نیکی یہ ہے کہ اپنے مال کو صرف خدا کی محبت میں خرچ کرو	ہمیں اور آنے والی نسل کو انتہائی قربانیاں دینی پڑیں گی
۱۶۶	نیک نیتی سے تحریکات میں حصہ لینے سے بنشاست پیدا ہوتی ہے	خدا تعالیٰ نے جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے بہت سے نئے خالد پیدا کرنے ہیں
۳۵۵	مالی قربانی دینے کی طاقت کو تم بڑھاؤ	جماعت کو بہت سے نور الدین ملنے کا وعدہ دور دراز ملک کی خراب ایک ساعت میں آسکتی ہے
۵۷۳	فانی چیز کے مقابلہ میں ابدی حیات کا وعدہ تمہیں تمہاری جانوں اور مالوں کے متعلق ضرور آزمایا جائے گا	تاریک براعظم میں اسلام و احمدیت ترقی پذیر ہے
۲۷۸	طاغوتی طاقتیں اربوں ارب روپیہ اسلام کے خلاف خرچ کر رہی ہیں	جنگ بذریعہ
۳۵۷	مالی استعداد کے بڑھنے کیلئے دعا میں کریں	چہاد
۳۱۸	مؤمن کا وعدہ منشو خ نہیں ہوتا موقوی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں وہم و گمان سے بھی زیادہ برکت ڈالے گا	تمام قوت تمام طاقت اور اپنی تمام استعداد کے ساتھ چہاد کرو
۹۹۹	ج	جہنم
۳۹۷، ۳۹۶	جبل اللہ	جہنم کا کوئی دروزاہ کھلانہ رہے
۲۷۱	جبل اللہ کی پرمعرف تفسیر کامل اور نیک حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورے طور پر بجالاتا ہے	چندہ جات چندہ ماہ بہاہ ادا کریں لازمی چندہ کی طرف فوری توجہ کی جائے

خلافت۔ خلیفہ		حج
۵۰۳	خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے	جو مناسک حج خلوص نیت سے ادا کرے
۳	خلافت کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے	گانار جہنم سے محفوظ ہو جائے گا
۸، ۳	خلافت کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی	حجۃ الوداع کا خطبہ
۵۰۵	خلیفہ وقت کا کامِ اعتصام بحبلِ اللہ	عاجز بندے ہمیشہ اُس کی حمد سے
۳۹	خلافت اولیٰ کو جماعت احمدیہ کے استحکام کیلئے کھڑا کیا گیا	معمور رہتے ہیں
۵۰۳	حضرت خلیفہ اول قوم کی نگاہ میں بوزٹھے تھے مگر خدا نے کہا ہے میری پناہ	حقوق
۵۰۳	اور گود میں	حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے کی کوشش کریں
۲	خلیفہ اول کی وفات پر خلافت کے بارہ میں اختلاف	تم پر تمہارے والدین، بیوی اور اولاد کے بھی حقوق ہیں
۶	خلیفہ ثانی کے انتخاب کے وقت اللہ تعالیٰ نے کہا بے شک پچھے ہے مگر میں تو پچھنیں ہوں جماعت پر یہ آخری ابتلاء ہے دشمن کو دوبارہ کبھی خوشی کا موقع نہیں ملے گا	خ
۵۰۵	اللہ تعالیٰ کبھی خلیفہ ادھیر عمر کا چن لیتا ہے کونسا کام ہے جو خدا کے بس میں نہ ہو	خالد احمدیت
۳	خلیفہ ثانی نے کہا کہ خلافت کی برکت کو مت ٹھکرا دتم اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلو	حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب، حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحمن خادم صاحب کو خالد کا خطاب
۲۳۰	خلفاء کی روحانی برکات سے زیادہ چست ہو گئے ہیں	خالد نے جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے بہت سے نئے خالد پیدا کرنے ہیں
۲۲۷	رب عظیم نے اس خاکسار کو خلافت کی کرسی پر بٹھایا ہے	خدمت
		محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خدمت کرتے چلے جائیں

			انتخاب خلافت نے میری حالت بدل دی
۸۹۹	خلیفہ وقت کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی سب کچھ ملتا ہے	۵۰۸	سوائے محبت کے اور کچھ نہیں رہا
۱۸۳	خلیفہ وقت کا سرمایہ جماعت کا محبت اور اخلاص کا جذبہ ہوتا ہے	۲۸۱	خلافاء کو بھی اذیٰ کشیراً مننا پڑتا ہے
۲۰۹	خلیفہ کے منشاء اور ارشاد کے ماتحت تکمیلیں تیار کی جائیں	۵۰۳	انتخاب خلافت کے وقت اللہ تعالیٰ کی منشاء پوری ہوتی ہے بندوں کی عقلیں کوئی کام نہیں دیتیں
۱۸۲	خلیفہ وقت کی سیری تو اس وقت ہو سکتی ہے جب جماعت بھی سیر ہو	۵۰۳	اللہ تعالیٰ خلیفہ کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا جلوہ کرتا ہے
۳۸۷	جب تک خلافت راشدہ قائم ہے شکایت کرنے کا دروازہ کھلا رہے گا	۵۰۳	خلافاء خدا تعالیٰ کی گود میں ہوتا ہے
۳۸۷	خلیفہ وقت سے شکایت کیلئے پر اپر چینل کی ضرورت نہیں ہے	۵۰۶	سارے تعلق خلافت کے ذریعہ اور پر سے ہو کر نیچے کی طرف آتے ہیں
۱۶۵	خلافاء کی حقیر دعاویں کے نتیجہ میں مومنوں کے دلوں میں تکمیل پیدا ہو جاتی ہے	۵۱۰	بنیادی اور زیلی تنظیمیں خلیفہ وقت کے ماتحت ہیں
۱۶۵	جماعت احمدیہ کے خلافاء اپنے لئے اتنی دعائیں نہیں کرتے جتنی وہ احمدی بھائیوں کیلئے کرتے ہیں	۵۰۶	تمام تنظیمیں خلیفہ وقت کے اعضاء ہیں
۳۹۳	خلیفہ وقت کے مقابلہ میں ساری دنیا آجائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں	۳۸۷	خلیفہ وقت کے پاس اپیل کیلئے پر اپر چینل ضروری ہے
۳۹۳	دنیا خلافاء کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوتی	۵۰۷	جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا اس کے دل میں آپ کے لئے
۳۹۳	خلیفہ وقت ساری دنیا کا استاد ہے	۳۹۳	بے پناہ محبت پیدا کر دے گا
۵۰۱	خلیفہ کلی طور پر فنا اور نیستی کا لباس پہن لیتا ہے	۳۹۳	جننا آپ خلافت سے پیار کرتے ہیں دل چاہتا ہے کہ خلیفہ وقت بعدہ میں ہی پڑا رہے
۶۸۱	خلیفہ وقت فنا اور نیستی کے مقام پر ہوتا ہے	۳۹۵	خلافاء تزلل، فروتنی اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرتے چلے آئے ہیں

			خلیفہ وقت کے فیصلہ سے ننانوے فیصلہ
۷۷۰	واں میں	۷۸۷	آدمیوں کی تسلی ہو جاتی ہے
۸۱۳	سفر یورپ سے کامیاب مراجعت پر بعض رویا کا ذکر	۵۰۶	جماعت میں خلیفہ وقت کا فیصلہ بثاشت سے قبول کیا جاتا ہے
۷۸۱	سفر یورپ کے بارہ میں بعض نوجوانوں کا تذکرہ	۲۹۸	خلیفہ وقت کا سب سے بڑا کام قرآن کریم کی تعلیم کو راجح کرنا ہے
۸۳۲	چند بیشتر خوابوں کا تذکرہ	۸۷۷	خلیفہ قرآن کریم کے احکام اور رسول کریم ﷺ کے اُسوہ کا پابند ہوتا ہے
۸۳۲	بیسیوں بیشتر خوابیں سفر یورپ سے متعلق دوستوں نے لکھیں	۵۰۳	خلیفہ کے مخالفین کو اللہ تعالیٰ کہتا ہے مجھ سے بڑا اگر طاقت ہے
۷۵۵	غلبہ کے سامان پیدا ہوں	۶۸۱	خلیفہ راشد اپنے مقام قرب کا کھل کر انہماں نہیں کرتے
و		۵۰۳	جب خلیفہ وقت گران ہے تو جماعت کو کوئی خطرہ نہیں
۱۹۷	الہی سلسے دعا کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے	۵۰۶	خلیفہ کا اپنا وجہ خدا کی قدرتوں میں چھپ جاتا ہے
۲۶۷	اے سب طاقت اور قوت کے مالک ہماری عاجز اند دعاؤں کو سن	۸۷۷	جماعت احمدی اور خلیفہ ایک ہی وجود کے دونام ہیں
۱۰	اللہ تعالیٰ سے قبولیت دعا نشان مانگا ہے تاکہ آپ کے دکھوں اور تکلیفوں کو دور کر سکوں	۶۵۸	خواب ارویا / کشوف ایک خواب کا تذکرہ
۵۹۰	بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بڑی کثرت سے دعا کیں کریں	۷۰۲	ایک افریقی احمدی کے سچے خواب
۷۲۸	مرد فانی کی دعا کیں فیوض الہی کو آسمان سے چینچتی ہیں	۷۸۲	کا تذکرہ جس شخص پر عظمت و جلال کا جلوہ ظاہر ہو وہ رویا کشوف کا کشکول بنائے نہیں پھرتا
		۷۲۰، ۳۶۹	ایک نہایت ہی بیشتر خواب کا تذکرہ
		۸۲۲	تین نہایت بیشتر خوابوں کا تذکرہ

		عاجزانہ دعاوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا
۸۷۹	بُل چلاتے ہوئے دعا میں کریں فضل پہلے سے زیادہ ہو گی	فضل جذب کرو
۸۹۳	دعا کروانے سے پہلے خود بھی دعا کرو قبویت دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ	دعاوں کے ذریعہ ذات باری اور صفات باری کا علم حاصل کرو
۸۹۵	خلافت کی محبت پیدا کرتا ہے ہمیں کامیابی کیلئے صرف دعا کا	عاجزانہ دعاوں کے ذریعہ فضل اور بخشش کے وارث بنو
۸۹۷	ہتھیار دیا گیا ہے باساء اور ضراء اور زلزلہ کے وقت	غلبہ اسلام کے لئے دعاوں پر بہت زور دیں
۱۰۰۲	دعاوں کے ذریعہ مدد طلب کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی مرضی سے	ہمارا ہتھیار دعا ہی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا میں بڑی
۶۳	ہماری دعا میں قبول کرتا ہے خطوط پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے والوں کیلئے دعا	کثرت سے سنتا ہے عاجزانہ دعاوں سے موت کی سی
۱۸۲	دعا کا زبردست ہتھیار ہمیں دیا گیا ہے	کیفیت پیدا کرو
۱۰۰۹	دعاوں کے بغیر کوئی زندگی نہیں	دعاوں میں مشغول رہنے والے ہی
۱۰۰۳	اتنی دعا میں کریں کہ مجسم دعا بن جائیں	صفت سمیع کا جلوہ دیکھتے ہیں
۲۵۹	ہماری ترقی اور کامیابی کا انحصار دعا اور محض دعا پر ہے	دعاوں کے بغیر تہاری اور تہاری نیکیوں کی اللہ تعالیٰ کو کیا پروادا
۱۹۶	اللہ تعالیٰ دعاوں کو قبول کرتے ہوئے	عاجزانہ دعاوں سے معرفت کی راہیں
۱۰۰۱	خوف کی حالت کو امن میں بدل دیتا ہے	بندہ پر کھوی جاتی ہیں
	عاجزانہ دعاوں کے ذریعہ رفع الی السماء	عاجزانہ دعاوں کے بغیر قیومیت کے جلوے ظاہر نہیں ہونگے
۲۵۰	ہوتا ہے	دعا میں کریں اللہ تعالیٰ بے اطمینانی سے اطمینان کی کوئی صورت پیدا کر دے
۷۱۳	یہ زمانہ تواریخ نہیں دلائل سے مقابلہ کا ہے	غیرت کے پردہ کو صرف دعا ہی چاک کر سکتی ہے
	دل	عاشقانہ التجاویں اور عاجزانہ دعاوں سے قرب الہی حاصل کرو
۲۸۰	دل آزار باتیں تاریک دل اور تاریک زبان سے نکلتی ہیں	۹۹۵

			بیمار سینہ اور دل کفر کیلئے کھل جاتا ہے
			ذہب کا تعلق دل سے ہے
۳۹۱			کسی کے دل میں زبردستی پیار اور محبت
۸۲۷			پیدا نہیں کیا جاسکتا
۲۳۲		جنے والا ہمیں بہت پیار ادا کیں جس نے اسے بلا یاد ہمیں سب دنیا سے زیادہ پیار ہے	ساری دنیا کے ایٹم بمل کر بھی ایک دل
۸۸۵		اللہ تعالیٰ ہزاروں را ہیں تمہارے اختیار کے اظہار کے دنیا پر کھو لے گا	کوئی نہیں بدلتے
۵۲۱		دنیا کی وجہ توں اور عز توں سے ہمیں کوئی دچپی نہیں ہے	دنیا
۸۸۵		دین	ساری دنیا کو زندہ کرنے کیلئے ظاہری اور مادی سامان ہمیں نہیں دیے گئے
۱۰۰۸		ہم نے وعدہ کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے	خد تعالیٰ کے بندوں کو دنیا کی کوئی طااقت ہلاک نہیں کر سکتی
۱۷۹		مومنوں کے گروہ مرکز میں باری باری دین سیکھنے کیلئے آئیں	دنیا کی فانی چیزوں کے بدلہ میں ابدی نعمتیں تمہیں دی جائیں گی
۷۰۹		دین الحجہ نہ اختیار کرو	کسی الہی نور کو دنیا کی کوئی طاقت ہتھیاروں سے تباہ نہیں کر سکتی
۹۶۹		ف	دنیا کے اموال اور آرام اور اس کی دینی تبلیغیں
۳۶۶		ذیلی تنظیموں جماعتی نظام کو حق نہیں کروہ ذیلی تنظیموں	دینی کی فانی چیزوں کے بدلہ میں آسائشیں باطل ہیں
۲۱۰		کے کام میں خل دے	خدا کرے کہ دنیا کی دولت بھی آپ کو اتنی ملے اتنی ملے کہ دنیا حیران ہو جائے
۶۱۰		ذیلی تنظیموں کو بھی اپنے منصوبے اور پلان تیار کرنے چاہئیں	دنیا کی اشیاء ثمناً قلیلاً گی حیثیت رکھتی ہیں
۸۸		ذیلی تنظیموں کے سپرد محدود کام	دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں سے ٹھنڈی کر دی ہے
۳۸۲		محمد و دارہ عمل میں ہے	دنیا کا بڑا حصہ ہماری بات سننے کیلئے تیار نہیں
۵۷۲		جماعتی کام کو ذیلی تنظیموں کے کام پر مقدم رکھنا ہوگا	
۲۱۱		کسی تنظیم کا بھی دوسری تنظیم کے ساتھ	
۲۳۵		برادرست کوئی تعلق نہیں ہے	
۵۰۶		تمام تنظیموں خلیفہ وقت کے اعضاء ہیں	
۱۹۷			

			ہر ذیلی تنظیم کا اپنی حدود کے اندر رہنا ضروری ہے
۵۲	رمضان المبارک / روزہ / صیام	۵۰۶	بنیادی اور ذیلی تنظیمیں خلیفہ وقت کے ماتحث ہیں
۵۳	رمضان	۵۱۰	
	رمضان میں آسمانی رحمتوں کے		
۵۴۰	دروازے کھول دیئے جاتے ہیں		النصار اللہ
۶۶	ہمیں بہانہ بنا کر روزہ نہیں چھوڑنا چاہتے رمضان کے روزے اجتماعی عبادت	۵۰۹، ۵۰۳، ۲۱۱ تا ۲۰۸، ۲۰۲، ۱۲۵	النصار اللہ
۷۰	کی اجتماعی برکات حاصل کرنے کیلئے ہیں	۲۰۶، ۱۲۸، ۱۲۶، ۱۲۵، ۸۸	خدام الاحمدیہ
۹۸۰	روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں	۵۱۱، ۵۰۷، ۵۰۳، ۳۸۲، ۳۵۸، ۲۱۱ تا ۲۰۸	خدام الاحمدیہ
۱۰۰۳	رمضان رضا کارانہ سختی کا مہینہ ہے رمضان میں صدقہ خیرات کی طرف زیادہ		اطفال الاحمدیہ
۷۷	تجددی نی چاہتے رمضان کی عبادت ہر قسم کی عبادتوں کا	۵۰۹، ۳۵۹، ۳۵۸، ۳۲۰، ۳۱۹	اطفال الاحمدیہ
۱۰۱۶	مجموعہ ہے	۳۶۱	ہر احمدی پچے کو اسلام کا احمدی سپاہی بنانا والدین کا فرض ہے
۹۷۳	رمضان غیر تناہی روحانی، جسمانی، دینی اور دینی ترقیات کے دروازے کھلتا ہے ہر مومن بالغ اور عاقل کیلئے ضروری ہے	۲۵۶	بچوں کی پہلی دن سے ہی تربیت شروع کر دی جائے
۷۰	کوہ روزے رکھے	۵۵۹، ۵۰۹، ۵۰۵، ۳۵۸، ۲۰۹، ۸۸	لجنہ اماماء اللہ
۶۵	سفر اور بیماری میں روزہ نہیں	۸۵۷	صدر لجنہ اماماء اللہ امریکہ
	سحری		
۷۰	سحری کھانے اور نماز فجر کے درمیان فرق اول وقت میں افطاری اور آخری وقت	۵۹۳	عورت کی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ آئندہ نسل کی صحیح تربیت کرے
۷۱	میں سحری بڑی برکت کا موجب ہے		ناصرات الاحمدیہ
۵۷	قرآن کریم کا دور رمضان میں	۲۵۹، ۳۵۸، ۳۲۰، ۲۰۹	ناصرات الاحمدیہ
۵۶	رمضان میں نزول قرآن کریم کی ابتداء ہوئی	۹۵۷، ۹۵۶، ۵۱۱، ۵۰۹، ۵۰۵	

۱۰۲	جمعۃ الوداع میں کوئی طسمی خصوصیات نہیں	رمضان شریف میں تلاوت قرآن مجید بڑی کثرت سے کرنی چاہئے
۵۵۱	تمہارا ہر دن جمعۃ الوداع کی کیفیت رکھتا ہو ہر دن جو خدا کی یاد میں خرچ ہو وہ	تراتوٰح نمایز تراویح کی ابتداء رمضان کا آخری عشرہ
۵۳۷	جمعۃ الوداع کا ہی رنگ رکھتا ہے ز	اعیکاف مسجد سے اعیکاف کی عبادت کو لازم کرنے کی وجوہات مختلفین کو حقیقی اور انہائی خلوت
۱۷۲	تمہاری زبان دوزخ کی طرف بھی لے جاسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنت کی طرف بھی کبھی ہم نے جواب کے وقت زبان کی	میسر آنی چاہئے
۲۸۰	زری اور آہستگی کو ہاتھ سے نہیں دیا زندگی	لیلۃ القدر لیلۃ القدر کی تلاش اجتمائی لیلۃ القدر کا تعلق رمضان
۱۱۵	آخر دنی زندگی مغض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومن کو نصیب ہوتی ہے	کی آخری دس راتوں سے ہے لیلۃ القدر میں استغفار اور خاتمه بالذیر
۱۱۹	ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے لمحات گزارو س	کی دعا کرنی چاہئے انفرادی لیلۃ القدر سال میں کسی وقت ہو سکتی ہے
۷۷۲	مجوزہ سفر یورپ ۱۹۶۷ء	تمہیں ہر رات کو لیلۃ القدر بنا پڑے گا
۸۳۳	تشہر و حوالوں کو پلا دو شربت و صل و بقا	خدا کرے نیا سال لیلۃ القدر لانے
۸۱۳	سفر یورپ سے کامیاب مراجعت پر تفصیلی تذکرہ	کا موجب ہو یہ زمانہ بھی لیلۃ القدر کا زمانہ ہے
۷۵۳	مجوزہ دورہ یورپ کیلئے دعا کی تحریک سفر یورپ میں رحمٰن خدا کی رحمانیت کے جلوے دیکھئے	لیلۃ القدر نبی کا زمانہ بھی ہوتا ہے جمعۃ الوداع جمعۃ الوداع تمہیں حقوق اللہ اور
۸۳۵	یورپ میں نہایت کامیاب پر لیں کا انفرانز	حقیق العباد سے آزاد نہیں کرتا
۶۲		رمضان کی ابتداء
۷۶		رمضان کا آخری عشرہ
۷۷، ۷۶		اعیکاف
۹۶		لیلۃ القدر
۹۵		لیلۃ القدر کی تلاش
۱۰۱۳		اجتمائی لیلۃ القدر کا تعلق رمضان
۱۰۱۴		کی آخری دس راتوں سے ہے
۹۳		لیلۃ القدر میں استغفار اور خاتمه بالذیر
۱۰۱۳		کی دعا کرنی چاہئے
۵۵۱		انفرادی لیلۃ القدر سال میں کسی وقت ہو سکتی ہے
۵۲۵		تمہیں ہر رات کو لیلۃ القدر بنا پڑے گا
۱۰۱۹		خدا کرے نیا سال لیلۃ القدر لانے
۱۰۱۸		کا موجب ہو یہ زمانہ بھی لیلۃ القدر کا زمانہ ہے
۱۰۶		لیلۃ القدر نبی کا زمانہ بھی ہوتا ہے جمعۃ الوداع جمعۃ الوداع تمہیں حقوق اللہ اور

شیطان		سفر یورپ اخبارات کے ذریعہ اشاعت	
۵۳۸	اللہ نے بندوں پر شیطان پر تسلط نہیں ہوتا تمام گناہ شیطانی و سوسے سے پیدا	۸۷۲	اسلام کا موقع ملا سینما
۳۹۰	ہوتے ہیں ہمارا حقیقی دشمن شیطان ہے اور وہ	۳۵۷	سینما دیکھنے والے چھوڑ دیں تو یہ قم خدائی را میں دے سکتے ہیں
۲۲۵	بڑا جوکس ہے شیطان نے خدا کے وجود کا انکار نہیں کیا تھا		ش
۱۹۰	یہ قومیں خدا کے وجود کا انکار کرتی ہیں یہ زمانہ شیطان اور حُمَن کی آخری جنگ کا ہے		شرک
۷۸۵	شیطان کا سر کچلا جائے گا	۲۵۱	پھٹتی ہیں
۷۶۳	شیطانی و سوسوں کی سب را ہیں بند کر دیں	۲۵۳	شرک کی بدی تکبر سے پھٹتی ہے
۱۷۳	شیطان انسان کو غیر اللہ کی طرف بلاتا ہے بیشاست ایمان سے شیطانی حملوں کا		اباء اور استبار سے شرک جلی اور شرک
۵۰۶	خطر نہیں رہتا	۲۵۲	خفی پیدا ہوتا ہے
۵۶۶	ہم اپنے زور سے شیطان سے نہیں بچ سکتے اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کریں		شکایت
	شیطان و سوسے ڈال کر خود غائب ہو	۲۸۵	بے نام شکایات چاڑ کر پھینک دی جاتی ہیں
۳۹۰	جاتا ہے		خلیفہ وقت سے شکایت کیلئے پر اپر چیل
۱۷۳	شیطان حسد اور تعصّب پیدا کرتا ہے	۲۸۷	کی ضرورت نہیں ہے
۱۷۵	شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے		شکر
۵۰۰	شیطان کی پوری کوشش خدا کی مقرب جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کی ہوتی ہے شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ تمہارے اپنے رب سے تعلقات استوار اور	۱۹۰	مادی سامان ملنے پر یہ قومیں شکر اور حمد کی بجائے خدا کے وجود سے منکر ہو گئیں
۱۷۶	مستحکم نہ ہوں	۱۵۰	اللہ تعالیٰ ادائے شکر پر مزید احسان کرتا ہے شکر گزاری کے نتیجہ میں جماعت کو پہلے
۱۳۳	شیطان کا کام و ساویں پیدا کرنا ہے	۲۷۵	سے زیادہ نشان اور آیات دکھاتا ہے

			ص	صبر
۸۷	نو جانوں کی اخلاقی، اقتصادی، اور دینی حالت کی حفاظت کرنا ناظرات امور عامة کا کام ہے			
۸۵	ناظرات تعلیم	۱۹۳	صبر اور تدبیر کو انہاتک پہنچا دو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو	
۱۷۹	صدر انجمن احمدیہ کے چندوں کی طرف توجہ کریں	۱۹۲	صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرو	صحابہ رسول ﷺ
۲۳۲	کا بجٹ پورا کریں قواعد ہمارے ماتحت ہیں ہم قواعد کے ماتحت نہیں	۸۲۲۶۲۲۳،۲۲۵	صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
۸۸	جماعتی نظام اپنی ذمہ داریاں	۸۹۹	صحابہ رسول کریم ﷺ کثرت سے ۱/۵ حاصل کر لیا تھا	صحابہ رسول کریم ﷺ کثرت سے ۱/۵ حاصل کر لیا تھا
۲۰۹	پوری کرے جماعتی نظام کو حق نہیں کروہ ذمیلی تنظیموں کے کام میں خل دے	۳۵۷	سے زیادہ قربانی دینے والے تھے	صحابہ چلنے، پھرتے، حسب استعداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے
۲۱۰	نظام جماعت کی پابندی کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں اسی میں برکت ہے	۸۹۸	جماعتی اداروں کو منظم جدوجہد اور منصوبہ بندی کرنی چاہئے	صدر انجمن احمدیہ
۳۹۵	صفائی	۹۵۳،۲۱۸،۳۹۲،۲۰۶	جماعتی اداروں کو منظم جدوجہد اور منصوبہ بندی کرنی چاہئے	صدر انجمن احمدیہ
۵۵۵	روہ کا ماحول ظاہری اور باطنی طور پر صاف سترہ رہے	۸۲	جماعتی ادارے سال نو کے کام کے منصوبے تیار کر کے پیش کریں	جماعتی ادارے سال نو کے کام کے منصوبے تیار کر کے پیش کریں
۴۰۶	شریعت اسلامی ظاہری اور جسمانی صفائی اور روحانی پاکیزگی کی تعلیم دیتی ہے	۸۳	صدر انجمن احمدیہ کے مختلف اداروں کو بھی اپنے کاموں کی طرف توجہ کرنی چاہئے	صدر انجمن احمدیہ کے مختلف اداروں کو بھی اپنے کاموں کی طرف توجہ کرنی چاہئے
	ط			
	طابع علم	۸۵	کرنی چاہئے	
۸۷	اچھاد ماغ رکھنے والے طابع علم کو سنبھالنا جماعت کا فرض ہے	۳۸۳،۱۲۵،۸۵	ناظرات اصلاح و ارشاد	ناظرات امور عامة

عنفو	طوف
خد تعالیٰ سے اس کا عنفو اور معرفت طلب کرنی چاہئے	طوف عشقِ الہی کی ایک نشانی ہے بیت اللہ کا طوف
عقل	ع
روس کو اللہ تعالیٰ دنیوی عقل تو عطا کی لیکن دین کی آنکھ سے عطا نہیں کی محض اپنی طاقت توں، قوتوں، عقل، فراست،	عاجزی اگزاری کامیابی کیلئے عاجزی اور اگزاری کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھکو
علم اور تحقیق پر بھروسہ نہ کرنا	عاجز ائمہ را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے
عقل تو خود انہی ہے گرینہ الہام نہ ہو	اپنے رب کے آستانہ پر آگریں
عید الاضحیہ	عاجز ائمہ اور عاشقانہ اعمال کے بہترین
عیسائیت	نتاں کج مقدر کئے جاتے ہیں
۷۹۹، ۷۹۸، ۵۷۳، ۹۲ ۹۳۷، ۹۳۵، ۸۸۵، ۸۲۰، ۸۰۵	صرف عجز کی چادر پر انوار قرآنی کا رنگ
عیسائیوں رومن کی تھوک عیسائیوں کو سورۃ فاتحہ کے مقابلہ میں اپنی کتب سماوی سے دلائل	چڑھ سکتا ہے
پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی	فروتنی اور عاجزی سے کامیابی ملتی ہے
عیسائیت کے خلا کو اللہ تعالیٰ احمدیت	صرف فروتنی کی چابی سے قرآنی علوم کا
اور اسلام کے ذریعہ بھی پُر کرے گا	دروازہ کھولا جاسکتا ہے
عیسائیت دنیا سے ختم ہو چکی ہے	عربی زبان
عیسائیت یورپ میں مرچکی ہے ایک	عربی زبان سکھنے کی طرف توجہ کریں
خلا پیدا ہو رہا ہے	عزت
اگر ایک عیسائی سارا قرآن اور تمام تفسیر بھی پڑھ جاتے تب بھی وہ قرآن	عزتیں اور جاہتیں بھی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں
کوئی بھی سمجھ سکتا	
عیسائی عورتیں اور مردانہ تائی قسم کی قربانی	
اپنے باطل مذہب کے لئے دے رہے ہیں	حقیقی عزت وہ ہے جو خدا تعالیٰ سے ملتی ہے
عیسائیوں نے اپنے تمام اسباب یسوع	

			میسح کی خدائی ثابت کرنے پر گاہیے
۳۲۵	اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ قرآن کریم کاراستہ ہی ہے	۲۵۳	عیسایوں کی اپنے نہ ہب کیلئے قربانیاں
۳۲۲	اللہ تعالیٰ تعلیم القرآن اور وقف عارضی کی سیکیم میں بہت برکت دے گا	۳۵۲	مغربی اقوام عیسایت کو عملاً اور عقلاً چھوڑ چکی ہیں
۲۸۷	قرآن کریم کی اتباع سے اجر کریم کی بشارت دائی خوشحالی قرآن کی اتباع کے بغیر	۹۲۱	مغربی اقوام عیسایت اور نہ ہب سے بے تعلق ہو رہی ہیں
۲۸۳	نہیں مل سکتی اتباع قرآن آسمانی رفتگوں کے	۹۲۲	حضرت مسیح موعود مبعوث نہ ہوتے تو عیسایت میدان مار چکی ہوتی
۲۹۷	دروازے کھولے جاتے ہیں مسلمانوں کو ارفع مقام اتباع قرآن	۶۵۰	کیتھولک چچ
۳۰۳	ہی کے نتیجے میں ملا قرآن کریم کی اتباع سے ایک عجیب	۲۲۶	ف فضل عمر فاؤنڈیشن
۲۸۳	پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے	۳۵۸	فضل عمر فاؤنڈیشن بھی انفاق فی سبیل اللہ ہی کی ایک شق ہے
۳۲۳	قرآن کریم کی آٹھ اندر ورنی خوبیوں کا تذکرہ	۳۲۹	فضل عمر فاؤنڈیشن کا دیگر سکیموں سے گہرا تعلق ہے
۲۸۶	قرآن کریم سے اچھی کتاب کا تصور ممکن نہیں احمدیت ہمیں سکھاتی ہے کہ قرآن سے	۳۶۰	فضل عمر فاؤنڈیشن کے قیام کا مقصد فضل عمر فاؤنڈیشن کی وصولی کی
۲۷۵	زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں قرآن کریم آخری، کامل اور مکمل	۸۰۸	طرف توجہ کریں فضل عمر فاؤنڈیشن میں بثاشت قلبی
۷۶۷	شریعت ہے قرآن کریم تمام اقوام عالم کی	۹۱۹	سے شامل ہوں
۵۸	استعدادوں کو مد نظر رکھ کر اُتارا گیا قرآن کریم نے انفاق فی سبیل اللہ	۹۲۳	سرماہی کو کام میں لگانے کیلئے احتیاط کی ضرورت ہے
۳۲۵	پر بہت زور دیا ہے جو لوگ قرآنی احکام کے مطابق اپنی	۱۸	ق قرآن کریم
۳۸۲	زندگیوں کو ڈھالتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند بن جاتے ہیں	۲۹۷	قرآن کریم میں ابدی صدقیتیں اور بنیادی ہدایتیں ہیں

۱۳۸	قرآن پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے	۳۶۳	قرآن کریم تمام برکات کا مجموعہ ہے قرآن کریم کے ذریعہ دل اور سینہ کی
۳۲۲	قرآن ہر پہلی کتاب کو منسوخ کرنے والا ہے	۳۸۹	ہر روحانی بیماری دور ہو جاتی ہے حضرت مسیح موعود نے بیش بہا لعل و جواہر
۳۲۶	رحمت کے ہر قسم کے سامان صرف قرآن سے ہی حاصل کئے جاسکتے ہیں	۱۲۳	قرآن سے نکال کر ہمارے سامنے پیش کئے ہیں
۱۳۸	جماعتی نظام قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کرے	۳۲۳	قرآن میں تمام پہلی کتب سماویہ کے بنیادی اصول بھی ہیں
۲۰۷	ساری جماعت کو قرآن کریم پڑھانے کی طرف توجہ کرنی چاہئے	۳۳۲	قرآنی تعلیم گناہوں اور بدائع مالیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتی ہے
۱۲۳	قرآن کریم سے سب سے زیادہ پیار کرو قرآن کریم کی تمام پیشگوئیوں کو مانا	۲۰۰	قرآن بے مثال اور بے بہا جو ہرات کا خزانہ ہے
۳۲۲	ضروری ہے قرآن کریم کی پیروی سے	۶۰۶	قرآن کریم کے نور کے ذریعہ بچوں کی تربیت کریں
۶۸۰	قبولیت الہی کے مراتب متلتے ہیں جمال و حسن قرآن نور جاں ہر مسلمان ہے	۳۳۳	قرآن کریم مادی اور روحانی ترقی کی طرف راجه نمای کرتا ہے
۱۲۳	قمر ہے چاند اور وہ کا ہمارا چاند قرآن ہے قرآن کریم میں چھسات صد	۳۳۲	قرآن عظیم کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے قرآنی تعلیم آیات بینات کے ساتھ یقین
۶۵۳	اوامر اور نوایی ہیں قرآن کریم کو چھوڑ کر مسلمان	۶۵۱	کی رفتگوں تک پہنچاتی ہے تمام جہاں کی تقدیر قرآن کریم سے
۳۰۳، ۱۲۳	قرمزیت میں گر گئے	۳۰۶	وابستہ کردی گئی ہے
۳۱۸	قرآن کریم اور اس کی دس صفات حسنہ		ہراحمدی گھر صبح کے وقت تلاوت
۲۰۷	قرآن کریم کا ہر ایک حکم واجب عمل ہے قرآن کریم خدا کی لعنت اور اس کے	۱۲۶	قرآن کریم کر رہا ہو
۳۲۷	غضب سے بچنے کی دعائیں سکھاتا ہے قرآن کریم ایک نہ ختم ہونے والا	۳۶۰	قرآن نہ ہوتا تو دنیا میں توحید خالص بھی نہ پائی جاتی
۲۷۵	خرانہ ہے	۱۳۸، ۱۲۳	قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کی طرف توجہ دیں

۲۹۳	قرآن شریف عالمگیر کتاب ہے قرآن کریم میں نظام علومِ مادی کے بنیادی اصول بھی ہیں قرآن کریم کے علم کے لئے خدائے رحیم کے سامنے جھکو قرآن پر عمل کیلئے ہمیں اس کا علم اور واقفیت ضروری ہے قرآن کریم علوم کا نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے قرآن شریف ساری ہدایتوں اور سارے علوم کا جامع ہے قرآن کریم میں غیر محدود حکمتیں اور معارف پوشیدہ ہیں قرآن کریم میں تمام صداقتیں اور علوم حقہ آگئے ہیں قرآن کریم غیر محدود حقائق اور علوم اپنے اندر رکھتا ہے قرآن کریم میں فتنوں اور آزمائشوں کا ذکر قرآن کریم مکمل کامل، اکمل اور آخرت کتاب ہے قرب الہی کی راہیں قرآن نے ہمارے لئے کھوی ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مبارک کہا ہے مسلمانوں پر تب ادب آیا کہ جب تعلیم قرآن کو بھلایا	۳۸۸ ۱۳۸ ۳۷۷ ۵۹ ۲۵۰ ۲۷۱ ۲۹۲ ۶۵۲ ۶۷۱ ۶۶۵ ۶۶۹ ۳۹۲ ۶۵۰ ۶۵۰	قرآن کریم کی چار خوبیاں ہر قسم کی خیر قرآن کریم سے ہی مل سکتی ہے سب سے بہتر اور کامل دعا سورۃ فاتحہ ہے انسانی دماغ خواہ کتنی ترقی کر لے قرآن کریم کا ہتھاں ج رہے گا قرآن کریم کی مثال شجرہ طیبہ اصل شریعت اور ہدایت قرآن کریم میں ہے قرآن کریم ہر زمانہ کی ضرورتوں کا متنسل ہے قرآنی شریعت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالو۔ تم خیر امت بن جاؤ گے ^۱ قرآن کریم تمام شرائع سابقہ کی زمانوں کے لئے ہے قرآن کریم تمام شرائع سابقہ کی بنیادی صداقتیں اور ہدایتوں پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی ہے شریعت اسلامیہ کے بعد پیدا ہونے والے ادیان کا سرکچلنے کی طاقت بھی قرآن میں موجود ہے جب شیطان حملہ آور ہو قرآن کریم ہاتھ میں لے کر مقابلہ کرو قرآن کریم انسان کی روحانی، جسمانی معاشرتی، اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی ضرورتیں پوری کرنے والی کتاب ہے قرآن کریم اپنے ذاتی کمالات، فضائل اور بے نظیر تعلیمات اپنی ضرورت اور صداقت کو ثابت کر سکتی ہے
-----	--	---	--

			مطالبات تحریک جدید قرآن مجید کے
۱۷۳	قول احسن قول احسن کہا کرو خد تعالیٰ کی نگاہ میں قول احسن یہ	۲۳۸ ۳۶۳	مطالعہ جہاد کی شفیعیں ہیں قرآن کریم خود اپنا مفسر ہے
۱۷۹	ہے کہ اسے پورا کیا جائے اللہ تعالیٰ کے بندے قول صادق پر	۱۲۰	اپنی اولادوں کو ناظرہ اور ترجیح قرآن سکھائیں
۱۷۳	ہی نہیں قول سدید پر کار بند ہوتے ہیں	۲۹۹، ۴۰۶	کوئی شخص ایسا نہ رہے جو قرآن کریم ناظرہ نہ پڑھ سکتا ہو
	قيامت		
۵۶۵	میدان حشر میں انسان تو انسان فرشتہ بھی لرز رہے ہو گئے	۳۰۵	قرآن کریم کے نور سے منور انسان فضلوں کا وارث ہوتا ہے
	قانون قدرت		
۳۲۳	قانون قدرت ناقص اصطلاح ہے	۵۸	قرآن کریم بندے کی ہدایت کو درجہ درجہ بڑھاتا چلا جاتا ہے
	ک		قربانی
	کمیونزم		جن خاندانوں نے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں قربانی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں کہیں بڑھ کر واپس کیا
۹۳۲	کمیونزم کا غالبہ تاریخ انسانیت کا نہایت دکھدہ الیہ ہے	۶۱۹	اسلام کی راہ میں ہر وقت ہم ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار ہیں
	گ		
	گناہ		
۱۵۷	گناہ پیدا ہی اُس وقت ہوتا ہے جب دل میں غیر اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے	۲۸۲ ۱۶۲	خد تعالیٰ جذبات کی قربانی بھی لینا چاہتا ہے اور لے رہا ہے محبورو کردی جانے والی قربانیاں خدا تعالیٰ کی نظر میں کوئی قدر نہیں رکھتیں
	م		
	مایوسی		
۸۷۶	کسی احمدی میں کسی قسم کی مردی نظر نہیں آئی چاہئے	۱۶۲ ۲۲۳	بشاشت اور خوشی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہنا چاہئے ہمیں ہر قسم کی قربانیوں کیلئے تیار ہنا چاہئے
۱۷۷	اللہ تعالیٰ مایوسی سے روکتا اور اپنی رحمت کی طرف متوجہ کرتا ہے	۱۰۲۱	جماعت کم و بیش آئندہ تیس سال قربانیوں کو اپنی انتہائی پہنچائے

				مجلس مشاورت
۹۱	مسجد		۹۵۷، ۹۱۹، ۳۱۸، ۱۹۲	رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۲ء
۸	مسجد مبارک ربود		۲۳۱	
۲۲۶	مسجد (آگرہ)			مخالفت
۱۶۲	مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں ہماری بہنوں نے دنیا کو بڑا اچھا نمونہ دکھایا ہے		۲۸۱	گالیوں اور تحقیق آمیز باتوں کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں
۸۱۵، ۷۹۱، ۷۷۲، ۳۵۱	مسجد نصرت جہاں افتتاح کو پن ہیگن ڈنمارک		۵۲۳	خد تعالیٰ کا لگایا ہوا پودا مخالفت سے مرا نہیں کرتا
۸۵۲، ۸۲۲			۲۳	درسہ احمدیہ
۷۷۷	مسجد قصیٰ قادریان		۹۵۷، ۳۳۷، ۳۰۷ تا ۳۰۵، ۱۲۶	مربی سلسلہ
۸۶۷، ۷۵۸	مسجد مبارک قادریان		۹۵۷، ۹۵۶	مربی اطفال
۸۰۲	مسجد فضل لندن		۷۵۰، ۵۵۳	مربی ضلع
۲۸	معاشرہ کے طبقات بنائے ہیں			ہمارے مربی معلم اور انسپکٹر جو سال میں چھ سال مہ سفر کرتے ہیں یہ بھی مجاہد ہے
۳۹۸	مقام تمہارا قدماً آگے جانا چاہئے		۲۹۵	مدہب اس زمانہ کی عالمگیری مذہبی کشی جاری ہے افریقی ممالک "بد مدہب" کھلانے کے زیادہ مستحق ہیں
۲۸۲	مقام ابراہیم امت مسلمہ میں لاکھوں وجود مقام ابراہیم		۲۷۳	مسافر مسافر سے تھوڑی سی بے رنجی اس کے دل پر گہرا اثر چھوڑتی ہے اللہ تعالیٰ نے مسافر سے ہمدردی پر
۸۸۹	منافق کی علامت ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے		۲۷۴	بہت زور دیا ہے
۲۸۹	مداہنت اور منافق تقریباً ابر ہے		۲۷۴	مسافر کے متعلق جو فرائض ہیں
۱۱۳	مومون اللہ تعالیٰ مومنوں کو قوت برداشت		۲۷۴	انہیں ادا کرنے کی کوشش کریں ابن اس بیل کیلئے اپنا مال اور وقت قربان کرنے کیلئے تیار ہیں
			۲۷۵	

			عطا کر کے ان کیلئے تسلیم کے سامان
۷۰	نوافل	۱۶۵	مہیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مومن کی نیت پر بھی ثواب دیتا ہے
	نوافل کے ذریعہ مقام محدود حاصل کرنے کی کوشش کرو	۱۲۵	اللہ تعالیٰ مومن کی نیت پر بھی ثواب دیتا ہے
۹۷	ہمیں فرائض کی طرف متوجہ ہونا چاہئے	۱۲۵	خوف کے تیجہ میں مومن کے دن میں
	نوافل زائد عبادت ہے	۱۱۳	ما یوسی پیدا نہیں ہونی چاہئے
	و		مختلف قسموں کی آزمائشوں سے مومنوں
	وصیت		
۳۲۶	موصی صاحبان کی تنظیم کا اجراء	۲۱۸	کو آزمایا جاتا ہے
	وصیت کرنے والی بینیں الگ مجلس بنائیں	۹۸۹	سچے مومن کی پانچ نشانیوں کا بیان
۳۲۸	اور ایک نائب صدر منتخب کریں بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے	۵۶۵	ن
	موصی قرآن کریم کی تمام برکتوں کے		ہماری نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ
۳۲۶	وارث ہونگے		اللہ تعالیٰ بخش دے
	تعلیم القرآن اور وقف عارضی کی تحریک کو موصی صاحبان کی تنظیم سے ملتی	۱۲۶	نسل
۳۲۶	کیا جاتا ہے		اپنی آئندہ نسلوں پر حرم کرو
	موصی صاحبان پر قرآن کریم کے انوار		نصرت
۳۲۶	کی اشاعت کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے	۳۸۰	آسمانی نصرتوں کے دروازے کن پر کھلنے ہیں
	وقف جدید اجمان احمدیہ		مجھرا نصرت کیلئے اپنے رب سے
۳۲۶	۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴	۹۹۳	زندہ تعلق پیدا کریں
	حضرت مصلح موعود نے ۱۹۵۱ء میں		نماز
۳۱۲	وقف جدید کی تحریک کی	۳۱۶	سچی نماز فرشا اور منکر سے روکتی ہے
۷۸۸، ۷۹۹	بچے وقف جدید کا سارا بوجھ اٹھائیں	۷۰۲	حقیقی عبادت کے لئے محبت، ایثار تذلل اور انصار ضروری ہے
۳۲۱	اے احمدیت کے عزیز بچو! وقف جدید میں شامل ہو کر مفت کا ثواب حاصل کرو	۲۷۳	نماز کو شر اکٹ کے ساتھ بجالانا حقیقی نیکی ہے
۹۵۶	بچوں کو وقف جدید کی طرف متوجہ کریں	۵۶۶	نماز کیلئے بھی خدا سے توفیق چاہو اور مدادر نصرت طلب کرو

۷۱۱	وقف کی روح کو زندہ کیا جائے		جماعتیں وقف جدید کا چندہ دیں تاکہ
۳۸۰	ہمارے نوجوان زندگیاں وقف کرتے ہیں	۲۱۵	معلمین کو گزارہ بھی دیا جاسکے
۷۵۰	بطور مربی اور معلم زندگیاں وقف کریں	۵۲۳	وقف جدید کے چندوں کی طرف متوجہ ہوں
	جماعت کو جتنے واقفین کی ضرورت ہے	۵۲۲	رحمت کا ایک دروازہ وقف جدید
۳۸۰	اتے نہیں آ رہے	۵۲۳	وقف جدید کے سال نو کا اعلان
۹۶۶، ۹۶۵، ۹۵۴، ۵۰۳	وقف عارضی	۹۵۸، ۷۵۰، ۱۲۶	معلم وقف جدید
	وقف عارضی کی تحریک اللہ تعالیٰ نے		اساتذہ اپنی باقیہ عمر وقف جدید میں
۳۰۶	میرے دل میں ڈالی ہے	۳۱۷	وقف کریں
۱۸۲	اینا دیوالا گا کہ توں رنج جاویں گا	۸۸	وقف جدید انجمان احمدیہ یونیورسٹروں
	پروفیسر، پیکھرا اور اساتذہ اپنی رخصتوں		معلم اور چاہئیں
۱۸۵	کے ایام وقف عارضی کیلئے پیش کریں	۳۱۵	جماعتیں واقفین نہیں دیں گی تو میں
۳۰۶	پانچ ہزار واقفین عارضی کی ضرورت		معلمین کہاں سے مہیا کروں
	شاپر کسی وقت وقف عارضی کو جبری		وقف جدید کے ماتحت کم از کم ایک
۳۰۶	تحریک قرار دے دیا جائے	۳۱۵	معلم ہر جماعت میں ہونا چاہئے
	واقفین عارضی سے جماعتوں میں ایک		جماعت توجہ کرے تو وقف جدید کے
۳۰۳	نئی زندگی پیدا ہو گئی ہے	۳۱۶	ہر سال دو گنے واقف آ سکتے ہیں
	واقفین عارضی حکومت وقت سے تعاون کا		آئندہ سال وقف جدید کیلئے کم از کم
۱۸۳	ذریعہ بھی بنیں	۳۱۷، ۳۱۶	ایک سو واقفین چاہئیں
	واقفین عارضی اپنے خرچ پر تربیت اور	۵۲۳	وقف جدید کو ملخص واقف دیں
۲۰۶	اصلاح کا کام کریں	۹۵۸	وقف جدید کیلئے معلم بھی دیں
	سال میں دو سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ		وقف عارضی کے ذریعہ وقف جدید کی
۱۸۳	دین کی خدمت کیلئے وقف کریں	۵۲۳	اہمیت واضح ہوئی
	واقفین عارضی رخصتوں اپنے رب کیلئے	۱۳۷	وقف زندگی
۱۸۵	حاصل کریں		واقفین زندگی کا غیر ممالک جانا بھی
	واقفین عارضی زمینداروں کی راہنمائی	۳۲۲	ہجرت کی ایک قسم ہے
۱۸۳	کریں کہ وہ زیادہ غلبہ پیدا کریں	۶۲۶	حضرت ابراہیم سے وقف زندگی کا عہد

			واقفین عارضی سست اور غالباً افراد کو چھست کرنے کی کوشش کریں
۳۲۵	کیلئے جاری کی گئی ہے وقف عارضی کی تحریک قرآن کریم سکھانے	۱۸۳	وقف عارضی کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے اوقات وقف کریں
۱۸۳	کی کوشش کریں وقف عارضی مقامی جگہ ختم کروانے	۱۸۵	طالب علم اور استاد چھٹپاؤں میں دو ہفتے وقف عارضی کریں
۱۸۵	کو دوڑ کرنا وقف زندگی بھی مجہد کی ایک قسم ہے	۲۹۳	وقف عارضی کی تحریک قرآن کریم ناظراً اور باترجمہ پڑھائیں
۳۲۳	وقف عارضی کا نظام و صیت کے ساتھ بڑا گہر اعلق ہے	۱۸۳	وقف عارضی کی تحریک قرآن کریم سیکھنے سکھانے کیلئے جاری کی گئی ہے
۳۲۵	مجلس موصیان کے سپرد وقف عارضی کی سیکیم کی نگرانی بھی ہے	۳۲۵	وقف عارضی کی تحریک اشاعت قرآن اور جماعت کی تربیت کیلئے ہے
۳۲۶	تعلیم القرآن اور وقف عارضی کی تحریکوں کو موصی صاحبان کی تنظیم سے متعلق کیا جاتا ہے	۳۰۱	واقفین عارضی کے ذریعہ جماعتوں کی کمزوریوں سے واقفیت ہوتی ہے
۳۲۷	ہر سال کے کم از کم پانچ ہزار واقفین عارضی چاہئیں	۳۰۷	وقف عارضی کے ذریعہ جماعتوں میں زندگی کے آثار نمودار ہو گئے ہیں
	۵		وقف عارضی کرنے والے کی اپنی تربیت بھی ہو جاتی ہے
۲۵۳	ہمارے کسی اتحاداً کے بغیر آسمان سے ہدایت کو نازل کیا	۳۰۸	وقف عارضی کرنے والوں سے یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ وہ کتنے میل اپنے
۳۲۹	ہندو مند ہب ہندو مند ہب میں رحم خدا کا کوئی	۳۳۷	خرچ پر سفر کر سکتے ہیں
۳۱۹	تصویر نہیں	۳۸۰	وقف عارضی کیلئے اپنے نام پیش کریں
۳۲۹	یہودی	۵۳۳	وقف عارضی کی طرف متوجہ ہوں
		۸۳۰	وقف عارضی کو قائم کریں اور واقفین سے کام لیں

اسماء

<p>۸۱۶ احسان علی۔ ڈاکٹر</p> <p>۲۳۱، ۱۳۰ امام راغب</p> <p>۹۱۸، ۸۱۹ امۃ الحفظ بیگم۔ حضرت صاحبزادی نواب</p> <p>۸۲۳ امۃ الشکور۔ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث</p> <p style="text-align: center;">ب</p> <p>۸۲۱ بشیر احمد۔ آرجوہ</p> <p>۸۸۸، ۸۳۷ بشیر احمد فیق۔ امام</p> <p>حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد</p> <p>۸۳، ۸۲، ۲۸ خلیفۃ المسیح الثانی</p> <p>۲۲۹، ۳۵۰، ۳۲۵، ۳۵۲، ۲۰۹، ۱۴۳، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵</p> <p>۲۹۷، ۲۸۲، ۲۱۷، ۵۰۷، ۲۹۶، ۲۹۵، ۲۸۲۶۳۸۲۶۳۶۱</p> <p>۱۰۲۱، ۹۲۱، ۹۲۰، ۸۸۷، ۸۸۳، ۸۵۷، ۸۳۳، ۸۲۸</p> <p>۸۰ پیشگوئی مصلح موعود</p> <p>جماعت حضرت مصلح موعود سے</p> <p>۳۶۰ والہانہ عقیدت رکھنے والی ہے</p> <p>حضرت مصلح موعود کے ذریعہ</p> <p>۶۸۱ سینکڑوں نشانات دنیا نے دیکھے</p> <p>۷۱ بلاں۔ حضرت</p> <p style="text-align: center;">ج</p> <p>۵۰ جابر بن عبد اللہ۔ حضرت</p> <p>۹۷۸، ۹۶۹، ۷۳، ۵۶ جبراًیل۔ علیہ السلام حضرت</p> <p>۲۳۲، ۲۳۱، ۲۳۰، ۲۲۹، ۲۲۸ جلال الدین شمس۔ حضرت مولانا</p>	<p>۲۶۱ آدم۔ علیہ السلام حضرت</p> <p>اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ کے قریب آدم دنیا میں پیدا کئے</p> <p>اللہ تعالیٰ نے آدم پر وحی فرماء کہ بیت اللہ کی تعمیر کروائی</p> <p>۱۰۳ ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت</p> <p>۲۸۲، ۲۷۸، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۲۸، ۳۶۷</p> <p>۸۲۲، ۲۷۵۸، ۲۷۳۲، ۲۷۲۳، ۲۷۰۳، ۲۸۹</p> <p>۱۰۳ آپ کو آگ میں ڈالنا</p> <p>۱۳۳ آپ کا اللہ تعالیٰ سے عدیم المشال</p> <p>۱۳۶ اپنی اولاد کا خانہ خدا کیلئے وقف</p> <p>۱۰۲ آپ کی نسل نے اڑھائی ہزار سال تک قربانیاں دیں</p> <p>۷۳۱ اسما عیل علیہ السلام۔ حضرت</p> <p>۷۱ ابن اُمّ مکتوم۔ حضرت</p> <p>۷۲۵، ۷۵ ابو بکر صدیق۔ حضرت</p> <p>۱۰۰۱، ۶۰۳، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۵۱ ابن عباس۔ حضرت</p> <p>۷۱۰، ۸۷ ابن مسعود۔ حضرت</p> <p>۹۱۷، ۳۳۱، ۳۲۸، ۲۱۲ ابو العطاء۔ مولانا حضرت</p> <p>۶۸۵، ۱۱۲، ۷۳، ۵۰، ۳۹ ابو ہریرہ۔ حضرت</p> <p>۱۵۰، ۱۰۳ ابو یزید بسطامی</p>
--	--

			پاپیہ کے عالم، عاشق رسول احمدیت کے فدائی تھے
۲۰۳	حضرت عائشہ صدیقہ سینکڑوں غلام ایک وقت میں آزاد کر دیا کرتی تھیں	۷۲۲	ایک نہس کے بد لے اللہ تعالیٰ
۹۶	عباس۔ حضرت	۷۲۳	ہزاروں اور نہس عطا فرمائے گا
۸۲۰	عبد الرحمن	۷۲۴	نہس صاحب نے خدا کی رضا کی خاطرا پی زندگی کو گزارا
۳۳۱	عبد الرحمن خادم۔ مولانا حضرت		ایک نہس غروب ہوا تو اللہ تعالیٰ
۸۵۲، ۸۵۰	عبد السلام میڈین	۷۳۰	ہزاروں نہس اور چڑھائے گا
۳۳۲	عبد الکریم۔ حضرت مولوی		نہس صاحب کی حضرت مصلح موعود کے
۳۳۷	عبداللطیف۔ حضرت صاحبزادہ شہید	۷۳۰	دل میں بڑی قدر تھی
۳۹۳، ۳۹۳	عثمان۔ حضرت	۷۳۱	خالد کا خطاب
۸۸۳	عکرمه	۸۲۰، ۸۱۹	ح، خ جمیدہ بیگم
۹۲۹	علی بن عمر دارقطنی۔ حضرت	۸۰۰	خالد
۳۹۳	علی کرم اللہ وجہ۔ حضرت	۸۸۳	خالد بن ولید۔ حضرت
۲۲۶	عماد الدین۔ مولوی		ر، ز
۲۸۱، ۳۲۵، ۳۲۸، ۷	عمر فاروق۔ حضرت	۷۳۲، ۷۲۸	روشن علی۔ حضرت حافظ
۷۹۹، ۳۶۷	عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت	۳۶۷	زرتشت۔ علیہ السلام حضرت
	غ	۷۰	زید بن ثابت۔ حضرت
۳۶۹	غلام احمد۔ مولوی بد ملی		س
	حضرت مرزا غلام احمد قادریانی	۸۱۶	سلطان احمد۔ حضرت مرزا
	مسح موعود و مہدی مسیحہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۶۷	سلیمان علیہ السلام۔ حضرت
۹۳۵، ۹۳۱، ۹۳۰، ۸۲۸، ۱۲	حضرت مسح موعود علیہ السلام	۳۹۳	سنگھا۔ الحاج گورنر جزل گیبیا
	حضرت مسح موعود علیہ السلام کرو حانی	۷۱	سحل بن سعد۔ حضرت
۳۶۲	فرزندوں میں سے سلام بھیجا گیا		ع
	اللہ تعالیٰ نے حضرت مسح موعود کو دلائل،		
۱۹۰	مجزرات اور روشن نشانات عطا فرمائے ہیں	۱۰۰۶، ۷۳۶، ۲۰۰، ۹۲، ۷۲۶، ۷۰۰	عاشرہ صدیقہ۔ حضرت

۳۵۸	صحابہ سے ملجب مجھ کو پایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ توحید خالص کے قیام کی مہم	۲۳۰ ۹۰۶ ۸۷۲	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وابستہ ہو کر ہی تمام فضل اور برکتیں کی جائیں گی غلام رسول - حضرت مولانا راجنی	۶۹۶ ۱۸۸ ۲۳۶ ۳۰۱	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت قد سیسے سے ایک زندہ جماعت پیدا ہوئی مسیح موعود کے زمانہ میں اقوام کو وحدت بنایا جائے گا	۷	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد دنیا میں غلبہ اسلام ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تکبر سے نچنے پر بہت زور دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لا جواب تفسیر قرآن
	ف		۵۹۲		حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض		
۷۷۶	فاروق شاہ - مصر	۳۶۲	حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ کہایا لکھا وہ قرآن کریم کی ہی تفسیر ہے	۹۰۹	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت توحید کے قیام اور غلبہ اسلام کیلئے	۸	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت میتھج موعود کا نام خاتم الخلفاء ہے
۸۲۹	قدرت اللہ - حافظ مولوی	۶۹۳	اس زمانہ کا حسن حسین میں ہوں	۸۰۶	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ لاکھوں آیات بیانات کا ظہور	۷۹۲	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ لاؤں ہیں
۷۱۳	قیصر	۶۸۰	قرآن سے متعارف کرایا ہے	۳۱۱	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ قیامت تک منتہ ہے	۷۱۳	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کی انشاۃ ثانیہ کا سامان
۸۵۰	کمال یوسف - امام	۹۲۳	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت	۹۲۶، ۸۵۲	کے وقت اسلام کمپرسی کی حالت میں تھا	۹۰۷	کے وقت اسلام کمپرسی کی حالت میں تھا
	ک		۱۲۳		حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کسری		
۷۱۳	کانت (Kant)	۹۲۴	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کیمیت تک منتہ ہے	۸۵۰	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کمال یوسف - امام	۹۵۲	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کے وقت اسلام کمپرسی کی حالت میں تھا
۹۰۷	لیق احمد طاہر	۹۵۲	کے وقت اسلام کمپرسی کی حالت میں تھا				

		م
۳۸۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدائی صفات کا کامل جلوہ ظاہر ہوا	مبارکہ بیگم۔ حضرت صاحزادی نواب مبارک احمد۔ حافظ
۶۷۲	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا فیوض ہیں ان کی کوئی حد بندی نہیں	۸۱۹، ۸۳۳
۶۷۹	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے کامل علم اور کامل معرفت والے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے	۷۸۲
۶۹۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک متین ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ	۱۸
۹۵	بڑی دوری میں تھی	۷۳۳
۷۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تجوید ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پنا	۲۸۰
۵۸۸	ہادی اور ہبہ تسلیم کیا ہے	۲۶۷
۲۳۴، ۲۲۸، ۲۳	محمد اسحاق۔ حضرت میر	۶۰۳
۳۲۸	محمد اسماعیل۔ حضرت مولوی	۵۹۹
۸۸۱، ۸۲۹، ۸۲۸	محمد ظفر اللہ خان۔ چوہدری حضرت	بنی نوع انسان سب سے بڑھ کر
۸۲۸، ۸۲۱	محمد علی۔ چوہدری	۵۸۹
۸۲۸	محمود اسماعیل زوش	بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی پیار کرنے والے وجود تھے
۸۸۵، ۸۵۲	محمودہ	۵۹
۸۱۹، ۸۲۲	مریم صدیقہ۔ حضرت سیدہ اُمّ میتین	بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ تھی تھے
۹۳۶، ۸۲۳	مریم علیہ السلام۔ حضرت	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور سارے قبیلہ کا مسلمان ہونا
۸۲۷، ۸۲۱، ۸۲۹	مشتاق احمد باجوہ۔ چوہدری	۵۷
۸۳۳	مظفر احمد۔ مرزا	۵۲۸
۱۱۱، ۱۰۶	معاود۔ حضرت	۵۲۱

۸۵۲	نور احمد۔ ناروے نور الدین۔ حکیم مولانا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ ۱۰۲۰، ۲۸۱، ۳۳۱، ۱۳۹	منصورہ بیگم۔ نواب (بیگم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث) ۸۳۳، ۸۲۲، ۸۲۱، ۸۱۸، ۷۸۲
۲۰	استحکام جماعت کی کوششیں	موسیٰ۔ علیہ السلام حضرت
۲۲	ہر احمدی نور الدین بن جائے	ناصر احمد۔ حضرت مرزا (خلیفۃ المسیح الثالث)
۲۴	مخصصین انصار کا سردار	شیعیم احمد۔ مرزا
۲۹	حضرت مسیح موعود کی عبزو نیاز کا نتیجہ	حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ۔ (اماں جان)
۳۲	ثانی اثنین	نوح علیہ السلام۔ حضرت
۴۲	تذکرہ اطاعت امام	۸۸۵، ۸۵۲، ۸۱۸
	ی	۹۳۸، ۶۵۳
۸۱۳، ۷۸۲	یعقوب علی عرفانی۔ حضرت شیخ	

مقامات

ب، پ، ت		آ۔ ا
۷۱۰	بھرین	۸۳۵ آسٹریلیا
۸۳۲، ۹۱۲، ۸۰۵، ۹۰۲	پاکستان	۸۳۵ آسٹریلیا
۹۲۵، ۹۲۱، ۹۲۰، ۹۱۹، ۸۷۳، ۷۹۱، ۷۳۷، ۷۳۸	پاکستان کے استحکام کیلئے	۸۶۹، ۹۱۲، ۳۹۲، ۳۲۲، ۸۲۶، ۸۳۵ افریقیہ
۷۸	دعا میں کرنا ہماری ذمہ داری ہے	۸۹۲، ۹۲۱، ۸۲۸، ۷۹۳، ۲۲۲، ۲۲۵، ۷۲۰
۵۳۲، ۵۳۲	پاکستان میں غذا کا بحران	۹۲۷، ۹۳۲، ۹۳۵، ۹۳۳ ہمارا دعویٰ ہے کہ افریقیہ اقوام کو اسلام
۷۵۹	پنجاب	۱۹۱ کے نور سے متعارف کروانا ہے
۹۲۶	تزنیہ	۸۶۹، ۹۱۲، ۳۱۱، ۲۷۳، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۸۸ امریکہ
ن، پ، ح		۹۳۵، ۹۳۳، ۸۸۷، ۸۲۰، ۸۵۸، ۸۰۲، ۷۷۵، ۷۲۰ امریکہ اور انگلستان دینی لحاظ سے بالکل
۹۳۲، ۹۳۱، ۷۷۲، ۷۷۳	جاپان	۱۹۰ اندر ہے ہیں
۶۲۵	جاواہماڑا	۱۹۰ امریکہ اور انگلستان نے انسان کے ایک بچوں کو خدا اسلام کر لیا ہے
۸۲۷، ۲۹۹، ۳۱۱	جرمنی	۱۹۰ امریکہ اور انگلستان کا غرور توڑ دیا جائے گا
۸۸۰، ۸۸۲، ۸۷۹، ۸۷۳، ۸۳۲		۱۹۰ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نے امریکہ اور انگلستان کو نبی کریم ﷺ کی محبت میں سرشار کرنا
۳۳	جزائر	۱۹۰ اندونیشیا
۲۰۴، ۱۲۵	جھنگ	۱۹۰ تھہ دیا جائے گا
۹۳۲، ۷۷۲، ۷۳۱، ۱۹۲، ۱۸۹	چین	۱۹۰ اندونیشیا
	چین کے رہنے والے خدا کو	۷۵۹، ۸۸۷، ۲۲۵ اندونیشیا
۱۸۹	بھول گئے ہیں	۲۲۷، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۸۸ انگلستان
	تمہارے سامنے چین کی کوئی حیثیت نہیں	۷۵۹، ۸۳۰، ۳۹۲، ۳۱۱، ۲۲۳
۱۹۲	رہے گی	۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۸، ۸۰۸، ۷۷۷
	ہم نے عہد کیا ہے کہ ہم چین کو مسلمان	۹۲۶، ۸۸۲، ۸۷۳، ۸۵۸
۱۹۰	بنائیں گے	۹۳۳ ایشیا

۷۷۷، ۷۳۶، ۸۸۲	سوئزر لینڈ	۱۲۵	حیدر آباد
۸۷۳	سویڈن	۶	
۲۳۵، ۲۰۸، ۲۰۴، ۱۳۵، ۱۲۵	سیاکلکوٹ	۸۷۳، ۸۵۸، ۸۳۲	ڈنمارک
۸۷۸، ۲۲۵	سیرالیون	۹۲۶، ۸۷۶، ۸۷۳	
۸۷۹	سلیون	ر	
۸۸۰	سکینٹنڈ نیویا	۱۶۲، ۱۲۷، ۹۵۵، ۵۳۲۱ ۵۵۳، ۵۲۸، ۳۰۳، ۳۳۲، ۲۱۲ ۹۹۱، ۹۹۰، ۸۰۹، ۸۰۵، ۲۲۲، ۵۵۶۳۵۵۵	ربوہ
ط، ع، غ			
۷۷۲	طہران	۸۵۳، ۷۷۳، ۷۷۴، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۸۸	روس
۳۶۲	عرب	۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۱	
۲۲۵	غانا		روس میں اسلام کی اشاعت کی اجازت نہیں
ف		۱۸۹	روس کی طاقت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی
۸۸۷	جمی		ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نے روس کو بھی حلقہ گوش اسلام کرنا ہے
۱۸۸	فرانس		روس اپنے ملک میں خدا نے واحد کو متعارف کرنے کی اجازت نہیں دیتا
۸۹۷، ۷۷۲	فرینکفورٹ		
۸۲۹، ۸۲۷، ۸۷۴			
۱۲۵	فیصل آباد	۱۸۹	
ق		ز	
۹۲۸، ۲۵۸، ۳۸۶، ۳۰۴، ۱۷۴، ۱۵	قادیان	۸۸۱، ۸۷۹، ۸۷۳، ۸۲۷، ۸۲۱، ۷۹۳	زیورچ
ک		س	
۸۱۶، ۸۱۲، ۲۰۴، ۱۲۵	کراچی	۱۲۵	سرگودھا
۸۲۳، ۸۲۲، ۷۹۳	کوپن ہیگن	۸۸۰	سعودی عرب
۸۷۲، ۸۷۳، ۸۵۸، ۸۳۵، ۸۵۳		۸۳۷	سکاٹ لینڈ
۸۸۱، ۸۸۰، ۸۷۹		۸۶۵، ۸۸۳	سندرھ

۱۳۵	ملٹان	۶۹۹،۷۷۵	کوریا
۲۰۵	منگری (سائیوال)	۶۲۶	کینیا
	ن		گ
۸۵۸	ناروے	۸۰۹،۸۰۸،۳۵۹،۱۳۵	جہرات
۲۸۵	ناصرآباد	۸۷۳،۸۲۳،۸۲۱	گلاسکو
۲۲۵	ناشجیریا	۳۹۳	گیمبیا
	و		گیمبیا کے احمدی گورنر جزل کا کپڑوں کا نکڑا بطور تبرک مانگنا
۲۹۹	ویت نام	۲۵۹	گھوڑا گلی (مری)
	ہ	۳۲۲	
۸۸۲	ہالینڈ		لاہور
۸۲۴، ۹۲۱۲	ہندوستان	۲۳۶، ۲۰۸، ۲۰۴، ۱۵۲، ۱۲۲	لندن
۸۷۹، ۸۷۳، ۸۵۰، ۳۲، ۸۳۲	ہیمپرگ	۹۲۳، ۸۵۲، ۸۳۸، ۸۳۵، ۸۳۲، ۸۱۹، ۸۰۲، ۷۵۲	
	ی		م
۷۱۰	یکن - حضرموت	۸۲۵، ۷۷۲	ماسکو
۸۳۶، ۸۲۷، ۷۷۷، ۷۴۲، ۷۵۳، ۳۶۹	یورپ	۳۸۵	محمود آباد
۹۱۰۸۲۹، ۸۵۵، ۸۲۵، ۸۲۳، ۸۲۰، ۸۲۷		۱۰۰۰، ۹۹۸، ۷۱۰، ۳۶۵، ۳۹۳	مدینہ
۹۳۶، ۹۳۳، ۹۲۶		۷۷۵	مشرق و سطی
۶۲۶	یونگڈا	۲۶۵، ۲۲۳، ۳۶۹، ۳۴۲	مکہ مکرمہ
		۹۹۸، ۹۳۵، ۷۱۲، ۷۱۱، ۶۹۵۶۸۵، ۶۶۵، ۶۲۹، ۳۲۷	

کتابیات

		آ، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰
۸۷۲	تریاق القلوب	۱۷
۲۱۶، ۲۰۳، ۱۱۱	تفسیر روح البیان	۱۳
۳۲	تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دلائل مل چکے ہیں	۷۳۲، ۷۲۳، ۱۳۸، ۲۸، ۲۸
۳۲۵، ۶۹، ۳۲	تفسیر صغیر	۶۹۹، ۴۹۷
۱۰۱۶، ۱۰۱۳، ۹۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷	تفسیر کبیر جلد ۳	۲۳۰، ۱۳۱
۸۰۵، ۲۶۵	تورات	۶۷۲
ٹ		۵۵
۸۷۳، ۸۷۳، ۸۳۵، ۸۳۰	ٹائم انڈن	۸۲۵
چ		۸۰۵، ۶۶۵
۶۹۵، ۶۹۲	چشمہ معرفت	۷۲۸، ۷۸۵
ح		۶۸۰
۹۳۷	حقیقتہ الوجی	۶۸۰، ۷۲۳، ۷۱، ۷۰، ۵۶، ۳۹
۲۷۰	احکم	۱۰۰۲، ۹۸۲، ۹۷۷، ۹۷۶، ۱۷۷، ۱۳۲، ۷۲، ۹۲
۲۹	جمالتہ البشری	۲۰، ۳۶۳
خ		۲۹۱، ۲۳۶، ۱۲۳، ۲۲، ۲۸، ۲۳
۳۶۲، ۲۵۹، ۱۶۳	خطہ الہامیہ	۷۰۱، ۶۸۳، ۶۶۶، ۶۶۵، ۷۲، ۳۳۰
د		۸۷۹، ۷۵۰، ۷۳۹، ۷۲۵، ۷۲۳
۹۲۹	دارقطنی جلد اول	۷۲۷، ۲۶۷
۵۱۹، ۳۰۳	درشیں اردو	۱۹۹
۱۶۶	الدرائی مشور جلد ا	۸۱۹، ۷۷۳، ۶۷۰، ۱۳۷
ت		تذکرہ ایڈریشن چہارم
آ		تحفہ گلزار وہی

L	R	S	F	Q	K
۷۳۰	۸۷۳، ۸۳۲	ڈی ویلٹ اخبار			
م			ر		
۷۲۴، ۷۲۹، ۹۳۷، ۲۸۰، ۱۹	۹۲۶، ۷۳۹	ریویو آف پیغمبر اردو			
۷۰۱، ۲۸۹			س		
۱۹۸، ۱۵۱، ۱۳۳، ۱۳۲	۶۸۳، ۶۶۸، ۳۳۰	سرمه چشم آریہ			
۹۹۵، ۹۷۶، ۷۳۵، ۷۳۲، ۳۹۴، ۳۸۱، ۳۷۹			ف		
۱۲۸، ۷۵	۷۳۱، ۳۲۸، ۲۵۰، ۲۱۲	افضل			
۷۳۹، ۲۳۹	۸۲۲، ۸۱۹				
۳۵۵، ۲۳۸، ۷۳۳	۲۷۹	فرید درد			
۳۷۹، ۲۷۰، ۲۰۰، ۱۹۸، ۱۷۶، ۱۷۵			ق		
۷۶	۱۲۵	قاعدہ لیرنا القرآن			
ن	۶۹۲	القومون الحبیط			
۲۳۸					
۴۹۹، ۴۹۷	۶۷۸	کتاب البریہ			
۸۷۲	۳۳۶، ۲۰۷، ۱۳۱	کشتنی نوح			
و					
۳۲۵	۱۰۰۲	کرمانی شرح			
	۳۲۶، ۲۳۰	کنز العمال جلد ۲			

الوصیت

النجد

مؤطا امام مالک

مندرا حنبل بن

المفردات امام راغب

مرأة الحقائق

مجموعہ اشتہارات

پیغمبر لاہور

ڈی ویلٹ اخبار